

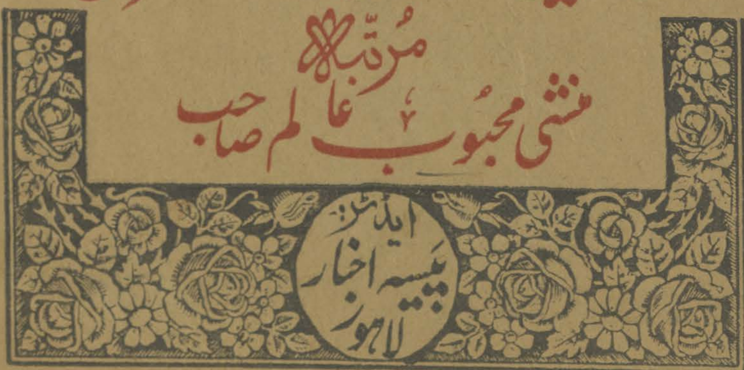
اِسلامی سائیکلوپیڈیا

جو ہر قسم کے

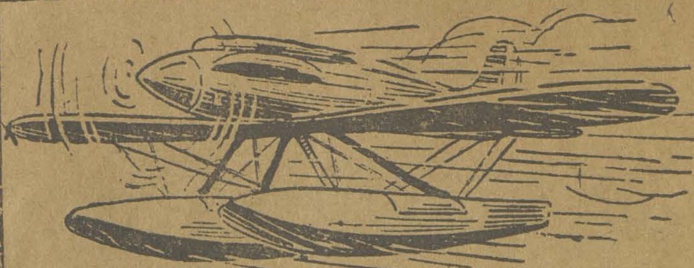
اسلامی و دینی معلومات کا مخزن ہے

مُرتّبہ

منشی محبوب عالم صاحب



VOL. II 1939 [redacted]



سفرنامۂ یورپ

بلاد روم، شام و مصر

نوشتہ منشی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور

(بار دوم ١٩٣٣ء)



اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ اَلَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَأْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ **اَمَّا بَعْدُ**۔ میری عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ اردو زبان میں کوئی ایسی کتاب ملے جس میں اسلام کی متعلقہ جملہ معلومات حروفِ ابجد کے اسلوب سے یکجا مل سکیں۔ چونکہ تلاش طویل و مدّت مدید تک مجھے کوئی ایسی کتاب نہ ملی جس سے میری خواہش پوری ہوتی۔ اس لئے میں نے خود اِس بارِ گراں کو اپنے ذمّہ لینے کا ارادہ کیا۔ اور جس طرح بعض دیگر متفرق علوم و فنون کے متعلق اپنی خدمات خدا کے فضل و کرم سے اردو دان پبلک میں طباعت کے ذریعہ منتشر کی ہیں ایک ایسی جامع کتاب کا علماءِ کرام کی قابلِ اعتبار اور مستند کتب سے اقتباس کر کے بہم پہنچانیکا تہیہ کر لیا ۔

اِسی اثناء میں ایک انگریزی کتاب پادری ہیوز صاحب کی "لغاتِ اسلام" میری نظر سے گذری۔ جو دراصل عیسائیوں کو معاملاتِ اسلام میں واقفیت بہم پہنچانے کے لئے مرتّب کی گئی تھی۔ بہر حال اسی اُسلوب پر اس ذخیرہ کو بھی بصورت ایک "لغات" یا "انسائیکلوپیڈیا" کے مرتب کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ تاکہ ہر کم سواد مسلمان نوجوان اردو زبان جاننے والا تمام مسائلِ اسلامی کو بطور لغات کے حروفِ ابجد کے لحاظ سے اِن اوراق سے جو اسلامی مسئلہ چاہے معلوم کر لے ۔

آج سے پندرہ بیس سال پہلے جبکہ اشاعتِ علوم کا مجھے جنون تھا۔ اور ہر وقت کسی نہ کسی نئی تصنیف یا تالیف میں منہمک رہتا تھا۔ یعنے اس کتاب کے لئے مسودہ لکھنا شروع کر دیا۔ اُس وقت چونکہ شب و روز علمی اشغال دامنگیر رہتے تھے اس لئے اہلِ علم بھی زیرِ نظر رہتے تھے۔ میں نے اِس کام میں بھی متعدد اہلِ علم کو اپنا شریکِ کار بنا لیا۔ بالخصوص مولوی حکیم محمدؐ نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل و منشی فاضل مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم مولوی فاضل۔ مولوی محمدؐ بشیر صاحب مولوی فاضل۔ اور بعض دیگر اہلِ علم کو

عرصہ تک بعض مستند کتابوں سے جنکی مفصل فہرست دیباچہ کتاب ہذا کے خاتمہ پر درج ہے تلخیص و تالیف کے کام پر متعین کیا۔ اور ایک اور انگریزی دان نوجوان کو اُس انگریزی لغات سے بعض اقتباسات و تراجم لینے کے لئے مقرر کیا جن کو بعد میں میں نے بہت کچھ ردو بدل کیساتھ اپنے طریق پر مرتب کیا الحمدللہ کہ میری محنت بار آور ہوئی خدا نے میری آرزو قبول فرمائی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اس جدّ و جہد نے مسودہ کی صورت اختیار کر لی +

بالآخر یہ مسودہ جب میں نے ہر صورت سے مکمل کر لیا تو مولنا نجم الغنی صاحب مرحوم رامپوری (مشہور علم دوست مصنف سے میں نے خواہش کی کہ وہ بھی اس پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں تاکہ اگر کوئی مفید اور مناسب بات رہگئی ہو تو اُسکا اضافہ کر دیا جاوے +

میں مولانا مرحوم کا شکر گذار ہوں کہ اُنہوں نے اس تمام تر مسودہ کو بنظرِ غائر ملاحظہ فرمایا۔ اور بخیال تنقید پڑھکر بہت سی مفید معلومات کا اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی بہت سی باتوں کی ایزادی کی طرف مجھے توجہ دلائی۔ جنہیں بباعث کثرت مشاغل اور پیرانہ سالی کے میں کماینبغی سرانجام نہ دے سکا۔ ان کے علاوہ یہ تمام مسودہ ایک اور جیّد عالم مولوی صاحب کی نظر سے گذرا جنھوں نے جابجا اسکی فروگذاشتیں پوری کیں۔ مگر اسی حالت میں بعض دیگر مصروفیتوں کی وجہ سے طباعت کا انتظام جلدی نہ ہو سکا +

آخر کار میں نے یہ مسودہ اپنے فرزند رشید میاں عبدالمجید مینجر پیسہ اخبار کو جو اس وقت میرے کام میں شریک اور معین و مددگار ہیں سپرد کر دیا۔ اور تاکید کی کہ اس کو جلدی طبع کرا دو۔ تاکہ میری بعض دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی مسودات کی الماریوں میں کیڑوں کی نذر نہ ہو جاوے +

امید ہے کہ ناظرین میرے حق میں دعائے خیر کرینگے۔ اور چونکہ بباعث ضعفِ بصارت و نزول الماء میں خود نہیں دیکھ سکا۔ لہٰذا اگر انکی نظر کسی غلطی پر پڑے تو نظر عفو سے درگذر کریں اور ازراہِ علم دوستی دفتر پیسہ اخبار کو اس سے مطلع فرماویں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کر دیجاوے۔ والسّلام خیر الختام۔ وباللہ التّوفیق وھو نعم المولےٰ ونعم الرّفیق +

بندہ

محبوب عالم

مدیر پیسہ اخبار۔ لاہور

اپریل سنہ ۱۹۳۳ء

فہرست کتب بمعہ رموز اسماء جن سے کتاب ہذا کی تالیف و تلخیص میں امداد لی گئی

نام کتاب	رموز اسماء	نام کتاب	رموز اسماء	نام کتاب	رموز اسماء
کشاف اصطلاحات الفنون	ک	تاریخ طبری	طب	موطا	مو
کشف الظنون -	کش	تاریخ الخلفاء	خل	اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع	اکتفاء
کنز العلوم -	کن	مشکوٰۃ شریف	مش	نسائی	ن
ہدایہ -	ہد	مظاہر حق	مظ	خمسہ اقبالیہ	خم
شرح وقایہ	شر	مذاہب الاسلام	مذ	جامع الرموز	مع
قدوری	قد	صراح	صر	حیوٰۃ الحیوان	حیوٰۃ
الحقوق والفرائض	حق	بخاری	بخ	جغرافیۃ العرب	جغر
مجمع البحار	مج	مسلم	مس	المقصد الاسنیٰ فی اسماء الحسنیٰ	مق
غیاث اللغات	غ	فتاویٰ عالمگیری	عا	نور الہدایہ	نور
منتہی الارب	من	فتاوی قاضیخان	قا	جامع التواریخ	جا
احیاء العلوم	حیا	ترمذی شریف	تر	قصص الانبیاء	قص
تفسیر حقانی	تف	دارمی	د		
شرح عقائد نسفی	عق	تفسیر اکسیر اعظم	اک	**اصطلاحات علوم مختلفہ بمعہ رموز**	
نور الانوار	نو	تعریفات سید	تع	اصطلاح محدثین	ص-م
قاموس	ق	صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب	صنا	اصطلاح قراء	ص-ق
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ	رحمۃ			اصطلاح فقہاء	ص-ف
تفسیر مدارک	مد	ابو داؤد	ابو	اصطلاح شارحین	ص-ش
تفسیر حسینی	حس	صحیحین	صح	اصطلاح اصول فقہ	ص-ن
تفسیر جلالین	جل	ابن ماجہ	ابن	اصطلاح صوفیہ	ص-و
تفریح الاذکیاء	تفر	الترغیب والترہیب	ترغیب		

اسلامی بے تعصبی

حاجی مولوی محبوب عالم صاحب کی جدید تصنیف تاریخ اسلامی بے تعصبی منگا کر ضرور مطالعہ کیجئے۔ اس کتاب میں ہزارہا تاریخی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اپنی عالمگیر رواداری کی وجہ سے تمام دُنیا پر چھا گیا ہے۔

کتاب نہایت دلچسپ ہے۔
مناظرہ کرنے والوں کے لئے ایک زبردست ہتھیار ہے۔

شرع میں سحر حرام ہے۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اگر اپنے آپ سے دفع سحر کرنیکے لئے سیکھا جائے تو حرام نہیں۔ جس ساحر کے سحر میں کفر نہ ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے اور اگر اسکے سحر میں کفر ہو تو اسے قتل کیا جائے۔ اور اسکی توبہ قبول ہونے میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ زندیق کی توبہ کے قبول ہونے میں اختلاف ہے (مد)

سحر کے اثر میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سحر میں اثر ہے جیسا کہ نظر میں ہے۔ اور صدہا بار لوگوں نے اسکا مشاہدہ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سحر کا فی نفسہٖ تو کوئی اثر نہیں نہ عقل سلیم اسکو تسلیم کر سکتی ہے۔ البتہ قوت وہمیہ میں ایک اثر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ جب جادوگر پھونک پھونک کر تاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں تو قوت متوہمہ اس سے منفعل ہوتی ہے اور یہ وہم قوی ہوتا جاتا ہے کہ جادوگر کا اثر مجھپر ہوا۔ پھر آئندہ جو کچھ افعال طبیعیہ یا صحت میں تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اس وہم کے سبب سے ہوتا ہے۔ اور وہم کی مضرت کی صدہا مثالیں اور بہت سی سچی حکایتیں ہیں۔

نقل ہے کہ ایک عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کے بیمار کرنے کے لئے یہ کہدیا کہ تمنے جو سونے کے بعد اُٹھکر آبخورے سے پانی پیا تھا اس میں سانپ کا چھوٹا سا بچہ تھا میں نے دیکھا تھا۔ مگر کام میں معروف ہو جانیکے باعث اُسے مار نہ سکی۔ افسوس تم پی گئے۔ اب وہ پیٹ میں بڑا ہو کر کیا کریگا۔ الغرض ایسا خیال پکا یا کہ اب جو پیٹ میں ریاح سے قراقر ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ سانپ کا بچہ پھرتا ہے۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ نحیف و ضعیف ہوتا گیا۔ ہرچند علاج کرتے مگر کچھ اثر نہ ہوتا۔ اس راز سے ایک اور عورت بھی واقف تھی۔ اس نے لڑکے کے والد سے کہا اسکا علاج میرے ہاتھ میں ہے کہ اس سے یہ فوراً تندرست ہو جائیگا اس نے بیمار سے کہا کہ میں اپنے منتر کے زور سے اسکو تیرے پیٹ سے نکال دونگی۔ ہر روز آکر کچھ بڑبڑاتی اور اسپر دم کر جاتی۔ ایک روز ایک سانپ کا بچہ بھی مخفی طور پر ساتھ لے آئی۔ مریض سو رہا تھا۔ سانپ کے بچے کو اسکے پاجامے میں آہستہ سے چھوڑ دیا۔ اسکے کاٹنے کا اندیشہ تو تھا ہی نہیں کیونکہ اسکے دانت توڑ دیئے ہوئے تھے اور زہر کی کچلی نکال ڈالی تھی۔ اسکے بعد لڑکے کو فوراً بیدار کیا کہ دیکھ کیا ہے۔ اس نے جو پاجامہ میں کوئی چیز پھرتی دیکھی فوراً پاجامہ اُتار پھینکا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس میں سانپ ہے اس عورت نے کہا کہ یہی تیرے پیٹ میں تھا جو نکل گیا بیمار کو یقین آگیا اور وہ خیال جاتا رہا۔ اور یوماً فیوماً تندرست ہوتا گیا۔ (لغ)

سحر کا اکثر وقوع اہل فسق و فساد سے ہوتا ہے اگر حالت جنب میں ہو تو زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ بلکہ اگر زنا سے جنبی ہو تو بہت ہی زیادہ موثر ہوتا ہے۔ (مد)

سحُور وہ طعام جو رمضان میں رات کے آخری وقت میں کھاتے ہیں۔ (غ) دیکھو (صوم)۔

سخاوی شمس الدین محمد بن علی سخاوی۔ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ نویں صدی کے اخیر میں پیدا ہوئے اور اسی صدی میں فوت ہو گئے۔ (کن)۔

سخت دلی اور ترش مزاجی قرآن مجید میں ارشاد ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (س۔ عمران ع ۱۷) تو (اے پیغمبر! یہ بھی) اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ تم انکو نرم دل (سردار) ملے ہو۔ اور اگر (خدانخواستہ) تم مزاج کے اکھڑ (اور) سنگدل ہوتے تو یہ لوگ (کبھی کے) تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔ (تم تو اپنی جبلّی عادت کیوں چھوڑو اس جنگ اُحد کے معاملے میں بھی) انکے قصور معاف کرو۔ اور (خدا سے بھی) انکے گناہوں کی مغفرت چاہو اور معاملات (صلح و جنگ) میں (بدستور سابق) انکو شریک مشورہ کرلیا کرو۔ پھر (مشورے کے بعد) تمہارے دل میں ایک بات ٹھن جائے تو (بے تامل اسکو کر گذرو مگر) بھروسا

خدا ہی پر رکھنا۔ جو لوگ (خدا پر) بھروسا رکھتے ہیں خدا انکو دوست رکھتا ہے۔

(۱) حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواظ اور اکڑ کر چلنے والا جنت میں نہ جائیگا (راوی نے) کہا کہ سنگدل اور درشت مزاج کو جواظ کہتے ہیں (ابو)

(۲) حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کیطرف روئے سخن کر کے) فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ جنتی کون ہے۔ وہ ہر ضعیف ہے جسے لوگ ضعیف وحقیر سمجھتے ہیں (اگر خدا کے نزدیک اسکا وہ رتبہ ہے کہ) اگر خدا کی قسم کھائے تو خدا اسکی قسم کو سچا کردے (پھر فرمایا) میں تمہیں بتاؤں کہ دوزخی کون ہے۔ وہ ہر اکھڑ سنگدل متکبر ہے (صح)

سختیانی ابو ایوب سختیانی علمائے حدیث میں سے ہوئے ہیں۔ ثقہ اور مستند شخص تھے۔ سنہ ۱۳۱ھ میں وفات پائی (کمن)

سخن چینی و چغلخوری قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ تا بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ (س۔ قلم ع ۱) اور (اے پیغمبر!) تم کسی ایسے (نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے اور آبرو ریختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کسا کرتا ہے (اُدھر کی اِدھر۔ اِدھر کی اُدھر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے لوگوں کو روکتا رہتا ہے۔ حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے۔ بد ہے اکھڑ ہے اور ان (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔

(۱) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا کو فرماتے سنا کہ سخن چین جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخ)

(۲) عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بندوں میں بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان (کے چہروں کے سوز و صلاح و تقوی) کو دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔ اور خدا کے بندوں میں بدترین بندے وہ ہیں جو اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر چغلیاں لگاتے پھرتے دوستوں میں جدائی ڈلواتے پاک اور بے لوث لوگوں کو تہمت لگاتے ہیں (مش)

سدرۃ المنتہی سدرہ عربی میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ اور سدرۃ المنتہی وہ بیری کا درخت ہے جو ساتویں آسمان میں ہے۔ اور جبریل جیسے مقرب فرشتوں کی وہیں تک رسائی ہوتی ہے۔ زمین سے جو چیزیں آسمان کو جاتی ہیں وہ بھی اور آسمان سے جو چیزیں زمین کو آتی ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہی پر ٹھیر جاتی ہیں اور پھر وہاں سے انہیں فرشتے اوپر لیجاتے یا نیچے لے آتے ہیں۔ (مش)۔

قرآن میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ تا اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ (س۔ نجم۔ ع ۱) کیا تم لوگ ان سے اس بات میں جھگڑتے ہو حالانکہ (جھگڑے کی کوئی بات نہیں کیونکہ) انہوں نے تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں (نیک بندوں کے) رہنے کی جگہ بہشت ہے۔ جبریل (ایک دفعہ اور بھی (اصلی صورت پر اپنے پاس آیا ہوا) دیکھا تھا جبکہ (اس) سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور)۔

سدرۃ النبی ایک درخت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے شق ہوا تھا اور قصہ اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اونٹ پر سوار تاریک رات میں سفر کر رہے تھے اور آپ کو نیند آرہی تھی۔ اسی طرح سوتے جارہے تھے کہ سامنے ایک بیری کا درخت آگیا۔ وہ درخت پھٹ کر آدھا ایک طرف ہوگیا اور آدھا دوسری طرف۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی قسم کے ضرر کے اسکے درمیان سے گذر گئے۔ اور اسی طرح سوئے رہے۔ اور وہ درخت ویسے ہی آدھا اسطرف

اور آدھا اسطرف باقی رہا۔ اور سدرۃ النبی کے نام سے مشہور ہوا (ہد)۔

سدوم حضرت لوط علیہ السلام کے شہر کا نام ہے۔ جسکو فرشتوں نے اُلٹ دیا تھا۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ اَلَمْ یَاْتِھِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ تا وَالْمُؤْتَفِکٰتِ ۵ (س۔ توبہ۔ ع ۹) کیا ان (منافقوں) کو ان لوگوں کی خبر نہیں ملی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین کے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں (یعنی دیہات قوم لوط) کے رہنے والے۔

پہلے پہل تو سدوم کے سوا دوسری چھ بستیوں کو جہاں حضرت لوطؑ کی قوم رہتی تھی فرشتوں نے اُلٹ دیا تھا۔ کیونکہ سدوم کے باشندوں نے ان چھ بستیوں کے لوگوں کی بداطواریاں دیکھکر ان سے قطع تعلق کر دیا تھا۔ مگر پھر یہ بھی ناجائز کاموں میں گرفتار ہو گئے۔ اسلئے سدوم کا بھی وہی حشر ہوا۔

سرانديب ہندوستان کے جنوب کیطرف ایک جزیرہ ہے جسکی نسبت بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے نکالے گئے تھے تو اسکے ایک پہاڑ پر آگرے تھے (طب)

سر اور ڈاڑھی کے بالوں کے آداب ڈاڑھی کے آداب کے لئے دیکھو (لحیہ)، اور سر کے بالوں کے آداب مذکورہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی حالانکہ مجھے حیض آتا ہوتا تھا (صح)۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُن باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کو دوست رکھتے تھے جنکے بارے میں آپ پر کوئی حکم خدا نہ اُترا ہوتا اہل کتاب اپنے سروں کے بال چھوڑے رکھتے تھے۔ اور بُت پرست مانگ نکالا کرتے تھے۔ تو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیشانی پر بال چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر اسکے بعد مانگ نکالا کرتے تھے۔ (صح)۔

(۳) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جسکا کچھ سر منڈا ہوا تھا۔ اور کچھ (اسکے حال پر) چھوڑ دیا گیا تھا۔ تو آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ سارا سر مونڈ دو یا سب کو (اُسکے حال پر) چھوڑ دو۔ (مس)۔

(۴) ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بڑے بڑے پٹے ہیں۔ کیا میں ان میں کنگھی کرتا رہوں۔؟ آپنے فرمایا۔ ہاں کنگھی کرتا رہو۔ اور بالوں کو عزیز رکھو (مو)۔

(۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں کثرت سے تیل ڈالا کرتے تھے۔ اور ڈاڑھی میں بہت کنگھی کیا کرتے تھے۔ (مش)۔

سر ڈھکنا سر چونکہ ان حصص جسم سے خارج ہے جنکا نماز پڑھتے وقت چھپانا مردوں کے لئے فرض ہے اسلئے اسکا ڈھکنا فرض یا واجب نہیں ہے۔ ہاں ادب و تہذیب میں داخل ہے اور بلا ضرورت نماز میں سر ننگا رکھنا مکروہ ہے۔ اور اگر تضرع اور عجز کی نیت ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

عورتوں کے لئے سر ڈھکنا فرض ہے۔ اور اگر نماز میں کم از کم سر کا چوتھا حصہ ننگا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حج میں مردوں کو بحالت احرام سر ننگا رکھنے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو وہاں بھی سر ڈھکنے کا حکم ہے۔

سرطان کیکڑا۔ عقرب الماء یعنی پانی کا بچھو بھی اسے کہتے ہیں۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ بسبب خباثت کے۔ (حیوۃ)

سرقہ

(ل) چوری۔ چور کو سارق اور جو مال چرایا جائے اُسے مسروقہ کہتے ہیں۔

(ص۔ ش) میں چوری اُسے کہتے ہیں کہ عاقل بالغ شخص کسی کا وہ مال جو دس درم یا اس سے زیادہ قیمت کا ہو۔ اور محفوظ جگہ میں رکھا ہوا ہو۔ پوشیدہ لے لیوے۔

نصاب چوری میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک تو دسؔ درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار میں اور امام مالک کے نزدیک تین درہم میں کاٹا جائیگا۔ اور اس سے کم میں نہیں۔

اگر سارق خود ایک بار اقرار کرلے یا مردوں کی گواہی سے سرقہ ثابت ہو جائے تو اسکا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ اگر ایک جماعت چوری کرے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائینگے۔ اگر جماعت سے ایک شخص نے چوری کی اور باقی ہمراہیوں نے اس مال کو باہم تقسیم کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اگر ہر ایک کے حصہ میں نصاب کی مقدار یعنی دس درہم مال آیا ہے تو سب کے ہاتھ کاٹے جائینگے۔ لیکن امام شافعی رحمہ کے نزدیک صرف چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ایک مال کی چوری کے بدلے سزا یافتہ ہو۔ اور وہ مال مالک کے ہاتھ میں دیا جائے اور پھر وہ اسکو چرائے تو دوبارہ اسکو سزا نہ دیجائے گی۔

لکڑی۔ گھاس۔ سرکنڈا۔ شکاری جانور۔ ہڑتال۔ گلاب کے پھول۔ تر میوہ (پھل) اگر درخت پر ہو۔ دودھ۔ گوشت۔ اور کھیتی جو کاٹی نہ گئی ہو۔ طنبورہ۔ قرآن مجید۔ کے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینی ضروری نہیں۔ مگر امام شافعی کی روایت میں اور امام ابو یوسف رحمہ کی ایک روایت میں اگر اسکی قیمت دسؔ درہم ہو تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا سونے یا چاندی کی صلیب اور شطرنج کے قیمتی مہرے چرانے سے بھی قطع لازم نہیں آتا۔ اسیطرح اگر کوئی کسی کا بچہ چرا لے جائے اور وہ زیور پہنے ہوئے ہو تو قطع لازم نہیں آتا مگر امام ابو یوسف کا مذہب ہے کہ اگر اسکا زیور نصاب کے برابر ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں۔

اگر صغیر غیر تمیز دار نے چوری کی بمذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اور شافعی رحمہ اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔

اگر کسی نے چوری کی اور اسکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور بعد ازاں اس نے دوبارہ پھر چوری کی تو بالاتفاق اسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا۔ اور پھر اگر وہ تیسری دفعہ چوری کرے تو بمذہب امام ابو حنیفہ اسے قید کیا جائیگا اور امام مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ بایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر چوتھی بار چوری کرے تو داہنا پاؤں کاٹا جائیگا۔ (نور)

سر مُنڈانا

سر مُنڈانے کی بابت شارع علیہ السلام کا یوں ارشاد ہے کہ یا تو سارا سر مونڈاؤ یا سارا چھوڑ دو۔ چنانچہ ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جسکا کچھ سر مُنڈا ہوا تھا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا سارا سر مونڈ دو یا سب کو چھوڑ دو۔ (مس)

اگر کسی نے سر پر بال رکھے ہوں تو انکی خدمت بھی کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ تحسین ہیأۃ اچھی چیز ہے بشرطیکہ عورتوں کی طرح بناؤ۔ کنگھی چوٹی۔ سنگار کی عادت نہ کرے کہ عاشروی ہے۔ چنانچہ یسار کے بیٹے عطا کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک اس حال میں آیا کہ اُسکے سر اور ڈاڑھی کے بال پریشان تھے۔ جناب نے اپنے دست مبارک سے اسکی طرف اشارہ کیا۔ گویا کہ آپ اسکے بالوں کی درستی کا اشارہ فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ شخص آپکا اشارہ سمجھ گیا اور سر و ڈاڑھی کی اصلاح کرکے واپس آیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ حالت اس حالت سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں کا ایک شخص آتا ہے حالانکہ اُسکے بال ایسے پریشان ہوتے ہیں گویا کہ وہ (بدروئی) میں شیطان ہے۔

سعد بن ابی وقاص

جلیل القدر صحابی تھے نام انکا مالک بن وہب کہری

اور کنیت ابواسحق تھی۔ ابتدائے اسلام ہی میں اسلام لائے تھے۔ جبکہ انکی عمر ۱۷ سال اور بقول بعض ۱۹ سال کی تھی۔ کہا کرتے تھے کہ اسلام لانے میں میرا تیسرا نمبر ہے۔ اول راہ خدا میں میں نے ہی تیر پھینکا ہے۔ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب جہادوں میں شریک ہوئے بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں فرمایا تھا اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے اور زبیرؓ کے لئے اپنے والدین کو دعا میں جمع کیا ہے چنانچہ ان دونوں سے ہر ایک کو آپ نے فرمایا "تیر پھینک میرے ماں باپ تجھپر فدا ہوں"۔ آپ پستہ قد۔ فربہ۔ گندم گوں تھے۔ وفات ان کی مدینہ سے دس میل کے فاصلے پر عقیق نامی مقام میں ہوئی۔ مگر لاش مدینہ میں لاکر جنت البقیع میں دفن کی گئی۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔ عمر انکی اسوقت کچھ اوپر ستر برس کی تھی۔ عشرہ مبشرہ سے آپ نے سب کے بعد وفات پائی۔ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے انہیں کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ (اکمال)۔

سعد بن عبادہ ایک اولوالعزم صحابی کا نام ہے کنیت ابوثابت۔ قبیلہ خزرج میں سے تھے۔ انصار کے رئیس اور ان پر انکا خاص اثر تھا۔ آپ سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی حضرت عمرؓ کی خلافت سے اڑھائی سال بعد یعنی ۱۵ھ میں بمقام حوران وفات پائی۔ بعض لوگ انکی وفات حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت ۱۱ھ میں بتلاتے ہیں۔ مگر اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ غسلخانہ میں مردہ پائے گئے تھے۔ (اکمال)۔

سعد بن معاذ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو بنی اوس سے تھے۔ مدینہ میں اسلام لائے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے بنو عبد الاشہل مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ انصار کا پہلا خاندان ہے۔ جو یکبارگی مسلمان ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا لقب سید الانصار (انصار کا سردار) رکھا۔ اپنی قوم کے پیشوا اور اکابر صحابہ میں سے تھے۔ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استقلال کے ساتھ کھڑے رہے۔ جنگ خندق میں آپ کی آنکھ میں تیر لگا۔ ایک مہینہ تک آنکھ سے خون جاری رہنے کے بعد ذیقعدہ ۵ھ میں بعمر ۳۷ سال وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ آپ سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی۔ (اکمال)۔

سَعی دوڑنا۔ مسائل حج کی اصطلاح میں کوہ صفا اور کوہ مروہ کے مابین وادی میں پہنچکر دوڑنے کو کہتے ہیں۔ جسکی اصلیت یہ ہے کہ جب بی بی ہاجرہ اور انکے بیٹے اسماعیل علیہ السلام تنہا اس مقام پر ٹھہرے جہاں اب حطیم بنا ہوا ہے تو انکا پانی ختم ہو گیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے تنگ آگئے۔ بی بی ہاجرہ نے پہاڑی کیطرف دیکھا تو کوئی آدمی وہاں نہ ملا۔ پانی کی تلاش میں وہ کوہ صفا پر چڑھیں۔ اسپر کسیکو نہ پایا نہ پانی نظر آیا۔ پھر صفا سے اتریں اور انکی نظر اپنے بچے پر تھی کہ کوئی درندہ اسکو نقصان نہ پہنچائے یہانتک کہ جب صفا اور مروہ کے نشیب میں پہنچیں۔ اور اسماعیل ان کی نظر سے چھپ گئے۔ تو وہ اس جگہ تیز دوڑنے لگیں تاکہ دوسری جانب اونچائی پر چڑھکر پھر اسماعیل کو جلدی سے سلامت دیکھلیں اور پانی کی تلاش میں آگے چلکر مروہ پر چڑھیں۔ وہاں بھی کوئی نہ ملا۔ اسی طرح سات بار آمد و رفت کی۔ پس حاجیوں کا صفا سے مروہ تک اور مروہ سے صفا تک جانا وادی میں دونوں میلوں کے مابین دوڑنا۔ اور اونچائی پر چڑھ کر کعبہ کیطرف نظر کرنا۔ یہ ساری باتیں بی بی ہاجرہ کے افعال ہیں جو بعد میں حج کے واجبات میں شامل ہو گئے (تاریخ مسجد الحرام)۔

سعید بن زید بڑے جلیل القدر صحابی تھے کنیت انکی ابو اعور اور قبیلہ قریش سے

تھے عشرہ مبشرہ سے تھے۔ بدر کے سوا اور تمام جنگوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں جنکے سبب حضرت عمرؓ اسلام لائے تھے۔ آپ دراز قد۔ گندم گون رنگ تھے موضع عتیق میں ۵۱ھ میں وفات پائی۔ اور وہاں سے لاکر بقیع میں دفن کئے گئے۔ عمر آپ کی اسوقت ستر برس سے زیادہ تھی۔ بہت لوگوں نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اکمال)

سعیر شعلہ زن آگ۔ (ص۔ یش) میں دوزخ کے چوتھے طبقے کا نام ہے (غ)

قرآن مجید میں سولہ جگہ اسکا ذکر آیا ہے جن میں سے ایک جگہ یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۵ (س۔ نساء۔ ع ۱) جو لوگ ناحق (ناروا) یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب (مرے پیچھے) دوزخ میں پڑینگے۔

سُفتجہ جمع اسکی سفاتج آتی ہے سُفتہ کا معرب ہے۔ اسکے معنے ہیں شئے محکم۔ قرض کی ایک قسم ہے۔ اور صورت اسکی یوں ہے کہ کوئی شخص کسی تاجر کو مال بطور قرض دے اور کہے کہ اپنے شہر کے فلاں شخص کو دیدینا۔ اور بطور قرض اسلئے دیتا ہے تاکہ وہ مال اگر راستے میں تلف بھی ہوجائے تو اسے دینا پڑے۔ اگر بطور امانت دیتا تو پھر تلف ہونے پر دینا لازم نہیں آتا۔ اور یہ حیلہ اسلئے کیا کہ راستے کا خوف جاتا رہے۔ ایسا قرض مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا نفع ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے قرض سے جس نفع اٹھایا جائے منع فرمایا ہے۔ (ہد)۔

سفر کے وقت کی دعائیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانا چاہتے تو رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے وقت یوں فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ ازْوِلَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ۔ (ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع ہے۔ خداوندا تو سفر میں میرا رفیق اور اہل وعیال میں جانشین ہے۔ خداوندا تو زمین کو ہمارے واسطے طے کردے اور ہم پر سفر کو آسان کردے۔ خداوندا میں سفر کی سختی اور رنج واپسی اور اہل ومال کی بدحالی دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر اونچی زمین پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہکر یہ دعا پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ (ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ خدا کیطرف رجوع کرنیوالے توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے۔ اپنے پروردگار کو سجدہ کرنیوالے۔ اسکی تعریف کرنیوالے ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کردیا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو بھگادیا۔

عبداللہ الخطمی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کسیکو رخصت کرتے تو فرماتے:۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِكُمْ (ترجمہ) میں خدا کو تمہارا دین اور تمہاری امانتیں اور تمہارے عملوں کے نتیجے سونپتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی حادثہ پیش آتا یا کوئی کام رنج میں ڈالتا تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اے زندہ اے قائم و دائم میں نے تیری رحمت کے ساتھ استغاثہ کیا ہے۔ اور فرمایا کرتے کہ لوگو! یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اکثر کہا کرو یعنے اے بزرگی و عزت والے۔

سکندرِ اعظم

اس نام کے دو مشہور بادشاہ گذرے ہیں ایک ذوالقرنین کے لقب سے مشہور ہے اور ایک وہ ہے جو یونان کے خطے مقدونیہ میں پیدا ہوا۔ اور جسکے باپ کا نام فیلقوس تھا۔ بعض مؤرخین غلطی سے دونوں کے حالات گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ سکندر ذوالقرنین کے حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (ذوالقرنین) دوسرے سکندر نے یورپ سے گذر کر ہندوستان پر چڑھائی کی اور ملتان تک پہونچکر واپس ہوگیا۔

ارسطو جیسا فلسفہ یونان کو ناز ہے اسکا وزیر اعظم تھا اسکا باپ ایران کے بادشاہ دارا کے آگے سال بسال خراج ادا کرتا تھا۔ جب سکندر تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ تو خراج کی میعاد ختم ہونے پر دارا نے اس سے خراج مانگا۔ اس نے انکار کر دیا۔ آخر ان دونوں کے درمیان ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں دارا مارا گیا۔ اس لڑائی میں دارا کی شکست اور سکندر کی فتح کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دارا اور اسکے وزیر اعظم میں کسی قسم کی اَن بَن ہو گئی تھی۔ وزیر نے سکندر سے بہت سے انعام کا وعدہ لے کر اپنے آقا کو تیغ کے گھاٹ اُتروا دیا۔ (ف) اسکے مفصل حالات ایک کتاب سکندر نامہ فارسی میں لکھے ہیں جو داخل درس ہے۔

سکینہ

(ل) آرام۔ آسائش۔ آہستگی (ج) بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ تا وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (س بقرہ ع ۳۲)

(ترجمہ) اور انکے پیغمبر نے ان سے کہا کہ طالوت کے (من جانب اللہ) ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہارے پروردگار کی (بھیجی ہوئی) تسلی (یعنی توراۃ) ہے اور (نیز) موسیٰ اور ہارون جو (یادگار) چھوڑ مرے ہیں ان میں کی بچی کھچی چیزیں (بھی اس میں) ہیں (وہ بے لڑے) تمہارے پاس آجائیگا (اور) فرشتے اسکو اُٹھا لائیں گے۔

حقیقت تابوت سکینہ جواہر التفسیر میں یہ لکھی ہے کہ تابوت سکینہ ایک صندوق چوب شمشاد یا صندل کا تین گز کا طویل اور دو گز کا عریض تھا۔ اسکو اللہ جلشانہ نے حضرت آدم علیہ السلام پر بھیجا تھا۔ اس میں اُن پیغمبروں کی تصویریں تھیں جو کہ اولاد آدمؑ سے پیدا ہونیوالے تھے۔ اور ہر پیغمبر کے واسطے اس میں ایک گھر تھا اور سب کے پیچھے دولت خانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یاقوت سرخ کا اس میں تصویر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ ؎

تھے بھرے اس کمالات کے اوصاف بھی
ایسی تصویر کسی نے کبھی دیکھی نہ سنی

یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام پر اسوقت نازل ہوا تھا جب حضرت شیث علیہ السلام سے محافظت نور احمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق لیا گیا۔ اور وہ عہد نامہ بحضور روح القدس و جماعت ملائکہ قلم یاقوت و مداد نور سے حریر بہشت کی وصلی پر لکھا گیا اور اسپر فرشتوں کی گواہیاں ہوئیں۔ اور تابوت سکینہ میں رکھکر حضرت شیث علیہ السلام کے سپرد ہوا۔ اور یہ دستور باندھا گیا کہ جو کوئی شخص اولاد سے مظہر نور کا ہو وہی شخص بطنًا بعد بطن حامل اس عہد کا رہے اور ہر قرن میں اپنے وارثوں کو باخذ عہد و پیمان سپرد کیا کرے چنانچہ حضرت شیث علیہ السلام کے عہد سے تا زمان حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام یہی طریق رہا کہ جو شخص

مظہر نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہوتا۔ تابوت سکینہ اسی کے پاس رہتا حتیٰ کہ حضرت الیسع علیہ السلام کو پہونچا۔ جب عمالقہ غالب ہوئے تابوت بھی چھین لے گئے اسپر بنی اسرائیل رویا کرتے تھے۔ عمالقہ نے وہ صندوق اپنے بتخانے میں لا ڈالا۔ تمام بُت اسکے آگے گر پڑے۔ صرف ایک بُت سونے کا جو مرصع بجواہر تھا باقی رہا۔ صبح کے وقت اس قوم کے سردار جب پوجا پاٹ کو بتخانے میں داخل ہوئے تو یہ حال نظر پڑا۔ اس سے عمالقہ متحیر ہوئے۔ اور تابوت سکینہ پر اس بت کو بٹھلا کر چلے گئے۔ جب پھر صبح کو بتخانے میں گئے تو بت نیچے تھا اور تابوت اوپر۔ اور بھی متعجب ہوئے۔ تب لوہے کی میخوں سے اس بت کو تابوت پر جڑ گئے۔ جب دوسرے دن آئے تو ہاتھ پیر اس بُت کے کٹے ہوئے پائے۔ اور تابوت کو اس بت پر رکھا ہوا دیکھا۔ کمال مضطرب و متحیر ہو کر ایک اسیر بنی اسرائیل سے پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کے خدا نے بھیجا ہے۔ بتکدہ اسکی جگہ نہیں۔ اگر چند روز بتخانے میں رہا تو نام و نشان اسکا مٹ جائیگا۔ تب عمالقہ نے اس تابوت کو لیکر ایک گاؤں کی حد میں دفن کیا۔ اس گاؤں کے سب لوگ مر گئے۔ پھر وہاں سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھا۔ وہاں کے لوگوں پر بھی بلا پڑی۔ غرض کہ اسیطرح سے پانچ شہر ویران ہوئے۔ آخر لاچار ہو کر بیلوں پر لاد کر ہانک دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتے بھیجے کہ وہ بیلوں کو حضرت شمویل کے پاس ہانک لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سکینہ کا چہرہ مثل چہرہ آدمی کے تھا اور اُسکے دو بازو تھے۔ لڑائی کے وقت اس میں سے ایسی ہوا نکلتی تھی کہ سب دشمن بھاگ جاتے تھے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ سکینہ ایک طشت تھا کہ انبیاءُ علیہ السلام کے دل اسمیں دھوئے گئے تھے۔ زاد المسیر میں میں لکھا ہے کہ سکینہ ایک روح ناطقہ تھا خدا کی جانب سے جب بنی اسرائیل کسی بات میں خلاف کرتے تو اس تابوت کے پاس آکر بیان کرتے اور وہ روح ناطقہ جواب دیتی کہ انکا شبہ رفع ہو جاتا۔ تفاسیر معتبرہ میں لکھا ہے کہ اب وہ تابوت مع عصائے موسیٰ علیہ السلام بحیرہ طبریہ میں ہے اور قبل از قیام قیامت ظاہر ہوگا۔ (تفر)

سقر | دوزخ۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْہِہِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (س۔ قمر۔ ع ۳) جسدن انکو اُنکے منہ کے بل (دوزخ کی) آگ میں گھسیٹا جائیگا (اور اُن سے کہا جائیگا کہ (اب تن بدن ہیں) دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔ سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ ٥ تا عَلَیْہَا تِسْعَۃَ عَشَرَ ٥ (س۔ مدثر۔ ع ۱) (سو) ہم عنقریب اسکو (لیجا) دوزخ میں جھونک دینگے اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ دوزخ ہے کیا چیز وہ دشمنہ لگا رکھے اور بھسم کئے بدون) نہ چھوڑے۔ (اور آدمی کے تن) بدن کو (مار کے) جھلس دے) اسپر انیس ۱۹ (پاسبان لعینات) ہیں۔

سلاح | ہتھیار۔ باغیوں کے پاس ہتھیار فروخت کرنے شرعاً ممنوع ہیں۔ ہاں۔ اگر ایسی چیزیں اُنکے پاس فروخت کیجائیں جنسے ہتھیار بنتے ہیں۔ مثلاً لوہا۔ تانبا۔ پیتل وغیرہ۔ تو یہ جائز ہے (عا)۔

سلام | (ل)، تمام نقصانات سے پاک و محفوظ۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ اصل میں یہ مصدر ہے بمعنے سلامت مگر یہاں سالم کے معنے میں ہے۔ یعنی وہ جسکی ذات ہر طرح کے عیب اور نقصان سے سالم و محفوظ ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ مذکور ہے۔ ہُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُہَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ (س۔ حشر۔ ع ۳) یعنی وہ اللہ ایسا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام جہان کا بادشاہ ہے پاک ذات ہے۔ تمام عیبوں سے بری ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے،

بڑی عظمت رکھتا ہے۔

سلام کے معنے سلام علیک کرنیکے بھی آتے ہیں۔ (ب)

سلام پھیرنیکے بعد کی دعا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے یعنی میں خدا سے بخشش مانگتا ہوں۔ اور پھر یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ترجمہ) یعنی خداوندا تو ہی سلامتی عطا کرنیوالا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اے بزرگ و انعام کے مالک تو بزرگ ہے اور تیری شان بہت اونچی ہے۔

کعب بن عجرہ کی روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ (خدا پاک ہے) اور اسیقدر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سب تعریف خدا کو ہے) اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہتے اور فرماتے کہ یہ کلمے معقبات ہیں جو شخص انہیں ہر نماز کے پیچھے کہیگا وہ کبھی ناکام نہیں رہے گا۔

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ مجھے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے پیچھے معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

السلام علیکم

لفظی معنے تمپر سلامتی ہو۔ ایک دعا ہے جو مسلمان ایک دوسرے کو ملتے وقت کہا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اسکا حکم آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا (س۔ النساء ع ۱۳) (اور مسلمانو) جب تمکو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اسکے جواب میں اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا کم سے کم ویسا ہی جواب دو۔

بہت سی احادیث میں بھی سلام کا حکم ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آداب اسلام میں سے سب سے بہتر ادب کونسا ہے۔ فرمایا کھانا کھلانا۔ اور آشنا اور بیگانہ کو سلام علیک کرنا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "آپسمیں سلام کو رواج دو"۔ اور سلام کو رواج دینے کا یہ مطلب ہے کہ آشنا اور بیگانہ سب کو سلام کرو۔ جسطرح لکڑی کو سریش سے۔ اینٹوں کو گارے یا چونے سے پیوند دیا جاتا ہے۔ اسیطرح آدمیوں میں آپسکی صاحب سلامت سے وصلت پیدا کیجاتی ہے صاحب سلامت اُنس و محبت کی تمہید ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سوار کو چاہیئے کہ پیادے کو سلام کرے اور رستہ چلتا ہوا بیٹھے کو۔ اور چھوٹا بڑے کو۔ اور تھوڑے آدمی بہت آدمیوں کو۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہوکر کہا "السلام علیکم"۔ آپ نے اسکو ویسا ہی جواب دیا (یعنی وعلیک السلام فرمایا) پھر فرمایا کہ اسکے دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپنے اسکو ویسا ہی جواب دیا (یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمایا) اور فرمایا کہ اسکے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر تیسرے شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپنے جواب میں فرمایا۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اور پھر فرمایا کہ اسکے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ تو آپنے جواب میں یہی الفاظ فرماکر ارشاد کیا کہ اسکے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب اور مخصوص وہ شخص ہے جو کہ سلام علیک کرنے میں سبقت کرے۔ ایک اور حدیث

ہیں وارد ہے کہ یہود و نصاریٰ کی شباہت اختیار نہ کرو۔ کیونکہ یہودی انگلیوں کے اشارے سے سلام کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ ہتھیلیوں کے اشارے سے۔

سلسبیل بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ۝ (س۔ دھر۔ ع ۱) (اور) بہشت میں (سونٹھ کے پانی کا) ایک چشمہ ہوگا جسکا نام ہوگا سلسبیل۔

سلعۃ اسباب کو کہتے ہیں جو دراہم و دنانیر اور فلوس کے علاوہ ہو۔ عرض اور عین بھی اسے کہہ لیتے ہیں۔ کذا فی جامع الرموز (ک)۔

سلف گذشتگان۔ آباؤ اجداد۔ بیع سلم کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (سلم)

سَلَم سین اور لام کی فتح سے۔ فقہا کے عرف میں کہتے ہیں کسی چیز کے عوض قرض بیچنے کو اور یہی معنے سلف کے ہیں۔ اسطرح کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اور بیع سلم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک سو روپے ایک شخص کو دیے اور اس سے ٹھہرالیا کہ فلاں مہینے میں گیہوں سومن اس قسم کی تجھسے لینگے۔ جب اس بیع کی جمیع شروط پائی جائیں تب یہ بیع صحیح ہوتی ہے۔ اور اسکی تمام شرطیں سولہ ہیں۔ چھ راس المال میں اور دس مسلم فیہ میں۔ راس المال کی چھ شرطیں یہ ہیں۔ جنس کا بیان کرنا کہ یہ درہم ہیں یا دینار یا روپے یا اشرفیاں۔ نوع کا بیان کرنا کہ یہ بخاری روپے ہیں یا کلدار یا حالی وغیرہ۔ صفت کا بیان کرنا کہ کھرے ہیں یا کھوٹے۔ اس مال کا قدر معلوم کرا دینا کہ سو ہیں یا دو سو وغیرہ۔ روپیہ وغیرہ نقد دینا وعدہ پر نہ رکھنا۔ مجلس عقد میں ہی اسپر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی دس شرطیں یہ ہیں۔ مسلم فیہ کی جنس کا بیان کرنا۔ مثلاً گیہوں ہیں یا جو ہیں یا چنے وغیرہ۔ نوع کا بیان کرنا کہ کھادر کے ہیں یا بانگر کے۔ صفت کا بیان کرنا کہ اچھے ہیں یا برے۔ مسلم فیہ کی قدر کا بیان کرنا۔ مثلاً دس سیر ہیں یا دس من مسلم فیہ اس قسم سے ہو جو تعین کرنے سے متعین ہو جاتی ہو۔ پس روپے اور اشرفی میں سلم درست نہیں۔ مدت کا بیان کرنا کہ اتنی مدت میں لینگے دو یا چار مہینہ میں۔ اور مدت کا ادنیٰ درجہ ایک مہینہ ہے۔ جس وقت سے عقد کیا ہے اسوقت سے لیکر لینے کے وقت تک وہ چیز موجود ہو۔ اگر اس عرصہ میں معدوم ہو تو اس میں سلم درست نہیں۔ اور بیع سلم کا عقد بدون خیار کے ہو۔ مکان کا بیان کرنا کہ اس جگہ مسلم فیہ دونگا۔ مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ جسکی جنس اور صفت بیان کرنے سے وہ چیز معلوم ہو جاوے۔ (منظ)

ایسے مکیلات اور موزونات اور مزروعات کہ جنکا وصف ضبط ہو سکے انکی سلم بالاتفاق جائز ہے۔ اور ایسے معدودات جن میں بہت سا تفاوت نہ ہو جیسے اخروٹ اور انڈے ان میں بھی سلم بالاتفاق جائز ہے۔

امام مالک کے نزدیک کھیتی کاٹنے کے وقت تک یا نوروز تک یا عید نصاریٰ تک میعاد ٹھہرانا جائز۔ مگر امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک جائز نہیں۔ (رحمہ)

سُلُوک (ل) چلنا۔ راستہ طے کرنا۔ (ص۔ و) میں خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا (غ) دیکھو (شریعت اور طریقت)۔

سلیمان ایک اولو العزم پیغمبر کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے قرآن مجید میں ارشاد ہے (۱) وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ تا مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ (س۔ سبا۔ ع ۱) اور (اسی طرح) ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا۔ کہ اسکی صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی (راہ) ہوتی۔ اور (اسی طرح) اسکی شام کی منزل مہینے بھر کی (راہ ہوتی) اور ہمنے انکے لئے تانبے (کو پگھلا کر اس) کا (ایک) چشمہ بہا دیا تھا۔ اور جنات (کو سلیمان کے بس میں کر دیا تھا اور ان) میں سے ایسے بھی تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے انکے ہاتھ تلے (طرح طرح کے) کام کرتے تھے۔ اور (ہمنے یہ بھی فرما دیا تھا کہ

ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے انحراف کریگا ہم اُس کو (آخرت میں) عذاب دوزخ (کا مزہ) چکھائیں گے۔ (تو) سلیمان کو جو کچھ (بنوانا) منظور ہوتا (یہ جنات) انکے لئے بناتے (جیسے مسجد بیت المقدس کی بڑی) اونچی شاندار عمارتیں اور (ڈھلی ہوئی) مورتیں اور (ایسے بڑے بڑے) لگن جیسے حوض۔ اور (بڑی بھاری بھاری) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اور ہمنے (داؤد کی نسل کو حکم دیا) اے نسل داؤد (ان نعمتوں کے بدلے میں) ہمارا شکر کرتے رہو۔ اور ہمارے بندوں میں (بہت ہی) تھوڑے (بندے) شکر گذار (ہوتے) ہیں۔ پھر جب ہمنے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو جنات کو (کسی چیز نے) انکے مرنے کا پتہ نہ بتایا۔ مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ یعنی جب (عصا جسکے سہارے سے سلیمان مرے پیچھے کھڑے تھے کھوکھلا ہو گیا اور سلیمان) گر پڑے تب جنات نے جانا کہ اگر (ہم) غیب جانتے ہوتے تو (اس) ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

(۲) وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ تا قَالَتْ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ (س۔ نمل ع ۲-۳-۲)

اور سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے اور کہا لوگو! ہم کو (خدا کی طرف سے) پرندوں (تک) کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح کے ساز و سامان عنایت ہوئے ہیں بے شک یہ (خدا کا) صریح فضل ہے۔ اور سلیمان کے (جتنے) لشکر جنات اور آدمیوں اور پرندوں کے (تھے) ان کے (ملاحظہ) کے لئے جمع کئے گئے۔ تو وہ مثل بمثل انکے روبرو کھڑے کئے جاتے تھے۔ (غرض اس ترتیب سے لشکر ایک طرف کو ہوا) یہانتک کہ جب چیونٹیوں کے (ایک) میدان میں پہونچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے (اپنے) بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور سلیمان کے لشکر تمکو کچل ڈالیں اور ان کو (اسکی) خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کی اس بات سے سلیمان ہنسے اور مسکرائے اور لگے کہنے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو توفیق دے کہ جیسے جیسے احسانات تونے مجھپر اور میرے والدین پر کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکر ادا کروں اور (زندگی بھر) ایسے نیک عمل کرتا رہوں جنکو پسند فرمائے (اور آخر کار میرے پیچھے) تو مجھکو اپنے کرم سے اپنے نیک بندوں میں (لیجا) داخل کر۔ اور سلیمان نے پرندوں کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہُدہُد کو نہیں دیکھتے۔ (کیا پرندوں کی کثرت کی وجہ سے ہم کو نہیں دکھائی دیتا) یا (واقع میں) غیر حاضر ہے (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم اسکو ضرور سخت سزا دینگے یا اسے حلال ہی کر ڈالیں گے۔ یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی وجہ پیش کرے۔ (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بیقصور ہے) پھر تھوڑی دیر کے بعد ہُدہُد آحاضر ہوا۔ اور لگا کہنے کہ مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو (ابتک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں حضور میں (شہر) سبا کی ایک تحقیقی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے (اور ان پر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامان (سلطنت) اسکو میسر ہیں اور اسکے یہاں (ایک بہت) بڑا تخت (بھی) ہے۔ میں نے ملکہ اور اُسکے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑکر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے انکے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے اور انکو راہ راست سے روک دیا ہے تو انکو (اتنی بات بھی) نہیں سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) نہ سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو سب سے واقف ہے اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اسکے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہی عرش بریں (کے تخت) کا مالک ہے۔ (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم بھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ ہماری تحریر لیجا کر اور اسکو ان کیطرف ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ جا

پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔ (غرض ہُدہُد نے سلیمان کا فرمان ملکہ کو پہونچا دیا وہ اسے لیکر) بولی کہ اے اہل دربار (یہ) ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے۔ یہ سلیمان کیطرف سے ہے اور یہ (یعنی اس کتاب کی عبارت اسطرح پر ہے کہ سب سے پہلے اسمیں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے (اور بسم اللہ کے بعد) یہ کہ ہمسے سرکشی نہ کرو۔ اور فرمانبردار بنکر ہمارے حضور آحاضر ہو (سبا کی ملکہ سلیمانؑ کا فرمان سنانے کے بعد) بولی کہ اے اہل دربار ہمارے (اس) معاملے میں ہمسے اپنی رائے بیان کرو۔ (ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ) تا وقتیکہ تم ہمارے حضور میں موجود نہ ہو ہم کسی امر میں قطعی حکم نہیں دیا کرتے (درباریوں نے) عرض کیا کہ ہم (بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) سرکار کو اختیار ہے جیسا حضور حکم دیں اس (کے نیک و بد) کو (اچھی طرح) دیکھ لیں (وہ) بولی بادشاہ جب کسی شہر (کو بزور فتح کرتے اس) میں داخل ہوا کرتے ہیں تو (انکا دستور ہے کہ) اسکو خراب اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور (واقع میں) ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور ہم (ایلچیوں کے ہاتھ) انکی طرف تحفے (تحائف) بھیجکر دیکھتے ہیں کہ ایلچی کیا (جواب) لیکر آتے ہیں۔ پھر جب (ایلچیوں کا سرگروہ) سلیمان کے حضور میں (تحفے تحائف لیکر) حاضر ہوا تو (سلیمان نے) کہا کہ کیا تم لوگ مال سے ہماری امداد کرنی چاہتے ہو۔ سو جو کچھ ہم کو خدا نے دے رکھا ہے وہ اس سے جو تمکو دے رکھا ہے (کہیں) بہتر ہے۔ سو کچھ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہوگے (تو اے سرگروہ ایلچیان! جنہوں نے تجھکو بھیجا ہے) اُن (ہی) کے پاس (پھر) لوٹ جا اور (اب ہم) ایسے لشکر لے کر انپر چڑھائی کرینگے جنکا ان سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اور ہم انکو وہاں سے ذلیل و خوار (کر کے) نکال باہر کریں تو سہی (اتنے میں سلیمان نے) کہا کہ اے اہل دربار!

کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے کہ قبل اسکے کہ یہ لوگ مطیع ہو کر ہمارے حضور میں حاضر ہوں ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا حاضر کرے (اسپر) جنات (کی قسم) میں سے ایک دیو بول اُٹھا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے (سے پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرونگا اور میں (اسکے سر کرنے) کی طاقت (بھی) رکھتا (ہوں اور) امانتدار (بھی) ہوں۔ (ایک شخص) جسکو کتابی علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے (پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرتا ہوں۔ تو جب (سلیمان نے) تخت کو اپنے پاس موجود پایا تو بول اُٹھے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا احسان ہے تاکہ مجھکو آزمائے کہ آیا میں (اسکا) شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور کوئی (خدا کا) شکر کرتا ہے تو وہ اپنے (بھلے کے) لیے شکر کرتا ہے اور کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار (اسکے شکر سے) بے نیاز (اور بڑا سخی ہے) کہ (ناشکروں کو بھی دیتا ہے سلیمان نے) حکم دیا کہ ملکہ (کی عقل آزمائی) کے لیئے اسکے تخت کی صورت بدل دو۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ (آخر کار ایمان کے سیدھے رستے پر آتی ہے یا ان ہی لوگوں میں رہتی ہے جو (کسی طرح) راہ پر نہیں آتے۔ پھر جب (بلقیس سلیمان کے حضور) میں آحاضر ہوئی تو (اس سے) پوچھا گیا کہ کیا آپکا تخت بھی ایسا ہی ہے۔ وہ بولی یہ تو گویا (عین بعین) وہی ہے، اور (پھر سلیمان سے مخاطب ہو کر بولی کہ) ہم کو تو اس (واقع) سے پہلے (آپکا برگزیدۂ خدا ہونا) معلوم ہو گیا تھا اور ہم (تب ہی آپ کو) مان گئے تھے۔ اور (واقع میں) وہ جو خدا کے سوا (آفتاب) کو پوجتی تھی اس نے (ابتک) اسکو (سلیمان کے پاس آنے سے) روکے بھی رکھا کیونکہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی (پھر) اس سے کہا گیا کہ آپ محل میں تشریف لے چلئے تو جب اس نے محل (میں شیشے کے فرش) کو دیکھا تو اسکو پانی سمجھی اور (وہاں سے گذرنے کے لئے اسطرح پائنچے اُٹھائے کہ) اپنی دونوں پنڈلیاں

کھول دیں (سلیمان نے) کہا یہ تو (شیش) محل ہے جس (کے فرش) میں (بھی شیشے (ہی) جڑے ہوئے ہیں (تب اسکو اپنی غلطی اور بے سامانی پر تنبہ ہوا۔ اور) لگی (خدا کی بارگاہ میں) عرض کرنے کہ اے میرے پروردگار (میں جو اتنے دنوں آفتاب پرستی کرتی رہی اس سے) میں نے اپنا ہی نقصان کیا اور اب میں سلیمان کے ساتھ ہو کر اللہ رب العٰلمین پر ایمان لائی۔

معالم التنزیل میں مقاتل ابن حبان سے روایت ہے، کہ شیاطین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دو فرسخ لمبا ریشمی فرش بنایا تھا۔ اسکے درمیان سونے کا منبر رکھا جاتا تھا۔ اس پر حضرت سلیمان بیٹھتے تھے۔ اسکے اردگرد تین ہزار طلائی و نقرئی کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جنپر علماء و فضلاء بیٹھتے تھے۔ انکے پیچھے جن اور شیاطین اور دوسرے لوگ بیٹھتے تھے۔ پرندے اپنے پروں سے اس مجلس پر سایہ کرتے تھے۔ پھر ہوا ان کرسیوں کو اُٹھا کر ایک مہینے کا رستہ ایک دن میں طے کر کے لیجاتی تھی۔

نیز معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت دمشق سے سوار ہو کر اصطخر میں جو دمشق سے ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہے قیلولہ کرتے پھر بابل میں جاتے۔ اور کبھورے سے سوار ہو کر سمرقند میں رات گذارتے تھے۔ ایک دفعہ صبح کو عراق سے سوار ہو کر شہر مرو میں دوپہر کو پہونچے اور عصر کی نماز بلخ میں پڑھکر چین میں تشریف لائے اور رات وہیں رہے۔ صبح کو سمندر کے ساحل کے راستے قندھار میں پہونچے۔ وہاں سے کرمان گئے۔ کرمان سے ایران پہونچے۔

مواہب علیہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اکثر شہر تدمر میں بودوباش رکھتے تھے۔ یہ شہر دیووں نے آپ کے لیے بنایا تھا۔ آپ اکثر تدمر سے صبح نکلتے

اور شام کے وقت آپ کو ہوا وہیں پہونچا دیتی۔

وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ تمام مخلوقات کی دعوت کروں۔ خدا نے فرمایا اپنی مخلوقات کی روزی کا میں ہی متکفل ہوں۔ تم انکی ضیافت نہیں کرسکتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ تو نے مجھے بہت سی نعمتیں دے رکھی ہیں تیری نعمتوں میں سے ایک یہ نعمت بھی ہو جائے گی کہ میں تیری مخلوقات کی دعوت کروں۔ چنانچہ خدا نے انکی عرض منظور فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتنا بڑا میدان صاف کرایا جس میں آٹھ ماہ برابر آدمی چل سکے۔ اس میدان میں فرش بچھائے گئے اور جنوں نے ستر ستر گز لمبی سات لاکھ دیگوں میں کھانا پکایا۔ جب کھانا پک چکا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سب جانوروں کو کھانا کھانے کے لیئے بلایا۔ اتنے میں ایک مچھلی نے عرض کیا کہ میں بھوکی ہوں۔ مجھے پہلے کھانا کھلایا جائے۔ آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو۔ جب سب مخلوقات جمع ہو جائے گی تو تم بھی کھا لینا۔ اس نے کہا مجھے بھوک نے بہت ستایا ہے۔ مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ اگر ارشاد ہو تو میں پہلے اپنا پیٹ بھر لوں۔ آپ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ جو کچھ پکا ہوا تھا وہ سب چٹ کر گئی اور کہنے لگی میں ابھی بھوکی ہوں پہلے تو خدا مجھے سیر کرتا تھا آج آپ نے دعوت کی ہے اسلیئے آپ مجھے سیر کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے یہ سارا کھانا ساری مخلوقات کے لیئے پکوایا تھا۔ اسکو کھا کر بھی تو سیر نہیں ہوئی۔ مچھلی نے کہا اگر صرف مجھے آپ سیر نہیں کرسکتے تو خدا کی ساری مخلوقات کو کیونکر سیر کرینگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سجدہ میں گر پڑے اور خدا کی بارگاہ میں اپنی عاجزی اور ناتوانی کا اقرار کیا۔ (الخ)۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان لاولد تھے

اسلئے انکے لشکر کے آدمی بیجا ناز کیا کرتے تھے۔ ایک بار انکا ناز بیجا دیکھکر آپ نے کہا کہ میری ستر بیبیاں ہیں سب کے پاس جاؤں گا تو ستر بیٹے پیدا ہوں گے۔ مگر انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پیغمبر کی اتنی غفلت بھی شان پیغمبری کے خلاف ہے۔ چنانچہ ستر کی جگہ ایک بی بی سے بیٹا ہوا وہ بھی کچا ادھورا۔ لوگوں نے لاکر تخت پر انکے سامنے رکھدیا کہ لیجئے یہ آپکا وارث تخت وتاج ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ تا اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (س۔ ص۔ ع ۳) اور ہمنے سلیمان کو (ایک اور طرح بھی) آزمایا اور انکے تخت پر ایک دھڑ لا ڈالا۔ پھر (سلیمان نے خدا کی جناب میں) رجوع کیا (اور) دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار! میرا قصور معاف فرما اور مجھکو ایسی سلطنت عنایت کر کہ میرے پیچھے کسیکو سزاوار نہ ہو بیشک تو بڑا فیاض ہے۔

سلیمانیہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کا نام ہے۔ جو سلیمان بن جریر کیطرف منسوب ہے انکا خیال ہے کہ امامت مجلس شوریٰ پر موقوف ہے جو دو نیکو کار مسلمانوں سے بھی منعقد ہو سکتی ہے۔ اور اگرچہ لوگوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں غلطی کی ہے۔ مگر یہ خلیفے برحق تھے۔ اور یہ غلطی درجہ فسق و فجور تک نہیں پہنچی۔ انکے اس قول کی بنا اسبات پر ہے کہ انکے نزدیک افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے۔ یہ لوگ حضرت عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ عائشہؓ کو (نعوذ باللہ) کافر کہتے ہیں۔ (تع)

سماحت جوانمردی۔ دریا دلی۔ عالی حوصلگی۔ عمر بن عبسہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسلام میں آپکے ساتھ اور کون ہے فرمایا ایک آزاد شخص اور ایک غلام ہے (آزاد سے حضرت ابوبکر صدیق اور غلام سے زید بن حارث کیطرف اشارہ ہے) عمر بن عبسہ کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا کہ کس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے۔ فرمایا جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے ہوں۔ پھر میں نے کہا ایمان کیا چیز ہے۔ فرمایا مصیبتوں پر صبر کرنا اور جوانمردی الیٰ آخر الحدیث (احمد)۔
اسکی زیادہ تشریح کے لئے دیکھو (علو ہمت)۔

سماع گانا سننا۔ راگ سننا۔ اسکے لئے دیکھو (غنا)۔

سمسار لغوی معنے دلال۔ تاجر۔ عربی لفظ ہے (غ) سمسار اصل میں عجمی لفظ ہے۔ چونکہ عجمی لوگ کثرت سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اسلئے انہوں نے اپنا لقب سمسار رکھ لیا تھا۔ عجمیوں کی دیکھا دیکھی عربوں نے بھی اپنے لئے اس لفظ کا بولنا تجویز کیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لحاظ سے کہ جس سرزمین میں پیدا ہوئے اسی زبان کو رواج دینا بہتر ہے عربی سوداگروں کا نام تاجر رکھا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ابو غرزہ کے بیٹے قیس سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم لوگ (جو سوداگری کا پیشہ کرتے تھے) سمسار کے نام سے پکارے جاتے تھے تو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارا نام اس سے بہت اچھا یعنے تجار رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت خرید و فروخت میں بیہودہ باتیں اور قسمیں شامل ہوتی ہیں تو صدقہ دے کر اسے پاک و خالص کرلو۔

سمیع (ل) بہت سننے والا۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے قرآن مجید میں یہ اسم بہت جگہ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (س۔ انعام۔ ع ۲) اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں بستا ہے اور سنتا اور جانتا ہے۔

سُنّت (ل) طور۔ طریق۔ محدثین اس سے مراد لیتے ہیں طور و طریق جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اصحاب کا۔ تابعین کا۔ سنت کی اس تعریف میں اصحاب اور تابعین اور طور و طریق تین لفظ تشریح طلب ہیں۔ سو اصحاب جمع ہے صحابی کی۔ اور صحابی وہ ہے جو اسلام لایا اور اسکو شرف صحبت پیغمبر بھی حاصل ہوا۔ اور عقیدہ اسلام پر ہی اس نے وفات پائی۔

صحبت کے لئے مدت کی قید نہیں۔ تھوڑی ہو یا بہت۔ جو نسبت صحابی کو ہے رسولخدا سے وہی نسبت تابعی کو ہے صحابی سے۔ یعنے تابعی وہ ہے جسکو کسی صحابی کے ساتھ صحبت رہی ہو۔ اسلام کی شرط بدستور۔ پھر طور و طریق سے مراد ہے قول اور فعل اور تقریر۔ تقریر سے گفتگو مراد نہیں۔ بلکہ تقریر یہ ہے کہ کسیکو کچھ کرتے دیکھا یا کہتے سنا اور خاموش ہو گئے۔ جس سے سمجھا گیا کہ قول یا فعل کو جائز رکھا۔

پس سنت نو قسم کی ہوئی۔ (۱) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا قول (۲) آپکا فعل (۳) یا آپکا کسیکے قول یا فعل کو جائز رکھنا۔ اسی طرح کی تین قسمیں صحابی کے تعلق سے۔ پھر اسی طرح کی تین قسمیں تابعی کے تعلق سے۔ یہ سب نو ہوئیں۔ خود پیغمبر صاحب کی سنت کی پیروی کے لئے تو قرآن مجید ناطق ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تمکو دوست رکھے۔ اور تمکو تمہارے گناہ معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صحابہ کے حق میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابی سیاروں جیسے ہیں تم ان میں سے جسکی اقتدا کروگے راہ پاؤگے۔

رہے تابعی ہم انکی پیروی اس حدیث کے استنباط سے کرتے ہیں۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔ یعنی زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو جو اس عہد کے لوگوں سے نزدیک ہوں گے اور پھر انکا جو ان کے نزدیک ہونگے

بہرحال ہم کو قرآن کے علاوہ خدا کے حکم سے پیغمبر صاحب کی اور پیغمبر صاحب کے حکم سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی پیروی کرنی ہے۔ اور پیروی بھی کرنی ہے تو ان کے فعل کی۔ قول کی۔ تقریر کی۔ جسکے معنے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

کشاف نے اصطلاحات میں لکھا ہے کہ اصطلاح شرع میں سنت کا اطلاق ذیل کے معنوں پر کیا جاتا ہے (۱) شریعت (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل اور تقریر (۳) وہ حکم جو صرف حدیث سے ثابت ہو۔ (۴) وہ کام جسکا کرنا نہ کرنے سے اچھا ہو۔ یعنے فرض۔ واجب۔ سنت۔ نفل مستحب سب کو شامل ہیں (۵) نفل یعنے وہ کام جسکے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر عذاب نہ ہو۔ (۶) امر مشروع (۷) وہ کام جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ نے ہمیشہ کیا ہو۔ اور ایک یا دو دفعہ کے سوا نہ چھوڑا ہو۔ اگر اسکے نہ کرنے میں گناہ ہو تو اسے سنت الہدیٰ یا سنت موکدہ کہتے ہیں جیسے اذان۔ جماعت۔ فجر کی دو سنتیں۔ ظہر کی چھ سنتیں۔ مغرب اور عشا کے بعد فرضوں کی دو سنتیں۔ اور اگر اسکے نہ کرنے پر گناہ نہ ہو تو اسے سنت زائدہ یا غیر موکدہ کہتے ہیں۔

وضو میں جو کام مسنون ہیں ان کے لئے دیکھو (وضو) اور نماز کی سنتوں کے لیے دیکھو (نماز)

سَنَۃ برس۔ جمع اسکی سنون اور سنوات آتی ہے۔ عربی میں عام اور حول بھی برس کو کہتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں بھی سال کی تقسیم اسی طرح قمری حساب سے

بارہ مہینوں پر کرتے تھے۔ جسطرح کہ اسلام میں مقرر ہے
مگر تقریبًا دو سو برس اسلام سے پیشتر کبس شہور (لون)
کا طریقہ بھی جاری ہوا تھا۔ اور ہر تیسرے برس ایک مہینہ
بڑھا لیتے تھے جیسے کہ ہندی (لون) کا مہینہ ہوتا ہے۔
تاکہ قمری سال شمسی دورہ کے برابر ہوجائے۔ اسوجہ سے
حج انکا ہر سال ایک ہی زمانے میں پڑتا تھا۔ اور انکی
معمولہ عادت میں فرق نہیں آنے پاتا تھا۔ اس حساب
کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ چند دن مہینوں پر بحساب کسور
بڑھا دیتے ہیں جس سے تین برس میں ایک مہینہ پورا
نکل آتا ہے۔ یہ طریقہ مصری عربوں میں ابتک رائج
ہے۔ مگر اسلام نے اسے لغو ٹھہرایا ہے۔ اور فقط قمری
حساب رویت ہلال کے مطابق جاری رکھا ہے۔ اسلام
کے تمام فرقے عام احکام شرعیہ میں رویت ہلال کا لحاظ
کرتے ہیں۔

اسلامی سال محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔
اور کل بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث سے بھی
یہی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ
عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا تا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ
كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (س۔ توبہ۔ ع ۵)۔
جسدن خدا نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں تب ہی سے
خدا کے یہاں مہینوں کی گنتی کتاب اللہ (یعنی لوح محفوظ)
میں بارہ مہینے لکھی چلی آتی ہے جن میں سے چار مہینے
ادب کے ہیں۔ دین کا سیدھا رستہ تو یہ ہے۔ تو مسلمانو!
ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور تم سب مشرکوں سے
لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے قربانی کے روز خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ زمانہ
یعنی برس اپنی اصلی وضع پر آگیا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے
زمین و آسمان پیدا کرنیکے دن تھا۔ یعنی سال بارہ مہینے
کا ہوگیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے با حرمت ہیں تین تو
پے در پے ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور رجب مضر کا جو
جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (مظ)

سند (ل) وہ چیز جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ جس پر تکیہ لگایا جائے۔ (ص۔م) میں
راویان حدیث کا نام ہے۔ جنکے ذریعہ اصل حدیث تک
رسائی ہوتی ہے۔ اسناد کا لفظ بھی محدثین کا اصطلاحی
لفظ ہے جو رُوات حدیث کے بیان کا نام ہے پس سند
اور اسناد میں حکایت اور محکی عنہ کا فرق ہے۔
سخاوی نے شرح الفیہ میں اس فرق کو حق بتلایا ہے
اسناد کے مقابل لفظ ارسال ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ حدیث
کی سند بیان نہ کیجائے۔ بعض دفعہ اسناد کو سند کے معنے میں
بھی استعمال کرلیا جاتا ہے۔
احادیث کی سندوں کی پابندی اور انکا اہتمام
امت مرحومہ کی خصوصیات سے ہے۔ چنانچہ ابن مبارک
نے لکھا ہے کہ اگر اسناد کا اہتمام نہ ہوتا تو لوگ جو چاہتے
کہہ سکتے تھے۔ (ک)

سنن ابن ماجہ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ جو صحاح ستہ میں داخل ہے۔ مصنف
شیخ محمد الدین یزید بن عبداللہ علوی بن ابن ماجہ قزوینی
اس کتاب میں سولہ باب ہیں۔ اور ہر باب میں مختلف
حدیثیں ہیں۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں خاص قبولیت رکھتی
ہے اور اسکے رُواۃ معتبر اور ثقے ہیں۔ اسکا زمانہ صحابہ
کرام و تابعین و تبع تابعین سے قریب تھا۔ اسکے مصنف
کی پیدائش سنہ ۲۰۹ھ میں اور وفات رمضان سنہ ۲۷۳ھ
یا سنہ ۲۷۵ھ میں واقع ہوئی۔

سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں یہ کتاب داخل ہے مصنفہ امام ابوداؤد سلیمان بن
اشعث سجستانی۔ جنکی پیدائش سنہ ۲۰۲ھ میں واقع ہوئی۔
اور شوال سنہ ۲۷۵ھ میں بصرہ میں انتقال فرمایا۔ کافہ انام
و طبقات فقہائے عظام نے اسکو پسند فرمایا ہے۔

اور اہل عراق و مصر و بلاد مغرب کے علماء نے اسپر اعتماد کیا سنن۔ احکام۔ اخبار۔ قصص و مواعظ اور ادب کے لحاظ سے ان کتب حدیث کی جامع ہے جو اس سے قبل تصنیف ہوئی ہیں۔ علماء عصر نے اس کتاب کی تعریف میں بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ بلکہ ابو العلاء الوادوی نے تو یہانتک کہدیا ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے تھے جو شخص علم حدیث حاصل کرنیکا ارادہ کرے اسکو چاہیئے کہ سنن ابو داؤد پڑھے۔

یہ کتاب چار جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ جلد اول میں مقدمہ۔ بعد ازاں فہرست مطالب کتاب و ابواب کی ترتیب سے مرتب ہے۔ پھر کتاب الطہارۃ سے شروع ہوکر کتاب النکاح پر ختم ہے۔ جلد دوم میں صرف کتاب الجہاد ہے۔ جلد ثالث میں بقیہ کتاب الجہاد سے آغاز ہے اور کتاب الحدود پر اختتام ہے۔ جلد چہارم کتاب الآیات سے شروع ہے اور کتاب الادب پر ختم ہے۔

سِنّور بلی۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ درندہ ہے۔ صحیح مسلم اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلی کے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ممانعت جنگلی بلی کی فروخت کیلئے ہے۔ جس میں کوئی نفع نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہی تنزیہی ہے تاکہ لوگ بلی کے ہبہ اور عاریت کی عادت نہ کرلیں۔ ورنہ اگر اس میں نفع ہو تو اسکی بیع صحیح ہوگی۔ (حیوۃ)۔

سنہ قمریہ قمری سال۔ جو تین سو چون اور ثلث یوم کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے شمسی سال قمری سال پر گیارہ دن اور دن کی اکیسویں جزء کے ایک حصہ کا قدر زائد ہے (تح)۔ اس سنہ کی ابتداء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے کیگئی ہے۔

سواد اعظم بڑی جماعت۔ یعنی وہ جماعت جس میں علمائے حقانی زیادہ ہوں۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم (یعنی جس طرف علمائے حقانی زیادہ ہوں اس جماعت) کی پیروی کرو۔ (اور جماعت سے علیحدہ نہ ہو) کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوگیا وہ دوزخ میں الگ جا پڑا۔ (ابن)۔

سواد اعظم کا اطلاق اسلامی لٹریچر میں اہل سنت وجماعت پر آتا ہے (ص۔و) میں فقر کو کہتے ہیں کیونکہ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ (ک)۔

سُواع ایک بت کا نام ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔ اسکے اصلی معنے قائم کرنے اور ٹھہرنے کے ہیں شرع میں اسے صفت قیومیت کہتے ہیں۔ یہی صفت بقائے عالم کا باعث ہے۔ قوم نوح نے اس معنی کو عورت کی شکل میں ڈالا تھا اسلئے کہ خانہ داری اور خانگی انتظام عورت کی ذات سے وابستہ ہے۔ ہندو اس صفت کو بشن کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور انہوں نے بھی اسکی ایک صورت بنا رکھی ہے (تفسیر حقانی)

قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ط (س۔ نوح۔ ع ۲) اور ایک دوسرے کو بہکایا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ وَد بت کو چھوڑنا اور نہ سواع کو۔ اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

عمرو بن العاص نے فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس بت کو توڑا تھا (تاریخ مسجد الحرام)۔

سوائم باہر چرنے والے مواشی۔ ان میں زکوۃ واجب ہے۔ دیکھو (زکوۃ)۔

سودہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ پہلے انکا نکاح ان کے چچیرے بھائی سکران کے ساتھ تھا۔ ایک دن انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف آئے اور اپنے پیر میری گردن پر رکھدیئے جب بیدار ہوئیں تو اپنے شوہر سے

خواب بیان کیا۔ اس نے تعبیر کی کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں مرونگا اور محمد تیرے ساتھ نکاح کرینگے۔ دوسری بار پھر خواب دیکھا کہ میں تکیہ لگائے بیٹھی ہوں اور ماہتاب آسمان سے آکر مجھ پر گرا۔ بیدار ہوئیں تو یہ خواب بھی اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اُس نے کہا اگر سچ ہے تو میں مرجاؤنگا اور تو اَور شوہر کریگی۔

غرض کہ جب سکران مرگیا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نکاح کا پیغام بھیجا۔ سَودہ نے اپنے باپ سے اذن لے کر قبول کیا۔ اور سال دہم نبوت میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چارسو درہم مہر معین کرکے نکاح کیا۔ عمر انکی زیادہ تھی اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت سودہ رات کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سرِراہ جا بیٹھیں۔ جس وقت آنحضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لیجانے لگے تو کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! مجکو طلاق نہ دیجئے۔ میں مرد کی خواہش نہیں رکھتی۔ مگر یہ چاہتی ہوں کہ بروز قیامت آپ کی ازواج میں اُٹھائی جاؤں۔ اور میں اپنی نوبت آپ کی محبوبہ حضرت عائشہ کو بخشتی ہوں۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی درخواست منظور فرمائی۔ وفات انکی آخر خلافت حضرت عمرؓ میں واقع ہوئی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ایک حدیث ان سے بخاری میں مروی ہے اور چار سنن اربعہ میں۔ (تذ)۔

سورۃ لفظی معنے شرف و منزلت۔ قرآن مجید کے ایک معین حصہ کو کہتے ہیں۔ تمام قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جنکے نام یہ ہیں:-

(۱) فاتحہ (۲) بقرہ (۳) آلِ عمران (۴) نساء۔
(۵) مائدہ (۶) انعام (۷) اعراف (۸) انفال (۹) توبہ۔
(۱۰) یونس (۱۱) ہود (۱۲) یوسف (۱۳) رعد (۱۴) ابراہیم
(۱۵) حجر (۱۶) نحل (۱۷) بنی اسرائیل (۱۸) کہف (۱۹) مریم
(۲۰) طٰہٰ (۲۱) انبیاء (۲۲) حج (۲۳) مومنون (۲۴) نور
(۲۵) فرقان (۲۶) شعراء (۲۷) نمل (۲۸) قصص (۲۹) عنکبوت
(۳۰) روم (۳۱) لقمان (۳۲) سجدہ (۳۳) احزاب (۳۴) سبا۔
(۳۵) فاطر (۳۶) یٰسین (۳۷) الصّٰفّٰت (۳۸) ص (۳۹) زمر
(۴۰) مومن (۴۱) حٰمٓ سجدہ (۴۲) شوریٰ (۴۳) زخرف
(۴۴) دخان (۴۵) جاثیہ (۴۶) احقاف (۴۷) محمد (۴۸) فتح (۴۹) حجرات
(۵۰) قٓ (۵۱) ذاریات (۵۲) طور (۵۳) نجم (۵۴) قمر (۵۵) رحمٰن
(۵۶) واقعہ (۵۷) حدید (۵۸) مجادلہ (۵۹) حشر (۶۰) ممتحنہ (۶۱) صف
(۶۲) جمعہ (۶۳) منافقون (۶۴) تغابن (۶۵) طلاق (۶۶) تحریم
(۶۷) ملک (۶۸) قلم (۶۹) حاقہ (۷۰) معارج (۷۱) نوح (۷۲) جن
(۷۳) مزمل (۷۴) مدثر (۷۵) قیامہ (۷۶) دھر (۷۷) مرسلات
(۷۸) نبا (۷۹) نازعات (۸۰) عبس (۸۱) تکویر (۸۲) انفطار (۸۳) تطفیف
(۸۴) انشقاق (۸۵) بروج (۸۶) طارق (۸۷) اعلیٰ (۸۸) غاشیہ
(۸۹) فجر (۹۰) بلد (۹۱) شمس (۹۲) لیل (۹۳) ضحیٰ (۹۴) انشراح
(۹۵) تین (۹۶) علق (۹۷) قدر (۹۸) بینہ (۹۹) زلزال
(۱۰۰) عادیات (۱۰۱) قارعہ (۱۰۲) تکاثر (۱۰۳) عصر (۱۰۴) ہمزہ
(۱۰۵) فیل (۱۰۶) قریش (۱۰۷) ماعون (۱۰۸) کوثر (۱۰۹) کافرون
(۱۱۰) عصر (۱۱۱) لہب (۱۱۲) اخلاص (۱۱۳) فلق (۱۱۴) ناس

ان میں سے جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں انہیں مکّی۔ اور جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے۔

سوگند قسم۔ تفصیل کے لئے دیکھو (قسم)

سونا سونے کی مقدار نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔ یعنے اگر کم از کم ساڑھے سات تولہ سونا کسی کے پاس ہو تو اسپر ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس سے کم پر نہیں۔ زکوٰۃ اسکی چالیسواں حصہ یعنے ماشے ۲ رتی ہوتی ہے۔ حنفی مذہب میں ہر قسم کے سونے پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ مسکوک سکّوں یعنے اشرفی دینار وغیرہ کی صورت میں ہو یا زیور یا برتن کی شکل میں ہو اور خواہ صرف ڈلیاں ہوں۔ مگر امام شافعی کے نزدیک زیور وغیرہ ضرورت کی چیزوں میں زکوٰۃ نہیں جو سونے سے بنی ہوں۔ سونے۔

چاندی کے برتن میں کھانا پینا بالاتفاق عورت مرد سب کے لئے حرام ہے۔ زیور مرد کے لئے حرام ہے عورت کے لئے مباح ہے۔ شیعوں کے نزدیک غیر مسکوک سونے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سہم اُس تیر کو کہتے ہیں جو کمان سے چھوڑا جائے۔ حصہ کے معنے میں بھی آیا ہے۔ جمع اسکی سہام آتی ہے۔ (غ) شرع میں حصہ وراثت کے لئے آتا ہے دیکھو (فرائض)۔

سیپارہ فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں تیس ٹکڑے یا تیسواں ٹکڑا (ص) میں قرآن مجید کے ہر تیسویں حصہ کو کہتے ہیں پھر ہر حصے کے چار حصے ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو ربع و یا پاؤ کہا جاتا ہے۔ عربی میں سیپارہ کے مقابلہ میں جزء کا لفظ بولا جاتا ہے مثلاً الجزء الاوّل۔ الجزء الثانی وغیرہ۔ قرآن مجید کے کل تیس پارے ہیں جنکے نام یہ ہیں:۔

۱- الٓمّٓ	۲- سَیَقُوْلُ
۳- تِلْکَ الرُّسُلُ	۴- لَنْ تَنَالُوْا
۵- وَالْمُحْصَنٰتُ	۶- لَا یُحِبُّ اللّٰہُ
۷- وَاِذَا سَمِعُوْا	۸- وَلَوْ اَنَّنَا
۹- قَالَ الْمَلَاُ	۱۰- وَاعْلَمُوْا
۱۱- یَعْتَذِرُوْنَ	۱۲- وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ
۱۳- وَمَا اُبَرِّیُٔ	۱۴- رُبَمَا
۱۵- سُبْحٰنَ الَّذِیْ	۱۶- قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
۱۷- اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	۱۸- قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ
۱۹- وَقَالَ الَّذِیْنَ	۲۰- اَمَّنْ خَلَقَ
۲۱- اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ	۲۲- وَمَنْ یَّقْنُتْ
۲۳- وَمَالِیَ	۲۴- فَمَنْ اَظْلَمُ
۲۵- الیہ یرد۔	۲۶- حٰمٓ
۲۷- قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ	۲۸- قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ
۲۹- تَبٰرَکَ الَّذِیْ	۳۰- عَمَّ

ان کے یہ نام ان لفظوں پر رکھے گئے ہیں جو انکے شروع میں آئے ہیں۔

سیّارہ نجوم سیّارہ سے وہ ستارے مراد ہیں جو گردش کرتے رہتے ہیں۔ بخلاف نجوم ثوابت کے جو اپنی جگہ پر قائم ہیں اور حرکت نہیں کرتے۔ شریعت کو من حیث الشریعت ستاروں اور دیگر فلکیات کی تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر متاخرین حکمائے اسلام نے دیگر علوم کیطرح علم نجوم و ہیئت کو بھی بہت ترقی دی ہے۔ اسلئے ان مسائل سے تعلق رکھنے والی آرار مختلفہ ہیں حکمائے اسلام کی رائے کو بھی خاص وقعت دی گئی ہے۔ ان کے نزدیک گردش کرنیوالے ستارے سات ہیں جن کو سبع سیارہ کہتے ہیں (۱) قمر (۲) شمس (۳) زحل (۴) مشتری (۵) مریخ (۶) عطارد (۷) زہرہ۔ حکمائے اسلام زمین کو مرکز مانتے ہیں۔ اور یہ رائے نظام بطلیموس کے مطابق ہے۔ جسکو حکیم بطلیموس نے ثابت کیا ہے۔

سیّد (ل) رئیس۔ سردار۔ آقا۔ یہ لفظ لقب کے طور پر بنی فاطمہ کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر جہانتک غور کیگئی ہے قرآن و حدیث میں ان کے اس لقب کا پتہ نہیں لگتا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُوَ قَآئِمٌ تا وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (س۔ آل عمران رع ۴) ابھی زکریا حجرے میں کھڑے دعا ہی مانگ رہے تھے کہ اُن فرشتوں نے آواز دی کہ خدا آپکو (ایک فرزند) یحیٰی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیتا ہے (اور ان میں اتنی فضیلتیں ہونگی کہ عیسٰے جو صرف) خدا کے حکم (فرما دینے سے بن باپ کے پیدا ہوں گے یحیٰی ان) کی پیغمبری کی تصدیق کرینگے اور (لوگوں کے) پیشوا ہوں گے اور (عورتوں کی صحبت سے) رکے رہیں گے اور نبی ہوں گے۔ (غرض اللہ کے) نیک

بندوں میں سے ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (س۔ یوسف ع ۳) اور وہ دونوں بھاگے بھاگے دروازے پر پہونچے اور عورت نے (بھاگتے کو پکڑنا چاہا تو) پیچھے سے یوسف کا کرتہ پھاڑ دیا۔ اور دونوں نے عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا۔

سیر سیرۃ کی جمع ہے (ل) روش طریقہ۔ (ص۔ ش) میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات۔ آپ کے غزوات کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر میں کل تینتیس ۲۳ غزوے کئے۔ جنکی اجمالی کیفیت نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

نمبر شمار	نام غزوہ	سنہ و ماہ	کیفیت
۱	ربواء	صفر ۲ھ	یہ غزوہ قریش اور بنی حمزہ کے ساتھ ہوا
۲	بواط	ربیع الاول ۲ھ	آپ سائب بن مظعون کو مدینے کا حاکم مقرر کرکے اس غزوہ میں تشریف لے گئے۔
۳	عشیرہ	جمادی الاولیٰ ۲ھ	یہ غزوہ قریش کے ساتھ ہوا۔
۴	بدر اولیٰ	جمادی الاخریٰ ۲ھ	مدینہ میں زید بن ثابت کو چھوڑ کر آپ اس غزوہ میں تشریف لے گئے۔
۵	نخلہ	شعبان المعظم ۲ھ	اس غزوہ میں آپ نے عبد اللہ بن جحش کو سات آٹھ مہاجرین کے ساتھ بھیجا۔
۶	بدر کبریٰ	رمضان المبارک ۲ھ	اس غزوہ میں ایک تخت آپکے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے تیر پھینکا اس لڑائی میں فرشتے امداد کے لئے آئے۔
۷	بنی سلیم	ماہ شوال ۲ھ	یہ غزوہ بدر کبریٰ سے سات روز بعد واقع ہوا۔
۸	سویق	ذی الحجہ ۲ھ	یہ لڑائی ابوسفیان سے ہوئی
۹	ذی امر	" ۳ھ	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے تشریف لے گئے۔
۱۰	فرع	ربیع الاول ۳ھ	یہ غزوہ قریش مکہ کے ساتھ ہوا۔ آپنے دو مہینے فرع میں قیام فرمایا۔
۱۱	زید بن حارث	جمادی الآخریٰ ۳ھ	یہ غزوہ دریا کے کنارے پر ہوا۔ اسمیں خویصہ بن مسعود ایمان لائے۔
۱۲	احد	شوال ۳ھ	اس میں حضرت حمزہ وحشی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ دیکھو لفظ (احد)
۱۳	ذات الرقاع	جمادی الاولیٰ ۴ھ	اس غزوہ میں ابوذر غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے آپ نخلہ کو تشریف لے گئے۔
۱۴	بدر الموعد	شعبان ۴ھ	یہ غزوہ قریش کے ساتھ ہوا۔
۱۵	دومۃ الجندل	ربیع الاول ۵ھ	اس غزوہ میں سباع غفاری کو حاکم مدینہ مقرر کرکے آپ تشریف لیگئے
۱۶	خندق یا جنگ احزاب	شوال ۵ھ	یہ غزوہ قوم غطفان کے ساتھ ہوا۔ اور خندق کھودی گئی۔
۱۷	بنی قریظہ	۵ھ	اس غزوہ میں حضرت جبرئیل نے آکر دشمن کو ہلاک کیا تھا۔
۱۸	بنی لحیان	جمادی الاولیٰ ۶ھ	غزوہ بنی قریظہ سے چھ ماہ بعد یہ غزوہ ہوا۔
۱۹	ذی قرد	" "	غزوہ بنی لحیان سے چھ روز بعد یہ غزوہ ہوا۔
۲۰	بنی المصطلق	شعبان المعظم ۶ھ	اس غزوہ میں مخالفین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔ اور ان کے لئے آیت تطہیر نازل ہوئی۔

۲۱	خیبر	محرم الحرام سنہ ۷ھ	اس غزوہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جھنڈا دیا گیا۔ اس میں حضرت صفیہ سے آنحضرت کا نکاح ہوا۔
۲۲	موتہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ	اس غزوہ میں پہلے زید بن حارث کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔
۲۳	فتح مکہ	رمضان المبارک سنہ ۸ھ	اس معرکہ میں حضرت ابوسفیان ایمان لائے۔ اور فتح کے دن حضرت بلال نے کعبہ میں اذان کہی۔
۲۴	حنین	سنہ ۸ھ	یہ غزوہ فتح مکہ سے چند یوم بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس میں فرشتے حاضر ہوئے تھے۔
۲۵	تبوک	رجب المرجب سنہ ۹ھ	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پانی برسا اور مسجد ضرار کو گرانیکا حکم دیا گیا۔
۲۶	عبد اللہ بن رواحہ	۔	اس غزوہ میں آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کو چند آدمیوں سمیت بشر کے قتل کرنیکے لئے روانہ کیا تھا۔
۲۷	ذات السلاسل	۔	اس غزوہ میں عمر بن عاص کی خواہش کے مطابق حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ بھیجے گئے۔
۲۸	عبد اللہ بن انیس	۔	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن انیس کو خالد بن ابو سفیان کو قتل کرنے کے لئے روانہ کیا۔
۲۹	عبد اللہ بن غالب	۔	اس غزوہ میں آپ نے عبد اللہ بن غالب کو بنی ملوح پر چھاپہ مارنے کے لئے بھیجا۔
۳۰	ابن ابی خذرد	۔	اس غزوہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن عوف کو جھنڈا دیکر لڑائی کے لئے بھیجا
۳۱	سالم	۔	اس غزوہ میں آپ نے ابو عبیدہ کو کھجور کا توشہ دیکر لڑائی میں بھیجا۔
۳۲	عمر بن امیہ	۔	اس غزوہ میں آپ نے عمرو بن امیہ کو سردار لشکر بنا کر روانہ کیا۔

بعض مورخین کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انیس ۱۹ لڑائیاں کیں۔ بعض چھبیس ۲۶ بتاتے ہیں بعض ستائیس اور بعض چھتیس ۳۶۔ سب سے پہلی جنگ تبوک ہے نو لڑائیوں کے سوا کسی لڑائی میں کشت و خون تک نوبت نہیں پہونچی۔ اور وہ یہ ہیں)۔ بدر ۱۔ احد ۲۔ خندق ۳۔ بنی قریظہ ۴۔ بنی مصطلق ۵۔ خیبر ۶۔ فتح مکہ ۷۔ حنین ۸۔ طائف ۹۔

فقہ کی کتابوں میں سیر اس باب کا نام ہے جس میں جہاد کے مسائل بیان کیئے جاتے ہیں (دیکھو کتب فقہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سب سے پہلے محمد بن اسحٰق نے کتاب تصنیف کی (ک) اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ مثلاً مدارج النبوۃ۔ اور خصائص النبوۃ وغیرہ۔

سیف اللہ (ل) اللہ کی تلوار۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے انہیں عطا ہوا تھا۔ دیکھو (خالد بن ولید)۔

سینا سین کی فتح سے۔ کوہ طور کا نام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت ملا تھا۔ کچھ دا

قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے۔ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ (س۔ مومنون۔ ع) اور (ہمنے زیتون کا) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا (پہاڑ) میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے (اور) کھانے والوں کے لئے (گویا) روغن اور سالن لئے ہوئے اُگتا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ (س تین ع۱) انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) کی قسم۔

باب الشین

شافعی رح کنیت انکی ابو عبداللہ۔ لقب شافعی اور اسم شریف محمد بن ادریس تھا۔ قبیلہ قریش سے تھے۔ باپ کی جانب سے آپکا نسب عبد المطلب بن ہاشم سے ملتا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔ اور ماں کیطرف سے حسن بن علی بن ابیطالب سے اس اعتبار سے آپ قریشی ہاشمی علوی فاطمی ہوئے آپ ائمہ اربعہ سے تیسرے درجہ کے امام ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ پیدا ہوئے اور امام مالک رح سے علم دین حاصل کیا۔ پھر عراق میں تشریف لائے اور امام محمد سے جو امام ابوحنیفہ رہ کے شاگرد تھے فرزند ربیب ہوئے۔ اور انکی صحبت میں رہکر علم حاصل کیا۔ آپ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے تھے۔ اور پندرہ برس کی عمر میں علم دینی سے فارغ ہوکر فتوے دیا کرتے تھے۔ آپ نہایت ذہین اور فہیم تھے۔ ولادت آپ کی ۱۵۰ھ میں جس سال امام اعظم فوت ہوئے ہوئی۔ اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ عمر شریف آپ کی ۵۴ برس تھی۔ قبر آپ کی قرافہ مصر میں ہے۔ (رحمۃ)

شام ایک ملک ہے جو خانہ کعبہ کی بائیں جانب واقع ہے۔ ابو الفداء لکھتے ہیں کہ شام کو اسوجہ سے شام کہتے ہیں کہ بنی کنعان کی ایک قوم نے اسکی طرف تشاءم کیا تھا یعنے چونکہ ملک شام خانہ کعبہ سے بائیں جانب ہے۔ اور وہیں بنی کنعان آباد ہوئے تو انہوں نے تشاءم کیا۔ یعنی خانہ کعبہ کی بائیں جانب آباد ہونا اختیار کیا۔ بعض کا قول ہے کہ سام بن نوح کے نام سے شام کا نام رکھا گیا ہے کیونکہ عبرانی اور سُریانی زبانوں میں سام کو شام کہتے ہیں۔ ایک شخص کا قول ہے کہ اسکو شام اسوجہ سے کہنے لگے کہ یہاں کی زمینوں کے رنگ مختلف ہیں۔ بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ۔ لہذا اسکو شامات (تلون) سے تشبیہ دی اور شام کہنے لگے۔ واحد اسکا شامۃ ہے۔ اور خود یہ لفظ جمع ہے۔ جیسے لفظ ہامۃ واحد ہے۔ اور اسکی جمع ہام ہے۔ اس حصہ ملک کو اس وقت سے شام کہنے لگے۔ مسلمانوں نے اسے ۱۳ھ میں فتح کیا۔ اس سے پہلے اس قطعہ کا نام سوریہ تھا۔ مگر جب سے کہ سلطنت عثمانیہ نے اس ملک کے بہت سے حقوق کو ایک صوبے کے ماتحت کردیا ہے اُسوقت سے اس کا پہلا نام اسکو واپس کردیا گیا۔ (صفا)

شامل فقہ شافعی میں ابو نصر عبد السید بن محمد متوفی ۴۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ کتاب کتب شافعیہ کی زبردست کتابوں سے ہے (کشف)

شاہ فارسی لفظ ہے بمعنی اصل۔ جڑ۔ صاحب۔ آقا۔ بادشاہ۔ فقیروں کا لقب بھی ہے۔ نسبی تقدس کے لحاظ سے سیدوں کے لیے بھی قرار پایا ہے۔ جیسے شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبد العزیز۔ پنجاب میں سیدوں کے لئے جزو نام ہے۔ جیسے سید اکبر شاہ۔ سید ولی شاہ اصغر شاہ۔ شاہ صاحب یا شاہ جی اعلیٰ درجہ کے درویشوں کا لقب ہے۔

شب برات

شب اور برات سے مرکب ہے جسکے معنے ہیں حصہ کی رات۔ شعبان کی پندرھویں رات کو کہتے ہیں جسمیں ملائکہ بحکم الٰہی رزق کی تقسیم اور عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ عربی میں اسے لیلۃ النصف من شعبان کہتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص شعبان کی پندرہویں رات میں سو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے یا دس رکعتیں پڑھے اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالٰے اسکی طرف ستر بار نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر میں اسکی ۷۰ حاجتیں پوری کرتا ہے۔ جن میں سے ادنیٰ درجہ کی حاجت مغفرت ہے۔ (حیا)۔

شب قدر اور عرفے کے دن کی دعائیں

عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دعا عرفے کے روز کی دعا ہے۔ اور جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے سب میں افضل یہ کلمات ہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں درحالیکہ وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو تعریف ہے۔ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پا جاؤں تو کیا دعا مانگوں۔ فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ خداوندا تو بڑا درگذر کرنے والا ہے (اور) درگذر کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے درگذر کر۔

شب قدر لیلۃ القدر کو بھی کہتے ہیں جسکی نسبت قرآن میں لکھا ہے کہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ یعنے یہ شب قدر ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔

جسکا یہ معنے ہے کہ اس مقدس رات میں جو شخص عبادت کرتا ہے گویا اس نے ہزار ماہ کی عبادت کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہے مگر اسم اعظم کی طرح یہ رات بھی پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ تاکہ مسلمان اسکی تلاش میں لگے رہیں اور ہر رات کو عبادت کرنے کی عادت ڈالیں۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درمیان کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ تاریخ یاد نہیں رہی۔ اسکو اخیر عشرہ میں تلاش کرو (ابن ماجہ) اور اکثر صحابہ کا قول ہے کہ وہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے۔

شتم

گالی دینا۔ (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو گالی دینا فاسق (بدکار) کا کام ہے اور اسکو جان سے مارنا کافر کا (صح)۔

(۲) حضرت انس و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو شخص باہم ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں تو دونوں کی گالیوں کا (وبال) گناہ اسپر پڑتا ہے جس نے پہلے گالی دی جبتک کہ مظلوم (جسے پہلے گالی دی گئی ہے) حد سے تجاوز نہ کرے (مس)۔

(۳) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک بلحاظ قدر و منزلت سب لوگوں سے بدتر وہ شخص ہوگا جس سے لوگ اسکے شر سے بچنے کے لئے کنارہ کشی کریں۔

اور صحیحین کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس سے

لوگ اسکی بد زبانی سے محفوظ رہنے کے لئے کنارہ کشی کریں (صح)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بات میں فحش (بد زبانی) کو دخل ہوتا ہے وہ بھونڈی ہوجاتی ہے۔ اور جس میں حیا کو دخل ہوتا ہے وہ خوشنما ہوجاتی ہے۔ (تر)۔

(۵) سعید بن زید جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (سود سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے مگر) کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی میں زباندرازی کرنا سود کی سب قسموں سے بڑھ کر برا سود ہے (مش)

(۶) ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایماندار کی ترازو میں (جس سے اعمال تولے جائینگے اعمال صالحہ کے پلڑے میں) جو چیز سب سے زیادہ بھاری رکھی جائیگی نیک خوئی ہوگی۔ اور بے شک اللہ بیہودہ گو (اور) حد ادب سے تجاوز کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے (تر)۔

شجاج شجّہ کی جمع ہے۔ اور شجّہ اس زخم کو کہتے ہیں جو چہرے اور سر میں ہو۔ اور ان کے سوا جو اور کسی جگہ ہو تو اُسے جراحت کہتے ہیں۔ (در مختار)

شجاج کی دس قسمیں ہیں (۱) حارصہ وہ زخم جس سے بدن پر خراش آجائے لیکن خون نہ نکلے (۲) دامعہ۔ وہ زخم جس سے خون تو نکل آئے لیکن رواں نہ ہو۔ جیسے کہ آنسو آنکھ میں ڈبڈبانے لگتی ہیں (۳) دامیہ۔ وہ زخم جس سے خون نکل آئے (۴) باضعہ۔ وہ زخم جس سے چمڑا اچھٹ جائے (۵) متلاحمہ وہ زخم جو گوشت میں پہونچ جائے (۶) سمحاق۔ وہ زخم جو سمحاق تک پہونچ جائے۔ اور سمحاق اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہوتی ہے (۷) موضحہ وہ زخم جس سے ہڈی ظاہر ہوجائے (۸) ہاشمہ وہ زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے (۹) وہ زخم جو ہڈی کو توڑنے کے بعد اسکی جگہ سے ہٹا دیوے (۱۰) آمّہ۔ وہ زخم جو دماغ تک پہونچ جائے۔

زخم موضحہ اگر قصداً ہو تو اس میں قصاص ہے۔ اور بقیہ زخموں میں قصاص نہیں ہے۔ اور اگر زخم موضحہ سہواً ہو تو دیت کا دسواں حصّہ دینا ہوگا (یعنی دس اونٹ) اور ہاشمہ میں بھی دسواں حصہ دیت کا۔ اور منقلہ میں دیت کا دسواں اور بیسواں حصّہ یعنے ۱۵ اونٹ۔ اور جائفہ میں ثلث دیت۔ اور اگر دوسری طرف پہونچ جائے تو دو تہائی دیت۔ اور آمّہ میں بھی تہائی دیت (ہد)۔

شجاعت بہادری۔ قرآن مجید میں ہے وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِيٍّ تا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ‏ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۵) اور بہت سے پیغمبر ہوگذرے ہیں۔ جنکے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لوگ (دشمنوں سے) لڑے تو جو مصیبت اُنکو اللہ کے رستے میں پہونچی اسکی وجہ سے نہ تو اُنھوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن کیا اور نہ (دشمنوں کے آگے) عاجزی (کا اظہار کیا) اور اللہ (مصیبت میں) ثابت قدم رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ تا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۞ (س۔ نساء۔ ع ۱۵) اور (مسلمانو!) لوگوں (یعنے دشمنوں) کے پیچھے کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر (لڑائی میں) تمکو تکلیف پہونچتی ہے تو جیسی تمکو تکلیف پہونچتی ہے انکو بھی تکلیف پہونچتی ہے۔ اور (تمہاری جیت یہ ہے کہ) تمکو خدا سے وہ وہ امیدیں ہیں جو انکو نہیں اور اللہ (سب کا حال) جانتا اور (تدبیر جنگ کو) خوب سمجھتا ہے۔

(۱) ابن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو کہتے سنا کہ اُحد کے روز پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنا تیرداں خالی کر دیا (یعنی ترکش سے تیر الٹ کر) فرمایا کہ (دشمنوں پر تیر) پھینک میرے ماں باپ تجھپر قربان ہوں (صح)

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (صورت و سیرت میں سب) لوگوں سے

زیادہ اچھے (سب) لوگوں سے بڑھ کر سخی اور (سب
لوگوں سے زیادہ شجاع و دلیر تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے
کہ مدینے کے باشندے گھبرا اٹھے (جیسے کوئی دشمن
چڑھ آتا یا ڈاکہ پڑتا ہے) تو کچھ لوگ اس آواز کیطرف
دوڑے (تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ) جناب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اُدھر سے آتے ہوئے ملے۔ کیونکہ آپ تنہا سب
سے پیشتر اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اور
آپ (تسلی کے لہجے میں) فرما رہے تھے کہ ڈرو مت!
گھبراؤ مت!! اور آپ ابو طلحہ کے برہنہ پشت گھوڑے پر
سوار تھے (یعنی اسکی پیٹھ پر زین نہ تھا) اور آپ کی گردن
مبارک میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ آپ فرما رہے تھے کہ
میں نے اس گھوڑے کو فراخ روی میں دریا جیسا پایا
(صحیح)

شجّۃ زخم۔ تفصیل کے لئے دیکھو (شجاج)

شدّاد عرب کی کئی قوموں میں سے جنکا نام آج صرف
روایات میں ملتا ہے ایک زبردست گروہ قوم
عاد کے نام سے یمن میں آباد تھا جسکا سردار عاد نامی ایک
طاقتور آدمی تھا۔ عاد کے بعد اسکا بیٹا شدّاد جانشین ہوا
جس نے خدائی کا دعوے کیا۔ اور خدا کی قدرت کے ساتھ
مقابلہ کرنے کے لئے بڑے بڑے کام کر دکھانے کا ارادہ
کیا۔ صحرائے عدن میں ایک بے نظیر اور خوبصورت شہر
آباد کیا جسکی بنیاد اس کے باپ نے رکھدی تھی۔ شداد
کا مدعا تھا کہ اس شہر کو فردوس بریں کا جواب بنائے۔ اس
شہر میں عظیم الشان محلات تعمیر کئے۔ خوبصورت باغات
لگائے۔ محلات میں سونے کی چھتیں اور جڑاؤ فرش
بنائے گئے۔ باغات میں عجیب وغریب مصنوعی درخت
اور پودے لگائے گئے۔ جنکے تنے اور ٹہنیاں سونے
چاندی کی۔ اور پھل پھول یاقوت و زمرد کے تھے درختوں
پر مصنوعی خوبصورت اور مرصع پرندے چہچہاتے اور
اُڑتے پھرتے تھے جن میں اڑنے کی صفت مقناطیسی
کشش کے ذریعہ پیدا کی گئی تھی۔ اس باغ کا نام باغ
ارم مشہور ہے۔ اور لفظ ارم قرآن مجید کی سورۃ ۸۹ میں
آیا ہے۔ جب یہ بہشت تیار ہوا تو شداد نے اسکی سیر کیلئے
داخل ہونا چاہا لیکن خدا نے عین موقع پر اسکے غرور کی
گردن توڑی اور ابھی دروازہ شہر میں داخل ہو کر باغ
کے پُر فضا چمن پر نظر کرنے بھی نہ پایا تھا کہ ملک الموت
نے اسکو آدبوچا۔ یہ شہر اب تک موجود ہے مگر کسیکو معلوم
نہیں ہوسکتا کہ کہاں ہے۔

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ
کے عہد میں دمشق کے ایک شخص نے اس شہر کو بچشمِ
خود دیکھا ہے جو اپنے اونٹ کی تلاش میں کہیں سے
کہیں نکل گیا تھا۔

روایت ہے کہ کسی نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا
کہ آپکو کبھی جان لیتے وقت کسی پر رحم بھی آیا ہے انہوں
نے کہا دو مرتبہ مجھے اپنا فرض منصبی ادا کرتے وقت رحم
آیا ہے۔ ایک تو اسوقت جبکہ ایک جہاز ڈوب رہا تھا
اور ایک شیر خوار بچہ کو جسے ابھی دنیا میں زندہ رہنا
تھا اسکی ماں کی جان لیکر یتیم بنانا پڑا۔ دوسرے اُسوقت
جبکہ شداد کو جس نے بڑی محنت اور شوق سے اپنا بےنظیر
باغ لگایا تھا۔ پہلی مرتبہ سیر کی غرض سے داخل ہوتے
وقت دروازہ ہی میں اپنی مراد سے محروم رکھنا پڑا۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ شداد اور اُس کے
باغ اِرم کا قصہ محض افسانہ گو لوگوں کی ایجاد ہے۔ اور قرآن مجید
میں جو اِرم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد باغ ارم لینا مفسرین
کی ایک فاحش غلطی ہے۔ یہ افسانہ نہ اصول تاریخ سے
صحیح قرار پاسکتا ہے نہ اصول تفسیر سے۔

شدّاد بن اوس بن ثابت انصاری۔ جلیل القدر
صحابی تھے۔ حضرت حسان بن
ثابت کے بھتیجے تھے۔ سنہ ۶۰ھ سے پہلے یا پیچھے فوت ہوئے (لکن

شدید القویٰ زبردست طاقتوں والا۔ قرآنِ مجید میں حضرت جبرئیل کے لئے یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ (س۔ النجم ع۱) اور انکو جبرئیل فرشتہ تعلیم کرتا ہے۔ جسکی روحانی طاقتیں بڑی زبردست ہیں۔

شراب ہر رقیق شے جو پی جاتی ہے شراب کہلاتی ہے۔ مگر اکثر یہ لفظ خمر کے معنے میں مستعمل ہے (غ)

تفصیل کے لئے دیکھو (خمر)۔

شرب پینا۔ شراب پینا۔ دیکھو (خمر)

شرح (ل) کھولنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا (غ) (ص) میں کسی کتاب کے مضامین کو واضح طور سے بیان کرنا اور اسکی مشکلات کو آسان کر دینا تفسیر بھی اسکا مرادف ہے۔ لیکن تفسیر صرف قرآن کی شرح کو کہتے ہیں۔ اور لفظ شرح عام ہے۔ کتاب کے کناروں پر جو مختلف شروح سے اخذ کر کے نوٹ کر دیتے ہیں انہیں حاشیہ کہتے ہیں۔ حاشیہ کے اصلی معنے خدمتگار کے ہیں جیسا کہ نوکر سے آدمی کو مدد ملتی ہے ایسی ہی ان نوٹوں سے کتاب کے معانی وغیرہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جس شرح کے ساتھ اصل کتاب بھی ہو اُسے شرح حامل المتن کہتے ہیں۔ اور حاشیہ والی کتاب کو محشی کہتے ہیں۔

شرجی شہاب الدین احمد شرجی زبیدی۔ اکابر محدثین میں سے تھے۔ حدیث میں التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح نامی ایک کتاب تصنیف کی۔ ۸۹۳ھ میں فوت ہوئے (کن)

شرح اسماء حسنیٰ مصنفہ صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی۔ متوفی ۶۷۲ھ۔ اسکے علاوہ اسماء حسنے کی بتیس ۳۲ شروح ہیں (کش)

شرح صدر سینہ کھولدینا۔ یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں تمام حقائق ملک و ملکوت۔ لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں۔ زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی مرتبہ کے عطا ہونے کی التجا کی تھی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ یعنی اے رب میرا سینہ کھولدے۔ یہ مرتبہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبرے کے لئے یہ مرتبہ اور یہ کمال ضروری تھا۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (س۔ الم نشرح ع۱) کیا ہم نے اے نبی تیرا سینہ نہیں کھولدیا۔ یعنی کھولدیا ہے۔

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ دو بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ فرشتوں نے چاک کر کے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا۔ ایک بار لڑکپن میں جبکہ آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پایا کرتے تھے۔ اور دوبارہ جبکہ آپ معراج کو تشریف لے گئے تو جمیع الواث بشریہ وکدورات انسانیہ دھو دیئے گئے تھے۔ یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا و ما فیہا آپکے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے تھے۔ اور غم اور خوشی دونوں حالتیں آپ پر کوئی تغیر پیدا نہ کرتی تھیں (لف)۔

شرع (ل) بیان و اظہار۔ (ص) میں طریقے اور مذہب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بولا کرتے ہیں شَرَعَ اللّٰہُ کَذَا۔ اَیْ جَعَلَہٗ طَرِیْقًا وَّمَذْہَبًا (تع)۔

علماء نے شرع کے پانچ حصے کئے ہیں (۱) اعتقادات (۲) آداب (۳) عبادات (۴) معاملات (۵) عقوبات۔

اعتقادات میں چھ چیزیں شامل ہیں (۱) خدا پر ایمان لانا (۲) اسکے فرشتوں پر (۳) اسکی کتابوں پر (۴) اسکے رسولوں پر (۵) قیامت کے دن پر (۶) اور تقدیر پر۔ جس علم میں ان چیزوں کا بیان ہوتا ہے اُسے

علم العقائد کہتے ہیں۔ اس علم کی مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں۔ شرح مواقف۔ شرح عقائد۔

آداب میں وہ تمام اخلاق داخل ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوئے۔ جیسے اخلاص۔ توکل۔ تفویض۔ زہد فی الدنیا۔ نصیحت۔ حب۔ صبر۔ قناعت۔ سخاوت (مع)

عبادات میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا مذکور ہوتا ہے

معاملات میں ان فرائض کا ذکر ہوتا ہے جو ایک شخص کو دوسرے شخص سے پیش آتے ہیں۔ جیسے مخاصمات۔ امانات۔ بیوع۔ رہن وغیرہ۔

عقوبات میں سزاؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے قصاص۔ حد السرقہ۔ حد الزنا۔ حد القذف۔ حد الردہ۔ حد الشرب وغیرہ۔

شرک

شریک ہونا۔ خدا کے ساتھ کسیکو شریک ٹھہرانا۔ ممانعت شرک میں بہت سی آیتیں ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (س۔ انعام۔ ع۔ ۱۰) یہ ہے اللہ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسطرح کی ہدایت دے اور اگر یہ پیغمبر شرک کئے ہوتے تو انکا سارا کیا دھرا ان سے ضائع ہو جاتا۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (س۔ الزمر۔ ع۔ ۷) اے پیغمبر تمہاری طرف اور اُن پیغمبروں کیطرف جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ (ایک ایک کی طرف) وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے سارے عمل ضبط ہو جائینگے۔ اور ضرور تم گھاٹے میں آ جاؤ گے۔

شرک ایسی بد بلا ہے کہ اس سے محفوظ رہنا بہت دشوار ہے۔ اسلئے شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک جلی اور شرک خفی۔ بتوں کو پوجنا۔ فرشتوں اور پیغمبروں اور بزرگان دین یا سوائے خدا کے کسی چیز میں خدا کی صفتوں میں سے کسی صفت کا ہونا تسلیم کرنا شرک جلی ہے۔ اور شرک خفی کے بہت سے اقسام ہیں۔ از انجملہ لوگوں کے نام ایسے رکھنا جن سے شرک کی بو آتی ہو۔

اصل میں شرک کی تین قسمیں ہیں۔ شرک فی الذات شرک فی الصفات۔ شرک فی الاسماء۔

شرک فی الذات تو یہ ہے کہ کئی خدا مانے جائیں۔ اور منکر خدا بھی مشرک فی الذات کے ذیل میں ہے۔

شرک فی الصفات یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کو اُن صفات سے متصف مانا جائے جو خدا کے ساتھ خاص ہیں۔ اور شرک فی الاسماء کو ہمنے شرک کی ثالث قسم قرار دیا ہے۔ مگر از بسکہ اسماء صفاتی ہیں شرک فی الاسماء حقیقت میں شرک فی الصفات ہے
شرک فی الاسماء حقیقت میں شرک فی الصفات ہے۔
شرک فی الاسماء کو قسم مستقل قرار دینا ایک آیت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی۔ اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں۔ تو اسکے نام لیکر اُس کو (جس نام سے چاہو) پکارو۔ اور جو لوگ اسکے ناموں میں کفر کرتے ہیں انکو انہی کے حال پر چھوڑ دو۔ کوئی دن جاتا ہے کہ وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے (حق)

علماء کا اسبات میں اختلاف ہے کہ لفظ مشرک میں کفار اہل کتاب بھی داخل ہیں یا نہیں۔ بعض نے تو اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مشرک کا اطلاق صرف عبدۃ الاوثان پر ہی ہوتا ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ دین حق سے انکار کرتے رہے وہ آخر کار دوزخ کی آگ میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔ (ح۔ن)۔

اور اس آیت میں مشرکین کا عطف اہل کتاب پر ہے۔ اور عطف معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرۃ کو چاہتا ہے۔ مگر اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عطف العام علے الخاص کے قبیل سے ہے۔ اور معنے اسکے یہ ہیں کہ کفار اہل کتاب اور جمیع مشرکین خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا عبدۃ الاوثان سے۔ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ (ک)۔

قرآن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالے شرک کو نہیں بخشتا اور گناہوں کو جسے چاہے بخشدیتا ہے۔

شرکت دو یا زیادہ شخصوں کا کسی چیز میں شریک ہونا۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ شرکت ملک۔ شرکت عقد۔

شرکت ملک کے یہ معنے ہیں کہ دو شخص وراثت کی وجہ سے یا خریداری کے سبب ایک شئے کے مالک ہوجائیں آپس میں شرکت باندازۂ ملک ہوگی۔ دونوں میں سے کسیکو ایسا استحقاق حاصل نہیں ہوگا کہ دوسرے کے حصہ میں بغیر اسکی اجازت کے تصرف کرے۔

شرکت عقد کے یہ معنے ہیں کہ دو شخص ایک چیز میں ایجاب وقبول کے ساتھ شریک ہوں۔ مثلاً ایک کہے کہ میں نے فلاں فلاں شئے میں تیرے ساتھ شرکت کی۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ مگر ایسی شرکت کی اجازت جب ہے کہ اس میں شرائط صحت پائی جائیں اور کوئی امر امور فاسدہ سے نہ ہو۔ کہ جو شرکت کو قطع کرے۔ اس شرکت کی پانچ قسمیں ہیں۔

شرکت مال۔ یہ اسطرح ہوتی ہے کہ دو شخص رأس المال ملا کر یہ شرط کرلیں کہ ہم دونوں اسکی خرید و فروخت جدا جدا یا ملکر کرینگے اور جو کچھ اس میں فائدہ ہوگا اُسکو آپسمیں تقسیم کرلیں گے۔

شرکت مفاوضہ۔ اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی باہم شرکت کریں۔ اور وہ دونوں اپنے مال۔ تصرف اور دین یعنی مذہب میں برابر ہوں۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کی طرف سے وکیل ہو۔ اور نیز دوسرے کیطرف سے ہر عہدہ میں جو اسکی خریدی چیز میں لازم آیا ہے کفیل ہے۔

شرکت عنان۔ اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع تجارت مثل غلہ یا عموم تجارت میں دو شخص بلا تذکرہ کفالت شرکت کریں۔

شرکت وجوہ۔ وہ ہے کہ دو آدمی اپنی معتبری پر کوئی چیز اُدھار خریدیں اور پھر فروخت کریں اور یہ مقرر کرلیں کہ جو نفع ہوگا اسکو اس شرط سے لینگے۔

شرکت اعمال۔ اسے شرکت صنائع بھی کہتے ہیں اور یہ اسطرح سے ہوتی ہے کہ دو پیشہ ور کام کی شرکت کریں کہ دونوں ملکر لوگوں کا کام کریں گے اور اُجرت نصفا نصف یا کم وبیش تقسیم کرلیں گے۔

شرکت فعال بالاتفاق جائز ہے۔ اور شرکت مفاوضہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ شرکت مفاوضہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ وہ ہے کہ آدمی ایسی چیز میں شرکت کریں جسکے وہ دونوں مالک ہوں۔ سونے سے خواہ روپوں سے۔ اور ہر ایک کا مال دوسرے کے مال سے برابر ہو۔ اور جب ایک شریک کا مال دوسرے سے زیادہ ہوگا۔ تو شرکت مفاوضہ درست نہ ہوگی۔ لیکن امام مالک کے نزدیک درست ہے۔ (رحمۃ)

شرنبلالی حسن بن عمار شرنبلالی۔ فقہ حنفی کی کتاب نور الایضاح آپ کی تصنیف ہے۔ پھر آپ نے اسکی شرح لکھی اور اسکا نام مراقی الفلاح فی شرح نور الایضاح رکھا۔ سنہ ۱۰۶۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)۔

شریح قاضی ابوہبیہ بن حارث کو کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ۷۵ سال قاضی رہے۔ اس عرصہ میں صرف تین سال تک معطل رہے۔ بڑے زیرک اور عقلمند تھے۔ شاعر بھی تھے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کو عہدۂ قضا پر بحال رکھا۔ ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پاکر ۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ بعض ان کی عمر سو اور بعض ایک سو آٹھ سال بتاتے ہیں۔ (کن)

شریعت اور طریقت شریعت کے لغوی معنے بڑی نہر اور پانی کا گھاٹ (غیاث) اصطلاح میں التزام عبودیت کا حکم ماننا اور بقول بعض طریق فی الدین (تخ)

طریقہ یا طریقت کے لغوی معنے راستہ کے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں الی اللہ کی سیرۃ مخصوصہ ہے۔ جو قطع منازل اور ترقی مقامات پر مشتمل ہے۔ (تخ)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا خلاصہ ہے خدا شناسی اور توحید اور استقامت۔ اس تعلیم کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پاک تعلیم کے دونوں پہلوؤں سے اپنی امت کو فیض بخشا ہے۔ ظاہری تعلیم کا نام شریعت ہے اور اسکا رتبہ مقدم ہے۔ یہ اُن احکام کا مجموعہ ہے جو مشروع کام کرنے اور غیر مشروع سے بچنے کے متعلق ہیں۔ یہ مجموعہ قانون الٰہی ہے۔ اور اسکی پابندی ہر طبقے اور ہر ملک اور ہر حیثیت کے مسلمان پر لازم ہے اور سب عالم اور بے علم عاقل اور کم عقل امیر اور غریب لوگ اسکی پابندی میں برابر ہیں۔ عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ سیاسیات وغیرہ اس قانون کے ابواب ہیں۔

دوسری تعلیم جو باطنی اور سری ہے اُسکو طریقت کہتے ہیں۔ یہ رتبتہً مؤخر ہے۔ کیونکہ یہ اسی تعلیم ظاہری کی تکمیل کا رتبہ ہے۔ مگر اسکا افاضہ عام اور تمام افراد اسلام پر حاوی نہیں ہے۔ اہل طلب اور اہل شوق ہی اس سے فیض اُٹھاتے ہیں اور پھر ان میں سے بھی صرف وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے وہ باتیں جو شریعت کے باب عقائد میں صرف زبانی یاد کی جاتی ہیں اور جن کو محض تقلیداً مان لیا جاتا ہے۔ طریقت میں آکر انکی نسبت ایک ایسا روحانی احساس پیدا ہو جاتا ہے جو آنکھوں سے دیکھی بات سے بھی بڑھ کر یقین دلا دیتا ہے۔ اسی لئے طریقت کمال ایمان کا ذریعہ ہے اور اس تعلیم سے بہرہ ور ہونے والا پورا موحد اور عبد و معبود کی نسبت کو سمجھنے والا ہے کثرت ذکر۔ ریاضت۔ مجاہدہ۔ تہذیب اخلاق اس تعلیم کے ارکان ہیں۔

یہ تعلیم کسی پیر کامل کی بیعت کے ذریعہ سے حاصل کیجا سکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم صحابہ کرام کو دی۔ اور صحابہ کرام سے سلسلہ بہ سلسلہ آجتک اس تعلیم کا فیض جاری ہے۔ ہندوستان میں اہل طریقت کے یہ چار سلسلے مشہور ہیں۔

(۱) قادریہ (۲) نقشبندیہ (۳) چشتیہ (۴) سہروردیہ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو (تصوف)۔

کوئی شخص بھی ولی ہو یا بزرگ شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ ولی کی شناخت کا معیار یہی ہے کہ اگر وہ پابند شریعت ہے تو اولیا میں سے ہو سکتا ہے ورنہ اُسکو مکار سمجھو ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ششش ارکان ایمان ایمان کے چھ رکن۔ اور وہ یہ ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا۔ اسکے فرشتوں پر۔ اسکی کتابوں پر۔ اسکے رسولوں پر۔ قیامت کے روز پر۔ تقدیر پر۔ اللہ پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ ہم

دل سے اعتقاد رکھیں کہ اللہ کی ذات میں تمام صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں۔ اور اسکی ذات تمام عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے۔

اسکی کتابوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بعض انبیاء پر کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ اور بعض کو صحیفے عطا کئے ہیں۔ ان میں بندوں کی ہدایت کے لئے اوامر و نواہی مندرج ہیں۔ اور مبسوط کتابوں میں فرمانبرداروں کے لئے انعامات کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور نافرمانوں کو سزاؤں سے دھمکایا گیا ہے۔ یہ سب کتابیں خدا کے کلام ہیں۔ انمیں فرشتوں اور انبیاء نے کوئی تغیر نہیں کیا۔

اسکے رسولوں پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ انکو خدا نے خلقت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ ان کے ہاتھ پر معجزوں کا ظہور ہوا۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پچھلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (ایمان)

شطرنج ایک کھیل کا نام ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شطرنج چترنگ کا معرب ہے۔ جو ہندی لفظ ہے بمعنے اعضائے چہارگانہ۔ شطرنج کی بنا بھی چونکہ فیل۔ اسپ۔ شتر اور پیادہ پر ہے۔ اسلئے اسکو اس نام موسوم کیا گیا۔ بہار عجم کے مصنف نے اسے سنرنگ کا معرب بنایا ہے جسکے معنے ہیں پنجہ۔ جو آدمی کی صورت پر ہو اور چونکہ شطرنج کے اکثر مہرے انسان کے نام پر ہیں جیسے بادشاہ۔ وزیر۔ پیادہ۔ اسلئے اسکا نام بھی شطرنج رکھا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ شطرنج شط اور رنج سے مرکب ہے شط کے معنے ہیں دوری۔ معنے ہوئے دوری رنج چونکہ شطرنج کھیلنے کے وقت رنج و غم دور ہو جاتا ہے اسلئے اسے شطرنج کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شیخ شہاب الدین قلیوبی اپنی نوادر میں لکھتے ہیں کہ جب شاہان فارس نے نرد کی ایجاد پر جسے بادشاہ ساسانی اردشیر بن بابکان نے ایجاد کیا تھا بہت کچھ فخر کیا تو حکیم صصہ بن وہر نے شطرنج کو ایجاد کیا جسکی نسبت تمام حکماء اور علماء نے یک زبان ہوکر کہدیا کہ یہ نرد سے افضل ہے۔

کہتے ہیں کہ جب موجد شطرنج نے رائے ہند بادشاہ ہندوستان کے سامنے اسکو پیش کیا تو وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور موجد کو کہا مانگ جو کچھ چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک دانہ گندم پہلے خانہ پر رکھا جائے دوسرے خانہ پر اسکا دونا۔ تیسرے خانہ پر اسکا دونا۔ اسیطرح چونسٹھ خانوں میں یہی عمل کیا جائے۔ اور یہی انعام میں چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اس قلیل انعام کو تو نے کیوں اختیار کیا ہے۔ وزیروں نے کہا اے بادشاہ یہ وہ انعام ہے جس پر تیرے اور تمام بادشاہوں کے خزانے صرف ہو جائیں۔

اسکے جواز یا عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ جو علماء اسکو ناجائز قرار دیتے ہیں انکی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ یعنی اے ایمان والو۔ شراب۔ جوا۔ بت۔ اور پانسے شیطان کے کاموں سے برے کام ہیں۔ پس ان سے باز رہو تاکہ تم خلاصی پا جاؤ۔

یعنی اس آیت سے میسر کی حرمت ثابت ہے۔ اور چونکہ شطرنج بھی کھیل ہونے کے اعتبار سے میسر کا شریک ہے لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔ فریق مخالف کہتا ہے کہ اول تو قیاس ظنی چیز ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ یعنی حق کے مقابلہ میں ظن کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

دوسرے یہ کہ میسر میں قمار (بازی) ہوتا ہے اور شطرنج

وہ جائز ہے جو قمار سے خالی ہو۔ ہاں اگر شطرنج میں قمار ہو تو حرام ہے۔

انکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت واثلہ رضؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالے ہر روز تین سو ساٹھ نظریں کرتا ہے جنمیں سے کسی کے ساتھ شطرنج کھیلنے والے کیطرف نہیں دیکھتا حدیث تو بے شک ہے مگر اسکے اسناد میں محمد بن حجاج ہے جو مجروح ہے۔ چنانچہ امام ابن جوزی نے اپنی کتاب العلل المتناہیہ میں اس حدیث کے بارہ میں کہا هٰذَا الْحَدِيْثُ لَا اَصْلَ لَهٗ۔ یہ حدیث بے اصل ہے۔

انکی تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہ رضؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گذرے جو شطرنج کھیل رہی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ اسکے کھیلنے والوں پر خدا لعنت کرے۔

مگر ابن جوزی نے اس کو بھی موضوع قرار دیا ہے اور عقل بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شطرنج عرب میں نہیں پہونچا تھا چنانچہ قاضی شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں فرماتے ہیں قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ وَالْاَحَادِيْثُ الْمَرْوِيَّةُ فِيْهِ لَا يَصِحُّ مِنْهَا شَيْءٌ وَيُؤَيِّدُ هٰذَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَنَّ ظُهُوْرَهٗ كَانَ فِيْ اَيَّامِ الصَّحَابَةِ۔ یعنی علامہ ابن کثیر نے کہا کہ جسقدر شطرنج کے بارہ میں احادیث وارد ہیں اُن میں سے کوئی صحیح نہیں جسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شطرنج کا ظہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہوا۔

اور انکی چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نرد کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ کو سور کے گوشت اور خون میں ڈبویا۔ مگر اس حدیث سے نردشیر کی حرمت ثابت ہوتی ہے نہ شطرنج کی۔ کیونکہ نردشیر اضطراری کھیل ہے اور یہ اختیاری۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحؒ لکھتے ہیں کہ شطرنج ہمارے نزدیک مکروہ ہے نہ حرام۔ تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ اور ہمارے اصحاب شطرنج کو نرد پر قیاس نہیں کرتے۔

اسی نوع سے ناجائز کہنے والوں کی اور بھی بہت سی دلائل ہیں۔ جو ایسی قطعی نہیں جنسے شطرنج کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہو۔ اور جو علماء اسکے جواز کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ "الترغیب والترہیب" میں ہے کہ شطرنجبازی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اسکو مباح قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے جنگ کے امور اور اُسکے مکائد میں مدد ملتی ہے۔ بشرطیکہ شطرنج کھیلنے سے نماز میں تاخیر نہ ہو۔ اور جوا نہ ہو۔ اور کھیلنے کے وقت بیہودہ اور فحش گوئی نہ کی جائے۔ جن لوگوں نے اسے ان شروط سے مباح قرار دیا ہے ان میں سے سعید بن جبیر اور شعبی بھی ہیں۔

میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ اسے مباح اسلئے قرار دیا گیا ہے کہ اس سے اُن دہوکا بازیوں اور چالوں کا پتہ لگ جاتا ہے جن سے جنگ میں کام لینا پڑتا ہے۔ سو مناسب یہ ہے کہ یہ حرام نہ ہو۔ کیونکہ یہ صرف کھیل ہی نہیں بلکہ اس سے اور بھی بہت کچھ نفع پہنچتا ہے۔

اسیطرح فتح العین حاشیہ کنز الدقائق۔ عینی شرح کنز الدقائق۔ مجمع الانہار۔ شرح وقایہ۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور طحطاوی شرح درمختار وغیرہ کی عبارتوں سے پایا جاتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں۔ تو شطرنج حرام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (رسالہ شطرنج وغیرہ)

شعبان قمری سال کا آٹھواں مہینہ۔ چونکہ اس ماہ میں خیر کثیر منقسم ہوتی ہے اور جہان کے تمام امورات مقدرہ علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اسلئے یہ ماہ اس نام سے موسوم ہوا (غ)۔

مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ ماہ رمضان ہے۔ (کہ آپ ہر روز روزہ رکھتے ہیں) ایک اور حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزے نہیں رکھنے چاہئے۔ حتیٰ کہ رمضان آجائے۔ اسی لئے مستحب ہے کہ رمضان کے چند ایک روز پہلے روزہ رکھنا ترک کردے (حیات)

شب قدر رمضان کے مہینے میں بھی آتی ہے۔

شعبہ شعبہ بن حجاج عتکی بصری۔ اکابر حفاظ حدیث میں سے تھے۔ سفیان ثوری آپ کو حدیث میں امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

شعبی ابو عمرو عامر بن شراحیل کوفی کو کہتے ہیں آپ جلیل القدر تابعی اور بڑے عالم تھے

روایت ہے کہ آپ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا حال بیان کر رہے تھے اتنے میں عبد اللہ بن عمر آئے اور کہا میں ان غزوات میں موجود تھا مگر آپ ان کے حالات سے مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں آپ نے پانچسو صحابہ سے ملاقات کی۔ ۱۰۳ھ یا ۱۰۵ یا ۱۰۷ ہجری میں فوت ہوئے (کن)

شعرا شاعر کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ وارد ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ (س شعرا ع ۱۱) اور شاعر انکی پیروی گمراہ ہی کرتے ہیں۔

شعر گوئی فی نفسہ بری چیز نہیں ہے بلکہ فحش اشعار مذموم ہوسکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حسّان بن ثابت نے آپ کی تعریف میں شعر کہے۔ آپ نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ قرآن مجید میں جن شاعروں کی مذمت لکھی ہے اس سے مراد وہ شعراء ہیں جو لغو گو یا فحش کہنے والے ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شاعر تھے اور ہر زمانہ میں شاعر ہوتے رہے ہیں جنکی یادگار قصائد و دیوان اور کتابیں ابتک موجود ہیں۔ حدیث میں ہے ان من الشعر لحکمۃ یعنی بعض شعر سراسر حکمت ہوتے ہیں۔

شعریٰ ایک ستارہ ہے جو گرمی کے موسم میں جوزا کے بعد نکلتا ہے۔ یہ دو ہیں۔ ایک نہایت روشن ہے۔ اسکو عبور کہتے ہیں۔ دوسرا اس سے کم اسکو غمیصا کہتے ہیں۔ بہت لوگ انکو پوجتے تھے۔ منجملہ انکے اہل عرب ہیں۔ جس نے پہلے انکی پرستش کی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ننھیال میں سے ایک شخص ابن ابی کبشہ نامی تھا۔ اس نے یہ نیا ڈھنگ اس لئے نکالا تھا کہ اور ستارے عرض میں آسمان کو طے کرتے ہیں اور یہ طول میں۔ ابو سفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ (ابو کبشہ کا بیٹا) کہا کرتا تھا (نف)۔

قرآن کی سورۃ نجم رکوع ۳ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَاَنَّہٗ ھُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا مالک ہے۔ اس آیت میں جاہلان عرب کے خیال کی تردید کیطرف اشارہ ہے۔ یعنے شعرے ستارہ معبود اور مختار نہیں ہے بلکہ اللہ کی مخلوق اور مملوک ہے۔

شعیاء ایک پیغمبر کا نام ہے جن کو ارمیاء کہتے ہیں۔ انکا نام صراحۃً قرآن مجید میں مذکور نہیں مگر تفسیر بیضاوی اور مدارک میں سورۃ بنی اسرائیل کی چوتھی آیت کی تفسیر میں انکا نام لکھا ہے۔ وہ آیت یہ ہے وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ٥ اور ہمنے بنی اسرائیل سے کتاب میں صاف کہدیا تھا کہ تم ضرور دو دفعہ فساد کروگے اور دونوں دفعہ لوگوں پر بڑی زیادتیاں بھی کروگے۔

دو دفعہ فساد کرنے سے مراد ہے حضرت زکریا کا قتل کرنا

اور حضرت ارمیا یعنی شعیا علیہ السلام کا قید کرنا اور پھر حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کا قتل اور عیسےٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کرنا (مد)

شعیبؑ بڑے فصیح اللسان پیغمبر ہوئے ہیں خطیب الانبیاء انکا لقب ہے۔ علماء کا اختلاف ہے، کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں یا حضرت صالحؑ کی اولاد سے۔ خدا تعالےٰ نے انہیں دو قوموں پر مامور فرمایا تھا۔ ایک اہل مدین دوم اصحاب ایکہ۔ بعضے کہتے ہیں کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی گروہ کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ باوجود عبادت اصنام ناپ و تول میں بھی کمی کرتے تھے۔ اور کھوٹے سکے صرف میں لاتے تھے۔ اور احکام شرعی سے دل چراتے تھے۔ چنانچہ سورۃ انعام میں ارشاد ہوتا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۔ سے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ تک۔ یعنی اہل مدین کیطرف ہمنے انکے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے سمجھایا کہ بھائیو اللہ کی عبادت کرو۔ اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس دلیل واضح تو آ ہی چکی ہے۔ تو ناپ اور تول پورے کیا کرو۔ اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور ملک میں اصلاح ہوئے بعد فساد نہ کرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ طریقہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

الغرض جب آپکا آوازہ گوش زد عالم ہوا تو لوگ اطراف و امصار سے آپ کے پاس آنے لگے۔ جب منکرین نے رجوع خلائق دیکھا تو حضرت کے پیروؤں سے لگے چھیڑ چھاڑ کرنے۔ حضرت شعیبؑ نے اس فرقہ باغیہ سے فرمایا کہ اے لوگو! تم تو نصیحت و موعظت سے متاثر نہیں ہوتے لیکن دوسروں کو کیوں روکتے ہو۔ قرون ماضیہ اور امم سابقہ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ خدا سے ڈرو اور احکام الٰہی سنکر عمل کرو۔ ورنہ تم بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگے۔ اور پھر کچھ تدارک و تلافی نہ ہوسکیگی

انہوں نے جواب دیا کہ شیوۂ بت پرستی جو قدیم سے چلا آتا ہے کیسے ترک کریں۔ جو لوگ تیری پیروی کرتے ہیں وہ یقیناً دیوانے ہیں۔ جب ان لوگوں کی سرکشی حد سے گذر گئی تو آپ نے دعا کی رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۔ یعنی اے اللہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ حکم کر تو بہتر حکم کرنیوالا ہے۔

یہ دعا فرماکر آپ مع مومنین حضرت جبرئیلؑ کے اشارہ سے ان لوگوں سے قریباً ایک فرسنگ دور چلے گئے پس حضرت جبرئیلؑ نے ایک مہیب آواز کی جس سے زلزلہ عظیم پیدا ہوا۔ اور اسکے صدمے سے وہ ہلاک ہوگئے۔

اہل مدین کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب اہل ایکہ کی نصیحت و موعظت پر مامور ہوئے یہ لوگ جنگل میں رہا کرتے تھے اور افعال ناشائستہ و دغابازی کرتے تھے حضرت شعیب نے انہیں بہتیرا سمجھایا مگر ان سے کوئی ایمان نہ لایا۔ آخر جب انکا انکار و استکبار حد سے تجاوز کر گیا تو حق تعالےٰ نے سات شبانہ روز حرارت انپر غالب کی کہ انکے چشموں اور کنوؤں کا پانی جوش مارنے لگا۔ اور لوگ شدت گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں میں گھس گئے۔ وہاں پر اور بھی زیادہ حرارت معلوم ہوئی۔ وہاں سے پھر آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ جب یہ لوگ مارے گرمی کے تڑپنے لگے۔ تو اچانک ایک ابر سیاہ نمودار ہوا۔ اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ آؤ سائبان ابر کے نیچے آسائش کریں۔ جب وہ سب سایہ ابر میں جمع ہوئے تو اس ابر سے برق چمکی اور ایک آگ پیدا ہوئی اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

حضرت شعیب اپنی قوم کی ہلاکت سے اتنا رویا کرتے تھے کہ نابینا ہوگئے تا آنکہ حضرت موسیٰ انکے پاس آئے اور انکے داماد ہوئے۔ حضرت موسیٰ کی مفارقت کے بعد آپ مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور سات برس تک

وہاں مقیم رہے۔ پھر اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ (قص)۔

شعیب | بن حرب مدائنی۔ مکہ میں اقامت گزین ہوئے ثقات محدثین میں سے تھے اور بڑے عبادت گذار تھے۔ ۱۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

شعیبیہ | شعیب بن محمد کا متبع فرقہ ہے۔ (تغ)

شغار | نکاح کی ایک قسم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کر دے اور اسی بدل کو مہر قرار دیں۔ ایسا نکاح اسلام میں ناجائز ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے لَا شِغَارَ فِی الْاِسْلَامِ یعنے نکاح شغار اسلام میں نہیں ہے۔ اسطرح کا نکاح امام اعظمؒ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور مہر مثل دینا لازم آتا ہے۔ لیکن کرنا نہیں چاہئے۔ اور امام شافعی کے نزدیک یہ نکاح ہوتا ہی نہیں۔ دلیلیں طرفین کی مطولات فقہ میں مذکور ہیں۔ (مظ)

شفاعت | صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ قیامت کے روز جب دن کی درازی اور شدت کی گرمی وغیرہ وغیرہ مختلف تکالیف و مصائب سے گھبرائیں گے اور باہم مشورہ کرینگے کہ کسیکو خدا کی بارگاہ میں شفیع بنانا چاہئے جو اسکے حضور میں ہماری نجات کے لئے سفارش کرے۔ چنانچہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسٰے روح اللہ تک سب کے پاس جائیں گے اور شفاعت کے لئے عرض کرینگے۔ وہ سب کہیں گے میرا یہ رتبہ نہیں۔ آخر بایماء روح اللہ حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئینگے اور شفاعت کی درخواست کرینگے۔ آپ فرمائیں گے اِنِّیْ لَھَا یعنے میں اس کام کے لئے ہوں۔ اور آپ اسوقت خدا کے حضور میں سجدہ کرینگے اور خدا کی حمد و ثنا کرینگے۔ اللہ حکم دیگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ یعنی اے محمد سر اُٹھاؤ جو مانگوگے ملیگا اور جسکی شفاعت کروگے قبول ہوگی۔ آنجناب سر اُٹھائینگے اور کہینگے اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اس شفاعت کا نام شفاعت کبریٰ ہے۔ (الفر)۔

واضح ہو کہ بروز قیامت شفاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارہ طرح پر ہوگی۔ اوّل شفاعت کبرے جسکا ذکر اوپر گذر چکا۔ دوسری شفاعت ادخال فی الجنۃ بلا حساب یہ بھی خاصہ آنحضرت ہے۔ تیسری شفاعت منع دخول دوزخ سے بعد حساب باوجود استحقاق۔ چوتھی شفاعت اہل جنت رفع درجات میں۔ پانچویں شفاعت بعض کفار تخفیف عذاب میں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حامی و محب آنحضرت کے تھے جیسے ابو طالب وغیرہ۔ چھٹی ثقل موازین میں کہ وزن اعمال کے وقت شفاعت امت فرمائیں گے ساتویں مسامحت حساب میں ایک گروہ کے لئے۔ آٹھویں تقصیرات ونقصان طاعات کے متعلق چشم پوشی کئے جاتے ہیں۔ نویں شفاعت اہل اعراف۔ دسویں شفاعت اطفال مشرکین۔ گیارہویں شفاعت اہل بیت۔ بارہویں شفاعت اہل مکہ و مدینہ و طائف۔

اور ابن حجر نے شفاعت زائرین قبر شریف اور شفاعت مجیبین اذان اور سائلین وسیلہ و فضیلت و مقام محمود کو نوع پنجم میں داخل کیا ہے۔ جدا نہیں ہیں۔

اور اس قسم کی شفاعتوں میں بعضوں نے دیگر انبیاء اور اولیاء اور علماء و صلحاء کو بھی شامل کیا ہے کہ یہ بھی طفیل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہرہ اندوز ہوں گے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ہدی للمتقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیسرا فرقہ بعد میں کا ہے کہ بقدر رسوخ گناہوں کے انپر عذاب ہوگا۔ یہانتک انبیاء اور اولیاء اور علماء و شہداء اور ملائکہ کی شفاعت سے نجات پائینگے حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورۃ بقر اور آل عمران بروز قیامت

دو بادل یا دو سیاہ سائبانوں کی صورت میں آئیں گے ان میں ایک نور درخشاں ہوگا۔ یا مانند دو غول پرند جانوروں کے صف باندھ کر آئینگے۔ اور اپنے قاریوں کی شفاعت میں اصرار کرینگے۔ یہانتک کہ ان کو بہشت میں پہنچا کر چھوڑینگی۔ ابن مردویہ اور اصفہانی اور دیلمی سے بروایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائکہ خانہ کعبہ کو دلہن کیطرح سجا کر میدان حشر میں لائیں گے۔ اثنائے راہ میں میری قبر پر گزرینگے تو بیت اللہ بزبان فصیح کہیگا السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ۔ میں کہونگا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا بَیْتَ اللّٰہِ۔ یہ تو بتاؤ کہ میری امت نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور تم خدا کے حضور میں اسکے ساتھ کسطرح پیش آؤگے۔ بیت اللہ جواب دیگا۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کوئی تمہاری امت میں سے میری زیارت کو آیا ہے میں اسکا شفیع کافی ہوں۔ آپ اسکی طرف سے مطمئن رہیں اور خاطر جمع رکھیں۔ اور جو کوئی میرے پاس نہیں آیا اسکی شفاعت آپ کریں۔ (کنز)۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر شفاعت کا ذکر آیا ہے۔ بعض آیات جن میں شفاعت کا ذکر ہے۔ درج ذیل ہیں۔

(۱) لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ (س۔ مریم۔ ع ۶) (وہاں لوگ کسیکی) سفارش (کرنے) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جس نے (خدائے) رحمٰن سے وعدہ لیا ہے (وہ وعدہ اسکا شفیع ہوگا)

(۲) یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ (س۔ طٰہٰ ع ۶) اُس دن (کسیکی) سفارش کام نہ آئیگی مگر جس کو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور اسکا بولنا پسند فرمائے۔

(۳) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝ (س۔ سبا۔ ع ۳) اور خدا کے ہاں (ان میں سے کسیکی) سفارش (بھی کسیکی کچھ) کام نہیں آتی۔ مگر (ہاں) اُسکے کام آئیگی جسکی نسبت (خدا سفارش کی) اجازت دے (ان فرشتوں کا تو یہ حال ہے کہ جب کوئی حکم خدا کے ہاں سے نازل ہوتا ہے تو مارے ہیبت کے گھبرا اُٹھتے ہیں) یہاں تک کہ جب گھبراہٹ اُن کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے۔ (تو ایک دوسرے سے) پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا (اس پر جو زیادہ مقرب ہیں) کہتے ہیں کہ جو (حکم دینا) چاہئے تھا (وہی دیا)۔

(۴) قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (زمر ع ۵) (اور ان لوگوں سے) کہو کہ سفارش تو ساری خدا کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اُسی کی حکومت ہے پھر تم (لوگ) اُسی کیطرف کو لوٹا کر لائے جاؤگے۔

(۵) یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَةُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (س۔ النبا۔ ع ۲) جب کہ جبریل اور (اور) فرشتے (اسکے حضور میں) صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ کسی کے منہ سے بات تو نکلنے ہی کی نہیں مگر جسکو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہے۔

مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور قیامت کے دن انکی شفاعت کرینگے یہاں انکی تردید مقصود ہے کہ وہ بے اذن خدا کسیکی شفاعت کے لئے لب تک تو کھولنے ہی کے نہیں اور اجازت ہوئے پیچھے بھی معقول بات کہینگے۔ یعنے اُسی کی سفارش کریں گے جو معتقد توحید اور مستحق شفاعت ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن میری شفاعت پر سب سے زیادہ کامیاب وہ شخص ہے جس نے خالص دل سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ البخاری)

اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک جماعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت دوزخ سے نکالکر بہشت میں داخل کیجائے گی اور انکا نام جہنمی رکھا جائیگا (رواہ البخاری)

اور ابو سعید سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے کوئی ایسا ہوگا۔ جو ایک بڑی جماعت کی شفاعت کریگا اور ان میں سے کوئی ایسا ہوگا جو ایک ہی آدمی کی شفاعت کرے گا۔ حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے (رواہ الترمذی)

عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کرینگے (پہلے) انبیاء پھر علماء پھر شہداء (مش)۔

پیغمبروں اور نیک لوگوں کا اہل کبائر کے حق میں شفاعت کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مگر معتزلہ اسکے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شفاعت کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ اختلاف مبنی ہے اس اختلاف پر کہ ہمارے نزدیک عفو و مغفرت شفاعت کے بغیر بھی جائز ہے۔ تو شفاعت کے ساتھ عفو و مغفرت بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے۔ معتزلہ کے نزدیک کبائر معاف ہو ہی نہیں سکتے۔ اسلئے شفاعت کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تقصیر کے لئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بخشش طلب کرو جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کے لئے بخشش مانگنا مفید ہے جبھی یہ ارشاد ہوا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ یعنی ان لوگوں کو شافعین کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ اسلوب کلام شفاعت فی الجملہ کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ یہاں کافروں کی بدحالی اور بدبختی کا اظہار منظور ہے۔ . . . .

مطلب یہ ہے کہ شفاعت سے بہت سے لوگ مستفید ہوں گے۔ مگر یہ لوگ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ ورنہ اگر مطلقاً کسیکے لئے شفاعت مفید نہ ہوتی تو اس مقام پر کافروں سے اسکی نفی کرنیکا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مدعا تو یہ ہے کہ انکی مخصوص ناکامی کا اظہار ہو۔ نہ اس ناکامی کا جس میں سب شریک ہوں۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عَمَّ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے عام ہوگی۔ چونکہ اصل عفو و شفاعت کتاب و سنت سے صاف ثابت ہے اور ان سے انکار کی گنجائیش نہیں۔ اس لئے معتزلہ انکی اصلیت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عفو صرف صغیرہ گناہوں اور ان کبیرہ گناہوں کے لئے ممکن ہے جنپر توبہ کی جائے۔ اور شفاعت سے صرف اضافہ ثواب کا فائدہ ہو سکتا ہے عفو گناہ نہیں ہو سکتا۔ (عق)۔

صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اور اولیا و صلحاء کو خدا کی طرف سے یہ حق حاصل ہے کہ جب چاہیں خدا کی درگاہ میں کسی جماعت یا فرد واحد کے لئے شفاعت کر سکتے ہیں مگر وہابیہ (اہلحدیث) کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے شفاعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور قیامت کو بھی خدا کے اذن کے بغیر نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاَوَّلُ مَنْ تنشق الارض عنه يوم القيمة ولا فخر۔ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ۔ یعنی میں بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی زمین (قبر) میں سے

اُٹھوں گا اور یہ فخر نہیں ہے۔ میں ہی پہلا شفیع اور پہلا مقبول الشفاعۃ ہونگا اور یہ فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔

یہ بھی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نصف امت کے بخشوانے یا شفاعت کرنے میں اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے شفاعۃ کو قبول کیا۔ قرآن میں جس مقام محمود کے وعدہ ہونیکا ذکر ہے اس سے مراد باتفاق مفسرین مقام شفاعۃ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے شفیع ہوں گے اور جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے اُسکو بخشوا لینگے۔

شَفع جوڑا۔ جفت۔ (ص) میں اُن نمازوں کو کہتے ہیں جنکی رکعتیں جفت ہوں۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (س۔ فجر۔ ع ۱) یعنی اور جفت اور طاق کی قسم ہے۔

شُفعہ (ل) ہمسائگی۔ (ص۔ ش) میں کسی حق کے سبب دوسرے شخص کو خریدی ہوئی زمین وغیرہ نہ لینے دینا اور جبرًا مشتری کو وہ قیمت جو اس نے دی ہے بحکم حاکم خود دیکر اس زمین پر قبضہ کرلینا۔

شفیع اس شخص کو کہتے ہیں جو حق شفعہ کے سبب زمین لینی چاہتا ہے۔

مشفوعہ وہ زمین مبیعہ جس پر حق شفعہ کا دعوےٰ کیا گیا ہو۔

خلیط فی نفس المبیع۔ وہ شریک جو شامل ملکیت مبیعہ ہو۔

خلیط فی حق المبیع۔ وہ شخص جو شریک حق المرور وغیرہ ہو۔

جار ملاصق۔ وہ پڑوسی کہ جسکا مکان مبیعہ مشفوعہ سے ملا ہوا ہے۔

(مثال) زید نے اپنا موروثی مکان بکر کو بعوض سو روپے کے دیدیا۔ اب زید کا بھائی جو اسکا پڑوسی بھی ہے خود سو روپے دیکر بکر سے مکان لینا چاہتا ہے۔ بکر کو نہیں لینے دیتا اس مثال میں زید بائع اور بکر مشتری اور عمر خلیط وجار ملاصق ہے اور زید کا مکان مبیعہ مشفوعہ ہے۔

باتفاق ائمہ شفعہ شریک فی الملک کے واسطے ثابت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک پڑوسی کے لئے بھی شفعہ ہے۔ مگر امام مالک۔ شافعی اور احمد کے نزدیک پڑوسی کے لئے شفعہ نہیں۔

شفعہ اس چیز میں ہوتا ہے جسکا نقل کرنا ممکن نہ ہو۔ جیسے زمین۔ مکان۔ باغ وغیرہ۔ اور جس چیز کا نقل کرنا ممکن نہ ہو جیسے اسباب اور جانور وغیرہ۔ اس میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہی سب علماء کا مذہب ہے۔ اور شفعہ مسلمان کے ساتھ ہی خاص نہیں۔ بلکہ مسلمان اور ذمی میں بھی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کنوئیں میں حق شفعہ نہیں ہے۔ مگر امام صاحب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ تقسیم کا احتمال نہ رکھے جیسے کنواں۔ حمام۔ چکّی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الشفعۃ فی کل شئ یعنی ہر غیر منقول شے میں شفعہ ہے (رحمۃ منظ)

شقائق النعمان فی مناقب النعمان رضؓ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں علامہ زمخشری کی تصنیف ہے۔ علامہ موصوف نے ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔ (کش)۔

شق الصدر (ل) سینے کو پھاڑنا۔ چاک کرنا۔ (ص۔ ش) میں اس واقعہ سے مراد ہے جبکہ فرشتوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کرکے قلب مبارک کو دہوکر جمیع الواث بشریہ وکدورات النسانیہ سے صاف کردیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (شرح صدر)۔

شقیق بلخی خراسان کے ایک مقتدر صوفی کا نام ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے طریقت حاصل کی تھی۔ آپ حاتم اصم کے استاد تھے۔ اور

سنہ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)۔

شقیق بن سلمہ رح شقیق بن سلمہ اسدی کوفی اکابر علماے اسلام میں سے تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں فوت ہوئے (کن)

شکور (ل)، بڑا قدر شناس۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ یہ اسم بعینہٖ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (س۔ فاطر۔ ع ۴) کیونکہ خدا انکو انکے اجر پورے پورے بھر دیگا اور اپنے فضل سے انکو زیادہ بھی دیگا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔

شکور کا معنے شکر گذار بھی ہے جو شاکر کی جمع ہے جیسا کہ آیۃ وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (میرے بندوں میں سے شکر گذار بہت تھوڑے ہوتے ہیں) میں شکور اس معنے سے آیا ہے۔

شمائل النبی صلعم مصنفہ امام ترمذی رح متوفی سنہ ۲۷۹ھ۔ ابن حجر مکی رح متوفی سنہ ۹۷۳ھ نے اسکی شرح لکھی۔ ملا علی قاری نے بھی اسکی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جسکا نام جمع الوسائل ہے۔

شمس آفتاب۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ (س شمس۔ ع ۱) آفتاب کی اور اسکی دہوپ کی قسم ہے

شمع (ص۔ و) ہیں نور الٰہی کو کہتے ہیں۔ اور شمع الٰہی قرآن مجید کو کہتے ہیں اور آفتاب و مہتاب کو بھی۔ (ک)۔

شمعون حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری کا نام ہے جسکو پطرس بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ ایک تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو اسطرح ہے کہ شہر انطاکیہ جسے سکندر رومی کے بعد اینٹوکس نے آباد کیا تھا۔ اور جو آجکل گورنمنٹ عثمانیہ کی عملداری میں ہے

اسکے باشندے جو نیپر دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواری دین پھیلانے کو اطراف و جوانب میں پہنچے۔ ان میں سے دو حواری اس شہر میں بھی آئے۔ جب شہر کے قریب پہونچے تو ایک بوڑھا بکریاں چراتا ہوا انہیں دکھائی دیا۔ جسکا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے انکا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسےٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور تمہیں بت پرستی سے ہٹانے خدا پرستی سکہانے کے لئے آئے ہیں۔ حبیب نجار نے کہا کیا آپکے پاس اپنے دعوےٰ کی سچائی کی کوئی دلیل ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ ہم بیمار کو تندرست اور جذامی اور برص کی بیماری والے کو اچھا کر سکتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انہوں نے اسپر ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہو گیا۔ حبیب نجار مسلمان ہو گیا۔ اور یہ خبر عام لوگوں تک پہونچ گئی لوگ جوق جوق آتے اور انکے ہاتھ پھیرنے سے تندرست ہو جاتے۔ اس زمانہ کے بادشاہ نے انہیں بلا کر قید کر دیا۔ اسکے بعد شمعون گئے اور اپنے دونوں دوستوں کو چھڑا لیا ان کے وعظ و تبلیغ کی وجہ سے بادشاہ اور بہت سے آدمی مسلمان ہو گئے۔ جو نہ ایمان لائے وہ حضرت جبریل ؑ کی چیخ سے ہلاک ہو گئے۔ قرآن مجید میں یہ قصہ اسطرح مذکور ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ تا ذَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ (س یٰس۔ ع ۲) اور (اے پیغمبر) ان (لوگوں) سے مثال کے طور پر ایک گاؤں والوں کا حال بیان کرو کہ جب انکے پاس رسول آئے بایں طور کہ (پہلے تو) ہمنے ان کیطرف دو (رسول) بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا۔ اسپر ہمنے تیسرے (رسول) سے (ان کی) مدد کی تو ان تینوں نے (مل کر ان سے) کہا کہ ہم تمہارے پاس خدا کے بھیجے ہوئے (آئے) ہیں وہ لگے کہنے کہ تم تو بس ہماری طرح کے آدمی ہو اور (خدائے) رحمٰن نے نہ تو کوئی چیز (از قسم کتاب وغیرہ کبھی) اتاری نہیں تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو (پیغمبروں نے) کہا۔ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ

شک (اُسی کے) بھیجے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں اور ہمارا کام تو (حکم خدا کا صاف) صاف پہونچا دینا ہے اور بس۔ وہ لگے کہنے کہ ہمنے تو تمکو (بڑا ہی) منحوس پایا۔ (کہ تمہارے آتے ہی مبتلائے قحط وغیرہ ہوگئے) اگر تم (اپنے وعظ ونصیحت سے) باز نہ آؤگے تو ہم تمکو ضرور سنگسار کر دینگے۔ اور ضرور تمکو ہم سے (بڑی) سخت تکلیف پہونچے گی (پیغمبروں نے) کہا کہ (یہ تو) تمہاری (ہی) شامت (اعمال ہے کہیں بھی ہو) تمہارے ساتھ ہے کیا تم کو سمجھایا گیا (تم لگے) اُلٹا ہم کو ناحق (طعن دینے) نہیں) بلکہ تم (خود اس قسم کے) لوگ ہو جو (حدّ عبودیّت) سے بڑھ گئے ہو۔ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا (اور آکر) لگا کہنے کہ بھائیو! (ان) رسولوں کے کہے پر چلو جو تمسے (کچھ) معاوضہ (بھی) طلب نہیں کرتے اور خود راہ راست پر بھی ہیں۔

شوّال قمری سال کے دسویں مہینے کا نام ہے۔ جو نہایت متبرک مہینہ ہے۔ اسکو شہر الفطر بھی کہتے ہیں۔ عید الفطر کا دن بھی اس میں واقع ہے۔

جب مسلمان عید کے واسطے جمع ہوتے ہیں تو خداوند تعالےٰ اپنے فرشتوں کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اے گروہ ملائکہ میرے بندوں نے میرا فرض ادا کیا اور آج وہ سب جمع ہو کر دعا کے لئے آواز بلند کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی عزّت وجلال اور کرم وبلندی مرتبہ کی قسم ہے کہ میں انکی دعا قبول کرونگا۔ پھر اپنے بندوں کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔

جو شخص عید الفطر کے بعد متصل خواہ متفرق شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھے ایک سال کے روزوں کا ثواب پاوے۔ عید الفطر کے احکام کے لئے دیکھو (عید الفطر عیدین)

شواہد الحق موجودات کے حقائق کا نام ہے کیونکہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کے وجود پر شاہد ہیں۔ (نخ)۔

شوریٰ مشورہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (س۔ شوریٰ ع ۴) اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور انکے جتنے کام ہیں آپسکے مشورے سے ہوتے ہیں۔ اور ہمنے جو انکو دے رکھا ہے اسمیں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

شہادت گواہی۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ "دو مرد دو نکو گواہ کر لیا کرو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں" (س۔ بقرہ ع ۳۹) قرآن مجید میں سچی گواہی کو چھپانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط (س۔ بقر۔ ع ۳۹) اور گواہی نہ چھپاؤ۔ اور جو اسکو چھپائیگا تو وہ دل کا کھوٹا ہے۔

سورۂ نساء کے بیسویں رکوع میں حکم ہے "خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے یا ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی (کیوں نہ ہو) ہو"۔

سورۂ فرقان میں جھوٹی گواہی دینے سے ممانعت کی گئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمکو بہترین گواہ کی خبر نہ دوں۔ (یہ) وہ شخص ہے جو گواہی کی بابت دریافت کئے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کر دے"۔

شہادت فرض ہے اسکا ادا کرنا شاہدوں کے لئے لازم ہے۔ مگر قصاص اور حدود کی شہادت میں شاہد کو اختیار ہے کہ چھپائے یا ظاہر کرے۔ ہاں چوری کی شہادت واجب ہے۔ اور اس میں یوں کہے کہ اس نے مال لیا تھا۔ یوں نہ کہے کہ اس نے مال چرایا تھا۔ زنا کی شہادت

ہیں چار شاہد ضروری ہوتے ہیں۔ عورت کی شہادت زنا کے متعلق قبول نہیں ہوتی۔ باقی حقوق میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کیجاتی ہے خواہ حق مال ہو یا غیر مال ہو۔ جیسے نکاح۔ طلاق۔ وصیت۔ وکالۃ۔ عتاق۔ اور ولادت۔ اور بکارت اور عورتوں کے اُن عیوب کے متعلق جن پر مردوں کو اطلاع نہیں دیجاتی۔ صرف ایک عورت کی شہادت کافی ہے۔ ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں ہوتی (۱) نابینا (۲) مملوک (۳) وہ شخص جو اس سے پہلے زنا کی جھوٹی شہادت دینے پر سزا یافتہ ہو۔ اگرچہ وہ تائب ہی ہو چکا ہو (۴) باپ کی شہادت بیٹے اور پوتے کے حق میں اور بیٹے کی شہادت ماں باپ اور دادا نانا وغیرہ کے حق میں۔ اور زوجین میں سے ایک کی شہادت دوسرے کے حق میں قبول نہیں ہوتی۔ بھائی کے حق میں اور چچا کے حق میں قبول کی جاتی ہے (۵) شریک کی شہادت شریک کے حق میں درست نہیں (۶) مخنث اور (۷) نوحہ کرنے والی عورت۔ اور (۸) گانے والی عورت اور (۹) ہمیشہ شراب پینے والے۔ اور (۱۰) کبوتر باز۔ مرغ باز و بٹیر باز۔ اور (۱۱) ایسا گناہ کبیرہ کرنے والے جس پر حد لازم ہو۔ اور (۱۲) حمام میں ننگا جانے والے۔ اور (۱۳) سود خوار۔ اور (۱۴) پاسہ اور شطرنج وغیرہ کھیلنے والے اور (۱۵) وہ شخص جو کوئی اور مکروہ و ناپسند کام کرتا ہو مثلاً راہ چلتا کچھ کھائے یا سرِ عام پیشاب کے لئے بیٹھ جائے اور (۱۶) بزرگان سلف کو بر ملا گالیاں دینے والے کی شہادت منظور نہیں کیجاتی۔ غیر مختون خصی خنثیٰ اور ولد الزنا کی شہادت قبول کی جاتی ہے۔

اگر قاضی کے فیصلے سے پیشتر شاہد اپنی شہادت واپس لے لیں تو انکی شہادت ساقط ہو جائے گی۔ اگر قاضی کے فیصلے کے بعد وہ اپنی شہادت سے پھر جائیں تو فیصلہ فسخ نہ ہوگا۔ اگر کسی مال کے متعلق فیصلہ ہو چکنے کے بعد شاہد پھر جائیں تو اس شخص کے لئے مال کے ذمہ دار ہوں گے جسکے خلاف شہادت دی گئی تھی۔ (قد)

شہادت کا لفظ شہید ہو جانے کے معنے میں بھی آتا ہے۔ دیکھو (شہید)۔

شہر مہینہ۔ جمع اسکی شہور اور اشہر آتی ہے اہل اسلام کے ہاں مہینے بارہ ہیں جن میں سے چار مہینے اشہر حرم یعنی ادب و امن عام کے مہینے کہلاتے ہیں جن میں جنگ منع ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ط (س۔ توبہ۔ ع ۵) جس دن خدا نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں (تب ہی سے) خدا کے یہاں مہینوں کی گنتی کتاب اللہ (یعنے لوح محفوظ) میں بارہ (۱۲) مہینے لکھی چلی آتی ہے۔ جن میں سے چار مہینے ادب و امن عام کے ہیں۔ ادب اور امن عام کے چار مہینوں سے مراد ہیں۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب کے چار مہینے۔

عرب عاربہ نے اپنے قمری مہینوں کے نام ناتق۔ نفیل۔ طلیق۔ اسخ۔ انخ۔ حلک۔ کسح۔ زاہر۔ نوط۔ حرف۔ نعیش رکھے تھے۔ ناتق سے مراد محرم ہے اور نفیل سے مراد صفر اور علے ہذا القیاس۔ اسکے بعد عرب نے اپنے مہینوں کے وہ نام مقرر کئے جو اب مشہور ہیں۔ یعنی محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الآخر۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخرے۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ (رضا)

محرم کے لفظی معنے ہیں حرام کیا گیا۔ چونکہ ایام جاہلیت میں اس ماہ میں جنگ حرام تھا۔ اس لئے اسکا یہ نام رکھا گیا۔

صفر۔ یہ صفر سے ماخوذ ہے جسکے معنے خالی کے ہیں۔ چونکہ یہ مہینہ محرم کے بعد واقع ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے پہلے محرم میں جنگ

حرام تھی۔ اور عرب کے لوگ اس مہینے میں لڑائی کے لئے
جاتے اور گھروں کو خالی چھوڑ جاتے تھے۔ اسلئے اس
مہینہ کا نام صفر مقرر ہوا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس ماہ کا نام وضع کرتے وقت
موسم خزاں تھا جس میں کہ درختوں کے پتے زرد ہو جاتے
ہیں۔ اسلئے اسکا نام صفر رکھا گیا۔ اور اس صورت میں
یہ صفر سے ماخوذ ہوگا۔ جسکے معنے زردی کے ہیں (غ)

صاحب صناجۃ الطرب لکھتے ہیں کہ صفر میں اپنے
اپنے مکانوں کو زرد رنگ سے رنگیں کرتے تھے۔
کیونکہ اس مہینے سے لڑائی پر چلنے کا ارادہ کرتے تھے۔

ربیع الاول۔ چونکہ اس ماہ کا نام رکھتے وقت فصل
ربیع کا ابتدا تھا۔ اسلئے اس اسم سے مسمّیٰ ہوا۔

ربیع الآخر۔ خائے معجمہ کی زبر سے۔ ربیع الثانی۔
جیسا کہ عوام استعمال کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ
اکثر استعمال عرب کا ربیع الآخر میں ہے۔ اور بعض کہتے
ہیں کہ لفظ ثانی کا اطلاق اس جگہ ہوتا ہے جہاں آگے
ثالث بھی ہو۔ اس مہینے کا نام رکھتے وقت چونکہ موسم
بہار کا آخر تھا اسلئے ربیع الآخر نام ہوا۔

جمادی الاولیٰ۔ اسکا نام جو جمادی الاول زبانزد
خلائق ہے غلط ہے۔ کیونکہ جمادیٰ مؤنث ہے۔
اسلئے کہ الف مقصورہ اسکے آخر ہے لہٰذا اسکی وصف
بھی لفظ اولیٰ کے ساتھ جو مؤنث ہے اول کی چاہئے
تاکہ صفت و موصوف میں تذکیر و تانیث میں مطابقت
رہے۔ چونکہ تسمیہ شہور کے وقت یہ مہینہ ایسے موسم کی
ابتدا میں واقع ہوا جس میں پانی جم جاتے ہیں اسلئے
اسکا نام جمادی الاولیٰ مقرر ہوا۔

جمادی الاخریٰ۔ اہل عرب جمادی الاخریٰ یا جمادی
الآخرہ استعمال کرتے ہیں۔ اور جمادی ثانی جیسا کہ مشہور
ہے بہتر نہیں۔ چونکہ تسمیہ شہور کے وقت یہ مہینہ
اس موسم کے آخر میں واقع ہوا جس میں انجماد ہوتا تھا اسلئے
اس نام سے موسوم ہوا۔

رجب۔ بفتحتین۔ یہ ترجیب سے ماخوذ ہے جسکے معنے
تعظیم کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ کو عرب شہر اللہ کہتے تھے
اور تعظیم کرتے تھے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے
کہ رجب بہشت میں ایک نہر ہے۔ شہد سے میٹھی
اور برف سے سفید۔ جو شخص اس ماہ میں روزہ رکھیگا۔
قیامت کے دن اسے اس نہر سے پانی پلایا جائیگا۔

شعبان۔ چونکہ اس ماہ میں خیر کثیر منشعب ہوتی
(یعنی پھیلتی) ہے اور عالم کے تمام امورات مقدرہ علٰحدہ
علٰحدہ ہوتے ہیں۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

رمضان۔ بفتحات ثلاثہ۔ رمض سے مشتق ہے
جسکے معنے جلانے کے ہیں۔ چونکہ یہ مہینہ بھی گناہوں کو
جلا دیتا ہے اسلئے اس اسم سے موسوم ہوا (غ)

رمضان رمضاء سے مشتق ہے۔ جلتی ہوئی زمین
کو کہتے ہیں۔ اس مہینے میں گرمی شدت سے پڑتی تھی
اسلئے یہ نام ہوا۔ ایک اسلامی عالم نے لکھا ہے۔
کہ ماہ رمضان کو فقط رمضان کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ
حدیث میں آیا ہے کہ ماہ رمضان کو فقط رمضان نہ کہو
کیونکہ یہ خدا تعالے کا نام ہے بلکہ کہو شہر رمضان
یعنے خدا کا مہینا۔ (صنا)

شوال۔ شول سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں برافراشتہ
ہونا۔ چونکہ عرب اس ماہ میں سیر و شکار کرتے تھے۔ اور
گھروں سے باہر چلے جاتے تھے اسلئے اس نام سے
موسوم ہوا۔ (غ)

شوال شول سے مشتق ہے جسکے معنے اونٹ کے
دم اُٹھانے کے ہیں۔ اس مہینے میں اونٹوں کی شہوت
زیادہ ہو جاتی تھی (صنا)

ذلقعدہ۔ چونکہ یہ مہینہ منجملہ شہور حرام کے ہے
اسلئے عرب اس ماہ میں محاربہ و مقاتلہ سے قعود کرتے تھے

بیٹھ رہتے تھے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

ذیحجہ۔ چونکہ اس ماہ میں حج ہوتا ہے اسلئے ذیحجہ نام ہوا۔ (دغ)

شہنشاہ بادشاہ عظیم الشان۔ یہ شاہان شاہ کا مخفف ہے۔ (دغ)

اس نام سے کسیکو پکارنے کی نہی وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اسمار سے اقبح و افحش قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مالک الاملاک یعنی شہنشاہ کا نام ہے (دغ)

یہ اسلئے ہے کہ در اصل اسکا مصداق سوائے خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہی مالک الملوک اور احکم الحاکمین ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کی بادشاہی تمام زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔

شہید (ا)، حاضر۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے شہود سے مشتق ہے یا شہادت ہے۔ اگر شہود سے ہے تو اسکے معنے ہیں حاضر و مطلع۔ کیونکہ شہود کے لغوی معنے حاضر ہونے کے ہیں۔ اور شہادت سے ہے۔ تو معنے ہیں گواہی دینے والے کے۔ کیونکہ شہادت کہتے ہیں گواہی دینے کو خدا کو شہید پہلے معنے کر اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر و باطن اور غیب و شہادت پر مطلع ہے اور دوسرے معنے کر اسلئے کہ قیامت کے روز بندوں کے اعمال و احوال کی گواہی دیگا۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (س۔ المائدہ ع ۱۶) اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

جہاد میں جو آدمی مارا جائے اُسے بھی شہید کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں شہیدوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (س۔ بقرہ ع) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو مردہ نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں۔ مگر (انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھ سکتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کے جسموں سے لوہا (یعنی ہتھیار) اور چمڑے (کے ساز و سامان) اُتار لئے جائیں اور انکو اُنہی کے خونوں اور کپڑوں میں دفن کردیا جائے (ابو دا ابن)۔

عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا (اتفاقاً چلتے چلتے) اونٹنی پر سے گرا اور گردن ٹوٹ کر مرگیا۔ اور یہ شخص (حج یا عمرے کا) احرام باندھے ہوئے تھا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اس پانی سے نہلاؤ جس میں بیری کے پتے ڈالے گئے ہوں اور اسکے دو کپڑوں میں اسے دفنا دو۔ اور اسے خوشبو نہ ملو نہ اسکے سر کو ڈھانکو کیونکہ یہ قیامت کے روز لبیک کہتا ہوا اُٹھایا جائیگا۔ (صح)۔

یہ ان شہیدوں کا ذکر ہے جو جہاد میں شہید ہوئے ہوں۔ مگر ان کے علاوہ اور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مرگئے ہوں یا جلکر یا دب کر یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اور طریق سے انہیں غسل دینا۔ نئے کپڑوں میں کفنانا نماز پڑھنا سب کچھ چاہیئے۔

شیبانی ابو عمر اسحٰق بن مرار کو کہتے ہیں۔ جو نحو اور لغت میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن سکیت کے اُستاد تھے۔ ۲۱۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ (دکن)۔

شیبانیہ ایک اسلامی فرقے کا نام ہے جو شیبان بن سلمہ کیطرف منسوب ہے۔ ان کا

اعتقاد ہے کہ آدمی اپنے کاموں میں مجبور ہے (تع)

شیث یہ نام سریانی ہے۔ اسکے معنے ہیں ہبۃ اللہ اور بعض کہتے ہیں کہ عجمی ہے۔ کتب بنی اسرائیل میں بدلہ کے معنے میں آیا ہے۔ یعنی بدل ہابیل انکی ولادت قتل ہابیل کے پانچ برس بعد واقع ہوئی جبکہ عمر حضرت آدم علیہ السلام کی دوسو تیس برس کی تھی۔

ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیث اولاد آدم علیہ السلام میں سے اجود و احسن تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور بر خلاف اور اولاد کے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ انساب بنی آدم بعد طوفان انہیں پر منتہی ہوتے ہیں پچاس صحیفے انپر نازل ہوئے۔ پہلے پہل عبرانی زبان میں انہوں نے ہی کلام کیا۔ انپر جو صحیفے نازل ہوئے تھے ان میں علوم حکمت اور ہندسہ اور حساب اور موسیقی ریاضی اور علم الٰہی وغیرہ تھے۔ اسلئے حکمائے یونان انکو اوریا اول کہتے ہیں۔

زین القصص میں لکھا ہے کہ حضرت شیث کو اللہ نے مال بہت دیا تھا۔ اور وہ اس سے تجارت کیا کرتے تھے۔ اور اکثر مال اپنے اقارب پر بعد اسکے یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر صرف کرتے تھے۔ بعض اہل تحقیق نے شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مریض بمرض موت ہوئے۔ تو انکو میوہ جنت کی آرزو ہوئی۔ حضرت جبرئیل جنت کے میوے ایک طبق میں رکھکر لائے۔ اور وہ طبق ایک حور کے سر پر تھا۔ حضرت آدم نے میوے کھا کے دعا کی کہ یا الٰہی یہ حور شیث کے نکاح میں رہے۔ اللہ نے انکی دعا قبول کی اور وہ حور اُنکے نکاح میں آئی۔ عمر انکی ۹۱۳ برس کی ہوئی ہے (کذا فی اخبار الاول)

اور بقول حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی وقت وفات ۱۲۴۲ برس ہبوط آدم سے گذرے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے والد کی قبر میں مدفون ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قریہ سر عین اعمال بعلبک میں مدفون ہیں وہاں لوگ انکی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں (تفر)۔

شیخ (ل) بوڑھا۔ جمع اسکی شیوخ اور اشیاخ آتی ہے بعض کہتے ہیں کہ شیخ پچاس برس سے اوپر کی عمر والے کو کہتے ہیں اور بعض اکسٹھ برس سے زیادہ عمر والے کو کہتے ہیں۔ شیخ فانی اُسے کہتے ہیں جو ہر روز ضعیف ہوتا چلا جائے۔ (ص۔ ف) میں شیخین امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کو کہتے ہیں۔ اہل حدیث شیخ اسے کہتے ہیں جس سے حدیث روایت کیجائے۔ اور شیخین انکی اصطلاح میں بخاری و مسلم کو کہتے ہیں۔ اہل تصوف کے نزدیک شیخ اُس شخص کو کہتے ہیں جو نظر باطن کی قوت سے دنیا وغیرہ کا زنگار مرید کے دل سے دور کردے (ک)

استاد۔ امام فن۔ سردار قوم اور نو مسلم کو بھی شیخ کہتے ہیں۔

اصطلاحاً شیخ درویش کامل و مکمل کو بھی بولا جاتا ہے۔ بعض نے اسکی تعریف یوں کی ہے ھو من یحیی العظام الرمیمہ۔ شیخ وہ کہلا سکتا ہے جو خدا کے حکم سے مردہ ہڈیوں کو جلا سکے۔

شیخ الاسلام ٹرکی۔ قاہرہ۔ دمشق وغیرہ اسلامی شہروں کے بڑے قاضی یا مولوی کا لقب ہوتا ہے جو شعائر دین کا محافظ اور مذہبی احکام نافذ کرنیوالا ہوتا ہے۔ دینی حیثیت سے اسکا حکم خلیفہ وقت سے بھی بڑھکر ہوتا ہے۔

شیعہ تعریف وہ جماعت اور گروہ جو کسی امر پہ علیحدہ جمع ہو۔ ہکذا فی المؤید۔

اور منتخب میں بمعنے اتباع و انصار لکھا ہے (غ)

اہل اسلام کے بڑے بڑے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا دعوے ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نص جلی یا خفی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں۔ انکا اعتقاد ہے کہ خاص ان کے لئے اور انکی اولاد کے لئے امامت کا حق ہے جو زائل نہیں ہو سکتا۔ اگر امامت انکے قبضہ سے نکلی ہے تو ظلم و غصب سے نکلی ہے۔ یا خود حضرت علی نے یا انکی اولاد نے اسکے متعلق تقیہ کے طور پر خاموشی اختیار کی ہے۔

مختلف فرقے

ان کے بائیس (۲۲) فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ بڑے فرقے تین ہیں۔

(۱) غلاۃ (۲) زیدیہ (۳) امامیہ۔ غلاۃ کی اٹھارہ (۱۸) شاخیں ہیں۔ سبائیہ۔ کاملیہ۔ بنانیہ۔ مغیریہ۔ جناحیہ۔ منصوریہ۔ خطابیہ۔ غرابیہ۔ ذمیہ۔ ہشامیہ۔ زراریہ۔ یونسیہ۔ شیطانیہ۔ رزامیہ۔ مفوضیہ۔ برائیہ۔ نصریہ۔ اسماعیلیہ۔

زیدیہ کی تین شاخیں ہیں۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ تبریہ۔ (کذا فی شرح مواقف) (ک)

فرقۂ شیعہ کا آغاز

فرقہ شیعہ کی بنیاد اسطرح پڑی۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو منصب خلافت کا مسئلہ پیش ہوا۔ انصار نے یہ بات تجویز کی کہ دو امام انتخاب کئے جائیں۔ ایک ہم میں سے دوسرا مہاجرین میں سے۔ اور اپنی طرف سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے انکے مجمع میں پہونچکر کہا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی امام قریش میں سے مقرر ہوں گے۔ انصار نے یہ بات قبول کی اور کہا کہ تو پھر کسکو خلیفہ مقرر کرنا چاہیئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم سب سے افضل ابو بکر کو جانتے ہیں غرض۔ اول بشیر بن سعد انصاری۔ پھر حضرت عمر نے۔ پھر ابو عبیدہ بن جراح نے اور پھر سعد بن عبادہ نے ان کی بیعت کر لی۔ اور ان کے بعد اور صحابہ نے بیعت کی۔ اور سب لوگوں کا انکی بیعت و خلافت پر اتفاق ہو گیا۔ یہ معاملہ بیعت بنو ساعدہ کے سقیفہ یعنی چبوترہ پر

ہوا تھا۔ پھر جب مسجد میں آئے تو لوگ ہر طرف سے دوڑ کر آئے اور بیعت کرنے لگے۔ لیکن بنو ہاشم دیر تک رکے رہے۔ اور حضرت علی۔ عباس۔ طلحہ۔ زبیر۔ مقداد بن عمر۔ عتبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعید بن عاص۔ سلمان فارسی۔ ابو ذر۔ عمار بن یاسر۔ براء ابن عازب اور ابی ابن کعب نے بیعت نہ کی۔ حضرت علی بیعت کے وقت سقیفہ میں موجود نہ تھے۔ کیونکہ وہ پیغمبر خدا کی تکفین و تجہیز کا اہتمام کر رہے تھے۔ پھر ان سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور حضرت علیؓ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ بعض کہتے ہیں تیسرے دن یا اسی دن یا دوسرے دن بیعت کی۔

صحیح یہ ہے کہ دو بار بیعت کی۔ ایک تو تیسرے دن کی اور پھر چھ مہینہ بعد دوسری مرتبہ کی جسکی وجہ یہ تھی کہ جب بی بی فاطمہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے ورثہ ملنے اور باغ فدک کے حق تملیک کا دعوے کیا اور حضرت ابو بکر نے اس دلیل مشہور کی بنا پر اُنکے دعوے کو رد کر دیا کہ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ یعنی ہم انبیاء لوگ ہیں ہمارے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اور فریقین میں اسبات پر کسیقدر بحث ہوئی۔ تو لوگوں نے غلطی سے سمجھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی کے مابین شکر رنجی ہے۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنیکے لئے حضرت علی نے چھ ماہ بعد بیعت کی تجدید کی۔

حضرت ابو بکر صدیق کے بعد شاید خلافت کے متعلق بنو ہاشم کا دعوے از سر نو پیش ہوتا لیکن انہوں نے اپنی بیماری ہی کی حالت میں حضرت عمرؓ کی خلافت پر باضابطہ تنصیص کر دی۔ اسلئے بنو ہاشم کو موقع نہ ملا۔

حضرت عمر نے اپنی شہادت کے قریب چھ شخصوں کو چنا۔ جنکی حاکمانہ لیاقتیں انکے نزدیک

ایسا مساوی درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حقمیں ترجیح کا فیصلہ نہ کر سکتے تھے اور وہ یہ تھے۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ زبیر۔ طلحہ۔ سعد۔ عبدالرحمن بن عوف۔ گو حضرت عباس نے حضرت علی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی خلافت کو بحث و اتفاق پر موقوف نہ رکھیں بلکہ بلا کسیکی اعانت کے اپنے استحقاق کا فیصلہ کر لیں۔ مگر جناب امیر کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنیکی اجازت نہ دی۔ اور عبدالرحمن بن عوف خلیفہ انتخاب کرنے پر مقرر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور ابوبکر اور عمر کے طریقہ پر۔ حضرت علی نے کہا کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ اور میرے اجتہاد و رائے پر۔ عبدالرحمن نے انکو چھوڑ کر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑا۔ اور وہی فقرہ دُہرایا۔ تو انہوں نے اسکو انہی لفظوں میں قبول کر لیا۔ پھر سب صحابہ نے ان سے بیعت کر لی۔ حضرت علی نے کہا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک قبیلہ کی دو شاخیں تھیں جنکا سلسلہ نسب بہت قریب کی پشت میں ملتا ہے۔ ان دونوں کنبوں میں پہلے سے شریکانہ مناقشت چلی آتی تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تو نہ بنو ہاشم سے نسبی تعلق رکھتے تھے اور نہ بنو امیہ سے۔ اسلئے انکے عہد خلافت میں ایسے امور پیدا نہ ہو سکے جن سے ان دونوں خاندانوں کی کشمکش بڑھتی۔ مگر حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے پر جو خاندان بنو امیہ میں سے تھے۔ خلافت کے تاریخی سلسلہ کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ کیونکہ بنو ہاشم کی ناکامی کے بعد بنو امیہ میں منصب خلافت کا چلا جانا ان حوادث کا داعی تھا جو آئندہ چلکر وقوع پذیر ہوئے۔ اور اسیطرح یہ ہوا کہ عنقریب عثمانؓ نے بخیال قرابت پروری و صلہ رحمی اپنے خاندان کے لوگوں کو ملکی عہدوں پر مقرر کرنے میں بہت بے طرح رعایت سے کام لینا شروع کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ انکے مخالف ہو گئے اور اسکا انجام حضرت عثمان کی شہادت تک پہونچا۔

اس کے بعد حضرت علی کی خلافت کا وقت آیا۔ اور یہ وہ وقت تھا جبکہ فتنہ و فساد کا مادہ جو مدتوں سے جمع ہو رہا تھا پھوٹ نکلا۔ اور مسلمانوں کی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر باہم ٹکرانے پر آمادہ ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کا قتل ان لوگوں کے ہاتھوں سے وقوع پذیر ہوا جو اپنے زعم کے موافق یہ شکایت رکھتے تھے کہ عثمانؓ نے بنو امیہ کی طرفداری میں ہم کو نقصان پہونچایا ہے اور پہونچا رہے ہیں۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ قاتلوں کا یہ فعل شدید بد ترین جرم تھا جنکو سزا دینا خلیفہ وقت کا فرض تھا۔ حضرت علی انکو سزا دیتے اور ضرور دیتے اگر چند موانع نہ ہوتے۔ جن میں سے ایک یہ مانع تھا کہ قاتلوں کا صحیح پتہ نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ یہ واقعہ قتل ایک بلوہ کی صورت رکھتا تھا۔ ان موانع کے باعث حضرت علی کا قصاص میں توقف کرنا تھا کہ بعض صحابہ نے غلط فہمی سے حضرت علی کو مورد الزام کیا۔ اور کھلم کھلا انکی مخالفت شروع کر دی۔ جن میں زبیرؓ، طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ بھی شامل ہیں۔ اور بہت سے لوگ صرف نسبی رقابت اور عصبیت سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ جن میں اکثر بنو امیہ اور ان کے رفقاء شامل ہیں۔ غرض یہ دو طاقتیں حضرت علی کے مقابلہ میں آمادہ پیکار ہو گئیں۔

پہلا فریق حضرت زبیرؓ حضرت طلحہ اور حضرت عائشہؓ کا تھا۔ جنہوں نے کسی ہوائے نفسانی سے نہیں بلکہ خالص نیت سے حضرت عثمان کے خون کا دعویٰ کیا۔ اور یہ انکی اجتہادی خطا تھی جو پھر بھی خلوص نیت پر مبنی ہونے کے باعث اجر سے خالی نہیں ہوتی۔ ایک بہت بڑی جمعیت انکے ہمراہ ہو گئی اور ان لوگوں نے

مکہ سے نکلکر بصرہ کا رخ کیا۔ حضرت علی نے ضروری سمجھا۔ کہ رعب خلافت کو قایم رکھنے کے لئے اس مخالفانہ اجتماع کو منتشر کیا جائے۔ اسلئے انہوں نے فوجی جمعیت لیکر ان کو جا روکا۔ فریقین میں جنگ ہونے لگی۔ طلحہ اور زبیر قتل ہوئے اور ان کی جماعت کو شکست ملی۔ یہ لڑائی "یوم الجمل" (اونٹ کا دن) کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اس روز حضرت عائشہ کے اونٹ کو جسکا نام عسکر تھا۔ اور جس پر ام المؤمنین سوار تھیں مخالف فوج نے مار ڈالا تھا۔ مگر خدا کے حکم سے حضرت عائشہ کا ستر قائم رہا۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت عائشہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ عمر بھر متاسف رہیں۔ اور جب کبھی انکو جنگ جمل کا واقعہ یاد آتا تو اسقدر روتیں کہ انکی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

ایک مخالف طاقت کو پست کر چکنے کے بعد اب حضرت علی کے سامنے بنی امیہ کی طاقت باقی رہ گئی جو بظاہر حضرت عثمانؓ کے خون کا دعوے کرتی تھی۔ اور ان کے قاتلوں سے قصاص نہ لیے جانے کے باعث خلیفہ وقت یعنی حضرت علی کی مخالف ہو گئی تھی اس طاقت کے رکن اعظم امیر معاویہؓ حاکم شام تھے جو حضرت عثمان کے بہت قریبی رشتہ دار تھے اور ان کے عہد میں اپنے دائرہ حکومت میں قریباً خود مختارانہ اقتدار رکھتے تھے۔ ابھی دعوئے خون کے پیش ہونے یا اسکے رد و قبول ہونے کا وقت بھی نہیں آیا تھا کہ حضرت علی نے اپنے مجوزہ انتظام جدید کے مطابق امیر معاویہ اور دیگر حکام بنی امیہ کو معزول کر دینا چاہا۔ مگر جلیل القدر اور اہل الرائے صحابہ نے مشورہ دیا کہ یہ تجویز مناسب نہیں۔ ابھی شہادت عثمانؓ کا واقعہ تازہ ہے۔ مبادا بنو امیہ کو دعوئے خون کے بہانہ سے فساد عام برپا کر دینے کا موقع مل جائے۔ اور آپ کی نو قائم شدہ خلافت کا پاؤں اکھڑ جائے۔ آپ بالفعل انکو انکی حالت پر رہنے دیں۔ بنو امیہ ایک دنیا طلب قوم ہے انکو انکے منصوبوں پر قایم رہنے دیا گیا تو وہ کسی قسم کا دعوے نہیں کرینگے۔ پھر جب آپ کی خلافت مستحکم ہو جائے گی تو جسکو چاہیں معزول کر سکتے ہیں اور جسکو چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ دیگر صحابہ کے علاوہ خصوصاً حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علی کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے بڑا زور لگایا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور امیر معاویہ کی طرف معزولی کا حکم بھیج ہی دیا۔

اس حکم کا پہنچنا تھا کہ اہل شام میں حضرت علیؓ کے خلاف غصے کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر شخص حضرت عثمان کے خون کے واسطے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں طرف سے فوجی تیاریاں ہونے لگیں اور آخر مقام صفین پر مقابلہ ہوا۔ حضرت علی کے دلیرانہ حملوں سے سپاہ شام کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اہل شام کو شکست فاش ملے۔ مگر انہوں نے یہ چالاکی کی کہ قرآن مجید کو نیزوں سے باندھکر بلند کیا۔ اور کہا یہ کلام اللہ ہمارے تمہارے درمیان ہے۔ یعنے جنگ موقوف ہونی چاہیے۔ قرآن جو کچھ فیصلہ کرے وہ منظور ہونا چاہیے یہ دیکھتے ہی حضرت علیؓ کی فوج کا ایک بڑا حصہ جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ حضرت علی نے ہر چند کہا کہ یہ ان لوگوں کی چالاکی ہے۔ تم اپنے حق پر برابر لڑے جاؤ۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ بلکہ حضرت علی سے کہا۔ اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو تو فیصلہ قرآن پر رکھو۔ ورنہ ہم تم کو دشمنوں کے حوالہ کر دینگے۔ حضرت علی نے جب دیکھا کہ معاملہ دگر گوں ہو رہا ہے تو ناچار جنگ کو موقوف رکھا۔ حضرت علی کی فوج میں سے جنگ موقوف رکھنے پر جن لوگوں نے زور دیا تھا انہوں نے امیر معاویہ کے کہنے پر یہ بات حضرت علی سے منوائی کہ اس جھگڑے کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق طے کیا جائے۔ جسکی یہ صورت ہے کہ ایک منصف ہماری طرف سے اور دوسرا اہل شام کیطرف سے مقرر ہو

وہ دونوں باہم غور و بحث کرکے فیصلہ کریں کہ حضرت علی اور امیر معاویہ میں سے کون خلافت کا حقدار ہے اہل شام کیطرف سے عمرابن العاصؓ منصف قرار پائے جو بڑے ہوشیار اور داؤ گھات سے واقف تھے۔

حضرت علی اپنی طرف سے منصف عبداللہ ابن عباس کو مقرر کرنا چاہتے تھے جو ہوشیاری میں ابن العاص کا پورا جواب تھے۔ مگر اسی شریر گروہ نے پھر شور مچایا کہ نہیں۔ ہماری طرف سے منصف ابو موسیٰ اشعری ہونے چاہئیں۔ ابو موسیٰ اشعری ایک سیدھے سادے اور راستباز آدمی تھے جو ابن العاص کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس شریر گروہ کا کہنا مجبوراً ماننا پڑا۔ ادھر تو اس شریر گروہ نے صورت معاملہ کو یہاں تک پہونچا دیا ادھر تھوڑے دنوں بعد یہ لوگ پھر بگڑ کھڑے ہوئے کہ خدائی معاملات میں آدمیوں کو منصف بنانا چہ معنے جو ان معاملات میں تو منصف اللہ ہو سکتا ہے یا اللہ کا کلام ہو سکتا ہے اس وسوسہ کی بنا پر وہ کم بخت حضرت علی کو (معاذ اللہ) کافر قرار دینے لگے۔ کہ انہوں نے اللہ کے معاملہ میں آدمیوں کی منصفی منظور کرلی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کی فوج سے خارج ہو کر ایک علحدہ مقام میں ڈیرے ڈال لئے اسلئے انکا نام خارجی قرار پایا۔

ادھر منصفوں کی بحث کا نتیجہ وہی ہوا جس کا احتمال تھا۔ یعنے انہوں نے اپنی مخفی گفت و شنید میں تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ دونوں مدعیان خلافت کو معزول کر دیا جائے۔ اور کسی تیسرے کو خلیفہ بنایا جائے تاکہ کوئی موجب نزاع باقی نہ رہے۔ مگر فیصلہ سنانے میں اور ہی گل کھلا۔ یعنے پہلے ابو موسیٰ نے کھڑے ہو کر کہا۔ مسلمانو! میں نے اپنے فریق یعنے حضرت علی کو خلافت کے منصب سے معزول کیا۔ اب تم جسکو چاہو خلیفہ بنالو۔ پھر عمر ابن العاص نے کھڑے ہو کر کہا۔ ابو موسیٰ نے اپنے فریق کو معزول کر دیا ہے میں اپنے فریق یعنے معاویہ کو خلیفہ بناتا ہوں۔ یہ سنکر ابو موسیٰ چلائے کہ۔ اے عمر تم نے مجھ سے فریب کیا ہے اسکے جواب میں عمر نے بھی درشتگوئی اختیار کی اور دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

شیعہ سب سے پہلے کن لوگوں کا لقب تھا

حضرت علی کی خلافت کے جھگڑے بڑے لمبے ہیں جنکا خاتمہ آخر ماہ رمضان ۴۰ھ کو ان کی شہادت پر ہوا۔ مگر مذکورہ تمہید ہمارے مقصود کے لئے کافی ہے۔

اب واضح ہو کہ حضرت علی کے زمانہ میں لوگوں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ جو ہوائے نفسانی سے یا محض اجتہادی خطا سے جو خلوص نیت سے خالی نہ تھی حضرت علی کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے دوسرا وہ گروہ جو حضرت علی کو اس زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل جانتا تھا۔ اور جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ اہل خوارج میں انکے زیر علم تھا۔ اور انکی خلافت کو قائم کرنے کے لئے اپنی جان لڑاتا تھا۔ جب خارجی لوگ حضرت کو (معاذ اللہ) کافر کہکر ان کو بدنام کرنے لگے تو یہ گروہ ان احادیث کو لوگوں کے سامنے کثرت سے بیان کرتا تھا جن میں حضرت علی کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اس گروہ کا لقب اسوقت شیعہ علی مشہور ہو گیا۔ شیعہ کے معنے جماعت کے ہیں۔ یعنے وہ جماعت جو حضرت علی کی طرفدار ہے اور انکو مستحق خلافت اور اس زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل سمجھتی ہے۔ انہی لوگوں کو شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین بھی کہتے ہیں۔

شیعہ اولی کا عقیدہ یہ تھا کہ جناب امیر اپنے عہد میں امام برحق ہیں۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ انہی کا منصب ہے۔ تمام مسلمانوں پر انکی اطاعت فرض ہے۔ وہ اپنے وقت کے تمام آدمیوں سے افضل ہیں۔ شیعہ اولی حضرت معاویہ اور ان کے لشکر کو باغی و خطا دار جانتے تھے۔ مگر طلحہ اور زبیر کو برا نہیں

سمجھتے تھے۔ اسلئے کہ انہوں نے جناب امیر سے جو تنازع کیا تھا وہ اسلئے نہیں کیا تھا کہ وہ انکو مستحق خلافت نہیں جانتے تھے۔ بلکہ قاتلان عثمانؓ کے دھمکانے سے وہ وہ مدینہ منورہ چلے گئے تھے اور قصاص کے مطالبہ میں جلدی کرنے لگے۔ وہ صرف اس شبہ میں مبتلا تھے کہ حضرت علی رضؓ قصاص لینے پر قادر ہیں۔ مگر نہیں لیتے بلکہ منع کرتے ہیں حالانکہ انکا قصاص لینا حق ہے۔ انہوں نے غلطی سے اتنا تامل نہیں کیا کہ حضرت علی کی مرضی معلوم ہو جاتی۔ اسی وجہ سے انکی طرف سے مخالفت ظاہر ہوئی ورنہ وہ دونوں جناب امیر کو تمام اہل عصر سے افضل جانتے تھے اور ان کے فضائل بیان کرتے تھے۔ آخر کار انہوں نے جناب امیر سے مصالحت کر کے انکی اطاعت منظور کرلی تھی۔ مگر بعض فتنہ پردازوں نے دونوں فوجوں میں جنگ شروع کرادی جس پر حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور باقی سب حق پرست لوگ حیران رہ گئے مگر جنگ نہ رکی۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ زبیر اور طلحہ قتل ہو گئے۔ حضرت علی ان دونوں کو اچھا جانتے تھے اور اس مخالفت کو انکی خطائے اجتہادی پر محمل کرتے تھے۔ شیعہ اولی حضرت علی کے ان اقوال و الفاظ کو جو خلفاء و صحابہ کی مدح میں صادر ہوئے ہیں ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ تقیہ اور ریاکاری پر مبنی نہیں سمجھتے انکا عقیدہ ہے کہ شرع محمدی کے جو احکام صحابہ کے ذریعہ سے ان پر ثابت ہوئے انکو قبول کیا اور ان پر عملدرآمد رکھا۔ ان لوگوں نے ابن سبا وغیرہ کی باتوں کو نہیں مانا اور سارے صحابہ کا ادب کرتے رہے۔

دو تین برس کے بعد اس جماعت میں سے بعض لوگ ایسے پیدا ہوگئے جو درجۂ اعتدال سے نکلنے لگے انکا عقیدہ تھا کہ حضرت علی تمام اصحاب سے افضل ہیں۔ باقی تمام عقائد شیعہ اولی کے مطابق تھے اس گروہ کا لقب شیعہ تفضیلیہ مشہور ہوا۔ ان لوگوں کا مذہب تھا کہ جناب امیر اور انکی اولاد احق بالخلافۃ ہیں۔ جب تک یہ حضرات کسی اور کو یہ منصب اپنی خوشی سے نہ دیں وہ اسکا مستحق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ خلیفہ برحق ہیں اور انکی خلافت درست ہے اسلئے کہ جناب امیر نے انکو اپنی خوشی سے خلیفہ کر دیا تھا یہ لوگ صحابہ کو برا نہیں جانتے نہ انکو غاصب و ظالم کہتے ہیں۔ اس گروہ میں سے مشہور اشخاص یہ ہیں:۔

ابوالاسود دوائلی واضع علم نحو۔ ابوسعید یحییٰ بن یعمر عدوانی تابعی کہ علم قراءت و تفسیر و نحو و لغات عرب میں بڑا ماہر تھا۔ سالم ابن حفصہ جو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ عبدالرزاق محدث۔ ابو یوسف یعقوب بن اسحاق معروف بہ ابن سکیت صاحب کتاب اصلاح المنطق۔

حضرت علی کے عہد میں ابن سبا نام ایک شخص پیدا ہوا۔ جس نے شیعہ کے خیالات کو بگاڑنا شروع کیا جب اسکی بدعت بہت پھیل گئی تو اسکی تلقین کے اثر سے دو گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک شیعہ تبرائیہ جن کو شیعہ سبیئہ بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ سارے صحابہ کو ظالم و غاصب (نعوذ باللہ) بلکہ منافق بتانے لگے۔ اور ام المومنین عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی جنگ و تنازعہ نے انکے وسوسہ کو اور بھی ترقی دی۔ یہ لوگ ابن سبا کے متوسط شاگرد تھے۔

دوسرا گروہ جو ابن سبا کے شاگردان رشید پر مشتمل تھا۔ غلاۃ شیعہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ جناب امیر کی الوہیت کے قائل ہیں۔ جب انپر اعتراض کیا گیا کہ جناب امیر میں بشریت کے اوصاف موجود ہیں تو ان میں سے بعض غلاۃ الوہیت کے قول کو چھوڑ کر اسبات کے قائل ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے جناب امیر میں حلول کیا ہے۔ جب جناب امیر کو یہ خبر پہونچی تو انکار فرمایا اور غلاۃ ایک جماعت کو آگ میں جلا دیا۔

جب تبرائیہ اور غلاۃ اور زیدیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے اپنا لقب شیعہ اختیار کیا اور حضرت علی کی محبت اور حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و ام المؤمنین عائشہ و دیگر صحابہ کے بغض میں بڑا مبالغہ شروع کیا اور اعمال و عقائد میں طرح طرح کے فساد اور بدعتیں جاری کر دیں تو شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ نے اشتراک فی الاسم سے بچنے کے لئے اپنا لقب اہل سنت والجماعۃ رکھ لیا۔ اسی واسطے اگلے وقتوں کی کتابوں میں ان لوگوں کے حق میں یہی شیعہ کا لقب استعمال ہوا ہے۔

شیعہ تبرائیہ کے نزدیک شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ شیعہ علی نہیں ہیں۔ کیونکہ انکے عقیدہ میں حضرت علی کی محبت صحابہ اور ازواج کو برا کہنے پر موقوف ہے اور ان کے نزدیک اسلام و ایمان میں فرق ہے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں اور باقی اہل اسلام کو مسلمان بولتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مومن وہ ہے جو شرائع کو اسکے حقائق و تاویل کے ساتھ جانتا ہو۔ اور مسلمان وہ ہے جو شرائع کو بغیر علم تاویل کے جانے۔

رافضی کا لقب | شیعہ کو روافض (جمع رافضی) بھی کہتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جب بدعوئے امامت خروج کیا تو ان کی فوج میں سے ایک گروہ نے کہا آپ ابوبکر اور عمر سے تبرا کریں۔ اُنہوں نے اس درخواست کو رد کیا اور فرمایا وہ دونوں میرے جد امجد محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں تو ان لوگوں نے انکی رائے کو رفض یعنے ترک کر دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ شیخین کی بیعت میں رافض (تارک) ہوئے صحابہ تھے۔

عقائد شیعہ | شیعوں کے نزدیک تمام صحابہ جنکی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے صرف پندرہ سولہ صحابیوں کے سوا باقی سب اہل بیت کے دشمن اور منافق تھے (معاذاللہ) خصوصاً حضرت ابوہریرہؓ کے یہ لوگ سخت دشمن ہیں کیونکہ اُنہوں نے شیخین کی فضیلت کے متعلق روایات کثرت سے بیان کی ہیں اور اہل شام کا ساتھ دیا ہے۔ اسلئے ان صحابہ کی روایات کو یہ لوگ قابل اعتبار نہیں سمجھتے مذکورہ پندرہ سولہ صحابیوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں جنکو شیعہ لوگ اچھا سمجھتے ہیں (۱) عباس بن عبد المطلب (۲) عبداللہ بن عباس (۳) محمد بن ابی بکر صدیق (۴) عمار بن یاسر (۵) سلمان فارسی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

شیعہ لوگ متعہ کو حلال سمجھتے ہیں جو عہد جاہلیت میں مروج تھا اور پھر اہلسنت والجماعت کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور شیعہ کے نزدیک اسکی اباحت برقرار رہی۔ اسکی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ کچھ مدت معین مثلاً ایک ماہ کیلئے خاص مہر پر نکاح کر لیتا ہے۔ اور اس مدت کا انقضا بغیر طلاق کے ہوتا ہے۔

انکا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ اجزاء اور بھی نازل ہوئے تھے۔ جو بعد میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ نے اپنے خلاف مطلب پاکر انکو تلف کر دیا اسلئے موجودہ قرآن غیر مکمل ہے۔ ان اجزاء میں اہل بیت کی محبت کی ترغیب اور انکی دشمنی کی ممانعت اور ان کے دشمنوں کے نام اور ان پر لعنت درج تھی۔ چہ خوش!

ان کا خیال ہے کہ جس شخص کے دل میں حضرت علی اور انکی اولاد کی محبت موجود ہے وہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اسکو عذاب نہیں ہوگا۔ انکے نزدیک امام یا خلیفہ کا معصوم یعنے گناہ سے پاک ہونا لازم ہے۔ اور جو شخص معصوم نہ ہو اسکو امام بنانا اور اسکی اقتدا کرنا جائز نہیں۔ یہ لوگ نماز میں سجدہ کرنیکے لئے ماتھے کے نیچے خاک کا ٹھیکرہ رکھتے ہیں۔ تاکہ سجدہ کرنے میں شیطان کی مخالفت ہو جس نے خاک پر سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

شیعوں کا سب سے بڑا اور ہمہ گیر مذہبی اصول تقیہ ہے جسکے معنے ہیں بچنا۔ شیعہ لوگ اپنی بدنامی یا کسی دوسرے نقصان سے بچنے کے لئے اپنے مذہبی عقائد و خیالات کو مخفی رکھنا اور اپنے ظاہری قول و فعل کو موقع کے مناسب بنالینا جائز سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا زبردست اور مضبوط حیلہ ہے جسکے آگے لاکھوں اعتراضات بیکار ہو جاتے ہیں۔

شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی سے لیکر تمام ائمہ نے تقیہ کیا ہے۔ حضرت علی کا غیر مستحقین کی خلافت پر چپ رہنا جنگ نہ کرنا ان کے فیصلوں کو منظور کر لینا۔ پھر آٹھ میں سے اکثر کا دعوے خلافت نہ کرنا یہ سب کچھ تقیہ پر مبنی تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ)۔

فقہ شیعہ مسائل فقہ میں شیعوں کے بہت سے مسائل اہلسنت کے مسئلوں کے خلاف ہیں۔ چنانچہ بعض مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قسم مسائل	حکم مذہب شیعہ	حکم مذہب اہل سنت
طہارات	تمام چہرے کا دھونا فرض نہیں	فرض ہے۔
	غسل جنابت کے ساتھ وضو کرنا حرام ہے	سنت ہے رسول اللہ سے ثابت ہے۔
	غسل نوروز سنت ہے۔	بدعت ہے۔ مجوس کی رسم ہے
	تیمم کے لیئے ایک مرتبہ ہاتھ مارنا کافی ہے	دو مرتبہ ہاتھ مارنا ضروری ہے۔
	موزہ یا ٹوپی یا ازار بند نجس ہو تو نماز جائز ہے	جائز نہیں۔ انکا پاک ہونا لازم ہے۔
	نفل نماز اور سجدہ تلاوت میں قبلہ کے سوا کسی اور سمت کو رُخ کرنا جائز ہے	قبلہ کو رخ کرنا لازم و فرض ہے۔
	خشک نجاست پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے	جائز نہیں جگہ کی پاکی لازم ہے۔
	پیشاب و پاخانہ کے چھینٹے میں ہاتھ پاؤں ڈبو کر خشک ہونیکے بعد نجاست کو کھرچ ڈالنے سے نماز جائز ہے۔ دھونا ضروری نہیں	دھونا لازم ہے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی۔
	نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر اپنے کپڑے میں خشک نجاست نظر پڑے تو وہ نماز ہو چکی۔	نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔
	ڈاڑھی مونچھ پر پیشاب یا منی لگی ہو تو نماز جائز ہے۔	جائز نہیں انکا پاک کرنا لازم ہے۔
نماز	سورہ حم تنزیل وغیرہ چند سورتیں ہیں جنکے پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے	قرآن کا ہر حصہ نماز میں پڑھ سکتے ہیں
	بعض کے نزدیک نماز کا کھانا پینا جائز ہے	مفسد نماز ہے۔
	بعض ائمہ کی قبروں کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنی جائز ہے بغرض ثواب	شرک ہے۔
روزہ	پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔	فاسد نہیں ہوتا۔
	بعض کے نزدیک پان کے کھانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔	فاسد ہو جاتا ہے۔
	عاشورا کے دن کا روزہ صبح سے عصر تک مستحب ہے۔	ہر ایک روزہ غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔
	۱۸ ذی الحجہ کا روزہ سنت مؤکدہ ہے	اسکا کہیں ثبوت نہیں ہے
	اس مسجد کے سوا جہاں نبی یا وصی نے نماز جمعہ کی پڑھائی ہو اور کسی مسجد میں اعتکاف جائز نہیں۔	محلہ کی ہر مسجد میں جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو اعتکاف درست ہے۔

	معتکف کے لئے خوشبو سونگھنا اور عطر ملنا سخت ممنوع ہے	جائز ہے بلکہ مسنون۔
زکوٰۃ	غیر مسکوک سونے چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں۔	واجب ہے۔
	مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں تاوقتیکہ نقد نہ بنجائے	واجب ہے۔
	قبض و تصرف کے بعد بھی مستحق سے مال زکوٰۃ واپس لے لینا جائز ہے	جائز نہیں۔
حج	حج اس شخص پر فرض ہوتا ہے جسکے پاس اسقدر مال ہو کہ واپسی کے بعد بھی کم از کم ایک سال عیال کو خرچ دے سکے۔	صرف ایام غیبت کا نفقہ دے سکے تو بھی حج فرض ہے۔
	حج میں ستر عورت فرض نہیں عند البعض	فرض ہے۔
	بحالت برہنگی طواف جائز ہے جبکہ شرمگاہ پر مٹی کا لیپ کر لیا جائے۔	حرام اور رسم جاہلیت ہے۔
	احرام میں ایکبار شکار کرنے پر کفارہ دینا لازم آتا ہے دوبارہ نہیں	ہر مرتبہ کفارہ لازم آئیگا
جہاد	جہاد پانچ مواقع سے مخصوص ہے (۱) عہد رسول اللہ (۲) عہد خلافت حضرت علی (۳) عہد خلافت امام حسن قبل صلح امیر معاویہ۔ (۴) ہمراہ امام حسین رضی اللہ عنہ۔ (۵) ہمراہ امام مہدی۔ باقی کسی وقت جہاد عبادت	جہاد کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں۔ جب اسکے بواعث اور شرائط پائے جائیں جائز ہے۔

	نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔	
نکاح	ایجاب و قبول عربی زبان میں ہونا لازم ہے۔	ہر زبان میں ہو سکتا ہے
	باوجود خواہش کے ترک نکاح مستحب ہے۔	خلاف سنت ہے۔
	نو سال سے کم عمر کی منکوحہ کے ساتھ دخول حرام ہے۔	کوئی وجہ حرمت نہیں ہے،
	اپنی منکوحہ کے ساتھ وطی فی الدبر جائز ہے۔	حرام ہے
		(تحفہ اثنا عشریہ

شیعہ لوگ اکابر صحابہ پر کئی قسم کے طعن کرتے ہیں جن میں سے اکثر بدیہی البطلان ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جن پر ناواقف لوگوں کو شک پیدا ہو جاتا ہے کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ان مطاعن کی تفصیل مع جوابات درج ہے۔ پندرہ طعن حضرت ابوبکر پر کئے گئے ہیں۔ گیارہ طعن حضرت عمر بن الخطاب پر۔ دس طعن حضرت عثمان پر۔ ام المومنین عائشہؓ پر بھی کئی طعن کئے ہیں اور عام صحابہ پر دس طعن مشہور ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب کے مطاعن میں سے واقعہ قرطاس اور حضرت ابوبکر کے مطاعن میں سے مسئلہ باغ فدک زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

شیعوں کی کئی حکومتیں مختلف زمانوں میں قائم ہو چکی ہیں۔ مصر میں خاندان عبیدیین کی زبردست حکومت تھی جنکا مذہب شیعی تھا۔ ایران میں صدیوں سے شیعی مذہب کی حکومت چلی آتی ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت سنی المذہب تھی مگر دربار میں شیعی امرا کا دخل رہا۔ اکبر کا اتالیق خانخاناں شیعہ تھا۔ عالمگیر کا سکرٹری نعمت خان عالی شیعہ تھا۔ اسلئے اپنی کتاب وقائع میں عالمگیر پر منافقانہ تعریضیں کی ہیں کیونکہ جس جنگ کے متعلق یہ کتاب لکھی گئی ہے اسمیں

عالمگیر کا حریف مقابل یعنی تاناشاہ شیعی المذہب تھا۔ عالمگیر کے بعد دو سیدا ہلکاروں کا دربار میں بڑا رسوخ رہا۔ جو شیعہ تھے۔ وہ بادشاہوں کو کبھی معزول کرتے اور کبھی مسند نشین کرتے ہیں وہ دستگاہ رکھتے تھے کہ بادشاہ گر مشہور ہوگئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے وزرا برمکی بھی شیعیت کی لت رکھتے تھے۔ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ایک شیعی وزیر ہی نے کیا تھا جسکا نام ابن علقمی تھا۔ اس نے ہلاکو خان کو سلطنت بغداد پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ اور خلافت عباسیہ کا چراغ گل کرادیا۔

شیعہ علماء پر سنیوں کیطرف سے یہ ایک مشہور الزام لگایا جارہا ہے کہ وہ نقل اقوال میں تحریف اور بددیانتی سے بہت کام لیتے ہیں۔ بلکہ یہانتک خیال ہے کہ انہوں نے بے شمار موضوع حدیثیں ایجاد کی ہیں۔ بہت سے گھڑنتی قصے اور افسانے تواریخ میں شامل کردئے ہیں۔ آئمہ اطہار کی تعریف میں بے انتہا دور از قیاس روایات بنابناکر مشہور کردی ہیں۔ بہت سے بناوٹی اقوال حضرت علی سے منسوب کردئے ہیں بلکہ یہانتک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود سنیوں کی بعض کتابوں پر ہاتھ چلانے سے دریغ نہیں کیا۔ اور بوستان سعدی۔ دیوان حافظ۔ سکندر نامہ نظامی۔ مثنوی مولانا روم وغیرہ کتابیں ان کے الحاقات سے نہیں بچیں۔ دیوان حافظ کو اسقدر رد و بدل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کو حافظ کے شیعہ ہونے کا ظن ہوا ہے۔ سکندر نامہ میں صحابہ کے ذکر کی ترتیب برعکس درج ہے۔ یہ کسی شیعی بزرگ کی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔ مثنوی مولانا روم میں ایک جگہ امام فخر الدین رازی پر چوٹ کی گئی ہے۔

گر باستدلال کار دیں بُدے — فخر رازی رازدار دیں بُدے
پائے استدلالیاں چوبیں بود — پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

یہ اور اس قسم کے مشتبہ اشعار بھی انہی لوگوں کے الحاقات سمجھے جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باب الصّاد

ص عربی حروف تہجی کا چودھواں حرف ہے قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں ہی ص واقع ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ص۔ قرآن کی قسم جسمیں نصیحت ہی نصیحت ہے۔

صابی ایک فرقے کا نام ہے جو فرشتوں کو پوجتے اور توریت پڑھتے ہیں۔

جامع الرموز میں لکھا ہے کہ صابی نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے جو ستاروں کی اسطرح تعظیم کرتے ہیں جیسے کہ مسلمان کعبہ کی۔ کتاب غرر میں لکھا ہے کہ اس فرقے کے لوگ ستارہ پرستی کی وجہ سے بت پرست کہلانیکے مستحق ہیں۔

امام ابو حنیفہ رض کے نزدیک بت پرست نہیں بلکہ جیسے مسلمان کعبہ کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں ویسے یہ لوگ ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ لوگ ایک نبی کو مانتے ہیں اور کسی آسمانی کتاب کے بھی قائل ہیں اور جسطرح مسلمان خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں اسیطرح یہ لوگ ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ک)

صابی عورت کے ساتھ نکاح کے درست ہونے میں صاحبین اور امام صاحب کا اختلاف ہے۔ امام صاحب جواز کے قائل ہیں اور صاحبین عدم جواز کے۔ مگر اس اختلاف کی بناء اس بات پر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اس فرقے کے لوگ اہل کتاب میں داخل ہیں اور ستاروں کی

تعظیم کرتے ہیں نہ عبادت۔ اور صاحبین کے نزدیک ان کا ستاروں کی پرستش کرنا ثابت ہے۔ ورنہ اصل میں کوئی نزاع نہیں کیونکہ اگر واقعی یہ لوگ ستاروں کی محض تعظیم کرتے ہیں تو صاحبین کے نزدیک بھی صابئی عورت سے نکاح جائز ہے اور اگر اسکے خلاف ثابت ہو جائے تو امام صاحب کے نزدیک بھی یہ نکاح ناجائز ہے (ہد)۔

قرآن کریم میں یہ لفظ یوں مذکور ہوا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ تا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (س ۶ ع ۲) نیز ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ (ان میں سے) جو کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا خوف طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہیں گے۔

لے یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے خواہی نخواہی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیت جتاتے تھے۔ کبھی کہتے تھے نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ (ہم خدا کے فرزند اور اسکے چہیتے ہیں) کبھی کہتے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً (گنتی کے چند روز کے سوا (دوزخ کی) آگ ہمکو چھوئے گی بھی تو نہیں) اور کبھی کہتے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا (یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانیکا ہی نہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے انکے اس دعویٰ غلط کو رد کر دیا۔ کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیت اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے۔ جب تک حضرت موسیٰ کی شریعت جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے پھر نصاریٰ اب مسلمان اپنے اپنے وقت میں جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اس نے ثواب پایا۔ (فائدہ۔ از ترجمہ حاشیہ نذیر احمد دہلوی) ۱۲

جو لوگ ایمان لائے ہیں (یعنی مسلمان) اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس (یعنی آتش پرست) اور مشرکین قیامت کے دن ان (سب) کے درمیان اللہ (ان کے اختلافات کا) فیصلہ کر دیگا (اور) اللہ (لوگوں کی) سب باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

صاحب الزمان

اہل تشیع امام مہدی علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

صاحب نصاب

نصاب کا مالک یعنی وہ شخص جسکے پاس اسقدر مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ نصاب کی تفصیل کے لئے دیکھو (زکوٰۃ)۔

صاع

غلہ ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جو شرعی ماپ میں محسوب ہوتا ہے۔ لفظ صاع اور صواع کے ایک ہی معنے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں صواع پانی پینے کے برتن کو کہتے ہیں (ق) قرآن مجید میں بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِکِ الآیۃ (س ۱۳ یوسف ع ۹) یعنے انہوں نے کہا شاہی پیمانہ ہم کو نہیں ملتا۔

اس آیۃ سے ذرا اوپر اسی صواع کو سقایہ کہا گیا ہے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام جس کٹورے سے پانی پیتے تھے اسی کو غلہ ماپنے کا پیمانہ بنا لیا تھا۔

غیاث اللغات میں لکھتے ہیں کہ صاع ایک پیمانے کا نام ہے جو چار مد کا ہوتا ہے۔ اور ہر مد ۱½ رطل کا ہوتا ہے۔ اور بعض محققین لکھتے ہیں کہ صاع ۲۷۰ تولے کا ہوتا ہے۔

صاعقہ

اُس آلے کا نام ہے جسے فرشتہ رعد اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ جو چیز اس کے سامنے آجاتی ہے اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے (صنا) قرآن مجید میں ہے۔ اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ

فِیْہِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ تا وَاللّٰہُ مُحِیْطٌۢ بِالْکٰفِرِیْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲) یا ان منافقوں کا ایسا حال ہے (جیسے آسمانی بارش کہ اس میں (کئی طرح کے) اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی موت کے ڈر سے مارے گرج کے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونسے لیتے ہیں اور اللہ منکروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (کہ اسکی پکڑ سے کہیں نکل نہیں سکتے)۔

صافّات (ل) صف بستہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسکے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ (س۔ صافات ع ۱) (دغا بازوں کے ان) لشکروں کی قسم جو دشمنوں سے لڑنے کے لئے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔

صالح یہ ایک پیغمبر کا نام ہے جو قوم ثمود کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ (دیکھو لفظ ثمود)

حضرت صالح علیہ السلام کے باپ کے نام میں بڑا اختلاف ہے۔ قوم ثمود نے انکے نصائح پر عمل نہ کیا۔ جب ان لوگوں کیطرف عذاب الٰہی کی دھمکی نازل ہوئی۔ اس عذاب کے خوف سے بعض لوگوں نے اپنے بچاؤ کے لئے پہاڑوں کی غاروں میں رہنا اختیار کیا اور بعض بدستور اپنی ضد اور حجت آفرینی پر قائم رہے اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے اگر تم واقعی سچے نبی ہو تو کوئی اپنا معجزہ دکھاؤ۔ اور اس چٹان میں سے ایک اونٹنی بچہ سمیت پیدا کر دو۔ پھر ہم ایمان لائینگے ان کی اس درخواست پر حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی اور خدا نے اپنی قدرت سے ان لوگوں کے سامنے چٹان میں سے ایک بڑی اونٹنی پیدا کی جسکے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ منکر لوگ یہ دیکھکر لاجواب ہو گئے۔ مگر ان کے دل نور ایمان سے منور نہ ہوئے۔ خدا کی طرف سے ان لوگوں کو اور مہلت دیگئی۔ اور حکم ہوا کہ اس اونٹنی کے چرنے چگنے اور پانی پینے میں کبھی کوئی مزاحمت نہ کریں

کچھ دنوں تک اس حکم پر عمل ہوتا رہا۔ مگر چونکہ وہ اونٹنی اس کثرت سے گھاس چرتی اور پانی پیتی تھی کہ قوم ثمود کے مواشی کے لئے بہت کم سامان خوراک بچتا تھا۔ اسلئے وہ لوگ تنگ آ گئے۔ آخر انہوں نے باہم مشورہ کر کے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس مخالفت حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سب تباہ ہو گئے قرآن کے ان مقامات میں اسکا ذکر آیا ہے۔ سورہ اعراف سورہ ہود رکوع ۶۔ سورہ حجر رکوع ۶۔ سورہ شعراء رکوع ۸ سورہ نمل رکوع ۴۔ سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۲۔ سورہ ذاریٰت رکوع ۲۔ سورہ قمر رکوع ۲۔ (کذا فی التفاسیر۔

حضرت صالح علیہ السلام کے باپ کا نام جابر ابن ثمود ہے۔ قوم ثمود کو بت پرستی سے باز رکھنے میں انہوں نے بہت کوشش کی۔ مگر چند اشخاص کے سوا کسی نے ان کی بات نہ مانی۔ آخر سردار قوم جندع ابن عمرو نے التماس کی کہ پتھر سے ایک بڑی بھاری اور حاملہ اونٹنی بطور معجزہ پیدا ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ اسکی التماس کے مطابق معجزہ بھی پورا ہوا۔ مگر یہ لوگ ایمان نہ لائے۔ بقول کسائی اونٹنی کے جسم کا طول سو گز اور عرض سو گز اور ایک ایک پاؤں پچاس پچاس گز لمبا تھا۔ قیدار بن سالف نے چھ اور آدمیوں کو ساتھ لیکر اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اور اسکا گوشت لوگوں نے بانٹ لیا۔ اسکا دس سال کا بچہ بھی اسکا ہم شکل تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ پر جا چڑھا۔ مجرموں نے حضرت صالح کے پاس جا کر معذرت کی۔ انہوں نے فرمایا بچہ کو لاؤ۔ لوگ بچہ کے پیچھے دوڑے۔ خود حضرت صالح بھی گئے۔ بچہ نے حضرت صالح کو دیکھکر تین فریادیں کیں۔ اور پھر غائب ہو گیا حضرت صالح نے فرمایا تمکو تین دن کی مہلت ہے پھر عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ انہوں نے بطور ہزل کہا عذاب کی علامت کیا ہے۔ فرمایا پہلا دن زرد۔ دوسرا دن سرخ اور تیسرا دن سیاہ ہو گا۔ حضرت صالح اپنے معتقدوں سمیت فلسطین میں چلے گئے

چوتھے دن چاشت کے وقت ایک ہولناک چیخ اٹھی۔ جس سے ان لوگوں کے دل وجگر پارہ پارہ ہوگئے۔ یہ حادثہ آدم علیہ السلام کے نزول سے ۱۲۱۳ سال بعد واقع ہوا۔ صالحؑ نے اس واقعہ سے ۲۰ سال بعد بعمر ۲۸۰ سال وفات پائی۔ انکی قبر حرم کے پاس دارالندوہ میں ہے۔ (حا)۔

صالحیہ ایک فرقہ ہے جو صالحی کا پیرو ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک میت کا عالم۔ قادر۔ سمیع۔ بصیر ہونا جائز ہے۔ (تع)۔

صَبَا صاد اور با کی فتح سے۔ اس ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کیطرف سے آئے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ صبا وہ ہوا ہے جو عرش کے نیچے سے اٹھتی ہے۔ اور یہ ہوا صبح کے وقت چلتی ہے۔ اور نہایت لطیف۔ خنک اور خوشگوار ہوتی ہے۔ پھول اس سے کھلتے ہیں اور عاشق اسی سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔ دبور اسکے مقابل کی ہوا کو کہتے ہیں۔

مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ ہوا طلوع الشمس اور طلوع بنات النعش کے درمیان چلتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے صبا سے فتح حاصل ہوئی ہے اور عاد دبور سے ہلاک ہوئے اور قصہ اسکا یوں ہے کہ غزوہ خندق کے دن باد صبا نے کافروں کے خیمے اکھاڑ دئے تھے اور انکے منہ پر خاک وسنگریزے پھینکتی تھی جس سے کافر بھاگ گئے تھے (کم)

صبّاغ رنگریز۔ دیکھو (رنگریز)۔

صبح وشام کی دعائیں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم صبح وشام یہ دعا پڑھا کرتے تھے رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا

یعنی "ہم خدا سے از روئے پروردگار ہونے کے اور اسلام سے از روئے دین ہونے کے اور محمدؐ سے از روئے پیغمبر ہونے کے راضی ہوئے"۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ دعا پڑھیگا خدا اسکو ضرور راضی کردیگا۔

عبداللہ بن غنام بیاضی کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص صبح ہوتے یہ دعا پڑھیگا اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ یعنی "خداوندا جس نعمت نے میرے یا تیری مخلوق میں سے کسی ایک شخص کے ساتھ بھی صبح کی وہ تیری ہی طرف سے ہے درحالیکہ تو اکیلا اور یگانہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لئے حمد اور تیرے ہی واسطے شکر ہے"۔ تو اس تمام دن کا شکر ادا کردیا۔ اور شام کو پڑھیگا تو اس رات کا شکر ادا کردیگا۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شام کے وقت فرمایا کرتے تھے اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَا بَعْدَھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَسُوْءِ الْکِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ۔ یعنی "ہمنے اور سارے ملک نے خدا کیلئے شام کی سب تعریف خدا کے لئے ہے۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات میں اکیلا ایک ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے حمد ہے الخ۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے میرے پروردگار جو کچھ اس رات میں ہے اور جو اس کے

بعد ہوگا میں تجھ سے اسکی بہتری اور بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کی برائی اور اسکے بعد کی رات کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میں کسل اور بری نخوت و تکبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے پروردگار میں عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اور صبح کے وقت بھی یہی دعا فرماتے مگر اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْكُ کی جگہ اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ کہتے تھے۔

صبر

(ل، روکنا۔ قُتِلَ صَبْرًا۔ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں کسیکو باندھکر جکڑ کر مار دیا جائے۔ استعمال میں صبر کے معنے برداشت کے لئے جاتے ہیں۔ یعنے کسیطرح کی تکلیف کو جھیلنا۔ انگیز کرنا۔

قرآن مجید میں بہت جگہ صبر اور صابروں کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ تا وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ٥ (س۔ النحل۔ ع ۱۶)۔

اور سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہو۔ اور اگر صبر کرو تو بہرحال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے۔ اور اے پیغمبر تم (مخالفوں کی ایذاؤں پر) صبر کرو۔ اور خدا کی توفیق کے بدوں تو تم صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان (مخالفوں کے حال) پر افسوس نہ کرو اور یہ لوگ جو تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔

آدمی کو کوئی امر ناملائم پیش آتا یا کسیطرح کی جسمانی یا روحانی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ قوت غضبی کی تحریک سے بالطبع اسکے دور کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن آدمی بعض تکلیفوں کو دور نہیں کرسکتا تو خدا نے صبر کی خصلت میں تمام تکلیفوں کے زہر کا تریاق رکھا ہے۔ تکلیف خود تو ایذا نہیں دیتی بلکہ اسکا احساس ایذا دیا کرتا ہے۔ انگریزوں نے ایک دوا نکالی ہے یعنی کلوروفارم۔ اسکا خاصہ ہے کہ ایک مقدار خاص تک آدمی کو سنگھا دی جائے تو اسکا احساس عصبی باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اسکا کوئی عضو بھی کاٹو تو اسکو خبر نہیں ہوتی۔ اسیطرح صبر بھی ایک طرح کا کلوروفارم ہے۔ اس سے تکلیف تو دور نہ ہوگی مگر اسکا احساس تو یقیناً نہیں رہیگا۔ اور تکلیف کا دور ہونا اور احساس کا نہ ہونا دونوں کا نتیجہ واحد۔ مگر صبر میں نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے اور وہ بجائے خود تکلیف ہے۔ مگر اصلی تکلیف سے کم۔ اور مشق و مہارت سے تو جبر معلوم بھی نہیں ہوتا ہے

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھپر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

اور یہ کتنی بڑی عمدہ بات ہے کہ آدمی کبھی تکالیف کے دفع کرنے پر قادر نہیں بھی ہوتا۔ مگر صبر ہر وقت اسکی اختیاری بات ہے۔ کیسا حکمی نسخہ ہے مگر لوگ اسکی تاثیر بیہدف سے واقف نہیں۔

صبر و قناعت

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ تا رٰجِعُوْنَ ٥ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۹)

مسلمانو! (تمکو کسیطرح کی مشکل پیش آئے تو اسکے مقابلے کے لئے) صبر اور نماز سے مدد لو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر (انکی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو

(خوشنودی خدا اور کشائیش کی) خوشخبری سنادو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہمکو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تو وہ ہم کو ہمارے صبر کا اجر دیگا)۔

(۱) صہیب سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا بھی عجیب حال ہے کہ اسکی ساری شان اسکے حق میں نیک ہی نیک ہے اور یہ شان مومن کے سوا اور کسیکو نصیب نہیں (اسکا حال یہ ہے کہ) اگر خوشحالی پہونچتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ شکر اسکے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر بدحالی پیش آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ صبر اسکے حق میں بہتر ہوتا ہے (مس)۔

(۲) عبد اللہ بن عمر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (خدا کی قدر و قضا کو) تسلیم کیا اور بقدر حاجت روزی دیا گیا۔ اور جو کچھ خدا کی طرف سے ملا اسپر خدا نے اسے قانع کر دیا۔ اس نے فلاح پائی۔ (مس)۔

(۳) ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیاوی مال و متاع کی کثرت کو تونگری نہیں کہتے بلکہ اصلی تونگری یہ ہے کہ نفس قناعت اور بے نیازی کے ساتھ تونگر ہو (صح)

صبغہ رنگت دیکھو (اصطباغ)۔

صبور (ل) بڑا صبر کرنے والا۔ اللہ تعالے کا نام ہے۔ اصل میں صبر کے معنے تحمل اور برداشت کرنے کے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخیوں اور نافرمانیوں کی برداشت کرتا اور انتقام اور مواخذے میں جلدی نہیں کرتا اسلئے اسکا نام صبور ہے۔

صبیّ بیائے مشدد بروزن فعیل ہے۔ لڑکا نابالغ اسکے متعلق شرعی احکام کے لئے۔ دیکھو (نابالغ)۔

صحابی۔ صحابیہ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس نے بحالت ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھا ہو۔ اور پھر ایمان پر اس نے انتقال کیا ہو۔ (نور)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی موجود تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (اصحاب)۔

صحاح ستہ حدیث کی مشہور کتابیں چھ ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ نام انکے یہ ہیں۔ (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) جامع ترمذی (۴) سنن ابوداؤد (۵) نسائی (۶) سنن ابن ماجہ۔ بعض کے نزدیک ابن ماجہ صحاح میں داخل نہیں۔ بلکہ اسکی جگہ موطا امام مالک صحاح میں داخل ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں جتنی حدیثیں ہیں صحیح ہیں یا حسن۔ ضعیف حدیث انمیں نہیں پائی جاتی۔ اور باقی چار کتابوں میں سب قسم کی حدیثیں۔ صحیح۔ حسن۔ اور ضعیف ہیں۔ اور صحاح انکا نام اسواسطے ہے کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں۔ اور ان کتابوں کے سوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں۔ اور انمیں بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ مثلاً معاجم ثلاثہ۔ طبرانی اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی۔ اور ان سب کا حال بالتفصیل بستان المحدثین میں مذکور ہے۔ (نور)۔

صحیح بخاری صحاح ستہ میں اول درجہ کی کتاب ہے جسے حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے نہایت جد و جہد سے تالیف کیا۔ مذہب مختار کے مطابق صحیح بخاری کتب صحاح میں سے اول نمبر پر ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علما کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے صحیح یہ دونو کتابیں ہیں یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ امت محمدیہ نے ان دونوں کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ پھر ان دونوں میں سے صحیح بخاری بلحاظ صحت و کثرت فوائد کے بڑہی ہوئی ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم امام بخاری سے استفادہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ علم حدیث میں امام بخاری بے نظیر ہیں۔ اسی لئے جمہور محدثین صحیح بخاری کو صحیح مسلم سے مقدم سمجھتے ہیں۔ اور انکا اتفاق ہے کہ اتصال اور عدالت اور ضبط کا جس اہمیت سے بخاری میں لحاظ کیا گیا ہے صحیح مسلم میں اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔

علامہ فربری نے امام بخاری سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح میں ایسی کوئی حدیث درج نہیں کی جسکے بارہ میں خدا سے استخارہ نہ کر لیا ہو۔ اور وہ صحیح ثابت نہ ہو گئی ہو۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں معلقات اور متابعات کی ۷۰۸۲ احادیث ہیں۔ اسکے فضل و کمال کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اسپر علما نے بہت سی شروح لکھی ہیں۔ جنمیں سے فتح الباری اور عینی اور قسطلانی خاص شہرت رکھتی ہیں (ک)

صحیفہ (ل) کتاب۔ عرف میں چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں بعض کتب حدیث میں منقول ہے کہ ابوذر غفاری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالٰے کیطرف سے کتنی کتب نازل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا ۱۰۴ کتابیں۔ حضرت شیث ؑ پر ۵۰ صحیفے۔ حضرت ادریس ؑ پر ۳۰ صحیفے۔ حضرت ابراہیم ؑ پر دس صحیفے۔ حضرت آدم ؑ پر دس صحیفے۔ اور باقی تورات انجیل۔ زبور اور فرقان۔ اور طیبی نے حاشیہ کشاف میں ۱۰۴ کتب لکھی ہیں۔ اور حضرت موسیٰ پر سوائے تورات کے دس صحیفے اور زیادہ کئے ہیں (ک)

ان کاغذات کو بھی کہتے ہیں جن میں فرشتے آدمیوں کے اچھے برے کام لکھتے رہتے ہیں۔ دیکھو صحیفۃ الاعمال)

صحیفہ اعمال عملوں کی کتاب۔ عملوں کا روزنامچہ خداوند کریم نے ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے لگا دیئے ہیں جن میں سے ایک دائیں اور ایک بائیں جانب رہتا ہے آدمی جو منہ سے نکالتا ہے لکھ لیتے ہیں مگر وہ دنیا کی قلموں اور سیاہی سے کاغذوں پر نہیں لکھتے۔ انکے لکھنے کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ صرف اتنی خبر ہے کہ ہمارے اچھے عملوں کو دائیں جانب والا فرشتہ لکھتا ہے اور برے عملوں کو بائیں جانب والا۔ یہ فرشتے بدلتے رہتے ہیں۔ رات کے اعمال لکھنے والے صبح کو اور دن کے فرشتے رات کو چلے جاتے ہیں۔ غرض پہرہ بدلتا رہتا ہے مگر دل کے خطرات نہیں لکھتے۔ کیونکہ صحیحین میں ایک حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالٰے نے اس امت کے خطرات معاف کر دیئے ہیں جبتک کہ زبان سے نہ نکالیں۔ یا عمل میں نہ لائیں۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ الفاظ اور اعمال وہ لکھے جاتے ہیں جو ثواب و عذاب سے تعلق رکھتے ہوں (اتقن) قرآن مجید میں ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ تا عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۞ (س۔ بنی اسرائیل ع ۲) اور ہمنے ہر ایک آدمی کی برائی بھلائی کو اسکے ساتھ لازم کر کے اسکے گلے کا ہار بنا دیا ہے (یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے) اور قیامت کے دن ہم (اسکا نامہ (اعمال) نکالکر اسکے سامنے پیش کر دیں گے۔ (اور وہ) اس کو اپنے روبرو کھلا ہوا دیکھ لیگا (اور ہم اس سے کہیں گے کہ یہ) اپنا نامہ (اعمال) پڑھ لے (اور) آج اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی بس کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۞ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ

اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۝ (س۔ ق۔ ع ۲) دو ضبط
کرنے والے (یعنی کراماً کاتبین فرشتے اسکی باتیں)
ضبط (یعنے قلمبند) کرتے جاتے ہیں (ایک) داہنی
طرف بیٹھا ہے اور (ایک) بائیں طرف کوئی بات مُنہ
سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک چوکیدار اسکے پاس (لکھنے کو)
تیار (رہتا) ہے۔

صحیح مسلم صحاح ستہ میں صحیح بخاری سے دوم
نمبر پر ہے۔ مصنفہ امام ابو الحسین
مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ۔ امام نووی نے اس کی
نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جسکے شروع میں لکھا ہے
کہ ابو الحسین بن علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ روئے زمین
میں صحیح مسلم سے بڑھکر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اسکی
متعدد شروح ہیں جن میں امام نووی کی شرح اعلیٰ درجہ
کی شرح سمجھی جاتی ہے۔ (ک)۔

صخر (ل) ٹھوس پتھر۔ اس جن کا نام ہے جو حضرت
سلیمان علیہ السلام کی انگشتری چرا لے گیا تھا
نہایت بدصورت تھا۔ قصہ اسکا یوں ہے کہ سلیمان
علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب رفع حاجت کو جاتے
تو انگشتری اُتار کر ایک عورت مسماۃ امینہ کو جو آپکی
ام ولد تھی دے جاتے۔ ایک دن آپ انگشتری اُسے
دے کر گئے۔ تو یہ صخر جن بصورت حضرت سلیمان
علیہ السلام اسکے پاس آکر کہنے لگا کہ میری انگشتری لا۔
امینہ نے حوالہ کی۔ وہ انگشتری پہنکر تخت سلیمان پر ہو بیٹھا
وحوش وطیور جن وانس سب حسب دستور حاضر ہوئے
جب حضرت سلیمان جائے ضرور سے آئے تو امینہ سے
انگوٹھی طلب کی۔ وہ بولی تو کون ہے۔ فرمایا میں سلیمان
ہوں۔ امینہ نے کہا تو جھوٹا ہے سلیمان تو انگشتری
لے گیا ہے اور اپنے تخت پر بیٹھا حکمرانی کر رہا ہے
تب حضرت سلیمان نے جانا کہ یہ آزمائش ہوتی ہے۔
لاچار باہر بھاگے اور دربدر پھرنے لگے۔ اور جس دروازے پر
جاتے اور کہتے "انا سلیمان ابن داؤد" صاحب خانہ
گالیاں دیتا اور کبھی مارتا اور اکثر لوگ مجنوں جانتے
آخر بھوک پیاس سے بے طاقت ہو کر بیٹھ رہے۔
کسی نے کھانا نہ دیا۔ تب دریا پر گئے۔ وہاں کچھ لوگ
مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام
نے کہا۔ ہمکو مزدوری پر رکھ لو۔ ان لوگوں نے رکھ لیا
اور دو مچھلیاں مزدوری قرار پائی۔ آپ ان سے ایک کو
بیچکر نان جویں لیتے دوسری بھون کر روٹی کا سالن بناتے
چالیس روز اسی کیفیت میں گذرے۔ ان دنوں وہ
دیو حاکم رہا۔ اور جملہ توابع سلطنت مطیع ومنقاد رہے
لیکن ابن برخیا وزیر اعظم ودیگر علمائے بنی اسرائیل کو
اول روز سے تردد تھا۔ اور یہ جانتے تھے کہ یہ شخص سلیمان
نہیں ہے۔ اور جنات نے بھی یہ حال دریافت کر لیا تھا
مگر سکوت میں تھے جب مدت معینہ امتحان ربانی گذر
گئی تو وہ دیو دریا کے کنارے شراب کی مستی میں گیا
وہ انگوٹھی اس سے گر پڑی اور مچھلی نے اسے نگل لیا۔
اسی دن وہ مچھلی شکار ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ
السلام کو مزدوری میں ہاتھ آئی۔ جب اسکا پیٹ
چاک کیا تو انگوٹھی نکلی۔ حضرت نے پہنی اور سجدے میں
گرے۔ ہنوز سر مبارک سجدے سے نہ اٹھایا تھا کہ جنات
والانسان وطیور وغیرہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد
بن اسحٰق نے ابن منبہ سے اسیطرح حکایت کی ہے۔
لیکن یہ روایت منجملہ مفتریات واکاذیب یہودیان ہے۔
معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے
ہرگز شیطان رجیم کو مستورات حضرت سلیمان علیہ السلام
پر تسلط نہیں دیا۔ بلکہ سبب فتنہ یہ واقعہ ہوا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں۔ ازانجملہ
ایک بی بی پر بہت اعتماد تھا۔ آپ جب کبھی استنجے کو
جاتے تو انگوٹھی اُسکے سپرد کر جاتے۔ ایک دن اس عورت
نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص میرے بھائی سے

خصومت رکھتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ فیصلہ کر دیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے منہ سے نکلا اسکو سزا ہوگی اسپر ابتلا ہوا۔ انگشتری دہوکے میں صخر جن لے گیا۔ الغرض۔ جب انگوٹھی ملی۔ اور آپ تشریف لائے تو اس دیو خبیث کو پکڑ کر ایک آہنی صندوق میں مقفل کیا۔ اور دریا میں پھنکوا دیا۔ اب بھی وہ شیطان زندہ ہے اور قیامت تک اسیطرح رہیگا (نفر)۔

صخرہ پتھر۔ بیت المقدس میں ایک متبرک چٹان ہے جس پر ایک عبادت خانہ بنا ہوا ہے۔ اسکے اوپر قبۃ الصخرہ نام ایک عمارت ہے جسکو جامع عمر بھی کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہ چٹان بہشت سے لائی گئی ہے۔ اور تمام دنیا کی بنیاد ہے۔ یہ تمام انبیاء کی سجدہ گاہ رہی ہے عظمت و تقدس کے لحاظ سے یہ مقام کعبہ سے دوم درجہ پر ہے۔

صدر یا صدر الصدور چیف جج۔ قاضی القضاۃ اسلامی حکومت میں ایک عہدہ تھا جسکے ذمے واعظوں کا تقرر اور مذہبی حکام کا معین کرنا ہوتا تھا۔

صدق و راستی قرآن میں ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ (س۔ توبہ۔ ع ۱۵) مسلمانو! خدا (کے غضب) سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔

(۱) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) سچ بولنے کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ سچ بولنا (آدمی کو) نیکی کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ خدا کے نزدیک صدیق (بڑا سچا) لکھا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ بولنا فسق و فجور کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ خدا کے نزدیک کذاب (بہت جھوٹا) لکھا جاتا ہے (صح)۔

(۲) ام کلثوم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں میں صلح کراتا اور اچھی اچھی باتیں اِسکیطرف سے اُسکو اور اُسکیطرف سے اسکو پہونچاتا ہے۔ اور ایسی نیک باتیں کہتا ہے جو صلاح حال اور رفع نزاع کی موجب ہیں۔ اسے جھوٹا نہیں کہہ سکتے (صح)۔

حدیث میں ہے اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (یعنی راستی موجب نجات اور جھوٹ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

صدقہ (ل) خیرات۔ زکوٰۃ پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے۔ اور اسکے سوا دوسری خیراتوں کو بھی صدقہ کہتے ہیں۔

تیسیر القاری ترجمہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ صدقہ اس مال کا نام ہے جو مال زکوٰۃ کے سوا ہو اور کبھی زکوٰۃ پر بھی اسکا اطلاق کیا جاتا ہے (ک)۔

صدقہ دو قسم ہے۔ فرضی۔ جیسے زکوٰۃ۔ صدقہ فطر۔ نذر۔ اس قسم کا صدقہ مساکین کو ہی جائز ہے۔ اور نفلی یہ ہر ایک کو لینا جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دیا جائے۔ (فتاویٰ مولوی عبد الحی رح)۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ط وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (س۔ بقرہ۔ ع ۳۶) نرمی سے جواب دیدینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اس خیرات سے بہت بہتر ہے جسکے (دئے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز (اور) بردبار ہے۔ مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اکارت مت کرو

نیز ارشاد ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۷)

(لوگو!) اگر خیرات ظاہر میں دو تو وہ بھی اچھا۔ (کہ اس سے خیرات کے علاوہ دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے) اور اگر اسکو چھپاؤ۔ اور حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ (کہ اس میں نام نمود کا دخل نہیں ہونے پاتا) اور ایسا دینا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

صدقہ فطر یہ صدقہ ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے جسکے پاس نصاب کے برابر مال حاجت اصلی سے زیادہ ہو۔ خواہ اسپر سال نہ گذرا ہو۔ اور خواہ اسپر زکوٰۃ واجب نہ ہو۔ جیسے وہ گھر جو نہ اپنے رہنے کا ہو۔ نہ تجارت کے لئے ہو۔

صدقہ فطر میں گیہوں دینا مستحب ہے۔ اور منقّہ کھجور۔ جو۔ جوار۔ باجرا۔ مکی۔ چنے۔ چانول۔ لونگ وغیرہ بھی دیسکتے ہیں۔ گیہوں۔ آٹا۔ ستّو۔ یا کشمش پونے دو سیر۔ اور چھوہارے یا جو ساڑھے تین سیر دینے چاہئیں۔ صدقہ فطر عید الفطر کی صبح ہونے سے واجب ہوتا ہے۔ اور نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا چاہئے۔ اگر وہ شخص جسپر صدقہ واجب ہے نہ دیگا تو اسکے ذمّے رہیگا۔

صدقہ فطر ان لوگوں کیطرف سے دینا چاہئے (۱) اپنی طرف سے (۲) اپنی چھوٹی اولاد کیطرف سے۔ (۳) اپنی لونڈی غلام کی طرف سے۔ اپنی جورو اور جوان اولاد کی طرف سے دینا لازم نہیں۔

جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اُسے زکوٰۃ کا لینا حرام ہے (کتب فقہ)۔

صدقۃ الفطر فطر کے روز طلوع فجر سے رات ہونے تک دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پیشتر دیا جائے۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (ہدایہ)۔

صِدِّیق (ل) بہت راست گو۔ اور کسی کے سخن کو نہایت سچا جاننے والا۔ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ کیونکہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و معراج پر سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔ (غ)۔

صاحب تفریح الاذکیا لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ لقب خاص ہے۔ اور زبان حضرت سید الابرار اور سائر متاخرین والنصار پر بلکہ ائمہ اطہار کی زبان پر بھی یہی لقب جاری رہا۔ چنانچہ دارقطنی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص امام زین العابدین کے پاس آیا اور عرض کی کہ ابوبکر کا کچھ حال فرمائیے فرمایا کیا ابوبکر صدّیق کا حال پوچھتا ہے۔ اس نے کہا آپ انکو صدیق فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھپر تیری ماں روئے۔ بتحقیق رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور جملہ مہاجر و انصار نے نام انکا صدیق رکھا۔ اب جو انکو صدیق نہ کہے تو اسکی بات کو اللہ سچّا نہ کرے نہ دنیا میں نہ عقبےٰ میں

کشف الغمّہ میں ہے کہ لوگوں نے امام محمد باقر سے مسئلہ پوچھا کہ آیا تلوار پر چاندی چڑھانا درست ہے، فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ اسواسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی چڑھائی تھی۔ پس سائل نے کہا کہ آپ ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سنکر آپ اپنی جگہ سے اُچھلے اور فرمانے لگے کہ وہ تو بہترین خلائق ہے۔ جو اسے صدیق نہ کہے خدا اُسے دنیا و آخرت میں سچّا نہ کرے۔ (تفر)۔

صراط (ل) سڑک۔ راستہ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۴۸ مرتبہ آیا ہے۔ (ص) میں وہ ایک پل ہے جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے جو دوزخ کے اوپر رکھا جائیگا تاکہ تمام لوگ اسکے اوپر سے گذریں۔ مومنوں اور فرمانبرداروں کے قدم اسپر جمیں گے۔ اور یہ لوگ اس پل سے گذر کر جنت میں پہونچیں گے۔

سومنوں میں سے بعض تو مثل بجلی اور بعض تیز گھوڑے اور بعض بہت آہستہ پل پر سے گذر جائیں گے کافروں کے قدم اسپر سے لڑکھڑائیں گے اور جہنم میں گر جائیں گے۔ مسلمانوں کا ایسے پل سے گذر جانا کچھ بعید نہیں کیونکہ جو ذات اپنی قدرت کاملہ سے پرندوں کو ہوا میں اڑاتی ہے وہی ذات اپنے نیک بندوں کو پل صراط سے آسانی سے گذار سکتی ہے۔ پلصراط پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے امور۔ مثلاً خدا کی وحدانیت قیامت۔ عذاب وغیرہ پر ایمان لانا ضروری ہے (عق)

صراط مستقیم (ل) سیدھی راہ (ص۔ بش) اس سے مراد اسلام اور راہ ہدایت ہے۔ قرآن کی پہلی سورت فاتحہ میں ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ ہمکو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا۔ نیز ارشاد ہے وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۰) اور جو شخص اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو وہ سیدھے رستے لگ گیا۔

صراط مستقیم وہی راستہ ہو سکتا ہے جس پر مسلمانوں کا سواد اعظم چل رہا ہو۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ اور مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ جو بڑی جماعت سے الگ رہا وہ آگ میں پڑیگا۔ اور یہ بھی حدیث ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا۔

ایسے زمانہ پر فتن میں جبکہ ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہا ہے۔ سلامتی اس میں ہے کہ مسلمانوں کے اس بڑے فرقے (اہل سنۃ والجماعۃ) کا اتباع کیا جائے جو یقیناً صراط مستقیم (راہ راست) پر ہے۔

صرف (ص۔ بش) ہیں ایک خاص بیع کا نام ہے یعنی ثمن کی ثمن کے ساتھ بیع۔ خواہ دونوں طرف سے ایک جنس ہو۔ جیسے چاندی کو چاندی کے ساتھ بیچا جائے یا نہ۔ جیسے سونے کی چاندی کے ساتھ فروخت کی جائے۔ بیع صرف میں شرط ہے کہ بائع اور مشتری مجلس عقد میں اپنی اپنی چیز پر قبضہ کرلیں۔ سونے کو اسکی مقدار سے زیادہ چاندی کے ساتھ بیچنا جائز ہے مگر سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ کم و بیش بیچنا ناجائز ہے۔ اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں۔ بیع صرف میں قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں۔ اگر درہموں میں چاندی زیادہ اور کھوٹ کم ہو۔ تو وہ چاندی کے متصور ہوں گے۔ اسیطرح اگر دنانیر میں سونا زیادہ ہے تو وہ سونے کے سمجھے جائیں گے۔ (مثر)

صرف۔ ایک علم معروف کا نام ہے جسکا سیکھنا نحو کیطرح ضروری ہے۔ مقولہ ہے الصرف اُمّ العلوم والنحو ابوھا۔ یعنی صرف علوم کی ماں ہے اور نحو انکا باپ ہے۔ بلاریب سوائے صرف و نحو کے جاننے کے کوئی شخص عالم نہیں کہلا سکتا۔ اور صحت عبارت اور معانی کا ادراک بدون انکے مشکل ہے۔

صف (ل) قطار۔ لائن۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (س۔ صف۔ ع ۱) یعنی بے شک خدا اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ ایک دیوار ہیں جسمیں سیسہ پلا دیا گیا ہو۔

صفا و مروہ مکہ شریف میں دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مسجد الحرام کے قریب ہی واقع ہیں۔ قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"۔ صفا کعبے سے جنوب

کی طرف ہے اور مروہ شمال کی طرف۔ ان دونوں پہاڑیوں
کے درمیان سات سو چھیاسٹھ گز ایک بالشت کی
مسافت ہے۔ اب ان پہاڑیوں کے صرف نشان
رہگئے ہیں۔ آس پاس کثرت سے مکان بنگئے ہیں۔

صفاتیہ فرقہ اہل السنت والجماعۃ کا لقب ہے
جو انہیں معتزلہ نے دیا ہے۔ اسکی وجہ
یہ ہے کہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ اللہ بے شک عالم بھی
ہے اور قادر بھی اور بصیر بھی مگر صفت علم اور قدرت
اور بصارت وغیرہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ جسکا مطلب
یہ ہے کہ صفات الٰہی ذات الٰہی سے جدا نہیں ہیں۔
کیونکہ اگر صفات باری تعالیٰ کو اسکی ذات کا عین نہ مانا
جائے گا تو بہت سے قدماء اور معبود ثابت ہو جاینگے
اور اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ صفات الٰہی حقیقتاً
کی عین نہیں۔ وہ عالم ہے علم کے ذریعہ۔ قادر ہے
قدرت کے ذریعہ۔ مرید ہے ارادے کے ذریعہ
سمیع ہے سمع کے ذریعہ۔ بصیر ہے بصر کی وجہ سے۔
حی ہے حیات کے سبب سے اور مکوّن ہے تکوین کے
ذریعہ سے۔ اور انکی اصل یہ ہے کہ اگر مثلاً علم اور
قدرت دونوں عین ذات ہوں تو یہ دونوں ایک
ہی چیز ہونگی اور دونوں سے ایک ہی شئے
مفہوم ہوگی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا (مذ)۔

صفت وہ چیز جو کسی دوسری شئے کے ساتھ قائم
ہو۔ مثلاً زید عالم ہے تو علم اسکی صفت
ہوگی۔ یہ لفظ (ص۔ ش) میں خدائے تعالیٰ کی صفات
اور اسکے اسمائے صفاتی پر بولا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ
کی اصلی صفتیں یہ سات ہیں۔ حیات۔ علم۔ قدرت۔
ارادہ۔ سماعت۔ بصارت۔ تکلم۔ اس لئے اسکو
حی۔ علیم۔ قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم کہتے ہیں
مگر اسکا علم۔ اسکی قدرت۔ اسکا ارادہ۔ اسکی
حیات۔ اسکا سننا۔ اسکا دیکھنا۔ اور اسکا کلام کرنا

ہمارے علم اور ہماری قدرت اور ہمارے ارادے اور
ہماری حیات اور ہمارے سننے دیکھنے اور کلام کے
مشابہ نہیں۔ ہماری اور اسکی صفات میں حدوث و
قدم اور محدود و غیر محدود کا فرق ہے جیسا خدا قدیم ہے
ویسی اسکی صفتیں بھی قدیم ہیں مگر حکماء کے نزدیک
انہیں خدا کے ساتھ اتحاد ہے۔ اور متکلمین کے نزدیک
اس سے مغائر ہیں۔ (عق)

خدا کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو نناونہ نام کرکے
مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نام اَللّٰہُ اسم ذات
مان لیا گیا ہے۔ اگرچہ معبود ہونے کی حیثیت سے اللہ
کو بھی اسم صفت کہہ سکتے ہیں۔ مگر آخر اتنے سارے
صفاتی نام ہوں تو کوئی اسم ذات بھی ہونا چاہئے۔
اور وہ اللہ ہے۔ باقی اٹھانوے نام وہ کسی نہ کسی
صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ (حق)

صفوان صفوان بن محرز مازنی۔ بڑے عالم
اور عبادت گذار تھے۔ ۷۴ھ
میں فوت ہوئے (کن)۔

صفوان بن امیہ ایک جلیل القدر صحابی کا
نام ہے جو فتح مکہ کے دن
بھاگ گئے تھے۔ اور عمیر بن وہب اور اسکے بیٹے وہب
بن عمیر نے آپ کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
امان طلب کی تھی اور آپنے امان دے دی تھی۔ صفوان
بن امیہ کفر کی حالت میں جنگ حنین اور جنگ طائف
میں شریک ہوئے۔ جنگ طائف کے دن مسلمان
ہوئے۔ کچھ عرصہ تک مکہ میں رہے اور پھر مدینے کو
ہجرت کرگئے۔ مدینہ جاکر حضرت عباس کے گھر اترے
آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپنے
فرمایا۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں رہی۔
آپ زمانہ جاہلیت میں قریش کے رئیس تھے۔ آپ کی
بیوی آپکے اسلام لانے سے ایک مہینہ پیشتر مسلمان

ہوگئی تھی۔ جب آپ اسلام لائے تو دونوں کا نکاح بحال رکھا گیا۔ سنہ ہجری میں مکہ میں وفات پائی۔ آپ سے کئی ایک صحابہ نے روایت کی۔ (اکما)۔

صفوراءؑ حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کا نام ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکاح میں تھیں (رغ) اور مہر انکا یہ مقرر ہوا تھا کہ آٹھ برس بکریاں چرائیں۔ اور اگر دس برس پورے کر دیں تو انہیں اختیار ہے۔ (النقر)

صفی (ل) عمدہ چیز۔ (ص۔ ش) میں اس عمدہ چیز کا نام ہے جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لئے انتخاب کرتے تھے۔ مثلاً تلوار، گھوڑا، لونڈی وغیرہ (اتم)

صفی اللہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے (ل) اسکے معنے ہیں اللہ کا دوست۔ اللہ کا برگزیدہ (رغ)

صفین کوفہ و بصرہ کے درمیان ایک مقام ہے فرات کے قریب۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علیؓ و معاویہؓ میں کئی مہینوں تک ستّر (۷۰) لڑائیاں ہوئی تھیں (جغر)

صفیہؓ آپؐ کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ پہلے اسلام بن مسلم کے نکاح میں تھیں۔ پھر کنانہ بن الحقیق کے پاس رہیں جب وہ خیبر میں قتل کیا گیا تو صفیہ لوٹ میں آئیں اور دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ ایک آدمی نے حضرت سے کہا کہ صفیہ سردار بنی قریظہ و نضیر ہے اسلئے آپ نے سات لونڈیاں دحیہ کلبی کو دیں اور صفیہ کو لے کر آزاد کیا۔ اور اپنے نکاح میں لائے اور مہر اعتاق قرار دیا۔ اور منزل صہبا میں بعد انتقبر ازفاف واقع ہوا۔ اسوقت عمر انکی سترہ برس کی تھی۔ اور سنہ ۳۶ یا ۵۵ھ میں فوت ہوئیں۔ جنت البقیع میں دفن کیگئیں اور بقول بے خلافت حضرت فاروقؓ میں وفات پائی

انہیں نے نماز جنازہ پڑھی۔ مرویات آپ کی دس حدیثیں ہیں جن سے ایک متفق علیہ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت صفیہ کے رخسار پر ایک نیلا داغ تھا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ داغ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ جب آپ نے محاصرہ کیا تھا تو میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری بغل میں آیا ہے۔ میں نے یہ خواب شوہر سے بیان کیا تو اس نے زور سے طمانچہ مارا کہ رخسار نیلا ہوگیا۔ اور کہا تو چاہتی ہے کہ اس بادشاہ کی بغل میں سو وے۔ (التقر)۔

صلوٰۃ (ل) و عاد (ص۔ ش) میں اس سے مراد نماز ہوتی ہے۔ مختلف کیفیات کے اعتبار سے جو نمازوں کی چند اقسام ہیں، انکے نام یہ ہیں:-

(۱) صلوٰۃ الخمس دیکھو پنجوقتی نماز (۲) صلوٰۃ الجنازہ ،، دیکھو نماز جنازہ
(۳) صلوٰۃ الجمعہ ،، جمعہ کی نماز (۴) صلوٰۃ الکسوف والخسوف ،، کسوف وخسوف کی نماز
(۵) صلوٰۃ الاستسقاء ،، استسقاء کی نماز (۶) صلوٰۃ الحاجۃ ،، حاجۃ کی نماز
(۷) صلوٰۃ الاستخارہ ،، استخارہ کی نماز (۸) صلوٰۃ الاوابین ،، اوابین کی نماز
(۹) صلوٰۃ التسبیح ،، صلوٰۃ التسبیح (۱۰) صلوٰۃ الضحیٰ ،، چاشت کی نماز
(۱۱) صلوٰۃ الاشراق ،، اشراق کی نماز (۱۲) صلوٰۃ التہجد ،، تہجد کی نماز
(۱۳) صلوٰۃ الوتر ،، نماز وتر (۱۴) صلوٰۃ التراویح ،، نماز تراویح
(۱۵) صلوٰۃ المسافر ،، مسافر کی نماز (۱۶) صلوٰۃ المریض ،، بیمار کی نماز
(۱۷) صلوٰۃ الخوف ،، خوف کی نماز (نماز کے احکام کے لئے دیکھو (نماز)

صلوٰۃ التسبیح یہ چار رکعت نماز بڑا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے سب گناہ اگلے پچھلے۔ نئے پرانے۔ چھوٹے بڑے۔ چھپے کھلے غرض سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ ہو سکے تو یہ نماز ہر روز پڑھنی چاہئے۔ ہر روز نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ۔ یہ بھی مشکل ہو تو مہینے میں ایک بار۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایکبار اگر اتنی بھی توفیق نہ ہو تو عمر بھر میں تو ایک بار ضرور پڑھ لینی چاہئے۔ اسکی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور سورۃ کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھیں سُبحانَ اللہِ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اور ہر رکوع سجدہ جلسہ اور قعدہ میں دس دس بار پڑھیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ (ل) درمیانی نماز۔ اور یہ کنایہ اسکی فضیلت سے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نماز ظہر کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکے پہلے دو نمازیں ہیں۔ ایک رات کی اور ایک دن کی یعنی عشاء و فجر۔ اور اسکے پیچھے بھی اسیطرح کی دو نمازیں ہیں یعنی عصر اور مغرب۔ اور بعض احادیث بھی اس قول کی مؤید ہیں۔ لیکن علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد نماز صبح ہے۔ کیونکہ وہ دو دن کی اور دو رات کی نمازوں کے درمیان ہے۔ اور نماز صبح کا وقت ان دونوں کے درمیان حد مشترک ہے۔ کیونکہ وہ وقت من وجہٍ دن ہے یعنی اعتبار شرع میں۔ کیونکہ شرع میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اور من وجہٍ رات ہے۔ یعنی باعتبار لغت و عرف کے کیونکہ عرف میں دن طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن صحابہ اور تابعین کے اکثر علماء اور امام ابو حنیفہ رضؓ و احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ عصر ہے۔ پس قرآن مجید میں بھی انہی معنے پر محمول ہوگی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے قول حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى میں صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر ہی مراد ہے۔ اور دلائل انکی بہت سی احادیث ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مذکور ہے کہ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کفار نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنے صلوٰۃ عصر سے روک رکھا ہے خدا انکی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ پس اس صورت میں مجال اختلاف نہ رہی اور غالباً صحابہ اور تابعین میں جو اختلاف اسکی تعیین میں تھا وہ اس حدیث کے سننے کے پہلے تھا کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے تاویل کی ہوگی۔ لیکن اس حدیث کے ثبوت کے بعد متعین ہوگیا کہ مراد نماز عصر ہی ہے (شرح مشکوٰۃ للشیخ عبدالحق دہلوی)

صلح یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا تا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (س۔ نساء۔ ع ۱۸) یعنی اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کیطرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بی بی دونوں میں کسی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں۔ اور صلح بہر حال بہتر ہے۔

صلیب دار یا سولی کو کہتے ہیں۔ جبکہ کسی زمانہ میں مجرموں کو سزائے موت دیجاتی تھی۔ اور اس کی شکل یہ تھی + صلیب لکڑی سے بنی ہوتی تھی اور زمین میں نصب کردیجاتی تھی۔ سزا کی صورت یہ تھی کہ مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر صلیب کی آڑی لکڑی کے دونوں سروں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ اور پاؤں سے لیکر سر تک سارا جسم سیدھی لکڑی کے محاذی رکھا جاتا۔ پھر ہاتھ پیر اور پنڈلیوں کو آہنی میخیں گاڑ کر لکڑی کے ساتھ پیوست کردیا جاتا۔ اور مجرم کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ حتیٰ کہ وہ مر جاتا۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) صلیب پر چڑھا کر مار ڈالا گیا تھا۔ اسلئے ان لوگوں میں صلیب کی شکل مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اسلام نے اس غلط خیال کی تردید کی ہے۔ اور اسکے نزدیک صلیب کی تعظیم امر باطل ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عنقریب ابن مریم (عیسےٰ) ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تمہیں نازل ہوں گے۔ پس صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے الخ (مش)۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَتْرُکْ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ تَصَالِیْبُ۔ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جسپر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں تصالیب سے مراد تصاویر ہیں صلیب کی شکلیں مراد نہیں۔ جیسے کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر گرجا سے صلیب چوری چلی جائے تو چور کو قطع ید کی سزا نہ دی جائے گی۔

عیسائی سلطنتیں صلیب کا نشان سیاسی وملکی امور میں بھی بطور تبرک استعمال کرتی ہیں۔ جیسے ٹرکی کی سلطنت ہلال کی شکل کو استعمال کرتی ہے۔ دیکھو (ہلال)۔

صمد (ل) بے نیاز۔ خدا تعالے کا نام ہے۔ صمد کے اصلی معنے ہیں قصد کے چونکہ آدمی اپنے تمام مطالب میں بارگاہ خداوندی کا قصد کرتے ہیں اسلئے اسے صمد کہتے ہیں۔ غرض مرادف ہے مرجع ومآب کا۔ سورہ اخلاص میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ یعنے اللہ بے نیاز ہے۔

صنعاء ملک یمن میں ایک مشہور شہر کا نام ہے ابرہہ نام ایک عیسائی اسکا حاکم تھا۔ جس نے مکہ پر چڑھائی کی تھی (دیکھو اصحاب الفیل) اس سے زیادہ یمن میں کوئی شہر آباد اور بارونق نہیں اسکی آب وہوا معتدل ہے جسکی وجہ سے گرمی اور سردی میں اور جگہ جانے کی حاجت نہیں پڑتی۔ زمانہ گذشتہ میں شاہان یمن کا یہی شہر دارالحکومت تھا۔ جہاں ابتک عمارات سابقہ کے بڑے بڑے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اسکے قریب مارب کا بندر ہے جو کسی زمانہ میں شام تک ملک سیراب کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کی عجائب چیزوں میں سے تھا۔ (جغر)

صنم بت۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (س۱۳۔ ابراہیم۔ ع۶) اور اے کفار مکہ اسوقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے خدا سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر مکہ کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری نسل کو اس گمراہی سے بچا کہ لگیں بتوں کو پوجنے۔

(ص۔ و) میں اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی کو اللہ تعالے کیطرف رجوع ہونے سے روک دے۔

مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ جو چیز تجھے حق سے روکے وہ صنم ہے۔ (ک)

صور ترہی یا بگل جیسی ایک چیز ہوگی جسمیں زور سے حضرت اسرافیل پھونک مارینگے۔ صور کئی بار پھونکا جائیگا۔ پہلی دفعہ تو ساری مخلوقات گھبرا کر بیہوش ہو جائے گی۔ ایسی زور سے کڑک ہوگی کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے جاندار حواس باختہ ہو جائینگے بقول حسن جبرائیل۔ میکائیل۔ جنت کی حوریں اور وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں بیہوش نہ ہونگے بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسے علیہ السلام بھی بیہوشی سے محفوظ رہینگے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں قیامت کو اٹھوں گا تو موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے کھڑا دیکھوں گا۔ مجھے علم نہ ہوگا کہ وہ مجھ سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یا بیہوش ہی نہیں ہوئے۔ بعض شہدا کے بارے میں بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائیگا تو دنیا کی سب مخلوقات فنا ہو جائے گی۔ تیسری مرتبہ صور پھونکنے سے تمام لوگ قبروں سے نکل پڑیں گے۔ قرآن مجید میں

صرف دو ہی دفعہ صور پھونکا جانیکا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ہ (س۔ زمر۔ ع ۷) اور (اول) بار صور پھونکا جائیگا تو جو (مخلوقات) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان (سب) پر (مرگ کی) بے ہوشی طاری ہو جائیگی مگر جسکو خدا چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو اب سب کے سب ایک دم سے (قبروں سے نکلکر) کھڑے ہو جائیں گے (اور چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

قیامت نامہ میں لکھا ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ جمعے کے دن صبح کے وقت صور پھونکا جائیگا۔ پہلے اسکی آواز پست اور لمبی ہوگی۔ پھر آہستہ آہستہ بادل کیطرح گرجنے اور بجلی کیطرح کڑکنے لگے گی۔ اسوقت تھرتھرائیگی اور آدمی مرنے لگیں گے۔ عجب کھلبلی کا عالم طاری ہوگا۔ لوگ پہاڑوں کیطرف بھاگیں گے اور پہاڑوں کے درندے آدمیوں کیطرف آئینگے۔ جب صور کی آواز سخت ہو جائیگی تو تمام مخلوقات تباہ ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً تَاْخُذُھُمْ تا اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ ہ (س۔ یٰس۔ ع ۴) (یٰس) یہ اسکے منتظر ہیں کہ یہ لوگ آپسمیں (ایک دوسرے سے معمولی طور پر) لڑجھگڑ رہے ہونگے اور ایک زور کی آواز (صور) ان کو (ایک دم سے) آن پکڑے پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے بال بچوں میں لوٹ کر جاسکیں گے۔ اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جائیگا تو ایک دم سے (سب کے سب) قبروں سے (نکل نکل) اپنے پروردگار کیطرف چل کھڑے ہوں گے۔ زمین پھٹ جائے گی۔ دریاؤں کا پانی کناروں سے نکل پڑیگا اور ساری زمین پر پھیل جائیگا۔ پہاڑ جلکر راکھ ہو جائینگے اور سخت آندھیوں کے باعث اڑ جائینگے۔ آخر ستارے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑینگے۔ آسمان پھٹ جائیگا۔ یہ صور چھ ماہ تک پھونکا جاتا رہیگا۔ اسکے بعد دوسرا صور پھونکا جائیگا۔ یہ صور بقول ابن عباسؓ پہلے صور سے چالیس سال بعد پھونکا جائیگا۔

دوسری دفعہ اسطرح صور پھونکا جائیگا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ سب ارواح صور میں داخل کر کے اس زور سے پھونکو کہ وہ اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں۔ وہ صور پھونکیں گے تو جیسے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں جا بیٹھتی ہیں ویسے ارواح اپنے اپنے جسموں میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ صور بیت المقدس میں پھونکا جائیگا۔

صوفی پشمینہ پوش۔ کیونکہ صوف پشم کو کہتے ہیں۔ اور فقرا کی اصطلاح میں صوفی اسکو کہتے ہیں جو اپنے دل کو محفوظ اور اپنے خاطر کو غیر اللہ کے خیال سے پاک رکھے از کشف و لطائف۔ اور ایک معتبر شرح میں لکھا ہے کہ صوفی منسوب ہے صوفہ کیطرف۔ اور یہ اہل تجرد میں سے ایک قوم ایام جاہلیت میں تھی جو کعبہ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اور خلق کی خدمت بھی خاص خدا کے لئے کرتی۔ پس اہل تصوف انہی لوگوں کے ساتھ منسوب ہو گئے۔ اور صوفی مخلص کے معنے میں بھی آیا ہے۔ (غ)

(ص۔ د) میں صوفی وہ ہے جو فانی بالنفس اور باقی باللہ ہو۔ اور طبائع سے رستگار اور حقیقۃ الحقائق سے پیوست ہو جائے۔ متصوف وہ ہے جو اس درجہ کی تلاش کی کوشش کرے۔ اور مستصوف وہ ہے جو اپنے آپ کو صوفیوں کے مشابہ بنائے۔ اور جو شخص جاہ و دنیا حاصل کرنے کے لئے صوفی بنے وہ سچا صوفی اور متصوف نہیں ہے۔

جنیدؒ فرماتے ہیں۔ صوفیہ وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ اس حیثیت سے قائم ہیں جسکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

بعض کہتے ہیں کہ تصوف کا پہلا درجہ علم ہے۔ درمیانی درجہ عمل اور آخری درجہ عنایت الٰہی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف سے مراد ترک اختیار ہے شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حواس کی حفاظت اور سانس کا لحاظ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے طلب مقصود میں کوشش کرنا معبود سے مانوس ہونا مفقود سے دل کو ہٹانا۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو نہ کسی چیز کا مالک ہو۔ نہ مملوک ہو یعنی بندہ طمع نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں صوفی وہ جو کدورت سے پاک ہو۔ فکر میں غرق رہے۔ بشر سے تعلق توڑ کر خدا سے جوڑے۔ سونا اور پتھر۔ ریشم اور اون اسکے نزدیک برابر ہوں۔ بعض کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو صاف کرے۔ اور خدائے عزوجل کے سوا کسیکو معبود نہ سمجھے بعض کہتے ہیں صوفی وہ ہے جو ہمیشہ بلا واسطہ خدا کے ساتھ رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جسکے حظوظ نفسانی کو خدا مار ڈالے اور اپنے مشاہدہ کے ساتھ باقی رکھے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیُّ کَالْاَرْضِ یعنے صوفی تواضع وفروتنی میں زمین کی مثل ہے (ک)۔ تفصیل کے لئے دیکھو (تصوف)۔

صوم (ل) رُکنا۔ باز رہنا۔
(ص۔ ش) میں نیت کے ساتھ صبح سے مغرب تک کھانے۔ پینے اور جماع سے رُک رہنے کا نام صوم یا روزہ ہے (تخ)۔

روزہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک عبادت ہے۔ اور نماز کی طرح ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے۔ یہ عبادت سال بھر میں صرف ایک مہینہ میں ادا کیجاتی ہے۔ جسے ماہ رمضان کہتے ہیں۔

جس دن روزہ رکھنا ہو اس سے پہلی رات میں سحری کھانا سنت ہے۔ سحری کا وقت آدھی رات سے صبح صادق کے ظاہر ہونے سے پہلے تک ہے۔ جب سورج چھپ جائے تو فوراً روزہ کھولنا چاہئے۔ تازہ یا تر خرما سے روزہ کھولنا سنت ہے۔ یہ نہ ملیں تو پانی سے یا جو چیز ملے اُس سے کھول لیں۔

روزے کی تین قسمیں ہیں (۱) فرض۔ جن سے مراد رمضان کے روزے ہیں (۲) واجب۔ جن میں نذر۔ قضا اور کفّارے کے روزے داخل ہیں (۳) نفل جیسے ہر مہینے کے تین روزے اور عیدالفطر کے بعد چھ روزے۔ اور ایسے ہی باقی نفلی روزے جو عبادت کے طور پر رکھے جاتے ہیں۔ فرض اور نفل روزے کی نیت رات سے لیکر دن میں زوال تک جب چاہیں کرسکتے ہیں۔ واجب روزے اگر خاص وقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے نذر معیّن کے روزے انکا بھی یہی حکم ہے مگر جو واجب روزے کسی خاص وقت سے تعلق نہیں رکھتے جیسے غیر معین نذر کے روزے اور قضا کے روزے اور کفارے کے روزے۔ انکی نیت رات ہی سے ہونی چاہئے۔

اِن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (۱) جان بوجھکر کھانا پینا۔ (۲) جان بوجھکر ہم بستر ہونا (۳) کلّی کرتے یا غوطہ لگاتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی اُتر جانا (۴) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا (۵) سر کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا دماغ تک چلا جانا (۶) پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ کے اندر پہنچ جانا۔ (۷) اپنی خواہش سے مُنہ بھر قے کرنا (۸) صبح صادق کے بعد غلطی سے سحری کھا لینا۔ (۹) روئی کا غذ گھاس کنکر وغیرہ جو چیز کھائی نہیں جاتی نگل جانا۔

اگر کسی شخص کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ بھول کر کچھ کھا پی جائے۔ یا ہمبستر ہو۔ یا بلا اختیار حلق میں غبار دھواں۔ مکھی چلی جائے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تیل لگانے مسواک کرنے۔ سرمہ لگانے بلا اختیار قے کے آنے اور کان میں پانی ٹپکانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا

خواہ روزہ یاد ہی ہو۔

جو شخص رمضان کے روزے نہ رکھے یا وہ واجب ونفل روزے سے ہو۔ پھر اُسے جان بوجھکر یا غلطی سے توڑ ڈالے۔ اس پر ایسے روزوں کی قضا واجب ہے۔ رمضان کے روزے میں جان بوجھکر کھانے پینے یا ہمبستر ہونے سے قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوجاتا ہے۔ ایک روزے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کریں۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو دو مہینے متواتر روزے رکھیں یہ بھی نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔ اگر رمضان میں کسیکو غش آجائے تو اس روزے کی قضا نہ دے۔ باقی دنوں کی قضا دے۔ اگر روزہ دار فجر کے بعد اس خیال سے کچھ کھاجائے کہ فجر نہیں ہوئی یا غروب سے پہلے یہ سمجھکر افطار کرے کہ غروب ہوگیا تو اس پر قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

سحری کھانے میں تاخیر اور افطار کرنے میں تعجیل مستحب ہے۔ افطار میں اتنی دیر کرنا کہ تارے نکل آئیں مکروہ ہے۔

ضعیف لوگ اگر روزہ نہ رکھ سکیں تو نہ رکھیں اور انکے بدلے فدیہ دیں اور وہ یہ ہے کہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو غلہ دے جسکی مقدار صدقہ فطر کے برابر ہو۔ پھر اگر اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہوجائے تو قضا بھی کرلے۔ یہ لوگ عذر کی حالت میں روزہ نہ رکھیں۔ جب عذر رفع ہو تو قضا کریں اسکے عوض صدقہ نہ دیں (۱) حاملہ عورت (۲) حیض ونفاس والی عورت (۳) دودھ پلانے والی عورت جب اسے اپنے یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو (۴) مریض جسے مرض کے بڑھ جانے کا ڈر ہو۔ (۵) مسافر۔ لیکن مسافر کو اگر نقصان نہ ہو تو اسے روزہ رکھنا مستحب ہے۔

ان دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے (۱) عید الفطر کے دن (۲) عید اضحیٰ کے دن (۳) عید اضحیٰ سے بعد تین دن یعنی گیارہویں سے تیرھویں تک۔ (۴) سال بھر روزے رکھنا اور کسی دن افطار نہ کرنا۔ یہ روزے مستحب ہیں:۔ ایام بیض یعنے ہر مہینے کی تیرہویں چودہویں اور پندرہویں تاریخ کے تین روزے (۲) محرم کے روزے (۳) عید الفطر کے بعد چھ روزے (۴) ذی الحجہ کے پہلے نو دن کے روزے (کذا فی کتب الفقہ الحنفی)

صوم التطوع

نفلی روزے۔ جو رمضان کے روزوں کے علاوہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عید کے بعد کے چھ روزے۔ یوم عاشورا کا روزہ۔ پیر اور جمعرات کا روزہ۔ ہر مہینے کی تیرہویں چودہویں پندرہویں کے تین روزے۔ اور انہی کو ایام بیض بھی کہتے ہیں مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہفتے اور اتوار اور پیر کے تین روزے۔ اسیطرح آخری تاریخوں میں منگل بدھ وجمعرات کے تین روزے۔

صید

جو شکار ایسے جانوروں کے ذریعہ سے کیا جائے جو پنجہ یا کچلیوں کے ذریعہ سے شکار کریں اسکا شکار جائز ہے بشرطیکہ ان جانوروں کو سکھایا اور سدھایا جائے۔ اور اسکو کسی مسلمان یا کتابی نے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا ہو اور شکار بھاگ سکتا یا اڑ سکتا ہو۔ اور وحشی ہو مانوس نہ ہو۔ اور شکار مارنے میں سدھے ہوئے کتے کے ساتھ دوسرا کتا جو سدھا ہوا نہیں شامل نہ ہو کتے کے سدھانے میں یہ بات لازم ہے کہ وہ شکار مار کر اس میں سے کچھ نہ کھائے اور زیادہ سے زیادہ تین دفعہ میں شکار کو جا پکڑے۔ باز کے سدھانے میں یہ ضروری ہے کہ وہ مالک کی آواز سنکر واپس آجائے۔ اگر باز شکار میں سے کچھ کھاجائے تو وہ شکار حلال ہے بخلاف اسکے اگر کتا شکار میں سے کچھ کھاجائے یا تین جھپٹوں کے خالی جانیکے بعد شکار کو پکڑے تو حرام ہوجاتا ہے۔ تیر کے ساتھ بھی شکار مارنا جائز ہے بشرطیکہ بسم اللہ پڑھکر تیر چلایا جائے۔ اور اگر جانور تیر سمیت غائب ہوجانے تو اسکو

تلاش کئے بغیر نہ بیٹھے۔ اور اگر زندہ ہاتھ آجائے تو اسکو ذبح کرنا ضروری ہے (شر)

حرم مکہ اور حرم مدینہ میں شکار کھیلنا جائز نہیں اور نہ احرام کی حالت میں جائز ہے۔ احرام کی حالت میں پانی کا شکار یعنے مچھلی وغیرہ کو پکڑنا جائز ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ (س۔ مائدہ رع ۱۳) مسلمانو! جب تک تم حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہو تو شکار نہ مارو پھر آگے چلکر حکم ہے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ ۚ دریا کا شکار اور اسکا کھانا تمہارے اور دوسرے (مسافروں کے فائدے کے لئے تم کو حلال ہے (گو احرام باندھے ہوئے ہو)۔

بابُ الضاد

ضارّ ضرر و شر کا خالق۔ یعنی خدا خالق خیر و شر اور نفع و ضرر ہے۔ اور درد و دوا، رنج و شفا گرمی و سردی خشکی و تری سب پیدا کی ہوئی اُسی کی ہیں۔ یہ اسم اُن اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی قرآن مجید میں بعینہ نہیں ملتے۔ ہاں۔ مادے پائے جاتے ہیں۔

ضبط (ل) ہوشیاری (ص۔ ش) میں کلام کو کما حقہٗ سنکر اسکا مقصد سمجھنا پھر پوری کوشش سے اُسے یاد رکھنا (تح)۔

ضحیٰ چاشت کا وقت۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکی ابتدا میں یہ لفظ وارد ہوا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ (س۔ ضحیٰ رع ۱) چاشت کے وقت کی قسم ہے اور رات کی قسم ہے جب سب چیزوں کو ڈھانک لے۔

ضحی اسکے معنے تو چاشت کے ہیں۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ اس آیت میں مجازاً تمام دن مراد ہے کیونکہ لیل سے اسکا مقابلہ ہوا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس ضحیٰ سے عام مراد ہے یا خاص مراد لیا گیا ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اس ضحیٰ سے وہ ضحیٰ مراد ہے جسمیں موسےٰ نے اللہ تعالےٰ سے کلام کیا تھا۔ اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ سے روشنی جنت اور لیل سے تاریکی جہنم مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک ضحیٰ سے ترقی اسلام کا زمانہ اور لیل سے اسکا تنزل مراد ہے۔ اور بھی بہت سے احتمال لوگوں نے بیان کیئے ہیں۔ (تف)۔

ضحّاک ضحاک بن مزاحم ہلالی۔ اکابر علمائے حدیث میں سے تھے۔ خراسان کے رہنے والے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے بعد فوت ہوئے (کن)

ضحک ہنسنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ تا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (س۔ حجرات رع ۲) مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں۔ عجب نہیں کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو ایمان لائے۔ بد تہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو (ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی (خدا کے نزدیک) ظالم ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم میں سے کوئی اپنی بی بی کو غلام کا سا مارنا نہ مارے پھر اسی دن اخیر میں اسے اپنے پاس سلائے۔ اور ایک روایت میں

یوں آیا ہے کہ تم میں کا ایک شخص قصد کرتا پھر اپنی بی بی کو غلام کا سا مارنا مارتا ہے۔ تو (ایسا کرنا مناسب نہیں) ممکن ہے کہ اسی دن کے اخیر میں اسے اپنے پاس سلانے کی ضرورت ہو۔ پھر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گوز پر ہنسنے کے بارے میں نصیحت کی کہ تم میں ایک شخص اس چیز پر کیوں ہنسے جسے خود کرتا ہے۔ (صح)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا خندہ کرتے کبھی نہیں دیکھا حتیٰ کہ میں آپ کے کوّے کو دیکھ پاؤں۔ ہاں۔ آپ مسکراتے اور تبسم کیا کرتے تھے۔ (بخ)

(۳) حضرت انس رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا! بہت ہنسا مت کرو۔ کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مجل ڈالتا ہے (ش)

(۴) جابر بن سمرہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے طلوع شمس تک وہاں سے اُٹھتے نہ تھے ہاں جب سورج نکل آتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور صحابی بیٹھے باتیں کیا کرتے زمانہ جاہلیت کے واقعات شروع کرتے اور ہنستے۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اُنکی باتیں سُن سُن کر مسکراتے۔ (مس)۔

(۵) حضرت قتادہ رض سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمر رض سے پوچھا۔ کیا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہنسا کرتے تھے۔ ابن عمر رض نے جواب دیا کہ ہاں (اچانا) ہنسا کرتے تھے۔ حالانکہ دلوں میں ایمان پہاڑ سے بڑا تھا۔ (مش)۔

(۶) ابوذر رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم جان جاؤ تو ہنسو تھوڑا اور رؤو بہت (تر۔ ابن)۔

ہنسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز میں کھلکھلا کر ہنسنے سے نماز کے علاوہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے (فق)

اگر ولی کنواری لڑکی سے نکاح کے متعلق اسکی رضامندی دریافت کرے اور وہ ہنس پڑے تو اس سے اسکی رضامندی سمجھی جائیگی۔ (ر)

ضُراح بیت المعمور کا نام ہے جو چوتھے آسمان پر کعبے کے مقابل ہے۔ (س)۔

صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ ہر وقت زیارت کرنیوالے فرشتوں سے بھرا ہوا رہتا ہے اسلئے اسے بیت المعمور کہتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ ہر دن ۷۰ ہزار فرشتے اسکی زیارت کے لیئے آتے ہیں جو پھر کبھی اس میں نہیں آتے (بلکہ ہر دن اسقدر فرشتے نئے آتے رہتے ہیں)

قرآن مجید میں بیت المعمور کا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ (س۔ الطور۔ ع ۱) اور (بغیر فرشتوں کے آسمانی کعبہ) بیت المعمور کی قسم ہے۔

ضرب (ل) مارنا۔ شہد خالص کے معنے میں بھی آیا ہے (ص۔ و) میں ایک خاص طریقے کے ساتھ خدا کا نام لینا۔ وہ کلمہ پڑھنا جس سے دل پر صدمہ پہونچے۔ جھٹکے کے ساتھ کلمہ پڑھنا۔

ضِفدَع مینڈک۔ اسکا کھانا حرام ہے۔ بیہقی نے سنن میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، مینڈک، صرد، ہُدہُد۔

ضعیف کمزور۔ قوی کی ضد ہے۔ قرآن میں ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا یعنی انسان ایک کمزور ہستی پیدا کیا گیا ہے۔

ضِعف ضاد کی زیر سے دوگنے کو کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

یعنی سود و دونا دون مت کھاؤ۔

ضلالت اس چیز کا گم ہو جانا جو مطلوب تک پہنچا دے۔ (تح)

ضیافت شرع شریف نے ضیافت اور مہمانی و میزبانی کے متعلق بہت سے واجبات و آداب کی تعلیم دی ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ یعنے جو شخص اللہ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے الخ (صح)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کے ساتھ لطف و احسان اور خاطر و مدارات کرنے کی مدت ایک رات دن ہے اور مہمانداری تین دن ہے۔ اسکے بعد جو احسان کیا جائے وہ خیرات ہے (صح)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سنت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے) اسکی تعظیم و تکریم کے لئے حویلی کے دروازہ تک پہونچانے جائے (ابن)۔

مذکورہ بالا آداب تو میزبان کے ذمہ ہیں۔ مہمان کے ذمہ بھی بہت سے آداب ہیں۔ مہمان کو اپنے میزبان کے گھر میں بے اجازت نہ جانا چاہیئے۔ اور جب جائے تو گھر والوں کو سلام کرے۔ مہمان کے ساتھ کوئی اور شخص جسکو دعوت نہیں دیگئی لگا چلا آئے تو اسکی اطلاع میزبان کو کردینی چاہیے دسترخوان بچھ چکے تو کوئی اُٹھ کر چلا نہ جلائے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانیکے لئے دسترخوان بچھا دیا جائے تو کوئی شخص نہ اُٹھے حتیٰ کہ دسترخوان (کھانے سے فراغت ہونے کے بعد) اُٹھا لیا جائے اور تاوقتیکہ اور لوگ اطمینان سے کھانا نہ کھا چکیں یہ اپنا ہاتھ کھانے سے نہ اُٹھائے۔ اور اگر اوروں کے فارغ ہونے سے پہلے دست کشی کرنا چاہتا ہے تو اپنے عذر کو ظاہر کردے کیونکہ یہ (بے عذر کئے کھانے سے دست کشی کرنا) اسکے ہم نشین کو شرمندہ کرنا ہے۔ یعنے وہ بھی اپنا ہاتھ سکیڑیگا اور ممکن ہے کہ ہنوز اسے کھانے کی ضرورت ہو (ابن)

امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب کے پیچھے کھانے سے فارغ ہوتے (مش)۔

مہمان کو چاہیئے کہ کھانے سے فارغ ہوکر میزبان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک خاندان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں کھانا تناول فرمایا۔ جب باہر تشریف لانے لگے تو گھر کے ایک گوشہ کیطرف اشارہ کیا اور وہاں آپ کے لئے ایک چٹائی پر (اسے نرم کرنیکے لئے) پانی چھڑکا گیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا کی (بخ)۔

ابو شریح کی ایک حدیث کے آخری کلمات ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ضیافت تین دن ہے۔ اسلئے جو مہمان کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کو میزبان کے پاس اتنا ٹھہرنا جائز نہیں کہ وہ تنگ ہو جائے اور مشقت میں پڑ جائے۔ (بخ۔مس)۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر مہمان کسی عذر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے میزبان کے ہاں ٹھہر جائے تو تین روز کے بعد اُسے اپنے پاس سے کھانا پینا چاہیے۔ میزبان کو کسیطرح کی تکلیف نہ دے اور اُسے تشویش میں نہ ڈالے۔

مطلب یہ کہ مہمان کو چاہئے کہ کسی طرح پر صاحب خانہ کا بار خاطر نہ ہو۔ اس سے ہم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ مہمان فرمائش نہ کرے۔ کھانے کی مقدار کیفیت میں نکتہ چینی نہ کرے صاحب خانہ پر اپنی بے رغبتی کو اگر ہو بھی ظاہر نہ ہونے دے

ضیف (ل) مہمان۔ تفصیل کے لئے دیکھو (ضیافت)

باب الطاء

طارق (ل) رات میں آنیوالا۔ قرآن مجید کی چھیاسویں (۸۶) سورت میں چونکہ یہ لفظ آیا ہے اس سورت کا نام بھی طارق رکھا گیا۔
یہ سورۃ اسطرح شروع ہوتی ہے وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ آسمان کی قسم اور رات میں آنیوالے کی (قسم) اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے ہو کہ رات کا آنیوالا کیا ہے (وہ) چمکتا ہوا تارہ (ہے) اس سورۃ کی سترہ (۱۷) آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

اس میں جو طارق کا لفظ آیا ہے اسکے مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض عام ستارے مراد لیتے ہیں اور بعض زحل۔ کوئی ثریا کا گچھا مراد لیتا ہے بعض شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

طاعت فرمانبرداری۔ قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک دفعہ ہی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ط (س۔ النساء۔ ع ۱۱) یعنی (یہ لوگ) کہہ تو دیتے ہیں کہ جو تم کہتے ہو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جب تمہارے پاس سے اٹھکر باہر جاتے ہیں تو ان میں کچھ لوگ راتوں کو اپنے کہے کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ یعنی خالق کی نافرمانی کی بات میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ اور نیز قرآن میں ہے وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا یعنی اگر تیرے ماں باپ تجھے شرک کرنے پر اصرار کریں جو تیرے علم میں جائز نہیں ہے تو انکی اطاعت مت کیجیو۔

طاعون ایک وبائی مرض کا نام ہے۔ دیکھو (وبا)

طاغوت اصل میں یہ طَیْغُوْت تھا۔ مَلَکُوْت کے وزن پر یا کو الف سے بدل دیا گیا۔
مراد طاغوت سے سرکش ہیں جنکا مصداق بعض نے شیاطین جن و انس کو قرار دیا ہے۔ یعنی انکے گورو اور سرگروہ جو کفریات کی تعلیم کرتے تھے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بت ہیں (لغات)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں مذکور ہوا ہے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط (س۔ بقرہ۔ ع ۳۴) یعنی جو کافر ہیں انکے دوست ہیں شیاطین۔ نکال رہے ہیں۔ انکو روشنی سے اندھیروں میں۔

طالب (ل) دریافت کرنے والا۔ ڈھونڈھنے والا۔ عموماً طالب العلم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہیں۔ رستہ میں فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

طالوت ایک شخص کا لقب ہے جو حضرت سموئیل علیہ السلام کے آگے بنی اسرائیل کی اپنے لئے کسی آدمی کو بادشاہ بنانے کی درخواست پر ان کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔ اسکا نام ساون تھا۔ باپ کا نام قیس تھا۔

بنی اسرائیل میں اس سے بڑھکر کوئی خوبصورت نہ تھا۔ (لغت)۔

قرآن مجید میں اسکا قصہ یوں آیا ہے:۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى تا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝ (س-بقرہ-ع ۳۲)

(اے پیغمبر!) کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں (کی حالت) پر نظر نہیں کی کہ ایک زمانے میں اُنہوں نے موسیٰؑ کے بعد اپنے (وقت کے) پیغمبر (سموئیل) سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کیجئے کہ ہم (اسکے سہارے) سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں (پیغمبر نے) کہا۔ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم نہ لڑو۔ بولے کہ ہم اپنے گھروں اور اپنے بال بچوں سے تو نکالے جا چکے تو ہمارے لئے اب کونسا عذر ہے کہ خدا کی راہ میں نہ لڑیں۔ پھر جب ان پر جہادلہ فرض کیا گیا تو ان میں سے معدودے چند کے سوا باقی سب پھر بیٹھے اور اللہ تو بے فرمانوں کو خوب جانتا ہے۔ اور انکے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے (تمہاری درخواست کے مطابق) طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا۔ (اس پر) لگے کہنے کہ اسکو ہم پر کیونکر حکومت ملسکتی ہے۔ حالانکہ اس سے تو حکومت کے ہم ہی زیادہ حقدار ہیں۔ کہ اسکو تو مال (ودولت کے اعتبار) سے بھی کچھ ایسی فارغ البالی نصیب نہیں (پیغمبر نے) کہا کہ اللہ نے تم پر (حکمرانی کے لئے) اُسی کو پسند فرمایا ہے اور (مال میں نہیں تو) علم (میں) اور جسم میں اسکو (بڑی) فراخی دی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسکو چاہے دے۔ اور اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے۔ اور اُن کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ طالوت کے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ صندوق جسمیں تمہارے پروردگار کی (بھیجی ہوئی) تسلی (یعنی توراۃ) ہے اور (نیز) موسیٰؑ اور ہارونؑ جو (یادگار) چھوڑ مرے ہیں ان میں کی بچی کھچی چیزیں (بھی اس میں) ہیں (وہ بے لڑے) تمہارے پاس آجائیگا۔ (اور) فرشتے اسکو اُٹھا لائینگے۔ (دیکھو سکینہ) اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہی ایک بات تمہارے لئے نشانی (کافی) ہے۔ پھر جب طالوت فوجوں سمیت (اپنے مقام سے) روانہ ہوا تو (اس نے اپنے ہمراہیوں سے) کہا کہ (رستے میں ایک نہر پڑے گی) اللہ (اس نہر سے تمہاری (یعنی تمہارے صبر کی) جانچ کرنیوالا ہے تو (جو سیر ہوکر) اسکا پانی پی لیگا وہ ہمارا نہیں اور جو اسکو نہیں پئے گا وہ ہمارا ہے۔ مگر (ہاں) اپنے ہاتھ سے کوئی ایک (آدھ) چلو بھر لے (اور پی لے تو مضائقہ نہیں) پس ان لوگوں میں سے معدودے چند کے سوا سب ہی نے تو اس (نہر) میں سے (سیر ہوکر) پی لیا۔ پھر جب طالوت اور ایمان والے جو اُسکے ساتھ تھے نہر کے پار ہوگئے تو (جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی) لگے کہنے کہ ہم میں تو جالوت اور اُسکے لشکر سے مقابلہ کرنیکا آج دم ہے نہیں (اس پر) وہ لوگ جن کو یقین تھا کہ انکو خدا کے حضور میں جانا ہے بول اُٹھے اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔ اور جب جالوت اور اسکی فوجوں کے مقابلے میں آئے تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر (کی پکھالیں) انڈیل دے اور (معرکہ جنگ میں) ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہمیں فتح دی۔

لہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد چند روز بنی اسرائیل کی حالت اچھی رہی کہ وہ ملک کنعان میں فتوحات کرتے چلے جاتے تھے مگر تھے بے چین ایک وضع پر قائم نہیں رہتے تھے۔ قدیمی شرارتیں پھر شروع کیں۔ خدا نے دشمنوں کو اُن پر غلبہ دیا۔ اور ان کے مخالف جالوت بادشاہ نے ان کو بہت دق کیا۔ اسوقت سموئیل پیغمبر تھے۔ بنی اسرائیل نے انکی طرف رجوع کیا ۱۲

پھر ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا۔ اور جالوت کو داؤد نے قتل کیا اور انکو خدا نے سلطنت دی اور (انتظامی) عقل (عطا فرمائی) اور جو (علم و ہنر) اسکی مرضی میں آیا انکو سکھا دیا۱؎۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہو جائے۔ لیکن اللہ دنیا جہان کے لوگوں پر (بڑا) مہربان ہے۔

طٰہٰ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔
طٰهٰ ۚ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ۚ (س طٰہٰ ع ۱)
طٰہٰ (اے پیغمبر) ہمنے تم پر قرآن اسلئے تو نازل نہیں کیا کہ تم (اسکی وجہ سے اسقدر) مشقت اٹھاؤ۔

طاہر (ل) پاک۔ صاف۔ (ص) میں اُس عورت کو کہتے ہیں جو حیض و نفاس سے پاک ہو۔

طاہر الباطن وہ شخص جسے خداوند کریم شیطانی وسوسوں سے نگاہ رکھے۔ (تع)

طاہر السّر اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی حالت میں خدا کی یاد سے غافل نہ رہتا ہے (تع)

طاہر السّر و العلانیہ اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ خدا اور اُسکی مخلوق کے حقوق بجا لانے کی کوشش کرتا رہے (تع)

طاہر الظاہر وہ شخص جس کو خدا نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہو۔ (تع)

طائف چھوٹا سا شہر جبل غزوان پر آباد ہے۔ مکّہ سے تقریباً تین منزل پر مشرقی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ پر بنی سعد اور ہذیل کے تمام قبائل آباد ہیں۔ ثقیف و ہوازن کا بھی یہی مرکز ہے۔ یہ بڑی بلند جگہ ہے اسلئے سرد مقام ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر پانی جم جاتا ہے۔ تمام حجاز میں اس سے زیادہ شاداب سرد اور بہار افزا کوئی مقام نہیں۔ یہاں میوے بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ قسم قسم کا انگور اور طرح طرح کے انار نہایت شیریں اور بڑے بڑے دانوں کے انجیر اور بہت سے میوے اور ترکاریاں ہوتی ہیں۔ مکّہ میں جو میوے آتے اور ارزاں بکتے ہیں۔ سب کا خزانہ یہی مقام ہے۔ گرمی میں ترکی حکام اور دولتمند اشخاص اس پہاڑ پر چلے جایا کرتے ہیں مکّہ سے وہاں تک تار لگا ہوا ہے۔ مکّہ میں جو نہر زبیدہ جاری ہے۔ جسکو زبیدہ خاتون ہارون رشید کی بیگم نے بنوایا تھا اسی سلسلہ پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے (جغ)۔

طائف کو طائف اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جب طوفان آیا تھا تو اتنا خطّہ زمین کا غرق آب نہ ہوا بلکہ پانی کے اوپر رہا۔ یا اسوجہ سے کہ فرشتۂ جلیل جبرئیل نے اسکو خانہ کعبہ کا طواف کرایا تھا۔ کیونکہ در اصل یہ مقام شام میں تھا۔ وہاں سے پروردگار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حجاز میں اُٹھوا منگایا تھا (صنا)

طاؤس ابو عبدالرحمن طاؤس بن کیسان مشاہیر علماء میں سے تھے۔ فقہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے طاؤس جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ مکّہ میں حج کرتے فوت ہوئے۔ امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند عبداللہ نے آپکا جنازہ اُٹھایا۔ (دکن)
طاؤس مور کو بھی کہتے ہیں۔ اور طاؤس آتش پر

۱؎ طالوت کے لشکر میں داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ اُنہوں نے جالوت کو مارا۔ طالوت نے اپنی بیٹی اُن سے بیاہ دی۔ اس سلسلے سے طالوت کے بعد داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ بھی مذکور ہے کہ داؤد علیہ السلام کو زرہ بنانی بھی آتی تھی اور جانوروں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے۔ عجب نہیں کہ حکمت اور علم میں اسی کیطرف اشارہ ہو۔

اور طاؤس مشرق خرام آفتاب کو کہتے ہیں۔

طبیب ڈاکٹر۔ حکیم۔ دواؤں کے خواص جاننے والا علمِ طب سے واقف۔

طبِ روحانی روح کے معالجات کا فن۔ قلوب کے کمالات اور اُنکی آفات اور امراض اور اُنکی دواؤں کا علم اور ان حفظ صحت اور اعتدال کو جاننے کا نام طب روحانی ہے۔ (تع)۔

طحاوی ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ کو کہتے ہیں جو حنفی المذہب اور مشہور و معروف فقیہ تھے۔ آپ کی کئی ایک نہایت عجیب تصانیف ہیں جن میں سے احکام القرآن اور اختلاف العلماء اور معانی الآثار شہرۂ آفاق ہیں۔ ۳۲۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔ (دکن)۔

طریقت (ص)، ہیں عبادت الٰہی کا وہ خاص مسلک جسکو بزرگانِ دین باطنی اور شرعی طور سے تعلیم کرتے ہیں۔ دیکھو (شریعت اور طریقت)۔

طسم طسم اور جدیس مکہ کی دو قدیمی قوموں کے نام ہیں جنکا ذکر اب صرف روایات میں ملتا ہے اور کوئی نشان انکا باقی نہیں ہے (مج)۔

روایت بیان کیگئی ہے کہ اِن دونوں قوموں پر ایک عیاش بادشاہ حکمران تھا۔ غلبہ شہوت میں اس نے ارادہ کیا کہ قوم جدیس کی ہر تازہ دُلہن کے ساتھ پہلے خود عیش منایا کرے۔ اس پر لوگوں میں اسکے خلاف ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اور اس کے قتل کے لئے سازش کیگئی لوگوں نے ایک شاہی دعوت کا سامان کیا۔ اور بادشاہ اور اسکے وزراء کو ضیافت میں بُلایا۔ چند مسلح جوان گھات میں بیٹھ گئے۔ جب بادشاہ اور اسکے رفقاء مجلس کے ناچ رنگ میں محو مسرت ہو گئے تو وہ خون کے پیاسے جوان تلواریں سوت کر اس ظالم جماعت پر لوٹ پڑے اور سب کا قیمہ کر ڈالا۔

طعام کھانا۔ خوراک۔ کھانے کی چیز۔ قرآن مجید میں حکم ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ تا فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۱) مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے (اسکو بے تامّل) کھاؤ اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اسکا شکر (بھی) کرو اس نے تو تم پر بس مرا ہوا (جانور) اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور (نیز) وہ (جانور) جسکو خدا کے سوا کسی اور (کی عبادت) کے لئے (حلال اور) نامزد کیا جائے۔ تو جو بھوک سے بیقرار ہو جائے (اور) عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانیوالا نہ ہو۔ تو اسپر (انمیں سے کسی چیز کے کھا لینے کا بھی) گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ (س اعراف ع ۴) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں (انکو) کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اسکا کیا ہی جواب دینگے تم ہی انکو) سمجھا دو۔ کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ (نعمتیں) خاصکر اُنہی کو دیجائینگی۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ تا وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط (س مائدہ ع ۱) مسلمانو! مرا ہوا (جانور) اور لہو اور سور کا گوشت اور جو (جانور) خدا کے سوا کسی اَور کے نامزد کیا گیا ہو۔ اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو۔ اور جو (کسی جانور کا) سینگ لگ کر مرا ہو۔ یہ سب چیزیں تمپر حرام کر دیگئیں اور (نیز وہ جانور) جسکو درندوں نے (پھاڑ) کھایا۔ مگر جس (کے مرنے سے پہلے تم اس)

کو حلال کرلو تو وہ حرام نہیں) اور نیز جو کسی نشان پر (چڑھا کر) ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی منع ہے کہ ساجھے کے جانور کا گوشت (جوئے کے طور پر) تیروں (کے پاسوں) سے آپس میں تقسیم کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲)

مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے تو بس ناپاک شیطانی کام ہیں تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (〃)

شریعت میں حلال مال کما کر کھانے کی سخت تاکید ہے۔ اور حرام کھانے پر وعید ہے۔

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ طلب حلال ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور فرمایا جو شخص چالیس دن تک حلال کھاتا رہے اللہ اس کے دل کو نورانی کر دیتا ہے اور اسکے دل میں سے دانائی کے چشمے اسکی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔ اور فرمایا جو شخص (مثلاً) ایک قمیص دس درم کو خریدے اور اسکی قیمت میں ایک درم حرام ہو۔ تو جب تک وہ اسکو پہنے ہوئے ہے اسکی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اور فرمایا جو شخص اسباب کی پروا نہیں کرتا۔ کہ کس ذریعہ سے مال کما رہا ہے تو خدا بھی اسباب کی پروا نہیں کریگا۔ کہ اسکو دوزخ میں کہاں ڈال دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے اور جنکا گوشت حرام ہے۔ شریعت میں سب کی تفصیل موجود ہے۔ یہ جانور حرام ہیں:

(۱) دانت سے شکار کرنیوالے درندے (۲) پنجے سے شکار کرنیوالے جانور (۳) حشرات الارض یعنے وہ جانور جو زمین میں رہتے ہیں۔ جیسے چوہا۔ گھونس۔ چھچھوندر۔ سیہ۔ سانپ وغیرہ (۴) بستی کے گدھے (۵) خچر (۶) گھوڑا۔ امام اعظم رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ پہلا قول احتیاط پر اور دوسرا توسع پر مبنی ہے۔ (۷) بجو (۸) گوہ (۹) بھڑ (۱۰) بڑا سیاہ کوا (۱۱) گدھ (۱۲) ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے (۱۳) ہاتھی (۱۴) جنگلی چوہا (۱۵) نیولا (۱۶) تمام دریائی جانور مچھلی کے سوا۔

ان کے سوا باقی جانور جو عام طور پر سب جگہ پائے جاتے ہیں حلال ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کئے بغیر کھانا بھی درست ہے۔ ذبح کے مسائل کے لئے دیکھو ذبح

حلال جانور کی شرمگاہ۔ کپورے۔ غدود۔ پھکنا پتا۔ بہتا ہوا لہو کھانا مکروہ ہے۔

نباتات وجمادات سے بھی بعض چیزیں حرام ہیں جنکا ذکر حلال حرام کے لفظوں میں موجود ہے

مسلمان اور اہل کتاب یعنے یہودی وعیسائی کا ذبیحہ حلال ہے۔ مجوسی اور بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں۔ (قد)۔

عیسائی کا ذبیحہ اس صورت میں حلال ہے کہ وہ مسیح کو معبود نہ سمجھتا ہو۔ اگر وہ مسیح کو معبود سمجھتا ہے تو اسکا حکم مجوسی کا سا ہے پھر اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ملۃ توحید کا تابع ہو۔ یا تو اعتقاداً جیسے مسلمان۔ یا دعویً جیسے کتابی۔ نیز وہ اللہ کا نام لے سکتا ہو ورنہ اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔

گوشت کے سوا باقی ہر قسم کا کھانا ہندو۔ مجوسی وغیرہ سے بھی لیکر کھانا بھی جائز ہے۔ شیعہ لوگ ہندوؤں کا کھانا نجس سمجھتے ہیں۔ یہ اختلاف متفرع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ یعنے مشرک لوگ نجس ہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں مشرکوں کے نجس ہونے کا ارشاد ہوتا ہے پس انکا کھانا بھی نجس

ہونا چاہئیے۔ سُنّی کہتے ہیں کہ آیت کا سیاق و سباق
صاف بتا رہا ہے کہ اس سے نجاست جسمانی مراد نہیں
بلکہ نجاست روحانی مراد ہے جو کفر و شرک اور فتنہ گری
ہے اور اس سے اُن لوگوں کا کھانا نجس نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ
رہتے رہتے جہاں اور سینکڑوں ہندوانہ مراسم اپنے شعائر
و عادات میں داخل کر لی ہیں وہاں ایک چھوت چھات
کا مسئلہ ہے۔ ہندوستانی مسلمان ہندوؤں کی دیکھا
دیکھی غیر قوم کے لوگوں کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز
کرتے ہیں۔ انکا جھوٹا نہیں چکھتے۔ اور ان کے ساتھ
چھو جانے سے اپنے جسم اور کپڑے کو بچاتے ہیں۔ یورپین
لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر کھانے پینے سے قطعی
نفرت کرتے ہیں اور ایک چوہڑا چمار اگر نہا دھو کر
اجلے کپڑے پہنے ہوئے بھی ہو تو اسکے ساتھ چھو جانا
گناہ سمجھتے ہیں۔ یہ باتیں ہندوؤں کی رسموں میں سے
ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان کو کوئی تعلق نہیں۔ طرفہ یہ کہ
یہ لوگ انگریزوں اور دیگر یورپین لوگوں کے کھانے سے
تو نفرت کرتے ہیں اور ہندوؤں۔ سکھوں اور بُت
پرستوں کے کھانے کو بُرا نہیں سمجھتے ہیں حالانکہ وہ
اہل کتاب ہیں جنکے ساتھ کھانے پینے اور انکی لڑکی
کے ساتھ شادی کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے
اور یہ مشرک لوگ ہیں جو شیعوں کے نزدیک تو نجس
العین ہیں اور انکا ذبیحہ سُنیوں کے نزدیک بھی
حلال نہیں۔

طلاق (ل) رہا ہونا۔ چھوٹ جانا (ص۔ ش)
میں اس قید کو اُٹھا دینے کا نام ہے جو
نکاح کے شرعی طریقے سے عورت و مرد کے درمیان
قائم ہوئی تھی۔ (کنز الدقائق)۔

قرآن مجید کی آیات ذیل میں طلاق کا ذکر آیا ہے
الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ
(س۔ بقرہ۔ ع ۲۹) طلاق دو بار ہے (دو طلاقوں کے بعد یا تو
دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہے یا حسن سلوک
کے ساتھ رخصت کر دینا فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ
مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۹)
اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دی تو
اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح
(کر کے ہمبستری) نہ کر لے اسکے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ
لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (س۔ طلاق۔ ع ۱)
اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم (اپنی) بیبیوں کو
طلاق دینی چاہو تو انکو انکی عدت کے شروع میں طلاق
دو۔ اور (طلاق کے بعد ہی) عدت گننے لگو۔

اسکے علاوہ سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۰۔ ۳۱۔ اور
سورۃ النساء رکوع ۳ میں بھی طلاق کے متعلق احکام
نازل ہوئے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عورت بغیر کسی تکلیف
ہونے کے اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے
اسپر جنت کی بُو تک حرام ہے (مش)

ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند
چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے (مش)۔

اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک یہ الفاظ کہنے سے
کہ تجھکو طلاق ہے۔ یا ایسے الفاظ سے جو اسکے قریب
قریب ہوں۔ یا ایسے الفاظ و اشارات سے جن سے مراد
طلاق ہو۔ طلاق پڑ جاتی ہے۔ خواہ کسیکے سامنے طلاق
کے الفاظ کہے یا تنہائی میں۔ اور چاہے بیوی سنے یا
نہ سنے۔ پھر عورت مرد کے نکاح سے نکلکر اجنبی اور غیر
ہو جاتی ہے۔ اسکے ذمے مرد کا کوئی حق اور مرد کے ذمے
اسکا کوئی حق قائم نہیں رہتا۔ اور اسکے لئے اس مرد سے

دور رہنا اور پردہ کرنا اسی طرح لازم ہوجاتا ہے جسطرح اجنبی سے۔ آزاد عورت کا شوہر تین طلاقوں کا مالک ہے۔ اور لونڈی کا خاوند دو طلاقوں کا۔ طلاق کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اتنی طلاقوں کے اندر عورت کو اس نکاح میں واپس لانے یا جدید نکاح سے تعلق تازہ کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اتنی طلاقیں دیجانے کے بعد نہ یہ گنجائش باقی رہتی ہے نہ اس سے زائد طلاق کا کوئی معنے ہوسکتا ہے۔

اثر کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ رجعی۔ بائن اور مغلظہ۔ طلاق رجعی وہ ہے جس کے بعد شوہر اگر چاہے تو عدت سے پہلے پہلے پھر اس عورت کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ دیکھ لفظ (عدت) اور یہ اسطرح ہے کہ آزاد عورت کو صرف ایک یا دو طلاقیں دیجائیں۔ اور ان میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا جائے جس سے نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے (ان لفظوں کی تشریح آگے آتی ہے)۔ طلاق رجعی کے بعد عورت کو اپنی زوجیت میں واپس رکھنے سے وہ بیوی تو بن جاتی ہے مگر جن تین طلاقوں کا وہ پہلے مالک تھا۔ انمیں سے ایک یا دو جتنی رجعی طلاقیں اس نے دی ہیں وہ اسکے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور اگر احیاناً پھر اس نے ایک یا دو طلاقیں دیں جنسے تین کی تعداد پوری ہوگئی تو طلاق کی وہ صورت پیدا ہوجائے گی جس کا ذکر ابھی طلاق میں آتا ہے۔

طلاق بائن۔ وہ ہے جس سے عورت مرد سے بالکل جدا ہوجاتی ہے۔ مگر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اسکی صورتیں یہ ہیں (۱) ایک طلاق رجعی جس میں بلا رجعت عدت گذر جائے (۲) دو طلاق رجعی جنہیں بلا رجعت عدت گزر جائے۔ (۳) ایک طلاق جو غیر مدخولہ کو دیجائے خواہ عدت نہ گزری ہو (۴) ان خاص الفاظ سے طلاق دینا جو طلاق بائن کا اثر رکھتے ہیں۔ انکی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے۔

طلاق مغلظہ۔ وہ ہے جس سے مرد و عورت میں قطعی فراق واقع ہوجاتا ہے اور اسوقت وہ دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص کے نکاح میں آکر بیوہ یا مطلقہ نہ ہولے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ تین رجعی طلاقیں یا تین بائن طلاقیں فی الفور یا کسیقدر وقفے سے دی جائیں۔ خواہ وہ وقفہ مہینوں اور سالوں کا ہو۔

طلاق دینے کا جو طریقہ ہے اسکی اچھی یا بری نوعیت کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ طلاق احسن۔ طلاق حسن۔ طلاق بدعی۔

طلاق احسن۔ یعنے سب سے اچھی طلاق یہ ہے کہ جس طہر میں عورت سے وطی نہ کی ہو اس میں صرف ایک طلاق دیجائے اور اسی حالت میں عدت گزر جائے۔ اس سے طلاق بائن پڑے گی۔

طلاق حسن۔ یعنی اچھی طلاق یہ ہے کہ جس عورت سے ابھی وطی نہیں کی۔ اسکو حیض یا طہر میں ایک طلاق دے۔ اور جس سے وطی کر چکا ہے اسکو تین طہروں میں ایک ایک طلاق دے کر تین طلاقیں پوری کر دے اور اس اثناء میں وطی نہ کی جائے۔ اگر عورت بوڑھی یا کم عمر ہو تو تین مہینوں میں تین طلاقیں دے اسکو طلاق مسنون اور طلاق جائز بھی کہتے ہیں۔

طلاق بدعی یہ ہے کہ دو یا تین طلاقیں ایک ہی بار دیجائیں۔ یا ایک ہی طہر میں متفرق کر کے دیجائیں مگر ان کے درمیان رجعت نہ کی جائے۔ یا اس طہر میں ایک طلاق دے جس میں وطی کی ہو۔ یا اس عورت کو حیض میں طلاق دے جس میں وطی کر چکا ہو۔ طلاق بدعی واقع ہوجائے گی مگر ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

ہر عاقل اور بالغ خاوند کی دی ہوئی طلاق

پڑ جاتی ہے اگرچہ وہ نشے میں مست ہو۔ یا ہنسی اور غصے سے دے۔ گونگے کی طلاق اشارے سے واقع ہوگی۔ نابالغ لڑکے۔ مجنون اور سوتے کی طلاق نہیں پڑتی۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک غصے کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی نہیں پڑتی۔

جن لفظوں یا اشاروں سے طلاق دیجاتی ہے انکے لحاظ سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طلاق صریح دوسری طلاق بالکنایہ۔

طلاق صریح کی مثال "میں نے تجھکو طلاق دی"۔ "تجھکو طلاق ہے" یا "تو طلاق ہے"۔

طلاق بالکنایہ۔ یعنے اشارہ کے ساتھ طلاق کی مثال "عدت میں بیٹھ" یا "تو حرام ہے" یا "اپنے میکے چلی جا" یا "تجھکو رخصت کیا" یا "تو جان تیرا کام جانے" یا "نکل جا" یا "چل کھڑی ہو"۔ وغیرہ۔ طلاق صریح سے طلاق رجعی۔ اور طلاق بالکنایہ سے بائن واقع ہوتی ہے۔ طلاقوں کی تعداد کا لحاظ عدد کے لفظ سے بھی ہو سکتا ہے اور تکرار سے بھی۔ مثلاً تین طلاقیں دینی ہوں تو کہے تجھ کو تین طلاقیں یا کہے۔ تجھکو طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔

طلاق کا اختیار شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دیدے تو وہ خود بھی طلاق ڈال سکتی ہے۔ شوہر طلاق دے دے تو بیوی رد نہیں کر سکتی۔ اگر عورت کو نکاح کے بعد شوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ کا موقع نہ ہوا ہو اور خاوند نے طلاق دے دی ہو تو طلاق بائن پڑے گی خواہ طلاق صریح دی ہو یا بالکنایہ ایسی عورت کو ایک ہی طلاق کافی ہے دوسری اور تیسری کا اختیار نہیں ۔ اور اس عورت کو طلاق کے بعد عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق مغلظہ کے بعد چونکہ عورت اس شوہر کے لئے اسوقت تک کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتی جب تک کسی دوسرے شوہر سے نکاح اور ہمبستری کرکے مطلقہ یا بیوہ نہ ہو جائے۔ اسلئے بعض ناعاقبت اندیش عورت کو طلاق مغلظہ دے چکنے کے بعد جب پچھتاتے ہیں تو اسکو دوبارہ نکاح میں لانے کے لئے ایک حیلہ کیا کرتے ہیں جسکو حلالہ کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (حلالہ)۔

نکاح سے پہلے اگر عورت کو کہہ دیا جائے کہ تجھ سے نکاح کروں تو تجھکو طلاق ہے۔ تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اب ضرورت ہوئی تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ ہاں۔ اگر یونہی کسی اجنبی عورت سے کہے کہ تجھ کو طلاق۔ اور یہ شرط نہ لگائے کہ اگر نکاح کروں تو نکاح ہو جانے پر طلاق نہیں پڑے گی۔

اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ پھر اگر عورت وہ کام کرے گی تو رجعی طلاق پڑ جائے گی۔ اگر مرد نے کہا ہو کہ جتنی مرتبہ تو یہ کام کریگی تو طلاق مغلظہ پڑ جائیگی۔

اگر کوئی بیمار شخص بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ پھر وہ عورت کی عدت کے اندر ہی وفات پا جائے تو عورت اسکے ورثہ میں سے حصہ پائیگی خواہ طلاق رجعی ہو کہ بائن۔ اگر اس نے عدت ختم ہو چکنے کے بعد وفات پائی تو عورت وارث نہ ہوگی۔ بیمار شوہر کی طلاق بائن میں اگر عورت کا قصور ہو تو ایسی صورت میں عدت کے اندر شوہر کے مرنے سے بھی وہ وارث نہ ہوگی۔

خلع۔ ظہار۔ ایلاء کے مسئلے بھی طلاق کے مسائل کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں۔ انکا ذکر اپنے اپنے موقع پر دیکھو۔

مذکورہ بالا مسائل سنی مذہب کے مطابق تھے شیعی مذہب کے مسائل ان سے متفاوت ہیں۔ شیعی مذہب میں طلاق کی شرائط یہ ہیں :-

(۱) مرد جوان ہو (۲) خود مختار ہو (۳) طلاق اپنے ارادہ سے دے
اس مذہب میں شرط ہے کہ طلاق صرف عربی زبان کے لفظ
طلاق سے واقع ہوگی۔ اسلئے اسکے نزدیک طلاق بالکنایہ
صحیح نہیں۔

تین طلاق یک دفعہ دینے سے شیعہ اور بعض غیر مقلدین
کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور تمام اہل
السنتہ والجماعۃ اس امر پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں پڑجاتی
ہیں۔ اگرچہ یہ طریق اچھا نہیں ہے اور بدعات سے
ہے۔ اس مسئلہ میں کئی مستقل تصانیف موجود ہیں۔
رسالہ عمدۃ الابحاث فی وقوع طلاق الثلاث مولوی
فقیر محمد صاحب جہلمی کی تصنیف سے ایک فیصلہ کن
کتاب ہے جس میں طلاقیں پڑجانے کا ثبوت مکمل اور
مخالفین کی دلائل پوری تردید ہے۔

طلاق احسن دیکھو (طلاق)

طلاق بائن دیکھو (طلاق)

طلاق بدعی دیکھو (طلاق)

طلاق بالکنایہ دیکھو (طلاق)

طلاق حسن دیکھو (طلاق)

طلاق رجعی دیکھو (طلاق)

طلاق صریح دیکھو (طلاق)

طلاق مغلظہ دیکھو (طلاق)

طلحہ بن عبید اللہ بڑے پائے کے صحابی تھے
عشرہ مبشرہ سے تھے۔ کنیت انکی ابو محمد قرشی تھی۔ بدر کے
سوا اور سب جنگوں میں شریک ہوئے۔ جنگ اُحد میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں انکے ہاتھ کی دو انگلیاں
اُڑ گئی تھیں اور چوبیس زخم آئے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ
پچھتر (۷۵) زخم آئے تھے۔ رنگ انکا گندم گوں تھا۔
جنگ جمل میں جمعرات کے دن مورخہ ۲۰ جمادی الآخر
سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن
کئے گئے۔ عمر انکی اسوقت ۶۴ برس کی تھی (اکما)۔

طلسم وہ خیالات موہوم جو شکل عجیب میں نظر آتے ہیں
نیز وہ شکل صورت مہیب جو خزائن اور دفائن
پر نصب ہوتی ہے۔ بعض کتب سے دریافت ہوا ہے کہ
کہ طلسم اجزائے ارضی وسماوی سے جنائی جاتی ہے یعنی
بعض ادویہ کو اوقات اور ساعات مخصوصہ میں طیار کرتے
ہیں۔ اور یہ لفظ یونانی ہے۔ عربی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر
عربی ہوتا تو طاء کے کسرہ اور لام کے فتح سے آتا۔ قمطر کے
وزن سے (غ)۔

یہ بھی سحر کی ایک قسم ہے۔ دیکھو (سحر)۔

طلیحہ قوم بنی اسد کے ایک شخص کا نام ہے۔ جو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمان
ہوا تھا۔ علم جوتش سے واقفیت رکھتا تھا۔ قبل وفات
نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدعی نبوت ہوا۔ نماز بلا رکوع وسجود
مقرر کی۔ بنی اسد۔ بنی ہوازن۔ غطفان اسکے پیرو ہوگئے
عرب کا مشہور بہادر عیینہ بن حسن فزاری۔ اور قرہ بن ہبیرہ
قشیری معہ اپنی اپنی قوم طلیحہ سے جاشامل ہوئے۔
اسود عنسی مدعی نبوت۔ اس کے ہمراہی اور دیگر مرتد بھی
اس سے آملے۔ اسکی سرکوبی کے لئے امیر خالد رضی اللہ عنہ
کو بھیجا گیا۔ ادہر طلیحہ بھی ایک لاکھ فوج لے کر نکلا۔ اور
مسلمان صرف آٹھ ہزار تھے۔ مقام بزاخہ میں دونوں
فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر خالد نے اول تو طلیحہ کو اصول
جہاد کے مطابق بہت کچھ پند ونصیحت کی مگر طلیحہ اور اسکے

بھائی کے ہاتھ سے عطاشہ اسدی اور ثابت انصاری (جو پہرہ چوکی کے کام پر متعین تھے) مارے جانے پر خالد بن ولید رضؓ شیر ببر کی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے اور طلیحہ کی فوج کو خاک چٹے چبادیے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ مرتدین کو شکست ہوئی۔ اور طلیحہ اپنی بیوی سمیت بھاگ کر شام میں پناہ گزین ہوا۔ کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو کر ایرانی معرکوں میں شامل ہوا۔ اور معرکہ نہاوند میں داد شجاعت دیکر شہید ہوا۔ اس معرکہ میں حضرت خالد بن ولید رضؓ کے ہاتھ سے دو تلواریں ٹوٹی تھیں۔

طُویٰ ایک متبرک اور مقدس وادی کا نام ہے۔ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جبکہ وہ اپنی بی بی کو لے کر مدین سے آرہے تھے۔ منصب نبوت عطا ہونے کا ذکر یوں آیا ہے وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝ إِذْ رَأَىٰ نَارًا تا وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ اور (اے پیغمبر) بھلا تمکو موسیٰ کی حکایت بھی پہونچی ہے۔ کہ جب انکو (دور سے) آگ دکھائی دی تو انہوں نے اپنے گھر کے لوگوں سے کہا (کہ ذرا) ٹھیرو۔ مجھکو (ایک) آگ (سی) دکھائی دی ہے (میں وہاں جاؤں) عجب نہیں اس (آگ) سے تمہارے لئے (ایک) چنگاری لے آؤں یا آگ (کے الاؤ) پر راہ کا پتہ معلوم کرلوں۔ پھر جب موسیٰ وہاں آئے تو انکو آواز آئی کہ موسےٰ (یہ تو) ہم ہیں تمہارے پروردگار۔ تو اپنی جوتیاں اُتار ڈالو (کیونکہ اسوقت) تم طُویٰ (نام) کے میدان پاک میں ہو۔ اور ہمنے تمکو (پیغمبری کے لئے) منتخب فرمایا ہے تو جو کچھ (تمکو) ارشاد کیا جاتا ہے اسکو کان لگا کر سنو۔ کہ ہم ہیں اللہ۔ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہماری ہی عبادت کیا کرو۔ اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

طواف (ل) پھرنا۔ چکر لگانا۔ (ص) میں کعبہ کے گرد سات دفعہ چکر لگانا۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ پھر (لوگوں کو) چاہئے کہ (قربانی کے پیچھے) اپنا میل کچیل (جو احرام کے دنوں میں بدن پر جم گیا ہوگا) اُتاردیں اور اپنی منتیں پوری کریں اور (معبد) قدیم (یعنی) خانہ (کعبہ) کا طواف (بھی) کریں۔

زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کا طواف اہل عرب ننگے ہو کر کرتے تھے۔ مگر اسلام نے جیسے اور بری رسموں کو مٹا دیا ویسے اس بیہودہ رسم کا بھی قلع قمع کردیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (حج)۔

طور ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر خداوند کریم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اپنی ذات کا جلوہ دیکر منصب نبوت عطا کیا تھا۔ اسے کوہ موسےٰ بھی کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تو بنی اسرائیل نے اسکے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اسلئے خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کہا کہ کوہ طور کو اپنی جگہ سے اُکھیڑ کر انکے سر پر کھڑا کردو۔ حضرت جبرئیل نے قد آدم کے برابر اونچا ان کے اوپر کوہ طور کو جا کھڑا کیا اُنہوں نے ڈر کے مارے توریت کو مان لیا۔ مگر پھر پہلے کی طرح انکاری ہوگئے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ تا لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے (توریت کی تعمیل کا) اقرار لیا اور طور (پہاڑ) کو اٹھا کر تمہارے اوپر لا لٹکایا اور فرمایا کہ یہ کتاب (توریت) جو ہمنے تمکو دی ہے اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو اس میں (لکھا) ہے (اسکو) یاد رکھو تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ پھر اسکے بعد تم پھر گئے۔ تو اگر تم پر خدا کا فضل اور اسکی مہربانی نہ ہوتی تو تم (بڑے) گھاٹے میں آگئے ہوتے۔

اسکے علاوہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں طور کا ذکر آیا ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ٥ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ٥ (س۔ مریم۔ ر ۴) اور (اے پیغمبر!) قرآن میں موسےٰ کا مذکور (بھی لوگوں سے) بیان کرو کہ وہ (بھی ہمارے) خاص بندے اور پیغمبر صاحب شریعت تھے۔ اور ہم نے ان کو (کوہ) طور کی داہنی طرف سے آواز دی اور (جس طرح) راز کہنے کے لئے (پاس بلا لیا کرتے ہیں اسیطرح ہمنے) انکو (اپنے) قریب بلایا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ٥ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۴) اے بنی اسرائیل ہمنے تمکو تمہارے دشمن (فرعون) سے نجات دی اور تم سے (کوہ) طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور ہمنے تم پر منّ اور سلوے اُتارا۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ٥ (س۔ مومنون ع ۱) اور (ہمنے زیتون کا وہ) درخت (پیدا کیا) جو طور سینار (پہاڑ) میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے (اور) کھانیوالوں کے لئے (گویا) روغن اور سالن لئے ہوئے اُگتا ہے

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ٥ (س۔ قصص۔ ع ۴) پھر جب موسیٰ نے (اپنی) مدت (ملازمت) پوری کی اور اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے تو (کوہ) طور کی طرف سے ان کو ایک آگ دکھائی دی۔ (موسےٰ نے) اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ (اسی جگہ) ٹھیرو مجھکو (ایک) آگ (سی) دکھائی دی ہے۔ (اور میں وہاں جاتا ہوں) شاید وہاں سے تمہارے پاس (رستے کی) کچھ خبر (لے آؤں) یا (ہوسکے تو آگ کی) ایک چنگاری لیتا آؤں تاکہ تم لوگ تاپو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ٥ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ٥ (س۔ تین ع ۱) انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) کی قسم۔

قرآن مجید کی اکاونویں (۵۱) سورت کا نام بھی طور ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے وَالطُّوْرِ ٥ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ٥ (اے پیغمبر ہم کو) طور (پہاڑ) کی قسم۔ اور (نیز) کتاب (لوح محفوظ) کی۔

یہ مکّی سورت ہے۔ آیات ۴۹۔ رکوع ۲۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جس پہاڑ میں درخت ہوں اُسے طور کہا جاتا ہے۔ اور جس میں نہ ہوں اُسے جبل کہتے ہیں۔ (تف)۔

طوفان دینی روایات میں طوفان سے مراد طوفان نوح ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے مدت مدید تک اپنی امت کو وعظ ونصیحت کی بمعدودے چند اشخاص کے سوا کوئی آدمی ہدایت پر نہ آیا۔ حتیٰ کہ انکا فرزند بھی کفر ومعصیت پر اڑا رہا۔ آخر اُنہوں نے خدا سے دعا کی کہ کافروں پر عذاب نازل ہو۔ انکی دعا قبول ہوئی اور حکم الٰہی سے آسمان سے پانی برسنا شروع ہوا۔ اور زمین سے بھی جا بجا چشموں کیطرح پانی پھوٹنے لگا جس سے روئے زمین پر ایک بہت بڑا طوفان آگیا۔ طوفان کے آنے سے پہلے ہی حضرت نوح علیہ السلام نے خدا کے حکم سے ایک بہت بڑی کشتی بنائی جسمیں وہ خود اور ان کے تینوں بیٹے اور انکی بیویاں اور اسّی (۸۰) یا کم وبیش ایماندار اور ہر جانور کا جوڑا (نر و مادہ) آسکتا تھا۔ توریت میں اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ۔ اور اونچائی تیس گز لکھی ہے۔ اسکے تین درجے اور ان میں دروازہ اور کھڑکیاں اور کوٹھریاں تھیں۔ اندر باہر رال لگائی گئی تھی اسکو خشکی میں بنتے دیکھکر کافر لوگ ہنستے تھے۔ کہ نوح سچ مچ دیوانہ ہے۔ جس پر اُنہوں نے فرمایا تھوڑی دیر میں ہم تم پر اسیطرح ہنسیں گے۔ طوفان بڑھتے بڑھتے یہانتک بڑھا کہ جو بلند سے بلند پہاڑ تھے

ان پر بھی پندرہ ہاتھ پانی بڑھ گیا۔ چالیس دن یا کم و زیادہ مدت تک یہی حال رہا۔ کشتی پانیوں پر پہاڑ جیسی موجوں پر تیرتی پھرتی تھی۔ آخر خدا نے رحم کیا۔ آسمان سے پانی برسنا بند ہوا۔ اور زمین کا پانی جذب ہو گیا۔ حضرت نوحؑ کی کشتی جودی نام ایک پہاڑ پر جا ٹھیری۔ اور وہ اس سے اُتر کر ملک آرمینیہ میں ایک جگہ آ رہے۔ جہاں ۱۸۴۰ع سے پیشتر تک ایک گاؤں ارگوری نام تھا اور پھر اس سال پہاڑ کی آتش فشانی سے تباہ ہوا۔ (نف)۔

قرآن مجید میں سورۃ ہود کے رکوع ۳۔۴ میں ان واقعات کا ذکر آیا ہے۔ اسکے علاوہ ان مقامات میں بھی طوفان کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ اعراف رکوع ۸۔ سورۃ یونس رکوع ۸۔ سورۃ انبیاء رکوع ۶۔ سورۃ مومنون رکوع ۲۔ سورۃ فرقان رکوع ۴۔ سورۃ شعراء رکوع ۶۔ سورۃ عنکبوت رکوع ۲۔ سورۃ صٰفٰت رکوع ۳۔ سورۃ جنّ رکوع ۱۔ سورۃ مومن رکوع ۱۔ سورۃ شوریٰ رکوع ۲۔ سورۃ ذاریات رکوع ۲۔ سورۃ نجم رکوع ۳۔ سورۃ قمر رکوع ۱۔ سورۃ حاقہ رکوع ۱۔ سورۃ نوح رکوع ۱۔۲۔

طہارۃ (ل) پاکیزگی۔ صفائی۔ (ص۔ ش) میں یہ لفظ وضو۔ تیمم۔ اور غسل وغیرہ کے لئے آیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا بیان اپنے اپنے موقعہ پر دیکھو۔

طیرہ ہلکاپن۔ سُبکی۔ وہ شخص جسکے دل میں بات نہ ٹھیر سکتی ہو۔ حدیث میں ایسے شخص کی مذمت آئی ہے۔

بابُ الظاء

ظاہر خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جسکے معنے ہیں آشکارا بلحاظ قدرت خدا کے ظاہر ہونے کے یہ معنے ہیں کہ اسکا وجود۔ اسکی ہستی ان آیات و دلائل سے ظاہر ہے جو آسمان و زمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (س۔ حدید۔ ع۔ ۱) وہی شروع سے ہے اور وہی آخر تک رہیگا اور وہ (قدرتوں سے) ظاہر اور (ذات صفات سے) پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اصولیوں کی اصطلاح میں ظاہر اس کلام کو کہا جاتا ہے جسکی مراد صرف لفظوں سے سامع پر ظاہر ہو جائے اور اس میں تاویل اور تخصیص کی بھی گنجائش ہو۔ جیسے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ اور فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ (تع) ظاہر اور نص میں فرق ہے۔ اسکے لئے دیکھو (نص) ظاہر سے جو چیز سمجھی جائے اسپر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (لو)

ظاہر الروایۃ (ص۔ ف) میں ان مسائل کا نام ہے جو مذکورہ ذیل کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر۔ مبسوط۔ سیر کبیر۔ (تع) انکو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ)

ظاہر المذہب (ص۔ ف) میں ان مسائل کا نام ہے جو مبسوط۔ جامع کبیر جامع صغیر اور سیر کبیر میں بیان ہوئے ہیں (تع) ان کو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے۔ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ)۔

ظاہر الممکنات یہ علم تصوف کی اصطلاح کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں خدا تعالے کا ممکنات اور انکی صفات کی صورتوں میں جلوہ گر ہونا۔ کبھی ظاہر المذہب اور ظاہر الروایۃ کے لفظ کا استعمال بھی اس معنے میں ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کے اصلی معنے ہیں وہ مسائل جو مبسوط۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر اور سیر کبیر میں بیان ہوئے ہیں (تع) دیکھو۔ (ظاہر المذہب ظاہر روایۃ)۔

ظلِ اوّل (ل) پہلا سایہ (ص۔و) میں عقلِ اوّل کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دیگر موجودات سے پہلے اسکے نور سے ظاہر ہوا ہے (تغ)

ظلُ اللہ (ل) خدا کا سایہ ہے۔ (ص۔و) میں اُس کامل انسان کو کہتے ہیں جسے خدا کا خاص قرب حاصل ہو۔ اور توحید کی حقیقت اسپر منکشف ہو (تغ)

خلیفۃ المسلمین کو بھی ظلّ اللہ کہتے ہیں۔ چنانچہ عیدین اور جمعہ کے خطبوں میں خلیفۃ المسلمین کو اسی لفظ سے یاد کرکے اسکے حق میں دعا مانگی جاتی ہے۔

ظلّ اللہ بادشاہ کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ عادل اور نیک بادشاہ گویا زمین میں خدا کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے۔

ظلم ظلم کے معنے ہیں وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ کسی چیز کو اسکی مقررہ اور مناسب جگہ کے سوا کہیں اور رکھدینا۔ اور شریعت میں ظلم کہتے ہیں حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے کو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے ہیں غیر کی ملک میں تصرف کرنا۔ اور حد سے گذر جانا (تغ)۔

قرآن مجید میں ظالموں پر بہت سی جگہ لعنت و پھٹکار کیگئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاللہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (س۔ آل عمران۔ ع ۶) اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (س۔ لقمٰن۔ ع ۲) اور ایک وقت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ بیٹا خدا کا شریک نہ ٹھیرانا۔ اسمیں شک نہیں کہ شرک بڑے ہی ظلم کی بات ہے۔

ظلمت (ل) اندھیرا۔ (ص۔ بش) میں جہالت اور کفر کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآنمجید میں ارشاد ہے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ تا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (س۔ نور۔ ع ۵) یا (ان کے اعمال کی مثال) بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی (ہے) کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے اور (لہر بھی ایک نہیں بلکہ) لہر کے اوپر لہر اسکے اوپر بادل (غرض) اندھیرے ہیں ایک کے اوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسکو دیکھ سکے اور جسکو اللہ ہی نور (یعنے ہدایت) نہ دے تو اسکو (کسیطرف سے) بھی نور (کا سہارا) نہیں ہے[1]

ظن اس اعتقاد راجح کا نام ہے جسکے ساتھ دوسری جانب کا بھی احتمال ہو۔ کبھی یقین اور شک کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ شک کی صرف ایک طرف کا نام ظن ہے بشرطیکہ راجح ہو۔ (تغ)

ظن (بدگمانی) کرنے سے اسلام نے منع کیا ہے۔ قرآن میں ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی بعض ظن (بدگمانی) داخل گناہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ ظُنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا۔ (یعنے مومنوں کی نسبت نیک گمان رکھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی نسبت بدظنی کرنا داخل گناہ ہے۔

ظہار اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا جسکو ظہار کہتے ہیں۔ وہ اس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورت کو کہدیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے۔ جسکا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ اتنا کہدینے سے عورت

---

[1] جس طرح دنیا کے نوروں میں سے کوئی نور اس درجے کا نہیں ہو سکتا کہ اسکو خدا کے نور سے مشابہت دیجائے اسیطرح دنیا کی تاریکیوں میں سے کوئی تاریکی ایسی نہیں ہو سکتی کہ اسکو کفر کی تاریکی سے مشابہت دی جائے۔ پھر بھی شب تاریک ہے۔ دریا کی تہ میں ایک آدمی ہے۔ اور دریا میں طوفان برپا ہے کہ لہروں پر لہریں چلی آرہی ہیں۔ اور اوپر سے ابر غلیظ ہے۔ ان سب باتوں کے جمع ہونے سے جو تاریکی قعر دریا میں ہوگی وہ کسقدر کفر کی تاریکی سے مشابہت رکھ سکے گی۔

مرد سے چھوٹ جاتی تھی۔ اب بھی لوگوں میں اس قسم کی نادانیاں سرزد ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام نے اسکو طلاق نہیں مانا۔ بلکہ اسکا ایک کفارہ ٹھیرا دیا ہے۔

ظہار شرع میں اسکو کہتے ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کے سارے بدن کو یا اسکے کسی عضو کو کہ جس سے کل بدن زوجہ کا تعبیر کرسکتے ہوں، یا اسکے کسی عضو شائع کو اپنی ان رشتہ دار عورتوں کے سارے بدن یا جزو شائع سے تشبیہ دیوے کہ جنکے ساتھ اسکا نکاح ہمیشہ تک حرام ہے (شمس الفقہ)۔

لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے جسکے معنے پشت کے ہیں۔ اور مراد پشت سے پیٹ ہے۔ یا مجازاً مقام مخصوص۔ کیونکہ بوجہ شرم ایسی چیزوں کو دوسرے ناموں سے تعبیر کردینا زبان عرب کا دستور ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنے پشت کے نہیں۔ اسلئے کہ اور اعضا میں سے صرف پشت ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ یہ ظہر بمعنے علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا ہے۔ یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنے پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھی۔ پہلے پہل شرع نے بھی اسے طلاق قرار دے رکھا تھا۔ مگر اسکا حکم نازل ہونے کے بعد عورت اسوقت تک حرام رہتی ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے۔

ظہار کے الفاظ میں چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں

(۱) یہ کہ ظہر و ام یا انکے ہم معنے الفاظ دونوں مذکور ہوں اس صورت میں ظہار بالاتفاق واقع ہوگا۔

(۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور اُم مذکور نہ ہو۔ پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت مذکور ہے یعنے محرم عورت سے تشبیہ نہیں دی تو اس صورت میں بالاتفاق ظہار نہ ہوگا کیونکہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ اور اگر ماں کے سوا ان عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اسپر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسے بہن۔ بیٹی۔ خالہ۔ پھوپھی۔ نانی۔ دادی۔ نواسی۔ بھانجی۔ بھتیجی۔ خواہ دودھ کی شراکت سے۔ جیسے دودھ بہن۔ یا دودھ ماں یا رشتہ کے سبب سے۔ جیسا کہ بیوی کی ماں۔ ان سب صورتوں میں امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک ظہار ہوگا۔ اسلئے کہ جو ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے غرض تھی وہی انکے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہے امام شافعی رہ کے اس میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ظہار نہ ہوگا۔ آخر قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا۔ مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں (۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہ ہو۔ بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ ہو۔

اسکی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ ہو جسکا دیکھنا حرام نہیں۔ جیسا کہ ہاتھ پاؤں۔ ان صورتوں میں بھی ظہار نہیں۔ مگر امام شافعی تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ان اعضا کے ساتھ تشبیہ ہے جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہے۔ جیسے مُنہ آنکھ۔ تو اس میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ ظہار نہیں آخر یہ کہ ظہار ہے۔ دوم یہ کہ ان اعضا سے تشبیہ ہو جنکا دیکھنا حرام ہے۔ جیسے پیٹ۔ ران۔ چوتڑ وغیرہ۔ ان صورتوں میں امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک ظہار ہے امام شافعی کے نزدیک دو قول ہیں۔ مگر قوی یہی قول ہے کہ ظہار نہیں۔ (۴) یہ کہ نہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران۔ یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہے۔ ان صورتوں میں اختلاف ہے۔ مگر امام اعظم رہ کے نزدیک ظہار ہے۔

امام صاحب کے نزدیک جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہے۔ کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار

نہ ہوگا۔ کیونکہ آیت میں مِنکُم کا لفظ ہے جو اہل اسلام کیطرف خطاب ہے۔ مگر امام شافعی رح کہتے ہیں۔ مسلمان ہو یا نہ ہو۔ جو کوئی طلاق دے سکتا ہے ظہار بھی کرسکتا ہے۔ ذمیوں کے ایسے افعال کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔ (تفسیر حقانی)

ظہار کا بیان قرآن مجید میں (سورۃ احزاب ع ۱ پارہ ۲۱) میں۔ اور سورۃ مجادلہ ع پارہ ۲۸ میں آیا ہے۔

کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ یا ایک غلام آزاد کرے (بالفعل ہندوستان میں یہ ناممکن ہے) اگر میسر ہو۔ ورنہ دو ماہ کے روزے پے در پے رکھے۔ اگر روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ (رحمۃ)

باب العین

عائشہ رض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ انکی والدہ کا نام امان بنت عمر بن عامر تھا۔ اور کنیت حضرت عائشہ رض کی ام عبداللہ تھی۔ اور مراد عبداللہ سے عبداللہ بن زبیر انکا ہمشیرہ زادہ ہے جسکو انہوں نے متبنیٰ کیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انکے نکاح کا قصہ یوں ہے۔

کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو خولہ نے کہا کہ آپ نکاح کیوں نہیں فرماتے۔ اگر کنواری درکار ہو تو عائشہ بنت صدیق اکبر ہے اور جو ثیبہ کی خواہش ہو تو سودہ بنت زمعہ موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا دونوں سے پیغام کر سو بروایت صحیحہ خولہ اول تو سودہ کے پاس گئیں انہوں نے قبول کر لیا۔ پھر صدیق اکبر کے پاس آئیں اور پیغام کہا۔ انکو یہ وغدغہ ہوا کہ میں نے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عقد مواخات باندھا ہے۔ میری بیٹی سے حضرت کسطرح نکاح کرینگے۔ یہ خبر حضرت نے سنی تو فرمایا کہ اخوت نسبی و رضاعی موجب حرمت ہے نہ اخوت اسلامیہ۔ خولہ نے جاکر صدیق اکبر سے کہا۔ آپ نے کہا ٹھیرو میں ابھی آتا ہوں۔ اور وجہ اسکی یہ ہوئی کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر کے واسطے عائشہ کو چاہا تھا۔ سو حضرت صدیق اکبر اسکے گھر گئے۔ اس نے از خود کہا کہ اے ابوبکر! اپنی بیٹی دیکر میرے بیٹے کو دین آبائی سے پھیرا چاہتا ہے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ پھر صدیق اکبر نے اسکے بیٹے سے کہا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ صدیق اکبر نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے اپنے گھر آئے۔ اور خولہ سے فرمایا کہ حضرت غریب خانہ پر تشریف فرما ہوں مجھے منظور ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نکاح کیا پانسو درہم مہر قرار پایا۔ اسوقت عمر حضرت عائشہ کی چھ برس کی تھی۔ اور صحیح یہ ہے کہ مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا صدیق اکبر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ادا کیا۔ اور زفافِ عائشہ صدیقہ سال اول و بقولے سال دوم ہجرت مدینہ منورہ میں بعمر نو برس کے واقع ہوا۔ اور اٹھارہ برس کی تھیں جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ عمر انکی پینسٹھ یا چھیاسٹھ برس کی ہوئی۔ اور شب سہ شنبہ سترہویں رمضان المبارک سال ۵۸ھ میں وفات پائی۔ ابوہریرہ رض نے نماز جنازہ پڑہی۔ اور محمد بن قاسم بن ابی بکر و عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے قبر میں رکھا اور جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا۔ انکے سوا کوئی عورت باکرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی۔ انکو اجلہ فقہا میں شمار کرتے ہیں۔ بڑی مفتی و فصیحہ و بلیغہ تھیں۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ چہارم حصہ

احکام شرع کے انسے معلوم ہوئے ہیں۔
عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ سے زیادہ کسی کو عالم معانی قرآن وحافظ احکام حلال وحرام وماہر شعر عرب وعلم طب نہیں دیکھا۔ کتب صحاح میں دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ از انجملہ متفق علیہ ایکسو چوہتر اور فرد بخاری (۵۴) اور فرد مسلم (۶۸) اور باقی اور کتابوں میں۔

روایت صحیح ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ دوست ترین مردم آپ کے نزدیک کون ہے۔ فرمایا عائشہ۔ پھر سوال کیا۔ مردوں سے کون زیادہ دوست ہے۔ فرمایا۔ اسی کا باپ۔

اور انس بن مالک فرماتے ہیں کہ اول دوستی جو دار اسلام میں ظاہر ہوئی دوستی پیغمبر خدا تھی عائشہ صدیقہ سے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ جبریل ہیں۔ تجکو سلام کرتے ہیں۔ میں نے کہا و علیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

بخاری میں ہے کہ اصحاب باصفا حضرت عائشہؓ کی نوبت میں ہدایا و تحف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھیجتے تھے۔ تاکہ حضرت خوش ہوں۔ ایک روز زوجات مطہرات نے ام سلمہؓ سے کہا کہ تم حضرت سے کہدو کہ آپ یاروں سے کہدیں کہ ہم کسی بی بی کے پاس ہوں اور تمکو تحفہ بھیجنا ہو بھیجدیا کرو۔ عائشہ صدیقہ کی کیا خصوصیت ہے۔ ام سلمہ نے حضرت سے التماس کیا۔ حضرت نے فرمایا مجھکو عائشہ کے مقدمے میں رنج نہ دو سوائے عائشہ کے کسی بی بی کے پاس مجھے وحی نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا یارسول اللہ۔ آپ کے رنج دینے سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر حضرت کی بیبیوں نے حضرت فاطمہؓ کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت سے کہا۔ حضرت نے فرمایا اے بیٹی جسے میں چاہتا ہوں تو اسے نہ چاہے گی۔ حضرت فاطمہ نے کہا۔ واللہ۔ میں اسے ضرور چاہوں گی حضرت نے فرمایا کہ تو عائشہ سے محبت رکھ پھر حضرت فاطمہ رخصت ہوئیں۔ اور بیبیوں نے زینب کو جو آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی اور بی بی تھیں انکو حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے سخت وسست باتیں کہیں۔ اور کہا یارسول اللہ آپ کی بیبیاں عائشہ کے مقدمے میں عدل وانصاف چاہتی ہیں۔ مگر حضرت عائشہؓ نے ابتک کچھ جواب نہیں دیا تھا حضرت کیطرف دیکھتی جاتی تھیں کہ شاید حضرت کچھ جواب دیں جب حضرت عائشہ نے دیکھا کہ آنجناب چپ ہیں تو ناچار زینب کو جواب دینے شروع کئے اور انکو لاجواب کر دیا۔ تب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ ابوبکر کی بیٹی ہے ایسی ویسی نہیں جو دیکر جوابدہی نہ کر سکے یعنی جیسا کہ اسکا باپ خوش تقریر ودانا ہے۔ ویسی ہی وہ بھی دانا اور خوش تقریر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب بیبیوں سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدیقہ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ تو جیسے حضرت عائشہ کو برا کہا اور ان سے عداوت رکھی اس نے بیشک حضرت کو رنج دیا۔ فضائل ومحامد ان کے حد بیان سے خارج ہیں (نفر)

عام الفیل (ل) ہاتھیوں کا سال۔ اس لفظ کو ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ سے تعلق ہے دیکھو (اصحاب فیل)
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی سال پیدا ہوئے۔ دیکھو "محمد"

عامل تحصیلدار۔ اسلامی عہد میں یہ ایک شرعی عہدہ دار ہوتا تھا۔ جسکا فرض منصبی تھا زکوۃ کا مال جمع کرنا۔ عشر (خراج زمین) کا وصول کرنے والا۔ اس سے جدا ہوتا تھا۔ اس کو عاشر کہتے ہیں (کذا قیل)
عامل کے لئے شرط ہے کہ آزاد اور مسلمان ہو۔ اور ہاشمی نہ ہو۔ (عا) اس کتاب کی عبارت سے مفہوم

ہوتا ہے کہ عامل اور عاشر ایک ہی عہدہ دار ہوتا ہے۔
چنانچہ لکھا ہے۔ عامل وہ ہے جسکو امام نے صدقات
اور عشر کے وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو (کذا فی الکافی)
عامل کی تنخواہ مال زکوٰۃ ہی میں سے دیجاتی ہے اور
ہاشمی کو چونکہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں اسلئے عامل کے عہدہ
کے لئے غیر ہاشمی ہونا شرط ہے۔

عالِم | علم والا۔ جاننے والا۔ علم سے واقف۔ ذی علم۔
فاضل آدمی۔ یہ لفظ عام طور پر دینی استادوں
اماموں۔ قاضیوں۔ مفتیوں۔ مولویوں کے لئے بولا جاتا
ہے۔ اسکی جمع علماء آتی ہے۔ ٹرکی میں پولیٹیکل فرقوں
کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کے لیڈر اہل علم
ہوتے ہیں۔

عالَم | دنیا۔ جہان۔ حالت۔ ہونے کی حالت۔
ہستی۔
(۱) عالم ارواح۔ روحوں کا نظام۔
(۲) عالم خلق۔ دنیا۔
(۳) عالم باقی۔ ہمیشہ رہنے والی ہستی۔ یعنے
آئندہ جہان۔
(۴) عالم الشہادۃ۔ وہ جہان جو نظر آرہا ہے۔
(۵) عالم الغیب۔ وہ جہان جو نظر سے مخفی ہے۔
(۶) عالم المعقول۔ عقلی دنیا۔
علم تصوف میں چار عالم تسلیم کئے گئے ہیں۔
(۱) عالم ناسوت۔ موجودہ دنیا۔
(۲) عالم ملکوت۔ فرشتوں کی ہستی
(۳) عالم جبروت۔ قوت الٰہیہ کا عالم
(۴) عالم لاہوت۔ ذات الٰہیہ کا عالم۔

عاقلہ | کسی مجرم کے وہ رشتہ دار جو اسکے جرم قتل وغیرہ
کا تاوان ادا کرتے ہیں۔ اور وہ خاص
جدی رشتہ دار ہوتے ہیں۔

عاقب | جانشین۔ مددگار۔ معاون۔ نائب جو
آخر میں آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء
مبارک میں سے ایک اسم ہے۔ جو اس لحاظ سے
وضع ہوا ہے کہ آپ تمام پیغمبروں کے آخر میں آئے ہیں

عاشورا | (ل) وہم۔ دسویں محرم کی دسویں تاریخ۔
جس میں روزہ رکھنا ثواب ہے۔ حدیث
شریف میں آیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اس دن کی تعظیم
کرتے تھے۔ اسلئے ایک موقع پر صحابہ نے آنحضرت صلعم
سے سوال بھی کیا کہ ہم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کیوں
نہ کریں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اگلے سال زندہ رہا (دسویں
تاریخ کے علاوہ) نوویں تاریخ کو بھی روزہ رکھونگا۔
عاشورا کے دن کی عزت ہمیشہ سے چلی آتی ہے
مگر ہجرت سے نصف صدی بعد امام حسین رضی اللہ عنہ
کی شہادت کا اندوہناک سانحہ بھی اسی دن واقع ہوا۔
اسلئے شیعہ لوگوں کے لئے جنکے دینی و مذہبی جذبات
زیادہ اسی جانکاہ روایت سے وابستہ ہیں۔ سال بھر
میں یہ دن ایک بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔

عازر | حضرت عیسے علیہ السلام نے چار شخصوں کو
زندہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک عازر تھا۔
جو حضرت عیسے علیہ السلام کا دوست تھا۔ اسکا قصہ
یوں ہے کہ جب یہ قریب المرگ ہوا تو اسکی بہن نے حضرت
عیسے علیہ السلام کے پاس خبر بھیجی کہ عازر حالت نزع
میں ہے۔ عازر کا گھر حضرت عیسے کے مقام سے تین
منزل پر تھا جب حضرت عیسے اپنے ساتھیوں سمیت
وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ اسکو مرے ہوئے تین دن
گذر گئے ہیں۔ حضرت عیسے اسکی قبر پر گئے۔ اور دعا کی
عازر قبر سے نکل کھڑا ہوا اور اسکے بعد ایک مدت
تک زندہ رہا۔ اور اسکے اولاد ہوئی۔
دوسرا شخص ایک بوڑھی عورت کا بیٹا تھا اسکا
جنازہ دفن کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو اتفاقاً حضرت
عیسے کے سامنے سے وہ جنازہ گذرا حضرت نے دعا کی

وہ فوراً زندہ ہوکر بیٹھ گیا اور مدت تک زندہ رہا۔ اور اسکے اولاد بھی ہوئی۔

تیسری ایک عورت تھی جسکو بنت عاشر کہتے تھے وہ بھی آپ کی دعا سے زندہ ہوئی اور مدت تک جیتی رہی۔

چوتھے سام بن نوح بھی حضرت کی دعا سے زندہ ہوئے مگر پھر فوراً مر گئے (اک۔جل)۔

عاریت مانگ کر چیز لینا۔ دینے والے کو معیر اور لینے والے کو مستعیر کہتے ہیں۔ یہ فعل شرعاً جائز ہے۔ اور یہ ایک ایسا اخلاقی فعل ہے۔ جسپر تمدن کے بہت سے معاملات موقوف ہیں۔ ذیل کے لفظوں سے شرعی طور پر لین دین کا انعقاد ہوتا ہے۔

(۱) میں نے تجھے اپنی یہ زمین غلّہ حاصل کرنے کے لئے دی۔ (۲) یہ کپڑا تجھے پہننے کے لئے دیا (۳) یہ گھوڑا تمہیں سواری کے لئے دیا۔ (۴) یہ حویلی تجھے رہنے کے لئے دی۔ مگر ان صورتوں میں شرط ہے کہ ہبہ کی نیت نہ ہو۔

معیر جب چاہے مستعیر سے اپنی چیز لے سکتا ہے مانگی چیز مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اگر ہلاک ہوجائے تو وہ ضامن نہیں ہوتا۔ مستعیر کو اسبات کا اختیار نہیں کہ مانگی چیز کسیکو کرایہ پر دے۔ اگر اس میں نقصان کا احتمال نہ ہو تو عاریت پر دے سکتا ہے۔

یہ اگر روپے اور اشرفیاں عاریت پر لی جائیں تو یہ فعل شرعاً قرض ہوتا ہے۔ اسکے احکام وہی ہوں گے جو قرض کے ہوتے ہیں۔ مکان بنانے یا باغ لگانے کے لئے زمین کو عاریت پر لینا جائز ہے۔ اور معیر جب چاہے عمارت کو گراتے یا درختوں کو اکھیڑنے پر مستعیر کو مجبور کر سکتا ہے اگر زمین کو اس غرض سے بطور عاریت لینے کے وقت کوئی خاص مدت معین نہیں کی گئی تو عمارت کے گرانے یا درختوں کے اکھیڑنے سے مستعیر کا جو نقصان ہوا ہے۔ معیر اسکا ضامن نہ ہوگا۔ ہاں کوئی مدت مقرر کی گئی ہو تو اگر اس سے پہلے معیر مستعیر سے اپنی زمین واپس لے تو اسکے نقصان کا ذمہ وار ہوگا۔ گھوڑا جب معیر کے اصطبل میں باندھ دیا جائے اور پھر جائے یا اُسے کوئی اور نقصان لاحق ہوجائے تو معیر ذمہ وار نہ ہوگا۔ (شر)۔

عاذریہ ایک فرقہ ہے جو لوگوں کو فروعی مسائل کو نہ جاننے میں معذور سمجھتا۔ (تع)۔

عادیات تیز گھوڑے۔ قرآن کی سوویں سورۃ "العادیات" میں یہ کلمہ آیا ہے وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا الخ۔ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے دوڑتے ہانپ اٹھتے ہیں پھر پتھروں پر اپنی ٹاپوں کے مارنے سے چنگاریاں نکالتے ہیں۔ الخ۔

عاد جنوبی عرب کی ایک طاقتور قوم کا نام ہے جو مسیح علیہ السلام سے صدیوں پیشتر آباد تھی فسق و فجور اور شرک و کفر میں غرق ہوگئی۔ خدا نے انکی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ مگر ان لوگوں نے پیغمبر کی تکذیب کی۔ آخر خدا کی طرف سے مورد عذاب ہوکر تباہ ہوئے۔ سورۃ اعراف کی آیات ۶۵ تا ۷۲ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ تا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اور (ہم ہی نے) قوم عاد کیطرف انکے بھائی ہود کو (پیغمبر بناکر) بھیجا۔ انہوں نے (لوگوں کو جاکر) سمجھایا کہ بھائیو! اللہ (ہی) کی عبادت کرو (کیونکہ) اسکے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔ تو کیا تم (خدا کے غضب سے) نہیں ڈرتے (اس پر) انکی قوم میں جو لوگ سردار (تھے اور) منکر (خدا) تھے۔ لگے کہنے کہ ہم تو بلاشبہ تمکو حمق میں (مبتلا) پاتے ہیں۔ اور (نیز) بلاشبہ ہم تمکو جھوٹا سمجھتے ہیں (ہود نے) کہا کہ بھائیو مجھ میں حمق (کی) تو کوئی بات ہے (نہیں) بلکہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں۔ تمکو اپنے پروردگار

احکام پہونچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا خیر خواہ (اور تمہارے نزدیک) معتبر (بھی) ہوں۔ کیا تم اسبات سے تعجب کرتے ہو۔ کہ تم ہی میں سے ایک شخص کی معرفت تمہارے پروردگار کا ارشاد تمکو پہونچا۔ تاکہ وہ تمکو عذاب سے ڈرائے۔ اور (خدا کا وہ احسان) یاد کرو جب کہ اس نے تمکو قوم نوحؑ کے بعد (ان کا) جانشین بنایا۔ اور تن و توش کا پھیلاؤ (بھی) تمکو (اوروں سے) زیادہ دیا۔ تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ان لوگوں نے ہودؑ سے پوچھا کیا تم ہمارے پاس اس غرض سے (پیغمبر بنکر) آئے ہو کہ ہم اکیلے ایک خدا کی عبادت کرنے لگیں۔ اور جن معبودوں کو ہمارے بڑے پوجتے تھے (ان سب کو) چھوڑ بیٹھیں پس اگر سچے ہو تو جس عذاب کا ہم کو ڈراوا دکھاتے ہو ہمپر لا نازل کرو۔ ہودؑ نے جواب دیا (بس یاد رکھو کہ کوئی دم میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمپر عذاب اور غضب نازل ہوا کہ ہوا۔ کیا تم مجھ سے ان فضول ناموں کے لئے جھگڑتے ہو۔ جنکے تمنے اور تمہارے بڑوں نے نام ہی نام گھڑے ہیں۔ اور اللہ نے انکی کوئی سند نہیں اتاری۔ بھلا تو تم عذاب کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں آخر کار ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو اور ان لوگوں کو جو انکے ساتھ تھے بچا لیا۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے انکی جڑھ کاٹ دی۔ اور وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

یہ قوم بڑی طاقتور۔ تنومند۔ اور دراز قد تھی۔ عادیوں کے قد ۹ سے ۱۰۰ فٹ تک بیان کئے گئے ہیں جب اس قوم نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو خداوند تعالے نے انپر ایک تند و تیز آندھی کا عذاب نازل کیا۔ یہ ہولناک آندھی برابر آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہی جسکے ساتھ ایک سخت بھونچال بھی آیا۔ اس بھونچال سے انکے بت ریزہ ریزہ ہو گئے اور مکان تباہ ہو گئے۔ آندھی اس زور کی تھی کہ بڑے بڑے طاقتور درختوں کو جڑھ سے اکھیڑ ڈالتی تھی۔ اور انسانوں حیوانوں کو خس و خاشاک کیطرح اڑائے لئے جاتی تھی۔ دیکھو قرآن مجید کی سورۃ ۷ آیت ۶۳ و سورۃ ۱۱ آیت ۵۳۔ بعض لوگ جو اس عذاب میں موت سے بچ گئے۔ وہ گدھوں اور بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرموت میں چلے آئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ چنانچہ نوح حضرموت میں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہودؑ کے نام سے مشہور ہے۔

عتاق لونڈی یا غلام کا آزاد ہونا۔ دیکھو (اعتاق)۔

عبیدہ بن حارث بن مطلب۔ صحابی تھے۔ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ سنہ ۲ ہجری میں وفات پائی۔ (کن)۔

عبس قرآن مجید کے تیسویں پارہ کی تیسری سورۃ کا نام ہے۔ چونکہ اس کے آغاز میں یہ لفظ آیا لہذا اسکا یہی نام رکھدیا گیا۔ رؤساء قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھے اور آپ انکو وعظ و تبلیغ کر رہے تھے۔ اتنے میں عبد اللہ بن مکتوم صحابی جو نابینا تھے آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انکا قطع کلام ناگوار گذرا۔ اس پر اس سورۃ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؕ تا فَاَنْتَ لَهٗ تَلَهّٰی ۝ (محمد) اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے کہ (ایک) نابینا انکے پاس آیا اور (اے پیغمبر) تم کیا جانو نہیں (کہ تمہاری تعلیم سے) وہ سنور جاتا۔ یا وہ نصیحت (کی باتیں) سنتا اور اسکو نصیحت سود مند ہوتی۔ تو جو شخص (دین کی طرف سے) بے پرواہی کرتا ہے اسکی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ (اگر) وہ ٹھیک

نہ ہو تو تمپر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو (خدا سے) ڈر کر تمہاری طرف دوڑتا ہوا آئے تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کے خدا کی جانب سے ہونیکا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کے کلام کیطرف توجہ نہ کی تو آپ کو اس سورت میں دہمکی دیگئی۔ اور دہمکی بھی ایسی کہ قیامت تک اسکے الفاظ جوں کے توں قائم رہینگے۔ اگر قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوتا تو آپ اپنے لئے یہ دہمکی آمیز الفاظ کیوں استعمال کرتے۔

عبد المطلب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دادے کا نام ہے۔ آپ کے باپ عبد اللہ چونکہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکے تھے۔ لہذا عبد المطلب نے پورے دو سال آپ کی اچھی طرح سے پرورش کی عبد المطلب کے یہ بیٹے تھے۔ عبد اللہ۔ حارث۔ زبیر۔ ابو طالب۔ ابولہب۔ حضرت عباس۔ حضرت حمزہ۔ عبد المطلب نے ۵۷۸ء میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

عبد اللہ ابن المبارک

ایک زبردست پرہیزگار عالم تھے جو علم و فضل میں بینظیر تھے۔ آپ نے حضرت سفیان ثوری اور مالک بن انس سے علم حاصل کیا۔ اور ۱۸۱ھ یا ۱۸۲ھ میں وفات پائی (دکن)۔

عبد اللہ بن عمر رضہ

ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے لڑکپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ اور اپنے والد کے ساتھ ہی مدینہ کو ہجرت کی ۶۳ھ میں فوت ہوے (دکن)۔

عبد اللہ بن عباس

حضرت عباسؓ کے بیٹے کا نام ہے۔ عبد اللہ بن عباس بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کثرت احادیث روایت کیں۔ آپ کو قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرنیکا اعلیٰ درجہ کا ملکہ حاصل تھا جسکی وجہ سے آپ بالاتفاق مجتہد مانے جاتے تھے۔ قرآن و احادیث کے نکات و رموز سمجھنے میں بینظیر تھے۔ معانی قرآن کے متعلق آپ کے اقوال کا مجموعہ کتابی صورت میں موجود ہے۔ تفسیر عبد اللہ بن عباس کے نام پر مشہور ہے۔ جہاں کہیں فقہی مسائل میں آپکا دیگر صحابہ سے اختلاف ہوا ہے وہاں آپ کی بات نہایت جید اصول پر مبنی دیکھی گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ مگر صحابہ کا اسبات میں اختلاف ہے کہ آپ اسوقت بحالت احرام تھے یا نہیں۔

عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آپ بحالت احرام تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے صرف انہی کے قول پر یہ فتوے دیا ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح جائز ہے۔ اور جب کسی نے پوچھا تو یہی کہا کہ عبد اللہ بن عباس نے آنحضرت کے نکاح کو حالت احرام میں بیان کیا ہے جو تمام صحابہ سے فقہ میں بڑھے ہوئے تھے۔

عبد اللہ ابن ام مکتوم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے ایک جلیل القدر نابینا صحابی کا نام ہے۔ قرآن مجید کی سورت عبس میں انکا ذکر آیا ہے۔ (دیکھو عَبَس)

عبد اللہ ابن ابی

یہ شخص مدینہ کے منافقوں میں سے بڑا منافق تھا۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں ایک باثر شخص گنا جاتا تھا۔ اسوقت اسکو اپنی وجاہت و عزت کے بڑھنے کی بہت کچھ توقعات تھیں۔ مگر آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر اسکی ساری توقعات پر پانی پھر گیا۔ اسلئے وہ دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہوگیا۔ مگر کئی مصلحتوں و لحاظ سے بظاہر مسلمان بنگیا۔ اس شخص نے اپنی فتنہ پردازی اور ریشہ دوانی سے آنحضرت کو بہت سی تکلیفیں پہونچائیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو (منافق)۔

عبداللہ بن انیس انصاری جہنی۔ جلیل القدر صحابی تھے ۵۴ھ میں وفات پائی (دکن)۔

عبداللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے باپ کا نام ہے آنحضرت کی پیدائش میں ابھی چند روز باقی تھے کہ آپ کو تجارت کے لئے فلسطین کا سفر پیش آیا۔ وہاں سے تجارت کر کے جب لوٹے تو راستہ میں بیمار ہوگئے اور مدینہ میں آپکا جام عمر لبریز ہوگیا۔ وہیں دفن کئے گئے

عبدالکریم عبدالکریم جزری حضرمی۔ معتبر محدثین سے ہوئے ہیں۔ ۱۲۷ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

عبدالقادر جیلانی آپ فقر و تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ روحانیت کے وہ وہ مقامات آپکو حاصل تھے جو کسی دوسرے ولی کو نصیب نہ ہوئے۔ حقیقت و طریقت کے وہ وہ دشوار گذار مرحلے طے کئے جن سے آپکی اعلےٰ درجہ کی کمالیت اور مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ عبادت گذاری کا یہ عالم تھا کہ تمام رات کھڑے ہوکر ایزد جل وعلیٰ کی عبادت کرتے کرتے پاؤں سوج جاتے تھے۔ علاوہ فقر اور تصوف میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھنے کے ظاہری علوم میں وہ وسعت نظری تھی جو درجہ کرامت تک پہونچی ہوئی تھی۔ قرآن و حدیث میں اسقدر تبحر تھا جو خاص تائید الٰہی کے بغیر کسیکو حاصل نہیں ہوسکتا آپ جب وعظ کے لئے منبر پر کھڑے ہوتے تھے۔ تو سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہونچ جاتی۔

خوش بیانی اور تاثیر کا یہ عالم تھا کہ سننے والے لوٹ لوٹ جاتے تھے۔ آپ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے پیرو تھے۔ قصیدہ غوثیہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے باطنی جذبات اور روحانیت کا دریا بہا دیا ہے۔ اور جلالیت کی وہ جھلک نظر آتی ہے کہ دل پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ لاکھوں لوگوں کا آپ نے بیڑا پار کر دیا۔ ۵۶۱ھ میں آپ بغداد میں فوت ہوئے۔

آپ تمام اولیاء کے سرتاج اور اقطاب کے صدر ہیں۔ آپ کی کرامات کے ہندو مسلمان قائل ہیں۔ غنیۃ الطالبین آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوف یہ ایک اُلوالعزم اور مقتدر صحابی ہونیکے علاوہ سب سے پہلے اسلام لانیوالوں میں سے شمار ہوتے ہیں کافروں سے تنگ آکر صرف اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور حبش کو ہجرت کی۔ عمر بھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہکر اپنی اُلوالعزمی اور محبت اسلامی کا ثبوت دیتے رہے۔ جنگ اُحد میں آپ نے وہ وہ کارنامے دکھائے کہ کفار کے دانت کھٹے کر دئے اسی لڑائی میں آپ کو بیس زخم آئے۔ سب سے بڑھ کر انکی وسیع النظری اور پاک طینتی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت منصب خلافت کے لئے کسی صحابی کو خلیفہ بنانے کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ صحابہ کمیٹی کی شکل میں ایک جگہ جمع ہوں اور کسی ایک صحابی کو اتفاق رائے سے منتخب کرلیں جو اس ذی شان منصب کا ہر طرح سے اہل ہو۔ جب صحابہ جمع ہوئے تو حضرت علی حضرت عثمان وغیرہ چند جلیل القدر صحابہ میں سے کسی ایک کا اس منصب کے لئے مقرر ہونا قرار پایا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا نام نامی بھی ان میں درج تھا۔ انہوں نے محض زہد و اتقا کی

وجہ سے اپنا نام نکلوا دیا۔ اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے ہوا۔ عبدالرحمن بن عوف سنہ ۳۲ھ میں ۷۲ یا ۷۳ برس عمر پا کر ملک عدم میں جا بسے۔ اور مدینہ منورہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔

عبدالرحمن عبدالرحمن بن عوف ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے۔ آپ اسلام کے بڑے مددگار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جن چھ صحابہ کو خلافت کے لئے منتخب کیا تھا۔ ان میں آپ بھی تھے۔ (کن)

عباسیہ بنی ہاشم میں سے ایک مشہور اور بزرگ خاندان کا نام ہے جو حضرت عباس کی اولاد ہے۔ اور جو صدیوں اسلامی قلمرو پر نہایت شان و شوکت کے ساتھ حکمران رہا۔ پہلے بنی امیہ تخت خلافت کے مالک تھے جنہوں نے نہایت بے رحمی سے بنی ہاشم کی بہت سی جانیں تلوار کے گھاٹ اُتاریں اس عرصہ میں بنی عباس اندر ہی اندر منصب خلافت کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر کھلے طور پر بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان پرخاش ہو گئی۔ اور بنی عباس کے دلوں میں جو تخت نشینی کی امنگ کا بیج تھا آخر وہ اسطرح ایک خوشنما پودے کی شکل میں اُگا کہ سنہ ۷۴۹ء میں خلیفہ ابوالعباس معروف بہ سفاح (خونریز) نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بنی امیہ کے آخری خلیفے مروان ثانی کو شکست فاش دے کر قتل کیا۔ ذیل میں خلفائے عباسیہ کے نام درج کئے جاتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام خلیفہ	تاریخ تخت نشینی
۱	سفاح	سنہ ۱۳۲ھ
۲	منصور	سنہ ۱۳۷ھ
۳	مہدی	سنہ ۱۵۸ھ
۴	ہادی	سنہ ۱۶۹ھ
۵	ہارون رشید	سنہ ۱۷۰ھ
۶	امین	سنہ ۱۹۳ھ
۷	مامون	سنہ ۱۹۸ھ
۸	معتصم	سنہ ۲۱۸ھ
۹	واثق	سنہ ۲۲۷ھ
۱۰	متوکل	سنہ ۲۳۲ھ
۱۱	منتصر	سنہ ۲۴۷ھ
۱۲	مستعین	سنہ ۲۴۸ھ
۱۳	معتز	سنہ ۲۵۲ھ
۱۴	مہتدی	سنہ ۲۵۵ھ
۱۵	معتمد	سنہ ۲۵۶ھ
۱۶	معتضد	سنہ ۲۷۹ھ
۱۷	مکتفی	سنہ ۲۸۹ھ
۱۸	مقتدر	سنہ ۲۹۵ھ
۱۹	قاہر	سنہ ۳۲۰ھ
۲۰	راضی	سنہ ۳۲۲ھ
۲۱	متقی	سنہ ۳۲۹ھ
۲۲	مستکفی	سنہ ۳۳۳ھ
۲۳	مطیع	سنہ ۳۳۴ھ
۲۴	طائع	سنہ ۳۶۳ھ
۲۵	قادر	سنہ ۳۸۱ھ
۲۶	قائم	سنہ ۴۲۲ھ
۲۷	مقتدی	سنہ ۴۶۷ھ
۲۸	مستظہر	سنہ ۴۸۷ھ
۲۹	مسترشد	سنہ ۵۱۲ھ
۳۰	راشد	سنہ ۵۲۹ھ
۳۱	مقتفی	سنہ ۵۳۰ھ
۳۲	مستنجد	سنہ ۵۵۵ھ

نمبر شمار	نام خلیفہ	تاریخ تخت نشینی
۳۳	مستضئ	۵۶۶ھ
۳۴	ناصر	۵۷۵ھ
۳۵	ظاہر	۶۲۲ھ
۳۶	مستنصر	۶۲۳ھ
۳۷	مستعصم	۶۴۰ھ

خلیفہ مستعصم کے عہد میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو نے ایران فتح کیا اور ۶۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم کو قتل کر کے بغداد پر قابض ہو گیا۔

عباس عبدالمطلب کے بیٹے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا نام ہے۔ آپ جلیل القدر صحابیوں میں سے تھے۔ اکثر معرکوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہکر اس محبت و شفقت اور جوش جان نثاری کا ثبوت دے چکے ہیں جو آپ کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں جان سے پیارے بھتیجے اور واجب التعظیم نبی ہونے کی حیثیت سے تھا خاندان عباسیہ جسکی خلافت بغداد کی عظمت و شوکت کا ڈنکا صدیوں تک بجتا رہا آپ ہی کی اولاد سے تھا آپ کا شمار مہاجرین میں ہے مگر آپ کی ہجرت سب سے آخری ہے۔ جسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے تشریف لیجا رہے تھے تو آپ اپنے اہل وعیال سمیت مکہ سے آتے ہوئے راستے میں ملے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھکر فرمایا جسطرح میری نبوت سب سے آخری ہے اسیطرح تمہاری ہجرت بھی سب سے آخری ہے۔ حضرت عباسؓ نے ۳۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

عباد اللہ تین صحابہ کے مجموعہ کا نام ہے اور وہ یہ ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (دکن)۔

عبادہ بن صامت ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو انصار کے سرداروں میں سے تھے آپ عقبہ ثانیہ۔ عقبہ ثالثہ۔ جنگ بدر اور تمام لڑائیوں میں حاضر ہو کر اسلامی شمشیر خون آشام سے کفار کا منہ توڑتے رہے۔ آپ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کو جمع کیا۔ آپ طویل القامت جسیم اور خوبصورت تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا قاضی بنا کر بھیجا۔

آپ پہلے حمص میں۔ پھر فلسطین میں اقامت پذیر ہوئے۔ ۷۲ برس کی عمر پائی۔ رملہ میں وفات پائی۔ بعض کے نزدیک ۳۴ھ میں بیت المقدس میں آپکا انتقال ہوا۔ (البدر)

(۱) قبیصہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامت انصاری نقیب نے جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مصاحب قدیم تھے معاویہ کے ساتھ ہو کر ملک روم پر جہاد کیا۔ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ سونے کے ٹکڑوں کی اشرفیوں سے اور چاندی کے ٹکڑوں کی درہموں کے ساتھ خرید فروخت کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ لوگو! تم سود کھاتے ہو۔ میں نے خود جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سونے کی سونے کے ساتھ خرید فروخت نہ کرو۔ مگر برابر برابر۔ یعنی نہ تو ان میں کمی بیشی ہی ہو نہ ادھار اور وعدہ ہی۔ اس پر معاویہ نے عبادہ سے کہا کہ اے ابو الولید (یہ حضرت عبادہ کی کنیت ہے) میں تو اسطرح کی بیع میں سود نہیں دیکھتا۔ ہاں ادھار اور وعدہ ہو تو بے شک سود ہے۔ عبادہ نے کہا۔ میں تمسے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ہو کہ اپنی رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہو۔ بخدا اگر حق تعالٰے مجھے (یہاں وسلامت) نکال لیجائیگا تو جس سرزمین میں تمہاری مجھپر حکومت ہوگی وہاں

ہیں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ چنانچہ جب عبادہ روم سے لوٹے تو (اپنی بود وباش کی جگہ نہیں بلکہ) سیدھے مدینے پہونچے۔ عمر فاروق نے ان سے فرمایا کہ ابوالولید کسطرح آئے۔ اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے سارا قصہ بیان کردیا۔ اور معاویہ کی عملداری میں نہ رہنے کی جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی کہہ سنائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوالولید! تم (بلا خوف وخطر) اپنی زمین میں چلے جاؤ خدا اس زمین کا برا کرے جس میں تم اور تم جیسے لوگ نہ ہوں۔ اور معاویہ کو لکھا کہ عبادہ پر تمہاری کسی طرح کی حکومت نہ چلنے پائے۔ اور جو کچھ عبادہ نے بیان کیا ہے چونکہ وہ واقعی اور نفس الامری بات ہے لہٰذا تم لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔ (ابن)۔

(۲) یسار کے بیٹے مسلم اور عبید کے بیٹے عبداللہ دونوں کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت اور معاویہ دونوں ایک منزل میں جمع ہوئے۔ عبادہ نے کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں کے ساتھ اور جَو کو جَو کے ساتھ۔ اور کھجور کو کھجور کے ساتھ (دونوں راویوں میں سے ایک نے اتنا اور کہا) اور نمک کو نمک کے ساتھ بیچیں (لیکن دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) مگر برابر برابر (ہو تو کچھ مضائقہ نہیں پھر ان دونوں راویوں میں سے ایک نے یہ بھی کہا) جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سود لیا دیا۔ (دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) اور پیغمبر صاحب نے اسبات کا حکم فرمایا ہے کہ سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ۔ گیہوں کو جَو کے ساتھ اور جَو کو گیہوں کے ساتھ دست بدست جسطرح چاہیں بیچیں۔ معاویہ نے یہ حدیث سنی تو کھڑے ہو کر کہا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ہم بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ مگر ہم نے تو آپ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ عبادہ بن صامت کو معلوم ہوا۔ تو اُنہوں نے کھڑے ہو کر اس حدیث کو مکرر بیان کیا۔ اور کہا ہم نے تو جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہی بیان کرینگے۔ اگرچہ معاویہ کو بُری ہی کیوں نہ لگے۔ (ن)

(۳) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سونا سونے کے عوض کانٹے میں برابر بیچا جائے۔ معاویہ نے کہا کہ یہ شخص صحیح بات نہیں کہتا۔ اس پر عبادہ بولے۔ مجھے اسبات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کہ اس سرزمین میں نہ رہوں جس میں معاویہ رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے۔ (ن)

عبادہ

عبادہ بن صامت انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی تھے۔ سنہ ۳۴ھ میں رملہ میں فوت ہوئے۔ (کن)

عبادت

خدا کی تعظیم اور اسکی بندگی کے اظہار کا مشروع طریقہ۔ شرع میں دو قسم کے احکام ہیں۔ عبادات اور معاملات۔

معاملات اُن احکام کا نام ہے جو انسان کے دنیاوی کاروبار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ۔

عبادات سے وہ احکام مراد ہیں جن سے خدا کی تعظیم اور بندگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ چار عبادتیں فرض ہیں۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج۔ جنکی تفصیل وتشریح اپنے اپنے موقعہ پر موجود ہے۔ یہ اس قسم کی عبادتیں ہیں جن میں خدا کی تعظیم اور اپنی عبودیت کے اظہار کے علاوہ بنی آدم کی جسمانی صحت اور اخلاقی درستی بھی مرکوز ہے۔ نماز سے خضوع وخشوع دل میں پیدا ہوتا۔

جسکے باعث آدمی بہت سی برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پانچوں وقت وضو کرنے سے بدن میں صفائی اور طبیعت میں فرحت اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ روزے میں بھوک اور پیاس کی جو سختیاں آدمی اپنے نفس پر جھیلتا ہے اس سے صبر و تحمل اور مصائب و تکالیف کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنیکا عادی ہو جاتا ہے اور اپنے غریب اور مسکین بھائیوں کی مفلسی اور تنگدستی کا اندازہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بھی میری طرح سے طرح طرح کے فاقے کاٹتے ہوں گے۔ اسیطرح زکوٰۃ کے فرض کرنے سے غریبوں۔ مسکینوں۔ اپاہجوں۔ یتیموں۔ رانڈ عورتوں اور مسافروں کی ہمدردی اور انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا مقصود ہے حج سے انسان سفر کی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ جس سے اسکے بدن میں قوت آتی ہے۔ دریاؤں اور سمندروں میں خداتعالےٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ اطراف عالم کی سیر کرنے سے بہت سے دنیوی فوائد اور دینی برکات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اگر تاجر اور پیشہ ور لوگ حج سے فارغ ہو کر مختلف ممالک میں تجارت کرکے بہت کچھ نفع حاصل کرسکتے ہیں۔ غرض مذہب اسلام نے عبادت کے جو طرق مقرر کئے ہیں ان سے دینی برکات بھی حاصل ہوتی ہیں اور دنیوی فوائد بھی۔ بخلاف دوسرے مذاہب کی عبادتوں کے کہ نہ کسی سلیقہ پر انکی بنیاد رکھی گئی ہے اور نہ اسقدر فوائد و برکات حاصل ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

عُربان بیع کی ایک قسم ہے جو شرعاً ممنوع ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ عمرو بن شعیب سے مروی ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں اور اُنہوں نے اپنے دادا سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع عُربان سے منع فرمایا ہے۔ (مش)۔

اور بیع عُربان کی تعریف ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدے اور بیچنے والے کو ایک روپیہ یا کم زیادہ اس شرط پر دیوے کہ اگر میں نے یہ چیز مول لے لی تو اس روپے کو قیمت میں مجرا رکھیں گے ورنہ یہ تیرے پاس ہی رہیگا۔ اور اسے بیعانہ کہتے ہیں۔ یعنی سائی (منظ)۔

عراق عرب زمانہ قدیم میں دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کو یونانی مسوپوٹیمیہ کہتے تھے۔ عراق اور جزیرہ دونوں اسی میں آگئے۔ پھر انکی باہمی یوں تقسیم کی گئی ہے کہ اسکا شرقی حصہ عبادان سے لیکر انبار تک عراق عرب ہے۔ اور انبار سے لے کر ملک شام کی جانب جسمیں تیماء اور میدان خساف بھی ہے اس ملک کو جزیرہ کہتے ہیں۔ اور بالس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے رخ تبوک کے سامنے کا حصہ دیار طے تک کو بادیہ شام کہتے ہیں۔ عراق عرب قدیم کلدیہ بھی کہتے تھے (جز)

عراق (ل) کنارہ دریا۔ عراق۔ دو ملکوں کا نام ہے ایک کو عراق عجم کہتے ہیں اور دوسرے کو عراق عرب۔ پہلے میں خراسان و اصفہان وغیرہ شامل ہیں اور دوسرے میں بغداد وغیرہ داخل ہیں۔ اور عراق عجم دریائے جیحون کے کنارے پر ہے۔ اور عراق عرب دجلہ و فرات کے کنارے پر (غ)

حدیث میں بھی عراق کا ذکر آیا ہے۔ عراقین کوفہ و بصرہ کو کہتے ہیں۔

عذر (ل) بہانہ (ص۔ ش) میں عذر سے مراد وہ علت ہے جسکے باعث صاحب عذر کسی شرعی کام کے بجالانے سے معذور سمجھا جائے جیسے بیمار ہونا یا مسافر ہونا۔ وغیرہ

عذاب القبر

قبر کا عذاب۔ وہ سزا جو گنہگار لوگوں کو قبر میں ملیگی۔ مسلمانوں میں سے سنی وشیعہ وغیرہ اکثر فرقوں کا عقیدہ ہے کہ قبر میں ہر شخص سے اسکے بھلے یا برے اعمال کے متعلق سوال ہوگا۔ خواہ وہ ڈوب مرا ہو۔ یا اسے کسی درندے نے کھالیا ہو یا توپ کے آگے اڑا دیا گیا۔ بہرحال اسکے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت بندہ کو اسکی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے رفقاء واپس چلے جاتے ہیں اور وہ انکے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔ تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پھر وہ اسکو بٹھا لیتے ہیں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیا کہتا تھا۔ تو مومن آدمی جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے ٹھکانے کیطرف دیکھ جسکے بدلے اللہ تعالے نے تیرا ٹھکانا جنت میں بنادیا ہے پس وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔ اور منافق اور کافر سے کہا جاتا ہے کہ تو اس آدمی یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیا کہتا تھا۔ تو وہ کہتا ہے مجھے کچھ خبر نہیں۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہتا تھا۔ پس اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے سمجھا نہ قرآن میں پڑھا اور لوہے کی گرزوں سے اسکو سخت مارا جاتا ہے اور وہ سخت چلاتا ہے جسکو جنوں۔ اور انسانوں کے سوا آس پاس کی سب مخلوق سنتی ہے۔ (مش)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو اسکے پاس ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور اسکی ثابت قدمی کے لئے دعا کرو۔ کیونکہ اب اس سے سوال کیا جاتا ہے (مش)۔

(۲) عذاب قبر کے متعلق بعض شکی طبائع کو یہ اعتراض سوجھا کرتا ہے کہ جب مردے میں جان نہیں تو وہ کیا بیٹھے گا اور جواب دیگا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ اعتراض بالکل بے حقیقت ہے۔ ہم اس دنیوی کارخانے میں یہی صورت دیکھنے کے عادی ہو رہے ہیں کہ بیٹھنا بولنا سننا وغیرہ تمام افعال جسم کی حرکت اور گفتگو میں آواز ہونے پر موقوف ہے۔ مگر خدا کی قدرت کے لئے کیا یہ ضرور ہے کہ دنیا کے دوش بدوش کسی دوسرے عالم میں سننے بولنے کی بعینہٖ یہی صورت ہو۔ ممکن ہے کہ جو شخص اس عالم میں اتر آتا ہو وہ کسی ایسے طریقہ سے بولتا سنتا ہو اس دنیا کے طریقہ سے بالکل نرالا اور جداگانہ ہو۔ اور دنیا والے غیر عالم میں ہونے کی وجہ سے اس کو محسوس نہ کر سکتے ہوں۔

خود عالم دنیا میں ایک ایسی مثال موجود ہے۔ جو اوپر کے بیان پر روشنی ڈال رہی ہے۔ ایک شخص خواب میں جنگل۔ پہاڑ اور دریا کی سیر کر رہا ہے۔ کبھی کسی سرسبز وادی کو دیکھکر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کبھی کسی خونخوار درندے کو دیکھکر اسکا دل سہم جاتا ہے۔ کبھی کسی بچھڑے ہوئے رفیق کو گلے لگا کر گھڑیوں روتا رہتا ہے لیکن اگر تم اس شخص کے پاس جاؤ تو اسکو ایک چارپائی پر چپ چاپ لیٹا پاؤ گے۔ نہ کوہ و بیابان کا نقشہ نظر آئیگا اور نہ کسی درندے یا عزیز کا نشان دکھائی دیگا۔ نہ کہیں اسکا دردبھرا رونا سنائی دیگا۔ لیکن ادہر اسکے دل پر خوشی یا خوف یا درد کا جو اثر اسوقت ہو رہا ہے وہ ہر شخص جس نے خواب کی کیفیت دیکھی ہے جانتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کوئی شخص ڈوب مرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اسکو کھا جائے۔ تو بھی اس سے یہ سوال کیا جائیگا اور اسکو اسکے عملوں کے موافق سزا و جزا ملیگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا جسم خواہ سالم رہے یا فنا ہو جائے

بہرحال روح میں کوئی نقصان نہیں آتا جسم جو پانی۔ مٹی۔ آگ۔ ہوا سے مرکب ہے۔ خواہ اسکو کوئی درندہ یا پرندہ کھاجائے یا وہ آگ یا پانی میں موجود رہینگے۔ اور ان سے اسکی روح کا خاص تعلق رہیگا۔ ان اجزا ہی کے ذریعہ سے خدا جو چاہے روح کو عذاب دیسکتا ہے۔ دنیا میں بھی بدنی تکلیف بدن کے جدا جدا حصو سے محسوس ہوتی ہے۔ یہی بات میت کے اجزا بدن کی ہوسکتی ہے۔

عدن (ل) ایک جگہ ہمیشہ اقامت پذیر رہنا (غ) (ص بش) میں اسکا اطلاق بہشت کے باغوں پر آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا تا اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ (س۔ مریم ع ۴) مگر جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ایسے لوگ بہشت میں جائیں گے اور انپر ظلم نہ ہوگا (وہ بہشت کیا ہے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جنکا اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ (بندوں نے ان باغوں کو نہیں دیکھا) بے شک اسکا وعدہ آکر رہیگا

عدل عدل کے معنے انصاف۔ ایک مناسب حد قائم کرنا۔ یکساں کرنا۔ معاوضہ قرآن مجید میں یہ کلمہ ۱۲ جگہ آیا ہے۔

(۱) وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ تا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (س۔ نساء) اور تم ہنیر اچاہو لیکن یہ تو تمسے ہو نہیں سکے گا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں برابری کرسکو۔ تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جھک پڑو۔ کہ دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑدو۔ اور اگر آپسمیں موافقت کرو۔ اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے بچے رہو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۶) اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ اسکی طرف سے سفارش قبول کیجائیگی۔ اور نہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائیگا۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ الخ۔ مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک ادھار کا لین دین کرو تو اسکو لکھ لیا کرو۔ اور تمہارے درمیان میں کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھدے۔ اور لکھنے والیکو چاہیئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جسطرح خدا نے اسکو سکھایا ہے۔ الخ۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ تا فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ الخ (س۔ مائدہ) مسلمانو! جب تم میں سے کسیکے سامنے موت آموجود ہو۔ تو وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر آدمیوں کی گواہی ہے۔ یا اگر تم کہیں کو سفر کرو اور موت کی مصیبت تم پر آپڑے۔ تو تم مسلمانوں کے سوا دو غیر گواہ ہی سہی الخ۔

(۵) سورہ انعام۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا الخ میں بھی عدل کا کلمہ معاوضہ میں آیا ہے۔

(۶) سورہ نحل کی ۹۰ ویں آیت میں کلمہ انصاف کے معنے میں آیا ہے۔

(۷) سورہ مذکور کی ۷۶ ویں آیت میں بھی اس معنے میں آیا ہے۔ (۸) سورہ حجرات کی آٹھویں آیت میں برابری کے معنے میں آیا ہے (۱۰) اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ سورہ انشقاق آیت ۸ (وہ پروردگار جس نے) تجھ کو بنایا۔ اور بہت درست بنایا اور تیرے جوڑ بند مناسب رکھے۔ وغیرہ۔

اللہ تعالے کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے

جسکے معنے ہیں منصف - یہ نام خدا کے صفاتی ناموں میں سے ہے - مگر قرآن مجید میں بطور صفاتی ناموں کے نہیں آیا بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے - (مش)

عدت (ل) شمار کرنا - (م - ش) میں عورت کے زوال نکاح یا مشابہ نکاح کے بعد میعاد معین تک عقد ثانی نہ کرنا - اور فائدہ عدۃ کا حفاظت نسب ہے۔ کیونکہ اگر مفارقت ہوتے ہی دوسرے سے نکاح کر لے تو کیا معلوم ہو کہ نطفہ کس کا ہے -

قرآن مجید میں عدت کی بابت یوں ارشاد ہوا ہے - وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (س - بقرہ - ع ۲۸) اور جن عورتوں کو طلاق دیگئی ہو وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں کے آنے تک روکے رکھیں - اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتی ہیں تو کچھ بھی (بچے کی قسم) سے خدا نے انکے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہے اسکا چھپانا انکو جائز نہیں - اور انکے شوہر (انکو) اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اس اثنا میں انکو (اپنی زوجیت) میں واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں - اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے - اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ تا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (س - بقرہ ع ۳۰) اور تم میں جو لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہئے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں - پھر جب اپنی (عدۃ کی) مدت پوری کر لیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کو اسکی خبر ہے -

اگر کسی عورت کا خاوند مرگیا - یا اسکے خاوند نے اسے طلاق دے دی - اور وہ عورت حاملہ ہو تو باتفاق ائمہ اسکی عدت وضع حمل ہے - اور جس عورت کو حیض آتا ہو - اسکی عدت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تو تین حیض ہیں اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک تین طہر ہیں -

جو عورت حاملہ نہ ہو اور اسکا شوہر مرجائے - تو اسکی عدت مذہب حنفی میں چار ماہ دس دن ہے - اگر وہ آزاد ہو - اور اگر لونڈی ہو تو اسکے لئے نصف مدت ہے اور آزاد مطلقہ کے لئے تین حیض کامل اور لونڈی کے لئے دو حیض (رحمۃ) -

جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو - تو وہ مذہب امام ابوحنیفہ اور بقول جدید راجح امام شافعی اور بمطابق امام احمد کی ایک روایت کے اسوقت تک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اسکے خاوند جیسا شخص غالبًا اسقدر عرصے تک زندہ نہ رہ سکے اور اسکی حد امام صاحب کے نزدیک ۱۲۰ برس ہے - اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک نوّے برس تک - اور بمذہب امام مالک اور بروایت دیگر امام احمد اور بقول قدیم امام شافعی کہ جسکو متاخرین اصحاب امام شافعی کی ایک جماعت نے پسند کیا ہے - اور یہی قوی ہے - بلکہ حضرت عمر رض نے اسپر عمل کیا ہے - اور کسی صحابی نے اس سے انکار نہیں کیا - یہ ہے کہ عورت چار سال تک منتظر رہے کیونکہ یہ اکثر مدت حمل کی ہے - اور بعد اسکے چار مہینہ دس دن عدت وفات کی گذار کر دوسرے سے نکاح کرے - (رحمۃ) -

عداوت و بغض (۱) حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے تئیں بدگمانی سے دور رکھو کیونکہ بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے اور لوگوں کے پوشیدہ عیوب نہ ٹٹولو اور خبروں کی جستجو نہ کرو -

اور کسیکو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے ایک چیز کی قیمت بڑھا کر اسکی خواستگاری ظاہر نہ کرو۔ اور ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ اور آپسمیں عداوت و دشمنی نہ رکھو۔ اور خدا کے بندو تم سب بھائی بھائی بنے رہو۔ (صح)

(۲) زبیر بن عوام رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) پہلی امتوں کا مرض آہستہ آہستہ تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ اور وہ ایک حسد ہے۔ دوسری دشمنی اور ان میں سے ہر ایک حالقہ (صاف کرنے والی۔ مونڈنے والی) ہے۔ سنو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے۔ بلکہ دین کو مونڈتی ہے۔ مجھے اس ذات مقدس کی قسم ہے جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم تاوقتیکہ کامل مومن نہ ہو لوگے جنت میں نہ جاؤ گے۔ اور کامل مومن اُسوقت تک ہو نہیں سکتے جب تک باہم ایک دوسرے کو دوست نہ رکھو۔ کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جس پر عمل کرنے سے ایک دوسرے کو دوست رکھنے لگو۔ ہاں۔ تو باہم سلام (علیک) کو رواج دو۔ (تر)۔

عُدار ایک جانور کا نام ہے جو یمن کے بیابانوں میں ملتا ہے۔ جو صورت میں انسان سے بہت مشابہ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے۔ اور نیچے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت جسکے صدمہ سے انسان کمتر زندہ رہتا ہے۔ یمن کے لوگ اسے جنّ کہتے ہیں (جغ)۔

عِجل گوسالہ۔ بچھڑا۔ اور قرآن میں اس گوسالہ کا ذکر ہے جسکو سامری نے اپنے جادو کے زور سے سونے کا پرستش کے لئے بنایا تھا۔ چنانچہ ذیل کی آیات سے معلوم ہوگا۔

(۱) وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًاۘ (س۔ اعراف۔ ع ۱۸) اور موسےٰ کی قوم نے اسکے بعد اپنے زیور سے ایک بھائیں بھائیں کرنیوالے بچھڑے کا ڈھانچ بنالیا۔ یہ نہ جانا کہ نہ وہ اُن سے بات کرسکتا ہے نہ انکو کوئی رستہ بتاسکتا ہے۔ جبکہ موسےٰ علیہ السلام کو توریت لینے کے لئے کوہ سینا پر گئے ہوئے چالیس روز گذر گئے تو بنی اسرائیل نے سمجھ لیا تھا۔ کہ موسےٰ علیہ السلام مرگئے۔ چونکہ مصریوں کی صحبت سے بت پرستی کے بہت شائق تھے۔ اور مصری لوگ بیل پوجا کرتے تھے اسلئے اُنہوں نے بھی بچھڑا بنایا سامری بنی اسرائیل میں سے ایک شخص سنار اور اس کام میں ہوشیار تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کی استدعا سے بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات لیکر جو مصریوں سے لائے تھے ایک بچھڑا ڈھالا۔ اور کہا تمہارا اور موسےٰ کا یہی خدا ہے۔ (لقف)

(۲) قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۴) فرمایا کہ تمہارے پیچھے ہمنے تمہاری قوم کو (ایک اور) بلا میں مبتلا کردیا ہے اور (وہ یہ ہے کہ) انکو سامری نے گمراہ کیا۔

(۳) قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا ... فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۴) وہ لگے کہنے کہ ہمنے اپنے اختیار سے تمہارے ساتھ عہد شکنی نہیں کی بلکہ (ہمکو یہ معاملہ پیش آیا کہ قبطیوں کی) قوم کے زیوروں کا بوجھ (جو مصر سے چلتے وقت) ہمپر لاد دیا گیا تھا۔ اب سامری کے کہنے سے) ہمنے اسکو (آگ میں لا) ڈالا اور اسیطرح سامری نے بھی (اپنے پاس کا زیور لا) ڈالا۔ پھر (سامری ہی نے) لوگوں کے لئے (اُسکا ایک بچھڑا (بناکر) نکال کھڑا کیا (یعنے بچھڑے کا) بُت جسکی آواز (بھی) بچھڑے کی (سی) تھی۔ اس پر بعض لوگ لگے کہنے کہ یہی تو تمہارا معبود ہے اور موسےٰ کا معبود (بھی یہی تھا

اور وہ بھول (کر کوہ طور پر چلا) گیا ہے۔ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُوْنُ مِنْ قَبْلُ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَأَطِيْعُوْا أَمْرِيْ ۝ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۵) اور ہارون نے (بچھڑے کی پرستش سے) پہلے ان سے کہا بھی کہ بھائیو! یہ تو اس بچھڑے کے ذریعے سے تمہاری آزمائش کی جا رہی ہے ورنہ تمہارا پروردگار (خدائے) رحمان ہے تو میرے کہے پر چلو اور میری بات مانو۔

(۵) قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ (س۔ طٰہٰ۔ ع ۵) (یعنی اب موسیٰ نے سامری سے) پوچھا کہ سامری! تیرا کیا حال ہے (اس نے) کہا مجھے وہ چیز دکھائی دی جو اوروں کو نہیں دکھائی دی۔ (جبریل کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار چلے جا رہے ہیں) تو میں نے (جبریل) فرشتے (کی گھوڑی) کے نقش قدم (کی مٹی) سے ایک مٹھی بھر لی پھر اسکو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈالدیا۔ (اور وہ بھاں بھاں کرنے لگا) اور (اسوقت) میرے دل نے مجھکو ایسی ہی صلاح دی۔

بچھڑا جو سونے کا سامری نے بنایا اسمیں علمائے اسلام کے دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کسی صنعت سے اسکو مجوف ڈھالا تھا کہ ہوا کے سامنے رکھنے سے اس سے گائے کے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی جس سے ان احمقوں نے نہ صرف اپنا خدا بلکہ موسےٰ کا بھی خدا اس سامری جاہل کے کہنے سے تسلیم کرلیا اور اسکے ارد گرد ناچنے گانے قربانی چڑھانے سجدہ کرنے لگے۔

بعض کہتے ہیں کہ سامری نے اس میں جبریل کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈالدی تھی جو اس نے اسوقت اٹھائی تھی جبکہ جبریل عبور قلزم کے وقت نمودار ہوئے تھے۔ یا جب کوہ طور پر آئے تھے جس سے وہ حیوان ہو کر بولنے لگا۔ جیسا کہ قرآن میں اس کی تصریح ہے۔

فریق اول کہتا ہے کہ قرآن میں صرف سامری کا عذر نقل کیا ہے کہ میں نے ایسا کیا۔ اب یہ کیا ضرور ہے کہ جس کسیکے قول کو قرآن حکایت کرے وہ قول فی نفسہ صحیح بھی ہو۔ بت پرستوں اور جہلا کے بہت اقوال نقل ہیں۔ وَيُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وغیرہ۔ تو پھر کیا انکا یہ کہنا سچ ہے؟ قرین قیاس ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے فریب کیا ہو کہ اسکو بنایا تو مجوف ہو۔ جس میں ہوا کے ذریعے سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ اور کہدیا کہ میں نے اس میں رسول (جبریل) کے پاؤں کی مٹی ڈالدی ہے اور وہی بوقت ملامت موسےٰ سے کہدیا۔ اور قرآن میں یہ نہیں کہ اس مٹی کے ڈالنے سے وہ بولتا تھا یا سچ مچ کا بچھڑا ہی بنگیا تھا۔ اگر قدم رسول کا ایسا اثر ہوا ہو تو کیا تعجب ہے رسول سے مردہ روحیں زندہ ہوتی ہیں انکی خاک پا سے اگر جماد حیوان ہو جائے تو کیا بعید ہے۔ موسےٰ نے فرمایا جنہوں نے بچھڑا بنایا انپر خدا کا غضب اور ذلت پڑے گی۔ چنانچہ انکی توبہ یہ قرار پائی کہ قتل کئے جاویں۔ اور پھر وبا بھی آئی۔ اور نیز چالیس برس بیابان میں حیران پھرے (تق)۔

عجز

(۱) حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے بہترین مخلوق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وصف خاص ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ (مس)

(۲) عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم میری مدح میں مبالغہ

نہ کرنا جسطرح نصاریٰ نے مریم کے بیٹے مسیح کی مدح میں مبالغہ کیا۔ میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں۔ تو تم مجھے خدا کا بندہ اور اسکا رسول کہو۔ (صح)

(۳) عبداللہ بن شخیر کے بیٹے مطرف سے روایت ہے کہ میں بنی عامر کے قبیلے کی ہمراہی میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف چلا (جب ہم سب لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے) تو ہمنے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ فرمایا سردار خدا ہے۔ ہمنے عرض کیا اور فضائل وخصائل کے اعتبار سے آپ ہم سے برتر اور قدرت و وسعت کے لحاظ سے بزرگتر ہیں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر یہ کہنا درست ہے (یعنے اتنا کہنے کا مضائقہ نہیں) بلکہ اگر اس سے کمتر کہو تو بہت بہتر ہے۔ چاہیئے کہ شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بناوے (کہ جو چاہو لگو بے تامل کہنے (ابو)۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بندے کو لائق نہیں کہ میری نسبت یہ بات جائز رکھے کہ میں متیٰ کے بیٹے یونس سے بہتر و افضل ہوں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری نسبت کہے کہ میں متیٰ کے بیٹے یونس سے افضل و بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے (بخ)۔

عثمان رضؓ بن عفان

آپ عشرہ بشرہ سے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہے اور میرا رفیق جنت عثمانؓ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بدر جانے کا ارادہ فرمایا تو چونکہ حضرت رقیہؓ بیمار تھیں لہذا حضرت عثمان کو واسطے تیمارداری حضر بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے چھوڑا اور بدر کی غنیمت سے آپ کو حصہ دیا۔ اسی وجہ سے آپ کو اہل بدر سے گنا تولد آپکا چھٹے سال فیل ہے۔ اور آپ اسلام لائے پہلے داخل ہونے دار ارقم میں بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور زید بن حارث کے۔ اور تھا اسلام آپکا ابو بکرؓ کی ترغیب یعنی دعوت سے۔ اور جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپکو باندھا اور قید کیا۔ اور کہا کہ تو باپ دادوں کے دین سے نئے دین میں آیا۔ واللہ میں نہیں چھوڑونگا تجکو جب تک کہ نہ چھوڑے تو اس دین کو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا اور کبھی اس سے جدا نہ ہوں گا اگرچہ میری جان جائے۔

جب حکم نے سختی اور مضبوطی آپ کے دین کی دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا۔

حضرت رقیہؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی زمان نبوت سے پہلے ہی آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور غزوہ بدر میں فوت ہوئیں۔ بعد انکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا عقد حضرت بی ام کلثومؓ کے ساتھ کیا اور نویں سال ہجرت میں وہ بھی فوت ہوئیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو عثمان کے سوا اور کسی سے اسکا عقد نہ کرتا۔ آپ کے سوا کوئی اور شخص ایسا نہیں ہوا کہ جسکے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ اسی سبب سے آپکا لقب ذوالنورین ہوا۔

آپ میانہ قد۔ خوش رو۔ سرخ وسفید تھے۔ منہ پر چیچک کے نشان تھے۔ ریش بزرگ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ام کلثومؓ کو فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو لوگوں میں سے تیرے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

آپ کو حیا اس درجہ تھی کہ گھر کے اندر دروازہ بند کرکے غسل فرمایا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو

تشریف لائے۔ آپ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ نے اسی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دی۔ حضرت صدیق رضہ کو جو ضرورت تھی ادا کرکے روانہ ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضہ تشریف لائے۔ انکو بھی اسیطرح باریابی کی نوبت پہنچی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اسیطرح میں نے بھی اجازت حاضری چاہی۔ میری خبر سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا اے عائشہ ذرا اپنے کپڑے سنبھال لے۔ اتنے میں میں حاضر ہوا۔ اور جو ضرورت مجھے تھی پوری ہوئی۔ اور حضرت سے رخصت ہوا۔ تو حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے ابوبکر رضہ وعمر رضہ کے لئے آپکو تکلیف فرماتے نہیں دیکھا جیساکہ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تکلیف فرمائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ عثمان بہت حیادار ہے مجھے اندیشہ تھا کہ اگر اس حال میں اسے بلا لیتا تو وہ اپنے مطلب کی بات نہ کرسکتا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں نہ ایسے شخص کا لحاظ کروں جسکا فرشتے لحاظ کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک روز کچھ صحابی آپ کے مکان پر آرہے تھے۔ راہ میں ایک صاحب کی نظر کسی عورت نامحرم پر پڑی۔ جب آپ کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ایسا شخص آیا ہے جسکی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہے۔ وہ شخص خود قریب آیا اور عرض کیا یا خلیفہ بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وحی نہیں بلکہ فراست ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ہم سب کو عنایت فرمائی ہے۔

وجہ شہادت آپ کی مداحین نے یہ لکھی ہے کہ حضرت عثمان رضہ کی خلافت کے ساتویں سال آپ کے رشتہ داروں نے جو اطراف ملک میں عامل تھے۔ رعایا پر جبر و تعدی کی شدت کی اور فسق و فجور میں بھی حد سے بڑھ گئے تھے۔ حتیٰ کہ ہر طرف سے شکایتیں بھی آنے لگیں۔ عبداللہ بن سراج آپکا برادر رضاعی جوان ولوں حاکم مصر تھا ان صفتوں میں اور سب سے بڑھ گیا تھا۔ شراب کے نشہ میں صبح کی دو رکعتوں کی جگہ چار پڑھا دیں۔ پھر سلام پھیر کر کہنے لگا۔ چاہو تو اور پڑھا دوں۔ اس ماجرے کو دیکھکر مصر والے اکٹھے ہوکر مدینہ میں آئے۔ اور کل ماجرے حضرت عثمان رضہ سے بیان کیا۔ آپ نے عبداللہ بن سرج کو معزول کرکے فرمایا۔ اب تم جسے پسند کرو اسے تمہارا حاکم مقرر کردیا جائے سب نے محمد بن ابی بکر کو اختیار کیا۔ آپ نے مان لیا۔ اور سند بھی لکھوا دی۔ مصر والے اُنہیں لیکر روانہ ہوئے مروان جو حضرت عثمان رضہ کا سالا اور خاص منشی تھا محمد بن ابی بکر سے قلبی عداوت رکھتا تھا۔ اس نے حضرت عثمان کیطرف سے ایک جعلی رقعہ عبداللہ بن سراج کے نام لکھا کہ محمد بن ابی بکر کو مصر میں پہنچتے ہی قتل کرڈالو اور بغیر اطلاع حضرت عثمان رضہ اسپر مہر بھی لگادی اور آپ کے خاص غلام کو دیا۔ اور آپ ہی کی خاص سانڈنی پر سوار کرکے روانہ کیا کہ قافلہ سے پہلے پہونچے حضرت عثمان رضہ کو ان امور کی مطلق خبر نہ تھی۔ راستے میں وہ غلام پکڑا گیا۔ اور مصر والوں نے ہی گرفتار کیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ اسوقت پہچاننے والے بھی لشکر میں تھے انکار نہ کرسکا۔ اقرار ہی کرتے بن آئی۔ کہ میں حضرت عثمان رضہ کا غلام ہوں۔ اور سانڈنی بھی انہیں کی ہے۔ پوچھا تیرے پاس کوئی تحریر ہے۔ اس نے انکار کیا۔ لیکن جب تلاشی لی گئی تو لفافہ سربمہر نکلا۔ کھولکر پڑھا۔ تو مضمون یہ تھا جو مذکور ہوا۔ اسوقت سب کے سب مع غلام اور سانڈنی اور رقعہ کے وہیں سے مدینہ کی طرف

واپس ہوئے۔ جب مدینہ پہنچے تو وہ رقعہ حضرت
عثمان رض کے حضور میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے
اسکی مطلق اطلاع نہیں۔ مصر والوں نے کہا غلام
کسکا ہے۔ فرمایا میرا۔ کہا سانڈنی کسکی۔ فرمایا میری
کہا مُہر کسکی۔ فرمایا میری۔ مگر مجھے اسکے مضمون سے
مطلق اطلاع نہیں۔ اور یہ رقعہ میری اجازت بغیر لکھا گیا
ان سب نے کہا تو اچھا اس لکھنے والے کو ہمارے
حوالہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم اسکے مجاز نہیں۔ ہم اسے
سزا دے لینگے۔ خلیفہ میں ہوں۔ تم میں کوئی خلیفہ
نہیں۔ تم سب کو میری اطاعت چاہئے۔ اس گفتگو میں
بات بڑھ گئی۔ آخر مصر والے یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔
کہ ہم آپ کو خلیفہ ہی نہیں مانتے۔ آپ سے انتظام
نہیں ہو سکتا۔ مفسد غالب آگئے ہیں۔ بہتر یہ ہے
کہ آپ اپنے نفس کو خلافت سے جدا کر دیں مسلمان
اور جسپر اتفاق کرینگے خلیفہ ہو جائیگا۔ آپ نے فرمایا
عفان کے بیٹے کو دنیا کی ہوس نہیں۔ مگر رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم کا پچھلا ارشاد مجھے یہ تھا کہ عثمانؓ
میرے بعد تجھے ایک خلعت پہنایا جائیگا اور لوگ
اسے اتروانا چاہیں گے تو نہ اُتارنا یہانتک کہ مجھسے
نہ مل لے۔ اسوجہ سے میں اپنے آپ کو خلافت سے
معزول نہیں کر سکتا۔ مصر والے کہنے لگے تو لڑائی کی
فکر کیجئے۔ فرمایا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں چاہتا
کہ میرے لئے ایک کچھہ بھر خون بھی گرے۔ غرض
مصر والوں نے دار الخلافت کو گھیر لیا۔ حضرت عثمانؓ
مع اپنے چارسو غلاموں کے محصور ہوگئے اور آپ
پر پانی بند ہوا۔ تو آپ اپنے کوٹھے پر آکر فرمانے لگے
کہ میں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ کسی نے حراء کے
دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جب پہاڑ
ہلنے لگا تھا۔ تو آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا۔ ٹھہر جا حراء
تجھپر صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔ اور میں بھی

آپ کے ہمراہ تھا۔ کئی آدمیوں نے اسکی تصدیق کی
پھر آپ نے قسم دے کر پوچھا۔ کون بیعت الرضوان
میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب
مجھے مشرکین اہل مکہ کیطرف روانہ فرمایا تو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ ہاتھ
عثمان کا ہے۔ اور میری طرف سے بیعت لی۔ چند شخصوں
نے اسکی بھی تصدیق کی۔ پھر آپ نے قسم دیکر پوچھا۔
کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا
کہ آپ نے فرمایا تھا جو شخص میری اس مسجد کو بڑھا دیگا تو
اسکے بدلے میں جنت میں گھر پائیگا۔ تو میں نے اپنی زر
سے زمین خرید کر مسجد بڑھا دی۔ چند شخصوں نے اسکی بھی
تصدیق کی۔ باوجود ان سب باتوں کے مخالفین نے آپ
پر پانی بند کر دیا تھا۔ آپ کے گھر میں ایک کنواں تھا
نہایت شور جسکا پانی کوئی نہیں پی سکتا تھا۔ آپ کے
چارسو غلاموں نے عرض کیا۔ آپ ہمیں اجازت دیں
کہ ان سے لڑیں۔ فرمایا میں نے تمہیں اللہ کے واسطے
آزاد کیا۔ خونریزی میں پسند نہیں کرتا۔ تمہارا جہاں جی
چاہے جاؤ۔ غرض چھ دن تک آپ پر پانی بند رہا۔
گفتگوئیں ہوتی رہیں مگر مصر والے اپنی ضد پر اڑے
رہے۔ حضرت عثمان کا وہی ایک جواب تھا۔ آخر یہ
رائے ٹھہری کہ آجکی شب گھر میں گھسکر قتل کرو۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو خبر لگی۔ آپ نے دو مشکیزے بھروا کر
حضرات حسنین علیہما السلام کے ہاتھ بھجوائے۔ مصر
والوں نے تیر مار کر مشکیزوں میں سوراخ کر دئے۔ پانی
پہونچنے نہ دیا۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرات
حسنینؑ کو فرمایا۔ تم دونوں دروازے پر کھڑے رہو۔
اگر یہ لوگ اندر جانیکا قصد کریں تو میں مسجد میں ہوں
مجھے اطلاع کر دینا۔ مصر والوں نے اور تدبیر کی کہ
عقب کی جانب سے ایک ہمسایہ کے مکان میں سے
دیوار توڑ کر دار الخلافہ میں گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو

عین تلاوت قرآن میں شہید کر ڈالا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ آپ کی بی بی صاحبہ کوٹھے پر چڑھکر پکاریں اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ قَدْ قُتِلَ ۔ یہ آواز سنکر حضر علیؓ گھبرائے ہوئے مسجد سے اُٹھے اور سیدھے دروازے پر آئے ۔ حسنینؓ موجود تھے ۔ حضرت حسن سے فرمایا تمہارے ہوتے لوگ اندر چلے گئے ۔ اور تادیب کی راہ سے سخت بھی کہا ۔ حضرت حسنؓ نے عرض کی آپ اندر چلکر دریافت فرمائیں ۔ دیکھا تو صورت ہی اور تھی ۔ اب کیا ہو سکتا تھا ۔ مصر والوں نے تین دن تک نعش نہ اُٹھنے دی ۔ آخر چوتھی شب بدقت تمام چھ مسلمانوں نے کہ ایک ان میں مروان تھا چھپکر آپ کی نعش کو بقیع میں دفن کر آئے اور ایک پرانی دیوار اسپر گرادی ۔ مورخین اس واقعہ کو ہنگامہ مصر کہتے ہیں ۔ اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان بری الذمہ تھے ۔ برائیاں جو ہوئیں وہ مروان اور عاملان اطراف سے ہوئیں ۔ آپ بلاشبہ مظلوم شہید ہوئے ۔ آپ کی شہادت ۲۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی تھی خلافت آپ کی ۱۲ سال رہی ۔ عمر شریف آپ کی ۸۲ برس اور بقول بعض تراسی یا چھیاسی برس کی ہوئی آپ ہی کے عہد خلافت میں قرآن پاک کی نقل ہوئی ۔ تین دن تک بعد شہادت آپ پر جنوں نے نوحہ و ماتم کیا ۔

آپ زمانہ خلافت میں حضرت عبداللہ حضرمی عامل مکہ معظمہ ۔ اور قاسم بن ربیعہ عامل طائف ۔ اور حضرت معلی بن امیہ عامل یمن اور حضرت عبداللہ عامر عامل بصرہ اور حضرت ابوموسےٰ اشعری عامل کوفہ ۔ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان عامل دمشق اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد عامل حمص ۔ اور علقمہ بن الحکم عامل فلسطین ۔ اور حضرت اشعث بن قیس عامل آذربیجان ۔ اور صائب بن اقرع عامل اصفہان اور بشیر بن امیہ عامل ہمدان اور حضرت سعد بن قیس عامل رے ۔ اور احنف عامل خراسان ۔ اور حضرت زید بن ثابت قاضی مدینہ طیبہ اور حضرت ابوہریرہ قاضی مکہ معظمہ اور حضرت ابوذر قاضی شام تھے اور مروان کاتب اور حضرت عبداللہ بن معید تیمی صاحب شرط تھے (البدر)

عتیرہ اس بکری کو کہتے ہیں جسے کافر لوگ زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے تھے ۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان بھی اس مہینے میں خدا سے تقرب حاصل کرنیکے لئے بکری ذبح کرتے تھے ۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ۔ (منظ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرع اور عتیرہ اسلام میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرع وہ بچہ ہوتا ہے جو سب سے پہلے کافروں کے یہاں پیدا ہوتا جسے وہ اپنے بتوں کے لئے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ وہ جانور ہے جسے رجب میں ذبح کرتے تھے (م)

عتق آزاد ہونا ۔ دیکھو (اعتقاق) ۔

عملیق سام ابن نوح کے بیٹے کا نام ہے جو حجاز میں آباد ہوا ۔ اور وہیں اسکی نسل پھلی پھولی قوم عمالقہ انہی کیطرف منسوب ہے ۔

عملیات عمل کے لغوی معنے کام ۔ کارگزاری (ص) ہیں منتر جنتر اور لوٹنے ٹوٹکے ۔ جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں ۔ شرع شریف میں ایسے عملیات کا کرنا کرانا جائز ہے جن میں اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آئے ۔ یا دیگر پاک کلمات اور پاک اسماء استعمال کئے جائیں ۔ پھر بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو زیادہ پابند شریعت بنانا چاہتے ہیں دعا کے سوا کسی قسم کے عمل کو جائز نہیں سمجھتے ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ایسا عمل جو شرک بدعت کے شائبہ سے خالی ہو شرعاً جائز ہے ۔

مشکوٰۃ میں عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عہد جاہلیت میں منتر جنتر کیا کرتے تھے پس ہمنے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپکا اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا اپنے منتروں کو میرے پیش کرو منتروں میں کوئی قباحت نہیں تاوقتیکہ ان میں شرک کا شائبہ نہ ہو"۔

مگر افسوس ہے کہ عامل لوگوں نے اس فن کو ترقی دینے کے لئے شوائب شرک سے پرہیز نہیں کیا۔ اور وہ اس فن کو شرعی تعلیم سے بہت دور لے گئے ہیں۔

ہندوستان میں اس فن کی سب سے زیادہ جامع کتاب جواہر خمسہ مشہور ہے جو سنہ ۹۵۶ھ میں شیخ ابو المؤید ساکن گجرات نے تصنیف کی ہے۔ اس کتاب میں ذیل کے مقاصد پر عملیات لکھے گئے ہیں (۱) دو شخصوں میں دوستی یا دشمنی ڈالنے کے لیے (۲) کسی آدمی کی شفا یا بیماری عارض کرنے یا مار ڈالنے کے لئے (۳) حصول مراد کے لئے (۴) لڑائی میں فتح پانے کے لئے۔

اب ہم اس علم کے متعلق بعض معلومات ذیل کی تقسیم سے درج کریں گے (۱) وہ شرائط جو عامل کے لئے ضروری ہیں (۲) وہ نقوش جو عملیات میں استعمال کئے جاتے ہیں (۳) نصاب زکوٰۃ۔ عشر قفل۔ دور۔ بذل ختم۔ سریع الاجابۃ وغیرہ اصطلاحات عملیات کی تشریح (۴) جنات کو حاضر کرنے کے طریقے جو استعمال کئے جاتے ہیں

(۱) جب کوئی شخص اس علم کو حاصل کرنا چاہے تو اسکو لازم ہے کہ کامل طہارت کے ساتھ رہے کبھی کتے بلے اور اجنبی آدمی کو اپنی قیامگاہ میں نہ آنے دے مکان کو بخورات سے خوشبودار رکھے۔ مثلاً عود۔ لوبان وغیرہ۔ اسکو اپنی جسمانی پاکی کا بڑا خیال رہنا چاہئے۔ اور ہمیشہ غسل مسنون کرتا رہے۔ جو تازہ عمل شروع کرنا ہو اسکے لئے چالیس روزے رکھے جاتے ہیں جسکو چلہ کہتے ہیں۔ زمین پر چٹائی بچھا کر سوئے۔ اور کم سوئے

تھوڑا بولے۔ بعض عامل لوگ آبادی سے باہر کسی تنہائی کی جگہ میں مثلاً غار یا کھنڈ میں عمل کرنے کے لئے جا رہتے ہیں تاکہ ان کے عمل میں کوئی خلل نہ آئے۔ ان کی غذا اسمار الٰہیہ کے لحاظ سے جنکا وہ ورد رکھتے ہیں مختلف ہوتی ہے۔ اگر وہ اسمار جلالیہ یعنے خدا کے مہیب نام ہوں تو اسکو گوشت۔ مچھلی۔ انڈے۔ مشک کے استعمال سے پرہیز لازم ہے۔ اگر وہ اسمار جمالیہ یعنے خدا کے رحم کی صفتیں ہیں تو اسکو مکھن۔ دہی۔ سرکہ۔ نمک۔ عنبر سے پرہیز چاہئے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عامل وہ وہ چیزیں استعمال کرے جنکا استعمال جائز ہے۔ اسکو ہمیشہ سچ بولنا چاہئے۔ غرور و تکبر نہ کرے۔ جوش میں نہ آئے اور عوام الناس کے سامنے اپنی طاقت کا اظہار نہ کرے۔ اپنے مدعا کو مخفی رکھے۔ مبتدی کا عمل کرنا خود اسکی زندگی کے لئے خطرناک سمجھا جاتا ہے۔

(۲) اسمار الٰہیہ کا عمل کرنے سے پیشتر جو کسی مرد یا عورت کی حب یا دشمنی ڈالنے کے لئے کیا جائے لازم ہے کہ انکے نام کے پہلے حروف لئے جائیں جنکا تعلق بارہ برجوں کے ساتھ ہے۔ سات سیارے اور چار عناصر کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ نقش کو پر کرنیکا طریقہ جواہر خمسہ میں شرح و بسط کے ساتھ درج ہے۔ یہاں اسکے اندراج کی گنجائش نہیں۔

(۳) اصطلاحات عملیات کی فہرست لمبی ہے چند ضروری باتیں یہاں درج کیجاتی ہیں۔ مثال کے لئے اس متبرک کلام کو ہم لیتے ہیں سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَّوَارِثُهٗ وَرَازِقُهٗ وَرَاحِمُهٗ۔ اس کلام کے ۵۴ حروف ہیں جنکے اعداد حسب ذیل ہیں۔ اور اعداد میں حرکات کا کوئی شمار نہیں ہوتا۔

۱	س	۶۰	۲۶	ی	۱۰
۲	ب	۲	۲۷	ء	۱
۳	ح	۸	۲۸	و	۶
۴	ا	۱	۲۹	و	۶
۵	ن	۵۰	۳۰	ا	۱
۶	ک	۲۰	۳۱	ر	۲۰۰
۷	ل	۳۰	۳۲	ث	۵۰۰
۸	ا	۱	۳۳	ہ	۵
۹	ا	۱	۳۴	و	۶
۱۰	ل	۳۰	۳۵	ر	۲۰۰
۱۱	ہ	۵	۳۶	ا	۱
۱۲	ا	۱	۳۷	ز	۷
۱۳	ل	۳۰	۳۸	ق	۱۰۰
۱۴	ل	۳۰	۳۹	ہ	۵
۱۵	ا	۱	۴۰	و	۶
۱۶	ا	۱	۴۱	ر	۲۰۰
۱۷	ن	۵۰	۴۲	ا	۱
۱۸	ت	۴۰۰	۴۳	ح	۸
۱۹	ر	۲۰۰	۴۴	م	۴۰
۲۰	ب	۲	۴۵	ہ	۵
۲۱	ب	۲			
۲۲	ک	۲۰		کل	۲۶۱۳
۲۳	ل	۳۰			
۲۴	ل	۳۰			
۲۵	ش	۳۰۰			

نصاب یہ ہے کہ حروف کی تعداد کو ایک سو میں ضرب دیا جائے
چنانچہ ۴۵ × ۲ = ۴۰۰
زکوٰۃ یہ ہے کہ نصاب کو نصف کر کے اسکی رقم کے ساتھ جمع کیا جائے
چنانچہ ۴۵۰۰ ÷ ۲ = ۲۲۵۰ + ۴۵۰۰ = ۶۷۵۰
عشر یہ ہے کہ اوپر کی نصف جمع شدہ رقم کے نصف کو زکوٰۃ کے ساتھ

جمع کیا جائے۔ چنانچہ ۱۱۲۵ + ۶۷۵۰ = ۷۸۷۵
قفل یہ ہے کہ ۱۱۲۵ کو نصف کر دیا جائے جو ۵۶۳ ہوا۔
دور یہ ہے کہ قفل کو عشر کے ساتھ جمع کر کے دو چند کیا جائے
چنانچہ ۵۶۳ + ۷۸۷۵ = ۸۴۳۸ × ۲ = ۱۶۸۷۶
بذل ۷۰۰۰ مقرر ہے۔ ختم یا مہر کی تعداد ۱۲۰۰۰ مقرر ہے
سریع الاجابہ ۱۲۰۰۰ مقرر ہے۔

اوپر کے حساب کو درست کرنے کے بعد عامل کو چاہیئے کہ جواب کی تصحیح کے لئے نصاب کو تین میں ضرب دے۔ اور حاصل ضرب میں ۲۶۱۳ جمع کرے۔ حاصل جمع ۱۳۷۱۳ ہوتی ہے۔ ہر روز کا ورد کم از کم اسقدر مناسب و مساوی تعداد سے مقرر کرے کہ وہ چالیس روز میں ختم ہو جائے۔ مصنف کا بیان ہے کہ اسکے پڑھنے سے عامل کا دل وجد میں آجاتا ہے۔ اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ اسکے پاس جنّ موجود ہیں اور تحت الثریٰ سے علیین تک چلے گئے ہیں۔ پس وہ جنّ اسکو پوشیدہ باتیں بتائیں گے اور روحوں کو اسکے قبضہ میں کر دینگے۔

۴۔ اگر عامل کسی آدمی کیطرف سے جن حاضر کرنا چاہے تو اسکو حسب ذیل طریقہ عمل میں لانا چاہیئے۔

پہلے ایک کمرہ میں دروازہ بند کر کے تنہا رہے۔ چالیس روز تک روزہ رکھے۔ کمرے میں عود کی دھونی دے پاک صاف ہو کر مصلے پر بیٹھ جائے اور جنات کو حاضر کرنیکا عمل شروع کرے۔ اور یہ فیصلہ کرے کہ اسکے مدعا کو پورا کرنے کے لئے کس قسم کے جنات کی ضرورت ہے۔ مثلاً بہرام نامی ایک شخص کیطرف سے جنات کو امداد کے لئے حاضر کرنے کی ضرورت ہے۔ تو پہلے ان جنات کے نام معلوم کرنے چاہئیں جو بہرام کے نام سے نسبت رکھتے ہیں اور اسپر مامور ہیں۔ اسکے حساب میں وہ حرکات یعنے فتحہ وضمہ وغیرہ کا لحاظ نہ کرے۔ کتابوں سے معلوم ہوگا کہ اس نام کے جنات یہ ہیں۔ دانوش۔ ہوش۔ رقیاڈ پدش۔ مجبوش۔ پھر معلوم

کرنا چاہئے کہ ان ناموں کے ساتھ اسمار باریتعالیٰ میں سے کن کن کو نسبت ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ اسمار الباقی۔ الھادی۔ الرب۔ اللہ۔ المالک نکلتے ہیں۔ پھر ابجد کے حساب سے انکے حروف کے اعداد نکالے تاکہ اسکے حساب سے وہ ورد موزون ہوجائیں۔ چنانچہ :۔

ب	=	۲	=	۲۰۰
ہ	=	۵	=	۵۰۰
ر	=	۲۰۰	=	۲۰۰۰۰
ا	=	۱	=	۱۰۰
م	=	۴۰	=	۴۰۰۰
کل				۲۴۸۰۰

اب عامل جنات کے حاضر کرنے کے لئے حسب ذیل طریقہ عمل میں لاکر انکی امداد طلب کریگا۔ اور اس عمل کو ۲۴۸۰۰ مرتبہ پڑھیگا۔ یادنُوشُ۔ یاھُوشُ۔ یاراھُوشُ۔ یاقیادُیُوش یامجبُوشُ۔ عامل اس عمل کو اپنے مقام مقصود کیطرف منہ کرکے پڑھے اور بہرام کے نام سے جن بخورات کو مناسبت ہے۔ انکی دھونی دیگا۔ عملیات کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ مگر مذکورہ طریقہ بطور نمونہ کافی ہے۔

عامل اگر علم جفر و رمل اور نجوم سے واقف ہو تو اسکو عملیات میں پوری مہارت ہو سکتی ہے کیونکہ اوقات سعد و نحس اور تاثیرات کواکب سے آگاہی علوم بالا کے ذریعہ سے ہی ہو سکتی ہے۔

عمری کسی چیز کو موہوب لہٗ کی مدت عمر تک ہبہ کردینا۔ اس شرط پر کہ مرنے کے بعد واپس لیجائے گی۔ جیسے کسی شخص کو کہدیا کہ یہ میرا گھر تیری ملک میں ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں یا تو زندہ ہے۔ پس ایسی صورت میں ملک اسکی صحیح ہوگی اور شرط باطل (تع)

عمرہ مکہ شریف میں جاکر حج کے سوا ایک اور عبادت بھی بجالائی جاتی ہے جو فرض نہیں ہے۔ بلکہ سنت ہے۔ اور حج فرض ہے۔ اس عبادت کو عمرہ کہتے ہیں۔ حج تو صرف تین ماہ یعنے شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ سے تعلق رکھتا ہے۔ عمرہ کسی خاص مہینے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ سال بھر میں جب چاہیں عمرہ کرسکتے ہیں۔ البتہ عرفہ اور اس سے چار روز بعد تک یہ عبادت مکروہ ہے۔ (شر)

عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ شریف میں جاکر سات چکروں میں کعبہ کا طواف کرے جن میں سے تین چکروں میں اکڑ کر اور کندھے ہلاتا چلے۔ اور باقی چار میں معمولی ہیئت سے چلے۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔

عمر بن قیس آپ اکابر محدثین میں سے ہونیکے علاوہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ سنہ ۱۴۳ھ یا اس سے کچھ اوپر فوت ہوئے (دکن)۔

عمرو بن العاص ایک صحابی کا نام ہے۔ جو قریش میں ایک ہوشیار اور زیرک آدمی شمار ہوتے تھے ۸ھ میں خالد ابن ولید کے ساتھ اسلام لائے جبکہ آنحضرت عمرہ قضا کرنیکے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے تھے عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں شام و مصر کی فتوحات میں بڑا نام پیدا کیا۔ ملک سندھ پر بھی حملہ کیا حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے تنازعہ خلافت میں بڑا حصہ لیا۔ بقول نووی ۴۳ھ میں وفات پائی۔

عمر بن خطاب رض خلفائے راشدین سے دوسرے خلیفے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اسطرح ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لوئی القرشی العدوی۔ انکا نسب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کعب میں ملتا ہے

والدہ اُنکی خنتمہ اخت ابی جہل بنت ہاشم بن المغیرہ بن عبداللہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دولت مصاہرت پیغمبر خدا بسبب البوتؐ ام المومنین حضرت حفصہ کے عطا فرمائی اور خلیفہ بھی کیا۔ کنیت آنجناب کی ابوحفص اور لقب فاروق ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبب اس لقب کا یہ ہے کہ عمرؓ مابین حق و باطل فرق کرتے تھے۔ ولادت اُنکی غرہ محرّم سال چہاردہم یا سیزدہم واقعہ اصحاب فیل میں واقع ہوئی۔ اور سال نہم بعثت ایمان لائے انہی سے چالیس مسلمان پورے ہوئے۔ عمر انکی اسوقت ۲۷ برس کی تھی۔ اشراف قریش سے تھے۔ ایام جاہلیت میں سفارت و رسالت انہیں کے نام مقرر تھی۔ یعنی نامہ و پیغام انہیں کے ہاتھ سرداروں کے پاس کفّار قریش بھیجا کرتے تھے۔ آپ سفید رو سرخ چشم اور بلند بالا تھے۔ روایت ہے کہ لوگوں میں جب کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ پر سوار ہیں اور لوگ پیادہ ہیں۔

وہب ابن منبہؓ کہتے ہیں کہ وصف عمر بن خطاب توریت میں اسطرح مذکور ہے کہ "قرن حدید شدید آمین"۔ یعنے عمر بمنزلہ چھوٹے پہاڑ کے ہے۔ اور تیز و سخت اور امانت دار ہے۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ اول انہیں کا خطاب امیر المؤمنین ہوا۔ چنانچہ ابن عساکر نے معاویہ ابن قرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ لکھتے تھے مِن ابی بکر خلیفۃ رسول اللہ۔ جب عہد خلافت عمر ابن خطاب ہوا تو اصحاب نے ارادہ کیا انکو خلیفہ خلیفۂ رسول کہا کریں۔ حضرت عمر نے فرمایا اس میں تطویل ہے اصحاب نے کہا تم ہمارے امیر ہو۔ فرمایا ہاں مَیں تمہارا امیر ہوں۔ اور تم مومنین ہو۔ اسی تاریخ سے امیر المومنین لکھا گیا۔ الغرض حضرت عمرؓ اول ان لوگوں میں ہیں جن پر بحیثیت خلافت تسمیہ اس اسم کا ہوا ہے۔

آپکا ایمان لانا

ایک دن ابوجہل نے ایک مجمع میں جسمیں حضرت عمر بھی تھے متصل خانہ کعبہ کے کھڑے ہو کر کہا کہ جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ لاوے اسکو سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم دوں۔ حضرت عمر نے کہا میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے لات و عزّیٰ کی قسم کھائی۔ اور کعبہ میں جاکر ہبل کو گواہ کیا۔ عمر بایں قصد مسلح روانہ ہوئے۔ راستے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ملے۔ پوچھا اے عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا محمد کو مارنے جاتا ہوں۔ سعد نے کہا انکی قوم سے کسطرح نجات ملیگی۔ عمر نے تلوار میان سے کھینچی اور سعد بھی مقابل ہوئے۔ قریب تھا کہ باہم محاربہ واقع ہو سعد نے زبان بدل کر کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کو جو اسلام لاچکے ہیں قتل کرلو۔ پھر اور کو ڈھونڈنا عمر نے کہا۔ کسطرح معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہوئے ہیں۔ سعد نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھائینگے۔ عمر طیش کھاکر اپنی بہن کے گھر کو پھرے۔ اسوقت انکے گھر میں جناب ابن الارث صحابی تھے۔ اور سورہ طٰہٰ کہ انہیں دنوں نازل ہوئی تھی سعید اور فاطمہ کو پڑھا رہے تھے۔ اور کواڑ دروازے کے بند تھے۔ عمر نے کان لگا کر سنا اور آواز دی۔ صحابی مع صحیفہ چھپ گئے۔ عمر نے آکر پوچھا۔ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا باتیں کرتے تھے۔ پھر عمر نے ایک بکری ذبح کی اور گوشت اسکا بھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کو دیا اُنہوں نے نہ کھایا۔ اُنہوں نے جانا کہ سعد کی بات درست ہے۔ غصّے میں آکر بہن کو ایسا مارا کہ سر اور مُنہ خون آلودہ ہوگیا۔ اور بہنوئی کو بھی مارا۔ تب اُنہوں نے بے تاب ہو کر کہا۔ چاہو تم ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ ہم تو محمدؐ پر ایمان لاچکے ہیں۔ عمر نے انکو دین اسلام میں مضبوط پایا۔ اور بہن کے سر اور مُنہ کو خون آلودہ دیکھکر رحم کیا اور الگ ہو بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا جو تم پڑھتے تھے میرے پاس لاؤ۔ تب اس صحیفہ کو جس میں سورہ طٰہٰ تھی نکالا۔ عمر نے چاہا کہ ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ اُنکی بہن نے کہا۔ تم نجاست شرک سے آلودہ ہو۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ

یعنی نہیں چھوتے ہیں اُسکو مگر پاکیزہ لوگ۔ تب عمر نے غسل کیا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ عمر نے سورہ طٰہٰ ہاتھ میں لے کر شروع سے پڑھا۔ جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ پڑھی تو بے طاقت ہوگئے۔ اور کہا کہ جس خدا کا یہ کلام ہے اسکی پرستش میں تقصیر کرنا تقصیر ہے اور آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ کلام خدا کا ہے اور خدا کا رسول سچا ہے۔ آپ اسیوقت صدق دل سے مسلمان ہوگئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب اُس مکان پر پہونچے جس میں آنحضرت مع صحابہ کے تشریف رکھتے تھے اور دروازہ پر دستک دی۔ کسی صحابی نے شگاف در سے حضرت عمر کو مسلح دیکھا اور کہا کہ عمر مسلح آتے ہیں۔ سب نے کہا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ عُمَرَ۔ مگر امیر حمزہ رض نے کہا دروازہ کھول دو۔ اگر بعزم خیر آئے ہیں تو مبارک۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر بقصد شر آئے ہیں تو انشاء اللہ انہیں کی تلوار سے قتل کرونگا۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا تو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اور بغلگیر ہوکر عمر کو خوب دبایا کہ بند بند انکا خوب ہل گیا۔ اور فرمایا۔ اے عمر! کس ارادے سے آئے ہو۔ کیا ساری عمر لڑتے ہی رہوگے۔ حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور مسلمانوں نے خوش ہوکر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ سب کتنے مسلمان ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے چالیس کا عدد پورا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ کفار عبادت لات و عزیٰ کی علانیہ کرتے ہیں۔ ہم لوگ خدائے وحدہٗ لا شریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں۔ اُسیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر نکلے۔ داہنی طرف امیر المومنین ابی بکر الصدیق رفیق باتوفیق اور بائیں طرف سید الشہداء امیر حمزہ عم شفیق اور سامنے اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب اور انکے آگے امیر المومنین عمر بن خطاب فاروق اعظم رض مسلح و تیار اور پیچھے دیگر اصحاب سید ابرار رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور جانب بیت اللہ شریف متوجہ ہوئے اسوقت مشرکین قریش بانتظار عمر بن خطاب حجرہ میں بیٹھے تھے۔ دفعتہً حضرت عمر خوش و محظوظ نظر آئے تو کفار نے پوچھا تمہارے پیچھے کیا ہے۔ فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اگر کسی نے اپنے مقام سے حرکت کی تو نذر تیغ ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں داخل ہوکر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ الغرض حضرت عمر رض کے اسلام لانے سے غلبہ اسلام شروع ہوا۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آپکا اسلام رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق عمل میں آیا۔ آپ نے خدا کے حضور میں ان الفاظ میں دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ اَبِیْ جَهْلٍ اَوْ عُمَرَ۔ یا اللہ تو دو اشخاص ابوجہل یا عمر سے جسکو اچھا سمجھتا ہے مسلمان بنا کر اسلام کو عزت بخش۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا سنی گئی اور اسی روز حضرت عمر رض اسلام میں آداخل ہوئے۔

مدت خلافت عمر فاروق دس برس چھ ماہ ایک روز کم تھی۔ اور واقعہ شہادت آنجناب اسطرح واقع ہوا کہ عہد خلافت حضرت موصوف میں یہ دستور تھا کہ سبایائے بالغین مدینہ میں آنے نہ پاتے تھے۔ اتفاقاً مغیرہ بن شعبہ عامل کوفہ نے لکھا کہ ایک غلام نہایت ہوشیار کار حدادی و نقاشی وغیرہ سے واقف کار یہاں ہے۔ اگر ارشاد ہو تو مدینہ میں بھیجا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو منفعت حاصل ہو آنجناب نے اجازت دی۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور رہنے لگا تو ایک دن حضرت کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگا کہ چار درہم خراج کے جو مجھ سے لئے جاتے ہیں وہ مجھ پر گراں ہیں کچھ کم کردینا چاہئے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تو کئی پیشوں سے واقف ہے۔ اس لحاظ سے یہ خراج کچھ گراں نہیں اسلئے تخفیف نہیں کیجائے گی وہ ناراض ہوکر

یہ کہتا ہوا دروازے سے نکلا کہ عمرؓ کا عدل سب کو پہونچا مگر مجھے نہ پہونچا۔ بعد چندے اس مردود نے ایک دودھارا خنجر تیار کیا۔ اور زہر آلود کر کے گھات میں لگا تاکہ آپ کو شہید کرے۔

آپ کی شہادت حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ صبح کاذب کے وقت سویرے مسجد میں تشریف لاتے اور نمازیوں کو جگاتے۔ چنانچہ بروز بدھ بتاریخ ۲۷ ذیحجہ ۲۳ھ کو جب آپ مسجد میں تشریف لائے اور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ اور صفوف کی درستگی کی تاکید فرمائی۔ اس حال میں ابولولو مجوسی غلام مغیرہ بن شعبہ نے دو خنجر مارے ایک کتف پر دوسرا خاصرہ پر جن سے امیر المومنین گر پڑے اس نے تیرہ اور شخصوں کو بھی زخمی کیا جن میں چھ شخص مر گئے آخر کار ایک مرد جرار عراقی نے چادر اپنی اس مجوسی پر ڈالی اور گرفتار کیا۔ اس نے ایک خنجر اپنے پیٹ میں بھی مارا اور ہلاک ہو گیا۔ لوگ حضرت عمرؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے اسو آفتاب نکلنے کے قریب تھا اور نماز صبح کسی نے نہ پڑھی تھی آخر کار عبد الرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے تو کسی شخص نے دودھ پلایا۔ تو وہ دودھ زخموں کی راہ سے نکل گیا۔ اور آخر وقت اسی دن خلعت شہادت جانب حق سے پہنائے گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہوئے۔

عمر شریف آپ کی بروایات صحیحہ تریسٹھ (۶۳) برس کی ہوئی۔ ولنعم ما قیل فی تاریخ وفاتہ ؎

سال انقلش خرد بحسرت خواند   وائے صد وائے عدل بیکس ماند

بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ کثرت فتوح جیسی حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوئی ایسی کبھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ چار ہزار چھتیس شہر بالتوابع ولواحق فتح ہوئے۔ از انجملہ دمشق و حمص و بعلبک ۱۴ھ میں بصلح فتح ہوئے اور بصرہ و ریلہ بجنگ۔ اور اسی سال میں تراویح کی تاکید فرمائی۔

چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ اور چار ہزار کنیسے توڑے گئے اور ایک ہزار نو سو منبر خطبے کے لئے رکھے گئے۔ منشی آپ کے دو شخص تھے۔ عبد الرحمن بن خلف خزاعی۔ اور زید بن ثابت۔ اور داروغہ بیت المال زید بن ارقمؓ تھے۔ پانسو انتالیس (۵۳۹) حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔

آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ از انجملہ وحی آسمانی بیس یا اکیس جگہ آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ رَاْیًا مِنْ رَاْیِ عُمَرَ یعنی تحقیق قرآن میں رائے ہے رائے عمر سے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر مقام ابراہیم مصلے بنائیں تو بہتر ہو۔ اسوقت آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی نازل ہوئی۔

پھر ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ فاجر و متقی سب ازواج مطہرات کے حضور میں چلے آتے ہیں اگر ان کو حکم حجاب فرمایا جاوے تو بہتر ہے۔ اسوقت آیت وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ نازل ہوئی۔ غرض کہ ایسی کئی اور جگہیں ہیں۔

کئی حدیثیں بھی آپ کے مناقب میں ملی ہیں۔ از انجملہ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُمَرُ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ کہ حضرت عمر اہل جنت کے چراغ ہوں گے۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔ اور بہت سی احادیث آپکے مناقب میں آئی ہیں (نقر)

عِمران عِمران زیر کے ساتھ (ل) آبادی۔ موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام ہے۔ حضرت مریم کے

باپ کا نام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا نام بھی ہے اور قرآن پاک کی ایک سورۃ کا نام بھی آلِ عمران ہے۔ قرآن میں جس عمران کا ذکر آیا ہے وہ حضرت مریم کے والد ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ تا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (س۔ عمران۔ ع۴) بے شک اللہ نے برگزیدہ کر لیا آدم اور نوح اور ابراہیم اور عمران کے خاندان کو دنیا پر جو اولاد تھی ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جبکہ عمران کی بیوی نے یہ کہا کہ اے میرے رب تیرے لئے میں نے نذر کر دیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد کر کے۔ سو تو مجھ سے قبول کر لے تو ہی سنتا جانتا ہے۔

اگرچہ اناجیل اربعہ کے مصنفوں اور حواریوں کے خطوط مسلمہ نصاریٰ میں عمران اور اُسکے باپ اور مریم کی ماں کا نام مع التفصیل مذکور نہیں۔ مگر مؤرخین اسلام نے اپنی تحقیقات سے یوں لکھا ہے۔ یہ عمران وہ عمران نہیں کہ جو موسےٰ علیہ السلام اور ہارون علیہما السلام کے والد تھے بلکہ یہ ماثان کے بیٹے ہیں جو حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں یہ حضرت زکریا بن اذن کے عہد میں تھے۔ یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نانا ہیں۔ (تنف)

نیز ارشاد ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ تا وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ۝ (س تحریم۔ ع۲) اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے اُن کے پیٹ میں اپنی (قدرت سے ایک) روح پھونکدی۔ اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اُسکی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندوں میں سے تھیں۔

نیز ارشاد ہے یٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا ۝ (س۔ مریم۔ ع۲) یعنی۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ (یعنے عمران) ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی (تو خلافِ خاندان تو یہ کیا حرکت کر بیٹھی)

عُمّان یہ ملک یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے ہے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی صورت جسکی ابتدا شہر بحرین اور انتہا شرقی حصہ کو لیتی ہوئی دفر تک ہے۔ اور اسکے اس موڑ پر کہ جہاں سے شرقی حد تمام ہو کر جنوبی شروع ہوتی ہے۔ شہر مسقط آباد ہے۔ جو تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ اور یہاں سے ہندوستان کا کراچی بندر صرف تخمیناً چھ سو (۶۰۰) میل ہے۔ اور ہندوستان اور عرب میں اس سے کم فاصلہ اور کسی طرف سے نہیں۔ ملک عمان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہو کر دفر پر تمام ہو جاتا ہے اسکا دور تخمیناً ۱۱۰۰ سو میل ہے۔ اور عرض اس ملک کا تقریباً دو سو میل ہے یہ ملک سرسبز ہے کھجوریں و میوے بکثرت ملتے ہیں۔ زراعت بھی ہے۔ سمندر کے کنارے اسکے یہ بندر بہت مشہور ہیں۔ صحار۔ یہ بڑی تجارت گاہ ہے اور پُر رونق ہے۔ مسقط۔ یہاں سلطان عمان رہا کرتا ہے جو خارجی مذہب رکھتا ہے۔ رونق دار شہر ہے مساجد و مدارس بکثرت ہیں۔ یہاں کا حلوا بہت مشہور ہے بحرین۔ یہ بھی ایک شہر ہے۔ یہاں موتی نکلتے ہیں اسلئے یہاں آمد و رفت لوگوں کی بکثرت رہا کرتی ہے۔ یہ بھی خلیج فارس پر آباد ہے۔ (جغر)

عمامہ دستار۔ دستار باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو۔ جسمیں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی۔ بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے وقت آپکے سر مبارک پر سیاہ دستار ہوتی تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ خود کے سبب سے جسکو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے دستار کا رنگ سیاہ اور میلا ہو جاتا تھا۔ ورنہ اصل میں وہ دستار سفید ہوتی تھی۔ مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے۔ پانچوں نماز کے وقت کی دستار بارہ گز۔ اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ گز۔ اور جنگ وجدل کے وقت کی دستار پندرہ گز علمائے متاخرین نے تجویز کیا ہے کہ سلطان اور قاضی اور مفتی اور فقیہ اور مشائخ اور غازی کو اسناد وقار وتمکین اور شان قائم رکھنے کے لئے اکتیس ۳۱ گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے۔ اور دستار کی مسنون صورت یہ ہے کہ وہ لمبی ہو۔ زیادہ چوڑی نہ ہو۔ اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہئے۔ اس سے کسیقدر کم و بیش ہو تو چنداں خرابی نہیں۔ اور اسکی لمبائی کم از کم سات گز ہو۔ اُس گز کے حساب سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ دستار با طہارت باندھے۔ اور قبلہ کیطرف مُنہ کرکے اور کھڑا ہو کر باندھے اور جب کھولے تو پیچ پیچ کرکے کھولے یکبارگی نہ اُتار ڈالے جب باندھنے میں پیچ پر پیچ باندھا گیا ہے تو کھولنے میں بھی یہی ترتیب چاہئے دستار باندھ چکنے کے بعد آئینہ یا پانی یا کسی اور عکس دار چیز میں دیکھکر اسکو درست کرلے اور شملہ رکھ کر باندھے۔ شملے میں اختلاف ہے۔ اکثر اوقات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پس پشت ہوتا تھا اور کبھی کبھی داہنے ہاتھ کی طرف۔ اور بائیں ہاتھ کی طرف شملہ رکھنا بدعت ہے۔ شملے کی کم سے کم لمبائی چار انگل ہے۔ اور زیادہ ایک ہاتھ۔ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا بدعت ہے۔ اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنت نہیں۔ شملہ لٹکانا مستحب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی نہیں۔ فقہا کے پاس شملہ لٹکانے کی قیاسی دلیلیں بہت ہیں۔ وہ شملہ لٹکانا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں بعض بائیں جانب لٹکانا مناسب سمجھتے ہیں۔ مگر اسکی سند قوی اور معتبر نہیں۔ اور علمائے متاخرین جُہال زمانہ کے طعن وتشنیع وتمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے۔

فتاوائے حجت وجامع میں لکھا ہے کہ شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے۔ اور شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بلا شملہ ستر رکعتوں سے افضل ہے۔ اور شملہ چھ قسم کا ہے۔ قاضی کے لیے پینتیس (۳۵) انگل کا شملہ۔ اور خطبہ خوان کے لئے اکیس ۲۱ انگل کا۔ اور عالم کے لئے ستائیس ۲۷ انگل کا۔ اور طالب علم کے لئے سترہ انگل کا۔ اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا۔

دستار کو بیٹھکر نہ باندھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بیٹھ کر عمامہ باندھے یا کھڑا ہو کر پاجامہ پہنے۔ اللہ اُسکو ایسی بلا میں مبتلا کرے گا جسکا دفعیہ نہ ہو سکیگا۔ اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پر عمامہ باندھتے تھے کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ لیتے تھے۔ آپ کے عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی۔ چنانچہ علماء اور شرفاء عرب اسی طریق سے عمامہ باندھتے ہیں (رسالہ کشف الالتباس فی شکل اللباس مصنفہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ ٹوپی کے ساتھ یا برہنہ سر نماز پڑھنے کو بعض نے مکروہ لکھا ہے۔ لیکن اگر عجز ونیاز کی غرض سے ہو تو مضائقہ نہیں ہے البتہ ننگے سر نماز پڑھنا جیسا کہ آجکل بعض نئی روشنی والے مسلمان کرتے ہیں ایک قسم سے تشبیہ بالنصاریٰ

ہے جو سر ننگا کر کے گرجا میں نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ مسجد میں جانیکے وقت تم زینت کے کپڑے پہنا کرو۔ اسلئے بہتر یہی ہے کہ عمدہ لباس پہنکر اور عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جاوے۔

عیدگاہ عید پڑھنے کی جگہ۔ جسے فقہا کی اصطلاح میں مصلےٰ کہتے ہیں۔ سنت ہے کہ عید پڑھنے کے لئے شہر سے باہر جگہ مقرر ہو۔ اور اگر کسی خاص وجہ سے شہر میں ہی ادا کیجائے تو بھی جائز ہے، مگر شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مسجد وسیع ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ (رحمۃ)

عیدین عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو کہتے ہیں۔ لغت میں عید اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو واپس آجائے۔ چونکہ عید بھی ہر سال عود کرتی ہے اسلئے اسے عید کہتے ہیں۔ (ص)

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکّے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے۔ تو اہل مدینہ کے لئے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دو دن کیسے ہیں عرض کیا گیا۔ یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن ٹھیرائے ہیں ان میں کھیلو۔ کودو۔ خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن۔ دوسرا عید اضحیٰ کا (ابو)۔

یہ دن اچھے کھانے کھانے، اچھے کپڑے پہننے اور خوشی منانے کے ہیں بشرطیکہ خلاف شرع کوئی بات نہ ہو۔ خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم عید کے دن اچھا کپڑا زیب جسم فرمایا کرتے تھے! اور ایک چادر جو عمدہ اور قیمتی ہوتی تھی عیدین اور جمعہ کے روز اوڑھا کرتے تھے۔

عیدین کی نماز کا وقت سورج بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور دوپہر تک باقی رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید اضحیٰ کی نماز ذرا سویرے۔ اور عید الفطر کی کچھ دیر کر کے پڑھا کرو۔ چونکہ عید اضحیٰ میں قربانی کرنی ہوتی ہے اسلئے اس نماز میں تعجیل بہتر ہے۔ اور عید الفطر میں قربانی نہیں ہے اسلئے اس کی تاخیر میں کچھ حرج نہیں۔

دونوں عیدوں کی نمازیں ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں یعنی صرف دو رکعت خطبوں سے پیشتر۔ نماز سے پیشتر نہ تو اذان ہی ہوتی ہے اور نہ نماز۔ نفل ہی پڑھی جاتی ہے اور نہ اقامت کہی جاتی ہے۔ صرف امام مقتدیوں کے ساتھ دو رکعت نماز اسطرح پڑھے کہ پہلے تکبیر تحریمہ اور ثنا پڑھے۔ پھر تین تکبیریں کہے۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے اور ایک اور تکبیر کہکر رکوع و سجود کرے۔ نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ خطبہ پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ اور حاضرین نہایت سکوت اور خاموشی سے خطبہ سنیں جس طرح جمعے کے روز امام دو خطبے پڑھتا ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز میں بھی دو خطبے پڑھے اور نمازیوں کو عید الفطر اور عید اضحیٰ کے مسائل سے آگاہ کرے۔ عیدین کے خطبے سنت موکدہ ہیں اور نمازیں واجب۔

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے طاق کھجوریں کھانی سنت ہیں۔ مگر عید قربانی کے روز نماز کے بعد کھانا مسنون ہے۔ اگر میسر ہو تو اپنی قربانی کے جانور کا گوشت کھائیں۔ عید گاہ جاتے وقت ایک راستے سے جائیں اور آتے وقت دوسرے سے۔ تاکہ تمام بستی کو خبر ہو جائے اور اسلامی شوکت ظاہر ہو۔

عید الفطر کے پہلے صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر واجب ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گیہوں

یا جَو یا خشک چھوہارے یا پنیر یا خشک انگور کا ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے۔ صاع عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے۔ انگریزی تول کے حساب سے۔

عید اضحیٰ کی قربانی میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت لیکن جمہور علماء سنت موکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ عید اضحیٰ کی قربانی اصل میں اس واقعۂ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقع ہوا۔ یعنی خواب میں فرزند عزیز حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرتے دیکھا۔ تو صبح ہی انہیں ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن مجید کی ان آیتوں میں مذکور ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ تا وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ (یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھ کو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے انکو ایک بڑے بردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔ پھر جب لڑکا (جوان ہوا۔ اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تمکو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (بیٹے نے) کہا کہ ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامل) اسکی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر ہی پائیے پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لئے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا۔ تو ہم کو انکی فرمانبرداری نہایت پسند آئی اور) ہمنے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تمنے اپنے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ اب ہم تمکو بڑے بڑے مراتب دینگے۔ اور نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔ اور ہم بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا۔

قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ اور اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ پڑھکر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي اور دوسرے کیطرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ۔ کہیں۔ اور فلان کی جگہ اسکا نام زبان سے لیں یا دل میں نیت کریں۔

دسویں ذی الحج نماز عید کے بعد سے لیکر بارہویں تاریخ کی نماز عصر تک قربانیاں کریں۔ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ بکرا یا بکری گائے یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے میں لگیں تو انہیں مسنّے یعنے دو دانت کہتے ہیں۔ ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی کے قابل ہوتا ہے۔ مینڈھا اور بھیڑ اور دُنبہ جب ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں لگیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ اور اونٹنی اسوقت قابل قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا کانڑا یا ایسا کمزور و لاغر جانور جسکی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو۔ یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اندھا ہو۔ یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں۔ یا کم نظر آتا ہو اور یہ عیب بخوبی ظاہر ہوں تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہئے (حق)

عید الفطر

فطر کے لفظی معنے ہیں روزہ کشائی چونکہ اس عید میں روزہ افطار کیا جاتا ہے

اسلئے اِسے عید الفطر کہتے ہیں۔ اور عید رمضان بھی اسکا نام ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (عیدَین)۔

عیدان اس پیالہ کا نام تھا جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بول کرتے تھے (صنا)

عید اضحیٰ اضحیٰ جمع ہے اضحاۃ کی جو اصل میں اضحیۃ تھا اور اسکے معنے قربانی کے ہیں۔ چونکہ اس عید میں قربانیاں کیجاتی ہیں اسلئے اسے عید اضحیٰ کہتے ہیں۔ عید قرباں بھی اسے کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (عیدین)۔

عین الیقین اس علم کا نام ہے جو مشاہدہ اور کشف کے ذریعہ حاصل ہو۔ بعض کے نزدیک فرشتوں کے مشاہدہ کا نام ہے (تع) بعض کے نزدیک اخلاص فی الشریعۃ کا نام عین الیقین ہے (ک) یقین کے لئے دیکھو (یقین)۔

عینی شرح کنز الدقائق مسمّٰی بہ رمز الحقائق مستند معروف متداول مصنفہ ملا ابو محمد محمود بن احمد عینی جو سنہ ۷۶۲ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور سنہ ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب کی تصنیف محرم سنہ ۸۱۶ھ کو شروع ہوئی اور ربیع الآخر سنہ ۸۱۶ھ میں اختتام کو پہونچی۔

عیادت بیمار پرسی۔ حدیث میں بیمار پرسی کی بہت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھوکے کو کھلاؤ۔ اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔ اور قیدی کو چھڑاؤ۔ (بخ)

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کو جاتا ہے تو جب تک بیمار پرسی کرکے واپس نہ آئے بہشت کی میوہ چینی میں رہتا ہے (مس) اسکا یہ مطلب ہے کہ جتنا وقت آدمی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت میں خرچ کرتا ہے۔ آخرت میں اُتنی دیر بہشت کے پھل کھائیگا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے اور سات دفعہ یوں کہتا ہے اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ (یعنی میں خدائے بزرگ سے جو عرش عظیم کا پروردگار ہے اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا عنایت فرمائے) تو مریض تندرست ہوجاتا ہے۔ مگر اُس کی موت ہی آپہونچی ہو۔ (تو دوسری بات ہے) (ابو)

عہد عتیق اہل کتاب اپنی تمام آسمانی کتابوں کے مجموعہ کو بائیبل کہتے ہیں۔ پھر اس کے دو حصے ہیں۔ ایک عہد عتیق یعنی پرانی کتابیں۔ دوسرا عہد جدید۔

عہد عتیق میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں (۱) سفر خلیقہ جسے کتاب پیدائش بھی کہتے ہیں۔ اس میں آسمان وزمین کی پیدائش سے لیکر حضرت موسےٰ علیہ السلام تک سلسلہ وار تاریخ کے طور پر بیان ہے۔ (۲) سفر خروج جس میں بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے وغیرہ کا حال ہے۔ (۳) کتاب احبار۔ اس میں قربانی قصاص اور جانوروں کی حلت وحرمت کے احکام ہیں (۴) سفر عدد۔ جسکو گنتی کی کتاب کہتے ہیں۔ اسمیں بنی اسرائیل کے فرقوں کے شمار ہونے کا ذکر ہے۔ اور کئی ایک دوسری باتیں بھی ہیں (۵) سفر استثناء اس میں ملک فلسطین کی تقسیم وغیرہ ہے۔ ان پانچوں کو توریت حضرت موسےٰ کی تصنیف کہتے ہیں۔ یہ توریت ضخامت میں تخمیناً سعدی کی بوستان کے برابر ہے (۶) کتاب یشوع (۷) قاضیوں کی کتاب (۸) راعوث یا روت کی کتاب۔ یہ تین ورقوں کا مجموعہ ہے جس میں الیملک اور اسکی جورو نعومی کا

قصہ ہے (۹) سموئیل کی پہلی کتاب (۱۰) سموئیل کی دوسری کتاب (۱۱) سلاطین کی پہلی کتاب (۱۲) سلاطین کی دوسری کتاب (۱۳) تواریخ کی پہلی کتاب (۱۴) تواریخ کی دوسری کتاب جس کو اخبار الایام بھی کہتے ہیں (۱۵) عزرا کی پہلی کتاب (۱۶) عزرا کی دوسری کتاب جسکو کتاب نحمیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور داؤد علیہ السلام۔ اس میں محض مناجات اور خدا کی مدح وثنا ہے (۱۹) امثال سلیمان علیہ السلام۔ اس میں پند ونصائح ہیں۔ (۲۰) کتاب واعظ جسے جامع بھی کہتے ہیں (۲۱) غزل الغزلات جسکو نشید انشاد بھی کہتے ہیں۔ یہ پانچ چھ ورق کا رسالہ ہے۔ جس میں عاشقانہ مضامین ہیں بلکہ بعض فحش آمیز کلمات بھی ہیں (۲۲) یسعیاہ نبی کی کتاب (۲۳) یرمیاہ نبی کی کتاب (۲۴) یرمیاہ نبی کا نوحہ یا مرثیہ جو تین چار ورق میں ہے (۲۵) حزقیل کی کتاب (۲۶) دانیال علیہ السلام کی کتاب (۲۷) ہوسیع نبی کی کتاب (۲۸) یوئیل نبی کی کتاب۔ یہ صرف دو ورق ہیں (۲۹) عاموس نبی کی کتاب۔ یہ کل چار ورق کی ہے جس میں کچھ پیشینگوئیاں ہیں (۳۰) عبدیاہ نبی کا خواب جو ایک صفحہ پر ہے (۳۱) کتاب یونہ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ڈیڑھ ورق پر مختصر سا حال (۳۲) میخا یا میکہ علیہ السلام کا چار ورق پر الہام بیان ہے (۳۳) ناحوم علیہ السلام کا الہام کا الہام جو شہر نینوہ کے متعلق ہے۔ کل دو ورق ہیں (۳۴) حبقوق نبی کا الہام جو دو ورق میں ہے (۳۵) صفنیاہ یا صفونیا نبی کا الہام جو دو ورق میں ہے (۳۶) حجی نبی کا الہام جو دارا شاہ ایران کے عہد میں ہوا ہے۔ ایک ورق (۳۷) زکریا علیہ السلام کا الہام جو دارا کے عہد میں ہوا تھا۔ آٹھ ورق پر (۳۸) ملاخیا یا ملاکی نبی کا الہام دو ورق پر جسمیں الیاس کے آنیکی خبر ہے

یہ حضرت مسیح سے چار سو برس پہلے تھے۔ اور کبھی ان صحیفوں کے مجموعے کو بھی مجازاً توریت کہتے ہیں۔

یہ ۳۸ کتابیں وہ ہیں جن کو یہود اور عیسائی سب مانتے ہیں مگر فرقہ سامریہ ان میں سے صرف توریت اور کتاب یوشع اور کتاب القضاۃ کو مانتے ہیں۔ اور سب کے منکر ہیں۔ یہ سب کتابیں عبرانی زبان میں ہیں۔ جو یہودیوں کی قدیمی زبان ہے۔ اور یہودیوں کے نزدیک عبرانی میں کچھ اور نام ہوں تو تعجب نہیں۔ پھر ان کے ترجمے یونانی اور لاطینی اور عربی وغیرہ زبانوں میں ہوگئے لیکن عیسائیوں نے نو (۹) اور کتابیں اس مجموعہ میں داخل کی ہیں۔ جن کی تسلیم اور عدم تسلیم میں ان کے متقدمین اور متاخرین میں سخت اختلاف ہے۔ وہ نو کتابیں یہ ہیں۔

(۱) کتاب استر یہودیہ کا پانچ ورق کا ایک عجیب قصہ کہ اسکو بادشاہ اخسویرس نے ملکہ وشتی پر خفا ہو کے اپنی ملکہ بنایا۔ اور اسکے چچازاد بھائی مردکی کو جو اسکا مربی تھا ایک خیر خواہی پر اپنا وزیر اعظم کیا اور سابق وزیر ہامان نامی کو جو یہودیوں کا سخت دشمن تھا مع زن وفرزند قتل کیا (یہ قصہ ابتک عیسائیوں کے نزدیک کتب سماویہ میں شمار ہے) (۲) کتاب باروق (۳) کتاب دانیال کا ایک حصہ (۴) کتاب توبیاس۔ (۵) کتاب یہودیت (۶) کتاب وزدم (۷) کتاب ایکلیزیاسٹیکس (۸) مقابیس کی پہلی کتاب (۹) مقابیس کی دوسری کتاب۔

یہودی ان کتابوں کو لغو قصے سمجھتے ہیں۔ مگر عیسائی انہیں الہامی مانتے ہیں (مقدمہ یق)

عہد جدید انجیل سے مراد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (انجیل)۔

عہد الست (ل) الست کا عہد۔ وہ عہد جو خدا تعالٰے نے روحوں سے لیا تھا

اور کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ تو اُنہوں نے جواب میں
کہا تھا بَلیٰ۔ یعنی ہاں۔ تو ہمارا پروردگار ہے چنانچہ
قرآن مجید میں اسکی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے وَاِذْ
اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ
تا اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ ہ (س۔ اعراف ع ۲۲)
اور (انکو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جبکہ تمہارے
پروردگار نے بنی آدم سے یعنے انکی پیٹھوں سے
انکی نسلوں کو باہر نکالا۔ اور اُنکے مقابلے میں خود
اُنہیں کو گواہ بنایا (اور پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگا
نہیں ہوں۔ وہ سب بولے۔ ہاں۔ ہم سب اسبات
کے گواہ ہیں (اور یہ اسلئے کیا) کہیں قیامت کے دن
تم کہنے لگو کہ ہم تو اسبات سے بے خبر ہی رہے۔

اس عہد کی تفسیر میں علمائے کے دو قول ہیں۔

اوّل۔ جمہور مفسرین اہل سنت کا کہ یہ عہد حضرت
آدم علیہ السلام کی تمام ذرّیت سے جو قیامت تک
پیدا ہونے والی تھی اس طور سے لیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ
نے آدم کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں
کی طرح سے نکل پڑے۔ پھر انکو عقل اور گویائی عطا کر کے
کہا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کیا میں تمہارا پروردگار
نہیں۔ سب نے کہا بَلیٰ۔ یعنی ہاں تو ہم سب کا
خدا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تم پر ساتوں آسمان اور ساتوں
زمینیں اور تمہارے باپ آدمؑ کو گواہ کرتا ہوں۔ تاکہ
تم قیامت کو یہ نہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی۔ تمکو معلوم رہے کہ
میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تم میرے ساتھ کسیکو
شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اس عہد کو یاد
دلانے کے لئے اپنے رسول بھیجوں گا اور کتابیں نازل
کرونگا۔ وہ تمکو میرا عہد یاد دلائیں گے۔ سب نے
اقرار کیا اور کہا کہ ہم گواہ ہیں کہ تو ہی ہمارا معبود ہے
تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں (رواہ احمد)۔
اسپر بڑے بڑے مفسرین ہیں جیسے کہ سعید بن
المسیب اور سعید بن جبیر اور ضحاک اور عکرمہ اور کلبی۔

دوسرا۔ قول جمہور معتزلہ کا ہے۔ وہ کہتے
ہیں آیت کے صاف معنے یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ نے
بنی آدم کی پشتوں سے انکی ذریت اسطرح نکالی
کہ وہ نطفے پشت آبا میں تھے پھر اپنی ماؤں کے
رحم میں آئے پھر انکو علقہ پھر مضغہ۔ پھر کامل الخلقة
بناکر باہر نکالا۔ پھر عقل وحواس عطا کیا جس سے وہ
اسکی مصنوعات میں غور وفکر کر کے اسکی وحدانیت
پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے۔ سو یہ دلائل گویا
خدا کی طرف سے عہد اور خود انکو اسبات پر گواہ بناتا
ہے اور انکی حالت احتیاج وحدوث گویا اس عہد
کو تسلیم اور قبول کرنا ہے۔ اور ان کا اس حالت
میں ہونا زبان حال سے اقرار کر لینا اور گواہ بننا ہے۔ (الف)
معتزلہ اپنے اس دعوےٰ کے بہت سے دلائل
بھی پیش کرتے ہیں جنکے جواب اہلسنت نے کافی
وشافی دئے ہیں۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھو۔ علاوہ
بریں جو مراد معتزلہ عہد سے لیتے ہیں وہ بھی ہمارے
قول کے منافی نہیں۔

عرب براعظم ایشیا کی مغربی سمت میں ایک جزیرہ نما
ملک ہے جس کے مغرب میں بحر قلزم اور
مشرق میں خلیج فارس واقع ہے۔ وہ مختلف ناموں مثلاً
بلاد عرب۔ جزیرہ عرب۔ عربستان وغیرہ سے مشہور ہے
عرب کا معنے غالباً بنجر زمین کے ہوتے ہیں۔
حکیم بطلیموس نے عرب کو تین حصص میں تقسیم کیا ہے
یعنے کوہستان۔ قابل زراعت حصص اور ریگستان
مگر عرب کے لوگ اسکو ان حصص میں تقسیم کرتے ہیں
تہامہ۔ حجاز۔ نجد۔ عروض۔ یمن۔ (ڈکشنری آف اسلام)
عرب میں جو لوگ آباد ہیں وہ نسل کے لحاظ سے
تین گروہ ہیں۔ العرب البائدة۔ العرب العاربة۔
العرب المستعربة۔ پہلا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو

ہزاروں سال پیشتر آباد تھے۔ مگر آج انکا نام ونشان صرف روایات میں ملتا ہے۔ مورخین کے نزدیک تاریخی اصول سے ان اقوام کے حالات محض افسانہ ہیں۔ مگر اس سچی کتاب میں جسکا نام قرآن مجید ہے اور اس سے بڑھکر کوئی صحیح تاریخ نہیں ہوسکتی ان اقوام کا ذکر آیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان واقعات کو محض افسانہ سمجھنا موجب کفر ہے۔ مثلاً قوم ثمود۔ قوم عاد۔ قوم طسم۔ قوم جدیس وغیرہ۔ دیکھو لفظ (عاد۔ ثمود)۔

عرب العاربہ سے وہ عرب لوگ مراد ہیں جو خالص نسل کے عرب شمار ہوتے ہیں۔ اور وہ یعرب ابن قحطان کی اولاد ہیں جس نے یمن اور حجاز کی سلطنت قائم کی۔ یعرب ابن قحطان کی اولاد کی اولاد کثرت سے پھلی پھولی۔ اور بہت قبیلوں میں تقسیم ہوگئی۔ عربوں میں نسبی شرافت وغیر شرافت کے لحاظ سے یہودیوں کی طرح کثرت سے تقسیمات پائی جاتی ہیں۔ اول تو تمام اہل عرب مذکورہ تین بڑے گروہوں میں منقسم ہیں جن میں عرب العاربہ کا درجہ ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ پھر عرب العاربہ میں بھی تقسیم در تقسیم کا سلسلہ جاری ہوگیا ہے جنکا ذکر کتب انساب میں مفصل آیا ہے سر سید احمد خان نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ کہ اسلام سے پیشتر یعنے عہد جاہلیت میں اہل عرب ساٹھ مشہور گروہوں میں منقسم تھے۔ اور ان گروہوں میں سے بعض اب بھی مشہور ہیں۔

عرب المستعربہ سے وہ عرب مراد ہیں جو عرب عاربہ کے بعد اہل عرب میں شامل ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جو حجاز کے ایک نامور بادشاہ کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ اور یہ شاہزادی سلطنت حجاز کے بانی جرہم کی نوویں پشت سے تھی۔ شاہان جرہم کے متعلق صرف اتنا پتہ ملتا ہے کہ اس خاندان کے چند بادشاہ نسلاً بعد نسل سلطنت حجاز پر حکمرانی کرگزرے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک جو زمانہ گزرا ہے اسکے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک چالیس اور بقول بعض سات پشتوں کا فاصلہ ہے اور ابوالفداء کی تحقیق کے موافق دس پشتوں کا فاصلہ ہے اور اہل عرب کے نزدیک یہی قول صحیح ہے۔ اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک کی حدیث کے موافق ہے۔

عہد

عہد کے پورا کرنے کی شریعت میں بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا تا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ (س۔ انعام۔ ع ۱۹) اور (مسلمانو!) گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے جب بات ہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اس) کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جنکا تمکو خدا نے حکم دیا ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

نیز ارشاد ہے اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ تا وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ٥ (س۔ رعد۔ ع ۳) (اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن میں) جو (دین) تمہارے پروردگار کیطرف سے تمپر اترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اس شخص کیطرح (بے نصیب رہ سکتا) ہے جو (مطلق) اندھا ہے (اور اسکو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی۔ قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھدار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے (ساتھ جو انہوں نے بندے ہونے کا) عہد (کر لیا ہے اس) کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار کو نہیں توڑتے۔

نیز ارشاد ہے وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ تا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (س۔نحل۔ع ۱۳)
اور جب تم لوگ آپسمیں قول و اقرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ اور قسموں کو پکا کیئے پیچھے نہ توڑدو۔ حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے

نیز ارشاد ہے اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (س۔توبہ۔ع ۱)
ہاں مشرکوں میں سے جنکے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد (وپیمان) کر رکھا تھا پھر اُنہوں نے (ایفائے عہد میں) تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی وہ مستثنے ہیں تو انکے ساتھ جو عہد (وپیمان) ہے اسے اس مدت تک جو انکے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو (بد عہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے۔

(۱) ابو الحسماء کا بیٹا عبد اللہ کہتا ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپکے نبی ہونے سے پہلے کوئی چیز خریدی اور میرے ذمہ آپ کی کچھ رقم باقی رہگئی میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے گھر میں لے آونگا (مگر) مجھے (یہ) وعدہ بھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا (میں آپ کے گھر گیا) تو آپ کو وہیں پایا۔ آپنے فرمایا تو نے مجھے (خواہ مخواہ) تکلیف دی۔ میں یہاں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابو)

(۲) جابرؓ کہتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس علا ابن حضرمی کیطرف سے (جو بحرین پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عامل تھا) مال آیا تو ابو بکرؓ نے فرمایا جس کسیکا جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمے قرض آتا ہو یا آپ نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے سامنے آئے۔ جابر کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا اور جابر نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ کھولکر اشارہ کیا (کہ تین لپیں بھر کر اشارہ فرمایا تھا) جابر کا بیان ہے کہ ابو بکر نے مجھے ایک لپ بھر کر دی۔ میں نے جو اُسے گنا تو وہ پانسو تھے۔ ابو بکر نے فرمایا کہ اسکے دو چند (یعنی ہزار) اور لے لو۔ (صح)

(۳) حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اس سے (اسدرجہ) مزاح کر (جس سے اسے تکلیف ہو) اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جس کو پورا نہ کر سکے۔

(۴) زید بن ارقم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی سے وعدہ کرے اور اسکا ارادہ بھی پورا کرنیکا ہو مگر (کسی وجہ سے) وعدہ پورا نہ کر سکے تو اسے گناہ نہیں (تر)

مسلمانوں کا بنی قریظہ کے ساتھ پختہ عہد تھا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے مگر غزوہ خندق کے موقعہ پر بنی قریظہ عہد شکنی کرکے مشرکین مکہ کے ساتھ مل گئے جسکی سزا میں خود انکے مقرر کردہ حکم سعد ابن معاذ رضؓ کے فیصلہ کے مطابق انکی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر باقی سب آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور انکا مال ومتاع ضبط کرکے سپاہ اسلام میں تقسیم کیا گیا۔ ۶ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لیکر حج اور عمرہ کے ارادے سے مکہ کو روانہ ہوئے مگر کفار مکہ نے مسلمانوں کی آمد کا حال سُنکر پختہ ارادہ کر لیا کہ انکو مکہ میں نہ آنے دیا جائے۔ آخر مقام حدیبیہ میں فریقین میں یہ عہد وپیمان ہوا کہ اس سال مسلمان حج اور عمرہ کا ارادہ ملتوی رکھیں اور یہیں سے واپس چلے جائیں اگر چاہیں تو اگلے سال عمرہ کی قضا دینے کے لیئے مکہ آئیں۔ مگر تین دن سے زیادہ یہاں نہ ٹھریں۔ اور مسلمانوں کے پاس

ایک ایک تلوار سے زیادہ اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔ دس سال تک فریقین میں ایسے رہے اور دونوں طرف سے کوئی فریق دوسرے فریق کے معاہدہ والوں سے بھی جنگ نہ کرے۔ اگر کفار کا کوئی آدمی کفار کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان اُسے کفار کے حوالہ کردیں لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی کفار کے پاس آئیگا تو وہ اسے واپس نہ دینگے۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد بنوخزاعہ اور بنوبکر میں جنگ چھڑگئی۔ بنوخزاعہ مسلمانوں کے ہم عہد تھے اور بنوبکر کا معاہدہ قریش کے ساتھ تھا۔ فریقین نے اپنے اپنے حامیوں سے مدد مانگی مسلمانوں نے تو انکار کردیا۔ مگر قریش نے عہد نامہ کو بالائے طاق رکھکر بنوخزاعہ پر حملہ کردیا۔ کفار کی اس بدعہدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرکے اسکو فتح کرلیا۔ یہی وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو اسلامی تاریخ میں فتح مکہ کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالےٰ اور بندوں کے مابین جو عہد ہے اُسکے لئے قرآن مجید میں میثاق کا لفظ آیا ہے۔ دیکھو (میثاق)۔

احادیث میں عہد شکنی منافقین کی علامت بتائی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ منافق کی علامات یہ ہیں۔ جب وہ کسی سے جنگ کرتا گالیاں دیتا ہے۔ اور جب عہد کرتا ہے اسکو پورا نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا یعنی اپنے وعدہ کو وفا کرو کیا اسکا تم سے قیامت میں سوال ہوگا۔

عوج ایک طویل القامت آدمی کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اسکی عمر ۳۵۰۰ سال تھی۔ طوفان نوح کے وقت پانی اسکی کمر تک آیا تھا حضرت موسےٰ نے اپنا عصا اسکے ٹخنوں پر مارا جس سے وہ گرکر مرگیا۔ اسکے باپ کا نام عوق (بضمہ عین) تھا۔ لوگوں میں جو عوج بن عنق مشہور ہوا ہے۔ یہ غلط ہے (غ) معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ عوج کے باپ کا نام سبحان تھا اور اسکی ماں عنق نامی حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ (جا)

عنین عنین اس شخص کو کہتے ہیں جسکے ذکر میں انتشار تو ہو مگر وہ عورتوں سے جماع کرنیکی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اگر وہ بعض عورتوں کے جماع پر قادر ہو اور بعض پر قادر نہ ہو۔ تو جن سے جماع نہ کرسکتا ہو ان کے لئے وہ عنین سمجھا جائیگا۔ بعض کتابوں میں اسکے امتحان کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ ایک ٹب میں سرد پانی بھرکر اسکو بٹھلائیں۔ اگر اسکا ذکر سکڑ کر پیڑو کی طرف مائل ہوجائے تو عنین نہیں ہے۔

اگر عنین اقرار کرے کہ میں نے عورت پر ادخال نہیں کیا۔ تو حاکم ایک سال قمری کی مدت مقرر کرے۔ اس عرصہ میں اگر وہ عورت سے جماع کرسکے تو بہتر ورنہ ان میں تفریق کرادی جائیگی اور عورت کو ایک طلاق بائن پڑجائیگی۔ اور خلوت ہونے کی صورت میں عورت کو کل مہر ملیگا۔ اور عدت واجب ہوگی۔ اگر عورت اور مرد کے مابین اختلاف ہوجائے۔ مرد کہے میں تجھپر قادر ہوچکا ہوں اور عورت اس سے انکار کرے اور وہ نکاح سے پہلے باکرہ تھی اور عورتیں معائنہ کے بعد گواہی دیں کہ اب اسکی بکارت قائم نہیں ہے تو مرد کو قسم دیجائے گی۔ اگر وہ قسم کھائے تو عورت کا حق تفریق باطل ہوجائیگا۔ اگر وہ قسم کھانے سے کترائے۔ یا عورتیں اس عورت کے بدستور باکرہ ہونے کی شہادت دیں تو قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دیگا۔ اگر مہلت کے بعد بھی اختلاف ہوا تو بمثل سابق تقسیم ہوگی لیکن اب مہلت نہ دیجائیگی اگر عورتوں نے اسکے ثیب ہونے کی شہادت دی اور خاوند حلف اُٹھائے تو عورت کا حق تفریق زائل ہوجائیگا اگر مرد نے حلف سے انکار کیا یا عورتوں نے کہا باکرہ ہے۔

تو عورت کو اختیار ہے اگر علیحدگی چاہے تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اگر خاوند کو اختیار دے گی تو اسکا اپنا اختیار زائل ہو جائیگا۔ خصی کے احکام بھی عنین کے مساوی ہیں۔ (نور)

عنکبوت مکڑی۔ یہ ایک جانور کا نام ہے جو اپنے رہنے کے لئے درختوں اور گھر کی چھتوں میں نہایت باریک اور پیچیدہ جالا بناتا ہے۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ حضرت ابوبکر صدیق کے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کی غرض سے جب غار ثور میں آچھپے تھے اور کافر آپ کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے تھے تو مکڑی نے خدا کے حکم سے غار کے منہ پر اپنا جالا تن دیا تھا تاکہ جب کافر یہاں آئیں تو یہ دیکھکر کہ اس غار میں کوئی شخص داخل نہیں ہوا۔ واپس چلے جائیں۔

(۲) عنکبوت قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی ہے جسکی آیت ۴۱ میں مکڑی کے گھر کی کمزوری کی مثال بیان فرمائی ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ تا لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے خدا کے سوا (دوسرے) کارساز بنا رکھے ہیں انکی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے (بھی اپنے زعم میں ایک) گھر بنایا۔ اور کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ہے۔ اے کاش! یہ لوگ (اتنی بات) سمجھتے۔ (ف)

علّیّن نیک بندوں کے اعمال درج کئے جانیکی کتاب کا نام ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ ۔ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (س۔ التطفیف) یعنی تحقیق نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہے۔ اور تو کیا جانے کیا ہے علیین ایک دفتر ہے لکھا ہوا کہ جسکو (ملائکہ) مقرب دیکھا کرتے ہیں ابرار کا روزنامچہ کہ جہاں انکے کام اور نام لکھے ہوئے ہیں علیین میں ہے۔ پھر جسکا اس دفتر میں نام ہے وہ محو نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ مرنیکے بعد اکرام و اعزاز سے محروم رہتا ہے۔ چونکہ علیین پر آگاہی انکے افہام ناقصہ کو نصیب نہیں اسلئے آپ ہی پوچھتا ہے کہ اے انسان تو کیا جانے کیا ہے علیین۔

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز کے باب مَا یُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ کی تیسری فصل میں براء ابن عازب کی حدیث کے اندر علیین کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات آئے ہیں۔

فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اُکْتُبُوْا کِتَابَ عَبْدِیْ فِیْ عِلِّیِّیْنَ الخ یعنی پس اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے کے روزنامچے کو علیین میں درج کردو۔

علیم خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں میں سے ایک صفاتی نام ہے جسکے معنے ہیں بڑا دانا۔ قرآن مجید میں یہ نام کئی جگہ آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ سبا میں ارشاد ہے ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا وَھُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ یعنی پھر وہ ہمارے درمیان حق کے ساتھ حکم کرے گا اور وہ بندوں کے درمیان بڑا حکم کرنیوالا اور بڑا جاننے والا ہے۔

علیم صیغہ مبالغہ ہے عالم کا۔ اور یہ اسم خدا کے کمال علم کا مظہر ہے جسکا علم اتم و اکمل ہے اور وہ علم معلومات سے مستفاد نہیں بلکہ معلومات اس سے مستفاد ہیں۔

علی رضا علی رضا بن موسے کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن حضرت زین العابدین رضہ آپ امامیہ کے مذہب کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے آٹھویں امام ہیں۔ خلیفہ مامون نے آپ کو اپنی بیٹی بیاہ دی تھی اور آپ کو ولیعہد کیا تھا۔ مگر آپ اسکی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ ۲۰۲ھ اور بقول ۲۰۳ھ میں فوت ہوئے (دکن)

علی بن حسین قرشی

ایک جلیل القدر عالم کا نام ہے جو اصفہان میں پیدا ہوئے۔ اور اسی سبب سے اصفہانی کے لفظ سے مشہور ہو گئے انکی کئی ایک تصنیفات ہیں۔ مثلاً کتاب الاماء الشواعر۔ آداب الغربا۔ سب سے بڑھکر کتاب الاغانی ہے جس میں ۳۹۵ نامور شاعروں کی ہسٹریاں لکھی گئی ہیں۔ ۳۵۶ھ میں فوت ہوئے (کن)۔

علی کرم اللہ وجہہ

آنحضرت صلے اللہ کے چچا ابو طالب کے بیٹے کا نام ہے جنکو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیٹوں کی طرح شفقت کے ساتھ پرورش کیا اور ہجرت کے دوسرے سال اپنی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جن سے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے اکثر غزوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ ان جنگوں میں اسلام کو فروغ دینے اور کفر کو مٹانے کے لئے انکے بازو سے جو کارہائے نمایاں ظہور میں آئے انکو انکی شان وعظمت کے لحاظ سے غیبی طاقت کے ساتھ منسوب کرنا پڑتا ہے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے۔ مگر اسوقت امت میں وہ فتنے پیدا ہو چکے تھے جنکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی اسلئے ملک میں امن قائم نہ ہو سکا۔ ۴۰ھ میں فرقہ خارجیہ میں سے (جو حضرت علی کا دشمن تھا) تین شخصوں نے خفیہ مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ اس فتنہ وفساد کے باعث تین شخص ہیں۔ یعنی علیؑ۔ معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ۔ لہذا ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے جس شخص نے حضرت علی رضؓ کو قتل کرنیکا ذمہ اُٹھایا اسکا نام ابن ملجم تھا۔ اس نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی صبح کو جبکہ حضرت علیؓ فجر کی نماز کے لئے مسجد کو جا رہے تھے انکو بعمر ۶۳ سال تلوار سے شہید کر دیا۔ لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے آگ میں جلا دیا۔ حضرت علی کی قبر کا کوئی پتہ معلوم نہیں۔ (خل)۔

امام احمد ابن حنبل سے منقول ہے کہ حضرت علی کے حق میں جسقدر فضائل وارد ہوئے ہیں اور کسی صحابی کے حق میں وارد نہیں ہوئے۔ (خل)۔

شیعہ لوگ مدعی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت علی ہیں۔ انکے وسط میں جو تین خلیفے ہوئے ہیں وہ محض زبردستی سے خلیفے ہو گئے تھے سنّی لوگ اسکو خیال باطل قرار دیتے ہیں۔ انکے نزدیک خلافت کی جو ترتیب واقع ہوئی وہ عین حق اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور مقصود شریعت کے موافق ہے۔ دیکھو (شیعہ)

اہل عرب حضرت علی کو اسد اللہ اور اہل ایران شیر خدا کہتے ہیں۔

علیؔ تعالےٰ

اللہ تعالےٰ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں بہت اونچا۔ یہ مشتق ہے علوؔ سے اور علوؔ کہتے ہیں بلندی کو اور جگہ کے بلند ہونے کو۔ اور کبھی بلندی پر چڑھنے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو بھی علوؔ کہتے ہیں اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ حسیؔ اور عقلی۔ حسیؔ۔ جیسے ایک جسم کا دوسرے جسم پر ہونا۔ اور عقلی۔ جیسے ایک چیز کا دوسری چیز سے فوق المرتبہ ہونا۔ خدا تعالےٰ چونکہ سب سے اوپر ہے اور مرتبے میں بالاتر ہے اسلئے اسے علیؔ کہتے ہیں۔

علیؔ کے معنے وہ ذات پاک جسکے اوپر کوئی رتبہ ہو نہیں سکتا۔ تمام مراتب اسکے نیچے ہیں۔ مثلاً فرشتے انسان سے اوپر ہیں اور انسان چوپایوں سے اوپر ہے اور اللہ تعالےٰ سب سے اوپر ہے۔ پس وہ علیؔ مطلق ہے جو زندہ اور جہان کو زندہ کرنے والا اور علماء کے علوم کو پیدا کرنے والا۔ اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ غرض اللہ کی فوقیتؔ اسی طریق سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ اسماء اوّلاً اوراک بصر کے لحاظ سے وضع کئے گئے ہیں۔ اور وہ

عوام کا درجہ ہے۔ پھر جب خواص کو اوراکات بصائر کا پتہ لگا تو انہوں نے ان معانی کو انہیں مطلق الفاظ سے بطور استعارہ ادا کیا جن کو خواص نے سمجھا۔ کیونکہ انکے اوراکات حواس بہائم سے آگے نہیں بڑھے۔ اور انہوں نے فوقیت سے صرف مکانی فوقیت کا مطلب سمجھا۔ اس نکتہ سے تمکو اللہ کے فوق العرش ہونیکا مطلب بھی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کیونکہ عرش تمام اجسام پر حاوی اور سب سے بالاتر ہے۔ اور وہ ذات پاک جو حدود۔ مقدار اور تجسم سے پاک و منزہ ہے رتبہ میں تمام اجسام سے بالاتر ہے۔ اور اس بلندی کے بیان کرنے میں عرش کا ذکر خصوصیت سے اسلئے آیا ہے کہ وہ تمام اجسام سے بلند ہے۔ پس جو ذات اس سے عالی رتبہ ہوگی وہ سب اجسام سے عالی رتبہ ہوگی۔ جیسے کہ کوئی کہے کہ خلیفہ سلطان سے اوپر ہے تو چونکہ سلطان سب لوگوں سے اوپر ہوتا ہے اسلئے خلیفہ سلطان سمیت سب سے اوپر ہوگا۔ (حق)

علو ہمت | بلند نظری۔ عالی حوصلگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَتُبْلَوُنَّ فِیْ اَمْوَالِکُمْ تا مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o (س۔ لقمان۔ ع ۲) (مسلمانو!) تمہارے مالوں (کے نقصان) اور تمہاری جانوں (کے زیان) میں ضرور تمہاری (ایمانداری کی) آزمائش کیجائیگی۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دیجاچکی ہے (یعنے یہود و نصاریٰ) ان سے اور مشرکین (مکہ) سے تم بہت سی ایذا کی باتیں (بھی) ضرور سنوگے اور اگر صبر کئے رہو اور پرہیزگاری (کو ہاتھ سے نہ جانے دو) تو بیشک یہ (بڑی) ہمت کے کام ہیں۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ تا مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ o (س۔ لقمان۔ ع ۲) (لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ) بیٹا نماز پڑھا کر اور (لوگوں کو) اچھے کاموں (کے کرنے) کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جیسی پڑے جھیل بیشک یہ (بڑی) ہمت کے کام ہیں۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ تا اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ o (س۔ احقاف۔ ع ۴) تو (اے پیغمبر!) جس طرح (اور) ہمت والے پیغمبروں نے (کافروں کی ایذاؤں پر) صبر کیا تم بھی صبر کرو اور ان کے لئے (عذاب کی) جلدی نہ کرو۔ جس دن (قیامت کو) دیکھ لیں گے جسکا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو (انکو ایسا معلوم ہوگا کہ) گویا (دنیا میں) بہت رہے ہونگے تو (سارے) دن میں سے ایک گھڑی بھر (لوگوں کو حکم خدا کا پہونچانا تھا سو) پہونچا دیا گیا (سو اب اسکے بعد) جو لوگ نافرمان ہوں گے وہی ہلاک ہوں گے۔

علم ہندسہ | علم ریاضی کی ایک قسم ہے جس میں مقادیر کے احوال سے من حیث التقدیر بحث ہوتی ہے۔ یعنی اس حیثیت سے بحث نہیں ہوتی کہ مقدار موجود ہے یا معدوم۔ عرض ہے یا جوہر وغیرہ۔ موضوع اسکا مقادیر مطلقہ ہیں۔ یعنی جسم تعلیمی سطح۔ خط اور انکے لواحق زاویہ نقطہ اور شکل وغیرہ۔

اس علم سے دس علوم متفرع ہوتے ہیں علم عقود ابنیہ۔ علم المناظر۔ علم مرایا محرقہ۔ علم مراکز الاثقال۔ علم بنکامات۔ علم مساحت۔ علم استنباط المیاہ۔ علم جر الاثقال۔ علم الآلات الحربیہ۔ علم آلات روحانیہ

فتح المبین شرح اربعین حلیمی وغیرہ میں لکھا ہے کہ ریاضی کا سیکھنا جائز ہے کہ شریعت سے ریاضیدانوں کے شر کو دفع کیا جائے (ک)

علم نجوم | ان اصولوں کا علم ہے جنسے شمس و قمر وغیرہ بعض ستاروں کے احوال و اوضاع معلوم کی جائیں۔ احوال سے مراد وہ آثار ہیں جو ان سے عالم سفلی پر صادر ہوتے ہیں۔ اور علم رمل اور علم جفر اس سے خارج ہیں جن میں حدوث آثار کا علم تو حاصل ہوتا ہے

مگر ستاروں سے بحث نہیں کیجاتی۔

قرآن مجید میں آیا ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ (س۔ صٰفّٰت۔ ع ۲) (جسطرح نجومی زائچہ دیکھتا ہے اسیطرح پر ابراہیم نے) ستاروں کی (رفتار) میں نظر کی۔ پس کہا کہ میں بیمار (ہونے کو) ہوں۔ اس آیت کی تفسیر کے متعلق تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ علم نجوم پہلے حق تھا۔ پھر منسوخ ہوگیا۔ تفسیر بیضاوی کے اسی مقام میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کے مواقع اور انصالات کو دیکھا یا ان کے علم پر غور کیا۔ یا ان کی کتاب کو دیکھا اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ علم نجوم میں نظر کرنا ناجائز ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس میں کیوں نظر کی۔ ہم جواب دینگے کہ ہم اسبات کو ہی تسلیم نہیں کرتے کہ علم نجوم میں نظر کرنا اور اسکے معانی سے استدلال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ستارہ میں ایک قوت اور خاصیت رکھی ہے جسکے باعث اس سے ایک خاص اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اسکا علم اس حیثیت سے باطل نہیں ہے۔ الخ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم نجوم کی حرمت میں اختلاف ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ جو منجم بارش یا موت کے وقت سے خبر دیتا ہے وہ طالع میں قیاس اور نظر کرکے خبر دیتا ہے۔ اور جو بات دلیل سے اخذ کیجائے اسکو غیب کا علم نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محض ظن ہے اور ظن کو علم نہیں کہتے۔ کشف میں لکھا ہے کہ منجموں کے اقوال کے متعلق دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بالکل کذب اور غیر صواب اور موجب گناہ ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے، مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ یعنے اللہ تمکو غیب پر مطلع کرنے والا نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کاہن یا جوتشی کے پاس آئے پس اسکی بات مان لے اس نے کفر کیا اس چیز کے ساتھ جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اتاری گئی ہے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ منجم کے اقوال کا مسئلہ تفصیل طلب ہے اگر منجم ستاروں کو غیر مخلوق یا فاعل مختار سمجھتا ہے تو یہ صریح کفر ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور خود مختار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے مسخر ہیں اور انکا اثر مثلاً روشنی و گرمی وغیرہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق پر پڑتا ہے۔ اور یہ بات ہمکو علم حساب کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے تو یہ علم غیب نہیں ہے۔ کیونکہ علم غیب وہی ہوسکتا ہے جو علم حساب کے ذریعہ سے معلوم نہ ہو۔ اور آیت و حدیث کا حمل دعوائے علم غیب کی حرمت پر ہوسکتا ہے۔ (ک)

جواہر الفتاوےٰ میں لکھا ہے کہ جن علوم سے پرہیز واجب ہے وہ یہ ہیں۔ علم سحر۔ علم حکمت۔ علم طلسمات۔ علم نجوم۔ مگر نجوم اسقدر جائز ہے کہ اوقات نماز اور طلوع فجر و سمت قبلہ کے پہچاننے میں کام دے۔ (ع)

علم نباتات جڑی بوٹی اور کاشت و زراعت کا علم۔ یہ وہ علم ہے جسکے ذریعہ سے نباتات کی تدابیر تخم کی حالت سے لیکر کمال کو پہنچنے کی حالت تک معلوم ہوتی ہیں۔ فن زراعت سیکھنا شرع میں مباح ہے۔

رافع ابن خدیج سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تو اہل مدینہ (نر کھجوروں سے مادہ) کھجوروں میں پیوند لگایا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو۔ عرض کیا ہم (قدیم سے) ایسا کرتے آئے ہیں۔ فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو پس ان لوگوں نے اسکو ترک کیا۔ تو (اس سال) میوہ کم لگا۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

اسکو عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں بندہ بشر ہوں۔ جب میں دین کے متعلق کوئی بات تمسے کہوں تو اسکو (ضرور) قبول کرو۔ اور جب کسی دنیوی امر کے متعلق کوئی بات اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں (آخر) ایک بندہ بشر ہوں۔ (مش)۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ یعنے تم لوگ اپنے دنیوی امور کے متعلق خود اچھی سمجھ رکھتے ہو (مظاہر حق)۔

علم منطق اس علم کا نام علم میزان بھی ہے۔ کیونکہ اس سے حجج و براہین کو وزن کیا جاتا ہے شیخ بوعلی نے اسکو خادم علوم کہا ہے۔ کیونکہ وہ مقصود بنفسہ نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم کا وسیلہ ہے۔ اسکا نام منطق اسلئے مشہور ہوا ہے کہ نطق کا اطلاق ہوتا ہے لفظ پر اور ادراک کلیات پر اور نفس ناطقہ پر۔ اور چونکہ اس فن سے لفظ کو قوت حاصل ہوتی ہے اور ادراک کلیات میں راستی پیدا ہوتی ہے اور نفس ناطقہ کو کمالات سے بہرہ میسر ہوتا ہے۔ اسلئے نطق سے مشتق کرکے منطق اسکا نام رکھا گیا۔ منطق کی تعریف یہ ہے۔

ان قواعد کا علم جو معلومات سے مجہولات تک پہونچنے میں کام دیں۔ بایں حیثیت کہ فکر میں غلطی واقع نہ ہو۔ (ک)

علم منطق مسائل سے احکام متفرع کرنے اور حالات سے نتائج اخذ کرنیکا زبردست ذریعہ ہے۔ اسلئے یہ علم علم شریعت کا ایک سب سے ضروری خادم ہے۔ امام غزالی رح فرماتے ہیں لَا ثِقَۃَ بِفِقْہِ مَنْ لَا یَتَمَنْطَقُ یعنے اس شخص کی فقہ کا کوئی اعتبار نہیں جو منطق نہ جانتا ہو یعنے یا تو وہ طبعاً منطقی استعداد پر مجبول ہو جیسے عصر اول کے مجتہدین تھے۔ یا وہ سبقاً اس علم کو حاصل کرے منطق کی تعریف کرنیوالوں میں امام فخر الدین رازی اور آمدی اور ابن صاحب وغیرہ بڑے بڑے ائمہ شامل ہیں جس منطق کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے اس سے مراد وہ منطق ہے جو فلسفہ سے مخلوط ہو۔

پہلے پہل منطق کا ترجمہ یونانی زبان سے عربی میں عبداللہ ابن مقفع خطیب فارسی نے کیا ہے۔ یہ شخص فصاحت و بلاغت میں بہت مشہور تھا۔ تصنیفات جو اس نے کی ہیں۔ اسکی علمی لیاقت کی شاہد ہیں۔ منصور کے حکم سے اس نے ارسطو کی تین کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ جو کہ منطق میں تھیں۔

جن جن لوگوں نے عرب میں اس فن کی اشاعت کی تھی منجملہ اُنکے ایک تو ابو نصر فارابی ہے۔ اس نے ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ اپنی کتاب مسمی التمانیہ میں کیا ہے۔ اور اسکی شرح بھی لکھی ہے۔ دوسرا ابن رشد اس نے بھی ارسطو کی اسی کتاب کا خلاصہ کیا ہے۔ تیسرا حنین بن اسحاق مسیحی ہے اسکی بھی ایک کتاب مسمّی کتاب المسائل منطق میں ہے۔ اسکے بیٹے اسحاق نے کتاب اقلیدس۔ کتاب مقولات۔ کتاب ایساغوجی کا خلاصہ کیا ہے۔ (صنا)

علم مساحت یہ وہ علم ہے جس سے خطوط اور سطوح اور اجسام کی مقدار معلوم کی جاتی ہے۔ یہ علم تحصیل خراج اور تقسیم اراضی اور پیمائش مکانات کے لئے بڑا مفید ہے۔

علم قراءت اُس علم کو کہتے ہیں جس میں الفاظ قرآنی کے پڑھنے کی کیفیت سے بحث ہوتی ہے۔ موضوع اس علم کا قرآن ہے اس حیثیت سے کہ کیسے پڑھا جائے۔ (ک)

علم الفلاحۃ (ل)، کاشتکاری کا علم (ص)، یہ ان قواعد کا نام ہے جن سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ نباتات کے نشوونما میں کن کن ذرائع سے کام لینا چاہئے۔ اس علم میں زمین کی اصلاح اور اس میں کھاد ڈالنے پر بحث کیجاتی ہے۔ (ک)۔

علم فقہ وہ علم ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسے اعمال میں نفس کا فائدہ ہے اور کونسوں میں نقصان ہے۔ لغوی معنے فقہ کے دریافت کرنے اور معلوم کرنیکے ہیں لیکن اب علم شریعت کیلئے مستعمل ہوتا ہے (ک رغ) تفصیل کیلئے دیکھو (فقہ)۔

علم فرائض وہ علم ہے جس میں ترکۂ میت کو وارثوں میں تقسیم کرنے کی کیفیت سے بحث ہوتی ہے۔ اسکا موضوع ترکہ کو مستحقین میں تقسیم کرنا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا موضوع ترکہ اور اُسکے مستحقین ہیں۔ لیکن پہلی بات ٹھیک ہے۔ کیونکہ فرائض فقہ کا ایک باب ہے۔ اور فقہ کا موضوع عمل مکلف ہے۔ اور ترکہ اور اُسکے مستحقین عمل کے قبیل سے نہیں ہیں۔ (ک) دیکھو (فرائض)۔

عُقاب ایک مشہور پرندہ ہے۔ اسکی نگاہ بڑی تیز ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں فُلَانٌ اَبْصَرُ مِنْ عُقَابٍ۔ یعنی فلاں شخص عقاب سے بھی زیادہ تیز نگاہ ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے (حیوٰۃ)۔

عَفُوٌّ (ل) معاف کرنے والا۔ خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے۔

عفو درگذرنا۔ معاف کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ تا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (س۔ اعراف۔ ع ۱۴) (اے پیغمبر) درگذر (کا شیوہ) اختیار کرو۔ اور (لوگوں سے) نیک کام (کرنے) کو کہو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔ اور اگر شیطان کے گدگدانے سے (انتقام وغیرہ کی) گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو کیونکہ وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں۔ جب شیطان کی طرف کا کوئی خیال انکو چھو بھی جاتا ہے تو (فوراً) متنبہ ہو جاتے ہیں (یعنی پردۂ غفلت انکی آنکھوں پر سے دور ہو جاتا ہے) تو وہ اسی دم (راہ صواب) دیکھنے لگتے ہیں۔

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۳) اور تم میں سے جو لوگ بزرگ (منش) اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو (مدد خرچ) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ (چاہئے کہ ان کے قصور) بخش دیں اور درگذر کریں (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ تا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (س۔ شوریٰ۔ ع ۴) اور (اجر آخرت انہی لوگوں کے لئے ہے) جو ایسے (غیرتمند) ہیں کہ جب ان پر (کسی طرف سے) بے جا زیادتی ہوتی ہے تو وہ (واجبی) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ہے ویسی ہی برائی اس پر (بھی) جو معاف کردے۔ اور صلح کرے۔ تو اسکا ثواب اللہ کے ذمے ہے بیشک وہ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ تغابن۔ ع ۲) مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے (بعض) تمہارے (دین کے) دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو۔ اور اگر تم (ان قصوروں کو) معاف کرو اور درگذر کرو۔ اور بخش دو۔ تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو بالطبع فحش گو تھے اور نہ فحش میں تکلف کرنیوالے تھے۔ اور نہ بازاروں میں چیختے چلاتے تھے (جیسا کہ عوام لوگوں کی عادت ہے) اور نہ برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ کرتے تھے۔ بلکہ معاف کرتے اور درگذر کرتے تھے۔ (تر)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے روز جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہوگیا اور آپکے سر میں شکستگی واقع ہوئی تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم چہرے مبارک سے خون سونتتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے وہ قوم کیونکر فلاح پاسکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کا سر پھوڑا اور اسکے دانت توڑے۔ (مس)۔

(۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملاکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بکری کا ایک دست اُٹھالیا اور اس میں سے کھانا شروع کیا اور آپکے اصحاب کی ایک جماعت بھی کھانے میں مصروف ہوئی۔ اتنے میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ اُٹھالو۔ اور کسیکو بھیجکر اس یہودیہ کو بلایا (آئی) تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تونے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ اس نے کہا آپ کو کسطرح معلوم ہوا کہ بکری میں زہر ملایا گیا ہے۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا میرے ہاتھ میں جو دست (کا ٹکڑا) ہے اس نے مجھے معلوم کرایا۔ عورت نے کہا۔ بے شک میں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر وہ پیغمبر ہیں تو زہر اُنہیں ہرگز نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔ اور اگر پیغمبر نہیں تو ہم اُن سے راحت میں ہوجائیں گے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر عورت کو معاف کردیا۔ اور کسی طرح کی بھی سزا نہیں دی۔ آپ کے وہ صحابی جنہوں نے اس بکری میں سے تھوڑا بہت کھایا تھا انتقال کرگئے۔ اور چونکہ آپنے بھی کچھ کھالیا تھا تو زہر کے ازالہ تاثیر کے لئے اپنے دونوں شانوں کے بیچمیں پچھنے لگوائے یعنے ابو ہند نے جو انصار کے قبیلہ بنی بیاضہ کا آزاد کیا ہوا غلام تھا۔ سینگ اور چھری سے (جیسا کہ دستور ہے) آپ کے پچھنے لگائے۔ (ابو)

عِفرِیت دیو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کے ملک پر فوج بھیجنے کا ارادہ کیا تو دیووں کو فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا دیو بھی ہے کہ قبل اسکے کہ ملکہ سبا کے آدمی مطیع ہوکر ہمارے حضور میں حاضر ہوں۔ ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا حاضر کرے تو ایک دیو بولا کہ میں آپ کے دربار برخاست کرنیسے پہلے تخت کو آپکے حضور میں حاضر کردونگا۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورت نمل رکوع ۳ میں ارشاد ہے۔
قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۝
(اس پر) جنات (کی قسم) میں سے ایک دیو بول اُٹھا کہ آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے (پہلے) میں تخت کو حضور میں لا حاضر کرونگا اور اس (مہم کے سر کرنے) کی طاقت ......(بھی) رکھتا ہوں۔ اور امانتدار (بھی) ہوں۔
جس دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسا کہا اسکا نام ذکوان تھا۔ (مد)۔

عِفّت پرہیزگاری۔ پارسائی۔ پاکبازی۔ بڑے اور چھوٹے گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھنا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت نے جب پنجوقتہ نماز ادا کی (جو اسپر فرض ہے) اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاکدامنی اختیار کرے اور شوہر کی فرمانبردار ہوئی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ (حلیہ)
عمرو بن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔ میں انکے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔

کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں بمنزلہ قیدی کے ہیں۔ تم بجز اسکے کہ خدا نے ان سے متمتع ہونا تمہارے واسطے حلال کردیا ہے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ مگر ہاں جب کھلی ہوئی بیحیائی کی مرتکب ہوں۔ پس اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو انکے ساتھ ہمبستری موقوف کردو۔ اور ناگوار اور نشان ڈالنے والی مار نہیں بلکہ ہولے سے مارو۔ پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی ان پر (ناحق کے چھدے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈھتے پھرو۔ بیشک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تو ... عورتوں پر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمہارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں۔ جنکا تمہیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو۔ اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں اچھا کھلاؤ اچھا پہناؤ۔ (ابن)۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو) آنکھ (نظر بد یا شہوت سے کسی اجنبی مرد یا عورت کو دیکھتی ہے وہ) زانیہ ہے اور عورت خوشبو مل کر جب کسی مجلس پر گذرتی ہے تو وہ بھی ایسی ویسی (یعنی زانیہ) ہے (ترمذ ابو)۔

عظیم بڑا۔ بزرگ۔ اسماء باریتعالے میں سے ایک اسم ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں آیۃ الکرسی کے کلمات سو پاک ہیں۔ وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ یعنے اسکو ان (زمین و آسمان) کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بہت اونچا اور بڑا ہے۔

عضباء آنحضرت کی ایک اونٹنی کا نام ہے جو ہمیشہ مقابلہ میں تمام اونٹنیوں سے آگے بڑھ جاتی تھی ایک مرتبہ کوئی نوار اونٹنی اس سے آگے بڑھ گئی۔ تو مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گذری۔ آپنے فرمایا اللہ کا حق ہے کہ جس چیز کو دنیا میں بلندی بخشے۔ اسکو پست بھی کردے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس اونٹنی نے کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ ہلاک ہوگئی۔ بعض کہتے ہیں یہ روایات آپ کی ایک اور اونٹنی قصویٰ نامی کے متعلق ہیں اور بعض کہتے ہیں یہ دونوں نام ایک ہی اونٹنی کے ہیں (نور الابصار)۔

عصمت اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھنا اسکے مختلف مراتب ہیں۔ مثلاً کبیرہ گناہوں سے بچا رہنا۔ مگر پچھلا مرتبہ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

اہلسنت والجماعۃ کا انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ عقیدہ ہے کہ وہ چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں۔ (کذا فی کتب العقائد)۔

عصفور چڑیا۔ اسکا کھانا حلال ہے۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص چڑیا یا اور کسی جانور کو ناحق قتل کریگا تو خدا تعالے اس سے سوال کریگا لوگوں نے عرض کی حق اُن جانوروں کا کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ حق سے مارنا یہ ہے کہ انکو ذبح کرے اور کھاوے نہ یہ کہ اسکا سر کاٹ کر پھینک دے۔ (حیوۃ)۔

عصر پانچ فرض نمازوں میں سے تیسری نماز کا نام ہے جس کو فارسی میں نماز دیگر کہتے ہیں اور پنجاب کے اکثر حصص میں یہی نام بولا جاتا ہے۔ عصر کا وقت حنفی مذہب کے مفتیٰ بہ قول کے رو سے اسوقت سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ نکال ڈالنے کے بعد اس چیز کے قد سے بڑھنا شروع ہوجاوے اور اسکا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ لیکن اول وقت میں نماز پڑھنی مستحب ہے۔ اور اتنی دیر کرنی مکروہ ہے کہ دھوپ میں زردی آجاوے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۃ کا نام بھی عصر ہے۔

عصبہ وہ رشتہ دار جنکا تعلق باپ کیطرف سے ہو۔ مثلاً بھائی۔ دادا۔ پردادا۔ چچا عم زاد بھائی وغیرہ

دیکھو لفظ (فرائض)۔

نیز عصبہ وہ شخص ہے جسکے لئے کوئی حصہ معین نہیں ہے۔ اصحاب فرائض کے نہ ہونے یا اُن سے بچ رہنے کے بعد اسکو حصہ ملتا ہے۔

عشرہ مبشرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن دسؔ اصحاب کا لقب ہے۔ جن کو زندگی ہی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہشتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ ان کے نام ذیل کی حدیث میں درج ہیں۔

عبدالرحمن ابن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر جنت میں جائینگے۔ اور عمر جنت میں جائیں گے۔ اور عثمان جنت میں جائینگے۔ اور علی جنت میں جائینگے۔ اور طلحہ جنت میں جائینگے۔ اور زبیر جنت میں جائینگے اور عبدالرحمن ابن عوف جنت میں جائینگے۔ اور سعد ابن ابی وقاص جنت میں جائیں گے۔ اور سعید ابن زید جنت میں جائینگے اور ابو عبیدہ ابن جراح جنت میں جائینگے۔ (مش)۔

اسی حدیث کی رو سے ان اصحاب کا لقب عشرہ مبشرہ ہوا ہے۔

عُشر دسواں حصہ جو بیت المال میں دیا جاتا ہے۔ دیکھو (بیت المال)

عِشا بکسر اول۔ رات کی تاریکی جو رات کی نماز کا وقت ہوتا ہے جس میں چار رکعت فرض ہیں۔ پھر دو سنتیں۔ فرضوں سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں چار اور بعض میں دو رکعتیں آئی ہیں۔ اور دو سنتوں کے بعد تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔

نماز عشار کا وقت صبح صادق سے پہلے تمام رات رہتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ نماز پہلے ادا کرے اور پھر سوئے البتہ وتر کو سو کر اُٹھنے کے بعد پڑھنا اچھا ہے۔

عسل شہد یہ لفظ قرآن مجید میں آیا ہے اور اسے خدا کی نعمت بھی کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ ۔ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط (س۔ نحل۔ ع ۹) مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے۔ (یعنی شہد) جسکی رنگتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں (اور) اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ۵ (س۔ محمد ع ۲) (اُس جنت میں نیز) صاف (شفاف) شہد کی نہریں ہیں۔

عزیمۃ تعویذ۔ افسون۔ منتر۔ دیکھو (تعویذ)

عزیز غالب۔ عزت والا۔ اللہ تعالےٰ کے نودونہ ناموں میں سے ایک صفاتی نام ہے جو قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً سورہ حشر کی آخری آیات میں۔ عزیز سے وہ عالیشان چیز مراد ہوتی ہے جسکی مثال بہت کم ہو۔ جسکی طرف سخت حاجت ہو۔ اور جس تک رسائی ہونا مشکل ہو۔ جب تک کسی چیز میں یہ تینوں باتیں نہ ہوں اسکو عزیز نہیں کہہ سکتے۔ کمیاب لیکن کم نفع چیز عزیز نہیں اور نہ شاندار اور کثیر النفع مگر سہل الحصول چیز عزیز ہو سکتی ہے مثلاً سورج۔ پس جس ذات پاک میں یہ تینوں صفتیں علے وجہ الکمال موجود ہیں۔ یعنی اسکی مثال محال ہے اسکی طرف ہر مخلوق کو حاجت ہے اور اسکو ملنا بھی ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔ پس وہ ذات عزیز مطلق ہے (مق)

عُزیر ایک پیغمبر کا نام ہے۔ جن کو یہود خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ چنانچہ اسکا ذکر سورہ توبہ کے چوتھے رکوع کی اس آیت میں آیا ہے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ط یعنے یہودی کہہ چکے ہیں کہ

عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہہ چکے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ تو انکے منہ کی باتیں ہیں" (تفسیر حقانی)۔
یہ سب یہودو نے نہیں کہا تھا۔ بلکہ ایک خاص فرقہ نے جو بقول بعض علماء بنی قریظہ کے یہودی تھے۔

• حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر سورہ بقر کے رکوع ۳۵ میں بھی آیا ہے۔ اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا تا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اے پیغمبر کیا تم نے) مثلاً ان (بزرگ کے حال) پر نظر نہیں کی۔ جو ایک بستی پر (سے ہوکر) گزرے اور وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ کہنے لگے کہ اللہ اس (بستی) کو اس کے مرے (یعنے اسقدر اُجڑے) پیچھے کیسے زندہ یعنے آباد کریگا اس پر اللہ نے سو برس تک انکو مردہ رکھا۔ پھر ان کو جلا اُٹھایا۔ (اور) پوچھا تم (اس حالت میں) کتنی مدت رہے۔ کہا ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ فرمایا (نہیں) بلکہ تم سو برس (اسی حالت میں) رہے۔ اب اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ کوئی بُسی تک نہیں۔ اور اپنے گدھے کیطرف بھی نظر کرو (جس پر تم سوار تھے) اور مقصود یہ ہے کہ ہم تمکو (لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنائیں۔ اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کرو۔ کہ ہم کیسے انکو کھڑا کرتے پھر انپر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان (بزرگ) پر (قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ) ظاہر ہوا تو بول اُٹھے کہ اب میں یقین (کامل) کرتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مفسروں نے بستی اور شخص کی نسبت اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر بیت المقدس کو آگ لگا کر اور شہر کو اُجاڑ کر بنی اسرائیل کو پکڑ کرلے گیا تھا۔ عزیر علیہ السلام اس ویرانی کے وقت میں بیت المقدس پر سے ہوکر گزرے تو ظاہر حال پر نظر کرکے انکو نا امیدی ہوئی کہ ع

ایسے اُجڑے کبھی بھی بستے ہیں

اللہ نے انکو اپنا نمونہ قدرت دکھایا کہ سو برس تک مرے پڑے رہے۔ پھر زندہ کیا تو بیت المقدس اتنے عرصے میں پھر آباد ہوگیا تھا۔ اور انکے گدھے کو خدا نے انکی آنکھوں دیکھتے جلا اُٹھایا۔ خدا نے ان کے کھانے پینے کی چیزوں کی حفاظت کی کہ وہ بُسی تک نہیں۔

تفسیر حقانی میں لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت یرمیا علیہ السلام کا ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو برس پیشتر واقع ہوا تھا۔ حضرت یرمیا تباہ شدہ بستی کے پاس سے گذرے تو حسرت سے کہا اب اس شہر کو خدا کسطرح آباد کریگا۔ خدا نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت یرمیا نے اپنی سواری کا گدھا زیتون کے درخت سے باندھ دیا اور انگور کے شیرہ کا برتن اور روٹیوں کا تھیلا درخت سے لٹکا کر سو رہے۔ خدا نے انکی روح قبض کرلی۔ الخ۔

عُزّیٰ زمانہ جاہلیت میں تین درخت تھے جنمیں ذات باری کا حلول سمجھکر لوگ پوجتے تھے جیسے زمانہ حال میں بھی ہنود بڑ۔ پیپل وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ درخت طائف میں تھے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مذکور ہے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی (س۔ النجم۔ ع۱) مشرکو! تم نے لات اور عُزّیٰ پر بھی نظر کی۔

عزلت زن و فرزند سے جدا ہونا۔ عبادت کیلئے گوشہ نشینی اختیار کرنا۔ جیسے کہ صوفیائے کرام کرتے ہیں (غ۔ وغیرہ)

عزرائیل ایک فرشتے کا نام ہے جو قابض ارواح ہے جسکو ملک الموت کہتے ہیں۔ قرآن میں اسکا نام حسب ذیل آیا ہے۔

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ (س۔ سجدہ۔ ع۱)

(اے پیغمبر تم اُن لوگوں سے) کہو کہ ملک الموت جو تم پر متعین ہے (وہی) تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے پھر (تم سب) اپنے پروردگار کیطرف لوٹا کر لائے جاتے ہو (ش)۔

عرفہ ذی الحج کی نویں تاریخ کا نام ہے جس میں حاجیوں کو صبح کی نماز منیٰ میں پڑھنی اور پھر تمام دن میدان عرفات میں ٹھہرنے کا حکم ہے۔ دن ڈھلے امام لوگوں کو بلند مقام پر چڑھ کر خطبہ سناتا ہے جس میں عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے۔ رمی جمار۔ قربانی اور طواف زیارۃ کے احکام بتلائے جاتے ہیں (ک)۔ دیکھو (حج)۔

عرفات مزدلفہ سے بجانب مشرق مائل بجنوب منیٰ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے جو ارض حرم سے خارج ہے۔ بطن عرنہ اس میدان میں ایک خاص مقام ہے۔ اور جبل الرحمۃ نام ایک پہاڑی بھی ہے۔ حج کے موقعہ پر اس میدان میں لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نویں ذی الحج کو منیٰ میں صبح کی نماز ادا کرکے لوگ اس میدان میں آجاتے ہیں زوال کے بعد امام ایک بلند مقام پر چڑھ کر لوگوں کو عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنے اور اسکے بعد اور اسکے بعد کے احکام ایک خطبہ کی شکل میں بتلاتا ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر جماعت کے ساتھ اکٹھا پڑھنے کا حکم ہے اسطرح کہ اذان ایک اور ہر نماز کی تکبیر علیحدہ علیحدہ ہو۔ سورج ڈوبنے کے بعد تمام لوگوں کو مقام مزدلفہ کیطرف کوچ کرنیکا حکم ہے۔ (فذ) حج کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (حج)

عرفات عرف سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں پہچاننا۔ اس مقام کا نام عرفات اسلئے پڑگیا ہے کہ جب حضرت آدم اور بی بی حوا بہشت میں سے اُتار دیئے گئے تو حضرت آدم سرانديپ کے جزیرے میں اور بی بی حوا مقام جدہ میں اُتاری گئیں۔ آخر عرفات کے مقام میں دونوں ملے اور ایک دوسرے کو پہچانا۔ (ن)

عُرس طعام عروسی و نکاح۔ مجازاً طعام فاتحہ بزرگان کی مجلس کو کہتے ہیں جو وفات کے روز ہر سال کے بعد کرتے ہیں۔ اور اسے عرس اسلئے کہتے ہیں کہ عاشقان حق کے حق میں غمکدہ دنیا سے رحلت کرنی بمنزلہ خوشی عروسی کے ہے۔ چنانچہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عروسی بود نوبت ماتمت
اگر نیک روزی بود خاتمت (غ)

علم طبیعی اسکو علم ادنیٰ اور علم اسفل بھی کہتے ہیں۔ اور یہ اُن حالات کا علم ہے جو اپنے وجود میں مادہ کے محتاج ہیں اسکا موضوع جسم طبیعی ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حرکت و سکون کی استعداد رکھتا ہے۔

کتاب ارشاد القاصد مؤلفہ شیخ شمس الدین اکفانی میں لکھا ہے کہ علم طبیعی وہ علم ہے جس میں جسم محسوس کے احوال سے بحث کیجاتی ہے اس حیثیت سے کہ اسکو حالات میں تغیر اور ثبات عارض ہوتے ہیں پس اس حیثیت سے جسم کا موضوع ہے۔

علم طبیعی سے دس علوم نکلتے ہیں۔ (۱) علم طب (۲) علم معالجہ حیوانات (۳) علم فراست۔ (۴) علم تعبیر الرؤیا (۵) علم احکام نجوم (۶) علم سحر۔ (۷) علم طلسمات (۸) علم سیمیا (۹) علم کیمیا۔ (۱۰) علم فلاحت (ک)

علم طب یہ وہ علم ہے جس میں بدن انسان کے متعلق بحث کیجاتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تندرست اور مریض ہوتا ہے تاکہ صحت کو قائم اور مرض کو دفع کیا جائے۔ موضوع اسکا جسم انسان ہے۔ (ک)

آغاز اسلام کے ساتھ فن طب مسلمانوں میں رائج ہوا۔ طب یونانی کی سینکڑوں کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اور ہزاروں کتابیں عربی میں مستقل طور پر لکھی گئیں۔ خلفاء وقت کی سرپرستی میں اکابر حکما پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے طب یونانی کو اس حد سے جسپر اسکو حکماء یونان چھوڑ گئے تھے بڑھا کر معراج ترقی پر پہونچا دیا۔ بہت سی نئی ادویہ دریافت کیں۔ جو سابقہ تحقیقات سے خارج تھیں۔ بہت سے امراض کو دائرہ تشخیص میں داخل کیا۔ جن تک سابقہ دماغوں کو رسائی نہیں ہوئی تھی۔ یہ باتیں اسلامی تواریخ کی کتابوں میں مفصل درج ہیں۔

علم سلوک اس سے مراد ہے نفس کا وجدانیات سے اپنے نفع و نقصان کو معلوم کرنا اسکو علم اخلاق اور علم تصوف بھی کہتے ہیں۔

مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ تمام علوم سے افضل حقائق و منازل و احوال کا علم اور معاملہ و اخلاص فی الطاعات و توجہ الی اللہ کا علم ہے۔ اور اسکو علم سلوک کہتے ہیں۔ پس جو شخص حقائق و منازل و احوال کے علم میں جسکو علم تصوف کہتے ہیں غلطی کرے تو اسکو اپنی غلطی کی تصحیح کسی ایسے عالم سے کرانی چاہیئے جو کامل العرفان ہو۔ اور وہ یہ بات بزدوی اور صحیح بخاری اور ہدایہ سے نہیں طلب کر سکتا۔ علم الحقائق تمام علوم کا ثمرہ اور انکا نتیجہ ہے۔ جب سالک علم حقائق تک پہونچتا ہے تو گویا وہ ایک بحر ناپیدا کنار میں جا پڑتا ہے۔ یہ علم علم القلوب اور علم المعارف اور علم الاسرار کہلاتا ہے۔ علم الاشارہ بھی اسکو کہا جاتا ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام میں لکھا ہے کہ مشائخ کبار اہل باطن فرماتے ہیں کہ علم معرفت اور علم توحید و فقہ و شرائع کی تحصیل کے بعد لازم ہے کہ آفات نفس کا علم اور انکی معرفت اور علم ریاضت اور شیطان اور نفس کے مکر و فریب کی واقفیت اور اس سے بچنے کا طریقہ سیکھے۔ اور اسکو علم حکمت کہتے ہیں۔ جب سالک کا نفس واجبات پر استقامت پیدا کرلے تو وہ خدائی آداب اپنے اندر پیدا کرکے دل کی باتوں اور خیالات کا مراقبہ کرسکے۔ اسکو علم معرفت کہتے ہیں۔ خیالات کا مراقبہ یہ ہے کہ ہر وقت حق تعالے کیطرف دھیان لگائے رکھے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرے۔ جب علم معرفت حاصل ہو تو ممکن ہے۔ علم مکاشفہ و مشاہدہ حاصل ہو جائے اسکو علم اشارت کہتے ہیں۔ الخ۔

علم سلوک کا موضوع ہے۔ اخلاق النفس۔ کیونکہ اس علم میں نفس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کیجاتی ہے مثلاً یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑھ ہے تو اس میں جب دنیا کو جو نفس کے اخلاق میں سے ایک خلق ہے تمام برائیوں کی جڑھ قرار دیا گیا ہے یہی بات اس قول میں ہے کہ دنیا کی نفرت تمام نیکیوں کا ذریعہ ہے۔ اس علم کی غرض خدا کا قرب حاصل کرنا اور اسکی درگاہ میں رسائی پانا ہے۔

مجمع سلوک میں لکھا ہے۔ اے عزیز! چونکہ لوگوں کی عقل و فہم کے مدارج مختلف ہیں اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُّکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ یعنی ہم نبی لوگ ہیں جن کو حکم ہے کہ لوگوں کے ساتھ انکی سمجھ کے موافق بات چیت کریں۔

اسلیئے صوفیہ نے بھی غور و فکر کے بعد اپنے علم میں خاص خاص اصطلاحیں لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے وضع کی ہیں۔ جو لوگ سمجھدار ہیں وہ ان کو جانتے ہیں جن کو سمجھ نہیں وہ نہیں جانتے۔ (ک)

علم سحر جادو کا علم۔ یہ وہ علم ہے جس سے ایک ایسا ملکہ انسانی پیدا کیا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے

آدمی مخفی اشیاء کے ساتھ عجیب وغریب افعال کر دکھاتا ہے۔ اسکا فائدہ یہ ہے کہ آدمی جادو سیکھ کر جادوگر کے شر سے بچ سکتا ہے مگر خود اسپر عمل کرنا جائز نہیں۔ اسکے عمل کی حرمت میں شبہ نہیں۔ لیکن صرف اسکا علم ظاہر الاباحت ہے۔ بلکہ بعض علماء تو اسکو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کوئی جادوگر نبوت کا دعوے کرکے لوگوں کو بہکانے لگے۔ تو ایسی صورت میں امت میں کم از کم ایک آدمی جادو کے اسرار سے واقف ہونا چاہئے جو اس جادوگر کے فتنہ کو دفع کرسکے۔ (ک)

شیخ عبد الحق رح لکھتے ہیں کہ سحر در شرع حرام است و بعضے گفتہ اند کہ تعلم وے بہ نیت دفع سحر از خود حرام نیست و ساحر کہ در سحر وے کفر نباشد توبہ کنانیدہ شود و اگر کفر باشد قتل کردہ شود۔ و در قبول توبہ وے اختلاف است۔ (مد)

معتزلہ جادو کی اصلیت ہی کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جادو کوئی واقعی امر نہیں محض نظر بندی اور تخیلات ہیں مگر اہلسنت والجماعۃ اسکے برخلاف کہتے ہیں کہ جادوگر اگر ہوا میں اڑنے لگے تو بھی کوئی تعجب نہیں اور اگر انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنادے تو یہ بھی ممکن ہے۔ مگر یہ ساری باتیں اللہ کے اذن سے ہوسکتی ہیں کسی فلک یا نجم کے اثر سے ایسا ہونا محال ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنے (شیاطین) لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جادو کوئی چیز ہے۔ پھر فرمایا وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ حالانکہ بحکم خدا وہ جادو سے کسیکو نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ معلوم ہوا کہ جادو کی تاثیر خاص اللہ کے اذن سے ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جادو کیا تھا جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور اسکا آپ کے جسم مبارک پر سخت اثر بھی ہوا۔ اور آخر وحی کی تعلیم کے مطابق اسکا دفعیہ کیا گیا۔ (ک)

فقہ کی عام کتابوں میں لکھا ہے کہ جادو کا سیکھنا سکھانا اور کرنا کرانا سب حرام ہے۔

علم رمل یہ وہ علم ہے جس میں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے آئندہ حالات یا غیر معلوم باتیں دریافت کیجاتی ہیں۔ رمل کے معنے ہیں ریت۔ اس علم کے ماہر ریت پر کسی قسم نقوش و خطوط بنا کر اپنا عمل کیا کرتے تھے۔ اس علم کے ماہر کو رمّال کہتے ہیں رمّال لوگ کہا کرتے ہیں کہ چھ پیغمبر اس علم میں ماہر اور اس کے عامل تھے جن میں حضرت آدم اور حضرت ادریس علیہما السلام بھی داخل ہیں۔ دروغ برگردن راوی۔

شرعی فتوے میں اس علم کا استعمال حرام ہے اور اسکے احکام و جوابات کو قطعی اور یقینی سمجھنا حرام ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کاہن یا عرّاف کے پاس آئے اور انکی بات پر یقین کرے وہ کافر ہے۔ کاہن غیب کی خبر دینے والے کو کہتے ہیں اور عرّاف سے مراد فال نکالنے والا ہے۔

منتہی الارب میں لکھا ہے کہ علم رمل حضرت دانیال علیہ السلام کی ایجاد ہے اور اسکا نام رمل اسلئے پڑ گیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ریت پر چند نقطے بنا کر آپ کو یہ علم سکھایا تھا۔

علم جفر اس علم کو کہتے ہیں جس میں حروف سے بحث کیجاتی ہے۔ مگر اس حیثیت سے کہ ہر حرف ایک معنے مستقل بتاتا ہے۔ اسکو علم الحروف اور علم التکسیر بھی کہتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ علم جفر کی دو کتابیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں علم الحروف کے قاعدے پر تمام حوادث جو قیامت تک ہوتے رہینگے بیان کئے ہیں۔ اور جتنے ائمہ انکی

اولاد میں ہوئے ہیں انکو یہ علم حاصل تھا۔ چنانچہ قبول ولیعہدی کا خط امام رضا رح نے مامون عباسی کو لکھا ہے (اس سے پہلے مامون نے امام رضا کو ایک خط لکھا تھا جسمیں خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا) اسکا مضمون یہ ہے:۔

"اے مامون! تُنے ہمارے حقوق کو بہ نسبت اگلوں کے زیادہ پہچانا۔ میں تمہاری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر اسبات کو بتارہا ہے کہ ولیعہدی اتمام کو نہیں پہونچیگی" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خود مامون ہی نے ولیعہد بنایا۔ اور اسی نے زہر بھی اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ (دیکھو شواہد النبوۃ ملا جامی)۔

مشائخ مغرب کو بھی علم حروف میں دستگاہ تھی اور وہ بھی اس علم کو اہلبیت کیطرف منسوب کرتے تھے۔ (صنا)

علم حکمت (ل) دانائی۔ ایک علم کا نام ہے جس میں موجودات کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ اور بقدر طاقت بشری انکی نفس الامری حقیقت بیان کیجاتی ہے۔ اسکی پھر تین قسمیں ہیں (۱) طبعی (۲) ریاضی (۳) الٰہی۔

(۱) طبعی تو وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے۔ جو وجود خارجی اور ذہنی میں مادے کے محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے پانی۔ ہوا۔ اور دیگر اجسام بسیط اور مرکبہ۔

(۲) ریاضی وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے۔ جو صرف وجود خارجی میں مادے کے محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے مقدار اور عدد خاص۔

(۳) الٰہی وہ علم ہے جس میں ان امور سے بحث ہوتی ہے جو وجود خارجی اور ذہنی دونوں میں مادے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جیسے باریتعالے اور عقول (غ۔ک)

علم حدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال معلوم ہوتے ہیں (کذا فی العینی شرح صحیح بخاری) اور کرمانی نے اس تعریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کو بھی داخل کیا ہے۔

موضوع اس علم کا ذات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس حیثیت سے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اور غایت اسکی سعادت دارین کے ساتھ کامیاب ہونا ہے۔ اس علم کا نام علم روایۃ۔ علم اخبار اور علم آثار بھی ہے (ک)۔

علم تصوف تصوف کے معنے ہیں صوفی بننا۔ صوفی کے معنے ہیں صوف پوش۔ دلق پوش۔ یا گدڑی والا۔ مراد وہ شخص جو دنیا کے تعلقات کو چھوڑکر مطلوب حقیقی یعنے خدا وند تعالے کی طلب میں اپنے اوقات بسر کرے۔ علم تصوف سے مراد صوفی بننے و فرائض کا علم ہے جسکو علم سلوک بھی کہتے ہیں۔ (دیکھو۔ علم سلوک)۔

علم تجوید اسکو علم قرارت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ علم ہے کہ جس میں قرآن کے الفاظ ادا کرنے کی کیفیت درج ہوتی ہے۔ اسکا موضوع قرآن ہے۔ اس حیثیت سے کہ اسکو کیونکر پڑھا جائے اس فن کی سب سے بہتر کتاب المقدمۃ الجذریہ مشہور ہے جو شیخ محمد ابن محمد الجذری کی تصنیف ہے۔ اسکے علاوہ اس علم کی چند کتابیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں:۔

الوقف والابتدا۔ تلخیص۔ النکت اللوذعیہ۔ الدر الیتیم۔ کتاب عدد اسمار القرآن۔ المقصد۔ ناظمۃ الزہر۔ الروایۃ فی القرائۃ۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن۔ کشف الاسرار۔ غنیۃ الطالبین۔ الجوہر المصون۔ الشاطبیہ۔ عمدۃ العرفان فی تجوید القرآن۔ النشر فی القراۃ العشر

الدقائق المحکمہ۔ رسالۃ الطلعۃ۔ فتوآہد الطیبہ۔ المحضوری البدور الزاہرۃ فی قرارت العشرۃ کتاب المہذب۔ کتاب البیان فی جمع القرآن۔ کشف المعانی۔ الجہد المقل۔ کتاب الفحص الوقوف والآیات۔ شرح الدرۃ فی قرارت الثلاثۃ۔ کتاب ابن النباء۔ کتاب القبقیہ۔ الاشمون۔ تحفۃ الاطفال کتاب الاسئلہ۔ کتاب التیسیر۔ (کشف الظنون)۔

علم انشاء اس علم کا نام ہے جس سے معانی کے استنباط اور تالیف کلام کی قوت مقتضی حال وزبان مطابق کے پیدا ہو۔

ابوجعفر عباسی کے عہد میں منشی عبدالحمید بن یحییٰ بن سعد نے جو مروان بن حکم کے خاص اہل مجلس سے تھا۔ اس فن کو ایجاد کیا۔ اور ترقی دی۔ یہانتک کہ ضرب المثل ہو گیا۔ (صنا)۔

علم الٰہی علم حکمت کی ایک قسم ہے۔ اس سے مراد وہ علم ہے جس میں ایسے امور سے بحث ہوتی ہے جو وجود خارجی وذہنی میں مادے کے محتاج نہ ہوں۔ جیسے خدا، عقول ونفوس کا جاننا (غ۔ک)۔

علم ادب مفتاح العلوم میں لکھتے ہیں کہ علم ادب وہ علم ہے جسکے جاننے سے عربی کلام کے بولنے یا لکھنے میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور بنابر تصریح علماء اسکی بارہ قسمیں ہیں۔ بعض انمیں اصول ہیں اور بعض فروع۔ اصول تو یہ ہیں:۔

(۱) علم لغت (۲) علم صرف (۳) علم اشتقاق (۴) علم نحو۔ (۵) علم معانی (۶) علم بیانی (۷) علم عروض (۸) علم قافیہ۔ اور فروع یہ ہیں۔ (۹) علم خط (۱۰) علم قرض الشعر (۱۱) علم انشاء (۱۲) علم محاضرات۔ تاریخ بھی علم محاضرات میں شامل ہے۔ اور علم بدیع علم بلاغت میں ہی داخل ہے یہ مستقل قسم نہیں ہے (ک)۔

یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی صحت۔ فکر۔ فصاحت۔ انتقال۔ ذکاوت فطری اعلیٰ درجے پر پہونچی ہوئی تھی۔ انکی فصاحت پیدا کی ہوئی نہ تھی بلکہ فطرت نے ان میں کوٹ کوٹ کر یہ باتیں بھر دی تھیں۔ اسی وجہ سے انکو شعر گوئی میں سوچنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ بے ساختہ جب چاہتے تھے شعر کہدیتے تھے۔ اور چونکہ کوئی کام انکو ایسا نہ کرنا پڑتا تھا جس میں انکے اوقات مصروف رہتے۔ بلکہ بالکل بے فکری رہتی تھی۔ اسی وجہ سے انکو اپنی زبان کی اصلاح اپنی لغات کی تہذیب کا بہت اچھا موقع ملا۔ اور اسقدر ترقی کی جو خیال سے بھی باہر ہے۔ ایسے ایسے نکات ورموز پر اپنی زبان کو مرتب کیا ہے۔ اور ایسی ایسی لطافتیں اور خوبیاں رکھی ہیں جسے صاحبان فن کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ حالانکہ وہ خود کوئی صاحب فن اور صاحب علم نہ تھے۔ کسی چیز کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا تھا لیکن جو بات کرتے تھے نہایت باقاعدہ ہوتی تھی اور عقل اسکو تسلیم کر لیتی تھی۔ عرب کی زبان الفاظ کے لحاظ سے تو منقول مانی جاتی ہے۔ مگر قاعدے اور احکام کے لحاظ سے بالکل معقول ہے (دیکھئے ایک چھوٹی سی کتاب مراح الارواح کیونکہ اس نے تمام قاعدوں کو عقلی بنا کے دکھلا دیا ہے اور منقول کو خاصہ معقول کر دیا ہے)۔

اسلام سے قبل عرب کی زبان دو قسم کی لغتوں پر شامل تھی۔ ایک حمیر کا لغت اور ایک قریش کا۔ قریشی لغت تو مکہ اور اسکے گردوپیش میں مستعمل تھی۔ اور حمیری زبان یمن کے شہروں میں رائج تھی۔ مگر جب سے قرآن مجید قریشی زبان میں اترا اسوقت سے حمیری زبان کو بہ نسبت قریشی زبان کے ضعف ہونے لگا۔ اور عموماً خطوط۔ تالیفات۔ اشعار وغیرہ میں قریشی زبان مستعمل ہونے لگی۔ (صنا)

اب بھی اگر کسی نے قدیم عربی سے لطف اٹھانا ہو تو قرآن مجید۔ احادیث۔ دواوین وغیرہ موجود ہیں۔

علماء عالم کی جمع ہے۔ اصل میں تو عالم کے معنے ہیں جاننے والا۔ خواہ وہ کسی چیز کو جانتا ہو لیکن بصورت جمع اسکا اطلاق صرف انہیں اشخاص پر ہوتا ہے جو علوم دینیہ سے واقف ہوں۔ اسلامی سلطنتوں میں علماء کی ایک کمیٹی ہوتی ہے۔ جسکے پریسیڈنٹ کو شیخ الاسلام کہتے ہیں۔

امور دینیہ میں اکثر بادشاہ شیخ الاسلام سے ہی فتوے لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ۔ خدا کے بندوں میں سے عالم ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث میں ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ مگر ان علماء سے علمائے دین مراد ہیں۔

احادیث سے علماء کے فضائل کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ عالم کو زاہد پر ایسی فضیلت ہے جیسے مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر۔

عالم باعمل خدا کا مقبول بندہ اور اُسکے رسول پاک کا سچا جانشین ہوتا ہے۔

عَلَم جھنڈا۔ نشان۔ اُن جھنڈوں اور نشانوں کو بھی کہتے ہیں جو شیعہ لوگ محرم میں نکالتے ہیں

عِلم (ل) جاننا۔ اور کبھی اسکا اطلاق تصدیق بالمسائل پر ہوتا ہے۔ اور کبھی نفس مسائل پر اور کبھی اس ملکہ پر جو اِن مسائل سے حاصل ہو (ک)

اہل اسلام میں اکثر علم سے مراد علم دین ہی ہوتا ہے جو کتاب اور سنت سے متعلق ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں (۱) مبادی یعنی وسائل۔ اور (۲) مقاصد۔

مبادی تو وہ علم ہے جسپر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہو۔ جیسے لغت۔ صرف اور نحو وغیرہ۔

مقاصد وہ علم ہے جو اعمال۔ اخلاق اور عقائد سے ہو۔ اور ان سب کو علم معاملہ بھی کہتے ہیں (مظ)

علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض اور ضروری ہے (مش)

علم کے ضروری اقسام اپنے اپنے موقعہ پر موجود ہیں۔

علق (۱) گوشت کا لوتھڑا۔ (۲) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے اسلئے کہ اس میں یہ لفظ آیا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ ترجمہ (جس نے) آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔

منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اپنے پروردگار کی پرستش کیلئے اکثر جایا کرتے تھے۔ اور اکثر دفعہ مہینہ مہینہ وہاں ہی کنج عزلت میں آپ کو گذر جاتا تھا۔ خدا کی عبادت میں آپ کو ایسی لذت آتی تھی کہ بلا کھائے پئے کئی کئی روز وہاں ہی کاٹ دیتے اور گھر آنیکا آپ کو خیال تک نہ آتا۔

ایک روز حسب معمول عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام انسان کی شکل میں آپ کے پاس آئے اور کہا اِقْرَاءْ (پڑھو) آپ نے فرمایا مَا اَقْرَاءُ (کیا پڑھوں) جبرائیل علیہ السلام نے سورۂ علق کی یہ پانچ آیتیں آپکو سکھلائیں۔ اِقْرَاءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ تا مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (اے پیغمبر قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا اسکو) اپنے پروردگار کا نام پڑھ چلو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا (قرآن) پڑھ چلو۔ اور (خدا پر بھروسہ رکھو کہ) تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ اس نے (وحی کے ذریعہ سے بھی) انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُسکو معلوم نہ تھیں۔

علامات نبوت (۱) نبی ہونے کی نشانیاں۔

جن کو لوگ مشاہدہ کر کے نبی کی نبوت پر ایمان لا سکیں اور اسکے بیان کردہ احکام کی پیروی کر سکیں۔ انکی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً نبی کی فضیلتیں۔ دینی اور دنیوی معاملات میں اسکی پوزیشن۔ اسکی اخلاقی حالت تواضع۔ ہر کہ و مہ سے با اخلاق پیش آنا۔ مصائب و تکالیف کو صبر و تحمل اور ثبات قدمی سے جھیلنا۔ معجزے جو نبی اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت میں پیش کرے۔ (منظ)

مشکوٰۃ میں اس نام سے ایک باب ہے جسمیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا نہیں ہوا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو لٹا کر آپکا سینہ چیرا۔ اور دل نکالکر اسمیں سے شیطانی وسوسوں اور بری خواہشوں کا مادہ نکالا۔ پھر اسے سونے کے تھال میں دھرا۔ اور اسے اسکی جگہ میں رکھدیا۔

(۲) منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے ایک پتھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔

(۳) اہل مکہ نے آپ سے معجزہ طلب کیا۔ آپنے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو اسکے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ان میں سے ایک کوہ حرا کے اسطرف اور ایک اسطرف دکھائی دینے لگا۔

(۴) ابوجہل نے ایک دفعہ اہل مکہ کے روبرو قسم کھائی کہ جب محمد نماز پڑھنے مسجد میں جائیگا تو میں اسکی گردن پر چڑھ جاؤنگا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے تو یہ نابکار دوڑتا ہوا آپکیطرف بڑھا۔ چند قدم چلا ہی تھا کہ پیچھے کو دوڑا۔ لوگوں نے اسکا سبب دریافت کیا تو کہا عجیب بات ہے۔ جب میں محمد کیطرف بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں۔ ہمارے درمیان آگ کی ہیبتناک خندق ہے۔ اگر میں ایک قدم اور چلتا تو اس میں گر پڑتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو فرمایا۔ اگر ایک قدم بھی آگے چلتا تو فرشتے اسکے ٹکڑے کر دیتے۔

علاوہ ازیں آپ کے دست مبارک پر ایسے ایسے زبردست خوارق ظاہر ہوئے جو بلحاظ نوعیت کے اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے جس نے ڈنکے کی چوٹ کفار سے کہدیا تھا کہ اگر تمکو میرے بارہ میں کسی قسم کا شک وشبہ ہے تو میری ایک چھوٹی سی سورۃ جیسی ایک سورت بنالاؤ۔ لیکن کفار اپنی ساری طاقتیں خرچ کرنے کے بعد اپنا سا منہ دیکھتے رہگئے۔ اور قرآن کے زبردست چیلنج کے آگے بغلیں جھانکتے ہوئے سر نہ اٹھا سکے۔

علامات ساعت

(۱) قیامت کی نشانیاں جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔ مشکوٰۃ میں اس نام سے ایک باب ہے جسمیں قیامت کی ان نشانیوں کا ذکر آیا ہے۔

(۲) علماء دنیا سے اٹھا لئے جائینگے۔

(۳) زناہ عام ہو جائے گا۔

(۴) شراب خواری کھلم کھلا ہو جائے گی۔

(۵) مردوں کی تعداد بہ نسبت عورتوں کے کم ہوگی۔

(۶) جھوٹ بولنے والے بکثرت ملیں گے۔ اور سچ بولنے والے کمیاب ہوں گے۔

(۷) امانتداروں کی کمی ہو جائے گی۔

(۸) توانگری کا یہ حال ہوگا کہ ہر ایک آدمی اپنے گھر میں متمول و مالدار ہوگا۔ زکوٰۃ دینے والے لوگ ان لوگوں کی تلاش کرینگے جو مال زکوٰۃ کے اہل ہوں لیکن ایسا انہیں کوئی نہ ملیگا۔

(۹) امام مہدی آئینگے۔

(۱۰) دجال آئیگا

(۱۱) حضرت عیسےٰ علیہ السلام دمشق میں آسمان سے اتریںگے۔ اور شریعت محمدیہ کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرینگے۔ آپ نکاح بھی کرینگے۔ اولاد بھی ہوگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

علامات نشانیاں۔ آثار۔ قیامت کی نشانیوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ دیکھو (علامات ساعت)

عکرمہ بن ابی جہل (کبوتری) اور عکرمہ بن ابی جہل صحابی تھے۔ جو ابوجہل بن ہشام مخزومی قریشی کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن کیطرف چلے گئے تھے۔ وہاں سے انکی بیوی ام حکیم بنت حارث لے آئی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا مَرحَباً بِالرَّاکِبِ المُهَاجِر۔ وہ ایمان لے آئے اور انکا اسلام نہایت اچھا ہوگیا۔ واقعہ یرموک میں سنہ ۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ انکی عمر اسوقت ۶۲ برس کی تھی۔ (اکما)

عکرمہ عبداللہ ابن عباسؓ کے غلام تھے۔ کنیت انکی ابوعبداللہ تھی۔ تابعی تھے۔ اور فقہائے مکہ سے شمار ہوتے تھے۔ ابن عباس وغیرہ کئی صحابہ سے علم حاصل کیا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے روایت کی ہے سنہ ۱۰۷ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ آپ سے بھی زیادہ کوئی عالم ہے تو کہا۔ عکرمہ۔ (اکما)۔

عقیقہ بچہ کی ولادت پر شکر نعمت کا ایک مشروع طریقہ ہے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ بچہ کی پیدائیش سے ساتویں روز لڑکی کے لئے ایک بکری اور لڑکے کے لئے دو بکریاں ذبح کرکے گوشت تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر احباب اور فقرا کو ضیافت کھلادی جاوے۔ بچہ کا سر مونڈ کر اسکے بالوں کی برابر چاندی خیرات کر دیجائے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقیقہ کے ذبیحہ کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائے جس سے بچہ کی سلامتی اعضا کی فال مراد ہے۔ مگر بعض کے نزدیک ہڈیوں کا توڑنا افضل ہے کیونکہ اس میں بچہ کے انکسار نفس کا تفاؤل ہے۔ اگر ساتویں روز عقیقہ نہ ہو سکے تو ساتویں مہینے یا اتنی مدت کے بعد جو سات کے عدد پر برابر تقسیم ہو سکے عقیقہ کیا جائے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک وہ مسنون ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مباح ہے۔ اور بعض کتابوں میں اسکو مکروہ بھی لکھا ہے (عا)۔

یہاں جب لوگ عقیقہ کرتے ہیں تو لڑکے کیواسطے بکرے اور لڑکی کے لئے بکری تلاش کرتے ہیں حالانکہ شرع نے انہیں اسبات کی تکلیف نہیں دی بلکہ بکرے یا بکریاں جو بہتر ہوں اور وقت پر ملجائیں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہیں۔

عقیقہ کے بارے میں کئی ایک حدیثیں آئی ہیں ان میں سے ایک دو نقل کیجاتی ہیں۔

سلمان بن عامر الضبی سے روایت ہے کہ میںنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ حکم ہے کہ فوراً ہی خون بہاؤ۔ اور بالوں وغیرہ کی گندگی اس سے دور کرو۔ (بخ)۔

حسن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ ساتویں روز اسکی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اسی روز نام رکھا جائے۔ اور مونڈن کیا جائے (ترا)۔

عقیق مدینہ سے مکہ کے رخ چار میل کے فاصلے پر ایک وادی پر فرحت ہے۔ جسکا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار ہے۔ (جغر)۔

عقول عشرہ دس فرشتے (ص) حکماء میں عقل فرشتے کو کہتے ہیں۔ حکما کہتے ہیں کہ

اللہ تعالےٰ نے پہلے ایک فرشتہ پیدا کیا۔ پس اس فرشتے نے ایک فرشتہ اور اور ایک آسمان پیدا کیا۔ بعدہٗ اس فرشتہ دوم نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا پھر اس تیسرے فرشتے نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا۔ ایسے ہی دس فرشتے اور نو آسمان پیدا ہوئے۔ اور انہیں دس فرشتوں کو عقول عشرہ کہتے ہیں۔ (غ)

عقعق کبوتر کے برابر ایک جانور ہے جسکی صورت کوّے جیسی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں بازو کبوتر کے بازووں سے بڑے ہوتے ہیں اور اسکے دو رنگ ہوتے ہیں سفید اور سیاہ۔ دُم اسکی لمبی ہوتی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اسکا نام عقعق کیوں رکھا گیا۔ جاحظ کہتے ہیں کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو عاق کر دیتا ہے اور انکو ویسے ہی چھوڑ دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قسم کوّے کی ہے۔ کیونکہ کوا بھی ایسا کرتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا نام اسکی آواز سے رکھا گیا ہے۔ (حیوٰۃ)

اسکی حلت وحرمت میں دو قول ہیں۔

عقبہ بن عامر جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت معاویہ کے عہد میں مصر کے حاکم رہے ہیں۔ پھر انکو معزول کر دیا گیا تھا۔ ۵۸ھ میں مصر میں ہی فوت ہوئے۔ چند صحابہ اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اکمال)

عقبہ مکہ شریف سے باہر منا کے مشہور میدان میں ایک سرسبز وادی ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے منصب نبوت عطا فرمایا۔ اور قریش مکہ نے آپ کی وعظ ونصیحت سننے سے انکار کر دیا۔ تو آپ نے یہ قاعدہ بنایا کہ کسی عام گذرگاہ پر کھڑے ہو جاتے اور آنے جانے والوں کو اپنے دین کی طرف توجہ دلاتے۔ یا جہاں چند اشخاص جمع ہوتے انکو خدا کا حکم سناتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایام حج میں جبکہ قبائل عرب کے ہزاروں آدمی مکہ سے باہر فروکش تھے۔ آپ لوگوں کو دین حق کیطرف توجہ دلاتے پھرتے تھے کہ اس اثنا میں آپکا گذر اس مقام سے ہوا۔ اس وقت یہاں قبیلہ خزرج اور قبیلہ اوس کے دس دس آدمی موجود تھے جنہوں نے آپ کے کلام کو شوق وذوق سے سنا اور اس اقرار پر آپکے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم خدا اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اور آئیندہ چوری۔ زنا۔ دختر کشی اور ایذائے ہمسایہ سے قطعی پرہیز رکھیں گے۔ اور ایک اکیلے خدا کی عبادت کیا کریں گے۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں اگلے سال اوس اور خزرج کے بہتر (۷۲) مرد اور دو عورتیں آئیں اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ دوسری بیعت ہے خزرج اور اوس مدینہ کے دو قبیلے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ مہاجرین کو اپنے شہر میں کمال تعظیم وتکریم کے ساتھ جگہ دی۔ اور قریش مکہ کے ظلم وستم کا خاتمہ کر دیا۔

باب الغین

غابہ (ل) جنگل۔ صحرا۔ بیشہ۔ اُسدُ الغابہ۔ شیراں نیستان۔ ایک کتاب کا نام ہے جس میں صحابہ کے حالات درج ہیں۔

غابہ۔ مدینہ سے شمال ومغرب کیطرف تھوڑے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ ۶ھ میں بنی غطفان کے ایک جتھے نے حملہ کیا اور محافظ کے

بیٹے کو قتل اور اسکی بیوی کو قید کر لیا اور اونٹوں کو لوٹ لیگئے اتنے میں سلمہ ابن اکوع رضؓ جو مشہور تیر انداز تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم سمیت آپہونچے۔ خادم کو تو اس واقعہ کی خبر دینے کے لئے مدینہ بھیجا خود تن تنہا لوٹیروں کے تعاقب کے لئے دوڑے۔ اور ان کے پیچھے پہونچکر تیروں کا وہ تار باندھ دیا کہ لوٹیروں کا ناک میں دم آگیا۔ اور وہ سب اونٹ اور اپنے تیس ۳۰ نیزے اور تیس ۳۰ چادریں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

غازی غزوہ میں شریک ہونے والا۔ کفار سے جنگ کرنیوالا جہاد کرنے والا مجاہد اسلامی فاتح۔ یہ لفظ پہلے صحابہ کے لئے استعمال ہوتا تھا جس سے مراد صرف سپاہی اور جنگجو آدمی ہوتا تھا۔ مگر صحابہ اور تابعین کے حق میں اسکا استعمال ہوتے ہوتے اس میں ایک تبرک اور تقدس کی حیثیت شامل ہو گئی۔ اور یہ لفظ ایک دینی اصطلاح قرار پا گیا۔ جسکے باعث ہر مسلمان کے لئے بطور لقب استعمال ہونے لگا اور بادشاہوں کیطرف سے نامی فوجی افسروں اور جرنیلوں کے لئے بطور خطاب عطا ہونے لگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت یعنے ٹرکی میں یہ لقب اہل فوج کے لئے ایک پر عزت خطاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

غاسل غسل دینے والا۔ میت کو غسل دینے والا۔ ہمارے ملک میں امام مسجد کی معرفت ایک شخص اس کام پر متعین ہوتا ہے کہ محلہ میں جو میت ہو جائے اسکو شرع کے حکم کے موافق غسل دیکر کفن پہنائے۔ بعض قصبوں میں خود امام مسجد ہی غسل دیتا ہے اسکو اس کام کے عوض مقررہ اُجرت اور میت کے کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی شرعی خدمات پر خاص لوگوں کو متعین کرنا کوئی قرآن وحدیث کا حکم نہیں ہے۔ لیکن رفع ضرورت اور باقاعدگی کے لئے علماء نے ایسے تعینات کی اجازت دی ہے۔ اسکے بغیر کام چلنا مشکل ہے۔

غاشیہ ڈھانپ لینے والی۔ چھا جانے والی۔ مراد قیامت۔ کیونکہ وہ سارے جہان اور کائنات پر چھا جائیگی۔ قرآن مجید کے آخری پارہ میں ایک سورت کا نام ہے۔

غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی مصنفہ احمد بن اسمٰعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ۔ اس کتاب میں علامہ زمخشری اور بیضاوی کی تفسیروں پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ۳۔ رجب ۸۶۱ھ میں اسکی تالیف ختم ہوئی۔ (کشف)

غبن خرید و فروخت میں دھوکا دینا۔ غبن فاحش بہت زیادہ دھوکا۔ شریعت میں غبن کی سخت مناہی آئی ہے۔

غدیر خم غدیر۔ مکہ اور مدینہ کے مابین جحفہ سے تین کوس پر ایک بستی ہے (مظ) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر حضرت علی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا۔ اسلئے اہل تشیع اس تاریخ کو ہر سال عید غدیر کے نام سے بڑی بھاری عید مناتے ہیں۔ یاروں دوستوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ اور گھر گھر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ خم غدیر کا واقعہ مشکوٰۃ شریف میں اسطرح مروی ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ وَزَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِیْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِہٖ قَالُوْا بَلٰی۔ فَقَالَ اَللّٰہُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ

مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہُ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ ۔ رواہ احمد۔ یعنی براء ابن عازب اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ (حجۃ الوداع کے بعد) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خم غدیر کے پاس اُترے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ اور (حاضرین سے مخاطب ہوکر) فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کے لئے انکے نفسوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے نفس سے زیادہ محبوب ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپ نے دعا کی۔ الٰہی جسکا میں دوست ہوں اسکا علی دوست ہے۔ الٰہی دوست رکھ اسکو جو اسکو دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو اس سے دشمنی کرے۔ پس اسکے بعد حضرت عمر ان سے ملے۔ اور کہنے لگے مبارک ہو اے ابن ابی طالب کہ صبح و شام یعنے ہر وقت کے لئے تم مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے دوست قرار پائے۔

شیعہ لوگ اس حدیث کو حضرت علی کی خلافت بلافصل کے لئے سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سنی لوگ انکے اس استدلال کی تردید کرتے ہیں یہ حدیث سنیوں کے نزدیک صحیح تو ضرور ہے مگر وہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کی دلیل کے لئے اسکو غیر مکتفی قرار دیتے ہیں۔ مظاہر حق میں سنیوں کے دلائل کی تفصیل موجود ہے۔ جنمیں سے چند دلائل یہ ہیں:۔

کہ اوّل تو یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔ حالانکہ خود شیعوں کے نزدیک ثبوت امامت کے لئے تواتر ضروری ہے۔

دوم۔ مولیٰ سے مراد یہاں محبوب یا ناصر ہے نہ کہ حاکم و والی۔ مولیٰ کا کلمہ مشترک ہے اور کلمہ مشترک کو کسی خاص معنے پر حمل کرنا خاص قرینہ کے بغیر صحیح نہیں

سوم سب سے بڑی دلیل یہ کہ یہ حدیث تینوں موقعوں پر جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافتوں پر اجماع ہوا حضرت علی کی تائید میں پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ صحابہ نے یہ حدیث حضرت علی کی اولویت جتانے کے لئے اسوقت پیش کی جبکہ امیر معاویہؓ وغیرہ کے ساتھ خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اگر حضرت علی کی اولویت ثابت کرسکتی ہے تو خلفائے ثلاثہ کے سوا باقی صحابہ پر ثابت کرسکتی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ تینوں جب باری باری خلیفہ ہوئے اور حضرت علی کی خلافت کے لئے تکرار بھی ہوئی تو اس حدیث کو حضرت علی کی تائید میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور سیکڑوں دلائل پیش ہوئے مگر اس حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جمیع صحابہ حتیٰ کہ حضرت علی کے نزدیک یہ حدیث حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان پر انکی اولویت ثابت کرنے سے قاصر تھی۔ ہاں اگر انکی اولویت ثابت کرسکتی تھی تو معاویہ وغیرہ پر کرسکتی تھی۔ چنانچہ اسوقت پیش بھی کیگئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

غُراب کوا جو کہ مشہور پرند جانور ہے۔ غراب اسکو اسکی سیاہی کے سبب سے کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ شیخ غربیب کو مبغوض رکھتا ہے۔ اور شیخ غربیب سے مراد وہ شخص ہے جو بالوں کو سیاہ کرلے۔

ارسطو نے بیان کیا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سخت سیاہ۔ ایک ابلق۔ اور ایک سفیدی مائل کہ دانہ کھاتا ہے اور ایک سیاہ طاؤسی رنگ کہ اُسکے پاؤں سرخ ہوتے ہیں۔

بخاری نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سانپ فاسق ہے۔ اور

چوہا فاسق ہے۔ اور کوا فاسق ہے۔ نیز ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا کوّے کو کھایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اسکو کون کھائیگا بعد اسکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ فاسق ہے (حیٰوۃ)۔

کوا کئی قسم کا ہوتا ہے جسکی بعض اقسام حرام ہیں اور بعض قسم کے کوّے کی حلت و حرمت اور کراہیت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ ہندوستان میں علماء دیوبند ایک قسم کے کوّے کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے علماء حرام سمجھتے ہیں۔ اس اختلاف پر کئی رسالے فریقین کیطرف سے تردید اور جواب اور جواب الجواب کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

غراب البین (جدائی کا کوا) بطور استعارہ جدائی و فراق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جسکی بنا اس پرانے خیال پر قایم ہے کہ جب کوا بولتا ہے تو دو دوستوں میں فراق پڑ جاتا ہے (ص۔و)۔ میں اس سے مراد مشاہدہ ذات باری سے علیحدہ ہونا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ط (س۔ مائدہ۔ ع ۵) اسکے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسکو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی فضیحت میں لاش کو کیونکر چھپایا جائے۔

غرابیہ ایک فرقے کا نام ہے جسکا اعتقاد ہے کہ جس طرح کوا کوّے سے اور مکھی مکھی سے مشابہ ہے۔ اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے مشابہ ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ خدا نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت علی کے پاس بھیجا تھا۔ مگر جبرائیل غلطی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ (تع)

الغرائب والعجائب قرآن مجید کی تفسیر ہے جس کو ابوالقاسم محمود بن حمزہ کرمانی نے تالیف کیا (کش)

غرق کر دینا اگر کوئی شخص کسیکو غرق کر دے تو امام صاحب کے نزدیک غرق کرنیوالے سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ صاحبین کے نزدیک قصاص لینا ضروری ہے۔ امام شافعی رح کے نزدیک بھی یہی مذہب ہے۔

غزالی ایک مشہور اور زبردست امام کا لقب ہے، جنکا پورا نام امام حجۃ الاسلام ابوحامد زین الدین محمد بن محمد بن محمد الغزالی الطوسی ہے۔ امام احمد الغزالی کے بھائی ہیں۔ ابوحامد اسفرائنی اور ابو محمد جوینی سے علم فقہ حاصل کیا۔ اصول و فروع میں فقہ شافعی کے پیرو ہیں۔ پہلے طوس میں علمی مشاغل میں مصروف ہوئے۔ پھر نیشاپور میں امام الحرمین ابو المعالی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ ایک ہزار چھبیس روز کے عرصے میں کتاب احیاء علوم الدین تصنیف کی جسکا نام احیاء العلوم مشہور ہے۔

انکی تصانیف کی تعداد چارسو کے قریب ہے۔ جنمیں سے مشہور کتابیں یہ ہیں:۔ تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں۔ کیمیاء سعادت۔ بسیط۔ وسیط وجیز۔ خلاصہ۔ مستصفےٰ۔ تہافۃ الفلاسفہ۔ محک النظر معیار العلم۔ مقاصد۔ یظنون بہ علے غیر اہلہ۔ مقصد الاسنیٰ فی شرح الاسماء اللہ الحسنےٰ۔ جواہر القرآن۔ مشکوٰۃ الانوار۔ وغیرہ۔ مگر علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی تصانیف میں سے اگر احیاء العلوم کے سوا اور کوئی کتاب نہ ہوتی۔ تو انکی فضیلت اور کمال علمی کے لئے وہی کافی شاہد تھی۔

بغداد کے دار العلوم نظامیہ میں پروفیسر رہے جس سے ان کے علمی فیضان کے چرچے دور دور تک پھیل گئے

اور قبول عام نے انکو ہاتھوں سے اُٹھا کر آنکھوں پر بٹھایا۔ جب سند درس سے اُٹھکر گھر کو تشریف لیجاتے تو پورے پانسو فقہا کا جھرمٹ انکے گرد و پیش ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ کتاب المنخول تصنیف کر کے اپنے اُستاد امام الحرمین کے پاس لے گئے تو انہوں نے فرمایا۔ "تمہاری تصانیف نے ہماری تصانیف کو دفن کر دیا"۔

اسکے بعد امام ممدوح نے زہد و ترک علائق کا شیوہ اختیار کیا۔ حج کو روانہ ہوئے۔ مدتوں شام میں مقیم رہے دن کو روزہ رکھتے رات کو مصروف عبادت رہتے۔ بیت المقدس میں عرصہ دراز تک عبادت کی۔ پھر دمشق میں مدت تک رہے اسکے بعد وطن میں واپس آئے اور باقی عمر طوس میں گذاری۔ یہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ بنائی اور اپنے اوقات کو افادہ علم اور تلقین خیر پر وقف کر دیا۔ ۴۵۰ھ میں بمقام طوس متولد ہوئے۔ اور پیر کے دن ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ کو بعمر ۵۵ سال وفات پائی (رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔ (حاشیہ احیاء العلوم از مولوی محمد منظر صاحب)

غزالی بفتح اول و تخفیف ثانی منسوب بغزالہ جو طوس کے مضافات سے ایک گاؤں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ ز کی تشدید سے ہے جو غزالہ بمعنے ریسماں فروش سے منسوب ہے۔ چونکہ امام ممدوح کو ریسماں فروشی کا پیشہ پسند تھا اسلئے انکا لقب غزالی پڑ گیا۔ مگر یہ توجیہ سراسر لغو ہے۔ (غ)

غزوہ سے مراد وہ فوجی مہم ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شامل ہوئے ہیں۔ اور جو مہم کسی صحابی کے ماتحت بھیجی گئی ہو وہ سریہ کہلاتی ہے (غ)۔

صحیح یہ ہے۔ غزوہ اور سریہ کے لفظ صرف جنگی مہمات کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ وہ بہت سے انتظامی اور تبلیغی امور پر مشتمل ہے جو یہ ہیں۔

(۱) دوستانہ طور پر کسی قوم یا قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرنا (۲) لوگوں کو اسلام کی خوبیاں جتانے اور اس نجات دینے والے سچے مذہب کی دعوت کرنا (۳) غیر ملکوں میں سفیر بھیجکر اسلام کی دعوت یا دوستانہ معاہدہ کرنے کی تحریک کرنا (۴) تجارت کے واسطے کوئی قافلہ بھیجنا (۵) حج کے واسطے قافلے کا جانا (۶) لٹیروں کے گروہ کو تتر بتر کرنے اور سزا دینے کا بند و بست کرنا (۷) دشمن کی فوج کی حالت کو تاڑتے رہنا (۸) دشمن کا حال معلوم کرنے کو مخبر اور دشمن کے مقابلے میں فوج بھیجنا۔

ان امور کو سرانجام دینے کے لئے جن صورتوں میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک ہوئے انکا نام اسلامی اصطلاح میں غزوہ ہے۔ اور جن صورتوں میں آپ بذات خود شریک نہیں ہوئے بلکہ کسی ایک صحابی یا چند اصحاب کی معرفت ایسا کام سرانجام کرایا ہے اُسے سریہ کہا جاتا ہے۔

غزوہ بنی نضیر یہ وہ لڑائی ہے جو ۴ھ میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر سے ہوئی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھو (نضیر)

غزوہ ذات الرقاع اس لڑائی کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ یا ۵ھ یا ۷ھ میں نجد میں بنی محارب سے کرنی چاہی تھی۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اہل عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف سے پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ (کن)۔

غسّان بنی غسان ایک قبیلہ کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحرائے شام میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ مذہب کے عیسائی تھے اور ہرقل روم کے باج گذار تھے۔ ۸ھ کے آغاز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شاہ بنی غسان کے پاس ایک قاصد دعوت اسلام کے لئے بھیجا جس کو ان لوگوں نے بین الاقوامی دستور کے خلاف قتل کر ڈالا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کی جمعیت ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھیجی۔ اودہر مخالفین نے ایک لاکھ فوج مقابلہ کے لئے جمع کرلی۔ موتہ کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں نے سخت نقصان اُٹھایا اور زید ابن حارثہ اور جعفر ابن ابی طالب اور عبد اللہ ابن رواحہ جیسے نامی گرامی سپہ گر یکے بعد دیگرے کمال داد شجاعت دے کر شہید ہوئے۔ آخر فوج کی کمان خالد بن ولید کے سپرد ہوئی۔ اُنہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور شجاعت سے ایک دن کامل محاربہ و مقابلہ کے بعد دوسرے دن صبح ہوتے ہی دشمن کی فوج میں کھلبلی ڈالدی۔ اور مخالفین کو تتر بتر کردیا۔ اور اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اسی فتح سے خوش ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

غُسل (ل) تمام بدن کا دہونا۔ (ص۔ ش) میں بعض خاص صورتوں کی حکمی نجاست کے ازالہ کو غسل کہتے ہیں۔

غسل کی کیفیت اس حدیث سے خوب واضح ہوتی ہے۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا اور کپڑے کا پردہ کیا۔ حضرت نے پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دہوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالکر ستر دہویا اور رانوں پر پانی بہایا۔ اور وہاں سے علیحدہ ہوکر دونوں پاؤں مبارک دہوئے۔

ایک وقت میں کئی عورتوں یا ایک ہی عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے ایک ہی غسل واجب ہوتا ہے، غسل کرتے وقت اگر ایک بال بھی سوکھا رہ جائے گا تو پھر سے غسل کرنا پڑیگا۔ ہاں اگر کچھ بدن خشک رہ جائے اور نماز سے پیشتر اسپر ہاتھ پھیر دیا تو یہی غسل کفایت کریگا۔

عورت کو غسل جنابت کے لئے بالوں کی مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں صرف بالوں کی جڑیں تر کرلینا کافی ہے۔

کھلے میدان میں جہاں آبادی ہو ننگا نہانا حرام ہے، البتہ غسل خانے میں یا کسی آڑ یا روک میں ننگے نہانیکا مضائقہ نہیں۔ غسل میں چار یا پانچ سیر پانی سے زیادہ صرف نہ کریں۔ شریعت اسلامی میں نو طرح کے غسل ہیں۔ (۱) عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونیکے بعد۔ (۲) مرد و عورت کو ہمبستری یا احتلام کے بعد۔ (۳) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے (۴) کسی شخص کو مشرف باسلام ہوتے وقت (۵) عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پیشتر (۶) حج کا احرام باندہتے وقت (۷) بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت (۸) سینگی لگوانے اور (۹) مردہ نہلانے کے بعد۔

پہلی قسم کے دو غسل فرض ہیں۔ اور نمبر ۳ سے ۵ سنت موکدہ۔ اور نمبر ۶ و ۷ کے دونوں غسل سنت مستحبہ اور آخر کے دو غسل احتیاطی ہیں۔ آدمی کیلئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک روز سر اور سارا بدن دہو ڈالے۔

غَسل غین کی فتحہ سے۔ معنے دہونا۔ (ص۔ ش) میں نجاست کو دور کرنا جسکا حکم قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (الیٰ) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱) مسلمانو! جب تم نماز پڑہنا چاہو (اور بے وضو ہو) تو اپنے منہ دہوؤ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک (دہوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو۔ اور پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک (دہوو) اور اگر تمکو نہانے کی حاجت ہو۔ تو اچھی طرح پاک ہوجاؤ۔ اور جو تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ یا تم میں سے کوئی پائخانہ پھر کر آئے یا تمنے عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اور منہ اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اللہ تعالی

تمکو تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ تمکو پاک کرنا چاہتا ہے اور اپنا احسان تمپر پورا کرنا۔ اسلیے کہ تم شکر کرو۔

تمام مذاہب اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان آدمی کو نجاست ظاہری کے علاوہ نجاست حکمی کی ذیل کی صورتوں میں بھی بدن پاک کرنا واجب ہے (۱) حیض (۲) نفاس (۳) انزال منی (۴) جماع۔

غسل مسنون

شرعی غسل یعنے نہانے کا وہ طریقہ جو سنت کے موافق یا شرعی حکم کے مطابق ہے۔ شرع کا حکم ہے کہ بعض حالتوں میں آدمی کا جسم ایک حکمی نجاست کے ساتھ نجس اور بال بال کی جڑھ میں پانی پہونچانا شرعاً فرض ہے۔ مثلاً جنب کی حالت میں یا حیض یا نفاس کا خون بند ہوجانے کے بعد۔

غسل کے مواقع نو ہیں۔ ان میں سے تین موقعوں پر غسل کرنا فرض ہے (۱) جنابت یعنے منی کا جوش کے ساتھ نکلنا۔ یا حشفہ کا مفعول کی آگے یا پیچھے کی راہ میں غائب ہونا (۲) حیض کا خون آنا (۳) نفاس کا خون آنا۔ ایک موقع پر غسل واجب ہے اور وہ میت کا غسل ہے۔ چار موقعوں پر غسل کرنا سنت ہے (۱) جمعہ کے روز (۲) عید کے روز (۳) عرفہ کے روز (۴) احرام باندھتے وقت ایک موقع پر غسل مستحب ہے اور وہ کفر سے اسلام میں داخل ہوتے وقت ہے۔ (عا)

شرعی غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین بار ہاتھ دہوئے پھر استنجا کرے اور اسکے بعد بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو دہوئے۔ پھر وضو کرے۔ اگر پاؤں کی جگہ زمین پر پانی جمع ہوتا ہو۔ تو پاؤں نہ دہوئے۔ پھر سر پر تین چلو پانی ڈالکر بالوں کی جڑھوں تک پانی پہونچائے اس کے بعد سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے اور پاؤں اگر وضو میں نہیں دہوئے تھے تو آخر میں دہوئے۔

غسل میں بدن کو ملنا شرط نہیں ہے۔ اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ گئی تو غسل نہ ہوگا۔

غسلین

کپڑے کا دہوون۔ وہ لہو، پیپ جو دوزخیوں کے جسم سے جاری ہوگی (من)

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ (س۔ حاقہ۔ ع ۱) "آج یہاں اسکا کوئی بھی دوستدار نہیں اور زخموں کے دہوون کے سوا (اسکے لیے کچھ اور) کھانے کو بھی نہیں۔ اور یہ کھانا بس گنہگار ہی کھائینگے"۔

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ احوال قیامت میں لکھتے ہیں کہ غسلین دوزخ میں ایک چشمہ ہے جس میں کفار کی کثافت اور آلودگی جمع ہوتی ہے (غ)۔

غشاوہ

آنکھوں کا پردہ۔ سورۃ بقر کی آغاز کی آیات میں آیا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ان کے دلوں پر اور کانوں پر اللہ نے مُہر لگادی۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا) ہے اور (آخرت میں) ان کو بڑا عذاب (ہونیوالا) ہے۔

غصب

چھیننا۔ جبراً لے لینا۔ ظلماً وصول کرنا۔ شریعت نے اس قسم کے سلوک کی سخت ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (س۔ نساء۔ ع ۵) "مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں"۔

سعید ابن زید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بالشت بھر زمین بھی زور و ظلم سے لے لیگا۔ قیامت کے دن اس قطعہ زمین کو ساتوں

زمین کی انتہا سے لے کر طوق (بنایا جائیگا اور) اسکی گردن میں ڈالا جائیگا۔ اور فرمایا کہ خبردار! ظلم نہ کرو (اور) سنو کسی شخص کا مال اسکی خوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں"۔

اگر کوئی شخص کسی سے ایسی چیز غصب کرلے جسکی مثل ہو۔ مثلاً وہ چیز جو موزونات و مکیلات کی قسم سے ہو اور اسکے پاس وہ تلف ہوجائے۔ تو وہ اسکے برابر اسی قسم کی چیز کے مہیا کردینے کا ذمہ وار ہوگا۔ اگر وہ چیز غیر مثلی ہو تو اسکی قیمت کا ذمہ وار ہوگا۔ غاصب کو مجبور کیا جائیگا کہ غصب کردہ چیز واپس دے دے

اگر کوئی شخص کسی کی بکری غصب کرکے ذبح کرلے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اسکی قیمت لے لے اور ذبیحہ اسکے حوالہ کرے۔ یا ذبیحہ بھی لے لے اور جو نقصان ہوا ہے وہ بھی وصول کرے۔ غاصب کو حلال نہیں ہے کہ شے مغصوب سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائے۔ (قد)۔

غصے کو پی جانا دیکھو (کظیم۔ غیظ)

غضب غصہ میں آنا۔ خشمناک ہونا۔ کرودھ کرنا۔ بھڑک اٹھنا۔ شرع نے انسان کو غضب فرو کرنے اور غصہ کو دبانے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (س آل عمران ع ۱۴) (یعنے جنت تیار ہے پرہیزگاروں) اور غصہ کو فرو کرنے والوں کے لئے اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے"۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (صح)۔

یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے غصہ ایمان کو اسطرح خراب کردیتا ہے جسطرح ایلوا شہد کو خراب کردیتا ہے (مش)۔

یہ بھی روایت ہے کہ فرمایا آپ نے غضب شیطان (کے بہکانے) سے (پیدا ہوتا) ہے۔ اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے تو جب کوئی تم میں سے غصہ میں آئے تو اُسے وضو کرنا چاہیئے۔

غطفان بنو غطفان عرب کے ایک مشہور قبیلے کا نام ہے۔

غفار بروزن کتاب۔ بنو کنانہ میں سے ایک شخص تھا غفار بن ملیک بن ضمرہ بن بکر بن عبدمناف بن کنانہ۔ اسکی اولاد قبیلہ بنی غفار کے نام سے مشہور ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسکی قبیلہ سے تھے۔ (من وغیرہ)

غفور (ل) بہت بخشنے والا۔ خدا تعالیٰ کا نام ہے اسکے اور غفار کے ایک ہی معنے ہیں۔ مگر غفور میں مبالغہ ہے یعنے جو بڑے بڑے گناہ بخشنے اور اسکی بخشش اتم و اکمل ہو۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمالناموں سے محو کردے۔ یعنی حساب نہ لے۔ مواخذہ نہ کرے یا دنیا میں پردہ فاش نہ کرے۔ کیونکہ غفر کے معنے مٹانے اور چھپانے کے بھی آیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ فاطر رکوع ۵ میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ تا إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ بے شک اللہ آسمانوں (کو) اور (نیز) زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ (کہیں اپنی جگہ سے) ٹل (نہ) جائیں۔ اور (بالفرض) ٹل جائیں تو پھر اسکے سوا کوئی (بھی) نہیں جو ان کو تھام سکے۔ بے شک اللہ (بڑا) تحمل والا (اور بندوں کے گناہوں کا) بخشنے والا ہے۔

غلام

لونڈا۔ بردہ۔ قرآن شریف میں لونڈی غلاموں کا ان آیتوں میں ذکر آیا ہے۔

(۱) لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ تا لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ٥ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲)
تمہاری قسموں میں جو لایعنی ہیں ان پر تو خدا تم سے (کچھ) مواخذہ کرتا نہیں۔ ہاں پکی قسم کھاؤ (اور پھر اسکے خلاف کرو) تو خدا تمسے (اسکا) مواخذہ کریگا تو (اس پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل وعیال کو کھلایا کرتے ہو۔ یا ان ہی دس مسکینوں) کو کپڑا پہنا دینا یا ایک بردہ آزاد کر دینا پھر جسکو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (تو) کھالو (اور اس میں پورے نہ اترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو۔ اسطرح اللہ اپنے احکام تمسے کھول کھولکر بیان فرماتا ہے تاکہ تم اسکی شکر گذاری کرو۔ (کہ وہ تمکو ادب سکھاتا ہے)۔

(۲) وَالَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ تا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ٥ (س۔ مجادلہ۔ ع ۱) اور وہ اور وہ لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر لوٹ کر وہی کام کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں۔ (کہ نہیں کرینگے۔ تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا (چاہیئے۔ مسلمانو!) تمکو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ اسپر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔

(۳) فَکُّ رَقَبَۃٍ٥ اَوْ اِطْعٰمٌ تا ذَا مَتْرَبَۃٍ٥ (س۔ بلد۔ ع ۱) ترجمہ (گھاٹی سے مراد ہے کسیکی گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاصکر جبکہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا کھلانا)۔

(۴) وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ تا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ٥ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (مسلمانو!) اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے انکے جو نیکبخت ہوں۔ اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انکو غنی کر دیگا اور اللہ گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے۔

(۵) وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ تا الَّذِیْٓ اٰتٰکُمْ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (مسلمانو!) تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلاموں) میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو تم انکے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور مال خدا میں سے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے ان کو (بھی) دو۔

(۶) وَلَا تُکْرِہُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ تا غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥ (س۔ نور۔ ع ۴) اور (لوگو!) تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انکو دنیا کی زندگی کے عارضی فائدے کی غرض سے حرامکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انکو مجبور کریگا تو اللہ انکے مجبور کیئے گئے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱) برا ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجیے جو مجھے جنت میں لیجا داخل کرے۔ فرمایا۔ تو نے اگرچہ کلام میں بہت اختصار کیا ہے۔ مگر تیرا سوال بڑا لمبا چوڑا ہے۔ اچھا تو تو بردہ آزاد کر اور گردن خلاص کر (بیہقی)۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول اپنی لونڈی کو کہا کرتا تھا کہ جا اور ہمارے لئے خرچی کی کمائی سے کچھ لے آ۔ اسپر خدا تعالے نے آیت وَلَا تُکْرِہُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا نازل فرمائی۔ (مس)

(۳) ابو ایوب کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا

صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص (لونڈی)، ماں اور اسکے فرزند میں جدائی ڈالیگا (مثلاً ماں کو فروخت کردے اور اسکے فرزند کو رہنے دے۔ یا فرزند کو بیچ ڈالے اور ماں کو رہنے دے یا ایک کو ایک کے ہاتھ اور دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے) تو خدا قیامت کے دن اس میں اور اسکے پیاروں میں جدائی ڈالدیگا۔ (تر)۔

(۴) حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دو غلام عطا کئے جو دونوں بھائی بھائی تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کردیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ علی! تمہارا غلام کیا ہوا۔ میں نے اسکے بیچ ڈالنے کی خبر دی۔ فرمایا (بیع کو کرکے) اسے پھیر لو (بیع کو فسخ کر کے) (تر)۔

(۵) ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت بر لعنت کی جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں جدائی ڈالیں۔ (ابن)

(۶) ام المومنین حضرت ام سلمہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ اپنی مرض وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری پوری محافظت کرنا۔ اور لونڈی غلاموں کے حقوق کی رعایت کرتے اور انکے ساتھ ہمیشہ نرمی کے ساتھ پیش آتے رہنا۔ (مسند امام احمد)۔

(۷) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب تم میں سے کسیکا خادم اسکے لئے کھانا تیار کرکے لائے حالانکہ اس نے آگ کے سامنے بیٹھکر آگ کی گرمی اور دہوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے تو اسے اپنے ساتھ بٹھاکر اسکے ساتھ کھانا کھائے۔ اگر کھانا بہت ہی کم اور تھوڑا ہو تو اس میں سے خدمتگار کے ہاتھ پر ایک لقمہ یا دو لقمے رکھدے (مس)

(۸) حضرت جابرؓ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوتی ہیں خدا اسکی موت آسان کردیتا ہے اور (آخرت میں) اسے اپنی جنت میں داخل کریگا۔ (۱) ناتوانوں اور مسکینوں کے ساتھ نرمی کرنا۔ (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آنا (۳) لونڈی غلاموں کے ساتھ خوش خلقی (تر)

(۹) لیث کے بیٹے رافع سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک خوئی سے برتاؤ کرنا موجب برکت ہے۔ اور بد خلقی سے پیش آنا باعث بے برکتی۔ (ابو)

(۱۰) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو) میں تمہیں بتادوں کہ تم میں بدترین لوگ کون ہیں۔ وہ جو تنہا کھاتا اور اپنے غلام کو تازیانہ مارتا اور اپنی بخشش اس سے روک لیتا یعنی کچھ نہیں دیتا ہے۔ (مس)

(۱۱) معرور بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاری کو دیکھا کہ وہ ایک حلہ (جوڑا) پہنے ہوئے تھے اور انکا غلام بھی ویسا ہی حلہ پہنے ہوئے تھا جب ہم نے اسکی وجہ دریافت کی تو کہا مجھ میں اور ایک شخص میں گالی گلوچ ہوگئی تھی اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت جا لگائی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ ابوذر! کیا تم نے اسے ماں کی گالی دی ہے۔ پھر فرمایا کہ (تمہارے لونڈی غلام جو باعتبار آدم زاد ہونے کے تمہارے بھائی (ہیں) تمہارے اعوان و انصار ہیں۔ خدا نے انکو تمہارے قبضے میں کردیا ہے تو جسکا بھائی اسکے قبضے میں ہو اسے چاہئے کہ جیسا خود کھاتا ہے اسے کھلائے جیسا خود پہنتا ہے اسے پہنائے (بخ)۔

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام کا کھانا کپڑا اسکا حق ہے اور وہ (یعنی لونڈی غلام) اسی چیز کی تکلیف دئے جائیں جو ان کے بس کی ہو۔ (مس)۔

(۱۳) ابو ذر سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام تمہارے بھائی (بہن) ہیں۔ خدا نے انہیں تمہارا زیر دست کر دیا ہے تو جسکے بھائی (بہن) کو خدا اسکا زیر دست کر دے تو اسی قسم کا کھانا اسے کھلائے جس قسم کا خود کھاتا ہے۔ اور اسی طرح کا لباس پہنائے جیسا آپ پہنتا ہے۔ اور کسی ایسے کام کی (اول تو) تکلیف (ہی) نہ دے جو اس پر غالب آجائے۔ (اور کرتے بن نہ پڑے) اور اگر (احیاناً ایسے کام کی) تکلیف دے (بھی) جو اسکی طاقت سے باہر ہو تو خود اسکی مدد کرے (صح)

(۱۴) روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کے پاس ان کا داروغہ آیا تو انہوں نے فرمایا کیا تو غلاموں کو ان کی قوت دے آیا ہے۔ داروغہ نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو جلد جا اور انہیں ان کی قوت دے۔ کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو ایک یہی گناہ بس کرتا ہے کہ وہ اپنے مملوک سے اسکی قوت کو روکے۔ (مس)

(۱۵) ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی کہ ابو مسعود! معلوم کر کہ خدا تجھ پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ میں نے جو مونہہ موڑ کر دیکھا تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے جلدی سے عرض کیا یا رسول اللہ اس غلام کو میں نے خدا کی خوشنودی کرنے کے لیے آزاد کر دیا۔ فرمایا۔ اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھے جھلس دیتی (مس)

(۱۶) ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ جو شخص اپنے غلام کو حد مارے حالانکہ غلام اس (گناہ) کا مرتکب نہیں ہوا ہے۔ (جو موجب حد ہے) یا (ناحق) اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ بس یہی ہے کہ غلام کو آزاد کر دے (مسلم)

(۱۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنی لونڈی غلام کو عیب لگائے حالانکہ وہ (اس عیب) سے بری ہے تو عیب لگانے والا قیامت کے روز تہمت لگانے کی حد مارا جائیگا۔ ہاں اگر لونڈی غلام ویسا ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے تو اس صورت میں اسپر کچھ الزام نہیں۔ (صح)

(۱۸) حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم خدمتگاروں کے قصوروں سے کتنی دفعہ درگذر کیا کریں۔ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ اس نے پھر اسی بات کو دہرایا۔ حضور اب بھی خاموش ہو رہے تیسری مرتبہ جب اس نے دریافت کیا تو فرمایا ہر روز ستر دفعہ درگذر کیا کرو۔ (ابو۔ تر)۔

مکاتب کے سوا دوسرے غلاموں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک مکاتب کی کھیتی میں عشر واجب ہے۔ اسکے سوا اسکے اور کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ امام ابو ثور کے نزدیک مکاتب پر مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں

قرآن مجید میں یہ لفظ بیٹے کے معنے میں بھی آیا ہے

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ (س۔ آل عمران۔ ع ۴)

عرض کیا۔ اے میرے پروردگار میرے ہاں کیسے لڑکا ہوسکتا ہے اور (میرا حال یہ ہے کہ) مجھ پر بڑھاپا آچکا ہے

اور میری بی بی بانجھ ہے۔

غلول دغا۔ فریب۔ مکر۔ دہوکا۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا جسکی شریعت نے سخت ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ آل عمران کے رکوع ۱۷ میں ارشاد ہے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۷) اور پیغمبر (کی شان) سے (نہایت) بعید ہے کہ (پیغمبر ہوکر) خیانت کرے۔ اور جو (جرم) خیانت کا مرتکب ہوگا۔ تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن (خدا کے روبرو بعینہ وہی چیز) اسکو لا حاضر کرنی ہوگی۔ پھر جس نے جیسا کیا ہے اسکو اسکا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور کسی پر (کسی طرح کا ذرہ) ظلم نہیں ہوگا۔"

غم خدا کے نیک بندوں پر خدا کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ جن سے انکا امتحان مقصود ہوتا ہے اور یہ دکھانا مطلوب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو خدا کی محبت کا دم بھرتے ہیں یہ اپنے دعوے میں کہانتک سچے ہیں جسقدر اولیاء اللہ اور دوسرے نیک بندے گذرے ہیں وہ ہمیشہ غمگین رہتے تھے اور کہتے تھے کہ غم سے دل ایسا صاف ہوجاتا ہے جیسے صابون سے کپڑا۔ قرآن وحدیث میں غم کے بیشمار فائدے مذکور ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۂ ۲۔ آیت ۱۵۵ و ۱۵۶ رکوع ۱۹ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ تا رٰجِعُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۱۹) اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا اور کشایش کی) خوشخبری سنا دو۔ یہ لوگ جب انپر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کیطرف لوٹ جانیوالے ہیں۔

غمرات جمع غمرہ۔ گرداب۔ بھنور۔ پانی کی گہرائی۔ سختی۔ مصیبت۔ موت کی سختی۔ موت کی بیہوشی۔ آخری معنے میں یہ لفظ قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ (س انعام۔ ع ۱۱) اور (اے پیغمبر) کاش تم (ان) ظالموں کو اسوقت دیکھو کہ موت کی بیہوشیوں میں (پڑے) ہیں اور فرشتے (انکی جان نکالنے کے لئے طرح طرح کی) دست درازیاں کر رہے ہیں۔"

غناء راگ۔ سرود۔ اس مسئلے میں آیات واحادیث متعارض واقع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ تا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ یعنی بعض آدمی وہ ہے جو بیہودہ بات خرید کرتا ہے تاکہ خدا کے راستے سے گمراہ کرے بغیر علم کے اور اسکو مسخری بنائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکو رسوا کرنیوالا عذاب ہوگا۔" یہ آیت راگ کی حرمت میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبھی کوئی راگ سے اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالے اُسکے کندھوں پر دو شیطان بھیجدیتا ہے جو اسکے سینے پر اپنی ایڑیاں مارتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ راگ سے باز آتا ہے۔ (الکبیر للطبرانی)

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے عزوجل نے گانے والی لونڈی کو اور اسکی خریداری کو اور اسکی قیمت کو اور اسکی تعلیم کو حرام کر دیا ہے۔ (اوسط للطبرانی)۔

(۳) ابو مالک اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے گروہ ہوں گے
جو شراب اور ریشمی لباس اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔
(بخ)

(۴) قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر
شراب اور سامان لہو اور مطرب عورتیں حرام کردی ہیں
(ابو)

(۵) ابوالشیخ نے مکحول کی روایت سے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور مرسل روایت کیا ہے۔
کہ باجوں کا سننا گناہ ہے۔ اور ابوداؤد ابن عمرؓ سے
روایت کرتا ہے کہ ابن عمر کو مزمار کی گت سنائی دی
تو آپ نے دونوں ہاتھوں دونوں انگلیاں اپنے
دونوں کانوں پر رکھ لیں۔

(۶) عقبہ بن عامر سے اصحاب سنن اربعہ نے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان
کا کھیلنا باطل (یعنی حرام) ہے مگر تین (موقعوں پر (یعنی
اپنی کمان سے (تیراندازی کی) مشق کرنا اور اپنے گھوڑے کو
سے سدھانا اور اپنی بیبیوں سے دل لگی کرنا۔

(۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راگ دل میں نفاق پیدا
کرتا ہے جسطرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے (شعب الایمان)

راگ کے مباح ہونے کی دلیلیں

مذکورہ بالا احادیث تو راگ اور باجوں
کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ کچھ اور
احادیث ہیں جو ان کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے۔
اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں بیٹھی بعاث[1] کا گیت
گارہی تھیں (ساری حدیث صحیحین میں ہے)۔
اور ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر ان کے پاس آئے
اور انکے پاس دو لڑکیاں دف بجاتی اور گاتی تھیں۔ اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے سے مونہہ ڈھانپا ہوا
تھا تو ان (لڑکیوں) کو ابوبکر نے منع کیا۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے مونہہ کھولکر فرمایا۔ ابوبکر ان کو
چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ خوشی کے دن ہیں۔

(۲) سبیل الرشاد میں مذکور ہے کہ جب نبی صلے اللہ
علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور بنی نجار کے
قبیلے میں فروکش ہوئے تو قبیلہ مذکور کی لڑکیاں اس شعر
کے ساتھ گاتی بجاتی تھیں ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی نَجَّارٖ
وَحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٖ

ترجمہ۔ ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ اور کیا
مبارک بات ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمسایہ ہوئے

(۳) بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے غزوہ تبوک سے تشریف لانے کے وقت عورتوں کے
یہ شعر پڑھنے کے متعلق ہے ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعٖ

ترجمہ۔ ثنیات الوداع سے ہم پر بدر نے طلوع کیا
جب تک دعا کرنیوالا دعا کرتا رہیگا ہم پر شکر ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انکی شعر خوانی دف
اور خوش آوازی کے ساتھ بیان کی ہے۔

(۴) محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال اور حرام کے درمیان
فرق یہ ہے کہ نکاح میں سب دف بجائیں اور گائیں
(تر۔ ابن ما)۔

(۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولخدا

---

[1] بعاث بضم با، مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں اوس
اور خزرج کے قبیلوں کی بابت جنگ عظیم واقع ہوئی تھی پھر آخر میں
صلح ہوگئی اور دونوں قبیلے متفق ہے ۱۲-

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کرو۔ اور اس پر دف بجاؤ (ت)

(۶) ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس اسوقت تشریف لائے جبکہ میں نکاح کے بعد شوہر کے گھر بھیجی گئی تھی۔ پس میرے فرش پر بیٹھ گئے۔ لڑکیاں دف بجا بجا کر اپنے اپنے باپوں کے مرثئے پڑھنے لگیں جو جنگ بدر میں کام آئے تھے اور ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ کہا۔ "وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ"۔ یعنی ہم میں وہ نبی ہے جو کل کے آنیوالی بات جانتا ہے"۔ پس آپ نے فرمایا۔ اسکو چھوڑ اور وہی گا جو پہلے گا رہی تھی۔

(۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت (نکاح کے بعد) شب عروسی میں انصار میں سے ایک آدمی کیطرف (جو اسکا شوہر تھا) بھیجی گئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ سامان سرود نہ تھا۔ کیونکہ انصار کو گانا بجانا اچھا لگتا ہے (خ)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس انصار کی لڑکی تھی جسکا میں نے نکاح کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! کیا تو گانے کا سامان نہیں کراتی۔ کیونکہ اس قبیلہ انصار کو گانا پسند ہے (صحیح ابن حبان)۔

(۹) عامر بن سعدؓ سے مروی ہے کہ میں قرظہ بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس شب نکاح میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ لڑکیاں گا رہی ہیں۔ میں نے کہا اے مصاحبان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل بدر کیا تمہارے ہاں ایسے کام کئے جاتے ہیں (ان میں سے ایک) بولا۔ اگر تم چاہو تو ہمارے پاس بیٹھ کر سنو۔ اور اگر چاہو تو چلے جاؤ۔ ہم کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں گانے بجانے کی اجازت دیدی ہے۔ (ن)

روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بار راستے میں چلے جا رہے تھے۔ باجے کی آواز سنکر پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ بیان کیا گیا کہ ختنہ کی شادی ہے تو آپ خاموش ہو گئے اور منع نہیں فرمایا۔

فیصلہ چونکہ راگ کی حلت اور حرمت میں متعارض نصوص آئی ہیں۔ اسلئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً اسکی حرمت کا فتوے دیا ہے جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے کہ دلائل کے تعارض کے وقت حرمت کو اباحت پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہانتک کہ آپ نے ولیمہ میں بھی گانا جائز نہیں رکھا۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الکراہیتہ میں اس مضمون کی عبارت آئی ہے کہ جو شخص ولیمہ یا کسی دوسری ضیافت میں مدعو کیا جائے تو وہ (وہاں) کھیل کا سامان یا گانا پائے تو وہاں بیٹھے۔ اور کھانا کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خود ایک بار اس میں مبتلا ہو گیا تھا تو میں نے صبر کیا تھا۔ صاحب کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کے سامان سب حرام ہیں یہانتک کہ ترسل مار مار کر گانا بھی حرام ہے۔ اور اسی لیئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے "مبتلا ہو گیا" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ کیونکہ مبتلا ہونا حرام چیز ہی سے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حرمت سرود کی احادیث کو اس گانے بجانے پر محمول کیا ہے جو محض کھیل اور دل لگی کے لیئے ہو۔ یا اس میں فتنے کا خوف ہو۔ اور جو گانا بجانا کسی غرض صحیح پر مبنی ہو۔ مثلاً نکاح کے اعلان یا ایسے ہی کسی دوسرے امر پر۔ اسکو وہ مباح سمجھتے ہیں۔ کتب حنفیہ میں بھی ایسی روایت موجود ہے چنانچہ ہدایہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ "غازیوں کا نقارہ اور وہ دف جسکا بجانا بیاہ میں مباح ہے اسکے ضائع کرنے سے ذمہ واری لازم آتی ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ راگ کی حرمت میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ اس گانے پر محمول ہیں جو شہوت اور اور عشق مجازی سے دل کی شیطانی مرادیں پوری کرتا ہے۔ لیکن جو گانا خدا کی محبت پیدا کرتا ہے۔ وہ بذات خود مباح ہے۔ جب گانا سننا شادی کے موقعوں میں خوشی بڑھاتا ہے۔ تو اگر وہ خوشی مباح ہے تو وہ گانا بھی مباح ہے چنانچہ عید کے روز اور نکاح کے موقعہ پر۔ اور کسی بچھڑے ہوئے عزیز کی آمد پر۔ اور ولیمہ کی دعوت کے وقت اور بچے کی پیدائش کی تقریب پر۔ اور عقیقہ اور ختنے کے دن اور حفظ قرآن کی آمین کے دن۔ وغیرہ وغیرہ۔

خزانہ اور کافی میں لکھا ہے کہ گانے بجانے وغیرہ کی حرمت لہو کے ساتھ مقید ہے۔ اور گانا بجانا لہو کے بغیر کسی اور غرض کے لئے ہو۔ جیسے نکاح کے وقت اور ولیمہ میں۔ اور غازیوں کی تیاری اور قافلے کے کوچ کے وقت۔ اور بندگان خدا یعنی صوفی لوگوں کے دل کو رقت میں لانے کے لئے جن سے خدا راضی ہے حنفیہ کے مذہب میں حرام نہیں۔

اتتناع میں ہے کہ راگ سننے سے رقت قلب اور خشوع اور وصال الٰہی کے شوق کا جوش اور اسکے قہر اور عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور جس امر کا نتیجہ یہ ہو وہ ایک عبادت ہے اور جب گانا سننا ایسا ہو تو اس میں کھیل اور بیہودگی کا کیا دخل ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر علمائے ظواہر میں سے ہیں اور اولیاء اللہ کے رئیس ہیں عوارف میں فرماتے ہیں کہ اَلسَّمَاعُ یَسْتَجِیْبُ الرَّحْمَۃَ مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ۔ یعنی سماع خداوند کریم کی رحمت لاتا ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان عالیشان خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے بارے میں فرمایا ہے کہ "نہ انکار میکنم و نہ این کار میکنم"۔ یعنی میں نہ انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں۔ چونکہ ان کے طریقے کی بنا کمال اتباع سنت پر ہے۔ اور یقین ہے کہ گانا سننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا دستور نہ تھا اسلئے اُنہوں نے منع فرمایا کہ "نہ این کار میکنم" اور چونکہ انکے نزدیک سماع کی حرمت ثابت نہیں تھی اس لئے فرمایا کہ "نہ انکار میکنم"۔ اگر وہ حرام سمجھتے تو ضرور انکار کر دیتے۔

پس جب اعلان نکاح کے لئے دف کا بجانا حلال یا مستحب ہے۔ تو ڈھول اور نقارہ اور طنبور وغیرہ میں بمقابلہ دف کے کونسا فرق ہے۔ کھیل اور بیہودگی کے لئے سب حرام ہیں اور صحیح غرض کے لئے سب حلال ہو سکتے ہیں۔ نکاح کا اعلان ہر چیز سے ہو سکتا ہے دف وغیرہ میں فرق کرنا ایک نامعقول بات ہے۔

مزامیر کی حرمت کو تسلیم کرنے کی تقدیر پر حرمت قطعی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دلیل قطعی حرف محکم آیت یا متواتر حدیث یا اجماع امت ہوتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرات کا اہل غنا کے حق میں یہ کہنا کہ لِاَھْلِہٖ مُبَاحٌ یعنے جو اسکے اہل ہیں ان کو مباح ہے۔ حق ہے۔ لیکن موجودہ درویش لوگ اسکے اہل نہیں ہیں بلکہ یہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ وجد کرتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس زمانے میں کوئی شخص اس جماعت سے نہیں ہے جو اسکی اہل تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمَۃٌ الخ یعنی میری امت میں برابر ایسا گروہ موجود رہیگا جو خدا کے حکم پر قائم ہوگا انکی پرواہ چھوڑ دینے والا شخص انکا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔ اور نہ وہ شخص جو انکی مخالفت کریگا۔ اور فرمایا۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھَا خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھَا یعنے میری امت کی مثال مینہ کی سی ہے

جسکی نسبت معلوم نہیں کہ اسکا اول اچھا ہے یا آخر۔

برادرمن! اہل وجد تین قسم کے ہیں۔ایک تو اہل کمال ہیں جنکے باطن میں دردِ الٰہی پیدا ہوجاتا ہے اور انکو بے اختیار کر دیتا ہے۔یہ جماعت خدائی گروہ ہے۔اسکا انکار خرابیٔ دین کا موجب ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حالات کو پیدا کرنیکے لئے راگ سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس تدبیر سے واردات حاصل کریں۔یہ بھی محمود ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو ریا کے طور پر وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ انکو اہل کمال سمجھیں۔یہ لوگ فاسق اور بدعتی ہیں۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکلف سے وجد کرنے کی ایک قسم مذموم ہے اور یہ وہ ہے جس سے دکھاوا اور احوال شریفہ کا اظہار مقصود ہو۔

اور ایک قسم محمود ہے۔اور وہ احوال شریفہ کی تلاش کا ذریعہ ڈھونڈھنا۔اور ان احوال کو اس تدبیر سے پیدا کرنا اور حاصل کرنا ہے کیونکہ کسب کو احوال پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے۔اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسے قرآن کی قرأت میں رونا نہ آئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ تکلف سے رونی صورت اور غمگین شکل بنائے۔کیونکہ ان حالات میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انکے شروع شروع میں تکلف کیا جاتا ہے اور انجام کار وہ احوال سچ مچ پیدا ہوجاتے ہیں۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ سماع میں جس شخص کو وجد طاری ہوتا دیکھیں اسکا انکار نہیں کرنا چاہئے۔

(رسالہ ازالۃ العنود فی مسئلۃ السماع ووحدۃ الوجود مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح)

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ راگ کا جواز مذکورہ ذیل شرطوں پر موقوف ہے۔

(۱) راگ گانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔

(۲) بیہودہ اور فحش باتیں راگ میں نہ کہی جائیں۔

(۳) راگ سننے والوں کی غرض خواہش نفسانی کا پورا کرنا نہ ہو۔بلکہ وہ سب کے سب یادِ حق میں مستغرق ہوں

(۴) مزامیر اور سازوں سے راگ نہ گایا جائے۔بس اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ ہو تو راگ سننا حرام ہے۔(ف)

غنی اللہ تعالےٰ کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے۔جسکے معنے ہیں بے پرواہ۔قرآن مجید میں یہ اسم کئی جگہ آیا ہے۔سورۃ بقر رکوع ۳۶ میں ارشاد ہے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ۔یعنی اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔

سورۃ فاطر کے تیسرے رکوع میں آیا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ لوگو تم (ہمہ وقت) اللہ کے محتاج ہو۔اور اللہ (جو ہے تو) وہی بے نیاز ہے (اور ساری) خوبیاں رکھتا ہے۔

سورۂ ممتحنہ میں ہے وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ جو شخص منہ پھیریگا تو اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے۔

غوث (ل) فریادرس۔وہ شخص جس سے مدد طلب کی جائے اور وہ فریاد سنکر مدد دینے والا ہو۔(ص۔و) میں ولایت کے درجوں میں سب سے بڑے درجہ کا ولی غوث ہوتا ہے۔بعض کے نزدیک غوث سے بھی بڑا درجہ قطب کا ہوتا ہے۔غیاث اللغات میں منقول ہے کہ قطب کے دائیں بائیں دو غوث ہوتے ہیں۔پس اس لحاظ سے قطب کا درجہ غوث سے بڑا ہوا۔

غول غول سے مراد وہ بھوت ہے جو بیابان میں طرح طرح کی شکلوں میں نمودار ہوکر راہروؤں اور مسافروں کو ڈراتا ہے اور اسکی بنا عموماً ڈرپوک طبائع

کے تخیلات تو ہمات سے ہوتی ہے اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ شریعت غول کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لَاعَدْوٰی وَلَاصَفَرَ وَلَاغُوْلَ (س) یعنے نہ کسیکو کسی سے بیماری لگتی ہے اور نہ ماہ صفر کی کوئی نحوست ہے جو اثر کرتی ہے اور نہ غول کوئی چیز ہے۔

غیب (۱) پوشیدہ۔ اس پوشیدگی کی کئی قسمیں ہیں اول اضافی۔ کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے مگر اس شخص سے جو کوس دو کوس دور ہے غائب اور غیب ہے۔ یہانتک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں اگر ایک سے غیب میں ہیں تو دوسرے کے نزدیک موجود ہیں۔ اس قسم کا غیب خاصۂ خدا نہیں۔ کیونکہ یہ غیب مطلق نہیں۔ بلکہ من وجہ مشہود ہے۔ اسکو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا۔ جنات اکثر اسی قسم کے غیب کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے۔ اور اب بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں۔

دوم۔ عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثال کی چیزیں عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم میں نہیں آئی۔ بلکہ آئندہ آتی ہیں یا چلی گئی ہیں۔ اب وہ نہ ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ ان کانوں سے سنی جاسکتی ہیں نہ ان ہاتھوں سے ٹٹولی جاسکتی ہیں۔ نہ ناک سے سونگھی جاسکتی ہیں نہ زبان سے چکھی جاسکتی ہیں۔ اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے۔ مگر یہ بھی غیب مطلق نہیں جسکو غیب الغیب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں عالم ملکوت کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کبھی روح خواب میں جبکہ اُسکو کثافت جسمانیہ سے نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ ان چیزوں میں سے بعض یا کل کو دریافت کرلیتی ہے۔ اور اسی طرح اہل کشف صادق بحالت بیداری اپنی روحانی تجلی میں دریافت کرلیتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف ہے جسمیں روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اس عالم غیب کی چیزیں دکھائی گئیں اور اسلیئے اشراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزوں سے واقف ہوجاتے ہیں اور کاہن اور رمال و جفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ اڑتی ہوئی بات معلوم کرکے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب میں ڈھالتے ہیں مگر چونکہ ان قواعد کی غلطی یا ان سے استنباط کی لغزش اور اسیطرح خواب و مکاشفہ میں قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے مرتبے میں کر دیتی ہے۔ یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جسقدر طریقے ہیں علی قدر مراتب ان میں غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اسلیئے ان کے جاننے کو علم یعنے یقین نہیں کہہ سکتے۔ پس اس قسم کا غیب بھی اُس کی طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے جسکی یہ احتیاط کیجاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور قوت فکریہ و قوت وہمیہ و خیالیہ آگے سے اور عادات و طبائع سامنے سے اس میں کچھ بھی دست اندازی نہ کریں۔ رمالوں جفاروں نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے غیب میں تو ہزاروں من کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے مکاشفات میں بھی یہ محافظت نہیں ہوتی اسلیئے انکو بھی آخر الامر کتاب و سنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ جو وحی کے اقسام سے ہیں اور اسی لیئے اور مکلفین کو بھی انکے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا۔ اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھہرائے گئے ہیں۔

تیسری قسم غیب الغیب اور غیب مطلق ہے جسکو حق سبحانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں کہ جنکے جاننے کی کسی ممکن میں قدرت ہی نہیں اور یہ ایک بے انتہا غیب ہے

لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا هُوَ۔ اور بعض ایسی بھی ہیں جنکو ملائکہ مقربین وحاملان عرش جان توسکتے ہیں مگر نہیں بتلائی جاتیں۔ اور بعض ایسی ہیں کہ کبھی بتلائی بھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۰ (س۔جن۔ع۲) یعنے اللہ غیب جاننے والا ہے۔ اپنے غیب پر ایک کو واقف نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔ پھر اسکے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کر دیتا ہے۔ (لقت)۔

غیبت غیبت کے معنے ہیں کسیکو اسکے پس پشت برا کہنا عام اس سے کہ وہ برائی اس میں ہو یا نہ ہو ہے تو نری غیبت ہے اور نہیں تو غیبت کے ساتھ بہتان بھی۔ شریعت میں غیبت کی بڑی مذمت آئی ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (س۔حجرات۔ع۲) (مسلمانو!) اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو (یقیناً) تمکو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے۔

ابوسعید اور جابر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ آدمی زنا کرکے توبہ کرتا ہے تو خدا اسکی توبہ قبول کرلیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی تاوقتیکہ وہی شخص بخشے جسکی غیبت کی۔ (مش)۔

غیب کی خبر بتانا دیکھو (کہانت)۔

غیرت غیرت جسکا تعلق مذہبی واخلاقی خودداری سے ہے وہ داخل اسلام ہے۔ لیکن جو غیرت آدمی کو ایک وحشی بنادے وہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث میں ایک طرف غیرت وخودداری کی تعریف آئی ہے۔ اور دوسری طرف شدت غیرت کے باعث اپنی بیویوں کی حرکات وسکنات کو تاڑتے رہنے اور انکی قیدیوں کی سی نگرانی کرتے رہنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔

غیر ظاہر المذہب (ص۔ف) میں ان مسائل کا نام ہے۔ جو مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر کبیر میں نہ ہوں۔ خواہ امام محمدؒ کی دوسری کتابوں مثلاً کیسانیات۔ رقیات۔ جرجانیات۔ ہارونیات میں ہوں یا کسی اور کی تصنیفات میں جیسے حسن بن زیاد کی کتاب مجرد (مقدمہ عمدۃ الرعایہ)

غیر مہدی مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا شیعی الاصل فرقہ ہے جسکا بانی سید محمد نام جے پور کا باشندہ ایک شخص ہے۔ غیر مہدی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سید محمد ہی مہدی موعود ہے۔ وہی بارہواں امام ہے اب اسکے بعد اور کوئی مہدی نہیں آئیگا۔ یہ لوگ سید محمد کی پیغمبروں کے برابر تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ اسکے گھر کو کعبۃ اللہ سمجھتے ہیں اور اسکی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور اسکے بعد ایک کلمہ کا ورد کرتے ہیں جس میں اللہ اور اسکے رسول اور قرآن مجید اور مہدی کی سچائی اقرار ہوتا ہے۔

بابُ الفاء

فاتحہ سورۃ فاتحہ۔ قرآن مجید کی پہلی سورت کا نام ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العلمین ۝ الرحمن الرحیم ۝
ملک یوم الدین ۝ ایاک نعبد و ایاک
نستعین ۝ اھدنا الصراط المستقیم ۝
صراط الذین انعمت علیھم غیر
المغضوب علیھم ولا الضالین ۝ اس
سورۃ کا نام فاتحۃ الکتاب ہے اسلئے کہ قرآن مجید کا
آغاز اسی سے ہوتا ہے۔ یہ سورۃ مکّی ہے۔ بعض مدنی
کہتے ہیں۔ مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور
مدنی بھی ہے۔ ایک بار مکہ میں نازل ہوئی جب نماز فرض
کی گئی۔ پھر مدینہ میں نازل ہوئی جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔
اسکا نام ام الکتاب اور ام القرآن بھی ہے۔ کیونکہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس شخص
کی نماز نہیں ہوتی جو ام القرآن نہ پڑھے۔ سورہ وافیہ
اور سورہ کافیہ بھی اسکا نام ہے۔ اسلئے کہ یہ قرآن کے
اکثر مضامین پر جامعیت کے ساتھ مشتمل ہے سورۃ
الکنز بھی اسکا نام ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی میں آیا ہے
کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ فاتحۃ الکتاب
کنز من کنوز عرشی یعنی فاتحۃ الکتاب میرے
عرش کے خزانوں سے ایک خزانہ ہے۔ سورہ شفا
اور سورہ شافیہ بھی اسکا نام ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاتحۃ الکتاب شفاء من
کل داء الا السام۔ سورۃ المثانی بھی اسکا نام ہے
کیونکہ وہ ہر نماز میں دو دو بار پڑھی جاتی ہے۔ سورۃ
الصلوٰۃ بھی اسکو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نماز میں پڑھنی
واجب اور بعض مذاہب کے نزدیک فرض ہے۔
سورۃ الحمد اور سورۃ الاساس بھی اسکو کہا جاتا ہے
کیونکہ وہ قرآن مجید کی اساس (بنیاد) ہے۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ جب تو بیمار ہوجائے یا تجھے صحت
کی شکایت ہو۔ تو اساس (الحمد) کو لازم پکڑ۔ سورہ الحمد
اسلئے کہ اس میں خدا کی حمد درج ہے۔ یہ سات آیات ہیں (مد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعید بن المعلیٰ رضی
سے فرمایا۔ کیا نہ سکھلاؤں میں تجھکو ایسی سورت جو قرآن
میں (از روئے فضائل) سب سورتوں سے بڑی ہے۔
پھر فرمایا وہ سورۃ الحمد للہ رب العلمین ہے۔ وہ سات آیات
ہیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں۔ اور قرآن ہے بڑا کہ دیا گیا ہے
مجھکو۔ اس حدیث کے آخری کلمات میں اس آیت کیطرف
اشارہ ہے ولقد اتینٰک سبعا من المثانی
والقرآن العظیم یعنی (اے پیغمبر) دیں ہم نے
تمکو سات آیتیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں نماز میں یا ثنا کیگئی
ہے۔ ان کی فصاحت و اعجاز کے متعلق۔ اور دیا ہم نے
تم کو قرآن عظیم۔ اس سے مراد فاتحہ ہے۔ چونکہ یہ قرآن
کا جزو اعظم۔ اس لئے اسکو قرآن عظیم سے تعبیر فرمایا (مظ)

فاسق

فسق کے اصلی معنے تو ہیں خروج کے۔ بولا کرتے
ہیں فسقت الرطبۃ عن قشرھا۔
والفارۃ من جحرھا۔ ای خرجت۔ (یعنی چھوہارا
چھلکے سے اور چوہا اپنے بل سے نکل باہر ہوا) لیکن
شریعت میں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوکر خدا کی طاعت
سے باہر ہونے یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے کو فسق کہتے
ہیں۔ تو فاسق کے شرعی معنے ہوئے مرتکب گناہ کبیرہ۔
فاسق کی دعوت قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ عمران بن حصین سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاسق
کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا (مش) فاسق
کی گواہی بھی مقبول نہیں ہوتی۔
انس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کیجاتی ہے۔
تو خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے
(مش)۔
فاسق کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث
میں ہے۔ یجوز الصلوٰۃ خلف کل برٍّ و فاجرٍ

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔

فاسق کو امام بنانا اچھا نہیں ہے۔ جواز نماز کا یہ معنے ہے کہ اگر ایسا شخص نماز پڑھانے کھڑا ہو گیا تو اسکے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ بہر حال ایسے شخص کو امامت کے لیئے انتخاب کرنا جائز نہیں ہے۔

فاطر کسی چیز کو بغیر نمونہ اور مادے کے بنانا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

فاطمہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی لڑکی تھیں۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اُلفت تھی۔ پیدائش انکی بقول ابن جوزی نبوت سے پانچ برس پہلے ہوئی اور نکاح پندرہ برس پانچ مہینے کی عمر میں حضرت علی سے غزوہ احد کے بعد ہوا۔

فاطمہ انہیں اسلیئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالے قیامت کے دن انکو اور انکی اولاد کو آتش دوزخ سے یکسو رکھیگا۔

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ پکڑ کر جبین مبارک پر بوسہ دیتے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے۔ اور اسیطرح جب کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لاتے تو یہ تعظیم کے لیئے اُٹھ کھڑی ہوتیں اور استقبال کر کے آنجناب کا ہاتھ پکڑتیں اور اپنی جگہ بٹھلاتیں۔ زاکیہ۔ راضیہ اور بتول حضرت سیدہ کے القاب سے ہیں اور وجہ تلقیب بہ بتول یہ ہے کہ بتل بمعنے قطع ہے سو حضرت سیدہ فضل و کمال و حسن و جمال میں عورات عالم سے منقطع تھیں۔ اور بہ سبب بہجت اور نورانیت و بینیہ کے زہرا کہلاتی تھیں۔ آپ کو بتول اسلیئے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ دنیا سے بکلی منقطع تھیں۔

حال انکے نکاح کا یوں ہے کہ جب یہ جوان ہوئیں تو اول حضرت ابوبکر صدیق نے اور بعدہٗ عمر فاروق نے خواہش نکاح کی حضرت سیدہ سے ظاہر کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی وہ چھوٹی ہے۔ تب حضرت علی نے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ مرحباً واہلاً۔ بعد ازاں حضرت نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ وہ خاموش ہو رہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا جہاد کے لیئے ضرور ہے زرہ کو بیچو۔ اُنہوں نے چار سو اسی (۴۸۰) درہم کو زرہ بیچی۔ حضرت عثمان نے خرید کر قیمت ادا کر کے زرہ بھی واپس کر دی۔ آنحضر صلے اللہ علیہ وسلم نے دراہم لیکر اپنے پاس رکھے۔ پھر آنجناب نے ایک مٹھی دراہم لیکر بلال کو دئے اور فرمایا کہ اسکی خوشبو لے آؤ۔ اور اہلبیت سے ارشاد کیا کہ فاطمہ کا سامان تیار کرو۔ چنانچہ ایک چارپائی بنائی گئی اور ایک توشک چمڑے کی تیار ہوئی۔ جس میں درخت خرمے کا پوست بھرا گیا۔ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ ایک کملی مخطط اور ایک مشک اور ایک تکیہ چرمی بھی جہیز میں تھا۔ (کذا فی المواہب)۔ غرض کہ آپ نے حضرت علی سے نکاح کر دیا اور چار سو مثقال چاندی مہر قرار دیا۔

بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاحیات سیدہ دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ایک مرتبہ حارث ابن ہشام برادر ابوجہل نے علی مرتضے سے درخواست کی کہ تم مسماۃ عورا بنت ابی جہل سے نکاح کرو۔ یہ حال سنکر حضرت سیدہ رض نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تب حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا خبردار ہو کہ بنی ہشام بن مغیرہ کی اولاد مجھسے اسکی اجازت مانگتی ہے کہ اپنی بیٹی کو علی مرتضے ابن ابیطالب سے نکاح کریں۔ سو میں انکو اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابوطالب کا بیٹا یہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے

اور انکی بیٹی سے نکاح کرلے۔

عمر حضرت فاطمہؓ کی اٹھائیس برس کی اور ایک روایت میں ہے کہ انتیس (۲۹) برس کی ہوئی۔ اور وفات بروز سہ شنبہ بتاریخ سوم رمضان سللہ ھ میں واقع ہوئی اور قبر شریف بروایت صحیحہ جنت البقیع میں ہے (الفز)۔

ان کا شمار ان چار خدا پرست خاتونوں میں ہے جو دنیا بھر کی خواتین سے عالیجاہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) آسیہ زوجۂ فرعون۔

(۲) مریم اُمّ عیسٰے علیہ السلام۔

(۳) خدیجۃ الکبرٰے رضی اللہ عنہا۔

(۴) فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ اپنی تمام صاحبزادیوں سے زیادہ عزیز تھیں۔ آپ نے وفات سے بیشتر حضرت فاطمہؓ کو بشارت دی تھی کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے مجھ سے تم ملوگی اس خوشخبری سے حضرت فاطمہ کو خوشی ہوئی۔ اور آپ کی زبان مبارک سے آپ کے قرب انتقال کی خبر سنکر انکو جو صدمہ ہوا تھا اسکی بہت کچھ تلافی ہوگئی۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت فاطمہ نے انتقال کیا۔ انکی زندگی میں حضرت علی نے دوسری شادی نہیں کی اور نہ انکو شرعاً اسکی اجازت تھی۔

فال حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ شگون کوئی چیز نہیں اور اچھا شگون فال نیک ہے لوگوں نے عرض کیا فال کیا ہے۔ فرمایا نیک کلمہ ہے جو تم میں سے کوئی سنے (مش)۔

مطلب یہ ہے کہ برے شگون کی کوئی اصلیت نہیں جیسے کہ ایام جاہلیت میں عام لوگ اور آجکل بھی بعض جہلا بعض پرندوں کی اڑان سے نحوست وسعادت کے آثار قرار دے لیتے ہیں اور ان کے مقاصد میں اس استلزام بالا میں سے کئی قسم کی رکاوٹیں واقع ہوتی ہیں۔ شریعت نے اس سے قطعی ممانعت کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اسکا کوئی اثر نہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

جائز قسم کی فال یہ ہے کہ مثلاً کوئی بیمار ہے۔ اور ایکطرف کسی نے عبد السلام کا نام پکارا تو سلام کے لفظ سے نیک فال لیکر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اس بیمار کو سلامت رکھیگا۔ اور مثلاً کوئی شخص طلب رزق کی فکر میں جا رہا ہے راستہ میں کسی کے منہ سے سنا کہ خدا رازق ہے تو اس سے وہ فال لے سکتا ہے کہ خدا مجھے کامیاب کریگا۔ (علٰی ہذا القیاس۔

انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے نکلتے۔ تو آپکو "اے راشد"[1] اے "نجیح" (کی قسم کی مبارک آوازیں) سننا بہت پسند ہوتا تھا۔

فتّاح اسمار حسنہ سے ہے (ل) مشکلکشا۔ یا بندوں میں حکم کرنے والا۔ فتح سے مشتق ہے۔ جسکے معنے کھولنے اور حکم کرنیکے ہیں۔ یعنے خدا تعالےٰ اپنی مخلوق پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ خلائق میں حاکم علے الاطلاق ہے۔

قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ (س۔ سبا۔ ع ۴) کہدو کہ ہمارا پروردگار (قیامت کے دن ہم (دونوں فریقوں) کو (ایک جگہ) جمع کریگا۔ پھر ہم میں (ٹھیک) انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ بڑا ٹھیک فیصلہ کرنے والا اور (سب کے حال سے) واقف ہے۔

فتاوائے الفروی فقہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ جسکو محمد بن حسین متوفی ۱۰۹۰ھ نے تصنیف کیا (گش)۔

[1] راشد کے معنے سیدھی راہ پر چلنے والا۔ نجیح کے معنے کامیاب ۱۲

فتاوےٰ برہنہ فقہ حنفی کا ایک فتاوےٰ نصیر الدین بینائی کی تصنیف ہے۔

فتاوےٰ تاتارخانیہ امام عالم بن علا حنفی کی تصنیف ہے جسمیں محیط برہانی۔ ذخیرہ۔ خانیہ اور ظہیریہ کے مسائل جمع کئے گئے ہیں۔ محیط کے سوا باقی کتابوں کا صراحۃً حوالہ دیا گیا ہے اور محیط کیطرف م سے اشارہ کیا گیا ہے ہدایہ کی طرز پر اسکے ابواب کی ترتیب دیگئی ہے۔ مصنف نے خطبہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کا اسے بادشاہ تاتارخان نے حکم دیا ہے اسی لئے اسکے نام پر یہ کتاب مشہور ہو گئی ہے بعض نے کہا ہے کہ اسکا اصلی نام زاد المسافر ہے۔ امام ابراہیم بن محمد متوفی سنہ ۹۵۶ھ نے ایک جلد میں اسکو ملخص کیا۔ (کش)

فتاوےٰ عالمگیری فقہ حنفی کا معتبر فتاوےٰ ہے جسے فتاوےٰ ہندیہ بھی کہتے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں خاص بادشاہ کی سرپرستی میں بہت سے مشاہیر علمار کے اجتماع سے تصنیف ہوا۔ اسلئے جو اہتمام اس کی تصنیف میں ہوا ہے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں ہوا۔

فتاوےٰ قاضیخان فقہ حنفی میں نہایت مستند فتاوےٰ ہے۔ مصنفہ فخر الدین حسن بن منصور اورجبذی فرغانی جو سنہ ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ اس فتاوے میں اکثر ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں جو اکثر دفعہ وقوع میں آتے رہتے ہیں۔ یہ فتاوے چار جلدوں میں ختم ہوا ہے۔ پہلی دو جلدوں میں عبادات اور آخری دو جلدوں میں معاملات کا بیان ہے (کش)

فتح قرآن مجید کی ایک صورت کا نام ہے جس میں جنگ حدیبیہ کی صلح کو اللہ تعالےٰ نے عین فتح قرار دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دیتا ہے

چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ (س۔ فتح۔ ع ۱)

یعنے ہمنے حکم لگا دیا تیرے لئے فتح غالب کا۔

ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہجرت کے چھٹے سال نبی صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے مکہ چلے اور مشرکوں نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا۔ اور اسبات پر فیصلہ ٹھہرا کہ اگلے سال آپ عمرہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنی قربانی ذبح کر دی۔ اس سے صحابہ کی ایک جماعت کو رنج تھا جنمیں عمر بن الخطاب رضؓ بھی تھے۔ پھر جب قربانی کر کے مدینے کو واپس چلے تب یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی جسمیں اُن شکستہ دل مسلمانوں کو مژدہ ہے کہ یہ صلح تمہارے لئے فتح و ظفر ہے۔ چنانچہ بخاری نے براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اے لوگو اتم مکہ فتح ہو جانے کو فتح سمجھتے ہو وہ بھی سہی ہم تو یوم حدیبیہ میں بیعت الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی حضرت کے ساتھ تھے اور حدیبیہ جو ایک کنواں ہے اس میں جسقدر تھوڑا سا پانی تھا سب کھینچ لیا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسیقدر پانی مانگا۔ وضو کر کے کلی اُس میں ڈالدی پھر اس میں اسقدر پانی ہو گیا کہ سب آدمیوں اور اونٹوں نے سیر ہو کر پیا۔

فتح مبین میں علمار کے چند اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں فتح مکہ گو اسوقت تک نہ ہوئی تھی مگر یقینی چیز کو بلفظ ماضی تعبیر کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ بعض کہتے ہیں فتح روم وغیرہ جو اہل اسلام کو یکے بعد دیگرے اس سورۃ کے بعد سے ہونی شروع ہوئیں۔ خیبر فتح ہوا اور علاقے عرب کے زیر حکومت ہوئے۔ یمن میں تسلط ہوا۔ خراج بھی آئے۔ بعض کہتے ہیں براہین و حجج اسلامیہ۔ بعض کہتے ہیں صلح حدیبیہ جو مقدمہ ہے جمیع فتوحات کا۔

یہ اقوال باہم متعارض نہیں۔ ہر ایک درست ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو

ویک رنج تھا کہ کفار قریش نے مکہ کے قریب سے مسلمانوں کو اور حضرت کو مکہ میں آنے نہ دیا۔ اور اگلے سال پر ٹال دیا۔ گویا مسلمان دب گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ فروتنی کو اختیار کیا۔ جنگ و جدل کرنا مناسب نہ جانا۔ اُسکے صلہ میں اللہ تعالٰے نے فتوحات کے دروازے حضرت پر اور حضرت کے پیروؤں پر کھول دئے تھوڑے دن نگذرے تھے کہ خیبر فتح ہوا جس سے مدینہ کے مسلمانوں کا فقر وفاقہ ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد مکہ فتح ہوا۔ اور بہت سے فتوحات ظاہر ہوتے گئے جنکی مفصل کیفیت کتب تواریخ میں موجود ہے۔ (لف)

فتح القدیر ہدایہ کی شرح ہے مصنفہ شیخ الاسلام کمال الدین المعروف بابن الہمام جو ۸۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

فتح المنان (فی) تفسیر القرآن چالیس جلدوں کی تفسیر ہے جس کو قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ نے تصنیف کیا۔ یہ تفسیر علامی سے مشہور ہے۔ (کش)۔

فترۃ سُستی۔ کمزوری۔ رکاوٹ۔ دھیما پڑ جانا (ص) میں وہ مدت جو ایک پیغمبر کی وفات سے لیکر دوسرے پیغمبر کے مبعوث ہونے تک ہوتی ہے (غ)

فترۃ کا اطلاق اس سہ سالہ مدت پر بھی کیا جاتا ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے میں توقف پڑ گیا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ نازل ہوئی۔ تو پھر تین سال تک وحی نہ آئی جس میں خداوند تعالٰے کی کوئی حکمت تھی۔ اس توقف و التوا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر ملول و تنگدل رہتے تھے کہ کئی مرتبہ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا دینے کا ارادہ کیا۔ مگر ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے نمودار ہوتے اور کہتے "یا محمد! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں آپ کا دوست اور بھائی ہوں ایسا نہ کیجیئے"۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اسوقت آپ کے دل پر ایک ہیبت اور بے قراری طاری ہوئی گھر آئے اور فرمایا۔ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ یعنے مجھ پر چادر ڈال دو۔ مجھ پر چادر ڈال دو۔ پہلی مرتبہ وحی کے نازل ہونے پر بھی ایسا ہی ہوا تھا غرض جب چادر اوڑھ کر آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو وحی نازل ہوئی یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ اے (پیغمبر) جو چادر اوڑھے پڑے ہو اُٹھو اور لوگوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ۔ پھر وحی متواتر آتی رہی (مد)۔

فِتَن فتنہ کی جمع۔ مراد فتنہ و فساد۔ باغیانہ شورشیں جنگ و جدل۔ ہنگامے۔ بلوے۔ (ص یش) میں جنگ و جدل کے وہ واقعات مراد ہوتے ہیں جنکے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد واقع ہونے کی پیشگوئیاں کی ہیں۔ کتب احادیث میں باب الفتن کے نام سے ایک خاص باب درج ہے جس میں ان واقعات کے متعلق آنحضرت کی پیشگوئیاں جمع کی گئی ہیں۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف مطبوعہ لاہور صفحہ ۴۵۳۔ کتاب الفتن۔ جس میں سے چند احادیث ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی (بخ)۔

سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت تیس سال رہیگی پھر بادشاہی ہو جائے گی۔ سفینہ کہتے ہیں گن لو۔ ابوبکر کی خلافت دو سال عمر کی خلافت دس سال۔ عثمان کی خلافت ۱۲ سال۔ اور علی کی خلافت چھ سال۔ (ت)۔

ثوبان سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب میری امت میں تلوار رکھی جائے گی

تو قیامت تک اس سے نہ اُٹھائی جائے گی اور قیامت نہ آئے گی تاوقتیکہ میری امت کے قبائل مشرکوں کے ساتھ نہ ملجائیں اور تاوقتیکہ میری امت کے قبائل بُت پرستی نہ کرنے لگ جائیں۔ اور میری اُمت میں تیس کذّاب پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے نبی اللہ ہونے کا گمان کریگا۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور برابر ایک جماعت میری امت میں سے برملا حق پر قایم رہیگی کوئی مخالف اسکو نقصان نہ پہنچا سکیگا یہانتک کہ اللہ کا حکم آئے۔ (ابو۔ تر)۔

فتوحات مکیہ تصوّف میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی طائی کی تصنیف ہے۔ جو ۶۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب حضرت شیخ رح کی آخری تصنیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حج اور عمرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جب مکہ معظمہ میں پہونچا تو خدا نے میرے دل میں اس کتاب کی تالیف کا خیال ڈالا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور جس نہج پر اسکی ترتیب دی گئی ہے اس میں کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی نے اسکی تلخیص کی اور اسکا نام لواقح الانوار القدسیہ المنتقاۃ من فتوحات المکیہ رکھا۔ (کش)

فتوح الغیب علم تصوف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو ۵۶۱ھ میں فوت ہوئے (کش)
(دیکھو۔ عبدالقادر جیلانی)۔

فجار بدکاری گنہگاری۔ معصیت۔ خدا کی نافرمانی۔ حرب فجار اور یوم فجار ایک جنگ کا نام ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے واقع ہوئی تھی۔ ایک طرف قریش اور بنی کنانہ تھے اور دوسری طرف بنو قیس تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی جوان تھے آپ بھی اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ چونکہ یہ جنگ مخالفین کی شرارت کے باعث ان متبرک مہینوں میں چھڑ گئی تھی جنکی اہل عرب قدیم سے عزت کرتے آئے ہیں اور شرعًا ان میں جنگ وخونریزی کرنا حرام ہے اس لئے یہ جنگ معصیت الٰہی کا موجب ہونیکے باعث حرب فجار کہلائی (مج)

فجر قرآن مجید کی سورہ ۸۹ کا نام ہے جسکے آغاز میں یہ کلمہ آیا ہے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ یعنے قسم ہے صبح کی اور قسم ہے دس راتوں کی۔

فجفاج جنت کی ایک نہر کا نام ہے (صنا)

فخر قرآن وحدیث میں فخر کی نہی آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ تا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (س۔ حجرات ع ۲) لوگو! ہمنے تم (سب) کو ایک (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

(۱) حمار مجاشعی کے بیٹے عیاض سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خدا تعالےٰ نے مجھپر وحی کی ہے کہ تم تواضع اور فروتنی (اختیار) کرو۔ حتی کہ ایک دوسرے پر فخر نہ کرے۔ اور ایک پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔ (مس)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنے مرے ہوئے آبا (واجداد) پر فخر کرتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہئے وہ تو دوزخ میں جل بھن کر کوئلے ہوگئے ہیں (پھر ان پر فخر ہی کیا کرنا) اور (اگر یہ لوگ فخر کرنے سے باز نہ آئیں گے تو) خدا کے نزدیک اُس کالے کیڑے سے زیادہ ذلیل ٹھہریں گے جو (پلیدی میں رہتا اور) پلیدی کو

اپنی ناک سے اُلٹ پلیٹ کرتا ہے۔ خدا نے جاہلیت کی نخوت اور آبا و اجداد کے ساتھ فخر کرنے کو دور کر دیا ہے (آدمی دو حال سے خالی نہیں) مومن پرہیزگار ہے یا بدبخت بدکار۔ آدمی سب کے سب (ایک) آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے (بنائے گئے) ہیں (اور مٹی تعزز و ترفع کے قابل نہیں (ترمذی، ابو) ۔

(۳) ابوعقبہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اپنے باپ عقبہ سے روایت کرتے ہیں اور ابوعقبہ (اگرچہ) اہل فارس میں سے ہے مگر مسلمان ہونے کے بعد انصار کی حمایت و کفالت میں آگئے تھے (الغرض ابوعقبہ) کہتے ہیں کہ میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ اُحد میں موجود تھا تو میں نے مشرکوں میں سے ایک شخص کو (تلوار) مارتے ہوئے کہا کہ لے یہ ضرب میری طرف سے اور میں ہوں جوان فارسی (یہ ایک کلمہ ہے جو دلیر آدمی دشمن کو مارتے وقت کہا کرتے ہیں) رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میری طرف مُڑ کر دیکھا اور فرمایا ابوعقبہ! تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ لے اس ضرب کو میری طرف سے اور میں ہوں جوان انصاری (ابو)۔

کبر۔ نخوت۔ غرور۔ تعلّی۔ ترفّع۔ تفضّل۔ حُبِ جاہ۔ عجب۔ خودپسندی۔ خودستائی۔ اپنے مُنہ میاں مٹھو۔ کس نگوید کہ دوغِ من ترش است۔ تعظیم طلبی۔ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام خصلتوں کی جڑھ کیا ہے۔ جڑھ ہے وہی حفظِ نفس جو تمام اخلاق کی جڑھ ہے۔ آدمی حفظ النفس پر مجبول ہے اسی لئے ہر شخص کو اپنی جان یعنے اپنا نفس عزیز ہے۔ اور آدمی جب تک اپنے نفس کو متصف بجمیع الکمالات نہ سمجھے وہ اسکو عزیز نہیں رکھ سکتا "ہر کس را عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال"۔ آدمی غرور کرتا ہے مال پر۔ جمال پر۔ جاہ پر۔ زور پر۔ نسب پر۔ علم و فضل پر۔ تقوے پر۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے جمال اور لب تو اتفاقات ہیں۔ جمال سریع الزوال بھی ہے اور لوگوں کے مذاق اسکے بارے میں مختلف ہیں۔ زور کا غرور بھی حسن کیطرح سریع الزوال ہے۔ مال اگر بزرگوں کا کمایا ہوا ہے تو جائے فخر نہیں۔ اور اپنی کمائی ہے تاہم عرضۂ خطرات ہے۔ تقوے طہارت سے مراد ہے اور شاید ہی کوئی متنفس اس غرور سے خالی ہو۔ ایسے لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے نفس کے احتساب سے فارغ۔ نجات کیطرف سے مطمئن۔ خواہ مخواہ اپنے تئیں برگزیدۂ خدا اور مبشر بالجنۃ فرض کر لیتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور انکی نظر ہمیشہ دوسروں کے عیوب پر پڑتی ہے۔

تعجب ہے کہ مغرور آدمی اتنی موٹی بات نہیں سمجھتا کہ تمام ساز و سامان خود ہی عوارض زندگی ہیں۔ اور زندگی خود بھروسے کی چیز نہیں ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بُلبلا ہے پانی کا

مغرور آدمی اِدھر تو اپنی لیاقت کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتا ہے کہ مکھی کا بھینسا بناتا ہے ادھر دوسروں کی لیاقت کا اندازہ کرنے میں غلطی کرتا ہے کہ دوسروں کا بھینسا اسکو مکھی سوجھ پڑتا ہے۔ اسکی مثال گولر کے بُھنگے کی سی ہے جو اپنی محدود جولانگاہ کو عرصۂ زمین و آسمان سمجھتا ہے۔ گولر پھٹا اور اسکی آنکھیں کھلیں۔ اسی طرح مغرور آدمی اپنے محدود میل و جول میں تنگ دار خان ہے نظر کو وسیع کرے تو اپنی بے حقیقتی اس پر منکشف ہو۔

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھئے ؎
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں (حق)

فُرات ف کے ضمہ سے بمعنے آب شیریں۔ اور کوفہ کے پاس ایک دریا کا نام ہے۔ (غیاث)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بہشت کی ایک نہر کا نام بھی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ سورہ فرقان اور

سورۃ فاطر میں آیا ہے۔ سورۃ فرقان کی آیت ہے وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ یعنی اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے دو دریاؤں کو (آپس میں) ملایا ایک (کا پانی) میٹھا مزے دار اور ایک (کا) کھاری کڑوا۔ اور دونوں میں ایک روک اور اٹل آڑ بنادی۔"

فراش (ل)، ص۔ ف۔ میں بیوی مراد ہوتی ہے۔

فرائض فریضۃ کی جمع ہے جو فرض سے مشتق ہے (ل)، فرمودۂ خدا جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیرہ (ص۔ ف۔) میں علم میراث کا نام ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ متروکہ میت کے ساتھ چار حق متعلق ہوتے ہیں۔ اس ترتیب سے کہ اول تو اس کی تجہیز و تکفین بغیر اسراف اور تنگی کے کیجائے۔ بعدہٗ اگر اسکے ذمے قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے۔ پھر جو مال بچے اسکی تہائی سے اسکی وصیت نافذ کیجائے۔ اگر وصیت کی ہو۔ بعد ازاں جو مال بچے وہ اسکے ورثہ میں اسطرح تقسیم کیا جائے کہ پہلے اصحاب فرائض کو دیا جائے۔ اگر نہ ہوں تو عصبات پر تقسیم کیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام پر تقسیم کریں۔

اصحاب الفروض وہ جنکے حصے کتاب اللہ میں متعین ہو چکے ہیں اور وہ بارہ ہیں۔

مردوں میں چار۔ باپ۔ دادا۔ اخیافی بھائی (یعنی جنکی ماں ایک ہو اور باپ مختلف)۔ شوہر۔

عورتوں میں آٹھ۔ زوجہ۔ بیٹی۔ پوتی اور پوتی میں پڑوتی اور اسکی نسل بھی داخل ہے۔ حقیقی بہن۔ علاتی بہن۔ اخیافی بہن۔ ماں۔ جدہ صحیحہ۔

والدین کا حصہ قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ (س۔ النساء۔ ع ۲) اور میت کے ماں باپ یعنی دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورت میں کہ میت کے اولاد ہو۔ اور اگر اسکے اولاد نہ ہو اور اسکے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اسکی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا)

توضیح اسکی یہ ہے کہ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں تو اسے فرض مطلق یعنی چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔ یا بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا یا پڑوتا۔ وان سفل۔ کیونکہ ولد کا لفظ بیٹے اور پوتے اور پڑوتے سب کو عام ہے۔ اسی طرح بیٹی اور پوتی اور پڑوتی کو بھی۔

دوسری حالت میں فرض مطلق اور عصوبت معاً یعنی بحیثیت ذی الفروض ہونے کے چھٹا حصہ لیگا۔ اور بحیثیت عصبہ ہونیکے باقی مال کا مالک قرار پائے گا۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کے باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑوتی یا پڑپوتی (وان سفلت) موجود ہو

تیسری حالت یہ ہے کہ محض عصبہ ہو۔ اور یہ اسوقت ہے جبکہ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی کوئی بھی موجود نہ ہو۔

دادا باپ کی جگہ ہے یعنی میت کا باپ نہ ہو تو دادا تمام احکام میراث میں باپ کی مانند ہے۔ مگر چار صورتیں ایسی ہیں جن میں دادا باپ کے حکم سے مستثنےٰ ہے۔ اور ان کی تفصیل علم فرائض کی طویل کتابوں میں موجود ہے

رہی میت کی ماں۔ اسکی بھی تین حالتیں ہیں (۱) میت کے دادا ہو تو ماں کو چھٹا حصہ ملیگا (۲) میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن موجود ہوں۔ عام ہے کہ سگے ہوں یا سوتیلے اور سوتیلا پن ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ یا چھٹے حصے کی مالک ہوگی (۳) میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل متروکہ میت کی تہائی ملیگی۔ لیکن ماں کے بارے میں جو احکام

مذکور ہوئے ہیں انکا اجراء اسیوقت ہو سکتا ہے جبکہ میت کے ماں باپ کے ساتھ احد الزوجین نہ ہوں۔ احد الزوجین ہوں گے تو بعد دینے فرض احد الزوجین کے ماں کو مابقی کا ثلث ملیگا جیسا کہ اسکی تفصیل علم فرائض کی مطول کتابوں میں موجود ہے۔

زوجین کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ تا مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (س۔ النساء۔ ع۲) اور لوگو! جو ترکہ تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں۔ اگر انکے اولاد نہیں تو انکے ترکہ میں تمہارا آدھا اور اگر انکے اولاد ہے تو انکے ترکہ میں تمہارا چوتھائی حصہ (مگر) انکی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد اور تم کچھ ترکہ چھوڑ مرو اور تمہارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا حصہ چوتھائی۔ اور اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں حصہ۔ اور یہ حصے بھی تمہاری وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دئے جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں وہ نصف متروکہ زوجہ کا مالک ہوگا اگر زوجہ کے اولاد یعنے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود نہ ہوں۔ دوسری حالت میں چوتھائی حصے کا مالک ہوگا۔ اگر بی بی کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔

بی بی کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں چوتھائی مال کی مستحق ہوگی بشرطیکہ تنہا ہو۔ یعنی میت کی دوسری بی بی نہ ہو۔ اگر ہوگی تو یہ اور وہ سب اسی چوتھائی حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔ غرضکہ جب شوہر کے اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو بی بی کو چوتھائی حصہ ملیگا۔ دوسری حالت میں آٹھویں حصے کی مالک ہوگی جبکہ شوہر کی اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔

اخیافی بھائی بہن کے حصوں کی نسبت قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً تا وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (س۔ النساء۔ ع۲) اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اسکے باپ بیٹا (یعنی اصل و فروع) نہ ہو اور دوسرے باپ سے اسکے ایک بھائی یا ایک بہن ہو۔ تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا (حصہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں (برابر کے) سب شریک۔ یہ حصے بھی میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد دئے جائیں بشرطیکہ میت نے (کسیکو) نقصان نہ پہونچانا چاہا ہو۔

میت کے اخیافی بہن بھائی کی تین حالتیں ہیں۔ ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو چھٹا حصہ۔ دو یا زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساواۃ مالک۔ یعنی تہائی میں سب مرد عورتیں برابر کے شریک ہوں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہوں تو اس صورت میں اخیافی بھائی بہن خواہ ایک ہوں۔ یا کئی سب ساقط الارث ہوں گی اسی طرح باپ نہ ہو تو دادا کے ہونے بھی ساقط ہو جائیں گے

سگی سوتیلی بہنوں کی نسبت قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ تا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (س۔ النساء۔ ع۲۴) (اے پیغمبر لوگ) تمسے کلالہ کے بارے میں فتوے طلب کرتے ہیں۔ تو (ان لوگوں سے) کہدو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تمکو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے جسکے اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اسکے ترکے کا آدھا اور بہن (مر جائے اور اسکے) اولاد نہ ہو تو اس (کے سارے مال) کا وارث یہ (بھائی) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو انکو اس کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہوں (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصے کی قدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بھٹکنے کے

خیال سے اللہ (اپنے حکم) تمسے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میت کی حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں۔ اگر تنہا اور اکیلی ہے تو نصف کی مستحق ہوگی۔ اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو ثلث لیں گے جب بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ جمع ہوں گی تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی رُو سے مال متروکہ میت تقسیم ہوگا اور بہنیں بھائی کے ہوتے عصبہ ہو جائیں گی۔ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں بہنوں کے ساتھ جمع ہونگی تو بیٹیوں یا پوتیوں کے لینے کے بعد جو باقی رہیگا وہ سب بہنوں کا حق ہوگا۔ میت کی بہنیں اسکے بیٹے یا پوتے یا باپ اور بقول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ دادا کے ساتھ جمع ہوں تو تمام بہنیں بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی۔

میت کی سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کی مانند ہیں اور انکی سات حالتیں ہیں۔

میت کی سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی کو نصف جبکہ وہ تنہا اور اکیلی ہو۔

دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میں بالمساوٰۃ شریک ہوں گی۔

سوتیلی بہنیں اگر ایک سگی بہن کے ساتھ جمع ہوں تو سوتیلیوں کو صرف چھٹا حصہ۔

جب میت کی دو سگی بہنیں موجود ہوں تو سوتیلی بہنوں کا کچھ حق نہیں۔

مگر جب اسکے ساتھ سوتیلا بھائی ہو تو اس صورت میں بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی۔ اور اب باقی ترکہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی رو سے ان میں تقسیم ہوگا۔

سوتیلی بہنیں میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔

میت کی سوتیلی بہن اسکے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے یا باپ اور ایک قول میں دادا کے ہوتے سب بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی۔

بیٹی اور پوتی کا حصہ قرآن مجید میں یوں مذکور ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (س۔ النساء۔ ع ۳) (مسلمانو! تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں) اللہ تمسے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھکر ہوں تو ترکے میں انکا حصہ دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو پھر اسکو آدھا۔

میت کی بیٹی کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں نصف متروکہ میت لیگی۔ اگر صرف ایک ہے۔ اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو سب دو تہائی کی بالمساواۃ مالک ہیں۔ تیسری حالت میں عصبہ ہو جاتی ہیں جبکہ میت کی بیٹیاں اسکے بیٹے کے ساتھ جمع ہوں۔ اس صورت میں بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لیگا اور باقی بیٹیوں میں تقسیم ہوگا میت کی پوتیاں صلبی بیٹیوں کی مانند ہیں۔ اور انکا علیحدہ ذکر قرآن میں اس سے نہیں ہوا کہ بیٹیوں میں پوتیاں بھی داخل ہیں۔ تو پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ایک ہے تو نصف کی مستحق ہوگی۔ دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو تہائی بشرطیکہ میت کی صلبی بیٹیاں موجود نہ ہوں۔ تیسری حالت میں میت کی پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ کوئی ایک صلبی بیٹی موجود ہو۔ چوتھے میت کی دو صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں ساقط الارث ہوں گی۔ ہاں انکے درجے میں یا ان سے نیچے کے درجے میں کوئی مرد ہو تو اسکی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی اور باقی ترکہ میت سب میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے قاعدے سے تقسیم ہوگا۔ یہ پوتیوں کی پانچویں حالت ہوئی۔ چھٹی حالت یہ ہے کہ میت کا بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو

کچھ نہیں ملیگا۔

عصبات | ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کے حصے جو خدا نے قرآن مجید میں مقرر و معین فرمائے ہیں۔ اہل فرض کو پہنچاؤ اور جو اہل فروض سے باقی رہے وہ اس مرد کا حق ہے جو میت سے قریب تر ہو۔ (اور اسی کو عصبہ کہتے ہیں) (صح)

عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔

عصبہ نسبی وہ ہے کہ اس میں اور میت میں من حیث النسب والقرابۃ تعلق ہو۔ جیسے بیٹا بیٹی وغیرہ۔ اور عصبہ سببی اُسے کہتے ہیں کہ اس میں اور میت میں من حیث النسب تعلق نہ ہو جیسے آقا جس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو تو غلام کے مرنے کے بعد آقا اسکے متروکہ کا وارث ہوگا بحق عصوبیت بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو۔ پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں۔ عصبہ بنفسہ۔ عصبہ بغیرہ۔ عصبہ مع غیرہ۔

عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے جسکی نسبت میت کیطرف بے واسطہ مؤنث ہو۔ یعنی جب اسے میت کیطرف نسبت کریں تو بیچ میں مؤنث داخل نہ ہو۔ جیسے میت کا بیٹا یا پوتا۔ اور جو بیچ میں مؤنث کا دخل ہو تو اسے عصبہ نہیں کہتے جیسے میت کے اخیافی بہن بھائی کہ انکی نسبت میت کیطرف ماں کے واسطہ سے ہے۔ اور اسی وجہ سے میت کے اخیافی بہن بھائی اصحاب الفروض ہیں نہ عصبات۔

عصبہ بنفسہ کی جماعت میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو میت کے جزو ہیں۔ مثلاً بیٹا۔ پوتا۔ دوسرے وہ جو میت کی اصل ہیں جیسے باپ۔ دادا۔ تیسرے وہ جو میت کے باپ کے جزو ہیں۔ مثلاً بھائی۔ بھتیجے چوتھے وہ جو میت کے دادا کے جزو ہیں جیسے چچا اور اسکی اولاد۔ تو تقسیم ترکہ کے وقت ان اصناف میں سے ان لوگوں کو مقدم کیا جائیگا جو قرب درجے کے لحاظ سے ترجیح رکھتے ہیں۔ پس جزو میت یعنی میت کا بیٹا یا پوتا احق اور اقدم ہوگا۔ پھر میت کی اصل یعنے باپ دادا۔ پھر میت کے باپ کے جزو یعنی بھائی بھتیجے۔ پھر دادا کی اولاد یعنی سگے چچا۔ پھر اُنکے بیٹے۔ پھر دو حیثیت سے قرابت رکھنے والا۔ ایک قرابت رکھنے والے سے مذکر ہو تو اور مؤنث ہو تو۔

عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں۔ بیٹی۔ پوتی۔ سگی بہن۔ سوتیلی بہن۔ انہیں عصبہ بغیرہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ میں عصبہ ہوتی ہیں۔

عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ جمع ہو کر عصبہ بنجاتی ہے۔ مثلاً میت کی سگی یا سوتیلی بہن۔ جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو تو عصبہ ہو جائے گی۔ ایک ہو تو بھی اور ایک سے زیادہ ہو تو بھی۔

ذوی الارحام | وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (س۔ الانفال۔ ع۔ ۱۰) اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرۃ کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کئے۔ تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔ اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی)۔

ذو رحم کہتے ہیں صاحب قرابت کو اور مراد وہ قرابت والا ہے جو ذوی فرض نہ ہو۔ یعنے ان لوگوں میں سے نہ ہو جنکے حصے قرآن مجید یا حدیث شریف یا اجماع امت سے متعین ہو چکے ہیں۔ اور عصبہ بھی نہ ہو۔

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جو میت کیطرف منسوب ہو۔ اور وہ میت کی بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جنکی طرف میت منسوب ہو۔ جیسے میت کا نانا اور نانا کا باپ یا نانا کی ماں یا نانا کی نانی۔ تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو میت کے ماں باپ کیطرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور وہ ہیں بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی بیٹیاں۔ اخیافی بھائیوں کی اولاد۔

چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کی دو جد یعنی دادا اور نانا یا دو جدہ یعنی دادی اور نانی کیطرف منسوب ہوں اور وہ پھوپیاں ہیں۔ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ اور اخیافی چچا ہیں اور ماموں اور خالائیں۔ پس یہ چاروں قسمیں اور جو ان کے واسطے سے میت کیطرف منسوب ہوں۔ سب ذوی الارحام ہیں۔ اِن میں اولیٰ بالمیراث وہ ہے جو میت کیطرف سب سے زیادہ قریب ہو۔ جیسے نواسے نواسیاں کہ وہ کنواسوں اور کنواسیوں کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لحاظ سے اولیٰ بالمیراث بھی۔ باقی رہی اقسام اربعہ کی تفصیل۔ وہ علم فرائض کی مطول کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے (حق۔ فذ۔ مظ)

فرائض سراجیہ علم فرائض میں سراج الدین محمد بن محمد سجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔ یہ نہایت مقبول اور مستند کتاب ہے۔ اسکی متعدد شروح ہیں جن میں میر سید شریف کی شرح نہایت معتبر اور متداول ہے (کش)

فردوس جنت کے سب سے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ دیکھو (جنت)

فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور اس میں شبہ نہ ہو۔ جیسے نماز وغیرہ۔ اسکا منکر کافر ہے اور تارک عذاب دیا جائیگا (تح)۔

فرض عین وہ فرض ہے جسکا بجالانا ہر ایک پر ضروری ہو۔ بعض اشخاص کے بجالانے سے کل سے ساقط نہ ہو۔ جیسے ایمان وغیرہ (تح)

فرض کفایہ وہ فرض جو چند لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے۔ جیسے نماز جنازہ دعوت قبول کرنا۔ تیمارداری بیماران۔ چھینکنے والیکا جواب دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ (کتب فقہ)۔

فرع یہ ایام جاہلیت کی اصطلاح ہے اور یہ اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہو۔ جہلاءِ عرب اس بچے کو اپنے بتوں کی قربانی کے طور پر ذبح کیا کرتے تھے۔ شریعت نے اسکی مناہی کردی۔

بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ سے دستور تھا کہ جب کسیکے پاس سو اونٹ ہو جاتے تو وہ ایک اونٹ بتوں کے لئے ذبح کرتا۔ آغاز اسلام میں بھی خدا کی نذر کے طور پر یہ رسم جاری رہی مگر پھر منسوخ ہو گئی۔ (مج)

فرعون اس لفظ کو اہل لغت نے تفرعن سے مشتق بتایا ہے جسکے معنے متکبر کے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ فَرُوعَہ سے لیا گیا ہے جسکے معنے مصری لغت قدیم میں شاہنشاہ اعظم کے ہیں۔ عربوں نے معرب کرکے فرعون بنا لیا۔ جمع اسکی فراعنہ آتی ہے۔

فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ بلکہ مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جو مصر بن حام بن نوح کی نسل سے تھے جس طرح ہندوستان میں راجہ اور قدیم روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے (حقانی)، تفصیل کے لئے دیکھو (موسیٰ)

فرق (ل)، جدائی (ص۔و) میں سالک کی روح کا مشاہدہ۔ کائنات کے لئے جسم سے عارضی طور پر جدا ہونے کو کہتے ہیں۔

فِرَقِ اسلام اسلام کے کل تہتر (۷۳)، فرقے ہیں۔ ایک تو ان سے اہلسنت والجماعت کا ہے اور بہتر (۷۲) اسکے سوا ہیں۔ اور اصل میں وہ چھ گروہ ہیں۔ (۱) رافضہ (۲) خارجیہ (۳) جبریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجیہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے بارہ بارہ گروہ ہیں۔

رافضیہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) علویہ۔ جو حضرت علیؓ کو نبی کہتے ہیں (۲) ابدیہ۔ حضرت علی کو شریک نبوت سمجھتے ہیں (۳) شیعہ۔ جو کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ (۴) اسحاقیہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی (۵) زیدیہ۔ کہتے ہیں کہ نماز کی امامت میں سوائے اولاد علی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص نہیں چاہیئے۔ (۶) عباسیہ۔ جو عباس بن

عبدالمطلب کے سوا اور کسیکو امام نہیں سمجھتے ۔ (۷) اما میہ جو زمین کو امام غیب سے خالی نہیں جانتے اور نماز صرف بنی ہاشم کے پیچھے ہی پڑھتے ہیں (۸) ناوسیہ ۔ جو کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسرے پر فاضل جانے وہ کافر ہے (۹) تناسخیہ ۔ کہتے ہیں کہ جب جان قالب سے نکل جاتی ہے تو جائز ہے کہ دوسرے قالب میں چلی جائے (۱۰) لاعنیہ ۔ جو طلحہ ۔ زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں (۱۱) راجعیہ ۔ جو کہتے ہیں کہ علی پھر دنیا میں آئینگے (۱۲) مرتضیہ ۔ جو کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے ۔

خارجیہ فرقے حسب ذیل ہیں :۔ (۱) ازرقیہ ۔ جو کہتے ہیں کہ خواب میں کوئی شخص نیکی نہیں دیکھتا کیونکہ وحی منقطع ہوگئی ہوئی ہے (۲) ریاضیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان قول صالح اور عمل صالح اور نیت اور سنت ہے ، (۳) ثعلبیہ ۔ کہتے ہیں کہ ہمارے کام خدا تعالےٰ کی خواب میں حاصل ہوئے ہیں نہ اسکی قدرت اور خواہش سے (۴) خازمیہ ۔ کہتے ہیں کہ فرضیت ایمان معلوم نہیں ہوئی (۵) خلفیہ ۔ کہتے ہیں کہ کفار کے مقابلے سے بھاگنا جو دوچند ہوں کفر ہے ۔ (۶) کوزیہ جو کہتے ہیں کہ سوا زیادہ ملنے کے بدن پاک نہیں ہوتا (۷) کنزیہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ فرض نہیں ہے (۸) معتزلہ کہتے ہیں کہ شر تقدیر الٰہی سے نہیں ہے اور نماز امامت فاسق سے جائز نہیں ہوتی اور ایمان کسب بندہ سے ہے اور قرآن مخلوق ہے اور مُردوں کو دعا اور صدقہ سے نفع نہیں پہنچتا اور معراج بیت المقدس کے آگے ثابت نہیں ہے ۔ اور حساب وکتاب ومیزان کچھ نہیں ہے ۔ اور فرشتے مومنین سے افضل ہیں ۔ اور قیامت کے روز دیدار حق نہ ہوگا ۔ اور کرامت اولیاء کوئی چیز نہیں ۔ اور اہل جنت کیلئے سونا اور مرنا ہے ۔ اور مقتول اپنی موت سے نہیں مرتا اور قیامت کی علامات مثل دجال وغیرہ کے کچھ نہیں

ہیں (۹) میمونیہ ۔ کہتے ہیں کہ ایمان بالغیب باطل ہے (۱۰) محکمیہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا خلقت پر کوئی حکم نہیں ہے (۱۱) سراجیہ ۔ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کے احوال ہمارے لئے حجت نہیں ہیں ۔ بلکہ انکا انکار کرنا واجب ہے (۱۲) اخنسیہ کہتے ہیں کہ بندے کو اعمال کی جزا نہیں ملتی ۔

جبریہ فرقے حسب ذیل ہیں ۔ (۱) مضطریہ کہتے ہیں کہ خیر وشر خدا کی جانب سے ہے اور بندہ کا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ (۲) افعالیہ کہتے ہیں کہ بندہ فعل تو کرتا ہے مگر اسے قدرت واختیار نہیں ہے (۳) سعیہ کہتے ہیں کہ آدمی کے لئے فعل وقدرت ہے لیکن وہ طاقت اور قدرت خدا نے نہیں دی (۴) تارکیہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد اور کوئی چیز فرض نہیں ہے (۵) بحثیہ ۔ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنا حصہ کھاتا ہے پس کسیکو کچھ دینا ضرور نہیں ہے (۶) متمنیہ کہتے ہیں کہ خیر وہ خیر ہے جس سے دل تسلی پائے ۔ (۷) کستاریہ کہتے ہیں کہ ثواب وعقاب عمل سے زیادہ نہیں ہوتا (۸) حبیبیہ کہتے ہیں کہ دوست اپنے دوست کو ہرگز عذاب نہیں کرتا (۹) خوفیہ کہتے ہیں کہ دوست ہرگز نہیں ڈراتا (۱۰) فکریہ کہتے ہیں کہ معرفت حق میں فکر کرنا عبادت سے بہتر ہے (۱۱) حسبیہ کہتے ہیں کہ عالم میں قسمت نہیں ہے (۱۲) حجتیہ کہتے ہیں کہ جب کام خدا کی تقدیر سے ہوتے ہیں تو بندے پر کوئی حجت نہیں ہے جسکے سبب وہ گرفتار ہو ۔

قدریہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) احمدیہ کہتے ہیں کہ فرض کا تو نہیں اقرار ہے مگر سنت سے انکار ہے (۲) ثنویہ کہتے ہیں کہ نیکی یزدان سے ہے اور بدی اہرمن سے ہے (۳) کیسانیہ کہتے ہیں کہ ہمارے افعال مخلوق ہیں (۴) شیطانیہ کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود نہیں ہے (۵) شریکیہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق ہے ، کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا (۶) وہمیہ کہتے ہیں کہ

ہمارے افعال کا کوئی بدلہ نہیں ملیگا (۷) رویدیہ کہتے
ہیں کہ دنیا فانی نہیں ہے۔ (۸) ناکسیہ کہتے ہیں کہ امام
کے ساتھ لڑنا جائز ہے (۹) ستبریہ کہتے ہیں کہ گنہگار
کی توبہ قبول نہیں ہوتی (۱۰) قاسطیہ کہتے ہیں کہ علم۔
مال۔ حکمت اور ریاضت کا حاصل کرنا فرض ہے۔
(۱۱) نظامیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کو شئے کہنا جائز ہے
(۱۲) متوقفیہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ شر مقدر
ہے یا نہیں۔

جہمیہ فرقے حسب ذیل ہیں (۱) معطلیہ کہتے ہیں
کہ اللہ تعالے کی صفات مخلوق ہیں (۲) متربصیہ
کہتے ہیں کہ علم۔ قدرت اور مشیت مخلوق ہیں مگر خلق
غیر مخلوق ہے (۳) متراقبیہ کہتے ہیں کہ حق تعالے مکان
میں ہے (۴) واردیہ کہتے ہیں جو دوزخ میں جائیگا وہ پھر
وہاں سے باہر نہیں آئیگا اور مومن دوزخ میں نہ جائینگے
(۵) حرقیہ کہتے ہیں کہ اہل دوزخ اسطرح جلیں گے کہ انکا
نشان تک بھی دوزخ میں نہ رہیگا (۶) مخلوقیہ کہتے ہیں
کہ قرآن۔ توریت۔ انجیل اور زبور مخلوق ہیں (۷) عبریہ
کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک عاقل
وحکیم شخص تھے رسول نہیں تھے (۸) فانیہ کہتے ہیں کہ
جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے (۹) زنادقیہ کہتے
ہیں کہ معراج روح سے ہوا تھا نہ کہ بدن سے۔ اور خدا کو
دنیا میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور عالم قدیم ہے اور قیامت
کوئی چیز نہیں ہے (۱۰) لفظیہ کہتے ہیں کہ قرآن قاری
کی کلام ہے نہ کلام الہی۔ ہاں قرآن کے معنے کلام الہی
ہیں۔ (۱۱) قبریہ عذاب قبر کے منکر ہیں (۱۲) واقفیہ کہتے
ہیں کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ہمیں
توقف ہے۔

مرجیہ فرقے حسب ذیل ہیں۔ (۱) تارکیہ کہتے ہیں
کہ ایمان کے بعد اور کوئی چیز فرض نہیں ہے (۲) شائیہ
کہتے ہیں کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جو چاہے کرے
اسپر کوئی عذاب نہیں ہے (۳) راجیہ کہتے ہیں کہ بندہ
طاعت سے مقبول اور معصیت سے عاصی نہیں ہوتا۔
(۴) شاکیہ اپنے ایمان میں شک رکھتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ روح ایمان ہے (۵) نہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے۔
جو شخص جمیع اوامر و نواہی کو نہیں جانتا پس وہ کافر
ہے (۶) عملیہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے (۷) منقوصیہ
کہتے ہیں کہ ایمان کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ (۸)
مستثنیہ کہتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ تعالے مومن ہیں۔
(۹) اشریہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے اور صلاحیت
دلیل نہیں رکھتا (۱۰) بدعیہ کہتے ہیں کہ امیر کی اطاعت
واجب ہے اگرچہ وہ معصیت کا حکم ہی کرے (۱۱) مشبہیہ
کہتے ہیں کہ حق تعالے نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا
ہے (۱۲) حشویہ کہتے ہیں کہ واجب، سنت اور مستحب
سب ایک ہیں (غ)

فرقان

حق کو باطل سے جدا کرنیوالی چیز۔ مراد قرآن مجید
جس نے سچے دین کو ثابت اور باطل دینوں کو
رد کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی پچیسویں سورۃ کا نام بھی فرقان ہے
اور سورۃ بقرہ کے رکوع ۲۳ میں فرقان کا کلمہ قرآن مجید
کے لئے آیا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ
الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى
وَالْفُرْقَانِ ط یعنی رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل
ہوا ہے۔ قرآن لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت
اور حق و باطل کی تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود ہیں)۔
علی ہذا سورۃ آل عمران اور سورۃ فرقان میں بھی یہ
کلمہ آیا ہے۔

قرآن کے مقامات ذیل میں فرقان کا کلمہ توریت کیلئے
بھی آیا ہے۔ سورۃ بقر رکوع ۶۔ سورۃ انبیاء رکوع ۴ وغیرہ
سورۃ انفال کے رکوع ۵ میں یوم الفرقان سے مراد
جنگ بدر کا دن ہے۔ جس حق اور باطل میں بذریعہ
شمشیر فیصلہ ہوا تھا۔

فُصِّلَتْ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے جسکا اصلی نام حٰمٓ سجدہ ہے۔ چونکہ بتیسویں سورۃ کا نام بھی سجدہ ہے اسلئے اس سے امتیاز رکھنے کے لیئے اسکا نام فُصِّلَتْ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کلمہ اس سورۃ کی دوسری آیت میں آیا ہے۔

فُصُوصُ الحکم علم تصوف میں شیخ محی الدین بن عربی طائی کی تصنیف ہے جو ۶۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ اس کے خطبہ میں شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کتاب ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اسکو لوگوں پر پیش کر دو تاکہ وہ اس سے نفع اٹھائیں۔ متعدد علما نے اسکی شرحیں لکھی ہیں جن میں سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح نہایت مقبول اور مستند ہے (کشف)۔

فضل (ل) افزونی۔ زیادتی بخشش اور کسی پر فضیلت کی وجہ سے غلبہ حاصل کرنا اور ایک شاعر کا نام ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی کئی جگہ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۳) یہ پیغمبر (جو ہمنے بھیجے) ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (س۔ جمعہ۔ ع ۱) یہ (پیغمبری) اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت کرے۔ اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (س حدید ع ۴) (اور یہ تمسے اسلئے کہا جاتا ہے) کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کو خدا کے فضل پر کچھ بھی دسترس نہیں اور (نیز) اسلئے (کہا جاتا ہے) کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے۔ جسکو چاہے عنایت کرے اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے۔

فضولی اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ ولی ہو اور نہ اصیل اور نہ وکیل (تنج)

نور الہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کر لے وہ شرع میں اصیل کہلاتا ہے۔ اور جو کسی دوسرے کا نکاح کراوے۔ پس اگر اسکے اذن سے کراتا ہے تو وہ وکیل کہلاتا ہے اور اگر بغیر اذن کے کراتا ہے تو اگر ان دونوں میں وہ قرابت ہے جو کہ ولایت نکاح میں معتبر ہے۔ تو وہ ولی کہلاتا ہے ورنہ وہ فضولی ہے۔

اگر مرد اور عورت دونوں کا دو فضولیوں نے نکاح کرادیا اور ان کا اذن نہیں لیا تو نکاح انکے اذن پر موقوف رہیگا۔ اگر وہ اذن دینگے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اور اگر انکار کیا تو نکاح باطل ہے۔

فِطرت پیدائش۔ آفرینش۔ سرشت۔ فضیلت نیچر۔ دانائی۔ چالاکی۔ فطرۃ الانبیاء سے مراد وہ آداب بدن ہیں جو انبیاء سابقین کے سنن میں سے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بحال رکھا۔ آپ کی امت کے لئے بھی وہ امور سنت ہیں اور وہ یہ دس ہیں:-

(۱) لبوں کے بال کتروانا (۲) ڈاڑھی رکھنا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے نتھنے صاف کرنا (۵) ناخن کترانا (۶) انگلیوں کے پوروں کو صاف رکھنا (۷) بغلوں کے بال اکھیڑنا (۸) موئے زیر ناف مونڈنا (۹) استنجا (۱۰) وضو کے وقت کلی کرنا۔

فطرہ صدقہ فطر کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (صدقہ فطر)

فطرۃ اللہ سے مراد اللہ کا قانون آفرینش قرآن مجید میں ارشاد ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (س۔ روم۔ ع ۴) یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

فطرۃ الاسلام۔ اسلام کی خصلت حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ یعنے ہر بچہ اسلام کے اصلے پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اسکے ماں باپ اسکو یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں یا مجوسی بنا لیتے ہیں

فقر قاف کی سکون سے۔ فقیر کا طریقہ اور مسلک دیکھو (طریقت)۔

فقہ علم فقہ شریعت کے علم کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فقہ کی تعریف ہے نفس کا اپنے نفع اور ضرر کو پہچاننا۔ بعض ائمہ نے تصریح کی ہے کہ اس سے آخرت کا نفع وضرر مراد ہے۔ پھر بھی یہ تعریف عام ہے جو بہت سے علوم کو شامل کرتی ہے چنانچہ اعتقادات میں نفع وضرر کو معلوم کرنا علم کلام ہے۔ اور وجدانیات میں نفع وضرر سمجھنا علم اخلاق وتصوف ہے، اور عملیات میں نفع وضرر پہچاننا مسائل دینیہ کا علم ہے جسکو عام طور پر فقہ کہا جاتا ہے۔ غرض امام ابوحنیفہ کی تعریف میں علم کلام بھی فقہ میں داخل ہے۔ اسلئے اُنہوں نے علم کلام کو فقہ اکبر کے نام سے موسوم کیا ہے امام غزالی نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں نے فقہ کے نام میں تصرف کرکے اسکو علم فتاوے سے مخصوص کر دیا ہے۔ پہلے زمانہ میں فقہ کا اطلاق علم آخرت اور معرفت حقائق آفات النفوس اور آخرت کی فضیلت اور دنیا کی حقارت کے علم پر کیا جاتا تھا۔ اسی لئے فقیہ اُس شخص کو کہا جاتا تھا جو زاہد وعابد وپرہیزگار ہو (ک)۔

آجکل کی اصطلاح میں فقہ اس مجموعہ مسائل کا نام ہے جس میں فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات اور حرام ومکروہ ومباح کی تفصیل درج ہے۔ اسکی اصلیت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ یعنی اللہ تعالے جسکا بھلا چاہتا ہے اسکو دین کی سمجھ دے دیتا ہے"۔

اس حدیث کے مفہوم کے مطابق دین کے احکام کے یاد ہونے اور قرآن وحدیث سے ان کے دلائل کے حفظ ہونے کا نام فقہ قرار پایا۔ صحابہ کے زمانہ تک انسانی ضروریات بھی جن سے احکام متشعب ہوتے ہیں مختصر تھیں اور احادیث کی روایت بھی درجہ کمال کو پہنچی تھی اسلئے جس شخص کے سامنے جو مسئلہ پیش ہوتا اس کے متعلق وہ ان آیات واحادیث میں سے جو اسکو یاد ہوتی تھیں حکم مستنبط کرکے سنا دیتا۔ اسکے بعد پھر وہ زمانہ آیا جبکہ انسانی ضروریات بکثرت ہو گئیں اور تمدن ومعاشرت کی وسعت سے معاملات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور ایسے ایسے پیچیدہ اور ادق مسائل پیدا ہو گئے جن کے متعلق قرآن وحدیث میں صریح اور صاف صاف احکام نہیں ملتے تھے۔ ادہر احادیث کا ذخیرہ بھی اگر روایت ور روایت کے ذرائع سے بکثرت ہو گیا۔ تو اس میں متعارضات اور موضوعات نے گڑبڑ مچا دی جس سے صحیح احکام مستنبط کرنا سخت مشکل تھا۔ ایسی حالت میں اس سابقہ طریقہ سے کام نہیں چل سکتا تھا پس اللہ تعالے نے اپنے فضل سے چار امام ایسے پیدا کر دئے جنہوں نے یہ مشکل رفع کر دی۔ یہ بڑے زبردست عالم کتاب اللہ حافظ حدیث اور نہایت ہی پرہیزگار اور بڑے سمجھدار اور ہوشیار تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی جگہ احکام شرعیہ کا بڑا وسیع درس قائم کیا جس میں سینکڑوں فقہاء اور علمائے کتاب وسنت شامل ہوتے تھے جو ان کے شاگرد تھے۔ ایک سوال پیش ہوتا اور اسکے متعلق تمام حاضرین مجلس غور وبحث کرتے آخر جو فیصلہ باتفاق رائے ہوتا اسکو بطور فتوے درج کتاب کر لیا جاتا۔ اس قسم کے شرعی فیصلجات کا مجموعہ حدیث مذکورہ کے مفہوم کے مطابق فقہ کہلانے لگا امام ابوحنیفہ رض کی فقہ کا نام فقہ حنفی اور امام شافعی کی فقہ کا نام فقہ شافعی امام مالک کی فقہ کا نام فقہ مالکی اور امام احمد بن

حنبل کی فقہ کا نام فقہ حنبلی مشہور رہوا۔

گویا فقہ ان احکام کا ایک باترتیب مجموعہ ہے جو قرآن وحدیث میں یا تو صاف صاف لفظوں میں آئے ہیں یا انکے متعلق کچھ اشارات آئے ہیں۔ پچھلی صدی میں اہل سنت والجماعۃ میں ایک فرقہ فقہ کے مخالف پیدا ہوگیا جو کہتا ہے کہ فقہ حدیث کے مخالف ہے اس میں وہ احکام درج ہیں جو حدیث میں نہیں آئے۔ یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث مشہور کرتا ہے اور خاص حدیث پر چلنے کا دعوے کرتا ہے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ فقہ حنفی پر عمل کیا جاتا ہے اور سرکاری عدالتوں میں جو کتابیں شرعی فیصلجات کے لئے محمڈن لا تسلیم کی گئی وہ بھی زیادہ تر فقہ حنفی کی ہیں۔ فقہ حنفی کی مشہور اور مستند و مبسوط کتابیں یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سنہ
۱۔	ہدایہ	علی ابن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ
۲۔	در مختار	علاء الدین	۱۰۸۳
۳۔	شرح وقایہ	عبید اللہ بن مسعود	۷۴۵ھ
۴۔	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی	سنہ
۵۔	فتاوی عالمگیری	علمائے کثیر عہد عالمگیر	سنہ
۶۔	فتاوی قاضیخان	قاضیخان	سنہ

فقہ حنفی کی کتابیں تعداد میں ہزاروں سے متجاوز ہیں مگر چھ کتابیں اپنی جامعیت اور صحت و اعتبار کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تسلیم کی گئی ہیں جنمیں سے بعض کی شرح بیسیوں سے بھی زیادہ لکھی گئی ہیں۔ ان چھ کتابوں کو فقہ کی صحاح ستہ کہتے ہیں جسطرح حدیث کی صحاح ستہ مشہور ہیں اور وہ چھ (۱) منیۃ المصلی۔ (۲) قدوری (۳) کنز الدقائق (۴) شرح وقایہ (۵) در مختار (۶) ہدایہ۔

فرقہ امامیہ کی مشہور فقہی کتابیں یہ ہیں:۔

۱۔ کتاب الشرائع۔ ابو الحسن علی ۳۲۹ھ
۲۔ مغنی فی الفقہ۔ ابو جعفر ۳۸۱ھ
۳۔ شرائع الاسلام۔ شیخ نجم الدین ۶۷۹ھ
۴۔ جامع العباسی۔ بہاء الدین ۱۰۳۱ھ

فقیر فارسی درویش۔ دیکھو "درویش"۔ فقیر کے معنے محتاج (ص) مسلمانوں کا وہ فرقہ جو دنیا اور دین کے تعلقات سے قطع تعلق کرکے بیابان سے بےپروا ہوکر خدا کے ساتھ تعلق ڈال لے اور خاص اسی کا محتاج بنجائے۔

فقیروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پابند شرع جن کو سالک کہتے ہیں۔ دوسرے غیر پابند شرع جن کو مجذوب یا آزاد کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو لفظ (طریقت)۔

فلس بنوطے کے ایک بت کا نام ہے جسکو ۶۳۰ء میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رض نے توڑا تھا۔

فلق ف کی فتح اور ل کی سکون سے بمعنے شگافتن پھاڑنا۔ دونوں کی فتح سے۔ صبح کی روشنی۔ صبح صادق۔ سفیدہ صبح (غ)۔

قرآن مجید کی سورۃ ۱۱۳ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ کہہ میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے مالک کی۔

فلک نوح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی۔ حضرت نوح نے اپنی امت کو راہ راست پر لانے اور کفر و شرک کے چھوڑانے پر کئی سال لگائے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔ جوں جوں حضرت نوح انہیں وعظ و نصیحت کرتے توں توں وہ فسق و فجور کے میدان میں قدم بڑہاتے آخر حضرت نوح نے خدا سے دعا مانگی کہ الہی انپر سخت عذاب نازل کر۔ خدا نے انکی دعا قبول کی اور ایک کشتی بنانیکا ارشاد فرمایا۔ حضرت نوح نے کشتی بنائی جسکا طول تین سو ہاتھ۔ عرض پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اسکے تین درجے بنائے۔ ایک میں مرد۔ ایک میں عورتیں اور ایک میں دیگر حیوانات بٹھائے گئے

آخر پانی کا ایک سخت طوفان آیا۔ دیکھو (طوفان)۔
حضرت نوح نے کشتی میں تمام مسلمانوں کو اور ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا بٹھا دیا اور خدا کے بھروسہ پر کشتی کا لنگر اُٹھا دیا۔ کشتی بڑی بڑی موجوں کو چیرتی ہوئی کوہ جودی پر جا لگی۔ حضرت نوح اتر کر ملک آرمینیہ کے ایک گاؤں میں جسکا نام ازگوری تھا آ بسے (لغت)

قرآن مجید کی آیات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے۔
(۱) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا تا كَمَا تَسْخَرُونَ ۝
(س۔ ہود۔ ع ۴) اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے ایما کے مطابق ایک کشتی بنا چلو اور نافرمان لوگوں کے بارے میں ہمسے کچھ عرض معروض نہ کرنا۔ کیونکہ یہ لوگ ضرور غرق ہوں گے۔ چنانچہ نوح نے کشتی بنانی شروع کی اور جب کبھی انکی قوم کے لوگ انکے پاس سے ہو کر گذرتے ان سے تمسخر کرتے نوح (انکے تمسخر کا یہ) جواب دیتے کہ اگر (آج) تم (ہم پر ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے

(۲) فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ تا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ۝ (س۔ المومنون۔ ع ۲) اسپر ہم نے نوح کیطرف وحی بھیجی کہ ہمارے زیر نظر اور ہمارے ایما کے مطابق ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب آنے کو ہے) اور تنور (زمین سے پانی) اُبلنے لگے تو ناؤ میں ہر ایک (جاندار) میں سے (نر و مادہ) دو دو کا جوڑا بٹھا لو اور (انکے ساتھ) اپنے گھر والوں کو (بھی) مگر ان میں سے جنکی نسبت پہلے سے (غرق ہونیکا) حکم ہو چکا ہے (ان کو نہیں) اور جن لوگوں نے نافرمانیاں کی ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ عرض معروض نہ کرنا (کیونکہ انکو (بہر حال) ڈوبنا ہے۔

فیل ہاتھی۔ الفیل۔ قرآن مجید کی سورۃ ۱۰۵ کا نام ہے جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے
أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ۔
یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔
ہاتھی والوں سے مراد یمن کے حبشی حاکم کی فوج ہے جنہوں نے کعبہ کو مسمار کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ آخر عذاب الٰہی سے فوت ہوئے۔ دیکھو لفظ ابرہہ اس سورۃ میں اس واقعہ کا قصہ درج ہے۔

فیٔ رجوع کرنا۔ ازہری کہتے ہیں کہ فیٔ اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ مخالفوں سے حاصل ہو خواہ اس طور پر کہ کفار چھوڑ کر چلے جاویں یا جزیہ کے طور پر ادا کریں یا رعب میں آکر جان بچانیکے لئے کچھ رقم یا چیزیں دیویں یہ سب فیٔ ہے۔ اسکو لغوی معنے کے لحاظ سے فیٔ اس لئے کہتے ہیں کہ کفار سے اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے
فیٔ کے صرف کی بابت قرآن مجید میں اسطرح حکم آیا ہے مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ تا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (س۔ حشر۔ ع ۱)
یعنی جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے لیکر دیا ہے سو وہ اللہ اور رسول اور قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں میں ہی دائر نہ رہے
آیت میں چھ شخص ذکر ہوئے ہیں۔ اول اللہ جل جلالہ یوں تو سب اُسی کا ہے۔ مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لئے اپنا خزانہ بنا کر رکھا ہے۔ اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوم رسول سوم قرابتدار۔ چہارم یتامیٰ۔ پنجم مساکین ششم مسافر۔ آیت میں یہ قید نہیں کہ قرابتدار کسکے؟ بظاہر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار اور آنحضرت کے بعد جو آپکا جانشین ہو اسکو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جسکا بار بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذو حاجت لوگ ہیں۔ خصوصاً شاہی مہمان

पाकिस्तान फैसलाबाद ५८८

جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا انکی مہمانداری شان
سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرتے ہیں موثر ہو
یہ بھی اس شاہی خزانے سے ہونی چاہئے۔ آیت میں
یہ مذکور نہیں کہ ان چھوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ
کیونکہ ان چھوں کیطرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب
ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جسکی کوئی تعداد
معین قبل از وقت ہو نہیں سکتی۔ اور آیت میں یہ
چند ذو حاجت اسلئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ تر
توجہ مبذول ہوتی ہے اور یہ اسکے منافی نہیں کہ اور
کسی حاجتمند کو یا اور کسی کام پر جو قومی اور سلطنت کے
مفید ہو صرف نہ کیا جاوے۔ الحاصل فئی شاہی خزانے
میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لئے ہے (نف)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر
کے اموال جو اللہ نے اپنے رسول کو بطور مال غنیمت
عطا کئے تھے اس قسم کے تھے جس پر مسلمانوں نے
گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ پس وہ مال خاص رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ آپ اس میں سے
سال بھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے۔ پھر جو بچتا
تھا اسکو اللہ کی راہ میں اسلحہ اور گھوڑے تیار کرنے پر
لگاتے تھے۔ (مش)

باب القاف

ق حروف تہجی سے اکیسواں حرف ہے۔ ایک پہاڑ
کا بھی نام ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ تمام دنیا
کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں
پہنچی۔ جیسا کہ علم جغرافیہ کے ماہرین پر مخفی نہیں۔
قرآن مجید کی ایک سورت کا بھی نام ہے جسکے اول
ہی میں یہ حرف آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ق ۔ قف
وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝ ق۔ اے پیغمبر قرآن مجید کی قسم
(کہ تم ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو)۔

یہ سورۃ مکیہ ہے جیسا کہ حسن و عکرمہ و جابر و ابن
عباس فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو صبح کی اول
رکعت میں پڑھا کرتے تھے اور عیدین میں بھی پڑھتے تھے
اور خطبہ جمعہ میں بھی۔ اس سورۃ سے مفصلات شروع
ہوتی ہیں۔

اس سورۃ میں حشر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسکے
امکان پر اس عالم سے چند نظائر پیش کئے گئے ہیں جن سے
اسکی قدرت کاملہ اور حکمت کا بخوبی ثبوت ہوتا ہے۔ حشر
کے مسئلہ کے پہلے نبوت کے مسئلہ کا ثبوت دیا گیا ہے۔
کیونکہ حشر کے ثبوت کے لئے دلائل کے سوا کسی مخبر صادق
کی شہادت درکار ہے۔ اور مخبر صادق یا رسول ہے یا اسکی
کتاب جو رسول کی معرفت دنیا میں نازل ہوئی۔

ق کے معنے میں علماء کے کئی قول ہیں۔ ابن عباسؓ
کہتے ہیں کہ ق ایک عظیم الشان پہاڑ ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی
کر لیا جائے تو اسکے یہ معنے نہیں کہ اس سورۃ میں جو ق
ہے اس سے کوہ قاف مراد ہے۔ صحیح تو یہی بات ہے
کہ یہ حرف ابتداء کلام میں کسی خاص رمز کے لئے بولا
گیا ہے جسکو خدا کا رسول ہی جانتا ہے۔ (تف)

قابض اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک
نام ہے جسکے معنے ہیں بندوں کی روزی
محدود یعنی تنگ کرنیوالا قبض و بسط دونوں باہم
ضد یکدیگر ہیں۔ قبض کہتے ہیں تنگی و گرفتگی کو اور بسط
فراخی و کشائش کو یعنی خدا جسکی روزی چاہتا ہے تنگ کرتا
ہے اور جسکی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے دیکھو "باسط"
قرآن مجید میں اس لفظ کا مشتق یوں آیا ہے وَاللّٰہُ
یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۲)

اور اللہ تنگدست بھی کرتا ہے اور کشائیش بھی دیتا ہے۔

قاب قوسین

مقدار دو کمان (غ) تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ قاب کے معنے مقدار کے ہیں۔ اور زمخشری کہتے ہیں کہ کمان اور نیزہ اور کوڑے اور گز اور ہاتھ کے ساتھ عرب میں اندازہ بیان کیا جاتا ہے کہ دو کمان کے فاصلہ پر یا تیر یا ہاتھ کے فاصلہ پر ہے۔ قاب کمان کی موٹھ کو بھی کہتے ہیں۔ تو معنے یہ ہوئے کہ وہ دونوں اسقدر قریب ہوگئے کہ جس طرح دونوں کمانوں کو ملا دینے سے انکی موٹھ باہم ملجاتی ہے اور کچھ فاصلہ نہیں رہتا۔ اور یہ قرب جسمانی کیطرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح آیا ہے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (س۔ النجم۔ ع ۱) دو کمان کی قدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

قابیل

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جس نے اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ انکا حال بالتفصیل قرآن کی حسب ذیل آیتوں میں موجود ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا تا فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۵) اور (اے نبی) تو اُن لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا قصہ ٹھیک طور سے سنا دے جبکہ دونوں نے اللہ کے لیئے کچھ نیاز گزرانی سو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تب ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس[1] نے کہا اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی نذر قبول کیا کرتا ہے اگر تو میرے قتل کرنے کے لیئے ہاتھ بڑھائیگا تو میں تو تیری طرف تیرے قتل کے لیئے ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب ہے جہان کا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے پھر تو دوزخی ہو جاوے۔

[1] یعنے میرا کیا قصور جو تو مجھے نیاز قبول نہ ہونے سے مارنا چاہتا ہے نیاز پرہیزگاروں کی قبول ہوا کرتی ہے سو تیرا قصور ہے کیوں حسد کرتا ہے ۱۲۔

اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پھر رضامند ہوا اسکا دل اپنے بھائی کے قتل پر پس اسکو مار ڈالا تب وہ خود برباد ہوگیا۔ پھر اللہ نے کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسکو دکھلائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہیئے۔ وہ بولا کہ ہائے شامت! کیا میں اس کوے کی برابر بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا پھر تو وہ پچھتانے لگا۔

توریت میں ہے کہ آدم اپنی جورو حوا سے ہمبستر ہوا۔ وہ حاملہ ہوئی اور قائن کو جنی (عربی میں اسکو قابیل کہتے ہیں) پھر اُسکے بھائی ہابیل کو جنی اور ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا اور قائن کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے حاصل میں سے خداوند کے لئے ہدیہ لایا اپنی پہلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں میں سے لایا اور خداوند نے ہابیل اور اُسکے ہدیہ کو قبول کیا۔ پر قائن کو اور اُسکے ہدیہ کو قبول نہ کیا۔ اسلیئے قائن نہایت غصہ اور ترش رو ہوا۔ اور خداوند نے قائن سے کہا۔ تجھے کیوں غصہ آیا اگر تو اچھا کرتا تو کیا مقبول نہ ہوتا الخ۔ اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو قائن اپنے بھائی ہابیل پر اُٹھا اور مار ڈالا۔ تب خداوند نے کہا تیرا بھائی کہاں ہے۔ اس نے کہا کیا میں اسکا نگہبان ہوں پھر اس نے کہا کہ تو نے کیا کیا۔ تیرے بھائی کا خون زمین سے تجھے پکارتا ہے اور اب تو زمین سے لعنتی ہوا الخ۔ سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے پورب کیطرف نود کی سرزمین میں جا رہا۔ قابیل اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنی پیٹھ پر لادے پھرتا تھا اس سے پہلے کسیکو دفناتے نہ دیکھا تھا جو دفناتا اسلیئے خدا نے کوے بھیجے جو باہم لڑے اور ایک نے ایک کو مار کر پنجوں سے زمین کرید کر دبا دیا اسپر قابیل کو دیکھکر سخت ندامت ہوئی۔ کہ اے افسوس! میں تو اس کوے کی برابر بھی نہ ہو سکا یعنی مجھے دفنانا نہ آیا اور نیز کوے نے جانور ہو کر بعد مرون دوسرے پر رحم کیا جو اسکی لاش کو تہ خاک کیا۔ میں نے اپنے بھائی کے

ساتھ انسان ہو کر کیا گیا۔ (لف)

قادر خدا کے ننانوے (۹۹) ناموں سے ایک نام ہے۔ اسکے معنے ہیں قدرت والا۔ قادر اصل میں اسکو کہتے ہیں کہ اگر چاہے کرے اور اگر چاہے نہ کرے اور یہ بات نہیں کہ ضرور ہی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالے اسوقت قیامت قائم کرنے پر قادر ہے اگر چاہے لیکن قائم نہیں کرتا۔ کیونکہ چاہتا نہیں۔ اسلئے کہ اسکے سابق علم میں اسکا وقت مقرر ہو چکا ہے اور اس سے قادر ہونے میں کوئی خدشہ نہیں ہو سکتا۔ اور قادر مطلق اسے کہتے ہیں جسے اختراع اشیاء میں کسی دوسرے کی معاونت کی حاجت نہ ہو۔ اور وہ اللہ تعالےٰ ہے بندہ بھی قادر ہے لیکن ناقص (منق)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ موجود ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ تا وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ (س۔ انعام رع ۸) یعنی کہو کہ وہی خدا اسپر قادر ہے کہ تمہارے اوپر کیطرف سے یا تمہارے پیروں کے تلے سے کوئی عذاب تمہارے لئے نکال کھڑا کرے یا تمکو گروہ گروہ کرکے تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھائے۔

قادریہ صوفیہ کا ایک گروہ جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیطرف منسوب ہے۔ اس سلسلہ میں سماع وغیرہ ممنوع ہے۔ ایشیا کے سنیوں میں یہ سلسلہ ہر دلعزیز سلسلہ ہے۔ دیکھو (عبد القادر جیلانی)۔

قارعہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ دل کھڑکھڑا دینے والی۔ یہ قرع سے مشتق ہے جسکے معنے کھڑکھڑانے اور ٹھوکنے کے ہیں اسلئے حوادث دہر کو جو عاقل کو دہلاتے اور دل کو ہلاتے ہوں فوارع الدہر کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کی اس قسم کی آیات کو جو طبع بشری کو جنبش دینے والی ہیں قوارع القرآن کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں بھی وہ مضامین ہیں جو انسان کو خواب غفلت سے جگاتے اور اسکے دل کو ہلاتے ہیں یا اس میں اس حادثہ کا ذکر ہے جو دنیا کو زیر وزبر کر دیگا یعنے قیامت۔ اسلئے اسکا نام قارعہ ہوا۔ (لف)

قارون معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کا بھانجا تھا۔ مگر صحیح وہی پہلی بات ہے۔ یہ شخص توریت خوب پڑھتا تھا۔ جبتک فقیر محتاج و بے مایہ رہا تب تک متواضع و متخلق باخلاق حمیدہ رہا۔ مگر جب مالدار ہوا تو بگڑ گیا۔ یہانتک کہ اپنے کپڑے اوروں سے ایک ایک بالشت بڑھا دئے جو نخوت وکبر کی نشانی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس شخص کیطرف نہ دیکھیگا جو اپنا کپڑا اتنا دراز کرے کہ گھسٹتا چلے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ قارون کی کثرت مال اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ اُس کے خزانہ کی کنجیاں چالیس آدمی لیکر چلتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ (س قصص ع ۸) یعنے ہمنے اُسے اتنے خزانے دئے تھے کہ کئی زور آور مرد اسکی کنجیاں بمشکل اُٹھاتے۔ الغرض قارون نخوت وکبر میں بسر کرتا تھا اور کارخانہ قضا و قدر سے غافل تھا۔ ایک دن مومنوں نے براہ نصیحت اس سے کہا لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ تا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ یعنی اترا مت کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو تجھکو خدا نے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کا فکر کرتا رہ اور دنیا سے جو تیرا حصہ ہے اوسکو فراموش نہ کر اور جسطرح سے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر

اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو کیونکہ اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان کے جواب میں اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ یعنی یہ تو ملا ہے مجھے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے۔

مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اس جگہ کون علم مراد ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ قارون نے کہا میں تم سب سے زیادہ توراۃ کو جانتا ہوں اس باعث سے اللہ نے تم سب پر مجھکو فضیلت دی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مجھکو کئی قسم کے کسب آتے ہیں ان سے یہ مال حاصل ہوا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت یوسف کے خزانوں سے واقف ہوگیا تھا اور انکو اٹھا لایا اور سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو علم کیمیا سکھایا تھا۔ سو حضرت نے ایک تہائی یوشع بن نون کو اور ایک تہائی اب ابن یوقنا کو اور ایک تہائی قارون کو سکھائی تھی۔ مگر قارون نے فریب سے حضرت یوشع اور یوقنا کا علم بھی سیکھ لیا اور مالدار ہوگیا۔ بالجملہ اس عرصہ میں شنبہ کے دن قارون نے سرخ کپڑے پہنے اور سفید اونٹ پر سوار ہوا اور ستر یا نوے ہزار سوار گھوڑوں کے سب پوشاک ارغوانی پہنے ہوئے ساتھ ہوئے۔ اور تین سو یا ہزار عورت خوبصورت سرخ کپڑے سفید موزے پہنے ہوئے انواع زیورات سے آراستہ سفید اونٹوں پر سوار ہمراہ رکاب سیر کناں قوم بنی اسرائیل کیطرف آیا تو ان میں جو لوگ طالب دنیا تھے کہنے لگے یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ یعنی کاش! ہمارے پاس بھی ہوتا جیسا کچھ قارون کو ملا ہے۔ بے شک قارون بڑا صاحب نصیب ہے۔

القصہ قارون عیش و عشرت میں بسر کرتا۔ اور حضرت موسٰی اور ہارون علیہما السلام سے دل میں بغض اور حسد رکھتا۔

اول طغیان اور عصیان قارون سے یہ ہوا کہ جب اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو ارشاد کیا کہ اپنی قوم کو کہو کہ چادروں میں چاروں طرف آسمانی رنگ کے ڈورے لگاویں تاکہ انکو دیکھکر آسمان کو دیکھیں۔ اور معلوم کریں کہ میں نے توریت اسی سے نازل فرمائی ہے تب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی ساری چادر اگر رنگ لینے کا حکم ہو تو بہتر ہے اسلئے کہ بنی اسرائیل سبز ڈوروں میں اپنی حقارت سمجھیں گے۔ اور یہ حکم بھی چھوٹا ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرا حکم چھوٹا نہیں ہے دیکھو چھوٹے حکم کی اگر تقدیم کریں تو بڑے حکم میں بھی پہلو تہی نہ کرینگے۔ پھر حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ اپنی چادروں میں سبز ڈورے باندھو کہ جب انہیں دیکھو تو اپنے رب کو یاد کرو۔ بنی اسرائیل نے فرمانبرداری کی اور قارون نے انکار کرکے اپنا منہ پھیر لیا۔ اور کہا یہ نشانیاں غلاموں کی ہیں اور میں امیر ہوں۔

دوسرے یہ کہ جب فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسٰی علیہ السلام نے ریاست مذبح کی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد فرمائی کہ بنی اسرائیل اپنی قربانی حضرت ہارون کے پاس لے جاتے اور حضرت ہارون اسکو ذبح کرکے رکھدیتے آسمان سے ایک آگ آتی اسکو کھا جاتی۔ یہ ریاست قارون کو سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تم پیغمبر ہوئے اور ہارون کو ریاست مذبح ملی میں کسی میں نہ رہا۔ حالانکہ توریت کو میں خوب پڑھتا ہوں۔ اب میں صبر نہیں کرسکتا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ ریاست ہارون کو نہیں دی اللہ کیطرف سے انکو عنایت ہوئی ہے

بولا کہ میں نہیں مانتا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے رئیسوں کو جمع کرکے فرمایا کہ اپنی اپنی لاٹھیاں لاؤ اور انکو اپنے قبہ عبادت میں بطریق تھینی کے جماؤ۔ جسکی لکڑی اُگ آئے اسکا مرتبہ خدا کے نزدیک بڑا سمجھو۔ سب لوگ اپنی اپنی لکڑیاں لاکر گاڑنے لگے۔ حضرت ہارون نے بھی اپنی لکڑی گاڑی۔ صبح کو حضرت ہارون کی لکڑی کو جو دیکھا تو اس میں پتے لگے ہوئے تھے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے قارون مرتبہ ہارون کا دیکھ۔ قارون نے کہا واللہ یہ سحر ہے۔ اور اپنے تابعین کے ساتھ قوم سے نکل گیا۔ اور حضرت موسیٰ سے بگڑ بیٹھا۔ مگر حضرت موسیٰ باوصف ایسی شرارت کے بلحاظ قرابت ہر ایک امر میں رعایت کرتے۔ پھر اس مردود نے گھر بنایا اور اسکا دروازہ سونے کا لگایا اور دیواریں اسکی مطلا اور مذہب بنائیں ہر روز بنی اسرائیل وہاں جایا کرتے اور دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور قارون انکو کھانا کھلاتا۔ بنی اسرائیل کے رکابی مذہب تھے۔ وہ شکایتیں حضرت موسیٰ کی کیا کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عرصہ میں حکم زکوٰۃ نازل ہوا۔ قارون نے عذر کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے یوں مصالحہ کیا کہ ہزار درہم پر ایک درہم اور ہزار بکری پر ایک بکری دیا کرو۔ اس نے شمار کیا تو زرخطیر ہوا۔ تب بخل نے زکوٰۃ سے باز رکھا۔ پھر بنی اسرائیل کو جمع کرکے کہنے لگا کہ تمنے موسیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر ایک حکم میں کی ہے۔ اب وہ چاہتا ہے کہ تمہارا مال بھی لے لے وہ کہنے لگے تو ہمارا سردار ہے جو تو کہیگا ہم کرینگے۔ وہ کہنے لگا میں موسیٰ کو رسوا کیا چاہتا ہوں تاکہ پھر کوئی اسکی بات نہ سنے۔ مسماۃ منیرہ فحبہ کو میرے پاس لاؤ۔ تو میں تدبیر کروں۔ بنی اسرائیل تلاش کرکے لے آئے قارون نے اس سے کہا کہ میں تجھکو ایک ہزار درہم یا ہزار دینار یا طاس سونے کا عطا کرونگا یا اپنے محل میں داخل کرونگا تو کل جسوقت بنی اسرائیل جمع ہوں حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگانا۔ اور وہ تھیلیاں اشرفیوں کی اُسی وقت دیں۔ اس نے اقرار کیا۔ دوسری صبح کو قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ حضرت موسےٰ بھی تشریف لائے۔ قارون نے کہا بنی اسرائیل چاہتے ہیں کہ آپ وعظ فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اثناء وعظ میں فرمایا کہ جو کوئی شخص چوری کریگا اس کا ہاتھ کاٹونگا۔ اور جو کوئی زنا کریگا تو اگر وہ کتخدا نہیں ہے تو اُسے سو تازیانے مارونگا۔ اور جو کتخدا ہے۔ اسے سنگسار کرونگا۔ یہانتک کہ مرجائے اور جو کسیکو تہمت لگائیگا۔ اسکو اسی کوڑے مارونگا۔ قارون نے ادب سے کہا۔ اگر یہ سب گناہ تم سے ہوئے ہوں تو کیا کرو حضرت نے فرمایا اگر مجھ سے ہوئے ہوں تو بھی یہی حکم ہے قارون نے کہا بنی اسرائیل کو یہ گمان ہے کہ تو نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرت موسےٰ نے فرمایا۔ معاذاللہ۔ تو اسکو طلب کر کہاں ہے حاضر ہوکر بیان کرے۔ چنانچہ مسماۃ منیرہ اسی محفل میں حاضر ہوئی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اے منیرہ تجھکو قسم اُس خدا کی جس نے دریا کو پھاڑا اور توریت کو نازل کیا سچ بیان کر کہ میں نے تیرے ساتھ وہ کام کیا ہے جو یہ لوگ کہتے ہیں بولی ہرگز نہیں۔ سب افترا اور جھوٹ ہے اور یہ سب لوگ جھوٹے ہیں۔ اس قارون نے مجھکو سکھایا ہے اور رشوت دی ہے کہ تو حضرت موسےٰ کو اپنے ساتھ زنا کی تہمت کر۔ سو میں باوجود اسکے کہ گنہگار بدکار ہوں۔ لیکن ہرگز پسند نہیں کرتی کہ آپ پر تہمت کروں۔ اور یہ دونوں تھیلیاں اشرفیوں کی قارون کی دی ہوئی اسکی میرے پاس موجود ہیں۔ بنی اسرائیل نے جب مُہر قارون کی دیکھی تو اسکے مکر سے مطلع ہوئے۔ پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام سجدے میں گئے۔ اور

قارون کے شاکی ہوکر عرض کرنے لگے کہ یاالٰہی اگر میں تیرا رسول ہوں تو غضب نازل کر۔ ارشاد ہوا کہ میں نے زمین کو تیرے اختیار میں کر دیا ہے جو امر کو خاطر ہو اُسے ارشاد کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ نے مجھکو قارون پر اسیطرح بھیجا ہے جسطرح فرعون پر بھیجا تھا۔ اب جو شخص اسکے ساتھ رہا چاہتا ہے وہ جا ہے اور جو علیحدہ ہوا چاہتا ہو وہ نکل آوے۔ یہ بات سنکر سب بنی اسرائیل نکل آئے۔ مگر دو شخص باقی رہے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو ارشاد کیا کہ یا اَرضُ خُذِیْھِمْ یعنی اے زمین پکڑ انکو۔

اسوقت قارون ایک تخت پر فرش مخملی بچھائے ہوئے بیٹھا تھا۔ زمین نے اس تخت کو نگلا۔ وہ تو غائب ہو گیا۔ پھر قارون کو پاؤں کیطرف سے نگل چلی۔ اس مردود نے شور مچایا اور امان مانگنے لگا۔ پھر موسےٰ نے فرمایا یا اَرضُ خُذِیْھِمْ یہانتک کہ زانو سے سر تک زمین میں غائب ہو گیا۔ اس درمیان میں ستّر مرتبہ قارون نے اور اُسکے یاروں نے استغاثہ کیا لیکن حضرت موسےٰ علیہ السلام ملتفت نہ ہوئے اور مطلق غصہ حضرت کا فرو نہ ہوا۔ اسوقت وحی آئی کہ اے موسیٰ قارون اور اُسکے یاروں نے ستّر بار استغاثہ کیا اور تو نے نہ سنا۔ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر مجھسے ایک مرتبہ استغاثہ کرتا تو میں اسکا استغاثہ سن لیتا۔ القصہ اس واقعہ کے بعد سفہاء بنی اسرائیل آپسمیں کہنے لگے کہ موسےٰ نے اسلئے دعا مانگی کہ قارون ہلاک ہو۔ تو ہم اسکے مال واسباب میں تصرف کریں۔ یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا تب واسطے رفع تہمت کے پھر دعا مانگی کہ یاالٰہی یہ مال اور اسباب بھی زمین میں دھنس جائے۔ چنانچہ گھر اور مال ظاہر اور پوشیدہ سب زمین میں جاتا رہا۔

معالم التنزیل میں قتادہؓ سے روایت ہے کہ قارون ہر روز مقدار اپنے جسم کے مع مال اور خانہ زمین میں دھنستا ہے۔ قیامت تک یونہی رہے گا جب نفخ صور کا وقت آویگا تب قعر زمین میں پہنچیگا۔ (مظہر)

قاری (ل) پڑھنے والا (ص) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو علم قرارت سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس فن کے جاننے والے سات شخص ایسے گذرے ہیں کہ دور دراز سے لوگ انکے پاس آکر قرآن کی حرکات و سکنات مد و شد بلکہ لب و لہجہ کو بھی سیکھتے تھے اور اس فن کے مقتدا مانے گئے ہیں انہیں قراء سبعہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) نافع۔ آپ نے ستر تابعین سے یہ علم حاصل کیا تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔

(۲) **ابن کثیر مکی**۔ یہ عبداللہ بن سائب صحابی کے شاگرد تھے۔

(۳) **ابو عمرو**۔ علماء تابعین کے شاگرد تھے اور بصرہ میں رہتے تھے

(۴) **عبداللہ بن عامر**۔ شامی۔ یہ ابوالدرداء کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔

(۵) **عاصم**۔ کوفی۔ یہ بھی تابعین کے شاگرد تھے

(۶) **حمزہ**۔ یہ عاصم کے شاگرد تھے۔

(۷) **کسائی**۔ یہ حمزہ کے شاگرد تھے۔

وہ سات قاری کہ جنکی سات قرات مشہور ہیں یہی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی قرارت کے دو راوی ہیں۔ کہ جنکے لب و لہجہ میں کسیقدر باہم اختلاف ہے۔

چنانچہ نافع سے انکے شاگرد قالونؒ اور ورشؒ اور ابن کثیر سے قنبلؒ اور بزیؒ ایک واسطہ سے اور ابو عمرو سے دوری اور سوسی ایک واسطہ سے۔ اور ابن عامر سے ہشام اور ذکوانؒ ایک واسطہ سے اور عاصم سے ابوبکر بن عیاشؒ اور حفصؒ (حفص کی قرارت ہندوستان میں مشہور ہے)

اور حمزہ سے حلفؒ اور خلادؒ بواسطہ سلیم۔ اور کسائی سے دوری اور ابوالحارث روایت کرتے ہیں (مقدمہ نفع)

قاری ابو محمد جعفر بن احمد اپنے زمانہ کے بے نظیر محدث تھے۔ حافظ ابوطاہر سلفی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ سے روایت کرنے پر فخر کیا کرتے تھے سنہ ۵ھ میں فوت ہوئے (ابن)

قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق۔ مدینہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ سنہ ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے (کن)

قافلہ (ل) سفر سے واپس آنے والا۔ قفول سے ماخوذ ہے جسکے معنے سفر سے واپس آنا ہے لیکن تفاؤل کے لئے اس گروہ کو کہتے ہیں جو سفر کرنیوالا ہو۔ (غ)۔

اسلامی ممالک میں جب راستے پرخطر ہوتے تو لوگ ملکر سفر کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی گروہ یا شخص قافلے سے متعرض ہو تو اسے قتل کیا جاتا ہے۔

قانت (ل) فرمانبردار۔ نماز میں دعا پڑھنے والا۔ خاموش (غ)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ (س النحل۔ ع ۱۶) یعنی بے شک ابراہیمؑ لوگوں کے پیشوا ہوگذرے ہیں خدا کے فرمانبردار بندے جو ایک خدا کے ہو رہے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

قانون وہ امر کلی جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہو جائے (فغ)

اصل میں یہ لفظ سریانی ہے یا یونانی۔ جسکے معنے ہیں اصل ہر چیز۔ مسطر کتاب۔ مسطر جدول۔ مقیاس ہر شئے۔ (غ)

قُبا مدینے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ ہجرت کرکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پہلے یہیں اُترے تھے اور دو ہفتے تک یہیں قیام فرمایا تھا۔ اس اثنا میں آپ نے ایک مسجد کی بنا ڈالی جسکا نام مسجد قبا ہوا۔ دیکھو (مسجد قبا)

قبالہ ضامنی نامہ۔ خط شرعی۔ (غ)

قبر شرع میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ خواہ کوئی دریا میں ڈوب جاوے یا آگ میں جلجاوے۔ یا اسکی لاش ہوا میں لٹکتی رہے۔ بہر حال اُسکو قبر میں جانا ہوتا ہے۔ وہاں اسکو ثواب وعذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ اور عرف میں قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے۔ قبر بھی بندے کے لئے ایک نعمت ہے جسکی تعلیم قابیل کے عہد میں ہوئی۔ اس سے پہلے جانوروں کی طرح لاش پڑی سڑا کرتی تھی۔ کتے۔ گیدڑ۔ چیل۔ کوّے کھایا کرتے تھے۔ مرنے والے کی کمال بے حرمتی ہوتی تھی۔ اور لوگوں کو تکلیف پہونچتی تھی۔ امراض پھیلتے تھے۔ دفنانے سے یہ سب باتیں جاتی رہیں۔ مجوسی تو ابتک اپنے مُردوں کی لاشوں کو اسی جاہلانہ دستور کے موافق یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرتے ہیں کہ لاشوں کے لئے ایک مکان بنا رکھتے ہیں کنوئیں کی طرح کا اور اس میں ایک دروازہ ہوتا ہے۔ لاش کو وہاں دھر کر چلے آتے ہیں۔ اہل ہنود اکثر جلادیتے ہیں۔ باقی اور تمام اقوام مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی۔ اور دیگر اقوام خاک میں دباتے ہیں۔ (لف)

عامر ابن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ اُنہوں نے اپنی مرض الموت میں کہا (میری وفات کے بعد) میرے لئے لحد بنانا اور مجھ پر (یعنے دہانہ لحد پر) کچی اینٹیں کھڑی کرنا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا (مش)

سُفیان تمار کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ اونٹ کی کوہان کی سی تھی (مش)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ کرنے اور اسپر عمارت بنانے اور اسپر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مش)

قبر کا سرہانا شمال کیطرف رکھا جاتا ہے تاکہ اس میں میت کا رخ قبلہ کیطرف ہوسکے۔ قبر کی گہرائی ایک متوسط آدمی کے سینہ کے برابر رکھی جاتی ہے۔ مغرب کی سمت لحد بنائی جاتی ہے اور اس میں میت کو لٹا کر لحد کا دہانہ کچی اینٹوں سے بند کر دیا جاتا ہے۔ اور قبر کو مٹی سے بھر کر زمین سے کسیقدر اونچی بنا دیتے ہیں۔

قبروں کی زیارت سے پہلے منع کیا گیا تھا۔ مگر بعد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی کہ قبروں کی زیارت کرکے عبرت حاصل کیا کریں۔ مگر عورتوں کو کسی صورت میں قبروں میں جانا جائز نہیں (م)

قبض و بسط خدا کی صفات ہیں۔ دیکھو "قابض و باسط" (ص-و) میں قبض و بسط ان دو حالتوں کا نام ہے جو بندہ کو خوف و رجا کے درجہ سے ترقی کرجانیکے بعد عارض ہوتی ہیں۔ پس عارف کے لئے قبض ایسا ہے جیسے ستامن کے لئے خوف۔ ان دونو میں فرق یہ ہے کہ خوف و رجا کسی آئندہ مکروہ یا محبوب امر سے تعلق رکھتے ہیں، اور قبض و بسط کا تعلق موجودہ امر کے ساتھ ہے جو عارف کے دل پر وارد غیبی سے غالب ہوتا ہے (نغ)

مجمع السلوک میں لکھا ہے۔ قبض و بسط اور خوف و رجا قریب قریب ہیں۔ لیکن خوف و رجا عام محبت کے مقام میں ہوتے ہیں اور قبض و بسط خاص محبت کے اوائل کے مقام میں ہوتے ہیں۔ پس جو شخص اوامر و نواہی بجالاتا ہے ایمان کا حکم رکھتا ہے اسکو قبض و بسط نہیں ہوتا بلکہ خوف و رجا ہوتی ہے لیکن اگر اسکو غم و خوشی لاحق ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ قبض و بسط ہے حالانکہ یہ باتیں نفس امارہ کے لوازمات ہیں پھر جب بندہ ترقی کرکے محبت خاص کے اوائل کو پہونچتا ہے اور صاحب حال و قلب اور مالک نفس لوامہ ہوجاتا ہے تو اسکی قبض و بسط کی نوبت آتی ہے کیونکہ بندہ ایمان کے مرتبہ سے بڑھکر ایسے درجہ پر جا پہنچتا ہے کہ حق تعالی اسکو کبھی قبض اور کبھی بسط کرتا ہے (ک)

وہ دلوں کو قبض کرتا ہے پس وہ تنگ ہوتے ہیں جبکہ ان پر اسکی بے توجہی۔ بے پروائی اور جلال منکشف ہوتا ہے اور وہ دلوں کو بسط کرتا ہے جبکہ انپر اپنے لطف و احسان اور اجمال کا پرتو ڈالتا ہے۔ (ہق)

قبطی قبط کیطرف منسوب ہے۔ اور قبط ایک شخص تھا نوح علیہ السلام کے نبیروں سے اسکی اولاد کو قبطی کہتے ہیں جو مصر میں رہتے تھے اور فرعون کے تابع تھے۔ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اسی قوم سے تھیں (غ)

قبلہ فعلۃ کے وزن پر ہے۔ سامنے کی جہت کو کہتے ہیں یا اس حالت کو جو کسی چیز کے سامنے ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا تو یہ مقابلہ سے مشتق ہے یا استقبال ہے۔ اور قبلہ کو اسی لئے قبلہ کہتے ہیں کہ وہ نمازی کے سامنے ہوتا ہے (تفسیر کبیر وغیرہ)۔

نماز کے لئے تعین قبلہ کی حکمت خدا تعالے نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک قوۃ عقلیہ کہ جو مجردات کا ادراک کرتی ہے۔ دوسری قوت خیالیہ کہ عالم اجسام میں تصرف کرتی ہے۔ اور بسا اوقات یہ قوت خیالیہ قوت عقلیہ کو ان معانی مجردہ کے علم میں مدد دیا کرتی ہے۔ اور اسلئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ مہندس لوگ جب مقادیر کا کوئی کلی حکم دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اسکے لئے کوئی صورت معینہ اور شکل معین فرض کر لیتے ہیں تاکہ حس اور خیال اسکی اس ادراک میں اعانت کرے۔ پس جب بندہ کو خدا تعالی کے حضور میں

بوقت عبادت حاضر ہونا پڑا تو اس ذات مقدسہ کے لئے جو جسم اور اسکے عوارض سے پاک ہے اور احاطۂ حس و خیال سے باہر ہے۔ کوئی آلہ حسی (یعنی اسکی مشق کے لئے خاکہ) ضرور تھا کہ جو اسکی تجلیات کا مظہر اور اسکے جمال باکمال کا آئینہ ہو۔ اور یہ بھی ضرور تھا کہ اس آئینہ میں کوئی صنمیت یا قبریت وغیرہ کا رنگ نہ ہو (یعنی وہ جگہ کسی کی قبر یا کسیکی تصویر نہ ہو۔ ورنہ پھر توجہ عبودیت اس صاحب قبر اور اس صاحب تصویر کی طرف رجوع کرے گی) تاکہ عمدہ طرح سے نظر آوے۔ اور یہ جگہ خانہ کعبہ ہے کہ جو عالم ملکوت میں بیت المعمور کا نمونہ اور عالم ناسوت میں ابو الانبیاء و رئیس الموحدین حضرت آدم و ابراہیم علیہما السلام کا معبد اور خداوند تعالٰے کے جلوہ کی کرسی ہے۔ اور تکوین عالم کے وقت تمام زمین کے لئے مبدء یا اسکی ناف ہے اور آفتاب دین محمدی کا مطلع اور اہل اسلام کی دولت و حشمت کا منبع ہے اور اسکے بعد دوم درجہ بیت المقدس ہے کہ جہاں نبوت بنی اسرائیل کا دریا بہا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ قوت اجتماعیہ قوت وحدانیہ سے قوی ہوتی ہے۔ دیکھئے ایک یا دو بال میں وہ قوت نہیں جو دس بیس یا پچاس ملا کر رسی بٹنے میں ہوتی ہے۔ پس جب نباتات و جمادات کا یہ حال ہے تو پھر حضرت انسان بالخصوص اہل ایمان کے اتفاق کا خصوصًا وقت عبادت میں اجتماع انوار روحانیہ کا تو کیا کہنا ہے۔ اسی لئے نماز جماعت مقرر ہوئی۔ کہ اہل محلہ میں اتفاق پیدا کرے۔ اور جمعہ اور حج اسلئے کہ اہل شہر اور روئے زمین کے اہل اسلام کا باہمی میل و جول ہو۔ پس جب نماز میں حالت اتفاقیہ شریعت کے نزدیک ایک امر ضروری تھا تو اسکے لئے ایک جہت کا مقرر ہونا بھی ضرور تھا۔ کیونکہ اختلاف ظاہری اختلاف باطنی کی دلیل ہے۔ اور وہ جہت خانہ کعبہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ اسلام و توحید کا یہ منبع ہے۔

پہلے چند روز تک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کیطرف مونہہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر خانہ کعبہ کیطرف مونہہ کرنیکا حکم ہوا۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین پر مبنی ہے۔ چنانچہ آنحضرت کا ماننا موسیٰ و عیسےٰ و دیگر انبیاء کا ماننا ہے۔ اور قرآن مجید پر ایمان لانا تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے دو معبد روئے زمین پر ایسے معظم و مکرم تھے کہ جنکی عزت و عظمت تمام خدا پرست قوموں کے دلوں میں پیوست تھی۔ ایک کعبہ اور دوسرا بیت المقدس۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ان دونوں گھروں کو قبلہ نماز بنایا جائے تاکہ مرتبہ جامعیت پایا جائے۔ مگر چونکہ یہ نور نبوت اولًا کعبہ ہی سے چمکا ہے تو بیشتر اسکی رعایت ہی کیگئی (تف)

تحویل قبلہ کا حکم ۲ھ میں ہوا۔ اسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ اس حکم کا نازل ہونا تھا کہ نماز ہی میں آپ نے کعبے کیطرف منہ پھیر لیا۔ یہ دیکھکر صحابہ نے بھی آپ کی متابعت کی۔ اور سب نے کعبے کیطرف منہ پھیر لیا۔ اس وقت مسجد نبوی اور مسجد قبا دونوں کا رخ بیت المقدس کیطرف تھا۔ اس حکم کے بعد ان میں بھی قبلے کی سمت بدل دی گئی (طب وغیرہ)

کعبہ کیطرف منہ کرنے میں اسطرف کا حقیقی ہونا ضرور نہیں بلکہ سمت تخمین بھی کافی ہے۔ یہانتک کہ اگر ایک خط جنوب شمال میں کعبے سے نکالا جائے اور دوسرا نمازی کے سامنے سے کھینچا جائے جبکہ وہ کعبہ سے مغربی یا مشرقی جہت میں ہو۔ اور پھر دونوں خطوں میں تقاطع ہو جاوے تو کافی ہے۔ جیسا کہ شکل ذیل سے ظاہر ہے۔

اگر اندھیری رات میں یا کسی اور وجہ سے قبلہ معلوم نہ ہو تو نمازی غور کرے اور جدھر ظن غالب قبلہ کا ہو اسی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے گو بعد میں غلطی معلوم ہو۔ کیونکہ یہ امر سہولت پر مبنی ہے۔ ورنہ وقت ہو جاوے۔ (نف)

کعبہ

نمازی

نمازی

تحویل قبلہ کا بیان قرآن مجید میں دوسرے پارے کے شروع ہی میں موجود ہے۔

قبول مان لینا۔ تسلیم کرنا۔ لے لینا۔ اصطلاح فقہ میں کسی عقد مثلاً نکاح یا بیع وغیرہ کی درخواست کو منظور کر لینا اور درخواست کو ایجاب کہتے ہیں۔

قتات سخن چین۔ یعنی وہ شخص جو چھپکر آدمیوں کی باتیں سنے تاکہ دوسروں سے جا لگائے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ چھپکر آدمیوں کی باتیں سننے والے کو قتات کہتے ہیں دوسروں سے بیان کرے یا نہ کرے۔ حدیث میں قتات کی نسبت وعید آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (بخ) یعنے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سخن چین جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

قتل قتل کی پانچ قسمیں ہیں (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قتل جاری مجری خطا۔ (۵) قتل بالسبب

(۱) قتل عمد تو یہ ہے کہ قصداً ہتھیار مثل تلوار بندوق وغیرہ سے کسکو مار ڈالنا۔ اس قتل عمد کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اسپر قصاص واجب ہوگا۔

(۲) قتل شبہ عمد اسے کہتے ہیں کہ قصداً غیر ان چیزوں کے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز سے نہ ہو۔ مثلاً لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر سے مارنا۔ اسے خطائے عمد بھی کہتے ہیں۔ اس قتل کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اسپر کفارہ واجب ہوگا اور دیت مغلظہ لازم آئیگی۔ قصاص واجب نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَّدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖ یعنی جو شخص کسی مومن کو خطا سے قتل کر ڈالے تو اسپر ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور دیت مقتول کے گھر والوں کو اسپر دیجاوے

(۴) قتل جاری مجری خطا یہ ہے کہ مثلاً کوئی سونیوالا کروٹ لینے میں کسی پر گر پڑے اور جسپر پڑے وہ مر جاوے یا کسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور جسپر پڑے وہ اسکے صدمے سے مر جاوے۔ یا سواری کا جانور کسیکو روند ڈالے اس قتل جاری مجری خطا میں بھی کفارہ اور دیت مثل قتل خطا واجب ہے۔ قتل خطا اور قتل جاری مجری خطا میں ترک احتیاط کی وجہ سے قاتل گنہگار ہو جاتا ہے اور اس سبب سے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

(۵) قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی غیر مملوکہ زمین میں بغیر حکم حاکم کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اس کنوئیں میں کوئی گر کر مر جاوے یا پتھروں سے ٹھوکر کھا کر مر جاوے تو اس قتل میں بھی اسکے عاقلہ پر دیت واجب ہو جاتی ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

اس بات پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ قاتل ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا۔ اور قتل سے اگر قاتل توبہ کریگا تو صحیح ہوگی۔ لیکن ابن عباس اور زید بن ثابت اور ضحاک سے منقول ہے کہ قاتل کی توبہ منظور نہیں کیجاوے گی۔

اگر بیٹے نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا تو بالاتفاق

بیٹا عوض میں قتل کیا جاویگا۔ اور اگر باپ نے بیٹے کو قتل کیا تو باپ اسکے عوض میں قتل نہیں کیا جائیگا۔ اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص کو قتل کیا تو کل جماعت اسکے عوض میں قتل کیجاوے گی۔

جمیع اقسام قتل میں سوائے قتل بالسبب کے قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جائیگا۔ (رحمۃ)

قتل نفس اپنے آپ کو قتل کرنا۔ تفصیل کیلئے دیکھو (خودکشی)

قداح الاستقسام والاستخارہ استخارہ کے تیر دیکھو (ازلام استخارہ)

قدر تقدیر کے معنے میں آیا ہے دیکھو (تقدیر) قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس میں یہ لفظ یوں آیا ہے اِنَّا اَنزَلنَاہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ یعنی ہمنے قرآن کو شب قدر میں اتارا۔

قدرت طاقت۔ توانائی۔ خدا کی صفت ہے جس سے اسے قادر۔ قدیر اور مقتدر کہتے ہیں۔ قدرت کی صفت جس شخص میں پائی جائے۔ اسکے لئے ضروری نہیں کہ جس چیز پر وہ قادر ہو اسکو بالضرور کرے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اسوقت قیامت قائم کرسکتا ہے اگر چاہے۔ لیکن کرتا نہیں کیونکہ چاہتا نہیں اور چاہتا اسلئے نہیں کہ اس نے اپنے سابق علم میں اسکا وقت مقرر کیا ہے۔ تو اس سے قدرت میں کوئی نقصان نہیں آتا (حق وغیرہ)

قدریہ قدریہ منسوب ہیں قدر کیطرف کیونکہ وہ قضا، قدر الٰہی کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا آپ خالق ہے قضاء قدر کو اس میں دخل نہیں۔ قدریہ اور جبریہ دونو فرقے باہم ضد ہیں۔ کیونکہ یہ بندے کو قادر و مختار کہتے ہیں۔ اور جبریہ بالکل عاجز و مجبور بتاتے ہیں پہلی بدعت جو زمانہ صحابہ میں نکلی وہ یہی مذہب قدر کا ہے

سب سے پہلے جس نے قول بقدر نکالا معبد بن خالد جہنی ہے۔ جب بصرہ میں اس نے اس مسئلہ پر گفتگو کرنی شروع کی تو بہت سے اہل بصرہ اسکی راہ پر چلنے لگے معبد نے اس رائے بدعت انگیز کو ایک شخص اساوَرہ سے لیا تھا اسکا نام ابو یونس سنسویہ تھا اور اُسے اسواری کہتے تھے۔ جب یہ فتنہ بڑھا تو حجاج نے بحکم عبد الملک بن مروان سنہ ھ میں اسکو عذاب دیکر سولی پر چڑھایا۔ یہ خبر جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور انہوں نے بات چیت معبد جہنی کی سنی تو قدریہ سے بیزاری ظاہر کی۔ ایک جماعت اس بدعت میں معتقد معبد کی ہو گئی تھی اور منجملہ غالین قوال بالقدر میں سے ابن سبا نظام اور ہشام بن عمرو غوطی اور اصم ہیں۔ قاضی عطا بن یسار بھی معتقد قدر کے تھے وہ اور معبد دونوں حسن البصری کے پاس آتے جاتے اور کہتے کہ یہ لوگ خونریزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اللہ کی تقدیر پر جاری ہیں کتب حدیث میں بھی انکی بابت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عمر سے ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرقہ قدریہ کے پاس نہ بیٹھو۔ اور نہ انکے پاس مقدمہ لیجاؤ۔

اور بیہقی نے کتاب مدخل میں اور رزین نے اپنی کتاب میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ چھ طرح کے شخصوں پر میں اور اللہ تعالیٰ اور جو مستجاب الدعوات ہیں لعنت کرتے ہیں۔ منجملہ انکے ایک وہ فرقہ ہے جو تقدیر الٰہی کو جھٹلاوے۔

جامع الاصول میں ابوداؤد سے اور مشکوۃ میں احمد اور ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو عیادت کو مت جاؤ اور جو وہ

مرجائیں تو انکے جنازے پر نماز مت پڑھو۔
قدریہ کو مشرک کہنا جائز نہیں۔ اسلئے شرکت
یا الوہیت میں ہوتی ہے یا عبادت میں۔ الوہیت
میں خدا کا شریک مجوس ثابت کرتے ہیں اور عبادت
میں بت پرست۔ قدریہ بیچارے تو بندے کو خالق
یا موجد یا مخترع غیر مستقل بتاتے ہیں۔ مگر حدیث
میں جو وارد ہے کہ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔
اسلئے بعضے علماء کہتے ہیں کہ قدریہ کافر ہیں بعد اس
اختلاف کے کہ کفر انکا تاویلی ہے یا ارتدادی۔ مگر قول
مختار یہ ہے کہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں۔ کیونکہ یہ بھی
استدلال کرتے ہیں قرآن اور حدیث سے۔ ترجمہ مشکوۃ
میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ان
لوگوں نے کفر کو اختیار نہیں کیا ہے اور نہ کفر سے راضی
ہیں بلکہ انکی تاویل نے انکو کفر سے بھگا دیا ہے۔ اور انہوں
نے قرآن و حدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے اور کوشش
کی ہے حق بات کی تلاش میں گو وہ حق کو نہ پہونچے۔
اور لزوم کفر اور التزام کفر میں بڑا فرق ہے احتیاط
کا یہی مقتضا ہے کہ انہیں کافر نہ سمجھنا چاہئے اور جو
کچھ انکے حق میں احادیث میں وارد ہے اور اس سے
ان کے کفر پر دلالت ہوتی ہے یہ انکی گمراہی میں مبالغہ
کرکے کہدیا ہے اور مقصود زجر و توبیخ ہے۔ بلکہ ان
احادیث کی صحت میں بھی علماء کو کلام ہے انتہی (مل)

قدوری ابوالحسن احمد بن محمد قدوری بلخی۔ بغداد
میں رہتے تھے۔ بڑے پکے حنفی تھے
فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب قدوری آپ ہی
کی تصنیف ہے۔ سنہ ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

قدوری فقہ کی معتبر کتاب ہے جو داخل درس
بھی ہے۔ مصنفہ شیخ ابوالحسن بن احمد
بغدادی جوہرہ وغیرہ اسکی عمدہ و مستند شرح ہے۔

قدوس خدا کا نام ہے (ل) تمام عیبوں سے پاک

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ
الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (س۔ حشر۔ ع ۳)
یعنی وہ ایسا اللہ ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔
بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے۔ تمام عیبوں سے بری ہے
امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ زبردست ہے۔
بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔

قدیم پرانا۔ ازلی۔ ازل سے۔ وہ چیز جسکی ابتدا و انتہا
نہ ہو۔ یہ صفت خاص خدا کی ہے اور کوئی
چیز اس میں اسکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی۔ یعنے
خدا کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں ہے نہ ہو سکتی ہے۔
ورنہ اسکی صفات میں نقصان لازم آتا ہے تعالی اللہ
عن ذالک علوا کبیرا۔ فرقہ آریہ خدا کے ساتھ
مادہ اور روح کو بھی قدیم مانتا ہے۔ گویا انکے نزدیک
مادہ اور روح کو بھی قدیم مانتا ہے - - - - - -
- - - - - - - - ۔ گویا ان کے
نزدیک مادہ اور روح خدائی خالقیت کے اثر سے
خارج ہیں۔ جس سے لازم آتا ہے کہ خدا پورا خالق
نہیں۔ معاذ اللہ منہ۔

قذف زنا کی تہمت لگانا۔ تہمت لگانیوالے کو
قاذف اور جسے تہمت لگائی جائے
مقذوف کہتے ہیں۔
اگر کوئی شخص عاقل بالغ مسلمان اور پاکدامن
مرد یا عورت کو زنا کی تہمت صاف لفظوں میں لگائے
اور مقذوف اُسے حد لگائے جانیکا دعوے کرے
تو قاضی اُسے اسی کوڑے حد لگائیگا بشرطیکہ قذف
ثابت ہو جائے اور مقذوف حر ہو۔ اگر بردہ ہو تو چالیس
کوڑے۔ حد کے وقت قاذف کے جسم سے پوستین اور
روئی دار کوٹ کے سوا دوسرے کپڑے نہیں اتارے جائینگے۔
قذف کا ثبوت ایک بار اقرار یا دو مردوں کی شہادت سے

ہوتا ہے۔ عورتوں کی شہادت اس میں نہیں سنی جاتی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حد قذف حقوق اللہ سے ہے اسلئے مقذوف کو معاف کرنیکا حق نہیں۔ (کتب فقہ)

قرابت رشتہ داری۔ جن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے اُنکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ تا اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (س۔ النساء ع ۴) (مسلمانو!) تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (رضاعی) ہیں جنہوں نے تمکو دودھ پلایا۔ اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور تمہاری ساسیں (یہ سب) تمپر حرام ہیں۔ اور جن بیبیوں کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جو (غالباً) تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں (تمپر حرام ہیں) لیکن اگر ان بیبیوں کے ساتھ تمنے صحبت داری نہ کی ہو تو اُنکی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرلینے سے) تمپر کچھ گناہ نہیں۔ اور (تمہاری بہوئیں یعنی) تمہارے (اپنے) صلبی بیٹوں کی بیبیاں (بھی تمپر حرام ہیں) اور دو بہنوں کا ایک ساتھ (نکاح میں) رکھنا (بھی تمپر حرام ہے) مگر جو ہو چکا۔ ان عورتوں کے سوا دیگر رشتہ دار عورتوں اور اجنبی عورتوں سے نکاح جائز ہے

قران نزدیک ہونا۔ ایک چیز کا دوسری کے ساتھ ملنا (ص۔ ف) میں قران اسکو کہتے ہیں کہ حج اور عمرے کی ایک ساتھ نیت کرلے اسکے احکام یہ ہیں۔ میقات سے حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھنا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَّ عُمْرَةٍ کہنا۔ کہتے ہیں اگر حج کے ارکان سے فارغ ہونے تک اسی احرام پر قائم رہنا۔ جب قارن اعمال حج بجالائیگا تو عمرہ بھی ادا ہو جائیگا کیونکہ قران کی حالت میں عمرہ حج میں ویسا ہی داخل ہے جیسا وضو غسل میں لیکن طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنی چاہئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔ قارن کو اس شکریہ میں کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ ادا ہو گئے۔ ایک قربانی ذبح کرنی ہوگی۔ اگر قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے رکھنے ہوں گے تین ایام حج میں اور سات وطن میں آکر۔

قارن اگر عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے طواف اور سعی کرلیگا تو گویہ سعی حج اور عمرے میں محسوب ہو جائے گی مگر وقوف عرفات کے بعد طواف کا اعادہ ضروری ہوگا۔ کیونکہ طواف رکن کی شرط ہے کہ وقوف عرفات کے بعد ہو۔ (کتب فقہ)

قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک رہیگا۔ فصاحت و بلاغت میں تمام آسمانی کتابوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ہر نماز میں قرآن کی ایک آیت کا قدر پڑھنا فرض اور تین آیتوں کا قدر پڑھنا واجب ہے قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ حیض و نفاس والی عورت کو قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ جہاد کے موقعہ پر قرآن شریف کو نہ لیجانا چاہئے۔ ہاں اگر مجاہدین کی جماعت کثیر ہو۔ اور فتح کا غالب گمان ہو تو مضائقہ نہیں۔ قرآن مجید تیس پاروں پر منقسم ہے (دیکھو سیپارہ) علماء نے قرآن مجید کی بیشمار تفسیریں لکھی ہیں۔ دیکھو (تفسیر)

ابو اللیث سمرقندی کی کتاب البستان الفقیہ میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کے کلمات ۵۰۵۴۳ ہیں حرف ۳۲۳۶۷۰۔ زبریں ۵۳۲۴۳ پیش ۸۸۰۴ زیریں ۳۹۵۸۲۔ نقطے ۱۰۵۶۸۴۔ مدیں ۱۷۷۱۔

شدّیں ۱۲۵۳ - سورتیں ۱۱۴ - رکوع ۵۴۰ - کوفی عشر ۶۴۳ بصری ۶۲۳ کوفی خمس ۸۴۷ - بصری ۱۲۴۴۶ - کوفی آیتیں ۶۲۳۶ - بصری ۶۲۱۶ - شامی ۶۲۵۰ - مکی ۶۲۱۲ - عراقی ۶۲۱۴ - عام آیتیں ۶۶۶۶ -

ا ۴۸۸۷۲ - ب ۱۴۴۵ - ت ۱۱۹۹ -
ث ۱۲۷۶ - ج ۳۲۷۳ - ح ۹۷۳ -
خ ۲۴۱۶ - د ۵۶۶۲ - ذ ۴۶۹۷ -
ر ۱۱۷۹۳ - ز ۵۰۹۰ - س ۵۸۹۱ -
ش ۲۲۵۳ - ص ۲۰۱۳ - ض ۱۶۰۷ -
ط ۱۲۷۴ - ظ ۸۴۲ - ع ۹۲۲۰ -
غ ۲۲۰۸ - ف ۶۸۱۳ - ک ۹۵۲۲ -
ل ۳۴۳۲ - م ۲۶۵۳۵ - ن ۲۲۵۶۰ -
و ۲۵۵۳۶ - ھ ۱۹۰۷۰ - لا ۳۷۲۰ -
ی ۲۵۹۱۹ -

متأخرین کے نزدیک معانقے ۱۸ - متقدمین کے نزدیک ۱۶ - اتفاقی سجدے ۱۲ - اختلافی ۱۵ -

قرأت (ل، پڑھنا (ص)، ہیں قرآن مجید کو خاص انداز سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ یعنے ہر لفظ کو اسکے مخرج سے ادا کرکے پڑھنا - حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔ ایک دفعہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ابوحذیفہ کے غلام کو نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلَہٗ۔ یعنے خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا کیا۔

قربانی حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو طاقت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلّے کے قریب نہ آئے۔

لیکن مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اونٹ - گائے اور خصّی یا دُنبہ کی قربانی کریں جس چیز کی قربانی میں آسانی ہو یا جو میسر آئے اسکی قربانی کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کی قلّت ہو گئی تو آپ نے گائے کی قربانی کا حکم دیا۔ حجۃ الوداع میں آپ نے گائے قربانی کی۔ اور حدیبیہ میں آپ نے خود بھی گائے کی قربانی دی اور لوگوں کو بھی گائے کی قربانی کا حکم دیا۔ یہ تمام واقعات بخاری اور مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔ لیکن میں صرف اختصار کے خیال سے ابن ماجہ کی ایک حدیث نقل کرتا ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَلَّتِ الْاِبِلُ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّنْحَرُوا الْبَقَرَۃَ (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کم ہو گئے تو آپ نے گائے کی قربانی کرنیکا حکم دیا۔

اور علاوہ اسلام کے قربانی عالم کے تمام مذاہب میں عبادت ہے۔ یہودیوں کے یہاں تو اس کثرت سے قربانی کی تفصیل اور اسکے احکام بیان کئے گئے ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری عبادت ایسی مشرح کتاب قدیم سے ثابت ہو سکے۔ سوختنی قربانیاں۔ گناہ کی قربانیاں سلامتی کی قربانیاں۔ تقصیر کی قربانیاں۔ عہد قدیم کی مہتم بالشان قربانیاں۔ خصوصًا عید فصح سات دن کی متواتر قربانیاں بہت کچھ قابل لحاظ ہیں۔ کتاب الخروج - احبار - حزقی ایل نبی کی کتاب پڑھ جاؤ قربانی کا مفصل اور متواتر ذکر ملیگا۔ نتنی ایل - الیسور سلوئی ایل - الیاسف - الیساماع - جملی ایل - ابدآن اخی عذر - فجعی ایل کے مختلف طریقے کی قربانی سے قربانی کے قدیم تاریخی حالات پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ہمیشہ عام رہی ہے اور ہر قوم نے اسکو ذریعہ نجات سمجھا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ ساری قربانیاں گائے بیل

اور بچھڑوں کی نہیں۔ اور عیسائیوں کے مذہب کی تو بنیاد ہی قربانی پر ہے اور انکے ہاں تو قربانی ہی اصل ذریعہ نجات ہے۔ اور ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں قربانی کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے۔

منو کے شاستر باب ۵ میں قربانی کی بڑی تاکید کیگئی ہے۔ الفنسٹن صاحب کی تحریر کے مطابق بیل کے گوشت کی سب سے زیادہ تاکید اور بیل کی قربانی میں سب سے زیادہ ثواب ہے۔

پھر وید مقدس میں بڑی تفصیل سے قربانی کے احکام ذکر کیئے گئے ہیں۔ خصوصاً رگ وید و یجر وید کی وضع ہی اس لیئے ہے کہ قربانی کے وقت پڑھی جائیں براہمنہ میں قربانی کے طریقے اور جزئی احکام مفصل مذکور ہیں۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جن پر ہندو مذہب کی بنیاد ہے۔

رومیش چندر دت جیسا منصف اور رجیندر لال متر جیسا محقق بھی وہی لکھ رہا ہے جو ہندوؤں کی قربانی کے مسئلہ میں انگریز یا مسلمان مصنفوں نے سمجھا ہے۔ انڈو آرین اٹھا کر دیکھو تمہیں کھل جائیگی کہ درحقیقت ہندو مذہب میں قربانی کا کیا حکم تھا اور اب بدل کر کیا ہو گیا۔ رجیندر لال متر لکھتے ہیں کہ بہت طرح کی قربانیاں جاری تھیں اور ان میں گوشت کی بہت ضرورت ہوتی تھی اور اسیواسطے ہر قسم کے جانور مقرر تھے اور وہ علیحدہ علیحدہ حسب قاعدہ ذبح ہوتے تھے (رسالہ مسئلہ قربانی)

عید اضحیٰ کی قربانی میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض واجب بتاتے ہیں اور بعض سنت۔ لیکن جمہور علما سنت موکدہ کے قائل ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ اگر کسیکو قربانی کرنیکا مقدور ہے تو اسے قربانی کرنی واجب ہے ورنہ نہیں۔ قرض لیکر قربانی کریگا تو سنت ادا ہو جائے گی اور ثواب بھی ملیگا لیکن سودی قرض لیکر یا فخر و نمود کے طور پر کریگا تو قربانی نامقبول ہوگی اور مواخذہ الٰہی الگ

عید اضحیٰ کی قربانی اصل میں اس واقعہ عظیم کی یاد کو تازہ کرتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقع ہوا۔ یعنی خواب میں فرزند عزیز حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرتے دیکھا تو سچ مچ انہیں ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔ قربانی کا گوشت محتاجوں مسکینوں۔ پڑوسیوں دوستوں اور رشتہ داروں کو تقسیم کریں۔ خود بھی کھائیں اور اہل و عیال کو بھی کھلائیں۔

قربانی کا گوشت یا چمڑا قصاب کی مزدوری میں نہ دیں۔ ہاں قصاب محتاج ہو تو مزدوری کے علاوہ تھوڑا گوشت بہ نیت صدقہ دے دیں۔ قربانی کا چمڑا بیچکر اپنے صرف میں لانا منع ہے مگر خود چمڑے کو کام میں لانیکا مضائقہ نہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد کے متولی یا مدرسے کے منتظم کو خیرات کر دیں۔

قربانی کا جانور ذبح کرنے لگیں تو [۱] اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور [۲] اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ پڑھکر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے گلے کے پاس سے ذبح کریں۔ اپنی طرف سے قربانی کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ اور دوسرے کیطرف سے کریں تو اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلاں

۱؎ میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ۱۲

۲؎ بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور میں اسکے فرمانبرداروں میں پہلا (فرمانبردار) ہوں۔ ۱۲

کہیں اور فلاں کی جگہ اسکا نام زبان سے لیں یا دل میں نیت کرلیں۔ پھر کچھ بھی ضرور نہیں کہ ان لفظوں کو عربی زبان میں کہیں چاہیں تو اردو میں ادا کریں۔

میت کیطرف سے بھی قربانی کرنیکا ثبوت حدیث سے ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت کر مرا ہو۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی طرف سے قربانی کی۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کیطرف سے بھی قربانی کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کرتے اور ذبح سے پیشتر مذکورہ بالا دعا پڑھتے اور فرماتے۔ "خداوندا اس قربانی کو میرے اور میری اس امت کیطرف سے قبول فرما جو قربانی نہیں کر سکتی"۔

دسویں ذی الحجہ نماز عید کے بعد سے لیکر بارھویں اور بقول بعض تیرھویں تاریخ کی نماز عصر تک قربانیاں کریں۔ جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کریگا وہ قربانی نہ ہوگی بلکہ معمولی گوشت ہوگا جو اس نے اپنے لیئے ذبح کیا۔ بکرا یا بکری سال کا پورا ہو کر دوسرے سال میں لگے۔ اور گائے یا بیل دو برس کے پورے ہو کر تیسرے برس میں لگیں تو انہیں مسنّے یعنے دو دانت کہتے ہیں۔ ان جانوروں میں اتنی عمر کا جانور قربانی کے قابل ہوتا ہے۔

مینڈھا اور بھیڑ اور دُنبہ۔ یہ جب چھ ماہ کے ہو جائیں تو قربانی کے قابل ہوں گے۔ اونٹ اور اونٹنی اُسوقت قابل قربانی ہوتے ہیں جب چھٹے برس میں لگیں۔ لنگڑا یا داغ دار یا ایسا کمزور و لاغر جانور جسکی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو یا بیمار یا سینگ ٹوٹا یا کان کٹا یا اوپر نیچے سے کان چرے ہوئے ہوں یا کم نظر آتا ہو۔ اور یہ عیب بخوبی ظاہر ہوں۔ تو ان جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

قربانی کا جانور فربہ اور موٹا تازہ ہونا چاہئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو! قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرو کیونکہ وہ پلصراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے اور بات بھی یہی ہے۔ کیونکہ جب خدا کے نام قربانی کرنی ہے تو ردّی اور نکمّی کیوں کیجائے (کتب فقہ)۔

قرب الساعۃ

قیامت کا قریب ہونا۔ جسکی بہت سی علامات ہیں۔ چنانچہ علامات صغریٰ یہ ہیں۔

جن باتوں کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے اسکو نہ ماننا۔ علم دین کا گھٹنا اور علم دنیا کا بڑھنا۔ مذاہب باطلہ کا رواج پانا۔ احادیث و اخبار کاذبہ کا سننا۔ اراذل کا ذی شوکت ہونا اور اشراف کا غربت و افلاس میں مبتلا ہونا۔ سلام و کلام کی بجائے دشنام کا رواج۔ کلام بزرگوں پر تشنیع۔ والدین کی نافرمانی۔ اکثر مردوں کو مردوں سے التیام اور عورتوں کو عورتوں سے کام۔ سو یہ سب آثار نمودار ہیں۔

آثار کبریٰ بارہ ہیں۔ (۱) امام مہدی علیہ السلام کا ظہور (۲) دجّال بہ نال کا خروج۔ (۳) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نزول (۴) یاجوج ماجوج کا خروج (۵) خسوف ثلثہ کا حدوث (۶) دخان کا نشور۔ (۷) رات کی درازی (۸) آفتاب کا مغرب سے نکلنا (۹) دابۃ الارض کا ظاہر ہونا (۱۰) باد جنوبی کا زور شور سے چلنا (۱۱) اہل حبش کا غلبہ۔

قرض

شریعت میں قرض لیکر نہ ادا کرنے میں سخت ممانعت ہے۔ چنانچہ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اس قرض کے ساتھ جو اسپر رہے معلق یعنے زیر تجویز رہتا ہے۔ یہاں تک کہ قرض اسکی طرف سے ادا کیا جائے۔ (ترمذی)

ابن عازب کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرضدار اپنے قرض کے بدلے

محبوس و مقید ہوگا۔ اور قید کی تنہائی کا قیامت کے روز اپنے پروردگار سے گلہ کریگا (مش)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص راہ خدا میں مارڈالا جائے پھر زندہ ہو پھر راہ خدا میں مارڈالا جائے پھر زندہ ہو اور اسپر کسی کا قرضہ آتا ہو تو جب تک اسکا قرضہ نہ ادا کیا جائیگا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اگرچہ حقدار اپنا مطالبہ سختی سے بھی کرسکتا ہے۔ مگر جہاں تک ممکن ہو اپنے حق کے استیفا میں مبالغہ کرنا بہتر نہیں بلکہ درگذر اور مسامحت کا برتاؤ کرنا چاہئے اور ہوسکے تو کچھ اپنا حق چھوڑ بھی دے۔

مقروض کو بھی قرض دینے والے کا حق ماننا چاہئے اور جب قرضخواہ کیطرف سے کچھ سلوک ظاہر ہو۔ مثلاً وہ اپنے مطالبے میں سے کچھ چھوڑ دے تو مقروض کو چاہئے کہ باقی مطالبہ فوراً ادا کردے۔ کیونکہ اب مقروض کا اداے رقم میں تاخیر کرنا حقیقت میں قرضخواہ پر ظلم ہے۔

مدیون اگر محتاج ہو قرضہ معاف کردینا اولیٰ ہے۔ ورنہ فراخی تک مہلت دینی چاہئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۸) اور اگر کوئی تنگدست (تمہارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت دو۔ اور اگر معاف کردو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

اگر مالدار ہو کر قرض ادا نہ کرے تو اُسے سزا دینی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مالدار کا اداے قرض سے پہلو تہی کرنا اسکی آبروریزی اور سزادہی کو حلال کرتا ہے۔

قرض کے بارے میں اتنا تشدد تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی ہر طرح کی مصیبت کو جس طرح بن پڑے جھیلے مگر اُدھار کا نام نہ لے اور مذہبی تشدد کے علاوہ دنیاوی قانونی تشدد بھی کیا کم ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ فضولیاں کرتے اور قرضہ کے لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔ مسلمانوں کے اکثر خاندان تو اسی قرض کی بدولت تباہ ہوئے اور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور کسطرح انکو سمجھایا جائے لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ اُن کے دل تو ہیں (مگر) اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور انکی آنکھیں بھی ہیں (مگر) ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور انکے کان بھی ہیں (مگر) ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ غرض یہ لوگ چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے بالکل بےخبر ہیں۔

فرع مدینہ طیبہ کے جنوب میں چاروں کے فاصلے پر ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔ (جغ)

قریب الموت کے پاس بیٹھنے والوں کے آداب

(۱) ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے مردوں (یعنی جو مرنیکے قریب ہیں) کے سامنے کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کرو (مگر اسطرح کہ انہیں اسکے کہنے کی تکلیف نہ دو) (مس)

(۲) اُم المؤمنین ام سلمہ رض کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیمار یا قریب الموت کے پاس حاضر ہوا کرو تو (اپنے اور مریض و محتضر کے حق میں دعائے) خیر کیا کرو کیونکہ (اس موقع پر جو کچھ تم کہتے ہو۔ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (مس)

(۳) معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) اپنے مردوں یعنے قریب الموت لوگوں کے پاس بیٹھکر سورۂ یٰسین پڑھا کرو۔ (ابو۔ ابن)

(۴) محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس اسوقت گیا جبکہ وہ فوت ہونے والے تھے میں نے اُن سے کہا کہ تم جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کر دینا۔

قریش اس قبیلہ کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہے اسی قبیلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ کیونکہ نضر بن کنانہ کی تیرھویں پشت سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

پھر آگے چلکر یہ نسب نامہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے جا ملتا ہے۔ یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا اور خانہ کعبہ کی خدمت اور زمزم کی حفاظت انہیں کے سپرد تھی اسلئے تمام قبائل عرب انکی عزت وحرمت کیا کرتے تھے۔ اور جب یہ لوگ باہر جاتے تو خادم کعبہ سمجھکر لوگ انکے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے۔ مگر عرصے سے ان میں بھی بت پرستی آگئی تھی۔ اور جو تاریکی تمام عرب بلکہ اس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی انپر بھی چھاگئی تھی۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان کرنی شروع کی تو یہی لوگ دشمن ہوگئے۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کے سردار دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں بہت ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے۔ چاروں خلفاء قریش ہی سے تھے۔

قریش قرش کی تصغیر ہے جسکے معنے میں متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ قرش سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے۔ چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اسلئے انکو قریش کہنے لگے۔

(۲) لفظ قرش کے معنے ہیں جمع کرنیکے۔ چونکہ قصی بن کلاب نے اس منتشر قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اسلئے ان کو قریش کہتے تھے اور جمعیت واتفاق بھی اُن میں بہ نسبت اَور قوموں کے زیادہ تھا۔

(۳) یہ کہ قریش کے معنے کسب کے بھی ہیں۔ چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اسلئے ان کو قریش کہنے لگے۔ اسلام میں اس قبیلہ کی بہ سبب انکی مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ہے۔ (لف)۔

قرین (ل) مصاحب ہمنشین (ص۔ ش) میں اس شیطان کو کہتے ہیں جو ہر آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ جنوں سے ایک قرین (ہمنشین) ہے اور ایک فرشتوں سے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے ساتھ بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ہے۔ لیکن خدا کی مدد سے میں اس سے سلامت رہتا ہوں اور میرا تابعدار ہے۔ اور سوائے بھلائی کی باتوں کے اَور کچھ نہیں بتاتا۔ (مش)۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (س۔ زخرف۔ ع ۳) اور جو شخص خدائے رحمٰن کی یاد سے اغماض کیا کرتا ہے۔ ہم اسپر ایک شیطان مسلط کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے۔

قسامت

(ل) وہ جماعت جو کسی چیز پر قسم کھائے اور گواہی دے۔ (ق)

شرع میں ان قسموں کو کہتے ہیں جنکے ساتھ اہل محلہ قسم دلائے جاتے ہیں جبکہ وہاں کوئی مقتول پایا جائے۔ (حاشیہ ہدایہ)

جس محلہ یا گھر میں مقتول پایا جائے وہاں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ اور ہر ایک سے قسم اسطرح لیوے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ اسکا قاتل ہم جانتے ہیں۔

ائمہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اسکا قاتل معلوم نہ ہو تو اسوقت قسامت مشروع ہے لیکن اسوقت جب کہ مقتول ایسی جگہ پایا جائے جہاں قوم کی حفاظت یا حمایت ہو جیسے محلہ یا مکان اور محلہ کی مسجد یا گاؤں۔ پس ایسی صورت میں قسامت واجب ہوگی۔ جب وہ سب قسم اُٹھالیں گے تو اہل محلہ پر دیت واجب ہوگی جو شخص قسم اُٹھانے سے انکار کریگا۔ اسے قید کیا جائیگا اگر اہل محلہ پچاس نہوں تو انہیں قسمیں مکرر دلائی جائینگی تاکہ پچاس کا عدد پورا ہو جائے۔ (کتاب فقہ)

قسطنطنیہ

اسلامی تاریخ میں یہ لفظ استنبول کے لئے مستعمل ہوا ہے آجکل اکثر استنبول ہی مستعمل ہوتا ہے۔

قسم

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ تا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۷) اور (مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنے اسکے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانیکا مانع و مزاحم نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہے تمہاری قسموں میں جو لایعنی (قسمیں) ہیں اُنپر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن ان (قسموں) پر تمسے (ضرور) مواخذہ کریگا جو تمہارے ارادے سے ہوں اور اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ تا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ (س۔ قلم۔ ع ۱) اور (اے پیغمبر کہیں) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازے کستا کرتا ہے (ادہر کی اُدہر۔ اُدہر کی ادہر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے (لوگوں کو) روکتا رہتا ہے حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے بد ہے اکھڑ ہے اور ان (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔

سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سمرہ کے بیٹے عبدالرحمٰن تو حکومت از خود طلب مت کر کیونکہ اگر تو مانگنے سے حکومت دیا جائیگا تو اسکے حوالہ کر دیا جائیگا۔ اور اگر بے مانگے حکومت دیا جائے گا تو اسپر تیری مدد کیجائیگی اور جب تو کسی چیز پر قسم کھائے اور اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو قسم کو توڑ ڈال اور کفارہ دیدے اور جو چیز بہتر ہو اسکو بجالا۔ (صحیح)

ابوالاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ اسبارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میرا ایک چچازاد بھائی ہے جس کے پاس جاکر میں کچھ مال مانگتا تھا۔ تو وہ مجھے نہ تو کچھ مال ہی دیتا تھا نہ جیسی صلہ رحمی کرنی چاہئے میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا تھا۔ اب وہ محتاج ہو کر میرے پاس آتا اور مجھ سے مانگتا ہے اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اسے کچھ نہ دونگا۔ نہ صلہ رحمی کرونگا تو پیغمبر صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ میں بہتر بات کو بجا لاؤں۔ اور اپنی قسم کا کفارہ دیدوں (ن)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) تم اپنے ماں، باپ کی قسم نہ کھاؤ اور نہ

بتوں کی قسم کھاؤ۔ اور نہ خدا کی۔ ہاں (خدا کی قسم کھانیکا ثبوت نہیں) جبکہ تم سچے ہو (ابو۔ن)۔

کفارۂ قسم کی بابت قرآن میں ارشاد ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ تا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۲) (مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لغو یعنی ہیں اپر خدا تمسے کچھ مواخذہ کرتا نہیں۔ ہاں پکی قسم کھالو۔ (اور پھر اس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اسکا) مواخذہ کریگا تو اس (پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو یا اُن (ہی دس مسکینوں) کو کپڑے بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جسکو (بردہ) میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم (توڑ) کھالو (اور اس میں پورے نہ اُترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اسکی) شکر گذاری کرو۔ (کہ وہ تمکو ادب سکھاتا ہے)۔

قِسّیس کشیش کا معرب ہے۔ دین نصاریٰ کا عالم۔ پادری (غ)

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَتَجِدَنَّ سے لَا يَسْتَكْبِرُونَ تک (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) اے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں سے بڑا سخت پاؤ گے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف نصاریٰ کا یہ میلان اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ لوگ تکبر نہیں کرتے

قُشیری ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن۔ فقہ۔ تفسیر اور حدیث میں یکتا تھے۔ علم اصول فقہ اور تصوف میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے عربی الاصل تھے۔ خراسان میں رہتے تھے۔ ابی علی دقاق کے شاگرد تھے۔ ۴۶۵ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے (کن)

قصاص (ل) پورا پورا بدلہ یعنی جیسا کسی نے کیا ہو ویسا ہی اُسکے ساتھ کیا جائے۔

عرب بولتے ہیں اُقْتَصَّ فُلَانٌ أَثَرَ فُلَانٍ۔ اِذَا فَعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ۔ اور قصہ کو بھی اسی لئے قصہ کہتے ہیں کہ حکایت محکی عنہ کے مساوی ہوتی ہے۔ یہاں مراد مساوات ہے۔ پھر اس مماثلت اور مساوات میں اختلاف ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جہت قتل میں بھی مساوات کرنی چاہیے۔ پس اگر کسی نے پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو اسکو بھی ڈبو کر مارنا چاہیئے اور جس نے جلا کر مارا ہے اسکو بھی اسی طرح مارنا چاہیئے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مساوات سے مراد دم نکالنا ہے جس چیز سے کہ عادتاً جلدی سے دم نکلتا ہے اور وہ تلوار سے مارنا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ (ابن ماجہ) یعنی قصاص تلوار سے ہی ہوتا ہے۔ پس آجکل جو پھانسی دینا مروج ہے نہایت غیر مہذب طریق ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس قوم کے عقلا اس کی اصلاح کریں۔

قصاص لینا حاکم کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود آپ اسپر عمل کرے جس سے فتنہ و فساد زیادہ قائم ہو۔ اور قصاص اس صورت میں آتا ہے جبکہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہو۔ اور خطاءً یا شبہ بالعمد وغیرہ ہو تو قصاص نہیں۔ (نق)

قرآن مجید میں قصاص کے متعلق یوں ارشاد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى تا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۲) یعنی اے ایمان والو مفرض ہوا تم پر قصاص لینا مقتولوں میں آزاد آزاد کے بدلے اور غلام غلام کے بدلے اور عورت

عورت کے بدلے۔ پس جس قاتل کے لئے معاف کیا جائے اسکے بھائی کیطرف سے کچھ تو معاف کرنیوالا دستور سے رہے اور قاتل کو خون بہا وارث مقتول کو عمدگی سے دینا چاہئے یہ آسانی ہے تمہارے رب کیطرف سے اور رحمت پس جس نے اس کے بعد بھی زیادتی کی تو اسکے لئے عذاب دُکھ دینے والا تیار ہے اور تمہارے لئے قصاص میں اے عقلمندو زندگی ہے تاکہ تم بچو۔

قصص بکسر قاف و فتح صاد قصہ کی جمع ہے اور بفتح قاف و صاد کی فتح سے مصدر ہے بعض اسے اسم جمع کہتے ہیں (غ)۔ قرآن مجید کی اٹھائیسویں سورۃ کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے طسمٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ طسم۔ یہ (سورت بھی) کتاب (یعنی قرآن) کی (چند) آیتیں ہیں جنکے مطالب واضح (اور عام فہم) ہیں۔

قصواء (ل) وہ اونٹنی جسکا کان کٹا ہوا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی کا نام ہے لیکن اسکا کان کٹا ہوا نہیں تھا (من)
اور یہ وہ اونٹنی تھی جسپر سوار ہوکر آپ نے ہجرت کی تھی۔

قصیدہ بانت سعاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نہایت عمدہ ستاون (۵۷) ابیات کا قصیدہ ہے مصنفہ کعب بن زہیر مزنی صحابی۔ اسکی متعدد شروح ہیں۔ (کش)

قصیدہ بردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید دولاصی متوفی ۶۹۶ھ کا نہایت زبردست قصیدہ ہے۔ اسکا اصلی نام الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ ہے یہ قصیدہ ۱۶۲ ابیات کا ہے بارہ ابیات تشبیب میں ہیں۔ سولہ ابتات میں نفس اور اسکی خواہشات کا ذکر ہے۔ تینس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے۔ انیس میں آپ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ دس میں آپ کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ سترہ میں قرآن کی مدح ہے۔ تیرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہے۔ بائیس میں آپ کے جہاد کا بیان ہے۔ چودہ استغفار میں ہیں اور نو مناجات ہیں۔

روایت ہے کہ اسکے مصنف کو فالج ہوگیا تھا اسلئے اس نے اس قصیدہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی اور اسکے ذریعہ سے شفاعت مانگی تو اچھا ہوگیا۔

بردہ چادر کو کہتے ہیں اور اس قصیدہ کے بردہ کے نام سے مشہور ہونے کی کئی وجوہ بیان کیگئی ہیں مگر زیادہ معتبر یہ وجہ ہے کہ سعد الدین فاروقی کی آنکھیں دُکھنی آگئی تھیں اُنھوں نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے دیکھا کہ بہاؤ الدین کے پاس جاکر اس سے چادر مانگو اور اسکو اپنی آنکھوں پر رکھو۔ جب اُنہوں نے بہاؤ الدین کے پاس جاکر چادر مانگی تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو صرف یہ قصیدہ ہے۔ ہم اسکے ذریعہ شفا مانگتے ہیں اور ہمیں شفا ہو جاتی ہے۔ سعد الدین نے اسکو اپنی آنکھوں پر رکھا تو شفا حاصل ہوئی۔ (کش)

قطب (ل) وہ میخ آہنی جسکے گرد چکی گھومتی ہے سید قوم۔ سالار جسپر کام کا مدار ہو۔ اصل ہر چیز۔ اس ولی کا لقب ہوتا ہے کہ بحکم الٰہی کسی ملک یا شہر کا انتظام عالم معنوی میں اس کے قبضۂ اقتدار میں ہوتا ہے۔ (غ)

قطبیت کبریٰ مرتبہ قطب الاقطاب کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے۔ (غ)

قطع الطریق (ل) راہزنی۔ شریعت میں راہزنی بہت برا فعل خیال کیا جاتا ہے۔

اور اسکی سزا قرآن مجید میں اسطرح بیان کی گئی ہے۔ اِنَّمَا جَزَاؤُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ تا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (س مائدہ ع ۵) جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑے پھرتے ہیں اُنکی سزا تو بس یہی ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دئے جائیں۔ یا انکو سولی دی جائے یا انکے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کاٹ دئے جائیں یا انکو دیس نکالا دیا جائے یہ تو دنیا میں انکی رسوائی ہوئی۔ اور اسکے علاوہ آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

راہزنوں کی چار قسمیں ہیں (۱) جو چوری اور قتل سے پہلے ہی گرفتار کر لئے جائیں اُنکی سزا یہ ہے کہ انکو یہانتک قید رکھا جائے کہ وہ توبہ کریں یا مر جائیں۔

(۲) جنہوں نے لوٹا ہے قتل نہیں کیا تو اُنکے ہاتھ پانوں اُلٹے سیدھے کاٹ دئے جائیں۔

(۳) جنہوں نے قتل کیا ہے اور لوٹا نہیں اُنہیں حد میں قتل کیا جائیگا۔

(۴) جنہوں نے لوٹا ہے اور قتل بھی کیا ہے تو انکی سزا میں حاکم کو اختیار ہے اگر چاہے ایک ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف سے کاٹے اور اگر چاہے قتل کرے اور سولی دیوے اور چاہے قتل کرے اور سولی نہ دیوے۔ اگر کچھ راہزن جمع ہوں اور ان میں سے بعض نے قتل کیا اور بعض مددگاری میں رہے ہوں تو مددگاروں کی نسبت وہی حکم ہے جو لوٹنے والوں کے لئے ہے (رحمۃ)

قطفیر اس شخص کا نام ہے جس نے مصر میں یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ اور یہ شخص اسوقت مصر کے خزانوں کا خزانچی تھا۔ اس کو عزیز کہتے تھے۔ (مد)

قطمیر اصل میں اس جھلی کو کہتے ہیں جو چھوہارے کی گٹھلی پر ہوتی ہے۔ وہ اکثر گودے میں ملکر ایک ذات ہو جاتی ہے اور بعض چھوہاروں میں گٹھلی کے شگاف میں نمایاں بھی ہوتی ہے۔ مگر وہ ایسی قلیل ہوتی ہے کہ بے حقیقت چیزوں کے لئے محاورہ عرب میں بولا جاتا ہے کہ قطمیر جتنا بھی تو نہیں جیسے ہمارے ہاں اُڑد پر کی سفیدی۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (س۔ فاطر۔ ع ۲) اور اسکے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو ذرا سا بھی تو اختیار نہیں رکھتے۔

قعدہ (ل) ایک دفعہ بیٹھنا۔ (ص۔ ش) میں نماز کی دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ پہلی دفعہ کے بیٹھنے کو قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اور دوسری بار کے بیٹھنے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ دیکھو (نماز)

قلزم بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے اور اسی کے قریب یہ سمندر کی شاخ تمام ہو گئی ہے نہ یہاں کھیتی ہوتی ہے نہ کوئی سایہ دار درخت ہے نہ پانی شیریں ہے دور سے لاکر پانی پیتے ہیں مصر شام فلسطین اور حجاز کے قافلے یہاں آکر ٹھیرا کرتے ہیں اور اسی کے سبب اسکو بحر قلزم کہتے ہیں۔ (جغ)

قلندر فارسی الاصل لفظ ہے جو اصل میں کلندر تھا۔ بمعنے کندہ ناتراشیدہ۔ عرب و عجم کے اختلاط السنہ کے باعث قلندر مشہور ہو گیا بعض اسکو معرب کہتے ہیں۔ مگر پہلا خیال صحیح ہے (غ) مراد فقیر۔ درویش۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کا نام بھی ہے۔

قمار قمار اور میسر کے معنے جوئے کے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اسکو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اسکی تحریم میں آیات ذیل قرآن کریم میں موجود ہیں یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ كَبِیْرٌ

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (س بقرہ ع ۲۷)
(اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (تو اُن لوگوں سے) کہدو کہ ان دونوں (چیزوں) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے (کچھ) فائدے بھی ہیں مگر ان کے فائدے سے انکا گناہ (اور نقصان) بڑھ کر ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جب سورہ بقر کی مذکورہ بالا پہلی آیت نازل ہوئی تو قمار کی برائی کا اشارہ پاکر اکثر لوگوں نے اسکو چھوڑ دیا مگر اس میں حرمت کا صاف صاف حکم نہ تھا اسلئے بعض لوگ اسپر قائم رہے۔ پھر دوسری مذکورہ بالا آیت نازل فرماکر اللہ تعالےٰ نے جوئے بازی کو نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ حرام قرار دیدیا تاکہ لوگوں پر اسکی تحریم کا پورا پورا اثر ہوجائے اور اس فعل شنیع کے کرنے سے قطعی طور پر باز رہیں۔

قمر چاند۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس میں یہ لفظ اسطرح مذکور ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (س۔ قمر۔ ع ۱) یعنے قیامت پاس آلگی اور (پیغمبر کے معجزے سے) چاند شق ہوگیا۔ (تر)

قمری جو قمر یعنے چاند کی طرف منسوب ہو۔ ہجری سال چونکہ رفتار قمر کے حساب سے شمار کیا جاتا ہے اسلئے اِسے قمری سال کہتے ہیں۔ یہ سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔

قِن وہ غلام جسکی خرید و فروخت جائز نہ ہو۔ (تع)

قناعت قناعت بھی صبر کا ضمیمہ ہے اور بولنے میں یا تو دونوں کو ملاکر بولا جاتا ہے یا ایک کو دوسرے کا مرادف۔ مگر فی الواقع صبر و قناعت میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ صبر یعنے نفس کا روکنا مجبور کرنا ہر طرح کی جسمانی و روحانی تکلیف کے انگیز کرنے سے ہوتا ہے۔ مگر قناعت صرف اس تکلیف کے برداشت کرنے سے جو حرص و طمع کی ناکامی سے ہو۔

قناعت کی صفت کے برگزیدہ ہونے میں تو کچھ شک نہیں مگر ان وقتوں کے مسلمانوں کو قناعت کی تعلیم دینا ونگھتوں کو سلا دینا ہے تعلیم اخلاق بھی ایک طرح کی طب ہے۔ طب متعارف طب جسمانی ہے۔ اور اخلاق طب روحانی۔ طبیب جسمانی کیا کرتا ہے کہ جو خلط مقدار معتدل سے بڑھ گئی ہے اُسکو تنقیہ وغیرہ تدابیر سے کم کرتا ہے۔ اور جو خلط درجہ اعتدال سے گر پڑی ہے اُسکی تقویت کرتا ہے اسی اصول پر اخلاق میں بھی ہمکو عمل کرنا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں طلب دنیا کی کمی ہے اور اسی وجہ سے وہ سلطنت اور دولت اور عزت اور سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ اور رہی سہی کھوتے چلے جارہے ہیں۔ تو ہمارا کام گرتوں کو ابھارنا ہے۔

حدیث میں قناعت کی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خدا کی قضا و قدر کو تسلیم کیا اور بقدر حاجت روزی دیا گیا اور جو کچھ خدا کی طرف سے ملا اُسپر خدا نے اُسے قانع کردیا اس نے فلاح پائی۔ (مس)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیاوی مال و متاع کی کثرت کو تونگری نہیں کہتے۔ بلکہ اصل تونگری یہ ہے کہ نفس قناعت اور بے نیازی کے ساتھ تونگر ہو۔ (صح)

قنطار گائے کی ایک کھال سونے سے بھری ہوئی۔ اور بعض ایک سو بیس رطل سونے یا چاندی کو کہتے ہیں (رغ)

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ (س۔ آل عمران۔ ع ۲)
لوگوں کو مرغوب چیزوں میں بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ وابستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔

صاحب مدارک قناطیر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ قنطار کی جمع ہے۔ اور قنطار کہتے ہیں مال کثیر کو اور بعض کے نزدیک بیل کی کھال میں جتنا سونا آئے اسے قنطار کہتے ہیں اور بعض ایک لاکھ دینار کو کہتے ہیں۔

قنوت الوتر ایک خاص تضرع آمیز دعا کا نام ہے جو نماز وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وتر کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں لیکن امام شافعی رح کے نزدیک فجر کی آخری رکعت میں بعد رکوع کے بھی قنوت پڑھنی چاہئے۔ لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے کیونکہ آپ اس وقت ایک مشرک قبیلہ پر بد دعا کیا کرتے تھے۔

قود قصاص (رغ)، دیکھو (قصاص)

قوس قزح رنگین وملون کمان کی شکل جو ابر کے وقت ہوا میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسے کمان رستم اور کمان شیطان بھی کہتے ہیں۔ اصل میں قزح اُس فرشتے کا نام ہے جو ابر پر موکل ہے۔ (رغ)

قول کہنا۔ وعدہ۔ اقرار۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکثر انہیں معنے میں مستعمل ہوا ہے۔

قوم سباء دیکھو (سباء)

قومے کی دعا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے کھڑے ہو کر فرماتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔
یعنی اللہ نے اسکی بات سنی جس نے اسکی تعریف کی۔ خداوندا۔ اے ہمارے پروردگار تیرے لئے تعریف ہے۔ ایسی تعریف جو آسمانوں اور زمین کو بھر دے۔ اور اسکے بعد جسے تو بھرنا چاہے سب کو بھر دے۔

قوی اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنےٰ سے ہے لفظی معنے توانا۔ تام القدرت۔ امام غزالی کہتے ہیں قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر۔ تو اللہ تعالےٰ قوی ہے اسلئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ موجود ہے اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ۔ (س۔ الشوریٰ۔ ع ۲) اللہ اپنے بندوں کے ذرا ذرا حال سے واقف ہے۔ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑا زور آور اور زبردست ہے۔

قہار باریتعالےٰ کے ۹۹ ناموں سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں زبردست یا غلبہ رکھنے والا۔
قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (س۔ ص۔ ع ۵) یعنی کہدے کہ میں تو صرف ڈرانیوالا ہوں۔ اور ایک خدا کے سوا جو غالب ہے، اور کوئی معبود نہیں۔

قہقہہ اس ہنسی کو کہتے ہیں جو ہنسنے والے اور اسکے

پاس والوں کو سنائی دے (تغ،

اگر بالغ شخص رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ لگائے تو نماز اور وضو دونوں فاسد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دارقطنی میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے قہقہہ لگایا ہو اُسے چاہیئے کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔ امام شافعی کے نزدیک نماز تو قہقہہ سے فاسد ہو جاتی ہے مگر وضو نہیں فاسد ہوتا۔ اگر لڑکا قہقہہ مارے تو اسکا وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر نماز جنازہ میں کوئی بالغ قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسیطرح سجدہ تلاوت میں۔ غرض کہ جو ایسی نماز ہے جس میں رکوع وسجدہ نہیں اس میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور قہقہہ نماز کو اُسوقت توڑتا ہے جب وہ شخص جاگتا ہو اگر نماز میں سوتے ہوئے قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا امام شافعی کے نزدیک قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ جاگتا ہو یا سوتا (نور)

قیاس (ل، دو چیزوں کے درمیان اندازہ کرنا حکم میں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ برابر کرنا

میر سید شریف تعریفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیاس کے لغوی معنے ہیں اندازہ کرنا۔ اور شریعت میں قیاس سے وہ معنے مراد ہیں جو نص سے استنباط کیئے گئے ہوں تاکہ حکم منصوص علیہ سے غیر کیطرف پہونچ جائے یعنے اصل وفرع حکم میں جمع ہو جائیں۔ جیسے حالت حیض میں وطی کی حرمت پر حرمت لواطت کو قیاس کرتے ہیں۔ اور علت اذی کو قرار دیتے ہیں جو وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ سے مستفاد ہے (تع۔ نی

قیام (ل، کھڑا ہونا۔ یہاں ہماری مراد وہ قیام ہے جو مجلس میں آنیوالے کے لئے کیا جاتا ہے۔

جیساکہ اس زمانے میں متعارف ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی مجلس میں داخل ہوتا ہے تو اہل مجلس اُسکے لئے تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ داخل مجلس کے لیئے اہل مجلس کا کھڑا ہونا سنت ہے اور انکی دلیل ابوسعید خدری کی حدیث ہے جسمیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کے لئے صحابہ سے فرمایا قُومُوا اِلٰى سَيِّدِكُمْ یعنے اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ مکروہ اور بدعت اور منہی عنہ ہے اور انکی دلیل حدیث انس رضؓ ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کھڑے ہونے سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جس طرح عجمی لوگ تعظیم کے لئے اُٹھتے ہیں تم نہ اُٹھا کرو غرض کہ اس باب میں دونوں طرح کی حدیثیں آئی ہیں .... کبھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم دیا اور کبھی منع فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبھی کسیکی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کبھی نہیں بھی اُٹھے اور یہی وجہ توفیق ہے دونوں حدیثوں میں۔ واللہ اعلم۔

مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ یہ وجہ توفیق جو شاہ صاحب نے بیان کی ہے ہمیں پسند نہیں۔ اصل وجہ توفیق یہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم امت کو مکارم اخلاق سکھانیکے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور امت میں مختلف الحال لوگ تھے۔ بعض برتر کہ انکو خدا نے ابنائے جنس پر کسیطرح کی برتری دے رکھی تھی اور انکے مقابلے میں بعض مفضول جنکو وہ برتری حاصل نہ تھی۔ اور ظاہر بات ہے کہ ایسے اختلاف حالت میں اخلاق کا مختلف ہونا ضرور ہے۔ مقیم کے احکام مسافر کے مناسب حال نہیں ہوتے۔ غنی صاحب نصاب کے اور۔ فقیر کے اور۔ تندرست کے اور بیمار کے اور۔ اسیطرح بزرگ کے۔ اور فروتر کے اور برتر کی

برتری اُسکو تعظیم طلب بناتی ہے نیز اس میں عُجب اور خود پسندی اور کبر پیدا کرتی ہے۔ اسکی روک کے لئے برتر کو حکم دیا کہ دوسروں سے تعظیم نہ لیں اور اپنی برتری پر مغرور نہ ہوں۔ دوسروں کو حکم دیا کہ ایسوں کو تعظیم نہ دیں۔ تاکہ مسلمانوں میں تعظیم طلبی کا مرض نہ پھیلے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم زبانی پر بس نہ کر گئے اپنا نمونہ بھی دکھا دیا۔ پیغمبر ہو کر اپنی تعظیم کے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا آپ جائز نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ حضرت کا غایت درجہ کے انکسار کا ثبوت تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے بایں خیال کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضرت کو یہ ادا ناپسند تھی۔ مگر آنحضرت کی اُن سے بڑھکر کوئی کیا تعظیم کریگا مارے ادب کے پکار کر بات بھی نہیں کرتے تھے۔ غرض ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ممانعت قیام اور اجازت قیام کے مخاطب دو ہیں۔ ممانعت قیام کے فاضل اور حکم و اجازت کے مفضول۔ پھر قیام تو ایک شان تعظیم کی ہے۔ قیام کے علاوہ اور بھی تعظیم کی شانیں ہیں مہذب اور شائستہ لوگوں میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ سب قابل عمل ہیں۔ قیام تعظیمی کے ساتھ ہم کو اس قیام کا بھی خیال آیا جو مجالس مولود میں عند ذکر ولادۃ الرسول کیا جاتا ہے۔ اس قیام کے بارے میں اختلاف بڑھتے بڑھتے مخالفت اور مخاصمت کی حد کو پہنچگیا ہے۔ افراط اور تفریط تو دونوں طرف ہے۔ قول فیصل یہ ہے کہ مجالس مولود بھی داخل مجالس ذکر ہیں بشرطیکہ موضوع روایتیں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات کے وہ حالات بیان کئے جائیں جن سے مسلمانوں کو اپنی حالت کی اصلاح کیطرف ترغیب اور توجہ ہو۔ (حق)

اصطلاح شرع میں نماز میں کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔ دیکھو (نماز)۔

قیامت قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ چونکہ اسکے شروع میں قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورۃ قیامت ہوا۔ قیامت کی نشانیوں کے لئے دیکھو (علامات الساعۃ۔ قرب قیامت)

قیام اللیل رات کو کھڑا ہونا۔ مراد نماز شب۔ یعنے عموماً نوافل جو بطور عام عبادت پڑھے جائیں۔ یا نماز تراویح یا نماز تہجد جو رات کو بعد از نماز عشا پڑھی جاتی ہیں اور انکا ذکر اپنے اپنے مقام پر درج ہے۔

قیس ابن سعد جلیل القدر صحابی تھے اور بڑے فاضل تھے۔ اپنی قوم سے شریف تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے اُنہیں کوتوال مقرر فرمایا۔ حضرت علی کی جانب سے مصر کے حاکم تھے۔ سنہ ۶۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ قبیلہ انصار سے تھے۔ (اکما)

قیصر شاہان روم کا لقب ہے۔ یہ لفظ رومی ہے۔ اور اس زبان میں قیصر اس لڑکے کو کہتے ہیں جسکی ماں اسکے جننے سے پہلے فوت ہو جائے اور اسکی ماں کا پیٹ چیر کر اس لڑکے کو نکالیں۔ چونکہ شاہان قیاصرہ سے پہلا بادشاہ جسکا نام اغسطوس تھا ایسا ہی پیدا ہوا تھا اسوجہ سے ملقب بایں لقب ہوا۔ بعد ازاں وہاں کے ہر بادشاہ کو قیصر کہنے لگے۔ (غ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت الی الاسلام کے لئے خط لکھا تھا۔ چنانچہ وہ خط معہ ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی قَیْصَرَ یَدْعُوْہُ اِلَی الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِکِتَابِہٖ اِلَیْہِ دِحْیَۃَ الْکَلْبِیَّ وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّدْفَعَہٗ اِلٰی عَظِیْمِ بُصْرٰی

لِيَدْفَعَهٗ اِلٰی قَیْصَرَ فَاِذَا فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ وَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْكَ بِاِثْمِ الْاَرِیْسِیِّیْنَ

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم (ہرقل) کو خط لکھا کہ آپ کو اسے اسلام کی دعوت دینی منظور تھی۔ اور وہ خط دحیہ کلبی صحابی کو دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ یہ خط حاکم بصرا تک پہنچاویں۔ تاکہ حاکم بصرٰی قیصر روم (ہرقل) کو پہنچائے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خط میں یہ عبارت مرقوم تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے بندے اور اسکے پیغمبر محمدؐ کا یہ خط ہے بادشاہ روم ہرقل کیطرف جو شخص ہدایت کی پیروی کرے۔ اسے سلامتی ہو۔ اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ دنیا و عقبٰے کی رسوائی سے سلامت رہوگے۔ اسلام لاؤ۔ خدا تمکو تمہارا اجر دوہرا دیگا۔ اور اگر تم قبول اسلام سے اعراض کروگے تو تمپر تمہاری رعایا کا بھی وبال سرکشی پڑے گا۔

قَیْنُقَاع قاف کی زبر اور نون کی زبر زیر پیش تینوں درست ہیں۔ بنی قینقاع ایک ایک یہودی قبیلہ کا نام ہے جو جنگ بدر تک مدینہ میں مقیم تھا۔ ۲ھ میں جنگ بدر کے موقع پر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لیگئے تو اِن یہودیوں نے اپنا معاہدہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قایم کیا ہوا تھا توڑ ڈالا۔ اس لئے آپ نے واپس آکر ان کو مدینہ سے نکال دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں ایک مسلمان عورت دودھ بیچنے بنی قینقاع کے بازار میں چلی گئی۔ یہودیوں نے اسکی بے عزتی کرنی چاہی اور اسکو مجبور کیا کہ اپنے منہ پر سے برقع اٹھائے۔ مگر اس نے انکا کہنا نہ مانا۔ آخر ایک شریر نے آگے بڑھکر اسے بے ستر کر دیا۔ اتنے میں ایک مسلمان بھی آن پہنچا۔ یہ کیفیت دیکھکر اسے غیرت آئی اور اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ اسپر تمام یہودیوں نے اسکو گھیر کر شہید کر دیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگ سے واپس آئے تو آپ نے اس واقعہ کے متعلق ان سے بازپرس کی۔ ان لوگوں نے بڑی سختی سے جواب دیا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جنگ بدر کی فتح پر نہ بھولنا۔ ہمسے مقابلہ پڑیگا تو معلوم ہو جائیگا۔ ساتھ ہی وہ امن عامہ میں خلل ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے محلے کو گھیر لیا۔ مگر عبداللہ ابن ابی منافق نے اسبات پر انکو آمادہ کر لیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور انکے ہتھیار اور مکان مسلمان ضبط کر لیں۔ چنانچہ وہ لوگ خیبر میں جا آباد ہوئے۔

قَیُّوْم خداوند تعالٰے کے اسماء سے ایک اسم ہے بمعنے کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا۔ قائم بذاتِ خود۔ اور زندہ و قایم رکھنے والا اپنے غیر کو۔ یا یوں کہو کہ قیوم مبالغہ ہے قیم کا۔ اور قیم کہتے ہیں مصلح امور کو۔ قرآن مجید میں یہ اسم بعینہ موجود ہے الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ (س۔ آل عمران ع ۱) یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ اور کارخانہ عالم کا سنبھالنے والا ہے۔

باب الکاف

کاتب (دلی) لکھنے والا۔ کلرک سیکرٹری۔ آخری معنے

ہیں واقدی کے سیکرٹری سعد بن منیع الزہری کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ (واقدی)

کاخیہ اس چیونٹی کا نام تھا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے باتیں کی تھیں۔ (صنا) دیکھو (سلیمان)

کافرون کافر کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔

کافور ایک مشہور و معروف دوا ہے۔ سفید رنگ نہایت خوشبودار۔ بہشت میں ایک چشمہ کا نام ہے (غ)۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا۔ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۔ (س۔ الدہر ع ۱) بے شک نیکوکار آخرت میں جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ اور کافور کے پانی کا ایک چشمہ ہوگا جسکا پانی اللہ کے خاص بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اس چشمہ کو بہالے جائیں گے۔

کافی اہل تشیع کی کتب احادیث سے نہایت معتبر کتاب ہے۔ اسکے بارہ میں خود امام عصر و حجت خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ مصنف اسکے رئیس المحدثین شیخ الانام شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی ہیں جو معتبر محدثین سے ہیں اور جنہوں نے اُنہتر برس بعد وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے وفات پائی۔ اور ان حضرت نے سنہ ۲۶۰ھ میں وفات پائی تھی اس سے ظاہر ہے کہ مصنف نے تمام و کمال زمانہ غیبت صغریٰ کا پایا ہے۔ بلکہ کسی قدر زمانہ امام یازدہم کا بھی دیکھا تھا۔ اور یہ کتاب داخل صحاح اربعہ ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ اصول اور فروع۔

کالیٔ اُدھار۔ حدیث میں ایسی بیع کی نہی وارد ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الْکَالِیِٔ بِالْکَالِیِٔ (دار قطنی) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُدھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا۔

اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک چیز مول لی اور وعدہ کیا کہ اسکی قیمت چھ مہینے میں دونگا بیع ہوگئی اور چھ مہینے بھی گذر گئے مگر مشتری کے پاس روپیہ بہم نہیں پہونچا۔ کہ قیمت ادا کرتا۔ بائع نے تقاضا کیا تو کہا کہ اس چیز کو پھر میرے ہاتھ بیچ ڈال اور پہلی رقم پر کچھ اضافہ کرلے میں تین مہینے میں تیرا سب روپیہ بھگتا دونگا بائع نے اسے بیچ ڈالا اور بے قبضہ کئے بیچ ڈالا۔

چونکہ جس چیز پر قبضہ نہ ہو اسکا بیچنا منع ہے۔ اس لئے اس قسم کی بیع سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کی ایک توجیہ شراح حدیث نے یہ بھی کی ہے کہ مثلاً عمرو بکر کا مقروض ہے۔ یعنی بکر کے عمرو پر دس درہم آتے ہیں۔ اور اسی عمرو کو زید کا ایک کپڑا بھی دینا ہے۔ زید نے بکر سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ اپنے اس کپڑے کو جو عمرو کے پاس ہے ان دس درہموں کے عوض بیچتا ہوں جو تیرے عمر کے ذمے ہیں۔ بکر نے اس بات کو منظور کرلیا تو یہ بیع ناجائز ہوگی۔ کیونکہ قبضہ جو شرط بیع ہے پایا نہیں گیا۔

کاملیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ جو ابو کامل کے متبع ہیں۔ یہ شخص سب صحابہ کو (نعوذ باللہ) کافر بتاتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے بیعت نہ کی۔ اور خود حضرت علی کو اسلئے کافر کہتا تھا کہ صحابہ سے کیوں نہیں لڑے۔ یہ شخص تناسخ کا بھی قائل تھا۔ اور کہتا تھا کہ امامت نور الٰہی ہے کہ ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ نور ایک آدمی میں

امامت ہو اور دوسرے میں نبوت ہو جائے۔ نیز کہتا تھا کہ روح الٰہی نے اوّل آدمؑ میں اور اسکے بعد درجہ بدرجہ تمام انبیاء اور ائمہ میں حلول کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسکے نزدیک کافر کا بھی امام ہونا اور اس میں روح الٰہی کا حلول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تکفیر کرتا ہے۔ اور پھر ان میں روح الٰہی کے حلول کا اور پھر ان کی امامت کا قائل ہے (منہ)

کان کے آداب

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ تا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(س۔ نور۔ ع ۲) (مسلمانو!) جن لوگوں نے (امّ المؤمنین عائشہؓ کی نسبت) طوفان اٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے اس (طوفان) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوا۔ (کہ سچے مسلمان اور منافق پہچان پڑے) طوفان اٹھانیوالوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا (اسکی سزا) بھگتے گا۔ اور جس نے ان میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا ویسی ہی اسکی بڑی (سخت) سزا ہوگی۔ (مسلمانو!) جب تمنے ایسی (نالائق) بات سنی تھی ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے (اپنے مسلمان بھائیوں بہنوں کے) حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور (سننے کے ساتھ ہی) کیوں نہ بول اٹھے کہ یہ صریح بہتان ہے (جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھا کھڑا کیا) اپنے بیان (کے ثبوت) پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب گواہ نہ لاسکے تو خدا کے نزدیک (بس) یہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم (مسلمانو!) پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اسکا کرم نہ ہوتا۔ تو جیسا تمنے ایسی نالائق بات کا چرچا کیا تھا اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل ہو گئی ہوتی کہ تم لگے اپنی زبانوں سے اسکی نقل در نقل کرنے اور اپنے منہ سے ایسی بات بکنے جسکی تم کو مطلق خبر نہیں۔ اور تم نے اسکو ایسی ہلکی سی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت بات) ہے۔ اور جب تمنے ایسی (نالائق) بات سنی تھی (سننے کے ساتھ) کیوں نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں۔ حاشا وکلاّ یہ تو بڑا (بھاری) بہتان ہے۔ (مسلمانو!) خدا تمکو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا اور اللہ (اپنے) احکام تم سے (کھول) کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ (سب کی جان سے) واقف (اور) حکمت والا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیہودہ باتوں کا چرچا ہو انکے لئے دنیا میں عذاب دردناک ہے اور آخرت میں (بھی) اور (ایسے لوگوں کو) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے[1]

حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص پس پردہ کھڑے ہوکر لوگوں کی باتیں سنتا ہے جنت میں نہ جائیگا۔ (صحیح)

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ شیطان آدمی کی صورت میں متشکل ہوکر ایک قوم کے پاس آتا اور ان سے جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ متفرق ہو جاتے اور ان میں کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے (یہ بات) ایک ایسے آدمی سے سنی ہے جسکے چہرے کو تو میں پہچانتا ہوں اور اسکا نام نہیں جانتا[2]۔ (مس)

کبر

(ل) تکبر۔ غرور۔ قرآن شریف اور حدیث میں غرور کی نسبت نہی وارد ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ

---

[1] یہ اس لمبے قصے کی ابتدائی آیتیں ہیں جو امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے بارے میں نازل ہوئیں پورا قصہ دیکھنا ہو تو دیکھو (افک)۔ ۱۲

[2] خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ کسی بات کے سننے اور سنکر دوسرے سے نقل کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ یعنے تاوقتیکہ بات کہنے والے کے صدق پر وثوق کامل نہ ہو اور اسکے احوال کی پوری طرح معرفت نہ ہو اُس بات کو سُنے ہی نہیں۔ اور اگر سُنے تو دوسرے سے بیان نہ کرے۔ ۱۲

هَا كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۴)
اور اے مخاطب! زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر۔ کیونکہ زمین کو تو پھاڑ نہیں سکے گا۔ اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا (اے پیغمبر) ان سب باتوں میں جو جو بری ہیں سب ہی تو تمہارے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہیں۔

حدیث شریف میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکے دل میں رائی کے دانے کے قدر بھی تکبر ہوگا اُسے جنت میں جانا نصیب نہ ہوگا۔ (س)

کبیر | بڑا۔ بزرگ۔ خدا کا نام ہے۔ قرآن مجید میں بعینہ یہ لفظ موجود ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ تا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (س۔ سبا۔ ع ۳) اور خدا کے ہاں سفارش کام نہیں آتی۔ مگر اسکی جسکی نسبت خدا سفارش کی اجازت دے۔ یہانتک کہ جب گھبراہٹ انکے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم دیا۔ مقرب فرشتے کہتے ہیں جو دینا چاہیے تھا وہی دیا اور وہ عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔

کبیرہ | کبیر کی مؤنث ہے۔ بڑی چیز۔ اصطلاح شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں۔ جو حرام محض ہو۔ اور نص قاطع کے ساتھ دنیا اور آخرت میں اسپر عقوبت محض مقرر ہو۔ (تع)

گناہ کبیرہ کا مفہوم متعین کرنے میں ہمارے علمائے اختلاف کیا ہے۔ مگر قرآن وحدیث سے جہانتک سکا سراغ چلتا ہے یہ ہے کہ شارع نے جس فعل کے ارتکاب پر حد (شرعی سزا) مقرر کردی ہے یا اسکے بارے میں وعید نازل ہوئی ہے یا دلیل قطعی کے ساتھ اس کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہو۔ یا وہ فعل دین کی ہتک حرمت کا موجب ہو۔ گناہ کبیرہ ہے۔ اور جس گناہ میں یہ باتیں نہ پائی جائیں وہ صغیرہ ہے۔ پھر گناہ کبیرہ کے مراتب اگرچہ مختلف ہیں یعنی بعض بعض سے بزرگتر اور شنیع تر ہیں۔ جیسا کہ متبع احادیث پر مخفی نہیں۔ مگر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے انکا انحصار وانضباط پایہ ثبوت تک نہیں پہونچا۔ اسی لیئے علمانے کبائر گنوانے میں اختلاف کیا ہے۔ مولانا جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدیہ میں بعض اصحاب شافعی رح نقل کرتے ہیں کہ کبائر حسب تفصیل ذیل ہیں:۔

(۱) قتل ناحق (۲) زنا (۳) لواطت (۴) چوری۔ (۵) مے نوشی (۶) ہر نشیلی چیز کا استعمال (۷) سور کا گوشت کھانا (۸) کسیکا مال بجبر چھین لینا (۹) زنا کی تہمت لگانا۔ (۱۰) جھوٹی گواہی دینا (۱۱) سود کھانا (۱۲) رمضان کا روزہ قصداً اور عمداً بے عذر توڑ دینا (۱۳) جھوٹی قسم کھانا (۱۴) قطع رحم کرنا (۱۵) مسلمان ماں باپ کو ناحق ستانا۔ (۱۶) مذہبی لڑائی میں مقابلے سے بھاگنا۔ (۱۷) یتیموں کا مال ہضم کرنا (۱۸) ماپ تول میں خیانت کرنا (۱۹) بار سمجھ کر وقت سے پہلے نماز پڑھ لینا (۲۰) زکوٰۃ نہ دینا (۲۱) مسلمانوں سے ناحق لڑنا (۲۲) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جھوٹی بات منسوب کرنا (۲۳) صحابہ کو گالی دینا (۲۴) بے عذر گواہی چھپانا (۲۵) رشوت لینا (۲۶) مرد وعورت میں نااتفاقی کرانا (۲۷) بادشاہ سے چغلی چالگانا (۲۸) باوجود قدرت ہونے کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھنا۔ (۲۹) قرآن یاد کر کے بھلا دینا (۳۰) جاندار وں کو جلانا (۳۱) عورت کا بے عذر شرعی اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرنا (۳۲) خدا کی رحمت سے مایوس ہونا (۳۳) عذاب الٰہی سے بے خوف ونڈر رہنا۔ (۳۴) علماء وحفاظ کی توہین کرنا (۳۵) اپنی عورت سے ظہار کرنا (۳۶) کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر کی حدتک پہونچ جاتا ہے۔

کتا | عربی میں کلب کہتے ہیں اور جمع کلاب آتی ہے، شریعت نے اسکو نجس قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسیکے برتن میں اگر کتا پانی پی جائے تو اسکی پاکی سات مرتبہ دھونے سے ہے۔ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ (مانجا جائے)۔ اگر کتے کا جسم خشک ہو یعنے پانی سے تر نہ ہو اور نہ اُسکو پسینہ آرہا ہو۔ تو اُسکے چھو جانے سے کوئی چیز نجس نہیں ہوتی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے تو اس سے پانی نہیں بہاتے تھے (مشکوٰۃ)۔

حنفی مذہب میں کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا (کتب فقہ)۔

اگر کتا کنوئیں میں گر کر مرجائے تو کنواں سارا پانی نکال ڈالنے سے پاک ہوگا (قد)

کتے کی خرید و فروخت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جائز نہیں۔ اور اگر کتا قتل کیا جائے یا ہلاک ہو جائے تو اسکی قیمت نہیں ہے (رحمۃ)

سدھے ہوئے کتے کے ذریعہ شکار کھیلنا جائز ہے اور اسکا سدھانا یہ ہے کہ شکاری کے اشارے پر شکار پر حملہ کرے اور اسمیں سے کچھ نہ کھائے۔ جب شکاری سدھے ہوئے کتے کو بسم اللہ پڑھکر چھوڑے اور وہ شکار جا پکڑے یا زخمی کردے جس سے شکار مرجائے تو اسکا کھانا حلال ہے بشرطیکہ کتا اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھالیا تو اسکا کھانا حلال نہ ہوگا۔ اگر کتا شکار کو زندہ پکڑ لائے تو اسکا ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر ذبح کئے بدوں دیر تک ٹھہر کر مرگیا تو مردار ہو جائیگا۔ اگر شکار کے پکڑنے میں اس کتے کے ساتھ کوئی عام کتا جو سدھا ہوا نہ ہو یا ایسا کتا جسکے چھوڑنے پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی شامل ہوگیا تو بھی شکار مردار ہے اسکا کھانا جائز نہیں (قد)

کتے کے ساتھ شکار کرنیکا جواز قرآن مجید میں سورۃ مائدہ کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس گھر کے پاس کتا چلا چلا کر روئے اس گھر میں موت ہوجانیکا احتمال ہے کیونکہ کتے کو ملک الموت کی شکل دکھائی دیتی ہے۔ مگر شریعت پاک میں اسکے متعلق کوئی تصریح نہیں آئی۔

شکاری کتے کے سوا اور کسی قسم کا کتا شوقینی کے طور پر پالنا منع ہے۔ کالے کتے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان بتایا ہے۔

کتاب اصل میں تو یہ باب تفعیل کا مصدر ہے لیکن مفعول کے معنے میں مستعمل ہے یعنی لکھا ہوا۔ (غ)

قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کو کتاب کہتے ہیں اور انکے ماننے والوں کو اہل کتاب کہتے ہیں کتابی عورت سے مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے۔

کتاب الاعمال وہ کتاب جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں۔ دیکھو (صحیفۃ الاعمال)

کتاب حکمی حکمی خط۔ وہ خط جو ایک قاضی دوسرے کو بھیجتا ہے جبکہ مدعی علیہ دوسرے کے قریب رہتا ہو۔

کتاب الخراج فقہ میں امام ابو یوسفؒ کی تصنیف ہے جو ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں بولاق میں طبع ہوئی۔ اور اسکے حاشیے پر جامع صغیر مصنفہ امام محمدؒ چھاپ دیگئی تھی۔

اس کتاب کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے سلطنت عباسیہ کے ابتدائی سیاسی حالات کا پتہ

چلتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں جو اکیلئے صاحبین کے لفظ سے یاد کئے جاتے ہیں۔

کتاب مبین کتاب واضح۔ لوح محفوظ۔ قرآن مجید چنانچہ ان دونوں معنوں میں قرآن مجید میں یوں مستعمل ہوا ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (س الانعام۔ ع ۷) اور دنیا کی تر و خشک (چیزیں سب ہی تو) کتاب واضح (یعنے لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۲) یعنی اللہ کیطرف سے تمہارے پاس نور ہدایت اور قرآن آچکا ہے۔

کتابی اہل کتاب کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی وہ شخص جنکے پاس آسمانی کتابیں ہوں۔ یعنے انکو مانتے ہوں۔ جیسے عیسائی۔ اہل اسلام وغیرہ۔

کتابیہ کتابی کا مونث ہے۔ یعنے وہ عورت جو کسی آسمانی کتاب کو مانتی ہو۔ ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

کچکول مانگنے والے فقیروں کا پیالہ۔ (غ)

کرامت اس خلاف عادت فعل کا نام ہے جو ایسے آدمی سے صادر ہو جو نبوت کا مدعی نہ ہو اور نیکو کار ہو۔ کرامتیں ولیوں سے ظاہر ہوتی ہیں جو نبی کے حق میں معجزے ہوتی ہیں۔
اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے کہ ولیوں کی کرامتیں مثلاً پانی پر چلنا۔ ہوا پر اڑنا وغیرہ حق ہیں۔ (عق)
کرامات کا ثبوت قرآن سے صاف ثابت ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص کا جسکو علم کتاب حاصل تھا تخت بلقیس کو سینکڑوں کوسوں سے طرفۃ العین میں لاکر حاضر کر دیتا تھا۔
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کنج عبادت (محراب) میں خود بخود رزق کا مہیا ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ کرامات اولیا کا بین ثبوت ہے۔ احادیث میں جابجا اسکا ثبوت ملتا ہے۔ جیساکہ حضرت عمرؓ کا خطبہ میں حضرت ساریہ کو یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل کہکر پکارنا اور سینکڑوں کوسوں سے وہ آواز حضرت ساریہ کے کان میں پہونچ جانا۔ دریائے نیل کو حضرت عمرؓ کا رقعہ لکھنا اور دریا کا اسکی تعمیل کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

کرام کاتبین (ل) گرامی قدر لکھنے والے۔ ان فرشتوں کا نام ہے جنکو خدا نے محض اپنے فضل وکرم سے ہر آدمی کے لئے نگہبان مقرر کیا ہے اگر انکی حفاظت نہ ہو تو آدمی تباہ اور ہلاک ہو جائے آدمی کو جب سوتا ہے تو وہی اسے سانپ اور بچھو وغیرہ مہلکات سے بچاتے ہیں۔ وہ صرف محافظت ہی نہیں کرتے بلکہ آدمی کے اپنی عورت سے ہمبستری یا اسکا اور شرمناک کاموں کے وقت اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ اسکا راز کسی پر افشا نہیں کرتے۔ آدمی جو کچھ اچھا یا برا کام کرتا ہے اُسے لکھ لیتے ہیں۔
حدیث میں آیا ہے کہ دو فرشتے شام کو آتے ہیں جو صبح تک رہتے ہیں۔ پھر صبح کو دو اور آتے ہیں جو شام تک رہتے ہیں (تف)۔
قرآن کریم میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (س۔ انفطار۔ ع ۱)۔ حالانکہ تمپر (ہمارے) چوکیدار (تعینات) ہیں۔ (یعنے) کراماً کاتبین (فرشتے) کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو انکو معلوم رہتا ہے۔

کرامیہ ایک فرقہ ہے جو عبداللہ محمد بن کرام سجستانی

کی طرف منسوب ہے۔ یہ شخص سنہ ۲۰۰ھ کے بعد گذرا ہے۔ کم علم تھا۔ ہر ایک مذہب سے اس نے کچھ مسائل اخذ کر لئے تھے۔ انکو ایک کتاب میں جمع کر کے اسکو ممالک اغنام۔ غرجہ۔ غور اور خراسان میں شائع کر دیا اس سے اسکے مذہب کی نئی بنیاد قائم ہو گئی۔ اس شخص نے خدا تعالےٰ کی صفات کے اثبات میں یہانتک غلو کیا کہ خدا کو مجسّم اور مخلوق سے مشابہ قرار دینے پر نوبت پہنچگئی۔ یہ شخص حج کر کے شام میں آیا۔ اور مقام زغرہ میں ۲۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اور بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔ وہاں اس کے پیروؤں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔

فرقہ کرامیہ کے کئی گروہ ہیں۔ مثلاً عابدیہ۔ اسحاقیہ۔ تونیہ۔ زرینیہ۔ واحدیہ۔ لیکن یہ سب ایک ہی فرقہ گنا جاتا ہے۔ یہ سب کے سب خدا کو مجسّم قرار دیتے ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ خدا قائم بنفسہ ہے اور بعض اسکو اجزائے مؤتلفہ کہتے ہیں۔ اور اسکے لئے جہات اور نہایات ثابت کرتے ہیں۔ انکے اعتقاد میں اللہ جسم ہے اور نیچے کی جانب سے متناہی ہے۔ ان کے اعتقاد میں عالم سفلی کے جسموں سے اسکا ملاقات کرنا جائز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خدا عرش پر ہے۔ اور عرش اوپر کی جانب سے اس سے ملا ہوا ہے۔ اور خدا کا حرکت کرنا اور نیچے کو اترنا جائز ہے۔ انکا اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ تمام عرش پر ہے یا اسکے بعض حصے پر۔ اس فرقہ کے بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ عرش پر نہیں بلکہ اسکے محاذی ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالےٰ تمام جہات اور اطراف سے متناہی ہے۔ اور بعض کے نزدیک تلے کی جانب سے متناہی ہے۔ اور بعض اسے ہر طرف سے متناہی قرار دیتے ہیں۔

کرامیہ کا اعتقاد ہے کہ خدا محل حوادث ہے۔ اور جو حوادث اسکی ذات میں حلول کیے ہیں انہی پر قدرت رکھتا ہے اور جو ایسے نہیں بلکہ اسکی ذات سے الگ ہیں انپر اسے قدرت نہیں۔ ان سب کا خیال ہے کہ اسکے ساتھ حادث اُسوقت قائم ہوتا ہے جبکہ اسکو مخلوق کے پیدا کرنے میں اسکی طرف احتیاج پڑتی ہے۔ اس حادث کے بارہ میں ان میں اختلاف ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ جس حادث کیطرف اسے احتیاج ہوتی ہے وہ ارادہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں وہ کُنْ ہے۔ جب خدا کو کسی چیز کے پیدا کرنے ضرورت ہوتی ہے تو قدرت جو قدیم ہے اس قول کو یا ارادہ کو ذات الٰہی میں پیدا کر دیتی ہے کرامیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حادث خدا کی ذات سے قائم ہوتا ہے اسکا نام حادث ہے۔ اور جو اسکی ذات سے قائم نہیں ہو سکتا اُسے محدث کہا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بندوں کے پیدا کرنے سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ جو ان آدمی ایمان نہ لائیگا ورنہ اسکا پیدا کرنا عبث ہوگا۔ ان کے اعتقاد میں نبوت اور رسالت وہ صفتیں ہیں جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہیں اور اسکی ذات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ مگر وحی کی تبلیغ اور معجزہ اور عصمت اسکی ذات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اور لوگ بھی ان سے متصف ہو سکتے ہیں جس کسی شخص میں یہ صفتیں موجود ہوں وہ رسول ہے خواہ اُسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہو یا نہ۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایسے ہی آدمی کا رسول بنانا واجب ہے۔ جس میں یہ اوصاف نہ ہوں اسکا رسول بنانا ناجائز ہے۔ اللہ کے لیے کسی نبی کو عہدۂ نبوت سے معزول کرنا جائز ہے۔ مگر رسول کو معزول کرنا ناجائز ہے۔ ان کے نزدیک انبیاء پر ایسے گناہ کا ہونا جائز ہے جو موجب حد اور مسقط عدالت نہ ہو۔ خدا پر یہ بھی واجب ہے کہ متواتر رسول بھیجتا رہے۔ ان کے نزدیک ایک وقت میں دو اماموں کا ہونا جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں امام برحق تھے۔ مگر اتنی بات ہے کہ حضرت علی سنت پر تھے اور حضرت امیر معاویہ

سنت پر نہ تھے مگر انکی فرمانبرداری رعیت پر واجب تھی
بعض کرامیہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کے دو علم ہیں۔ ایک علم سے وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے اور ایک سے اپنے علم کو جانتا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان اس اقرار کا نام ہے جو اللہ تعالےٰ نے ازل میں اپنی مخلوق سے کیا تھا یعنے جبکہ فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں)، تو سب نے کہا بَلٰی (ہاں) سو یہ قول یعنی بَلٰی کا کہنا ایمان ہے۔ ان کے نزدیک منافق کا ایمان باوجود اسکے کہ اسکے ساتھ کفر بھی موجود ہے نبی کے ایمان کے برابر ہے۔ کیونکہ اس ایمان یعنے اقرار ازلی میں سب برابر ہیں۔

اس فرقہ کا بانی مبانی یعنی عبداللہ محمد بن کرام کا یہ مذہب ہے کہ مسافر کو ایسے کپڑے میں جو بالکل نجاست میں ڈوبا ہوا ہو نماز پڑھنی جائز ہے اور نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج وغیرہ تمام عبادتیں نیت کے بغیر جائز ہو جاتی ہیں۔ (مذ)

کربلا یہ بغداد سے جنوب و مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر ایک آباد شہر ہے جو نجف سے بڑا ہے۔ اور نجف سے شمال و مغرب میں تخمیناً چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ فرات یہاں سے قریب ہے حضرت امام حسین رضہ کے عہد میں یہ ایک جنگل تھا۔ جب حضرت کوفہ کو آتے ہوئے یزید کے لشکر سے اس مقام پر گھیرے گئے اور آپ اور آپ کے ہمراہی یہیں شہید ہوئے تو آپ کا اور آپ کے ہمراہیوں کے یہیں مزار بنے۔ تب سے ایک شہر بس گیا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ سنہ ۶۱ھ میں دسویں محرم کو ہوا۔ اسوقت آپکی عمر شریف ۵۶ برس کی تھی۔ یہاں کا گنبد بھی طلائی ہے شاہ فتح علیخان کے عہد میں آقا محمد خان نے سنہ ۱۲۰۷ھ میں طلائی کرایا تھا۔ کاظمین کا گنبد بھی طلائی ہے۔ یہ شہر دن بدن ترقی پر ہے۔ آبادی عمدہ ہے۔ بازار بھی خوب ہیں۔ شہر کے وسط میں حضرت کی درگاہ ہے (لغ) صاحب غیاث تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ کرب بلا تھا۔ پہلی بار کو حذف کیا۔ کیونکہ جب وہ کلموں کو ترکیب دیتے ہیں اور کلمہ اول کا آخری حرف اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ایک جنس سے ہوں تو پہلے کلمے کے آخر کو حذف کر دیتے ہیں۔

کرّوبیاں مقرب فرشتے۔ قرآن مجید کی ذیل کی آیت میں انکا ذکر آیا ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ تا وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (س۔ مومن۔ ع۱) جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد (تعینات) ہیں (ہمہ وقت) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اسکی) تسبیح (و تقدیس) کرتے رہتے اور اسپر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لئے مغفرت (کی دعائیں) مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے تو جو لوگ (تیری جناب میں) توبہ کرتے ہیں اور تیرے (دین کے) رستے پر چلتے ہیں اُن کو بخشدے۔ اور (نیز) انکو دوزخ کے عذاب سے بچا

کریم بزرگ۔ عزیز۔ خدا کا نام ہے۔ کہتے ہیں کریم وہ ہے کہ قادر ہو تو معاف کر دے۔ وعدہ کرے تو وفا کرے۔ اور دے تو امید سے زیادہ دے اور کوئی اسکی طرف التجا لے جائے تو اسے ضائع نہ ہونے دے کبھی مکرم اور جواد کے معنے میں بھی آتا ہے۔ کریم لئیم کی ضد ہے۔

کڑک اور بادل اور سخت ہوا کے وقت کی دعائیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کڑک اور بجلی کی آواز سنکر فرماتے اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ) خداوندا ہمیں

اپنے غضب سے قتل نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما۔"
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آسمان کے کناروں سے ابر اٹھتا ہوا دیکھکر جس کام میں مصروف ہوتے فوراً اُسے چھوڑ دیتے اور نماز میں ہوتے تو اس میں بہت تخفیف کر دیتے پھر فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا خداوندا میں اس ہوا کی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں"۔ اور اگر مینھہ پڑتا تو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا الٰہی پے در پے اور خوشگوار برسنا برسا۔
حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ جب ہوا شدت کے ساتھ چلتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔ خداوندا میں اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی بھلائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اسکی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور اسکی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی برائی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

کِسْوَۃ (ل) پہننے کے کپڑے۔ پوشاک (غ) کعبہ کے غلاف کو بھی کہتے ہیں۔
حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں اور انکے بعد کعبہ کی دیواریں ویسی ہی دکھائی دیتی تھیں جیسی کہ بنی تھیں۔ مگر سنہ عیسوی سے چھ سو برس پہلے اسعد حمیری نے کعبہ کی دیواروں پر غلاف چڑھایا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کو کپڑا پہنا رہا ہے تو اس نے انطاع کا غلاف چڑھایا۔ مگر پھر اس نے وہی خواب دیکھا تب اس نے یمن کے کپڑے کا جو عمدہ ہوتا تھا غلاف چڑھا دیا اور کعبہ میں چوکھٹ کواڑ لگایا تب سے کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم جاری ہو گئی۔ اور جسکے قبضۂ اقتدار میں کعبہ رہتا وہ ہر سال پرانے غلاف پر نیا چڑھاتا اور اسطرح کپڑے کی کئی تہیں چڑھ گئیں جسکے سبب کئی دفعہ آگ لگ کر خانہ کعبہ جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑھانے کا دستور تھا۔ اور اسی سبب سے ان کے عہد میں بھی کعبہ میں آگ لگ گئی تھی۔ اسکے بعد سے پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑھانے کی رسم جاتی رہی۔ بلکہ ہر سال پرانا غلاف اُتار کر نیا چڑھایا جاتا ہے۔ اور کعبہ کے خادم پرانے غلاف کے ٹکڑے کر کے بطور تبرک تقسیم کرتے ہیں۔
اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ اسلام میں بھی کعبہ پر غلاف چڑھائے گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضہ نے یمن کے کپڑے کا جو نہایت عمدہ ہوتا ہے کعبہ کو غلاف چڑھایا تھا۔ پھر حضرت عمر و حضرت عثمان رضہ نے قباطی کپڑے کا پھر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ غرضکہ اس میں شک نہیں ہے کہ تمام خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ و دیگر خلفا کے عہد میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانیکا بڑا اہتمام رہا۔ زمانہ حال میں سلطان روم کی جانب سے نہایت عظمت و شان سے بہت عمدہ غلاف سیاہ رنگ کا چڑھایا جاتا ہے جس میں بعض آیات قرآنی نہایت خوشخط بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور غلاف کے درمیان کمربند کیطرح ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ چوڑا زرین پٹکا ہوتا ہے اور اس میں بھی آیات قرآنی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور دروازہ پر کا غلاف بھی بالکل زریں بنا ہوا ہوتا ہے اور ہر سال بتاریخ ۱۰ ذی الحج نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے
اسلام کی رو سے اسپر جو کچھ بحث ہو سکتی ہے وہ اسقدر ہے کہ اس کام کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کعبہ کی پرستش کے لئے کیا جاتا ہے یا اسکی خوبصورتی اور آرایش کے لئے۔ پہلی صورت میں تو از روئے اسلام

کفر ہے۔ اور دوسری صورت میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ آرائش کعبہ ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ اور مساجد کی آرائش۔ مگر چونکہ خانہ کعبہ ایک نہایت قدیم مسجد ہے اور ایسے بانی اسلام کے ہاتھ سے بنی ہے جس نے سب سے اول یہ کہا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اسلئے اسکی قدر ہمکو بہ نسبت اور مسجدوں کے زیادہ کرنی ضرور ہے۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے خدا کی پرستش کی نشانی ہے (تاریخ مسجد الحرام)

کسوف و خسوف

عرف میں اکثر سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں۔ انکی اصل حقیقت یہ ہے کہ ستارے دو قسم کے ہوتے ہیں ثوابت و سیار۔ جو ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ثوابت ہیں اور جو حرکت کرتے ہیں وہ سیار۔

ثوابت میں سے ایک ہمارا آفتاب بھی ہے۔ آفتاب کا طلوع و غروب اسکی حرکت سے نہیں ہے۔ بلکہ زہرہ مشتری۔ عطارد۔ زحل۔ مریخ اور زمین۔ یہ سیارے اسکے ساتھ وابستہ ہیں اور اسکے گرد گھومتے ہیں۔ زمین بھی ایک سیارہ ہے متحرک اور جسطرح ریل اور کشتی کے سوار کو درخت اور مکانات اور دوسری ٹھیری ہوئی چیزیں نظر کی غلطی سے چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اسیطرح اصل میں زمین چلتی ہے اور اسکی وجہ سے بنظر ظاہر آفتاب چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے حالانکہ آفتاب ساکن ہے۔ پھر جو سیارے آفتاب کے ساتھ وابستہ ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ انکے ساتھ اور چھوٹے سیارے وابستہ ہیں جو چاند کہلاتے ہیں۔ مثلاً مشتری سیارہ ہے اسکے گرد آٹھ چاند گھوم رہے ہیں۔ زمین سیارہ ہے اسکے گرد اگرد ہمارا چاند گردش کرتا ہے۔ یہ سب سیارے اپنے چاندوں کے ساتھ آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔

اور آفتاب اپنے سیاروں کے سمیت ایک نظام جداگانہ سمجھا گیا ہے اور اسکا نظام ہے نظام شمسی۔ اسیطرح ہر چھوٹے سے چھوٹا ثابت ستارہ بجائے خود آفتاب ہے۔ اور اسکا نظام جداگانہ ہے۔ یہ باتیں علم ہیأۃ کی ہیں جن کو خاص لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا آفتاب اپنی ذات سے روشن ہے۔ ہمارا چاند زمین کی طرح تاریک ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں آفتاب کی دھوپ پڑتی ہے اسیطرح چاند پر بھی دھوپ پڑتی ہے اور اسی کا نام نور قمر ہے۔ گھومتے گھامتے جب چاند زمین اور آفتاب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ کرۂ قمر نے نور آفتاب کو زمین تک پہونچنے سے روک دیا۔ سورج گہن کے وقت آفتاب سے نور سلب نہیں ہوتا بلکہ چاند کے آڑے آجانے کی وجہ سے ہم تک نہیں پہونچنے پاتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آفتاب تاریک ہو گیا چاند گہن اُسوقت ہوتا ہے جب زمین آفتاب اور چاند کے درمیان حائل ہو۔ بہرکیف یہ انقلاب جو اجرام فلکی کی حالت میں کبھی کبھی واقع ہوتا ہے خدا کی قدرت کی بڑی زبردست نشانی ہے۔ لوگ اسے مقدمۂ آفت سمجھتے ہیں اور یہ نجومیوں کے اوہام ہیں۔

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو گہن کے وقت خدا کی طرف رجوع لاتے تھے وہ کسی وہم کے سبب سے نہ تھا۔ بلکہ خدا کی عظمت کا خیال کر کے مصروف عبادات ہو جاتے تھے۔ ان دونوں کی نمازوں کا ذکر دیکھو نماز کسوف اور خسوف میں۔

کسوف و خسوف کی نمازیں

کسوف سے سورج گرہن اور خسوف سے چاند گرہن مراد ہے۔ کسوف کے وقت جامع مسجد کا امام دو رکعت نماز اذان و اقامت اور خطبے کے بغیر پڑھائے۔ قرأت لمبی اور بلا آواز پڑھے۔ ہر ایک

رکعت میں ایک رکوع ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر جب تک کسوف باقی رہے سب دعا میں مشغول رہیں۔ امام نہ ہو تو اکیلے اکیلے نماز و دعا میں مصروف ہوں۔ اسکے علاوہ شدت کی آندھی کڑک اور بھونچال وغیرہ دیگر سماوی حادثوں میں بھی نماز پڑھنا اور دعا کرنا مسنون ہے (کذافی فقہ الحنفی)

شیعوں کے نزدیک کسوف وخسوف کی نماز واجب ہے۔ اگر دانستہ ترک کر دی تو اسکی قضا واجب ہو گی۔ ہاں۔ اگر علم نہ ہونے سے رہگئی تو پھر ایسی صورت میں قضا واجب ہے کہ ساری ٹکیہ سیاہ ہو گئی ہو۔ ورنہ نہیں۔ دو رکعت نماز ہو اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہوں (کذافی رسالہ فقہ علامہ مجلسی)

کشف (ل) پردے کا اُٹھ جانا (ص۔و) میں امور غیبیہ پر اطلاع پانے کو کہتے ہیں (تخ)

کظم غیظ (ل) غصے کو پی جانا۔ قرآن واحادیث میں کاظم غیظ کے بہت فضائل مذکور ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ تا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (س۔ آل عمران ع ۱۴) اور (مسلمانو!) اپنے پروردگار کی معرفت اور جنت کیطرف لپکو جسکا پھیلاؤ (اتنا بڑا ہے) جیسے زمین وآسمان کا پھیلاؤ (یہی سجائی) ان پرہیزگاروں کے لئے طیار ہے جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام) خرچ کرتے اور غصے کو روکتے اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے

اور حدیث شریف میں اسکے فضائل یوں مذکور ہیں۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے غصے کے گھونٹ سے جسے وہ صرف خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے پانی کی طرح پیتا ہے بہتر وافضل کوئی چیز نہیں پی۔ (مش)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔ (صحیح)۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا کیا ہی عمدہ اور برجستہ ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ **قطعہ**

نہ مرد است آں بنزدیک خردمند
کہ با پیل دماں پیکار جوید
بلے مرد آنکس است از روئے تحقیق
کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

دنیا میں جتنے فسادات ہیں سب غضب کی وجہ سے ہیں۔ بایں ہمہ غضب نہ ہو تو دنیا میں امن بھی نہ ہو یہی تو وہ چیز ہے جسکے ڈر سے لوگ دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔ پس غضب آدمی کو سپر کا کام دیتا ہے۔ اور وہ شرط امن ہے۔ غضب نامحمود نہیں۔ نامحمود ہے افراط غضب۔ غضب کی حالت میں اعتدال پر قائم رہنا ایسا ہی دشوار ہے جیسا ناپاک شراب کی لت کھا کر معتاد سے نہ بڑھنے دینا۔ طب کی رو سے غضب کی حالت میں خون جوش مار کر غلیظ ابخرے دماغ کی طرف صعود کر کے عقل کو تیرہ وتار کر دیتے ہیں۔ اور اسی لئے غضب کو نَوْعٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ کہا ہے۔ الغافؤ غضب کا پہلا درجہ ..... ہے اور یہی وقت غصے کی روک تھام کا ہے۔ ضبط غضب کے لئے صبر کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ضبط غضب کا آسان طریقہ تغیر حالت ہے۔ یعنی نفس کو کسی دوسری بات کیطرف متوجہ کرنا۔ غصے کی حالت میں عقل سلیم تو باقی نہیں رہتی۔ اسی لئے غصے کا انجام اکثر ندامت ہوتی ہے کہ آدمی اپنی زیادتی سے خود پشیمان ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غصہ بنی بنائی بات کو بگاڑ دیتا ہے۔ نرمی سے جو کام نکل سکتا ہے وہ خشونت سے کبھی نہیں

نکلتا ہے

بشیرینی زبانی و لطف و خوشی
توانی کہ پیلے بہوئے کشتی

کعب الاحبار ایک یہودی عالم کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو توریت کے مطابق پیغمبر سمجھکر مسلمان ہو گئے تھے۔ انکے بیٹے ابی بن کعب ان سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ یہ بھی اپنے باپ کیطرح علم و فضل میں یکتا تھے۔ کعب الاحبار ۳۲ھ میں فوت ہوئے (کن)

کعب ابن زُہیر شاعر ابن الشاعر بلکہ سارا گھر اسکا شاعر تھا۔ لڑکپن ہی سے اسکی طبیعت موزون تھی چنانچہ اسکا قصہ نابغہ زبیانی کے ساتھ کتب سیر اور تواریخ میں مذکور ہے۔ اسکا باپ زُہَیر تو زمانہ جاہلیت میں ہی مر گیا تھا۔ مگر اسکے دونوں بیٹے کعب اور بجیر زمانہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ کعب ان شعرا سے تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے اسلئے فتح مکہ کے دن وہ بھی واجب القتل لوگوں میں شمار کیا گیا۔ اسلئے بخوف جان وہ بھی اوروں کی طرح روپوش ہو گیا۔ کعب کا بھائی بجیر تھا اس نے اپنے باپ زہیر سے سنا تھا کہ زمانہ بعثت پیغمبر آخر الزمان کا قریب ہے۔ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے تو دونوں بھائی کعب اور بجیر مدینہ کو چلے۔ جب وہ دونوں مقام البرق الغراف پر پہونچے تو بجیر نے کعب سے کہا تو یہاں ٹھہر۔ میں اس مرد کو جاکر دیکھوں سنوں کیا کہتا ہے اور اس کے پاس کیا چیز ہے جسکے سبب سب لوگ اسکے گرویدہ ہوتے جاتے ہیں۔ بالجملہ بجیر مدینہ منورہ کو آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور کعب کو لکھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سچی ہے میں انپر ایمان لایا ہوں۔ تو بھی آکر اسلام قبول کر جب

کعب نے بجیر کی تحریر پڑہی چند اشعار بجیر کو لکھے جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مذمت مترشح ہوتی تھی بجیر نے وہ اشعار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے۔ جناب رسالتمآب نے صحابہ حاضرین سے فرمایا جسکو کعب بن زہیر کہیں ملے اسکو قتل کر دے۔ بجیر نے یہ حکم نبوی سنکر کعب کو لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن شاعروں کو جو آپ کی ہجو لکھا کرتے تھے اور انکو توبہ نصیب نہیں ہوئی قتل کر ڈالا ہے۔ تیرے لئے بھی ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو جلد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ کر اور اپنے قصور کی معافی کے لئے ملتجی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توبہ کرنے والے کو ہرگز قتل نہیں کرتے۔ اگر تجھکو یہ بات منظور نہیں تو اپنے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر سوچکر نکال۔ بجیر کی تحریر دیکھتے ہی کعب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور زمین اسکے لئے تنگ ہو گئی۔ بہت کچھ سوچ بچار کیا مگر کوئی صورت بچاؤ کی سوائے اسلام لانے کے نظر نہ آئی ناچار مدینہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر جہنی کے مکان پر جو اسکا ملاقاتی تھا مقیم ہوا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز صبح سے فارغ ہوکر بیٹھے۔ جہنی مذکور کعب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے گیا اور اشارہ سے بتادیا کہ یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نزدیک جاکر ان سے امان کا خواہاں ہو۔ کعب فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو جا بیٹھا اور اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر رکھکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کعب ابن زہیر تائب اور مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں امان مانگنے آیا ہے اگر میں اسکو حضور کی خدمت میں لے آؤں تو آپ اسکی توبہ قبول فرما دینگے یا نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا ہاں اسکی توبہ قبول کی جائے گی۔ پھر تو کعب کھل پڑے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہی کعب ابن زہیر ہوں
اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اسکے بعد کعب نے وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا جو قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ جب کعب نے۔ شعر

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

پڑھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رداءے مبارک جسم اطہر سے اُتار کر کعب کو اُڑھا دی وہی چادر امیر معاویہ نے کعب کے مرنے کے بعد انکے وارثوں سے بیس ہزار درہم دیکر خرید لی۔ جسکو خلفاء بنو امیہ یکے بعد دیگرے اعیاد میں اوڑھا کرتے تھے۔ پھر انکے بعد رداءے شریف بنی عباس کے قبضہ میں آئی اور اب سلاطین آل عثمان کے توشہ خانہ میں موجود ہے۔ الغرض کعب ۹ھ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے (المشاہد)

کعبہ مسجد الحرام میں اس متبرک عمارت کا نام ہے جسکے نام سے دنیا کے مسلمان واقف ہیں۔ حج میں اس زیارت کے گرد طواف کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس عمارت ہے جسکی زیارت کے لئے ہر سال لاکھوں مسلمان آتے ہیں۔

علامہ ارزقی فاسی اور قطب الدین نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی اسوقت سے اسوقت تک دس مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔ سب سے پہلے ملائکہ نے بنایا۔ دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے جبل لبنان۔ جبل طور سینا۔ جبل طور زیتا۔ جبل جودی۔ جبل حرا ان پانچ پہاڑوں سے پتھر لالاکر تعمیر کیا۔ لیکن اسکی بنا جبل حرا کے پتھروں سے رکھی گئی تھی۔ تیسری مرتبہ مرتبہ حضرت شیث علیہ السلام نے بعد انتقال اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے بنایا۔ چوتھی مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکی پہلی بنیاد پر اسکو اسطور سے بنایا کہ رکن حجر اسود سے رکن عراقی تک جسکو وجہ کعبہ کہتے ہیں۔ طول میں ۳۲ گز۔ اور رکن عراقی سے رکن شامی تک جسمیں حطیم ہے عرض میں ۲۲ گز۔ اور رکن شامی سے رکن یمانی تک جو پشت کعبہ ہے طول میں ۳۱ گز اور رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک عرض میں ۲۰ گز تھا۔ اور اسکی بلندی ۹ گز کردی۔ علاوہ بریں اسمیں دو دروازے ایک شرقی دوسرا غربی قائم کئے۔ مگر اسکی چھت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں بنائی تھی۔

تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف دیواریں ہی دیواریں بنی تھیں چھت نہیں تھی اور دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا۔ اور اس میں نہ کواڑ چڑھے تھے نہ کنڈی لگی تھی۔ اور بلاشبہ اس زمانہ کی حالت ایسی تھی کہ اس سے زیادہ تعمیر مکان میں گو وہ خدا کا گھر بنایا گیا ہو اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عمارت کے ایک بیرونی گوشہ پر طواف کے شمار کرنے کو ایک لمبا پتھر لگا دیا جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے جسکے قیاس کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ پتھر غالباً اسی قسم کا پتھر ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی عبادت کے لئے کھڑا کر لیا کرتے تھے۔ جسکو مذبح یا قربانی گاہ یا آلٹر کہتے ہیں۔ اس چار دیواری کے اندر ایک گڑھا کھودا تھا جسکو خزانہ کعبہ کہتے تھے اور جو کچھ نذر و نیاز کعبہ میں آتی تھی وہ اس میں رکھدیتے تھے تاکہ چوری سے محفوظ رہے۔

پانچویں بار عمالقہ نے تعمیر کی۔ عمالقہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں یہی لوگ اول ساکنان مکہ تھے۔

چھٹی بار اولاد جرہم نے بنایا۔ جرہم قحطان بن عابر بن شالح ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ بعض روایتوں میں پہلے بنی جرہم اور پھر عمالقہ کی تعمیر بیان کی گئی ہے۔

ساتویں بار قصی بن کلاب نے بنایا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مدت کے بعد پھر کعبہ میں کچھ نقصان آگیا۔ اور

نقصان کا سبب بجز اسکے کہ سیلاب سے نقصان پہونچا ہو جو اب بھی کبھی کبھی آجاتا ہے اور کوئی سبب نقصان کا نہیں معلوم ہوتا۔ تب قصی بن کلاب نے کھجور کی شاخوں اور گوگل کی لکڑیوں سے اسکی چھت بنائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی بنیاد پر اسکو دوبارہ تعمیر کیا۔ اگرچہ اس تعمیر کا زمانہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ قصی بن کلاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ پشت پہلے تھے۔ اسلیئے غالبًا یہ تعمیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دوسو برس پہلے ہوئی تھی

آٹھویں بار قریش نے بنایا جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک ۳۵ برس کا تھا۔ اسوقت قریش مکہ نے بنائے ابراہیمی میں گھٹا و بڑھا دیا۔ کہ کعبہ کی اونچائی میں جو پہلے ۹ گز تھی ۹ گز اور اضافہ کر دیا اور طول میں سات گز کے قریب کم کر دیا۔ اور جس جگہ اب حطیم ہے اسکی طرف کچھ زمین باہر چھوڑ دی۔ اور دروازہ غربی جو شرقی دروازہ کے مقابل میں تھا اُسے بند کر دیا۔ اور شرقی دروازے کو زمین سے چار گز ایک بالشت اونچا کر دیا حطیم کی طرف کے سوا دوسری تینوں طرف ایک ایک ہاتھ زمین چھوڑ دی۔

جب خانہ کی تعمیر کرتے کرتے وہاں پہونچے جہاں حجر اسود رکھنا تھا تو جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ایک قبیلہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو میں کھڑا کروں گا۔ دوسرا اپنا استحقاق ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کشمکش میں ابو امیہ بن مغیرہ کے سمجھانے سے سب لوگ اسبات پر راضی ہو گئے کہ جو شخص سب سے پہلے اس رستہ سے آوے وہی فیصلہ کے لئے حاکم بنایا جائے۔ ان سب کی خوش قسمتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہلے تشریف لائے۔ اگر اسوقت آپکی عمر چھوٹی تھی مگر سب نے "یہ امین ہیں ہم انکے فیصلہ سے راضی ہیں" کہکر چلا اُٹھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور حجر اسود کو اس میں رکھدیا۔ اور سب قوموں کے سرداروں کو کہا کہ سب ملکر چادر پکڑکر اُٹھاؤ اور وہاں لے چلو جہاں حجر اسود کو رکھنا ہے۔ سب نے ملکر اُٹھایا اور جب کونے کے پاس لائے تو آپ نے اُسکو وہاں رکھدیا اور کسی قسم کا فساد نہ ہوا۔

نویں مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنایا۔ اس تعمیر کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حجاز کے گورنر مقرر ہوئے اور انکے قبضہ میں سارا حجاز آگیا تو ان کے ہلاک کرنے کو یزید کیطرف سے مسجد حرام میں حصین بن نمیر منجنیق سے آگ برسانی شروع کی۔ جسکے صدمہ سے خانہ کعبہ کی دیوار کا کچھ حصہ گر گیا تھا۔ اور چھت کی کچھ لکڑیاں بھی جل گئی تھیں۔ انہیں دنوں یزید مر گیا۔ اور اسکے سب آدمی واپس چلے گئے تب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ ارادہ کیا کہ بقیہ دیواروں کو بھی گرا کر نئی و مستحکم دیواریں بنائی جائیں۔ چنانچہ سب دیواروں کو گرادینے کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ظاہر ہوئی تو اسی پر بنیاد کھڑی کیگئی۔ اور جو زمین پہلے باہر رہگئی تھی اسکو خانہ کعبہ میں داخل کر لیا۔ اور پہلے کی طرح دروازہ زمین کے برابر کر دیا۔ دوسرا دروازہ بھی مقابل میں مثل تعمیر سابق کے پھر بنا دیا اور بلندی میں پہلے سے ۹ گز زیادہ اونچا کیا۔ یہ کام ۱۵ جمادی الثانی ۶۴ھ کو شروع ہو کر ۲۷ رجب سنہ مذکور کو ختم ہوا۔

دسویں بار عبدالملک بن مروان کے حکم سے ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے بنایا۔ اس نے ویسے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی تعمیر کو برقرار رکھا۔ مگر چھ گز ایک بالشت زمین حطیم کیطرف گرا کر باہر نکالدی اور قریش کی بنیاد پر دیوار بنا دی۔ غربی دروازہ کو بند کر دیا اور شرقی دروازہ کو زمین سے چار گز ایک بالشت اونچا کر دیا۔

کعبہ کے اندر پہلے دو صفوں میں چھ ستون تھے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ نے اپنے وقت میں تین ستون کم

کردئے اور ایک ہی صف میں تین ستون قائم کئے چنانچہ اب بھی تین ہی ستون ہیں۔ اسکے ایک کونے میں حجر اسود رکھا ہوا ہے۔ دیکھو (حجر اسود)

کعبہ کا اصلی نام بیت اللہ ہے۔ یہ ایک نہایت قدیم طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے جاری تھا کہ جہاں وہ کوئی نشان خدا کی عبادت کیلئے قائم کرتے تھے اسکو بیت ایل یعنی خانۂ خدا کہتے تھے مگر چونکہ وہ عمارت جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنائی تھی بشکل مکعب تعمیر ہوئی تھی اسلئے کعبہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ کعبہ کا نام بیت عتیق۔ مکّہ۔ بکّہ اور اُمّ القریٰ بھی آیا ہے۔ کتابوں میں کعبہ کے اور نام بھی لکھے ہیں۔ رحم۔ الباسہ۔ الحاطمہ۔ ناشہ۔ عروض۔ بلد امین۔ جبل قعقعہا۔ فاران۔ مقدسہ۔ قادسیہ۔ مزینۃ النخل۔ وادی۔ حرم۔ عرش۔ صلاح۔ طیبہ۔ سعاد۔

کعبہ میں بے شمار بت رکھے ہوئے تھے۔ جنکو آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز توڑ کر خانہ کعبہ کو خدائی پرستش کے لئے بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت اور آپ کے بعد کعبہ کی دیواریں ویسی ہی دکھائی دیتی تھیں جیسی کہ بنی تھیں۔ مگر سنہ عیسوی سے چند سو برس پہلے اسعد حمیری نے کعبہ کی دیواروں پر غلاف چڑہایا۔ اسوقت سے کعبہ پر غلاف چڑہانے کی رسم پڑ گئی۔ اور جسکے قبضہ میں کعبہ رہتا آیا وہ ہر سال پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑہاتا گیا اور اسی تہ بر تہ کپڑے کے سبب کئی دفعہ آگ لگ گئی اور خانہ کعبہ جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کے وقت تک پرانے غلاف پر نیا غلاف چڑہانے کا دستور تھا اور اسی سبب سے ان کے عہد میں بھی کعبہ میں آگ لگ گئی تھی۔ اسکے بعد یہ رسم جاری رہی۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ اسلام میں بھی کعبہ پر غلاف چڑہائے گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن کے کپڑے کا کعبہ کو غلاف چڑہایا پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما قباطی کپڑے کا پھر دیباج کے کپڑے کا غلاف چڑہایا۔ اسیطرح خلفاء بنی امیہ و عباسیہ اور دیگر خلفائے کے عہد میں خانہ کعبہ پر غلاف چڑہانے کا بڑا اہتمام رہا اور سب چڑہاتے رہے زمانہ حال میں بھی سلطان روم کی جانب سے نہایت شان و شوکت سے اس مبارک کام کو کیا جاتا ہے۔

قریش مکہ نے جو زمین خانہ کعبہ کی حطیم کے علاوہ (حطیم کے حالات کے لئے دیکھو (حطیم) تینوں طرف ایک ایک ہاتھ چھوڑ دی تھی۔

محب الدین طبری شافعی کے زمانہ میں اس زمین پر بقدر سوا انگل کے اونچائی بطور پشتہ کے بنا دی گئی تھی تاکہ اس پر سے کوئی گذر نہ سکے اور دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ پشتہ دیوار کی جڑ کی مضبوطی کے لئے ہے (تاریخ مسجد الحرام)

کعبیہ ابو القاسم محمد بن کعبی کے متبعین کا ایک فرقہ ہے جو معتزلہ بغداد میں سے تھا۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ خدا سے ارادہ کے سوا افعال صادر ہوتے ہیں۔ (تنع)

کفارہ (ل) ڈہانکنا۔ (ص ـ ش) میں اس سزا کا نام ہے جو کسی خاص حکم شرعی کی خلاف ورزی پر مقرر کی گئی ہے۔ مثلاً جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے ساٹھ دن کے روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ اسے کفارہ صوم کہتے ہیں۔ دیکھو (صوم) قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں تین روزے رکھنے یا ایک رقبہ آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔ اسے کفارۂ یمین کہتے ہیں۔ اسی طرح اظہار کی صورت میں

ایک رقبہ آزاد کرے۔ یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اسے کفارۂ ظہار کہتے ہیں۔ دیکھو (ظہار کفارہ کے تمام اقسام کا بیان اپنے موقعہ پر موجود ہے۔

کفالت اگر کوئی شخص مطالبہ میں اپنا ذمہ کسی دوسرے کے ذمے ملا دے تو اس فعل کو کفالت کہتے ہیں۔ اور ضمانت بھی اُسے کہتے ہیں جس نے اپنے اوپر ذمہ لیا اُسے کفیل یا ضامن کہتے ہیں۔ اور جس شخص نے ضامن دیا اُسے مکفول عنہ کہتے ہیں۔ جس نے ضامن لیا اُسے مکفول لہٗ کہتے ہیں وہ مال یا نفس جسکا ذمہ ضامن نے لیا ہے اُسے مکفول بہٖ کہتے ہیں۔ جواز کفالت پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ کفالت بالنفس اور کفالت بالمال (رحمۃ)۔

کفر (ل) چھپانا۔ انکار کرنا۔ (ص۔ ش) ہیں اسلام سے یا اسلام کے کسی اصول سے انکار کرنا۔ کفر اسلام سے خارج ہونے اور عذاب آخرت کے مستوجب ہونیکا موجب ہے۔ جو شخص پہلے سے کافر ہے یا بعد میں اسلام یا کسی اسلامی اصول سے برگشتہ ہو کر کفر کا مرتکب ہو گیا ہو۔ وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ عقائد اسلام میں ایسی باتیں مفصل طور پر لکھی ہے۔ جنکے ارتکاب سے کفر لازم آتا ہے۔ مگر ایسی باتوں کے مرتکب کو کافر قرار دینا اور کافر مشہور کرنا کسی مفتی عالم دین کا کام ہے جو شرعی اصولوں پر غور کر کے اسکے کفر کا فتوےٰ دیتا ہے۔ ہر شخص کو مناسب نہیں ہے کہ کسیکو کافر کہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو کافر کہا جائے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر قائل کیطرف عود کریگا۔ اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان کو حتی الوسع کافر قرار دینے میں تامل کرنا چاہیئے۔

کفن مُردے کا کپڑا (مِن)، مردے کو تین سفید کپڑوں یعنی دو چادروں اور ایک کفنی میں کفنانا چاہیئے۔ جیسے بھی میسّر ہوں۔ اور تین کپڑے بہم نہ پہونچ سکیں تو دو یا ایک ہی کفایت کرتا ہے۔ عورتوں کو چاہئیں تو چار کپڑے۔ ایک رومال جس سے پورا سر لپیٹ سکے۔ ایک سینہ بند جو کفنی کے نیچے رکھکر سینے سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جاتا ہے۔ دو چادریں ایک کفنی۔ اگر پانچ کپڑے میسّر نہ ہوں تو جسقدر مل سکیں درست ہیں۔ پانچ سے زیادہ درست نہیں۔ جو لوگ جہاد میں شہید ہوں انکو انہی کپڑوں میں دفن کر دینا چاہیئے۔ انکے علاوہ اَور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مر گئے ہوں یا جلکر یا دب کر۔ یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اَور طرح سے انہیں غسل دینا نئے کپڑوں میں کفنانا۔ نماز پڑھنا سب کچھ چاہیئے میت کو تا بمقدور اچھا کپڑا دیں لیکن گراں قیمت اور نامشروع کپڑے میں کفنانا درست نہیں (کتب فقہ)

کفور ناشکر گذار۔ قرآن مجید میں اسکی ہجو آتی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ (س۔ الحج ع ۵) یعنی اللہ کسی دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ شکور کی ضد ہے۔

کلام شریعت میں کلام کے آداب کی بڑی تاکید آئی ہے وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (س۔ لقمان۔ ع ۲) یعنے کسی سے بولو تو آہستہ سے بولو۔ کیونکہ آوازوں میں بری آواز گدہوں کی ہے"۔

ترمذی شریف میں حضرت معاذ کی روایت کردہ ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اے معاذ کیا میں تجھے امر دین کی جڑ اور اُسکے ستون اور اُسکے کوہان کی بلندی کیطرف رہنمائی نہ کروں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ اے رسول خدا فرمایا امر دین کی جڑ اسلام۔ اور اسکا ستون نماز اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر فرمایا۔ معاذ!

کیا میں تجھے اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان تمام کا دار مدار ہے
میں نے عرض کیا ہاں اے نبی خدا۔ آپ نے اپنی زبان
مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ اسکو نگاہ رکھ۔ میں نے عرض کیا
اے خدا کے نبی۔ اور کیا ہم ان باتوں کی وجہ سے پکڑے
جائیں گے جو زبان سے نکالتے ہیں؟ فرمایا معاذ!
تیری ماں تجھے روئے آدمیوں کو ان کی زبانیں ہی
تو منہ یا ناک کے بل دوزخ میں اوندھا ڈالیں گی"۔
صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ سہل ابن سعدؓ
کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص اس چیز کی نگہداشت کریگا جو اسکے دونوں
جبڑوں میں ہے (یعنے زبان) اور جو اسکی دونوں ٹانگوں
میں ہے (یعنے شرمگاہ) میں اُس کے لیئے بہشت
کا ذمہ دار ہوں"۔

کلام اللہ (ل) اللہ کلام۔ (ص ش) میں
قرآن مجید کو کہتے ہیں۔ اور یہ نام اسکا
مطابق اس آیت کے رکھا گیا ہے۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ
اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ تا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (س بقرہ ع ۹)
مسلمانو! کیا تمکو توقع ہے کہ (یہود) تمہاری بات
تسلیم کرینگے۔ اور انکا حال یہ ہے کہ ان میں کچھ لوگ
ایسے بھی ہو گذرے ہیں کہ کلام خدا سنتے تھے پھر اسکے
سمجھے پیچھے دیدہ و دانستہ اسکو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے۔
اور وہ جانتے تھے۔

کلاہ ٹوپی۔ فارسی لفظ ہے۔ اسکو اکثر مسلمان فقیر
پہنتے ہیں۔ اسے تاج بھی کہتے ہیں۔ درویشوں
کی جماعت کا نشان ہے۔

کلب کتا۔ سگ۔ دیکھو (کتا)۔

کلمہ یہ کلم سے مشتق ہے۔ جسکے معنے مجروح اور
زخمی کرنے کے ہیں۔ سخن کو بھی کہتے ہیں (غ)
اصطلاح نحاۃ میں کلمہ وہ لفظ ہے جو معنے مفرد کیلیئے
وضع کیا گیا ہو۔ اسکے تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔
اسلامی عرف میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کہتے
ہیں۔ (دیکھو کلمہ طیبہ) یہ پورا فقرہ قرآن مجید میں
ایک جگہ نہیں ہے۔ بلکہ پہلا حصہ یعنی لا الہ الا اللہ۔
سورۂ محمد رکوع ۲ میں ہے۔ اور دوسرا حصہ یعنے
محمد رسول اللہ سورۂ فتح کے رکوع ۴ میں ہے۔ پہلا
حصہ نفی و اثبات اور دوسرا اثبات کہلاتا ہے۔ صوفی
لوگ اسکا ذکر کرتے ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان سے
ایک کلمہ بھی ہے۔ دیکھو (ایمان)۔

کلمۃ الحضرت خدا کا کلمہ۔ خدا کے قول کُن
کیطرف اشارہ ہے جسکے کہنے سے
تمام عالم پیدا ہو گیا تھا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے
اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ٥ (س۔ یٰس۔ ع ۵) اسکی تو یہ شان ہے کہ
جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس وہ اس سے
اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔

کلمہ شہادت یہ کلمہ اسلام کا رکن اعظم ہے اور وہ یہ ہے
اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنے میں گواہی
دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالے۔ اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے بندے اور رسول
ہیں۔ اس کلمہ کا مفہوم باضافہ لفظ شہادت کلمہ طیبہ
کے مفہوم کے برابر ہے۔ دیکھو (کلمہ طیبہ) پورے
اختصار کے ساتھ اسلامی تعلیم کا جامع خلاصہ ہونے
میں کلمہ طیبہ مقدم ہے لیکن جب خاص طور پر اپنے
اسلام کو قبول کرنے یا اسلام پر قائم رہنے کا اظہار
کرنا ہو۔ تو ایسے مقام پر کلمہ شہادت مناسب ہوتا ہے۔
مثلاً اسلام لاتے وقت یا نزع کے وقت۔

کلمہ طیبہ کلمہ طیبہ اسلام کا اصل اصول ہے اور وہ
یہ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں"۔
اس کلمہ کا دل سے پڑھنا اور اسکی سچائی کا اقرار کرلینا پورا مسلمان ہوجانے کا حکم رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ یعنے جس نے کلمہ طیبہ دل سے پڑھا وہ بہشتی بنگیا۔ کیونکہ جو شخص کلمہ طیبہ کو دل سے پڑھیگا وہ خدا کو واحد اور حاضر و ناظر سمجھکر شرک اور تمام منہیات سے بچتا رہیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول سمجھکر آپ کے افعال و اقوال کی پیروی لازم سمجھیگا جسکا نتیجہ یہ کہ وہ پورا عابد اور متقی مسلمان بنجائیگا اور ایسے شخص کا بہشتی ہونا ظاہر ہی ہے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جس طرح کلمہ طیبہ دین محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا کلمہ ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسٰے علیہ السلام تک ہر پیغمبر کا کلمہ جدا جدا ہے لآ الٰہ الا اللہ کا حصہ سب کلموں میں مشترک ہے۔ باقی حصہ میں ہر پیغمبر کی رسالت کا خاص حیثیت سے ذکر ہے۔ مثلاً

حضرت آدمؑ کا کلمہ	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اٰدَمُ صَفِيُّ اللّٰهِ
حضرت ابراہیمؑ کا کلمہ	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ
حضرت اسمٰعیلؑ ،،	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِسْمَاعِيْلُ ذَبِيْحُ اللّٰهِ
حضرت موسٰی ،،	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ
حضرت عیسٰے ،،	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ

غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھایا جاتا، ہندوستان کے مسلمانوں کی عادت ہے کہ اپنی سچائی کے اظہار کے لئے بھی کلمہ طیبہ پڑھا کرتے ہیں۔ جس سے عموماً مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہیں اور مسلمان کو جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ لہذا ہم بھی جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔

مسلمان کو کلمہ طیبہ کے متعلق ان چھ آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔
(۱) کلمہ طیبہ کو زبان سے پڑھے۔
(۲) اسکو صحیح الفاظ کے ساتھ ادا کرے۔
(۳) اسکے معنوں کو بخوبی سمجھے۔
(۴) اسپر دل سے یقین کرے۔
(۵) مرتے دم تک اسکو پڑھتا رہے
(۶) مرتے دم تک اسپر یقین رکھے۔

کلیسہ عیسائیوں کا گرجہ۔ اسلامی کتب میں یہ لفظ عیسائیوں کے گرجا اور یہودیوں کے معبد دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

کلیم اللہ (ل) اللہ سے کلام کرنیوالا۔ حضرت موسٰی کا لقب ہے (غ) دیکھو (موسٰی)

کمأۃ کھنبی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ کھنبی زمین کی چیچک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کھنبی منّ کی قسم ہے۔ جسکا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ عجوہ (کھجور کی عمدہ قسم ہے) بہشت سے ہے جو زہر کے لئے شفا ہے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے تین یا پانچ یا سات کھنبیوں کا پانی نچوڑ کر اپنی چندھی لونڈی کی آنکھ میں سرمہ کے طور پر ڈالا اور وہ اچھی ہوگئی (مش)۔

کم گوئی اعلیٰ درجہ کی عمدہ صفت ہے چنانچہ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ اے رسول خدا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا۔ میں تجھے خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ خدا سے ڈرنا تیرے تمام کاموں کو زینت و آرایش دیگا۔ میں نے عرض کیا کچھ اور زیادہ فرمایئے۔ ارشاد کیا تو تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا التزام کرے۔ کیونکہ یہ آسمان میں تیرے ذکر ہونے کا سبب ہے (کہ فرشتے وہاں تجھے دعا و رحمت کے ساتھ یاد کرینگے)۔

اور زمین میں نور معرفت کے ظہور کا باعث۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ اور بھی زیادہ فرمایئے ارشاد فرمایا تو بہت سکوت اور خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرے۔ کیونکہ اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور تیرے دینی کام پر تجھے مدد ملیگی میں نے عرض کیا کچھ اور بھی ارشاد کیجئے۔ فرمایا تو بہت ہنسنے سے بچ۔ کیونکہ بہت ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس سے بھی زیادہ فرمایئے۔ ارشاد کیا حق بات کہہ گذر اگرچہ لوگوں کو کڑوی ہی لگے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور بھی۔ فرمایا خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈر۔ میں نے عرض کیا کچھ اور بھی۔ فرمایا تو اپنے نفس کے عیوب معلوم کر کے لوگوں کی عیب جوئی سے باز رہ (مش)۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی کا رتبہ خدا کے نزدیک صرف خاموشی کی وجہ سے ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (مش)

کنایہ لفظی معنے اشارہ۔ یعنی ایسا کلام جسکے معنے پوشیدہ ہوں۔ سوائے قرینہ کے سمجھ میں نہ آئیں (نخ)۔

(اص۔ مش) میں طلاق کی ایک قسم ہے۔ جسے طلاق بالکنایہ کہتے ہیں۔

طلاق بالکنایہ ان لفظوں سے دینے کا نام ہے جو خاص طلاق کے لئے تو مقرر نہیں ہیں مگر موقع اور قرینے سے ان میں طلاق کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ان لفظوں سے طلاق جبھی پڑتی ہے کہ طلاق دینے کی نیت ہو۔ یا قرینے اور موقعے کے لحاظ سے ثابت ہو جائے کہ یہ لفظ کہنے والے کی نیت طلاق کی تھی اور اب جھوٹا انکار کرتا ہے۔

طلاق بالکنایہ کے الفاظ اس قسم کے ہوتے ہیں۔

عدت میں بیٹھ۔ تو اکیلی ہے۔ ان لفظوں کو بار کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر کہے تو علیحدہ ہے یا تو حرام ہے۔ یا اپنے میکے چلی جا۔ یا میں نے تجھے تیرے میکے والوں کے سپرد کیا۔ یا میں نے تجھکو رخصت کیا۔ یا میں نے تجھکو چھوڑا۔ یا تو جان تیرا کام جانے۔ یا تو آزاد ہے یا دوپٹہ اوڑھ لے یا پردہ کر لے۔ یا مجھ سے دور ہو۔ یا نکل جا۔ یا چل نکل۔ یا چل کھڑی ہو۔ یا شوہر تلاش کر لے۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک یا دو طلاق کی نیت کی ہو تو صرف ایک طلاق بائن پڑتی ہے۔ اگر تین کی نیت کی ہو تو تینوں پڑ جاتی ہیں۔ (کتب فقہ)

کندی مامون کے زمانہ میں ایک فلسفی گذرا ہے۔ جسکا نام یعقوب بن اسحاق کندی تھا۔ ابن خلکان ترجمے میں لکھتے ہیں کہ یعقوب بن اسحاق کندی فیلسوف اسلام اشعث بن قیس کوفی کی اولاد سے ہے۔ بغداد میں آکے اس نے علوم فلسفہ کو حاصل کیا اور متقدمین حکما کی کتابوں کی مشکلات کو حل کر دیا۔ قدم بقدم ارسطو کے چلتا تھا۔ تصنیفات اسکی بہت سی ہیں۔ مگر سب میں عمدہ اور قابل قدر کتاب اقسام العقل الانسی۔ کتاب الجوامع الفکریہ۔ کتاب الفلسفۃ الاولی ہے۔ صاحب تذکرۃ الحکم نے یعقوب کی بابت لکھا ہے کہ اسلام میں فلسفیانہ مذاق میں جیسی شہرت اس نے حاصل کی کسیکو اسکے بعد نہیں ہوئی۔ اسکی تصنیف سے اکثر علموں میں تقریباً پچاس کتابیں ہوں گی۔

منجملہ ان کے کتاب فی المنطق۔ کتاب التوحید۔ کتاب فی الاثباۃ النبوۃ۔ کتاب فی الادب۔ رسالہ لسلیۃ الاحزان۔ کتاب الموسیقی وغیرہ۔

اسکے علاوہ بھی بہت سی کتابیں اور رسالے ہیں جو تقریباً ڈھائی سو تک پہونچتے ہیں۔ ان کا مفصل ذکر

کتاب عیون الانبار فی طبقات الاطباء۔

کنز الدقائق فقہ حنفی کا نہایت مختصر اور مستند متن ہے۔ مصنفہ ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی۔ عینی اسکی نہایت معتبر شرح ہے۔

کنز مخفی لفظی معنے مخفی خزانہ (ص۔د) ہیں ذات خداوندی سے کنایہ ہوتا ہے (رتیغ)

کنعان حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام ہے جو مسلمان نہ ہوا تھا اور طوفان میں غرق ہوگیا تھا (جل)۔

قاموس میں لکھا ہے کہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَنَادٰی نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ تا اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ (س۔ہود۔ع ۴)۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ (کشتی میں) بیٹھ لے۔ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ وہ بولا میں ابھی (تمہارے دیکھتے دیکھتے تیر کر) کسی پہاڑ کے سہارے جا لگتا ہوں۔ کہ وہ مجھکو (طوفان کے) پانی سے بچالیگا (نوح نے) کہا کہ آج کے دن اللہ کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر خدا ہی جسپر اپنا رحم کرے (وہی بچ سکتا ہے) اور (باپ بیٹے یہ باتیں کر رہے تھے کہ) دونوں کے درمیان میں ایک موج آحائل ہوئی تو دوسروں کے ساتھ نوح کا بیٹا بھی ڈبو دیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی (کا چڑھاؤ) اتر گیا اور (قوم کا) کام تمام کردیا گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر (جاکر) ٹھہری اور (چار دانگ عالم میں) پھر دادیا گیا کہ ظالم لوگ (خدا کے ہاں سے) دھتکارے گئے اور (ابھی نوح کا بیٹا غرق نہیں ہوا تھا کہ) نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور (اسکی جناب میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا (بھی) میرے اہل (وعیال) میں (داخل) ہے اور تو نے جو (میرے اہل وعیال کو نجات دینے کا) وعدہ فرمایا تھا۔ (وہ) سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ (تو میرے بیٹے کو بھی نجات دے) خدا نے فرمایا کہ نوح! تمہارا بیٹا تمہارے اہل (وعیال) میں (داخل) نہیں کیونکہ اسکے عمل اچھے نہیں تو جس چیز کی حقیقۃ الحال تمکو معلوم نہیں ہم سے اسکی درخواست نہ کرو۔ ہم تمکو سمجھائے دیتے ہیں۔ کہ ناوانوں کی سی باتیں نہ کرو۔

کنیسہ یہودیوں کا عبادت خانہ یا نصارٰی کا گرجا۔ کفار کے معبد کو بھی کہتے ہیں (ق)

جہاد کے وقت اسلامی لشکر کو غیر مذہب کے لوگوں کے معبدوں کو گرانا جائز ہے۔

کوثر کوثر کے بہت سے معنے ہیں۔ زیادہ مشہور اور واضح معنے بہتات کے ہیں۔ عالم بالا میں اس نام کا ایک حوض ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ کلمہ یوں آیا ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی اے پیغمبر تحقیق ہم نے تمکو کوثر عطا کیا۔

کوثر فوعل کے وزن پر ہے جسکے معنے لغت میں بہت زیادہ کے ہیں۔ اس آیت میں اس سے مراد خیر کثیر یعنی ہر قسم کی بھلائی اور بہتری اور نعمت اور برتری ہے اور معنے لغوی کے لحاظ سے ابن عباس نے . . .

. . . اس لفظ کوثر کی تفسیر کی ہے جیسا کہ محدثین نے نقل کیا ہے۔ اور پھر یہ لفظ کوثر جسکے معنے خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی ہے۔ ہر ایک قسم کی خیر کثیر کو شامل ہے مفسرین نے ہر ایک خیر کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے اسلئے اس بارہ میں انکے پندرہ قول ہیں جن کو امام رازی نے تفسیر کبیر میں مفصل نقل کیا ہے۔ خلاصہ الحکایہ یہ ہے کہ (۱) اس سے حوض کوثر مراد ہے جس سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنی امت کو پانی پلائیں گے اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے

زیادہ شیریں ہوگا

(۲) وہ جنت کی نہر مراد ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی۔ جسکے کنارہ پر موتیوں کے خیمے تھے آپ نے اسکے پانی کو دیکھا تو وہ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے (صح)

(۳) کثرت اولاد۔ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ جسمانی نسل بھی آپ کی بکثرت ہے، اور روحانی نسل تو تمام امت ہے۔

(۴) علماء و اولیاء یہ بھی ایک خیر کثیر ہے۔ اور بحمد اللہ اس امت میں جسقدر اہل کمال گذرے ہیں اور اب موجود ہیں اور آئندہ ہوں گے وہ کسی امت میں نہیں ہوئے۔

(۵) نبوت عظمےٰ یہ اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے جو بجز آپ کے کسیکو نصیب نہیں ہوئے۔

(۶) قرآن مجید۔ اسکے خیر کثیر ہونے میں کیا شک ہے،

(۷) دین اسلام علےٰ ہذا۔

(۸) آپ کی رفعت ذکر۔

(۹) وہ فضائل روحانیہ جو آپکو حاصل ہوئے۔

(۱۰) آپ کے علوم۔

(۱۱) آپکا خلق عظیم۔

(۱۲) مقام محمود جو قیامت کے دن آپکو دیا جائیگا اور تمام انبیاء کو حسرت ہوگی۔

(۱۳) سورۃ کوثر مراد ہے جو صرف تین آیات میں تمام مطالب کو حاوی ہے اور اسکی فصاحت کا کوئی شاعر مقابلہ نہ کرسکا۔

(۱۴) وہ تمام نعمتیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں۔

(۱۵) وہ اعلیٰ مقام قرب جس سے اوپر اور کوئی مقام بندہ کو نہیں ملسکتا۔ دراصل یہ سب اقوال اسی پہلے معنے خیر کثیر کی تفسیرات ہیں۔

کوفہ ایک شہر ہے جو دریائے فرات کے مغربی کنارے پر بغداد سے ۱۰ روز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس شہر کو امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء میں بنایا تھا اور اسی کو پایہ تخت قرار دیا تھا۔ کوفے کا لقب اسکے حسن و خوبی کی وجہ سے خد العذار (باکرہ عورت کا رخسار) پڑ گیا تھا۔ اور یہ بھی وجہ تھی کہ وہاں کی زمین سرخ ریتلی تھی۔ اس شہر کے پایہ تخت ہونے کی وجہ سے عراق کا بہت بڑا شہر اسکو سمجھتے تھے اور اسکو قبۃ الاسلام اور دار الہجرۃ جانتے تھے۔ خط کوفی جو مشہور ہے وہ اسی شہر کے نام سے منسوب ہے۔ عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں عرب کا فرودگاہ اور تجارت گاہ یہی شہر تھا۔ یہاں کے علماء علم عربیت میں مانے ہوئے تھے۔ اسی کوفہ میں مشہور شاعر احمد بن حسین المعروف بالمتنبی ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۵ء میں پیدا ہوا۔ اسی کے قریب مسجد علی ہے اور علی بن ابیطالب کا مدفن بھی یہیں ہے۔ اکثر عجم وغیرہ کے شیعہ زیارت کی غرض سے وہاں جاتے ہیں۔ اسی سرزمین میں طائفہ باطنیہ اور قرامطہ نے نشوونما پائی ہے۔ حضرت امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ صاحب مذہب بھی اسی شہر کوفہ کے رہنے والے تھے۔ (صنا)

کوہ طور ایک پہاڑ کا نام ہے۔ دیکھو (طور)

کوہ جودی اس پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی طوفان کے روز کشتی ٹھہری تھی۔ جسکا اشارہ قرآن کی آیت فَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ الخ میں ہے۔

کوہ موسیٰ وہ پہاڑ جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ دیکھو (طور)۔

کھانا کھانے اور نیا کپڑا پہننے کے وقت کی دعائیں

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنکر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْ ھٰذَا اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ (خداوندا تیرے لئے تعریف ہے تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا ہیں تجھ سے اسکی بھلائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی بھلائی مانگتا ہوں اور اسکی برائی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں)۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جدید لباس پہنکر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ (خدا کو تعریف ہے جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے ہیں اپنا ستر ڈھانکتا اور زندگی ہیں آرائش حاصل کرتا ہوں)۔

ازاں بعد کہا کہ ہیں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص نیا لباس پہنکر یہ دعا پڑھے۔ اور پرانے کپڑے خیرات کردے تو وہ زندگی اور موت دونوں حالتوں ہیں خدا کی حفظ و حفاظت ہیں رہیگا۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے یا پانی نوش کرتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ ٥ (خدا کو تعریف ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا)۔

کہانت جوتش۔ سحر۔ جادو۔ شگون۔ آیندہ زمانہ کے حالات بتانا۔ اس فن کے مدعی کو کاہن کہتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ ہیں عرب ہیں اس فن کی بڑی شہرت تھی اور قدیم زمانہ سے اس فن کے مدعی چلے آتے تھے جن ہیں سے بعض کا تو یہاں تک دعوے تھا کہ سائل ہی کے الفاظ اور افعال سے آیندہ واقعات کا پتہ بتا سکتے ہیں (حاشیہ مشکوۃ)

اسلام نے اس فن کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس (کچھ پوچھنے) جائے اور پھر اسکی بات پر یقین کرلے یا حائضہ سے جماع کرے یا اپنی عورت کی پچھلی راہ ہیں دخول کرے وہ ان احکام سے بے تعلق ہوگیا۔ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں (مش)

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص (کوئی غیب کی بات پوچھنے کے لئے) کسی جوتشی کے پاس جائے پس اس سے کچھ پوچھے تو اسکی چالیس رات کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ (مش)

ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص علم نجوم کا ایک باب (بھی) اللہ کے ذکر کردہ امور کے سوا کسی اور غرض سے پڑھے تو اس نے سحر کا ایک شعبہ حاصل کیا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

کہربا گھاس کو اُٹھانیوالا۔ ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے زرد رنگ۔ جب اُسکو چمڑے پر رگڑ کر گھاس کے قریب کرتے ہیں تو وہ گھاس کو اپنی طرف کھینچتا ہے (غ) نیز اہل تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔ بعض کے نزدیک کہربا درخت جوز (اکھروٹ) کی گوند کو کہتے ہیں۔ (برہان قاطع)۔

کہف (ل) غار (ص، یش) ہیں اس غار کا نام ہے جس ہیں اصحاب کہف سوے پڑے ہیں دیکھو (اصحاب کہف) قرآن مجید کی اٹھارہویں سورت کا نام بھی ہے۔ اسکے رکوع ۲ ہیں اسکی نسبت یہ ذکر آیا ہے

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ (اے مخاطب) جب آفتاب نکلے تو تو دیکھیگا کہ وہ ان کے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور (یہ غار کی تنگی کی وجہ سے نہیں بلکہ) وہ غار کے اندر بڑی کشادہ جگہ میں (مزے سے چھاؤں میں رہتے) ہیں یہ (بھی) خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے (ایک نشانی) ہے۔

کیفیت حالت۔ وضع۔ جو کسی چیز کو حاصل ہو (غ) کیفیات کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) کیفیات محسوسہ۔ انکی پھر دو قسمیں ہیں۔ راسخہ جیسے حلاوت عسل۔ اور غیر راسخہ جیسے خوف زدہ شخص کے رنگ کا زرد ہونا۔ (۲) کیفیات نفسانیہ۔ انکی بھی دو قسمیں ہیں۔ راسخہ جیسے صناعت کتابت اس شخص کے لئے جو اس فن میں ماہر و کامل ہو۔ اس قسم کی کیفیا کو ملکات کہتے ہیں۔ اور غیر راسخہ کتابت اس شخص کی نسبت سے جو اس میں ماہر و کامل نہ ہو (۳) کیفیات جو مختص بالکمیات ہیں۔ انکی پھر دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو کمیات متصلہ سے خاص ہیں۔ جیسے تثلیث۔ تربیع۔ استقامت۔ انحنار۔ اور دوسری وہ جو کمیات منفصلہ سے مختص ہیں جیسے زوجیت۔ فردیت۔ (۴) کیفیات استعدادیہ۔ انکی بھی دو قسمیں ہیں یا تو یہ قبول کیطرح استعدادی ہونگی جیسے نرمی اور بیماری تو انہیں ضعف ولاقوۃ کہیں گے۔ اور یا لاقبول کیطرح ہوں گی جیسے سختی اور تندرستی تو انہیں قوت کہینگے (تع)

کیمیا زرسازی یعنی روح و اجساد ناقصہ کو باہم ملا کر مرتبہ کمال تک پہونچانا جیسے رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانا۔ چونکہ یہ امر مکر و فریب سے خالی نہیں ہے اسوجہ سے اہل عرب اسے مکر و حیلہ کے معنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اہل فارس پیر و مرشد کامل کی نظر عشق کامل۔ زر خالص کے معنے میں بھی برتتے ہیں۔

(ص۔ ف) میں کیمیا کہتے ہیں مقصود کا شوق چھوڑ کر موجود پر قناعت کر لینے کو۔ اسکی پھر تین قسمیں ہیں۔ کیمیائے سعادت یعنی رذائل سے اجتناب کرکے نفس کا تزکیہ کرنا اور فضائل کو حاصل کرکے ان سے اسکو آراستہ کرنا۔

کیمیائے عوام یعنی دنیا کے حقیر مال کو آخرت کے متاع باقی سے بدل لینا۔

کیمیائے خواص۔ یعنی مکون کے اختیار کرنے کے سبب کون سے دل کا خالی کر لینا۔ (تع)

کینٹھا کینٹھا خواہ سونے کا ہو یا چاندی کا۔ عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے (ن)

کینٹھا چونکہ زیور کے قبیل سے ہے اسلئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسکی زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ تک پہونچ جائے۔

کینہ

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر ایک بندے کی جو خدا کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک نہیں کرتا۔ بخشش کیجاتی ہے مگر اس آدمی کی بخشش نہیں ہوتی

کہ اسکے اور اسکے بھائی مسلمان کے درمیان میں عداوت اور کینہ ہو تو فرشتوں سے فرمایا جاتا ہے کہ ان دونوں شخصوں کو یہاں تک مہلت دو کہ باہم صلح کرلیں۔ (اور کینہ دلوں سے نکال دیں) (مس)

باب الگاف

گالی دینا دیکھو (شتم)

گُرز فارسی لفظ ہے جسکو عربی میں معارقہ کہتے ہیں کسی کو کوٹنے اور مارنے کا ہتھیار ہوتا ہے جسکا دستہ عصا کی صورت کا ہوتا ہے اور عصا کے اوپر گول گنبد نما گوہے کا سر ہوتا ہے۔ کافر میت سے قبر میں جب منکر و نکیر کے سوال کا جواب بن نہ آئیگا تو وہ اسکو گرزوں سے مارینگے۔ اور قیامت تک مارتے رہینگے۔

گندم قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں کئی جگہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے فرمایا لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنے اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (ابلیس)۔

اس درخت کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے، اکثر کے نزدیک یہ درخت گندم کا تھا۔ اور بعض نے انجیر لکھا ہے۔

گوشہ نشین گوشہ میں بیٹھنے والا۔ عزلت گزیں خلوت نشین۔ مراد فقیر۔ عابد تارک الدنیا۔ سعدی رح نے کہا ہے ؎

گرت مال و جاہ است و زرع و تجارت ، چو دل با خدا است خلوت نشینی

گونگا گونگا دوسرے آدمیوں کی طرح شرعی احکام کا مکلف ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ یہ سب فرائض اسکو بھی ادا کرنے ضروری ہیں۔ گونگا خرید و فروخت کرسکتا ہے۔ اسکی طلاق اشارہ سے واقع ہو جاتی ہے (قد)

گھر عربی میں اسکو دار یا بیت کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عرب لوگ کھجور کی شاخوں سے گھر بناتے تھے متمول لوگ کچی اینٹوں سے گھر تعمیر کرتے اور کھجور کے پتوں سے چھت پاٹتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کے رہنے کے گھر بھی ایسے ہی تھے۔ پھر جوں جوں مسلمانوں میں علوم و فنون کی ترقی ہوتی گئی انکا فن تعمیر بھی اوج کمال کو پہنچ گیا چنانچہ آجکل اسلامی ممالک میں لوگوں کے گھروں کی شاندار عمارتیں قدیم اسلامی فن تعمیر کی بہترین یادگاریں پیش کرتے ہیں۔ شرع شریف نے گھروں میں آنے جانے کے خاص آداب قائم کئے ہیں۔ دیکھو (گھروں میں آنا جانا)۔

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قرب کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اخیر زمانہ میں لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر عمارتیں بنائیں گے۔

گھر میں آمد و رفت کرنے کی دعائیں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت فرمایا کرتے تھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا

(خدا کے نام سے شروع ہے۔ میں نے خدا پر بھروسا کیا۔ خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے قدم

ڈگمگا جائیں یا ہم بے راہ ہو جائیں یا ہم خود ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم ناداں بنیں یا کوئی ہم سے ناروائی کرے"۔

ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں آئے تو ذیل کی دعا پڑھ کر گھر والوں کو سلام علیک کرے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا خداوندا میں تجھ سے اندر آنے اور باہر جانے کی بہتری طلب کرتا ہوں اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے نکلے اور خدا پر جو ہمارا پروردگار ہے ہم نے بھروسہ کیا"۔

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات ہو جاتی تو آپ فرماتے یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْكِ وَشَرِّ مَا یَدِبُّ عَلَیْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَمِنَ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ مِنْ سَاکِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ "اے زمین میرا تیرا پروردگار خدا ہے میں خدا سے تیری برائی اور جو تجھ میں پیدا کیا گیا ہے اسکی برائی اور جو تجھ پر چلتے ہیں انکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں میں شیر چیتوں اور سانپ بچھو اور جن و شیاطین سے انکی پناہ مانگتا ہوں"۔

خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی منزل میں فروکش ہو کر ذیل کی دعا پڑھیگا تو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اُسے ضرر نہ دے گی۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ میں خدا کے پورے اور کامل کلمات کا واسطہ دیکر اسکی مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں"۔

گھروں میں آنا جانا

شریعت نے اپنے گھروں میں جانے کے آداب الگ اور دوسرے گھروں میں جانے کے آداب الگ مقرر کئے ہیں۔

(۱) انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا! جب تم اپنے گھر میں جایا کرو تو گھر والوں کو سلام علیک کر لیا کرو۔ (کیونکہ یہ سلام کرنا تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے برکت کا موجب ہوگا۔ (مش)

موطا میں ایک حدیث مروی ہے کہ گھر میں ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لے کر داخل ہونا چاہیئے۔

(۲) قرآن مجید میں حکم ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ تا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ (س۔ نور۔ ع ۴) یعنے مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام کئے بدوں نہ جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تمکو اسلئے دیا گیا ہے) کہ تم اس بات کا خیال رکھو۔ پھر اگر تمکو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں (خاص) اجازت نہ ہو ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر (گھر میں کوئی ہو اور) تم سے کہا جائے (کہ اسوقت موقع نہیں) لوٹ جاؤ۔ تو (بے تامل) لوٹ آؤ۔ یہ (لوٹ آنا) تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسکو جانتا ہے"۔

احادیث سے ثابت ہے کہ کسیکے گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹائیں اور اندر سے پوچھا جائے کون ہے۔ تو صرف یہ کہدینا کہ میں ہوں ٹھیک نہیں۔ بلکہ اپنا نام یا لقب یا کنیت جو مزیل ابہام ہو ذکر کرنا چاہیئے۔ اگر دروازہ پر پردہ پڑا ہوا نہ ہو۔ تو اسکے سامنے کھڑے ہونا مناسب نہیں بلکہ چوکھٹ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہونا چاہیئے۔

گھر میں آمد و رفت کرنیکے وقت جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے لئے دیکھو (گھر میں آمد و رفت کرنے کی دعائیں۔)

گھوڑا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حرام ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ پہلا قول احتیاط پر اور دوسرا توسع پر مبنی ہے۔ (عا)۔

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ البرکۃ فی نواصی الخیل یعنی برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے (مش)۔

اسلئے کہ غازی ان پر چڑھ کر جہاد کرتا ہے اور فتح یا شہادت پاتا ہے۔ (منظ)

ابو وہب جیشمی سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اختیار کرو گھوڑا کمیت جو چکلیاں ہو (مش)۔

انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج کے بعد کوئی چیز گھوڑوں سے زیادہ محبوب نہ تھی (مش)۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کے لئے دیکھو (زکوٰۃ)

باب اللام

لاادریہ ایک فرقہ ہے۔ جو کہتے ہیں ہمکو کوئی چیز اچھی طرح معلوم نہیں۔ ہر بات میں ہم کو شک ہے۔ حتیٰ کہ اسبات میں بھی شک ہے کہ ہم کو شک ہے (تع)

لاہوت ذات الٰہی کی تجلی۔ سالکوں کی چوتھی منزل ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں

چنانچہ لکھا ہے۔ **شعر**

در آں منزل چہار جست و جوئے
نباشد با خدا جز گفت و گوئے
بعون حق رسد آنجا چو سالک
شود بر جملۂ اشیاء مالک

یہ لفظ اصل میں لاھُو الا ھُو۔ تھا۔ زیادتی تا، اہل عرب کا تصرف ہے (ک)۔

لباس پہننے کے کپڑے۔ شارع اسلام نے مسلمانوں کے لئے کسی خاص وضع کی وردی تجویز نہیں کی اور خاص وضع کی وردی کا تجویز کرنا مناسب بلکہ عموم اسلام کے لحاظ سے ممکن بھی نہ تھا۔ یعنے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کافۂ انام کیطرف مبعوث ہوئے اور کافہ انام تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور روئے زمین پر کہیں خشکی ہے کہیں تری۔ کہیں پہاڑ کہیں جنگل۔ کہیں میدان کہیں سردی کہیں گرمی۔ کہیں دن کہیں رات۔ تو موسموں اور آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے ایک طرح کے لباس میں لوگ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ پس یہ بڑا دانشمندانہ اصول تھا جو اختیار کیا گیا کہ لباس کو لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے جو چاہیں اور جیسا چاہیں پہنیں۔ اوڑھیں۔ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو اہل عرب نے لباس کی خراش تراش میں کچھ ایسی ترقی کی نہ تھی۔ ان کا معمولی لباس تھا۔ ایک رداء (چادر) ایک ازار (تہمد) ہاں۔ مردوں کے مونھ پر ڈاڑھیاں ہوتی تھیں۔ سر پر عمامے۔ پیروں میں چپل۔ باایںہمہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے شامی جبے اور سبتی جوتے کا پہننا بھی ثابت ہے۔ ہاں احادیث میں ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکانے پر بڑی لتاڑ ہے۔ سو کبر کے لحاظ سے کہ اُن وقتوں کے آوارہ مزاج بانکے چھیلا ایسا کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (یعنے جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرلے وہ انہی میں سے ہے) جس پر ان دنوں بڑا غل مچا ہوا ہے۔ لوگوں نے انگرکھا، پائجامہ چھوڑ کر کوٹ پتلون اختیار کرلیا ہے۔ اور ایک کوٹ پتلون پر کیا موقوف ہے۔ تمام تر تمدن انگریزوں کا سا ہوگیا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ اسپر پرانی وضع پرانے خیال کے مسلمان اتنا تشدد کرتے ہیں کہ فَهُوَ مِنْهُمْ سے کفر و ارتداد کا استنباط کرتے ہیں۔ حالانکہ وضع ظاہر کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ انگریزی وضع کی تقلید کرنیوالوں کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں ہر ملکے و ہر رسمے۔ ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ بے شک ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرر نہیں۔ مگر باوجود اختلاف اوضاع کے اتنا امتیاز تو ضرور باقی ہے کہ ہندوستانی لباس انگریزی لباس سے صاف پہچان پڑتا ہے پس اس امتیاز کو مٹا دینا اور رواجی وضع کو ترک کرکے ایسی وضع اختیار کرنا جو اس ملک میں اہل یورپ کے ساتھ خاص ہے۔ اگر آرام و آسائش کے لئے ہو تو خیر ایک وجہ بھی ہے۔ مگر اس ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے الٹا تکلیف وہ ہے اور سوائے تشبہ کے اور کوئی وجہ اسکے اختیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ اور تشبہ کی غرض و غایت اسکے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ انگریزوں کی نقل کرنے والا اس عظمت و ہیبت سے جو فی اعین الناس لازمہ قوم حکمران ہے حصہ لے۔

ہم قانون فوجداری میں ایک دفعہ پاتے ہیں جسکی رو سے ملازم سرکاری کے ساتھ تشبہ کرنا جرم فوجداری قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ جرموں کا مدار نیت پر ہے۔ ہم تو انگریزوں کا لباس پہننے والے اور ملازم سرکاری کے ساتھ تشبہ کرنے والے کو ایک درجے میں رکھتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی نیت ملتی جلتی سی ہے جرم فوجداری نہ بھی سہی یہ اخلاقی الزام کیا کم ہے۔ کہ انگریزی لباس پہننے والا اشعار قومی کی تذلیل کرتا ہے۔ لیکن اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کا آہنی قاعدہ اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ اور لوگ مجبور ہیں۔

علاوہ ازیں مسلمان کے لئے پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ اور انگریزی لباس پہنکر نماز پڑھنا بہت مشکل ہے۔ پتلون کسے ہوئے سجدے میں جانا ایک وبال ہو جاتا ہے۔ اور انگریزی ٹوپی پہنکر سجدہ کرنے سے ماتھا زمین پر ہرگز نہیں جا سکتا جس کے سوا سجدہ ادا نہیں ہوسکتا۔ اسلئے مسلمانوں کو ایسے لباسوں سے جو عبادت الہی (نماز) کے لئے مخل ہوں پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور انگریز بھی ایسے شخص کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ہندوستانی ہوکر انگریزی لباس زیب تن کئے ہوئے انکی نقالی کرتا ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

قرآن مجید میں حکم ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ (س۔ اعراف۔ ع ۳) اے بنی آدم ہمنے تمہارے لئے (ایسا) لباس اُتارا ہے جو تمہاری پردہ کی چیزوں کو چھپائے اور (موجب) زینت (بھی ہو) اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے بہتر ہے۔

سالم رض اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کپڑا حد سے زیادہ لٹکانا تہمد میں اور کرتہ میں اور پگڑی میں سب میں ہے۔ تو جو شخص ان میں سے کوئی چیز بھی فخر و کبر کے طور پر زیادہ لٹکائیگا۔ خدا قیامت کے روز اسکی طرف دیکھے گا بھی تو نہیں۔ (ابو)

اور فرمایا لوگو! سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ پاکیزہ ترین ہیں اور خوش تر۔ اور انہی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو (تر)۔

اور فرمایا جتنا تہمد ٹخنوں سے نیچے لٹکتا رہیگا قدم
کا اتنا ٹکڑا دوزخ کی آگ میں ہوگا (بخ)۔

اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
ریشمی کپڑے کے پہننے سے منع فرمایا مگر اسقدر۔ اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں
یعنے بیچ کی اور شہادت کی انگلیاں اُٹھا کر دونوں کو
ملالیا (خلاصہ یہ کہ ریشمی کپڑے کی دو انگل کی گوٹ مرد
کو جائز ہے) (صح)۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
جب کرتہ پہنتے تو داہنی جانب سے پہننا شروع کرتے (تر)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں مونڈھوں کے بیچ
چھوڑتے (تر)۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب نیا کپڑا زیب جسم فرماتے تو اسکا نام لیکر
مثلاً عمامہ یا کرتہ یا چادر فرماتے خداوندا ہر طرح کی
تعریف تجھی کو سزاوار ہے اسپر کہ تونے مجھے یہ کپڑا
پہنایا۔ میں تجھ سے اس (کپڑے) کی بھلائی اور جس چیز
کے لئے یہ بنایا گیا ہے اسکی بھلائی کی درخواست
کرتا ہوں۔ اور اس (کپڑے) کی برائی اور جس چیز کیلئے
یہ بنایا گیا ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔
(اصل الفاظ) اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ
اَسْئَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ
بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ (تر)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
کپڑا پہنکر کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا
وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ تو اسکے
اگلے پچھلے سب گناہ بخشدیئے جاتے ہیں (تر)۔

ترجمہ دعا۔ ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے
جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا۔ اور باوجودیکہ میں اسکے
حاصل کرنے میں کوئی حیلہ و تدبیر اور قدرت نہیں رکھتا تھا
اس نے مجھے یہ کپڑا نصیب کیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ کہتی ہیں کہ جناب
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا عائشہ!
اگر تم عقبےٰ میں میرے ساتھ ملنا چاہتی ہو تو تمہیں
چاہئے کہ دنیا کی صرف اتنی مقدار پر بس کرو جیسے سوار
کا توشہ۔ اور تم اپنے تئیں مالداروں کی ہم نشینی سے
دور رکھو۔ اور کپڑے پر جب تک پیوند نہ لگا لو اُسے
پرانا شمار نہ کرو (تر)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو شخص نفیس کپڑا بالقصد تعزز پہنتا ہے
خدا اسکو قیامت کے روز ذلت کا لباس پہنائیگا۔ (ابو)

لباس کے ضروری مسائل حنفی مذہب کی فقہ میں
یہ ہیں۔ عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے اور
مردوں کے لئے حرام ہے۔ ہاں چار انگل تک چوڑا سنجاف
درست ہے۔ اور ریشمی تکیہ اور بچھونا استعمال کرنا بھی جائز
ہے۔ اور ایسا کپڑا پہننا بھی منع نہیں جسکا تانا ریشم
اور بانا ریشم کے سوا اور ہو۔ عورتوں کو ہر رنگ کا کپڑا
پہننا درست ہے۔ مردوں کے لئے سفید رنگ
سب رنگوں سے بہتر ہے۔ کسم اور زعفران کے رنگ کا
کپڑا مکروہ ہے۔ باقی کسی رنگ کا کپڑا مکروہ نہیں لیکن
خالص سرخ بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ ایسا
لباس نہیں پہننا چاہئے جس سے فخر و غرور پایا
جائے۔ نہ ایسا کپڑا جو رواج اور دستور کے خلاف ہو۔
اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی کپڑا یا مقدور ہوتے
پھٹا پرانا لباس پہننا منع ہے۔ نہ بند یا پاجامے
کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے پر سخت وعید ہے۔ مردوں
کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا سا لباس پہننا
منع ہے۔ کپڑا ہمیشہ داہنی طرف سے پہننا شروع
کرنا چاہئے۔ پہنتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور پہن چکنے کے بعد

خدا کا شکر کرنا ثواب ہے۔ ایسے لباس کا پہننا درست نہیں جس سے بدن کا وہ حصہ ننگا ہو۔ جسکا ڈھانکنا فرض ہے۔

ہمارے زمانے میں بعض مسلمان جدید روشنی سے متاثر ہو کر لباس میں یورپین طرز اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ انکی سخت غلطی ہے اور وہ اپنے قومی و مذہبی شعار کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

لُبنان ملک شام میں ایک پہاڑ ہے جو مسکن فقراء ہے (غ)

قرآن مجید میں اسکا نام مذکور نہیں۔ یہ پہاڑ منجملہ اُن پانچ پہاڑوں کے ہے جن سے حضرت اسمٰعیل نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیئے پتھر جمع کیئے تھے۔

لبید ربیعہ کے بیٹے اور قبیلہ عامر سے تھے بڑے پایہ کے شاعر ہوئے ہیں۔ انہیں کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ ۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ یعنی بہت سچا کلمہ جس کو شاعر نے کبھی کہا ہے لبید کا یہ قول ہے کہ "آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ (مش)

لبید جاہلیت و اسلام میں معظم و مکرم رہے ہیں۔ انکی عمر ایک سو ستاون (۱۵۷) برس کی ہوئی سنہ ۴۱ھ اور بقولے ۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ (اکما)

لبیک دیکھو لفظ (تلبیہ)

لحد اس شگاف کو کہتے ہیں جو قبر میں قبلے کی طرف کو کھودا جاتا ہے اور اسے ہماری زبان میں بغلی کہتے ہیں قبر میں لحد یعنے بغلی بنانی مسنون ہے اگرچہ شق بھی جائز ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میرے باپ سعد بن ابی وقاص نے مرض الموت میں کہا کہ میرے دفن کے لیئے لحد بنانا۔ اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کر دینا جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا (مس)

لحیہ ڈاڑھی۔ ڈاڑھی منڈانا گناہ ہے۔ اور ایسے ہی جب مٹھی سے زائد نہ ہو کٹانا منع ہے البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو تو اسکو برابر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (تکمیل الیقین)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ (صح) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) مشرکوں کی مخالفت کرو۔ یعنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو۔

مونچھوں کے کتروانے میں صفائی اور ڈاڑھی کے رکھنے میں وقار ہے۔ صفائی اور وقار سے بڑھ کر اس حدیث میں مشرکین کی مخالفت کو وجہ قرار دیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جرنیل فوج کی وردی کو تجویز کرتا ہے اور وہ سپاہیوں کو پہننی پڑتی ہے۔ کیا پیغمبر جن کو مسلمان ہادی اور شفیق اور ادیب اور مصلح اور شفیع۔ اور کیا اور کیا مانتے ہیں۔ ہماری وضع ظاہر پر اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ ہم انکی امت کے ایک ممتاز گروہ معلوم ہوں۔ مگر یوں کہو کہ ہاتھی کے دانت کھانے اور۔ اور دکھانے کے اور۔

کتب فقہ سے پایا جاتا ہے کہ غازی (جنگی سپاہی) کے لیئے ڈاڑھی منڈانے کی اجازت ہے تاکہ اسکے چہرہ سے رعب ٹپکے۔ اور کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں ہے۔

لُدّ فلسطین میں ایک مقام ہے جہاں قیامت کے قریب عیسٰے علیہ السلام دجال سے مقابلہ کریں گے۔ اور اُسکو قتل کرکے لوگوں کو اس کے شر سے نجات دیں گے۔

لسان الحق (ل) سچائی کی زبان (ص۔ و) اس کامل انسان کا نام ہے جو خدا تعالٰے کے اسم متکلم کا مظہر ہو۔ (تع)

لطیف اللہ تعالٰے کا نام ہے (ل) باریک بین

لُطف کہتے ہیں کسی کام میں نرمی کرنے کو اور کبھی نیکی کرنیکے معنے میں بھی آتا ہے۔ لطیف کے معنے باریک بین کے بھی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہٖ موجود ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (س۔ انعام۔ ع ۱۳) نظریں تو اسکو معلوم نہیں کرسکتیں (لیکن) وہ نظروں کو خوب جانتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے

لطیفہ اشارہ دقیقۃ المعنے جو فہم میں تو آجاتا ہے لیکن عبارت اسکے ظاہر کرنے کی گنجایش نہیں رکھتی جیسے کہ ذائقہ کی اصلی حالت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ (تع)

لَظیٰ آگ کا شعلہ۔ دوزخ کا نام ہے (غ) قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ كَلَّا إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ (س۔ المعارج۔ ع ۱) ایسا نہیں ہوگا۔ دوزخ کی آگ (تو اس بلاکی) لپیٹ ہے کہ سر تک کی کھال اُدھیڑ کر دھر دے گی۔

لعان (ل) لعن۔ طعن (ص بخ) میں باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنے کو کہتے ہیں۔ جب شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور اسکا ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو پہلے مرد کو چار دفعہ اس مضمون کی شہادت دینی چاہیئے کہ میں اپنے دعوے میں بالکل سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھپر خدا کی لعنت۔ زاں بعد عورت بھی چار دفعہ گواہی دے اور قسم کھائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے تو مجھپر خدا کا غضب ہو۔ اور جب دونوں میاں بی بی اسطرح لعان کر چکیں تو حاکم وقت دونوں میں تفریق کرا دے۔ مگر یہ مذہب صرف حنفیہ کا ہے۔ جمہور علما اسطرف گئے ہیں کہ قاضی کے حکم کی کچھ ضرورت نہیں خود لعان ہی دونوں میں موجب تفریق ہے۔ قاضی تفریق کا حکم دے یا نہ دے عورت ہمیشہ کے لیئے اپنے شوہر پر حرام ہوجاے گی۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ تا وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۱) اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا عیب لگائیں اور بجز اپنے انکا کوئی گواہ نہ ہو۔ ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلاشک وشبہ (اپنے دعوے میں) سچا ہے اور پانچویں (دفعہ) یوں (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہو تو اسپر اللہ کی لعنت اور (مرد کے حلف کئے پیچھے) عورت (کے سر پر) سے اسطرح سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ شخص سرتاسر جھوٹا ہے اور پانچویں (بار) یوں (کہے) کہ اگر یہ شخص (اپنے دعوے میں) سچا ہو تو مجھپر خدا ہی کا غضب (پڑے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم لوگوں پر اسکا فضل اور اسکا کرم ہے (اور وہ اپنے فضل و کرم سے تمکو وہ قاعدے تعلیم فرماتا ہے) اور (نیز) یہ کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور مصالح خانہ داری سے) واقف (ہے تو خانہ داریوں میں کیسے کچھ فسادات برپا نہ ہوگئے ہوتے۔

لقب وہ عارضی نام جو کسی وصف کے سبب مشہور ہوجائے۔ بخلاف علم کے (تع۔ غ)

لقمان قدیم زمانہ کے ایک مشہور حکیم کا نام ہے۔ جسکے متعلق خدا فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ یعنے البتہ سکھائی ہمنے لقمان کو حکمت۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں لقمان حکیم کا حال درج ہے۔

کہتے ہیں کہ لقمان ایک سیہ فام آدمی تھا۔ ولایت حبشہ اسکا وطن تھا۔ ابتدائی عمر غلامی میں بسر ہوئی۔ آزاد ہوکر تحصیل علوم میں کوشش کی۔ خدا نے اسکو علم حکمت سے بہرہ ور کیا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے

خلافت کا زمانہ تھا۔ لقمان اکثر انکی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور ان سے اسرار حکمت سیکھتا۔ لقمان کہا کرتا تھا کہ میں نے چار ہزار نصائح مرتب کی ہیں۔ ان میں سے چوٹی کی نصیحتیں چار ہیں جن میں سے دو تو یاد رکھنے سے تعلق رکھتی ہیں یعنی ایک خدا اور دوسری موت۔

اور دو بھلا دینے سے متعلق ہیں۔ یعنے ایک احسان اور دوسری لوگوں کی ایذارسانی۔

لقمان نے آخری عمر میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور بقیہ زندگی رملہ اور بیت المقدس کے درمیان بسر کی۔ آخر تین ہزار سال کی عمر میں وفات پائی۔ (جا)

لقیط (ص۔ ف) میں وہ لاوارث بچہ مراد ہے جو راستے میں پڑا ہوا ملے۔ لقیط آزاد ہوتا ہے۔ اور اسکا خرچ بیت المال سے دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسکو اٹھا لے تو دوسرے شخص کو اس سے لے لینے کا حق نہیں ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ میرا فرزند ہے تو اسکی بات تسلیم کرکے اسکے حوالہ کیا جائیگا۔ اگر دو شخص اسکے متعلق اپنا فرزند ہونے کا دعوے کریں تو اسکے جسم کے نشان بتانے والا حقدار قرار پائیگا۔ اگر مسلمانوں کی بستی میں کوئی بچہ ملے اور کوئی ذمی کہے کہ میرا فرزند ہے تو نسب تو ثابت ہو جائے گی مگر بچہ کا مذہب اسلام قرار دیا جائیگا۔ ہاں اگر وہ ذمیوں کی بستی میں یا کسی مندر یا گرجا میں ملے تو ذمی شمار ہوگا۔ اگر کوئی دعوے کرے کہ یہ بچہ میرا غلام ہے۔ تو اسکا دعوے باطل قرار پائیگا۔ اگر غلام کہے میرا فرزند ہے تو نسب ثابت ہو جائے گی مگر بچہ آزاد رہیگا۔ اگر بچے کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ہو تو وہ بچے ہی کی ملک ہے (قد)

لوح محفوظ بعض کے نزدیک آسمان میں ایک تختی ہے جو لکھی ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ نور کی ہے۔ اور بعضوں نے اسکو ام الکتاب کہا ہے (من)۔

لوح محفوظ نور کے ٹکڑے سے پیدا کی گئی ہے۔ اور اسکے صفحے یاقوت سرخ کے ہیں اور لکھائی نور سے ہے اور اسکا لمبان پانسو برس کی راہ ہے۔ اور اسکی مقدار کی چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان کی مسافت ہے۔ اور لوح محفوظ اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کے برابر میں ہے۔ اور جس وقت عالم غیب سے کوئی امر میدان ظہور میں آتا ہے تو پہلے پہل حضرت اسرافیل علیہ السلام اسکی اطلاع پاکر فرشتوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ پھر فرشتوں کی ایک فوج جو حادثہ پر موکل ہے اس مہم پر مقرر ہوتی ہے۔ اور بعضوں کا خیال ہے کہ لوح محفوظ عزرائیل علیہ السلام کی گود میں ہے۔ (جا)

اسکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ (س۔ بروج ع ۱) بلکہ یہ (قرآن) بڑے رتبے کا قرآن ہے (اور ہمارے ہاں) لوح محفوظ میں موجود ہے (اس سے ایک حرف خلاف نہیں)۔

یہ خیال کرنا کہ لوح محفوظ کوئی تختی ہے کہ جس پر قرآن خط نسخ میں لکھا ہوا تھا۔ یا پردے کے پیچھے سے آواز آتی تھی کہ پھر اسکے مطابق آنحضرت علیہ السلام کو جبرئیل پہونچاتے تھے۔ غلط خیال ہے۔ (مقدمہ تف)

لوطؑ ایک پیغمبر کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ بحیرہ مردار کے پاس چند بستیاں تھیں۔ سدوم۔ عمورہ۔ وغیرہ۔ وہاں آپ رہتے تھے۔ ان لوگوں کو بدفعلی کی عادت تھی۔ لڑکوں کے ساتھ لواطت کیا کرتے تھے۔ حضرت نے بہت کچھ سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ خدا نے انکو ہلاک کیا۔ لوط علیہ السلام اور انکا خاندان بجز بیوی کے سب بچے باقی سب برباد ہوگئے۔ وہ بستیاں الٹی گئیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ انکا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ سورہ انعام اعراف۔ ہود۔ حجر۔ انبیاء۔ شعراء۔ نمل۔ عنکبوت۔ صافات ذاریات۔ نجم۔ قمر۔ تحریم۔ میں انکا ذکر موجود ہے۔

لوگوں پہ آوازیں کسنا

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۔۔ تا قال اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (س۔ قلم۔ ع ۱) اور (اے پیغمبر) تم کسی (ایسے نابکار) کے کہے میں (بھی) نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے (اور) آبرو باختہ ہے (لوگوں کو) آوازے کسا کرتا ہے۔ (اِدہر کی اُدہر۔ اُدہر کی اِدہر) چغلیاں لگاتا پھرتا ہے ؛ اچھے کاموں سے (لوگوں کو) روکتا رہتا ہے۔ حد (بندگی) سے بڑھ گیا ہے۔ بد ہے۔ اکھڑ ہے۔ (اور) ان (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔ جب ہماری آیتیں اسکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس (برتے) پر کہ مال اور (بہت سے) بیٹے رکھتا ہے۔ بول اُٹھتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨ الَّذِیْ ۔۔ تا فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (س۔ ہمزہ۔ ع ۱)۔ ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب چینی کرتا (اور منہ پر) آوازے کستا ہے۔ اسکی (بھی بڑی) تباہی ہے کہ وہ اس خیال سے مال جمع کرتا ہے اور اسکو گن گن کر رکھتا ہے کہ وہ مال کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیگا۔ سو یہ تو ہونا نہیں۔ (بلکہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور مریگا اور (کفر کی وجہ سے) ضرور حطمہ میں پھینکا جائیگا۔ اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا چیز ہے (حطمہ سے مراد ہے) اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو (تلوؤں سے لگ کر) دلوں تک کی جا خبر لیگی۔ (اور) وہ (ڈیگ کے بڑے) بڑے ستونوں (کی شکل) میں دوزخیوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوگی"۔

خالد بن معدان (تابعی)، معاذ بن جبل (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی ایسے گناہ پر سرزنش کرے جو اس سے صادر ہوا ہے (اور سرزنش اسطرح کرے جس سے اُسے عار آئے) تو جب تک وہ خود اس گناہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو لیگا مریگا نہیں (تر)

لہب

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ (جیسے ابو لہب نے پیغمبر خدا صلعم کو ساتھا اُلٹے ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (آپ ہی) ہلاک ہوا۔ نہ تو اسکا مال ہی اُسکے کچھ کام آیا اور نہ اسکی کمائی (نے اس کو کچھ فائدہ پہونچایا)

لیل

رات۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے اسکے شروع میں رات کی قسم کھائی ہے۔ اس مناسبت سے اسکا نام اللیل رکھا گیا بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں واللیل جیسی سورتیں پڑہا کرتے تھے۔

لیلۃ البراۃ

دیکھو (شب برات)

لیلۃ القدر

رمضان شریف میں ایک رات نہایت برکت والی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی کو لیلۃ القدر کہتے ہیں جو شخص اس رات کی عبادت سے محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس مبارک رات کی تعیین میں شارع اسلام سے کوئی قول فیصل منقول نہیں ہے۔ صرف اسقدر بتایا گیا ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیر میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ اکثر یہ رات رمضان کی اکیسویں (۲۱) یا تئیسویں (۲۳) یا پچیسویں (۲۵)۔ یا ستائیسویں (۲۷) یا انتیسویں (۲۹) تاریخ کی راتوں میں پھرتی ہوئی ہر سال ہوا کرتی ہے۔ اس رات کی بڑی علامت یہ ہے کہ اسکی صبح کو سورج کی روشنی مدہم پڑجاتی ہے۔ اس رات میں حضرت جبرائیل آسمان سے اُترتے ہیں اور انکے ساتھ

مقرب فرشتوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ عبادت کرنے والے مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اس رات کی عبادت کی برکت سے مسلمانوں کے اگلے تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ (الحقوق والفرائض)

قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ الیٰ آخر السورۃ (س۔ قدر۔ پ۳۰) ہمنے قرآن کو شب قدر میں اُتارا اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ شب قدر ہے کیا چیز۔ شب قدر ہزار ہا مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات ہر ایک انتظام کے لئے فرشتے اور جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے زمین پر اُترتے ہیں وہ رات اور سلامتی کی رات ہے۔ اور وہ یعنی سلامتی طلوع فجر تک رہتی ہے۔

واقدی لکھتے ہیں قدر کے لغوی معنے اندازہ کرنا ہیں۔ شرف ومنزلت کے معنے میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں لِفُلَانٍ قَدْرٌ عِنْدَ فُلَانٍ یعنی فلاں شخص کی فلاں کے پاس قدر یعنی عزت ہے (کبیر) ان دونوں معنوں کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی علماء نے کئی وجوہ بیان فرمائی ہیں

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سال بھر کی آنیوالی باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کیجاتی ہیں کسیکا مرنا۔ بیمار ہونا۔ رزق کی فراخی۔ تنگی۔ عزت و دولت سب کچھ اسی رات میں عالم بالا میں مشہور کردیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کام پر ملائکہ معین کردئیے جاتے ہیں۔

(۲) یہ کہ اس رات عالم بالا کے روحانیات اسقدر زمین پر آتے ہیں کہ گویا زمین اُن میں تنگی ہوجاتی ہے۔ گنجائش نہیں رہتی۔ اور تنگی کے معنے میں بھی یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ

(۳) زہری فرماتے ہیں اسلئے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالیٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے۔

(۴) ابوبکر وراق کہتے ہیں۔ اسلئے اِسے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے کتاب قابل قدر امت قابل قدر کے لئے رسول صاحب قدر کی معرفت نازل فرمائی ہے اور اسی لئے یہ لفظ تین بار آیا ہے

لیلۃ المبارکہ برکت والی رات۔ لیلۃ القدر کا نام ہے (تفصیل کے لئے دیکھو (لیلۃ القدر)

باب المیم

ماجد (ل) بزرگی والا۔ خداوند تعالیٰ کا نام ہے اور ماجد مجید کے معنے ہی میں ہے جسطرح عالم معنے میں علیم کے ہے۔ مگر مجید میں مبالغہ اور تاکید ہے۔ اور یہ مجد سے لیا گیا ہے اور مجد کہتے ہیں بزرگی کو۔

ماجوج دیکھو (یاجوج ماجوج)

ماذون اذن سے مشتق ہے۔ اور اذن کے معنے ہیں۔ کسی چیز میں رخصت کی اجازت سے خبر دیدینا۔ اور شریعت میں حجر کے اُٹھا دینے کو کہتے ہیں۔ اور جس شخص سے حجر اُٹھایا جائے اُسے ماذون کہتے ہیں۔ (کشاف)

اگر مولیٰ اپنے غلام کو تجارت میں اذن عام دیدے تو اُسے ہر قسم کی تجارت میں تصرف کرنا جائز ہے اور اگر

ایک قسم کی تجارت میں اذن دے تو وہ اذن تمام اقسام تجارت میں سمجھا جائیگا۔ لیکن اگر کسی معین چیز میں اذن دیا۔ جیسے گوشت کا خریدنا۔ تو اس صورت میں وہ دوسری اشیاء میں ماذون نہیں ہوگا۔ (قد)

مار پیٹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا۔ تم جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں۔ عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جسکے پاس نقد و جنس کچھ نہ ہو۔ پیغمبر نے فرمایا میری امت میں درحقیقت مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز (اعمال) نماز روزہ اور (ادائے) زکوٰۃ لے کر حاضر ہوگا۔ اور ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ کسیکو (دنیا میں) گالی دی ہوگی کسیکو تہمت لگائی ہوگی۔ ایک کا مال ہضم کرلیا ہوگا۔ ایک کی خونریزی کی ہوگی۔ ایک کو (ناحق ناروا) مارپیٹا ہوگا تو ایک شخص کو (مثلاً جس کو اس نے گالی دی ہوگی) اسکی نیکیاں دے دی جائینگی۔ پھر اگر ان مظالم کے تمام ہونے سے پہلے جو اسپر ہیں اسکی نیکیاں ہوچکیں گی تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اسپر ڈال دئیے جائینگے۔ اور آخر کار یہ دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔ (مس)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مسلمانوں میں کونسا مسلمان بہتر ہے۔ فرمایا وہ جسکی زبان اور جسکے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (مس)

ماروت دیکھو لفظ (ہاروت ماروت)۔

ماریہ قبطیہ ماریہ بنت شمعون قبطی ایک لونڈی تھیں۔ پہلے انکا تعلق عیسوی مذہب سے تھا۔ پھر شاہ مقوقس والی مصر نے ستہ ہجری میں انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا۔ وہ آپ کے پاس آکر مسلمان ہوگئیں۔ آنحضرت نے ان کو برسم تسری اپنے پاس رکھ لیا۔ اور ان سے آپ کی محبت تھی۔ ایک جدا مکان ان کے لئے بنادیا۔ جہاں آپ انکے پاس جاتے۔ ان کے بطن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ جنہوں نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ ماریہ کا مکان مدینہ میں ابتک مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے (مد)۔

ماعون وہ چیز جسکو عادۃً مانگنے پر رد کا نہیں جاتا۔ اور جس کو امیر و غریب دونوں بوقت ضرورت مانگ لیا کرتے ہیں۔ مثلاً کدال۔ پھاوڑا۔ ڈول۔ رسی۔ چھلنی۔ نمک۔ آگ۔ پانی۔ ہانڈی وغیرہ۔

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ یوں آیا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ تو (ان منافق) نمازیوں کی (بڑی) ہی خرابی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں (اور) وہ جو (نیک عمل کرتے بھی ہیں تو) ریا کرتے ہیں اور (دل کے ایسے تنگ ہیں کہ) روزمرہ کے برتنے کی چھوٹی (چھوٹی) چیزوں کا بھی دریغ کرتے ہیں۔

مالک بن انس رض مذہب مالکی کے بانی ہیں۔ کنیت آپ کی ابو عبداللہ اور نام مالک بن انس بن مالک ہے۔ آپ مدنی الاصل تھے۔ تمام علوم دینی میں مثل فقہ اور حدیث اور قرآن کے باکمال تھے۔ اور ائمہ اربعہ سے دوسرے امام ہیں۔ آپ نے امام جعفر صادق رض کی بھی شاگردی کی ہے۔ اور امام شافعی رح کے استاد ہیں۔ اور امام محمد شیبانی بن حسن شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث میں آپ سے بھی تعلیم پائی ہے۔ مدینہ منورہ میں علم حدیث

کی تدوین اول آپ ہی سے ہوئی ہے۔ آپ کی کتاب موطا علم حدیث میں مشہور ہے۔ اور ما تحت ادیم السماء اصح من موطا مالک اسکی شان میں اماموں نے فرمایا ہے۔ آپ حدیث کی روایت کے وقت وضو کرتے اور پاکیزہ کپڑے پہنتے اور تخت پر بیٹھتے اور خوشبو لگاتے۔ رات میں یا کھڑے ہوکر درس نہ دیتے اور مدینہ شریف میں پیادہ پا چلتے۔ سوار ہوکر نہ نکلتے۔ اور حوائج ضروری کو مدینہ سے باہر جایا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت ۹۵ھ اور اور وفات ماہ ربیع الآخر ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے آپکی عمر شریف چوراسی برس کی تھی۔ مزار شریف آپکا بقیع غرقد میں ہے (رحمۃ)

مالک الملک ملک کا مالک۔ خدا کا نام ہے قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ تا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۳) (اے پیغمبر تم (توبہ) دعا مانگو کہ اے خدا سارے ملک کے مالک تو ہی جسکو چاہے سلطنت دے اور تو ہی جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ اور تو ہی جسکو چاہے عزت دے اور تو ہی جسکو چاہے ذلت دے (ہر طرح کی خیر و) خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مال و دولت مال و دولت کی کثرت کی قرآن میں مذمت آئی چنانچہ ارشاد ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ تا حُسْنُ الْمَاٰبِ (س۔ آل عمران۔ ع ۲) لوگوں (کی بناوٹ اسطرح کی واقع ہوئی ہے کہ ان) کو (دنیا کی) مرغوب چیزوں (یعنی مثلاً بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ وابستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اسی اللہ کے ہاں ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ تا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۹) ہر شخص (ایک نہ ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔ اور (جو عمل تم لوگ کر رہے ہو انکا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائیگا تو (اس دن) جو شخص (دوزخ کی) آگ سے پرے ہٹا دیا گیا اور اسکو (رہنے کے لئے) جنت میں جگہ دی گئی تو اس نے (من مانی) مراد پائی۔ اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی پونجی ہے (اور بس)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بکری کے ایک مردہ بچے پر گذر ہوا جس کے کان بکس کر جاتے رہے تھے۔ (آپ نے صحابہ کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا۔ بھلا کوئی تم میں سے اس مردار جانور کو ایک درہم میں خرید پسند کرتا ہے (صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی چیز کے عوض میں بھی خریدنا پسند نہیں کرتے۔ فرمایا۔ قسم خدا کی جتنا یہ مردہ بچہ تمہارے نزدیک حقیر ہے دنیا خدا کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر ہے (مس)

عمر بن عوف کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم خدا کی میں اس بات سے ذرا بھی خوف نہیں کرتا کہ تم فقر و فاقہ (کی مصیبت) میں پڑو گے مجھے تو اسکا اندیشہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ کردی جائے جسطرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کردی گئی تھی پھر تم اس میں رغبت کرنے لگو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تمہیں ہلاک کر مارے جس طرح انہیں ہلاک کر مارا (صحیحین)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ دنیا اس شخص کا گھر ہے جسکا کوئی گھر نہیں اور اسکا مال ہے جسکا کچھ مال نہیں۔ اور دنیا کے واسطے وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں (مش)

یہ تو مال و دولت اور دنیا کی مذمت کا پہلو ہے مگر قرآن میں دنیا کے متعلق آیتوں کا تتبع کیا جائے تو مدح اور ذم دونوں طرح کی آیتیں ملیں گی۔ بلکہ مدح کی زیادہ۔ دنیا میں دو ہی بڑے عیب ہیں اور انکی وجہ سے اسکی جتنی مذمت کی جائے تھوڑی ہے۔ ایک یہ کہ عالم اسباب ہے۔ اسباب کی بھول بھلیاں ہیں آکر آدمی کی عقل چکر میں آجاتی ہے اور وہ مسبب الاسباب اور علۃ العلل یعنی خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض کوتہ عقل تو خدا کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ اگرچہ منکر خدا بہت کم ہیں مگر ہوئے ہیں اور ہیں اور ہوں گے۔ دوسرا عیب ہے بے ثباتی۔ کہ سب کچھ ہے اور مرے پیچھے کچھ بھی نہیں۔

غرض قرآن میں دنیا کی جسقدر مذمت بھی ہے متفرع ہے انہی دو عیبوں پر۔ خدا کو بھول جانا۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا خیال نہ رکھنا۔

اب رہی دنیا کی مدح تو سارے قرآن میں دنیا کی مدح صاف لفظوں میں ایک جگہ بھی نہیں مگر الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ کثرت سے جابجا دنیا کا حال ایسے طور سے بیان کیا ہے کہ مبالغہ بھی نہیں اور مدح کا کوئی پہلو بھی چھوٹنے نہیں پاتا۔ قرآن کی جن باتوں سے دنیا کی مدح مستنبط ہوتی ہے یہ ہیں۔

(۱) دنیا خدا کی ہستی کی دلیل اور خداشناسی کا ذریعہ ہے۔

(۲) خدا تعالے ہم پر دنیا کی تمام چیزوں کی منت کھتا اور اُن کو اپنی نعمت قرار دے کر ہم سے شکر کا خواہاں ہے۔

(۳) خدا تعالے ہم کو دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونیکی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے۔ اور کیوں نہ دے تمتع کے بغیر نعمت نعمت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نعمت نہیں تو کہاں کا منعم اور کیسا شکر۔

چنانچہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ تا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے سازوسامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں (ان کو) کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اسکا کیا ہی جواب دینگے تم ہی انکو) سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لاتے ہیں قیامت کے دن یہ (نعمتیں) خاص کر انہی کو دیجائیں گی (ترجمہ س ح۔ ن)

(۴) یہاں تک تو ہے کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِنْ تَرَكَ خيران الوصية اور اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ اس سے زیادہ دنیا کی مدح اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم بنی آدم حب دنیا پر مجبول ہیں اور انتظام دنیا اسی حب پر مبنی ہے دنیا کی محبت دلوں سے سلب ہو جائے تو دنیا دنیا نہ رہے ایک وحشت کدہ ہو جائے جو یقیناً خدا کو منظور نہیں اچھا تو پھر یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک شے واحد ممدوح بھی ہو اور مذموم بھی۔ پس ضرور دنیا کی دو حیثیتیں ہیں ایک کے اعتبار سے ممدوح ہے اور دوسری کے اعتبار سے مذموم۔ پس خدا کو نہ بھولو۔ اس کو حادث اور فانی اور عارضی اور چندروزہ ؏

اگر ماند شبے ماند۔ شب دیگر نمے ماند

سمجھو۔ اور خدا کی نعمتوں کو علیٰ وجہ الحلال جس طرح اس نے فرما دیا ہے طلب کرو۔ اور اسی کے فرمانے کے مطابق ان نعمتوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔ مسلمان کچھ آج سے نہیں سالہا سال سے۔ اور ہندوستان ہی کے نہیں ہر کہیں کے۔ دنیا کے ممدوح پہلوؤں پر تو نظر نہیں کرتے سرے سے حب دنیا کو گناہ سمجھ کر دنیا کو طلب ہی نہیں کرتے۔ یا کرتے بھی ہیں۔ تو طلب کے طور پر اسے طلب نہیں کرتے اور اس بے پرواہی اور سہل انگاری کے نتیجے جو ہوئے اور

ہو رہے ہیں اور رہوں گے سب نے دیکھے اور دیکھ رہے ہیں اور دیکھیں گے۔ حرص و طمع کو جو منع کیا جاتا ہے۔ تو دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ حرص و طمع دلالت کرتی ہے دنیا کی حب مفرط پر اور بقاعدہ حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ حرص و طمع کے ساتھ طلب کا دوسروں کی حق تلفی سے محفوظ رہنا مشکل ہے۔ دوسری حریص و طماع اپنی حالت موجودہ سے کبھی رضامند نہیں رہ سکتا۔ حرص و طمع استسقاء کا سا روگ ہے۔ جتنا پانی پیئے پیاس بڑھتی جائے اور اسی سے تو کہا ہے کہ ع

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

یعنے کامیابی بھی حریص کے لئے ناکامی ہے۔ ؎

کاسۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد

تا صدف قانع نشد پُر دُر نہ شد

کثرت مال و دولت کے باعث کوئی شخص مذموم نہیں ہو سکتا اگر اسکو نیک کاموں میں خرچ کرے اور اس میں سے حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرتا رہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود مال و دولت مقبولِ خدا اولے العزم پیغمبر تھے۔ اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بھاری تاجر تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہی غنی تھا۔ لیکن چونکہ اُنکا مال و دولت اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوا کرتا تھا۔ اسلئے اُنکے لئے وہ موجب تقرب الے اللہ ہوا۔ اور قارون و فرعون کا مال و دولت اُن کے لئے موصل الے النار ہوا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ۔

ماں باپ **احسان**

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ تا وَالْمَسٰکِیْنِ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع۱۰) اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنے تمہارے بڑوں سے) پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسیکی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھی)

(۲) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا تا وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (س۔ احقاف۔ ع۲)۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے کہ مشکل سے اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی سے اسکو جنا۔ اور اسکا پیٹ میں رہنا اور اسکے دودھ کا چھوٹنا (اس سے کم نہیں) تیس مہینے (میں جاکر تمام ہوتا) ہے۔ یہانتک کہ جب (آدمی) اپنی پوری قوت کو پہونچتا ہے۔ یعنے چالیس برس (کی عمر) کو پہونچتا ہے تو (خدا سے) دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھکو اس (بات) کی توفیق دے کہ تو نے جو مجھپر اور میرے ماں باپ پر احسانات کیئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اس (بات) کی (بھی توفیق دے) کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں نیک بختی پیدا کر۔ (کہ) میرے لئے موجب راحت ہو میں اپنی تمام حاجتوں میں تیری طرف رجوع لاتا ہوں اور میں تیرے فرمانبرداروں میں ہوں۔“

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کسکے ساتھ سلوک کروں۔ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا پھر کسکے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر جو زیادہ قریب ہو اسکے

ساتھ سلوک کر۔ وَھَلُمَّ جَرًّا۔ (تر)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ اس بات کا زیادہ حقدار کون ہے۔ کہ میں اسکے ساتھ سلوک کروں۔ فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون۔ ارشاد فرمایا تیری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون۔ فرمایا کہ تیرا باپ۔ (صح)

اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ جس زمانے میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور قریش کا عہد تھا (یعنے حدیبیہ کے موقع پر صلح ہوچکی تھی) میری ماں میرے پاس آئی اور وہ مشرک تھی۔ میں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسکو ابھی تک اسلام کی رغبت نہیں تو کیا میں اسکے ساتھ کچھ سلوک کرسکتی ہوں۔ فرمایا ہاں۔ اسکے ساتھ سلوک کر (صح)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کو کونسا عمل بہت پسند ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل۔ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ میں عرض کیا پھر کونسا۔ فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ (صح)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ میرے مال کا حاجتمند ہے فرمایا تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی مِلک ہیں (ازاں بعد حاضرین کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ) تمہاری اولاد تمہاری پاک اور حلال کمائی ہے۔ (تو) تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بے دغدغہ کھاؤ (ابن۔ ابو)۔

ادب اور نرمی سے بات کرنا

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط تا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۳) اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دے دیا ہے کہ (لوگو) اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (اے مخاطب) اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہونچیں تو ان کے آگے ہوں بھی نہ کرنا اور نہ انکو جھڑکنا اور ان سے (کچھ) کہنا (سننا ہو تو نرمی) ادب کے ساتھ کہنا (سننا) اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا اور (انکے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جسطرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور (میرے حال پر رحمت کرتے رہے ہیں اسیطرح تو بھی انپر (اپنا) رحم کیجیو۔

محبت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اسکے لئے ہر مرتبے کے دیکھنے کے عوض (اسکے اعمال نامے میں) ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اگرچہ ہر دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا ہاں (تمہارے اس گمان سے کہ ہر نظر کے عوض ایک حج مقبول کا ثواب نہیں لکھا جاتا) بزرگ اور پاک تر ہے (مس)

نامشروع بات کے علاوہ ہرامر میں والدین کی اطاعت

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط تا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (س۔ عنکبوت۔ ع ۱) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور (یہ بھی سمجھایا کہ) اگر ماں باپ تیرے ڈرپے ہوں کہ تو کسیکو ہمارا شریک ٹھہرائے جس (کے شریک خدا ہونے) کی تیرے پاس کوئی معقول دلیل ہے ہی نہیں تو (اس بات میں) انکا کہا نہ ماننا تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو (کچھ بھی) تم (لوگ دنیا میں) کرتے رہے (اسوقت

اسکا برا بھلا) ہم تم کو بتادیں گے۔

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی والد کی رضامندی اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے۔ (تر)

ابوالدرداء سے روایت ہے کہ ایک شخص انکے پاس آکر کہنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ ابوالدرداؓ نے اس سے کہا میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ باپ جنت کے دروازوں کا عمدہ ترین دروازہ ہے تو اب تجھے اختیار ہے چاہے تو اس دروازے یعنی والدہ کے حقوق کی حفاظت کر چاہے ضائع کر۔ (تر، ابن)

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا تیرے جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں۔ (ابن)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لگا جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگنے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو ان کے حق کی حفاظت کی کوشش کر۔ (کہ یہی جہاد ہے) اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کیطرف لوٹ جا اور انکے ساتھ سلوک کر اور خدمت بجالا۔ (صح)

معاویہ بن جاہم سے روایت ہے کہ جاہم نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے پاس مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا اسکی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے پاس موجود ہے (احمد، ن)۔

ادب و تعلیم | فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا تا قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا (س۔ یوسف۔ ع ۱۰) پھر جب (یوسف کے بھائی اور ماں باپ) یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے والدین کو (تعظیم دے کر) اپنے پاس جگہ دی اور (سب کیطرف خطاب کرکے) کہا کہ (شہر) مصر میں آ داخل ہو۔ (اور) خدا نے چاہا تو (تم سب) امن (چین) سے رہو گے اور (مصر کے دستور کے مطابق) یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور (سب ان وقتوں کے دستور کے مطابق یوسف کی تعظیم کیلئے) ان کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اور یوسف نے عرض کیا کہ اباجان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہ اسکی تعبیر ہے۔ میرے پروردگار نے (آج) اس (خواب) کو سچ کر دکھایا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک موقعہ پر تین شخص چلے جارہے تھے کہ انہیں مینہ نے آلیا تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ غار کے موہنہ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لڑھک آیا اور غار کے موہنہ کو ڈھانک لیا۔ نکلنے کا راستہ نہیں رہا۔ اسپر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائیو! اپنے ان نیک عملوں پر نظر کرو۔ جو تمنے خاص خدا کے لئے کئے ہیں اور ان کے ذریعہ سے خدا سے دعا کرو شاید خدا اس پتھر کو ہٹادے۔ اور اس مشکل کو آسان کردے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ خداوندا میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں انکا نفقہ حاصل کرنے کے لئے بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ واپس آنے کے بعد دودھ دوہتا۔ اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مواشی کے چرنے کے درخت بہت دور تھے اور مجھے آتے آتے رات ہوگئی تھی۔ یہاں آکر میں نے

والدین کو سوتا پایا۔ پس میں نے دودھ دوہا جب کہ دوہا کرتا تھا اور دودھ کا برتن لئے ہوئے اُنکے سرہانے کھڑا رہا۔ کیونکہ مجھے ادہر تو انکا جگانا ناپسند تھا اور اُدہر یہ بھی ناپسند تھا کہ ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلاؤں۔ اور بچے تھے کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے۔ الغرض میں اسی طرح کھڑا رہا۔ یہانتک کہ صبح کی پو پھٹ گئی۔ تو اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کے لئے کیا ہے تو اسقدر دراڑ کو کھول دے کہ ہم اس میں سے آسمان کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے اتنا پتھر ہٹا دیا کہ اُنہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔ (صحیح)

دعائے مغفرت ورحمت | وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۝ (س۔ ابراہیم ع ۹) (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا اور (ان کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح اُنہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسیطرح تو بھی انپر (اپنا) رحم کیجیو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ (س۔ نوح ع ۲) (نوح نے قوم کیطرف سے مایوس ہوکر یہ دعا کی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لاکر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا ہے اسکو اور (عام) باایمان مردوں اور باایمان عورتوں کو بخش اور ایسا کر کہ (ان ظالموں کی تباہی روز بروز بڑھتی چلی جائے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے ماں باپ دونوں یا انہیں سے ایک مرجاتا ہے اور وہ انکا نافرمانبردار ہوتا ہے پھر ان کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے یہانتک کہ خدا اسے سعادتمندوں میں لکھ لیتا ہے (بیہقی)

ابو اسید ساعدی رضؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ وفعۃً بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی نیکی اور سلوک باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کرسکوں۔ فرمایا ہاں۔ ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کا جاری کرنا اور صرف انکی رضامندی اور خوشی کے لئے صلہ رحمی کرنا اور ان کے ملنے والوں کی تعظیم کرنا (ابو)

خواستگاری دعا | قَالُوْا يَآ اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (س۔ یوسف) (یعقوب علیہ السلام کے بیٹے) بولے ابا جان! (خدا سے) ہمارے قصور معاف کرائیے بےشک ہم ہی قصوروار تھے (یعقوب نے) کہا میں اپنے پروردگار سے ایک وقت (خاص میں) تمہارے قصوروں کی معافی کی دعا کروں گا بےشک وہی بخشنے والا مہربان ہے

تسلیم حکم | رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ تا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (س۔ صافات ع ۳) (اور ابراہیمؑ نے یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطور فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے انکو ایک بڑے بردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔ پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تمکو ذبح کر رہا ہوں۔

پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے (بیٹے نے) کہا اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامل) اسکی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھکو صابر (ہی) پائیں گے۔ پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لئے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہمکو انکی فرمانبرداری تہایت ہی پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تمنے (اپنے) خواب کو سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دینگے اور) نیک بندونکو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہمنے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا (ف)

مانع اپنے دوستوں سے تکلیف روکنے والا۔ خدا کے ننانوے اسماء سے ایک اسم ہے یہ اُن اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہ قرآنمجید میں نہیں ملتے مگر انکے مادے پائے جاتے ہیں۔

ماء (ل) پانی۔ جمع اسکی میاہ آتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ (س۔ انبیاء۔ ع ۳) یعنی ہمنے پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں۔ پانی کی سات قسمیں ہیں جن کا برتنا جائز ہے۔

(۱) ماء المطر۔ یعنے بارش کا پانی۔

(۲) ماء العین یعنے چشمے کا پانی

(۳) ماء البیر۔ کنوئیں کا پانی۔

(۴) ماء البرد۔ برف کا پانی

(۵) ماء الثلج۔ اولوں کا پانی

(۶) ماء البحر۔ سمندر کا پانی

(۷) ماء النہر۔ نہر کا پانی۔

پانی مینہ کا ہو یا دریا کا یا کنوئیں کا۔ جب تک کسی گندی چیز کے پڑنے سے اسکا رنگ یا بُو یا مزہ یا دونوں یا تینوں صفتیں متغیر نہ ہوں مزیل نجاست بھی اور مطہر بھی ہے۔

اہل حدیث اور مقلدوں میں اِن دنوں قلتین کا ایک جھگڑا چل پڑا ہے۔ قلّہ کہتے ہیں مٹکے کو یا گول کو اسکی تعیین کے لئے لوگ مشکوں اور پکھالوں کا حساب لگاتے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں چھوٹی۔ بڑی منجھولی سب طرح کی ہوتی ہیں اسلئے یہ بنیاد ٹھیک نہیں قابل اطمینان حساب وہ ہے جو صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ ایک قلّے میں پانسو رطل کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور ایک رطل بارہ اوقیے کا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور درہم انگریزی مروجہ تول سے ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانسو رطل اٹھارہ من تیس سیر انگریزی تول سے ہوئے تو قلتین یعنی دو قلّوں میں ۳۷ من ۲۰ سیر پانی ہوا۔ قلتین کی نسبت ایک اِذَا بَلَغَ الْمَآءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا اہل حدیث اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ اتنا پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جبکہ پانی کے اوصاف ثلثہ یعنی بُو مزہ رنگ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو اسلئے کہ اتنا پانی ماء جاری کا حکم رکھتا ہے۔ فقہا کہتے ہیں کہ دو قلّے پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو فوراً ناپاک ہو جاتا ہے۔ پانی کے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی متغیر ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ انکے نزدیک حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جب پانی دو قلّے ہو تو وہ نجاست کا متحمل نہیں ہوتا یعنی نجاست پڑتے ہی ناپاک ہو جاتا ہے۔

لیکن ہمارے ہندوستان میں خدا کے فضل سے ہر جگہ پانی کی افراط ہے تو قلتین کی لڑائی صرف ایک فرضی لڑائی اور مولویوں کی طبع آزمائی ہے۔

مائدہ (ل) خوانچہ۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسمیں حضرت عیسٰےؑ پر آسمان سے خوان اُترنے کا مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ... فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (س۔ مائدہ ع ۱۵)

(اے پیغمبر تم یہ واقعہ بھی لوگوں کو یاد دلاؤ کہ) جب حواریوں نے درخواست کی کہ اے مریم کے بیٹے عیسےٰ کیا تمہارے پروردگار سے ہوسکیگا کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتارے۔ عیسےٰ نے کہا اگر تم ایمان رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو اور ایسی بیہودہ فرمائیش نہ کرو جسمیں ایک طرح کا امتحان معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے ہم کو امتحان منظور نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ تبرک سمجھکر اس خوان میں سے کچھ کھائیں۔ اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم معلوم کرلیں کہ بے شک آپ نے ہمارے آگے سچا دعوےٰ کیا تھا اور ہم اسکے گواہ رہیں (اسپر) عیسےٰ بن مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار ہمپر آسمان سے ایک خوان اُتار۔ اور خوان کا اترنا ہمارے لئے یعنے اگلوں اور پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے اور یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمکو روزی دے۔ اور تو سب روزی دینے والوں میں بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک ہم وہ خوان تم لوگوں پر اُتاریں گے۔ تو جو شخص پھر بھی تم میں سے ہماری خدائی کا انکار کرتا رہیگا تو ہم اس کو ایسے سخت عذاب کی سزا دینگے کہ دنیا جہان میں کسیکو بھی ویسی سزا نہ دینگے۔

قرآن میں مائدہ کا اطلاق بارش پر بھی ہوا ہے۔ جیساکہ آیت رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ الخ میں مائدہ سے مراد بارش ہے۔

ماءالقدس (ل) پاکیزگی کا پانی (ص۔ و) میں دل کی اس کیفیت کا نام ہے جسکے باعث وہ نفسانی خواہشات پر غالب آکر پاک صاف ہوجائے۔ اور اسکی حقیقت میں خدا کا نور چمکنے لگے

مباح وہ کام ہے جسکے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بندونکو دیا گیا ہو۔ اس کے کرنے اور نہ کرنے سے ثواب و عذاب نہیں ہوتا (رحمۃ)

مبارات (ع) زوجین کی ایک دوسرے سے بیزاری اسے خلع بھی کہتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو (خلع)

مبتدع (ل) وہ شخص جو نئی بات نکالے (ص۔ ش) میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکا اعتقاد اہل سنت کے خلاف ہو۔ اور مبتدعون کو اہل البدع واہل الہوا بھی کہتے ہیں۔ کافر کو مبتدع نہیں کہتے پھر مبتدع کی کئی قسمیں ہیں کبھی تو مبتدع ایسی بدعت نکالتا ہے جو کفر کو متضمن ہوتی ہے خواہ وہ ایسی بدعت ہو جسکی تکفیر متفق علیہ ہے۔ جیسے خدا کے حلول کو حضرت علی میں سمجھنا۔ یا ایسی تکفیر ہو جسکی تکفیر مختلف فیہ ہو۔ جیسے قرآن کو مخلوق کہنا۔ اور کبھی بدعت ایسی ہوتی ہے جو تکفیر کو متضمن نہیں ہوتی (ک)۔

مبتلائے مصیبت کو دیکھتے وقت پڑھنے کی دعا

حضرت عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسیکو مبتلا دیکھکر کہیگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۝ (خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس مصیبت و تکلیف سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا۔ اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت و بزرگی عنایت کی"۔ تو جب تک وہ زندہ رہیگا اس بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔

مبدئ ابتدا پیدا کرنے والا۔ یہ ماخوذ ہے ابداء سے اور ابداء کہتے ہیں ابتدا کرنے اور نیا پیدا

کرنے کو۔ خدا کے ننانوے اسماء سے ایک اسم ہے یہ اسم بعینہٖ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ (س۔ بروج ع ۱) وہی اول بار پیدا کرتا اور وہی قیامت میں دوبارہ بھی کریگا۔

متجاہلیہ متصوفہ مبطلہ کا ایک فرقہ ہے جو لباس فاسقانہ پہنتے ہیں اور فاسقوں والے کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ہماری اس سے دفع ریا ہے لیکن یہ مذہب عین ضلالت ہے۔ (ک)۔

مُتَعَالِی مخلوقات کی صفات سے منزہ ہے۔ تمام حکمرانوں اور وُلاۃ سے بلند قدر یا تمام نقائص و آفات سے عالیشان (الحقوق)۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بعینہٖ یوں آیا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ (س۔ رعد ع ۲) وہی باطن اور ظاہر کا جاننے والا ہے (اور) سب سے بڑا عالیشان ہے۔ متعال اصل میں متعالی تھا۔ رعایت قافیہ کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔

مُتعہ (ل) فائدہ اٹھانا۔ (ص۔ ش) میں نکاح کی ایک قسم ہے جس میں عورت سے اسطرح کہا جاتا ہے کہ میں تجھ سے اسطرح پر اتنی مدت پر اتنے مال پر متعہ کرتا ہوں۔

باتفاق ائمہ اور علمائے امصار متعہ حرام ہے اور دلیل اسکی حرمت کی اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ تا هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ (س۔ مومنون ع ۱) یعنی نجات پائی ان مسلمانوں نے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی لونڈیوں سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام نہیں۔ لیکن جو اسکے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدِ شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں)۔

کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا ہو اُسکو زوجہ نہیں کہتے ہیں۔ اور جو لوگ قائلین متعہ ہیں انکے نزدیک بھی ایسی عورت و مرد میں وراثت نہیں برخلاف زوجہ کے۔

حدیث سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے چنانچہ مسلم نے ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کا حکم دیا تھا۔ مگر اب اللہ نے اسے قیامت تک حرام کیا۔

اور ابن ماجہ نے باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کا تین بار اذن دیا اور پھر حرام کیا۔ اب کوئی متعہ کریگا اور وہ محصن ہوگا تو میں اُسے رجم کرونگا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے ابن عباس کو سنا کہ وہ متعہ کے بارے میں نرمی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور جنگلی گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کے دن منع کیا تھا۔ (نور)

شیعوں کا اس مسئلے میں سنیوں سے اختلاف ہے۔ انکے نزدیک متعہ حلال ہے اور اسکے کرنیکا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ تحفۃ العوام میں لکھتے ہیں کہ جو شخص عمر میں ایک دفعہ متعہ کرے وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اس مرد اور عورت کو عذاب نہ دیا جائیگا جو متعہ کرے مگر عورت عفیفہ ہو۔ اور مدت اور مہر معین کریں (تحفۃ العوام)

اہل تشیع کے نزدیک متعہ تین قسم پر ہے۔ اول سنت۔ جیسے مومنہ عفیفہ کے ساتھ متعہ کرنا۔ دوسرا حرام جیسے بت پرست عورت یا دشمن اہلبیت سے متعہ کرنا۔ تیسرا مکروہ۔ جیسے فاحشہ عورت اور کنواری لڑکی سے بغیر اسکے باپ کے اذن کے متعہ کرنا۔

نکاح متعہ کی شروط چھ ہیں۔ اول ایجاب۔ دوم قبول۔ سوم ذکر مدت جس میں کمی بیشی کا احتمال نہ ہو۔ چہارم ذکر مہر۔ اگر مہر کا ذکر نہ کریں تو متعہ باطل ہے۔ پنجم عورت کا مسلمان یا اہل کتاب ہونا۔ اور مجوسیہ میں اشکال ہے۔ ششم یہ کہ اگر کتابیہ سے متعہ کرے تو اسے شراب پینے اور سور وغیرہ کھانے سے منع کرے۔ متعہ میں طلاق کی حاجت نہیں بلکہ مدت ختم ہو جانا ہی علیحدگی سمجھی جاتی ہے (جامع عباسی)

متکبّر نو و نہ نام سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں عظمت و بزرگی والا۔ تکبر اور استکبار کہتے ہیں گردن کشی کرنے اور بزرگی ظاہر کرنے کو اور ایک لفظ ہے کبریا جسکے معنے ہیں بزرگی۔ یہاں متکبر سے مراد ہے کمال بزرگی والا۔

قرآن مجید میں یہ نام بعینہ موجود ہے چنانچہ
اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط (س۔ حشر ع ۲)
(اللہ) تمام جہان کا بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے تمام عیبوں سے بری ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے۔ بڑی عظمت رکھتا ہے

متن (ل) پشت۔ اونچی اور سخت جگہ۔ مجازاً کتاب کی عبارت کو کہتے ہیں جسکی شرح کر سکیں (غ)۔
قرآن کو متن اور اسکی تفسیر کو شرح کہنا جائز نہیں۔

متولی (ل) برسر کار ہونیوالا۔ دوستی رکھنے والا۔ (غ)۔ (ص۔ ش) میں اوقاف کے منتظم کو کہتے ہیں۔ دیکھو (مسجد)۔

متین نو و نہ ناموں سے ایک نام ہے۔ اسکے معنے ہیں استوار۔ امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ قوت دلالت کرتی ہے قدرت کاملہ بالغہ پر اور متانت شدت قوت پر۔ خدا تعالے قوی ہے اسلئے کہ قدرت کاملہ بالغہ رکھتا ہے۔ متین ہے اسلئے کہ شدید القوت ہے

قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ (س۔ ذاریت ع ۳)
اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے۔

مثانی مثنیٰ کی جمع ہے۔ جسکے معنے دو دو ہیں۔ یا یہ مثنّٰی کی جمع ہے جسکے معنے ہیں تثنیہ کیا گیا۔
سورۂ فاتحہ کا نام ہے کیونکہ وہ دوبارہ دونوں رکعتوں میں پڑھی جاتی ہے۔ تمام قرآن کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں آیت رحمت اور آیت عذاب مقترن ہیں (غ)۔

مثلث انگوروں کا نچوڑ جسکے دو ثلث ابالنے سے جل گئے ہوں اور باقی ایک ثلث رہگیا ہو۔ امام صاحب اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال اور امام احمد اور امام شافعی رح کے نزدیک حرام ہے۔

مُثلہ اصل میں یہ مصدر ہے۔ اور اسکے معنے ہیں ناک اور کان کاٹ دینے کے۔ لیکن یہ مصدر اسم مفعول کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے جیسے خلق بمعنے مخلوق (غ)
مُثلہ کرنے کی شرع میں ممانعت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ سے مستفاد ہوتا ہے۔

مجادلہ (ل) باہم جنگ کرنا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جسکی پہلی آیت میں تجادل کا لفظ آیا ہے۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (س۔ مجادلہ ع ۱)
یعنے اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تجھ سے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کی گفتگو کو سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔
اس سورۃ کے شان نزول میں جمہور مفسرین نے یوں

نقل کیا ہے۔ کہ خولہ بنت ثعلبہ اوس بن صامت صحابی کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہدیا تھا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّی کہ تو مجھپر میری ماں کی طرح حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت طلاق کا تھا۔ کہ جسکے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا۔ اسکو بڑا رنج ہوا۔ خاوند سے محبت تھی۔ اور چند بچے بھی تھے۔ اسلیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں اسوقت حضرت کا سر دھلا رہی تھی۔ اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی دردناک حالت بھی بیان کی اور عرض کیا کہ اب میں اوس سے پھر بھی مِلسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے تو طلاق ہوگئی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔ آخر وہ مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں۔ میری مشکل کشائی کے لئے اپنے نبی پر کوئی حکم نازل فرما۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپ کے قربان جاؤں میرے معاملے میں تدبیر و فکر کیجئے۔ حضرت عائشہ رضہ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت سے کہا کہ چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کر۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی۔ جب وحی ہو چکی تو آپنے اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دے کر اُس کو خاوند کے لئے مباح کر دیا۔ اس کے خاوند نے کفارہ ادا کیا (تف)۔

مجاہد (غ) کوشش کرنے والا۔ کافروں سے لڑنیوالا۔ وہ شخص جو اسلام کی حمایت میں کافروں سے جنگ کرے۔

مجاہدہ (ل) کوشش (ص۔و) میں نفس کو اسکی خواہشوں سے روکنے اور بدن اور دل کو عبادت میں مشغول کرنے اور خدا تعالےٰ کیطرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

ابو عثمان مغربی کہتے ہیں کہ جسے یہ گمان ہو کہ مجاہدہ کے بغیر اسے باطن کے اسرار سے آگاہی حاصل ہو جائیگی وہ غلطی پر ہے (کن)۔

مجبوب جیم کے ساتھ۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جسکا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو۔ اگر ایسا شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور عورت اُسکے اس عیب سے مطلع ہونے پر قاضی کے پاس تفریق کا دعوےٰ کر دے تو فی الفور تفریق کرادی جائے گی کسی قسم کی مہلت نہ دیجائے گی۔ کیونکہ اسکی حالت کی اصلاح محال ہے (کذا فی کتب الفقہ)۔

مجتہد مجتہد وہ شخص ہے جسکا علم وسیع اور ذہن ثاقب اور فکر سلیم اور رائے صائب ہو اور وہ قرآن شریف و حدیث و آثار صحابہ سے بدرجہ کمال واقفیت رکھتا ہو۔ اور زبانِ عرب کے محاورات اور اسکی لغات اور اشارات و کنایات پر حاوی ہو۔ اور قرآن شریف کی جملہ آیات کا شانِ نزول اور جملہ حدیثوں کا شانِ ورود۔ اور ترتیب نزول قرآن اور تاریخ ورودِ حدیث۔ راویوں کے طبقات کا اسکو تحقیقی علم ہو۔ اور باوجود ان سب امور کے نہایت متقی اور پرہیزگار دنیا سے بے رغبت اور خداترس ہو اسکے علاوہ خداوند تعالےٰ نے اسکو قدرتی طور پر شارع کے مقصود کے سمجھنے کا اعلیٰ درجے کا سلیقہ عطا فرمایا ہو۔ جس شخص میں یہ تمام صفات موجود ہوں گی وہ مجتہد کہلائے گا۔ مجتہد لوگ اُمت محمدیہ میں بہت ہوئے ہیں۔ لیکن جن کے اتباع پر علماء کرام کا اتفاق ہے وہ چار مجتہد ہیں۔

اوّل۔ نعمان بن ثابت جنکی کنیت ابو حنیفہ ہے۔

دوم۔ مالک بن انس۔

سوم۔ محمد بن ادریس جنکو شافعی کہتے ہیں۔

چہارم۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم وعنا اجمعین۔

علماء نے انپر اسلیئے اتفاق فرمایا کہ اُنہوں نے اس کثرت سے مسائل قرآن وحدیث و آثار صحابہ سے استنباط کئے ہیں کہ شاید کوئی جزئی ایسی ہو جسکا حکم اُنہوں نے قلمبند نہ فرمایا ہو۔ اور ان چاروں مجتہدوں کے مذاہب تواتر کو پہونچگئے۔ اور ہم تک تواتر ہی کی راہ سے پہونچے۔ اسلیئے ہمارے اوپر انکا اتباع واجب ہے۔ کیونکہ انکا اتباع عین قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کا اتباع ہے۔ اُنہوں نے اپنی ذاتی رائے سے کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ جو کچھ فرمایا ہے وہ وہی ہے جسکو اُنہوں نے قرآن وحدیث و آثار صحابہ سے بطریق اشارۃ النص۔ دلالۃ النص واقتضاء النص کے پایا ہے۔

مگر یہ امر ضرور ہے کہ ہر ایک آدمی ایک مجتہد کے مذہب کا مقلد رہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلدِّیْنُ الْقَیْدُ یعنی دین کی پابندی بھی ایک طرح کی قید ہے۔ اگر چاروں مذہبوں میں سے جس مسئلہ کو دل چاہے لے لے تو پھر قید اُٹھ جاتی ہے اور آدمی مذہبًا آزاد ہو جاتا ہے اسلیئے یہ شرعًا منع ہے۔ اسکو تلفیق کہتے ہیں۔ ہاں اگر نان ونفقہ کی ضرورت داعی ہو یا معصیت الٰہی کا اندیشہ ہو۔ تو البتہ بضرورت دوسرے مذہب کے کسی خاص مسئلہ پر عمل کر لینا جائز ہے۔ (ازترجمہ الجوہرۃ الکلامیہ)

مجذوب اولیاء اللہ کی اقسام میں سے ولیوں کی ایک قسم ہے جن کو دنیا کی سدھ بدھ نہیں ہوتی اور بظاہر ان کی حالت دیوانوں کی سی ہوتی ہے۔ کشاف اصطلاحات میں ابو الغنائم کی اصطلاحات صوفیہ سے اسکی یہ تعریف منقول ہے کہ مجذوب وہ شخص ہوتا ہے جسکو اللہ تعالٰے خاص اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اپنے حضرت انس کے لئے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اسکو آب قدس کے ساتھ پاک کر لیتا ہے۔ پس اسکو وہ عطایا و انعامات حاصل ہو جاتے ہیں جن سے وہ تمام مقامات و مراتب بلا تکلیف طے کر لیتا ہے۔ انتہی۔

مجرّد تنہا جس نے شادی نہ کی ہو۔ نصاریٰ میں شادی نہ کرنا اور دنیا سے علیحدہ ہو کر کسی غار یا گرجا میں بیٹھکر ساری عمر خدا کی عبادت میں گذار دینی اعلیٰ درجہ کی پرہیزگاری خیال کی جاتی تھی۔ بہت سے پادری گرجاؤں میں دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے جو راہب کہلاتے تھے۔ مگر اسلام نے جیسے اور بہت سی ناجائز باتوں کا قلع و قمع کر دیا ہے ویسے ہی رہبانیت کا بھی صفایا کر دیا ہے۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے آپ کی ازواج مطہرات کے پاس آئے۔ جب انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت بتلائی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُنہوں نے آپ کی عبادت کو قلیل سمجھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہماری کیا نسبت ہے۔ خدا نے انکے تو اگلے اور پچھلے گناہ بخشدئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تمام رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کرونگا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کرونگا۔ کہ اتنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تمنے ایسا ایسا کہا ہے۔ دیکھو۔ بخدا میں بہ نسبت تمہارے خدا سے زیادہ ڈرنیوالا ہوں۔ اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔

مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں (مش)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانو! تم میں سے جسکو طاقت ہو اُسے نکاح کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے اجنبی عورت پر بری نظر نہیں پڑتی اور آدمی حرام کاری سے بچا رہتا ہے۔ اور جسکو اتنی وسعت نہ ہو اُسے روزے رکھنا چاہئے۔ کیونکہ روزہ رکھنا اُسکے لئے خصی کرنا ہے (مش)

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو نکاح نہ کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر آپ انہیں اجازت دیدیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ (صح)

علماء حنفیہ کے نزدیک غلبہ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ اور اگر آدمی کو یقین ہو کہ اگر نکاح نہ کریگا تو زنا میں گرفتار ہو جائیگا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ مگر یہ سب کچھ اسوقت ہے جب اسکے پاس اتنا مال ہو کہ عورت کا مہر اور اسکا نفقہ دے سکیگا ورنہ نکاح نہ کرنا گناہ نہیں۔ اگر وہ جماع بھی کر سکتا ہے عورت کا مہر اور نفقہ بھی ادا کر سکتا ہے مگر اسمیں شہوت کا غلبہ نہیں یعنے اعتدالی حالت ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے (مظ)

حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

مجسمیہ ایک فرقہ کا نام ہے۔ اس فرقہ کے لوگ اللہ تبارک وتعالے کی صفات ثابت کرنے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ خدا کے دیدار کے اسلئے قائل ہیں کہ اسے جسم قرار دیتے ہیں (مد)۔ تفصیل کے لئے دیکھو (مشبہ)

مجلس میں بیٹھنے اور وہاں سے کھڑے ہونے کی دعاء

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں کثرت سے قبیح و ناشائستہ باتیں ہوں تو کھڑے ہونے سے پہلے ذیل کے کلمات پڑھ لے اس سے وہ تمام گناہ بخشدئے جائیں گے جو اس مجلس میں ہوئے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ یعنی اے خدا تو پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔ اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

مجنون بیوقوف۔ دیوانہ۔ ناداں۔ اگر پانچ نمازوں کے وقتوں یا ان سے کم عرصہ تک دیوانہ رہا ہو تو اسے فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر اس سے زیادہ عرصہ تک دیوانہ رہا ہو تو نہیں۔ مجنون پر زکوۃ فرض نہیں۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے ہوئے دیوانہ ہو جائے تو اُن کے روزہ کی قضا نہ دے ہاں اگر دوسرے دن بھی دیوانگی حالت رہے تو باقی دنوں کے روزوں کی قضا دینی پڑے گی۔ مجنون پر حج فرض نہیں مجنون کا نہ تصرف درست ہے نہ اقرار نہ نکاح نہ طلاق۔ اگر مجنون کسی غیر کی چیز کو تباہ کردے تو وہ ضامن ہوگا۔ (قدوری)

قرآن مجید کی آیت ذیل میں یہ لفظ آیا ہے وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

وَيَقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُونٌ ۝ (س۔ ن ع ۲) (اے پیغمبر) کافر جب قرآن سنتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (تم کو) گھور گھور کر (خدا کے رستے سے) پھسلا دینگے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ (شخص) تو (ایک) دیوانہ ہے۔

مجوس برہان قاطع میں لکھتے ہیں کہ مجوس قوم آتش پرست کو کہتے ہیں جو زرتشت کے پیرو ہیں۔ صاحب منتخبات لکھتے ہیں کہ مجوس چاند سورج اور آگ کے پوجنے والوں کو کہتے ہیں اور ان کو گبر بھی کہتے ہیں۔

انجمن آرا ناصری میں مذکور ہے کہ یہ اپنے آپ کو یزدانی کہتے ہیں۔ اور بستان المذاہب میں مذکور ہے کہ مجوس کے نزدیک جہان کے دو صانع ہیں۔ ایک یزدان دوسرا اہرمن۔ اہرمن کی پیدائش کا سبب یہ ہے کہ یزدان نے ایک بار خیال کیا کہ مبادا میری کوئی ضد پیدا ہو جائے کہ وہ میرا دشمن ہو۔ اس فکر کرنے سے اہرمن وجود میں آگیا۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ یزدان کو ایک بار وحشت اُٹھی اور اس نے بڑی فکر کی جس سے اہرمن پیدا ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اہرمن جہان سے باہر تھا۔ اس نے سوراخ میں سے یزدان کو جاہ و مرتبہ کے ساتھ دیکھ کر اسے رشک آیا۔ اور شر و فساد کرنے لگا یزدان نے اسکے دفعیہ کے لئے ملائکہ کو پیدا کیا اور انکے ذریعے سے اہرمن سے جنگ کی مگر اہرمن مغلوب نہ ہوسکا تو اس شرط پر صلح ہو گئی کہ اہرمن کچھ عرصہ تک جہان میں رہکر چلا جائے۔ پس جب وہ چلا جاتا ہے تو عالم بالکل خیر و نیکی پر ہو جاتا ہے۔

اور جاماسپ حکیم نے کہا ہے کہ یہ بات رمز و اشارہ ہے۔ اسکی تفصیل اسطرح ہے کہ جہان سے مراد بدن ہے اور یزدان ہے روح اور اہرمن سے مقصود ہے طبیعت عنصری اور نفس کا میل کرنا امور مادی کی جانب۔ اور اہرمن کے شر و فساد کرنے سے مراد یہ ہے کہ قویٰ کو روح پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور ملائکہ پیدا کرنے سے مراد قویٰ کو ریاضت کے ساتھ مسخر کر کے صفات حمیدہ کا پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ قوائے مسخرہ دل کا لشکر ہے۔ اور صلح سے یہ مطلب ہے کہ اکرم سے صفات ذمیمہ زائل نہیں ہوسکتیں۔ یعنی افراط و تفریط چھوڑ دینا۔ اور اعتدال اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اہرمن کی مدت متعین تک جہان میں رہنے سے مراد قوائے بدنی کا جسم پر تسلط کرنا ہے۔ خاصکر صغر سنی میں اور بلوغ سے پہلے۔ بلکہ بعضے ابدان میں تو ہمیشہ مسلط رہتے ہیں اور اہرمن کے جہان سے چلے جانے سے مراد مرنا ہے خواہ موت اختیاری کے ساتھ کہ وہ سلوک ہے یا موت اضطراری کے ساتھ کہ وہ موت طبعی ہے۔

اور صاحب انجمن آرائے ناصری نے لکھا ہے کہ اہرمن شیطان کو کہتے ہیں جو بدیوں کی طرف رہنما ہے بخلاف یزدان کے کہ وہ نیکیوں کی طرف رہنما ہے۔ جیسا کہ لغت عرب میں رحمان اور شیطان آیا ہے۔ اور یزدان کو پارسی لوگ اسم ذات جانتے ہیں۔ جیسے کہ اہل عرب اللہ کو اسم ذات کہتے ہیں

مجوس کے بہتر فرقے ہیں۔ فی الحال انکا گروہ پارسی کے نام سے مشہور رہے۔ انکا نام لفظ پارس سے جسے عربی میں فارس کہتے ہیں نکلا ہے۔ اور یہ انکے وطن کے ایک خاص صوبہ کا نام ہے۔ بعد میں یہ نام تمام ملک کا مشہور ہو گیا۔ اسی وجہ سے یونانی میں اسکو پرسس اور انگریزی میں پرشیا کہتے ہیں خود فارس والے اپنے ملک کو ایران کہتے ہیں اور اپنے تئیں ایرانی بتلاتے ہیں۔ ان الفاظ کی اصلیت وہی ہے جو سنسکرت کے لفظ آریہ کی اصل ہے ماحصل میں ایرانی اور پارسی اصطلاح آریہ قوم سے ہیں جیسے کہ برہمن۔ علاوہ ازیں پارسی لوگ اس مذہب کے پیرو ہیں جو اصل میں مذہب آریہ کی

ایک شاخ ہے۔ یہ خالق کے علاوہ آگ وغیرہ کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ انکی متبرک آگ جو انہوں نے ۷۶۱ء؁ میں بیجان کے آتشکدہ میں کہ گجرات میں واقع ہے اور ڈاماں سے پچیس میل جنوب کی جانب ہے۔ روشن کی تھی اورارو کے آتشکدہ میں جو سورت سے بتیس میل جنوب میں ہے موجود ہے (مذ)

مُجِیب (ل) دعا قبول کرنے والا۔ خداتعالےٰ کا نام ہے۔ اجابت کہتے ہیں جواب دینے اور اجابت دعا کرنے کو یعنی جو شخص خدا کو بلاتا ہے وہ اُسے جواب دیتا اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ سوال کو رد نہیں کرتا۔ سورۂ ہود کے رکوع ۷ میں آیا ہے اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۔ یعنی بے شک میرا پروردگار قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔

مجید خدا کے نو دنٰہ اسماء میں سے ہے اسکے معنے ہیں بزرگ۔ شریف۔ یہ ماجد کے مبالغہ ہے اور ماجد مجد سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں بزرگی۔ مجید کے معنے بزرگ (کذا فی الصراح)

بعضے کہتے ہیں مجید وہ ہے جسکی ذات شریف افعال جمیل۔ عطا جزیل ہو۔ اور جب یہ ہے تو مجید جامع ہے اسم جلیل اور وہاب اور کریم کو۔ یہ اسم بعینہ قرآن مجید میں مذکور ہے رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ (س۔ ہود ع۷) اے اہلبیت تم پر خدا کی رحمت اور اسکی برکتیں (نازل ہوں) بے شک خدا سزاوار حمد وثنا اور اپنے بندوں پر بڑا کرم کرنیوالا ہے

مجیل وہ شخص جسے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جوا کھیلنے کے وقت تیروں کی تھیلی دیدیتے تھے۔ اور وہ اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا اور تیر نکالکر کسی ایک کے ہاتھ میں دیدیتا اور جو کچھ اس تیر پر لکھا ہوتا اسکے موافق اسکو حصہ ملجاتا۔ دیکھو (ازلام)

مچھلی دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے باقی سب دریائی جانور حرام ہیں۔ مچھلی ہر قسم کی حلال ہے۔ اور اُسکو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بشرطیکہ وہ پانی سے باہر نکالنے کے بعد مری ہو اگر پکڑنے سے پہلے ہی پانی میں مرکر تیرنے لگیں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک انکا کھانا حلال نہیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک وہ بھی حلال ہیں (کذا فی کتب الفقہ)۔

جو مچھلیاں ابھی پانی ہی میں ہیں انکی خرید و فروخت جائز نہیں تاوقتیکہ شکار نہ کیجائیں۔ (قد)

حج کے احرام میں شکار کرنا حرام ہے مگر مچھلی کا شکار جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حکم ہے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ط (س۔ مائدہ۔ ع ۱۳) دریا کا شکار اور اسکا کھانا تمہارے اور (دوسرے) مسافروں کے فائدے کے لئے تم کو حلال ہے (گو تم احرام باندھے ہو) اور جنگل کا شکار جب تک تم احرام کے ساتھ ہو تمپر حرام ہے"

محادثہ (ل) باہمی بات چیت کرنا (ص۔ و) میں خدا کا اپنے بندے کو عالم فلک سے خطاب کرنیکا نام ہے جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو درخت سے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ (میں اللہ ہوں) کی آواز آئی تھی ؎

بلسان شجر سخن فرمود خود وہاں سمع موسیٰ بشنود

(ک۔ تع)۔

محاسبی ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی کو کہتے ہیں جو اپنے زمانہ کے بینظیر عالم ہونے کے علاوہ صاحب حال بھی تھے۔ ابو عبداللہ بن خفیف کہتے ہیں کہ ان پانچ مشائخ کی پیروی کرو۔ اور دوسروں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ حارث بن اسد محاسبی

جنید بن محمد۔ ابو محمد رویم۔ ابو العباس بن عطاء۔ عمر بن عثمان مکی۔

روایت ہے کہ آپ کو ستر ہزار درہم اپنے باپ کے ترکہ سے ملے تھے۔ مگر آپ نے محض اس وجہ سے کہ آپکا باپ قدر کا قائل تھا اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ اس وقت انکو نقدی کی اشد ضرورت تھی (کن)

محبّت قرآن مجید میں محبت کے لئے وُدّ۔ حُبّ اور محبَّۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ مقامات ذیل میں اسکا ذکر آیا ہے۔ سورہ مریم آیت ۹۶۔ سورہ مائدہ آیت ۵۹ سورہ نحل آیت ۱۲۔ سورہ یوسف آیت ۳۰۔ سورہ طٰہٰ آیت ۳۹۔ سورہ نساء آیت ۵۰۔ سورہ مائدہ آیت ۸۵ سورہ عنکبوت آیت ۲۴۔ سورہ روم آیت ۲۰۔ سورہ حم سجدہ آیت ۲۲۔ سورہ ممتحنہ آیت ۱ و ۷۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رض سے فرمایا۔ اے اباذر ایمان کی کونسی کڑی مضبوط ہے۔ عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کیلئے دوستی رکھنا اور اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا (رواہ البیہقی)

مقدام ابن معدیکرب رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی اپنے (مسلمان) بھائی سے محبت رکھے تو اسکو بتا دینا چاہئے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں (رواہ ابو داؤد)

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مصاحب بناؤ تو مومن ہی کو بناؤ۔ تمہارا کھانا کوئی کھائے تو پرہیزگار ہی کھائے۔ (رواہ الترمذی)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر چلتا ہے۔ پس تم میں سے کسیکو دیکھنا چاہئے کہ کس کے ساتھ دوستی رکھتا ہے۔ (مش)

واضح ہو کہ علماء نے محبت کا معنے بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ارادہ کی مترادف ہے جسکے معنے مائل ہونے کے ہیں پس اللہ تعالےٰ کا بندوں سے محبت رکھنا انکے ساتھ بخشش کا ارادہ کرنا ہے۔ اور بندوں کا اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا اسکی طاعت کا ارادہ کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں ہماری محبت اللہ کے ساتھ ایک کیفیت روحانیہ ہے جو اس کمال مطلق کے تصور پر مترتب ہوتی ہے جو اسکو حاصل ہے اور وہ کیفیت حضرت قدس کیطرف توجہ تام ہونے کی مقتضی ہو۔ اور غیر اللہ کے لئے ہماری محبت وہ کیفیت ہے جو اسکی لذت یا منفعت یا مشاکلت کے کمال کے تخیل مستمر پر مترتب جیسے کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ اور منعم علیہ کو منعم کے ساتھ اور والد کو اپنے ولد کے ساتھ اور دوست کو دوست کے ساتھ محبت ہوتی ہے (کذا فی شرح المواقف) اور مجمع السلوک میں لکھا ہے کہ محبت کی ابتداء موافقت ہے۔ پھر میل۔ پھر موانست۔ پھر مروت۔ پھر ہوٰی۔ پھر خلت پھر محبت۔ پھر شغف۔ پھر تیم۔ پھر ولہ۔ اسکے بعد عشق۔

موافقت یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں مثلاً دنیا اور شیطان اور نفس کو اپنا دشمن سمجھے اور خدا کے دوستوں سے دوستی رکھے انکی صحبت اختیار کرے تاکہ انکے دلوں میں گھر کرے۔ موانست یہ ہے کہ سب سے بھاگے اور ہر وقت خدا کی تلاش میں رہے۔ مودت یہ ہے کہ دل کی خلوت میں اور عجز و زاری اور اشتیاق و بیقراری میں مشغول رہے ہوٰی یہ ہے کہ دل کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھے۔ اور پانی پانی بنائے۔ خلت یہ ہے کہ تمام اعضا کو دوست سے بہرا اور غیر سے خالی کرے۔ محبت یہ ہے کہ اوصاف ذمیمہ سے پاک اور اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو

شغف یہ ہے کہ حرارت شوق کی شدت سے دل کا حجاب پارہ پارہ کردے اور آنسوؤں کو مخفی رکھے تاکہ محبت کا بھید کسی پر ظاہر نہ ہو۔ محبت اللہ کا بھید ہے۔ اور اللہ کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے مگر بغلبہ حال۔ تیم یہ ہے کہ اپنے آپ کو بندۂ محبت بنائے اور تجرید ظاہری اور تفرید باطنی سے موصوف ہو جائے۔ ولہ یہ ہے کہ دل کے آئینہ کو جمال دوست کے برابر رکھے اور اسکے جمال کے نشے میں مست رہے اور بیماروں کی طرح رہے۔ عشق یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرے۔ اور بیقرار ہو۔ (ک)

تمام امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے اور محبت کی تفسیر طاعت سے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ طاعت محبت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے پس ضروری ہے کہ محبت طاعت سے مقدم ہو۔ پھر محبت والا اطاعت کرتا ہے خدا نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اس محبت کے وجود اور اسکے تفاوت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں اللہ کی محبت کو شرط ایمان قرار دیا ہے۔

ابورزین نے سوال کیا یا رسول اللہ ایمان کیا ہے۔ فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسول تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بندہ (کامل) مومن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اسکے نزدیک اسکے اہل اور اسکے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا ہوں۔

روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر محتاجی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پھر اس نے کہا میں اللہ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو پھر بلاء کے لئے تیار رہو۔

محبت کا مستحق خاص اللہ تعالٰے ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور چیز سے محبت کرنا جہل اور معرفت الٰہی حاصل نہ ہونے کے سبب سے ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی اچھی ہے۔ کیونکہ وہ عین اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح علماء اور اتقیاء کی محبت محمود ہے کیونکہ محبوب کا محبوب اور محبوب کا قاصد اور محبوب کا محب عزیز ہوتا ہے۔ اور یہ سب محبتیں حب الاصل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس اہل بصائر کے نزدیک اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی محبوب حقیقی نہیں ہے۔

واضح ہو کہ آخرت میں سب سے اچھی حالت اسکی ہوگی جسکے دل میں سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہوگی کیونکہ آخرت کا معنے ہے اللہ کے حضور میں جانا اور اسکی ملاقات کا شرف حاصل کرنا پھر محب کے واسطے اس سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہوگی کہ وہ طول شوق کے بعد اپنے محبوب کے پاس جارہا ہے اور ابد الآباد تک کے لئے اسکے دیدار سے مشرف ہونے والا ہے۔ مگر یہ نعمت بمقدار اسکی محبت کے ہوگی۔ پس جتنی محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ لذت ہوگی (احیا)۔

مُحتکِر — وہ شخص جو اس نیت سے غلہ جمع کرے کہ گراں ہونے پر فروخت کریگا۔ شرع میں یہ فعل ناجائز شمار کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (احتکار)

محتسب — شمار کرنے والا۔ وہ شخص جو ان باتوں سے منع کرے جو شرع میں ممنوع ہیں۔ کوتوال کو بھی کہتے ہیں۔ (غ)

مِحجَن — وہ لکڑی جسکا سر کبڑا ہو (پنجابی کھنڈی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ اب بھی اکثر اہل اسلام اپنے پاس رکھتے ہیں۔

مجبور — (دل) روکا گیا (ص۔ ش) ہیں اس شخص کو کہتے ہیں

جس میں حجر کے اسباب ثلاثہ سے ایک سبب پایا جائے اور حجر کے اسباب ثلاثہ یہ ہیں۔ نابالغ ہونا۔ غلام ہونا۔ اور صاحب جنون ہونا۔ چنانچہ نابالغ اپنے ولی کی اجازت بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی غلام اپنے آقا کے اذن بغیر تصرف نہیں کر سکتا۔ اسیطرح مجنون مغلوب الحال کا تصرف بھی جائز نہیں (ہد)

مُحَدَّث دال کی شد اور زبر سے (ص۔م) میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی صفائی باطن کے باعث جس بات کا جس طرح گمان کرے واقع میں بھی اسی طرح ہو۔ گویا عالم ملکوت سے اس کے دل میں وہ بات ڈالی گئی ہے (شرح مصابیح للقاضی)

سید شریف نے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ محدَث وہ شخص ہے جسکا گمان اس طرح سچا نکلے گویا عالم بالا سے اِسے الہام کیا گیا ہے۔ مجمع البحار میں اسکی تعریف یوں لکھی ہے کہ محدّث وہ ہے جس کے دل میں خدا کی طرف سے کوئی بات ڈالی جائے تو وہ اپنی ایمانی فراست کے باعث اسکی خبر دے۔ بعض نے کہا ہے۔ محدث وہ ہے جس سے فرشتے باتیں کریں۔

مُحَدِّث دال کی شد اور کسرہ سے (ص۔م) میں اُس شخص کو کہتے ہیں جس نے حدیثیں لکھی اور پڑھی ہوں۔ سنکر انہیں یاد رکھا ہو شہر بشہر پھر کر قواعد کو حاصل کر کے مسانید۔ علل اور تاریخ کی تقریبًا ہزاروں کتابوں کے ذریعہ بہت سے فروعات مستنبط کئے ہوں۔ بعض نے کہا محدث وہ ہے جو حدیثوں کا راوی ہونے کے علاوہ درایت کے لحاظ سے انکا خاص اہتمام کرے۔ (شرح نخبۃ الفکر)

محراب (ل) گھر۔ صدر مجلس۔ مسجد کے درمیان وہ طاق جو قبلہ کی جانب ہو۔ چونکہ طاق مذکور حرب شیطان کا آلہ ہوتا ہے اسلئے اسکا نام محراب رکھا گیا۔ (غ)۔

آجکل کے مروّجہ محراب کی ساخت کا بانی خلیفہ ولید تھا جس نے ۹۰ھ میں اسے ایجاد کیا۔ قرآن مجید میں چار بار یہ لفظ آیا ہے سورہ ۳ و ۱۹ و ۳۸ میں یہ لفظ بعینہ آیا ہے اور سورہ ۳۴ اسکی جمع یعنے محاریب آئی ہے۔

مُحرِم احرام باندھنے والا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ حج)۔

محرّمات وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے قرآن شریف میں اللہ تعالٰے نے چودہ عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے۔ سات انمیں سے نسب کی جہت سے ہیں۔ یعنی ماں۔ بیٹی۔ بہن پھوپھی خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی۔

اور سات بغیر نسب کے ہیں۔ دودھ کی ماں۔ دودھ شریک بہن۔ ساس۔ بیوی کی بیٹی بشرطیکہ اس سے صحبت کی ہو بیٹے کی بیوی۔ بیوی کے ہوتے اسکی بہن یعنے سالی سے نکاح کرنا۔ باپ کی بیوی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاۤؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ تا عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (س۔ نساء ع۳)

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔ تم ان سے نکاح نہ کرنا مگر جو ہو چکا۔ یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات تھی اور بہت ہی بُرا دستور تھا۔ مسلمانو! تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری رضاعی مائیں جنہوں نے تمکو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساسیں یہ سب تمپر حرام ہیں۔ اور جن بیبیوں کے ساتھ تم صحبت کر چکے ہو۔ ان کی لڑکیاں جو غالبًا تمہاری گودوں میں پرورش پاتی ہیں۔ تمپر حرام ہیں۔ لیکن اگر ان بیبیوں سے تم نے صحبت نہ کی ہو۔ تو ان لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں تمپر کچھ گناہ

نہیں ہے۔ اور تمہاری بہوئیں یعنی تمہارے اپنے صلبی بیٹوں کی بیبیاں بھی تم پر حرام ہیں۔ اور دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی تم پر حرام ہے مگر جو ہو چکا بے شک اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں کی قید نکاح میں ہوں۔ مگر وہ جو کافروں کی لڑائی میں قید ہو کر تمہارے قبضے میں آئی ہوں۔ یہ خدا کا تحریری حکم ہے جو تم پر لازم کیا جاتا ہے۔ اور (مذکورہ بالا عورتوں کے سوا) سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ الخ

یہ عورتیں جو شریعت نے حرام کی ہیں وہ ہیں کہ جنکی حرمت سلیم الطبع قوموں میں فطرتی ہے۔ مثلاً ماں کہ جسکا دودھ پی کر انسان اکثر پرورش پاتا ہے ایک ایسی عورت ہے کہ اگر کوئی شریعت یا پیغمبر بھی دنیا میں آکر منع نہ کرتا تو انسان کی طبیعت سلیمہ اسکی طرف جماع تو کیا خیال بد کی اجازت نہ دیتی۔ بلکہ بوقت ہیجان طبع ایسی عورتوں کا خیال اس شعلہ شہوت کے لئے سرد پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اسی طرح بہن بیٹی بھتیجی بھانجی خالہ پھوپھی ہے۔ رہیں اور سات عورتیں ان میں سے دودھ کی ماں اور بہن ہیں تو وہی بات ہے جو حقیقی میں ہے۔ رہی ساس سالی بہو۔ بیوی کی بیٹی۔ باپ کی منکوحہ سو اگر ان کے پاس یہ لوگ نہ آویں جاویں تو خانہ داری میں فرق آتا ہے۔ اور بیوی بمنزلہ قیدی کے ہو جاتی ہے۔ اور اس صورت میں اگر نکاح جائز ہوتا تو طمع بیگانہ کا موقع ملتا۔ اور پھر باپ بیٹی ماں بیٹی۔ بہنوں بہنوں میں رقابت سے وہ فساد پیدا ہوتا کہ بیان سے باہر ہے۔ اور نیز باہمی حقوق تلف ہو جاتے۔ اسلئے خدا نے انبیاء کی معرفت ان کو حرام کیا۔

حرمت نکاح کا ایک موجب حرمت مصاہرت بھی ہے۔ پس عورت موطوءۃ وطی کرنیوالے کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی خواہ وطی جائز یا حرام ہو۔ ایسا ہی کسی مشتہاۃ عورت کو شہوت سے ہاتھ لگانے یا بوس و کنار ہونے سے بھی حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے۔ مثلاً اپنی منکوحہ عورت کی ماں یا بیٹی کو اگر کسی نے شہوت سے ہاتھ لگایا۔ یا بوسہ دیا۔ یا بغلگیر ہوا تو عورت حرام ہو جائے گی۔ ایسا ہی شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

اس سے مراد داخل فرج ہے بقول مفتی بہ۔

اور عورت مشتہاۃ بعض کے نزدیک ۹ ساکی ہو سکتی ہے۔ اور ایسا ہی چھ سات اور آٹھ سال کی بھی اگر کوئی موطوءہ ہو تو وہ حد شہوۃ کو پہنچ سکتی ہے ایسی نہ ہو تو بارہ سال کی مشتہاۃ سمجھی جائے گی۔ (قاضیخان)

مُحصی ہر چیز کو احاطہ علم میں کرنیوالا۔ خدا کا نام ہے احصاء کہتے ہیں شمار کرنے اور بطریق استقصاء کسی چیز کے جاننے کو۔

خدا محصی مطلق ہے کہ اشیاء کے حقائق و دقائق کو جانتا ہے اور ذرات عالم کو اسکا علم محیط ہے۔ بعینہ تو یہ لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (س۔ حق۔ ع ۲) اور اس نے یعنی اللہ نے تمام چیزوں کی گنتی تک اپنی نظر میں کر رکھی ہے۔

مُحَلِّل حلال کر دینے والا۔ جائز بنا دینے والا۔ جو شخص کسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے وہ اس عورت کے سابق شوہر کے لئے جس نے طلاق دی تھی محلل ہے۔ کیونکہ اسکے نکاح کرنے سے سابق شوہر کی قطعی بینونت ٹوٹ گئی۔ اب اگر یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے یا مر جائے تو وہ عورت عدت کے بعد سابق شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے

مُحَمَّدؐ (ل) بہت تعریف کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہے۔ سرور عالم

فداہ ابی و امّی) کے سوانحات مبارکہ اور حالات طیبہ سے ہر مسلمان کو واقف ہونا نہایت ضرور ہے اسلئے طبقات کبریٰ۔ ثقات ابن حبان اور اسد الغابہ و تاریخ طبری وغیرہ معتبر کتب سے آپ کے سوانحات نہایت تنقید سے لکھے جاتے ہیں۔

آپ کا نسب نامہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن اُود بن مقوم بن ناخور بن یرح بن جرب بن یسحب بن ثابت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن آذر بن ناحور بن شاراح بن یقو بن فالح بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلیل۔ بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام و علی الانبیاء منہم۔

یہ نسب نامہ عدنان تک تو متفق علیہ ہے پھر مختلف فیہ۔ قیدار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پھر اتفاق۔ اسکے بعد پھر مختلف فیہ۔ پھر نوح علیہ السلام سے آدم علیہ السلام تک متفق علیہ۔ آنجناب اپنے آپکو عدنان تک ہی منسوب فرمایا کرتے تھے۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن ہاشم بن عبد مناف ہے گویا آپکا نسب نامہ تیسری پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ملجاتا ہے۔ آپ کی نانی کا نام امِ حبیبہ بنت اسد ہے۔

اس بات میں کہ آپ اپنے والد ماجد کے کسقدر انتقال کے بعد پیدا ہوئے۔ علماء کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ دو ماہ کے بطن مادر میں تھے۔ بعض کم و بیش کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ڈیڑھ سال کے تھے جب انتقال ہوا۔ بعض کہتے ہیں اکیس ۲۱ مہینے کے تھے بعض کہتے ہیں چھ سال کے۔ مگر مذہب راجح یہ ہے کہ آپ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد دنیائے فانی سے رحلت گزیں ہوئے۔

تاریخ و ماہ و یوم و سن ولادت باسعادت آپ . . . . . دوشنبہ کے دن بارہویں ربیع الاول ۴۲ھ کسروی کو دنیا میں ظہور فرما ہوئے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے آپ تک ۶۱۱۳ برس کا فاصلہ ہے۔ جس روز آپ کی ولادت باسعادت ہوئی دنیا میں ہل چل پڑ گئی۔

روایت ہے کہ دنیا کے بت اوندھے پڑ گئے۔ جتنے آتشکدہ تھے وہ سب کے سب بجھ گئے۔ کسریٰ کے قصر کے کنگرے خود بخود گر پڑے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مصرع۔

تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

مرضعہ کا نام آپ کو آپ کی والدہ سمیت آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا (۱) والدہ ماجدہ (۲) ثویبہ مولاۃ ابی لہب (۳) خویلہ بنت المنذر۔ (۴) پھر ایک عورت سعدیہ حلیمہ نے۔ پھر تین اور عورتوں نے جنکا نام عاتکہ تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے۔

کتنے دن آپ مرضعہ کی تحویل میں رہے والدہ ماجدہ کے سات اور ثویبہ کے آٹھ روز۔ اور بیچ کی عورتوں کا حال معلوم نہیں۔ جب حلیمہ آپ کو لے گئی ہیں تو آپ کم و بیش ایک ماہ کے تھے۔ جب عمر شریف دو برس کی ہوئی حلیمہ آپ کو مکے میں لائیں اور آمنہ سے کہا اگر آپ ان کو چند دن اور میرے پاس چھوڑ دیں تو انکے قوٰے خوب مضبوط ہو جائیں گے۔ دیگر یہ کہ آجکل مکے میں وبا بھی ہے اگر میرے پاس رہینگے تو مکے کی وبا سے بھی محفوظ رہنے کا ظن غالب ہے اور یہاں رہنے میں مبتلائے وبا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آمنہ خاتون نے یہ بات منظور کر لی اور حلیمہ آپ کو واپس لے آئیں جب سن شریف چار سال کا ہوا تو فرشتوں نے سینہ

مبارک کو چاک کیا اور اس میں نور اور رحمت بھر دی۔ اس
اس واقعے کو حلیمہ کے بیٹوں نے دیکھ کر اپنی ماں سے
جا کر کہا جس سے وہ ڈر گئیں اور آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ
کے پاس پہونچا دیا۔ غرض یہ کہ آپ چار سال سے کچھ
کم حلیمہ کی تحویل میں رہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا کب انتقال ہوا

جب آپ کی عمر شریف چھ برس کی ہوئی تو ایک روز آمنہ خاتون آپ کو لے کر اپنے میکے قبیلہ بنی نجار میں چلی گئیں۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا۔ لوٹتیوں کو حضرت آمنہ نے ابوا۔ مقام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئیں تو گویا دو برس آپ والدہ صاحبہ کی تحویل میں رہے۔

آپ کی طفلی کیونکر گذری

آپ کی طفلی کے حالات بہت بسوط ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ بچپن ہی سے نہایت خدا ترس۔ رحیم۔ شجاع۔ متین۔ صادق القول۔ باحیا۔ امین اور ہمہ صفات محمودہ متصف تھے۔ اور جمیع خصائل رذیلہ اور افعال مذمومہ سے متنفر۔ آپ کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قریش مرمت کعبہ کر رہے تھے اور آپ بھی پتھر ڈھو رہے تھے۔ جس سے آپکا کندھا چھل گیا۔ عباسؓ آپ کے چچا نے کہا ازار کندھے پر رکھ لو آپ نہ مانتے تھے پر انہوں نے زبردستی رکھ ہی دی اور آپ برہنہ ہو گئے۔ برہنگی کی وجہ سے آپ اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔

آپکا متکفل کون کون اور کتنی مدت رہا۔

حلیمہ سعدیہ چار سال۔ والدہ ماجدہ دو سال دو ماہ دس یوم۔ اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ابو طالب آپ کے چچا۔

حضرت خدیجہ سے نکاح اور آپ کا سفر شام

آپ نے تین بار سفر شام کیا۔ پہلے جب آپ تیرہویں برس میں تھے تو ابو طالب آپ کے چچا نے سفر کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے اونٹ کی نکیل تھام لی اور فرمایا کہ چچا مجھے اکیلا کیوں چھوڑ چلے نہ میری ماں ہے نہ باپ۔ ابو طالب کا دل بھر آیا اور سفر میں ساتھ لے گئے راہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے گرجا میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو دیکھکر علامات نبوت سے تاڑ گیا کہ ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور درختوں کی ٹہنیاں آپ پر جھکی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھکر بحیرہ نے ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کے لئے کھانا پکوایا اور انکی دعوت کی اور حضرت کو اپنی گود میں بٹھایا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح سے دیکھا اور ابو طالب سے آپ کے کل حالات دریافت کئے۔ ابو طالب نے آپ کے جو جو احوال بیان کئے وہ بالکل اُسکے موافق تھے جو انکی کتابوں میں لکھا تھا۔

بحیرہ نے آپ کی مہر نبوت کو بھی دیکھا جو آپ کی پشت پر تھی۔ ابو طالب سے کہا کہ ان کو لکے لیجاؤ کیونکہ یہ لڑکا نبی ہونے والا ہے یہود ان کو دیکھ لیں گے تو مجھے ایسا خوف ہے کہ کہیں مار ڈالیں۔

ابو طالب اپنا مال جھٹ پٹ بیچ کھوچ مکے چلے آئے۔ جب آپ کی عمر بیس برس کی ہوئی تو پھر دوسری دفعہ سفر کیا اور اس سفر میں ابو بکر صدیقؓ بھی آپ کے ہم سفر تھے۔ اس سفر میں پھر بحیرہ سے ملاقات ہوئی۔ اس مرتبہ آپ کی نبوت کا خیال اُسکے دل میں اچھی طرح متمکن ہو گیا۔ اس دوسرے سفر میں علماء کا اختلاف ہے۔

جب سن شریف ۲۵ برس کو پہونچا ابو طالب نے آپ سے کہا میں ایک مفلس آدمی ہوں۔ خدیجہ ہر ایک شخص کو اپنا مال تجارت دیکر بھیجتی ہے اگر تم اسے اپنے واسطے کہو گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد تمکو منظور کر لیگی آپ تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ سے ذکر کیا۔ حضرت خدیجہ نے جلد منظور کر لیا اور کہا اگر تم یہ کام کرو گے تو تمکو اوروں سے دوگنا دوں گی۔ پس آپ اُنکے میسرہ غلام کے ساتھ مال تجارت کو شام گئے۔

راہ میں آپ کے عجیب و غریب خوارق میسرہ نے دیکھے اور نسطورہ راہب سے بھی ملاقات ہوئی اُس سے بھی آپ کے نبی ہونے کی خوشخبری سنی اور مال میں بھی معمولی دوگنا نفع ہوا۔ لوٹتیوں کو دوپہر کے وقت آپ مکّے میں داخل ہوئے۔ اس وقت خدیجہ اپنے بالاخانے پر بیٹھی تھی۔ آپ کی نورانی صورت دیکھی اور میسرہ سے بھی آپکا ماجرائے سفر سنا تو انہوں نے کوشش کی کہ میرا اُن سے نکاح ہو جائے۔ غرض چار سو دینار مہر پر آپکا نکاح حضرت خدیجہ سے ہو گیا۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۵ برس کی تھی اور حضرت خدیجہ کی ۴۰ سال کی تھی۔

نزول وحی جب آپ کی عمر شریف ۴۰ سال کی ہوئی اور زمانہ بعثت قریب ہوا تو جس شجر یا حجر کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور سجدہ کرتا۔ اور آپ کو سچے خواب اور انکشافات ہوتے۔ آخر جب آپ کی عمر ۴۰ سال ۷ ماہ کی ہوئی۔ آپ غار حرا میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام وحی لائے اور سورۃ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑھایا اور رسالت برحق اور نبوت کامل آپ کو مرحمت ہوئی۔ اکثر منکرین جب آپ کو دیکھتے بے ساختہ کہتے تھے لیس هذا وجه الکذابین یعنی یہ منہ جھوٹ بولنے والوں کا منہ نہیں ہے اور فوراً بے طلب معجزہ کے ایمان لاتے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اور عورتوں سے حضرت خدیجہ اور لڑکوں سے حضرت علی ایمان لائے۔ انکے بعد حضرت عثمان۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام طلحہ بن عبید اللہ ایمان لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام فرمانے لگے لیکن پوشیدہ پوشیدہ چنانچہ تین برس میں اہل اسلام کی تعداد صرف ۳۹ تک پہونچی۔ پھر حضرت عمر اسلام لائے تو بہت تقویت ہوئی لیکن کفار مسلمانوں کو برابر ستاتے رہے۔

معراج بعثت کے گیارہویں برس ستائیسویں رجب کو معراج ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے معراج کی تصدیق کی اور صدیق نام پایا۔

ہجرت جب کفار قریش مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم کرنے لگے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کی اجازت دی اور اکثر مسلمان حبشہ کو چلے گئے۔ ان میں آپ کے چچازاد بھائی جعفر طیار اور آپ کے داماد عثمان بن عفان بھی تھے۔ اور آپ کی صاحبزادی رقیہ انکے ساتھ تھیں۔ جب کفار کا ظلم و عناد حد تک پہونچگیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی اور ایک ایک کر سبھوں نے ہجرت اختیار کی۔ صرف خود بدولت اور حضرت ابوبکرؓ مع اپنے متعلقین اور حضرت علی رہ گئے۔ ایک روز ابو جہل نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا۔ یہ خبر آپ کو بھی پہونچگئی۔ آپ فوراً حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ ابو جہل نے ایسا مشورہ کیا ہے اور میرا قصد آج کی شب ہجرت کا ہے۔ تم ساتھ چلنا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں نے دو اونٹ اسی لئے خریدے ہیں۔ آپنے ایک اونٹ کی قیمت حضرت ابوبکر کو دی اگرچہ انہوں نے اسکے لینے میں بہت عذر کیا۔ تین روز تک آپ غار ثور میں چھپے رہے اور پھر وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے

آپنے مکّہ سے کب ہجرت کی اور کتنے دن مکّے میں رہے جب آپ نے ہجرت کی عمر شریف ۵۳ سال کی تھی اور نبی ہوئے ۱۳ سال ہوئے تھے۔ ۸ ربیع الاول یوم شنبہ تھا۔ روز دوشنبہ بارھویں یا تیرھویں ماہ ربیع الاول کو آپ داخل مدینہ طیبہ ہوئے اور بقولے سولھویں ربیع الاول سنہ ۱۳ بعثت مطابق ۲ جولائی ۶۲۲ء

آپ کے اخلاق آپ کا خلق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں رہا اور کبھی غلطی سے

کوئی کام مجھ سے بگڑ بھی گیا تو حضور نے مجھے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کام برا کیا اور کیوں کیا۔ اور جب ہم اچھا کام کرتے تو آپ دعا فرماتے اور جب کوئی ناخوشی کا کام کرتے تو آپ فرماتے کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا گھر کا کام سب کے ساتھ ملکر کرتے۔ اور اگر نادانی کی راہ سے کوئی آپ کو کسی کام کو کہتا تو آپ منع نہ فرماتے۔ سفر میں جو سواری ملجاتی آپ اسی پر اکتفا فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے اخلاق کیسے تھے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ یعنے آپکا خلق قرآن تھا۔ یعنی قرآن شریف میں جو اخلاق حمیدہ مذکور ہیں آپ اُن سب اخلاق سے متصف تھے۔

معتقدانہ طور پر مدینے کے لونڈی غلام طلب برکت کے لئے آپ کے پاس پانی کے برتن لاتے۔ اور درخواست کرتے کہ آپ اس میں اپنا دست مبارک ڈالدیں اگرچہ موسم جاڑے کا بھی ہوتا۔ مگر آپ انکی خاطرداری سے پانی میں ہاتھ ڈبو دیتے۔

تعداد غزوات حضور علیہ السلام آپ کے غزوات کی تعداد میں علماء مورخین کا اختلاف ہے بعض ۱۹ بتلاتے ہیں اور بعض ۲۶۔ اور بعض ۲۷ اور بعض ۲۹ کہتے ہیں ان میں سے ۹ لڑائیوں کے سوا اور لڑائیوں میں کشت وخون کی نوبت نہیں آئی جنکے نام یہ ہیں:۔

(۱) جنگ بدر (۲) جنگ احد (۳) جنگ خندق (۴) جنگ بنی قریظہ (۵) جنگ بنی مصطلق (۶) جنگ خیبر (۷) فتح مکہ (۸) جنگ حنین۔ (۹) جنگ طائف۔

بعض کہتے ہیں کہ ۱۲ لڑائیوں میں جدال وقتال کی نوبت آئی اور لڑائیوں میں ایسی نوبت نہیں آئی۔

تعداد افواج محمدی علیہ السلام مورخین لکھتے ہیں کہ اسمیں کلام ہے کہ آیا ۳۵ سریہ یا ۴۸ سریہ ہیں۔ اور ہر ایک سریہ چار سو آدمی کے لشکر کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر تقریباً ۱۹۲۰۰ ہزار دو سو مجاہدین کا ہوتا ہے۔ اور تعداد اصحاب کی نسبت مورخین کہتے ہیں کہ جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا۔ اسوقت آپ کے ہمراہ دس ہزار مجاہدین تھے اور جنگ حنین میں ۱۲ ہزار آدمی تھے۔ اور جنگ تبوک میں ۷۰ ہزار مجاہدین تھے۔ حجۃ الوداع میں ۸۰ ہزار مسلمان تھے جسمیں ۴۰ ہزار ہمرکاب تھے۔ اور بوقت وفات حسرت آیات ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابی موجود تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منشی کبھی اس خدمت کو حضرت عثمان بن عفان انجام دیتے تھے۔ اور کبھی حضرت علی رضؓ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس خدمت کو اوروں نے بھی انجام دیا ہے۔ چنانچہ خالد بن سعید۔ ابان بن سعید علاء الدین الحضرمی۔ ابی ابن کعب۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ ابن سعد بن ابی سرح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ حنظلۃ الاسیدی بھی اس خدمت پر مامور رہے ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور نام سب سے اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا۔ اسوقت حضرت کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ انکے بعد سودہ بنت زمعہ بن قیس سے نکاح کیا اسکے بعد حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضؓ سے پھر حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے۔ آپ کی پانچویں بی بی کا نام زینب بنت خزیمہ بن حارث ہے۔ چھٹی بی بی کا نام ام سلمہ بنت ابی امیہ مخزومی تھا۔ اور ساتویں بی بی کا نام زینب بنت جحش تھا۔ آٹھویں بی بی کا نام جویریہ بنت الحارث بن ابی جرارہ تھا۔ نویں بی بی کا نام ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے۔ دسویں بی بی کا نام صفیہ بنت حی بن اخطب تھا۔ گیارھویں بی بی کا نام میمونہ بنت الحارث الہلالیہ تھا۔

آپ کی چار لونڈیاں بھی تھیں۔ اول ماریہ قبطیہ انہیں سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ دوم ریحانہ سوم جمیلہ۔

چوتھی کا نام بیان نہیں کیا گیا۔ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ انکو زینب بنت جحش نے حضرت کو ہدیۃً دیا تھا

آپ کی اولاد | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ صرف ایک حضرت ابراہیمؓ ماریہؓ بنت سے تھے۔ اور باقی آپ کی سب اولاد خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

قاسم۔ طیب۔ طاہر۔ عبداللہ۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ۔ آپ کے سب فرزندوں کی وفات صغر سنی میں واقع ہوئی۔ مگر بیٹیاں جوان بھی ہوئیں اور بیاہی بھی گئیں۔

آپ کے گھوڑوں کے نام | پہلے پہل حضرت نے مدینہ میں قبیلہ فزارہ کے ایک اعرابی سے دس اوقیہ کو ایک گھوڑا خریدا تھا۔ جسکا نام سکب تھا۔ جنگ احد میں آپ اسی گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت کا ایک اور گھوڑا تھا۔ جو ملاوح کے نام سے مشہور تھا۔ یہ گھوڑا پہلے ابی بردہ بن ابی نیار کے پاس تھا۔ ایک اور گھوڑا تھا جسکا نام مرتجز تھا جو بنی مرہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا۔

آپ کے تین اور بھی گھوڑے تھے جن سے ایک کا نام لزاز۔ دوسرے کا طرب اور تیسرے کا لحیف تھا

آنحضرت کے ہتھیاروں کے نام | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک تلوار کا نام ذوالفقار تھا جو غزوہ بدر میں ملی تھی۔ اور غزوہ بنی قینقاع میں آپ کو تین تلواریں ملی تھیں۔ قلعي۔ بتار۔ حتف۔ آپ کے پاس اور بھی دو تلواریں تھیں جن سے ایک کا نام مخذم اور دوسری کا نام رسوب تھا۔

آپ کی تین کمانیں تھیں۔ ایک کا نام روحاء تھا اور ایک کا بیضا اور ایک کا صفرا۔

آپ کی تین زرہیں تھیں جن سے ایک کا نام صعدیہ۔ دوسری کا فضہ تیسری کا ذات الفضول۔ آپ کی ڈھال بھی تھی جسپر بکری کی تمثال تھی مگر آخر تک وہ آپ کے پاس نہیں رہی۔

حلیہ شریف صلے اللہ علیہ وسلم | قد شریف میانہ اور بیتال سر مبارک بزرگ بحد اعتدال۔ موئے سر گھنگرالے۔ گاہے تا بگوش اور گاہے تا بہ نرمۂ گوش۔ روئے شریف مرآت جمال الٰہی اور آئینہ انوار نامتناہی۔ جبین نور آگین واضح اور کشادہ۔ ابروے باریک مانند تیغ عریان قریب بہ پیوستگی مثل کمان۔ چشم سرگین بہت شرگین بادہ حسن سے سرشار اور سرخ سرخ ڈورے انمیں نمودار۔ مژگان دراز و زیبا۔ گوش مبارک دور و نزدیک سے یکساں شنوا۔ بینی پرانوار بلند اور اسپر نور کا ابھار۔ رخسارے نرم نرم برنگ گل احمر۔ لبہائے نازک برگ گل تر۔ دندان نور افشاں مثل گوہر آبدار۔ جب تبسم فرماتے۔ تو دانتوں کی چمک سے در و دیوار تک منور ہو جاتے۔ صورت احسن۔ اور فصاحت و بلاغت جسقدر آپ میں تھی کسی اور کو خالق یکتا نے نہ دی تھی۔ لحیۂ مقدس کمال زیبا اور خوب گھنی اور خوشنما۔ گردن شریف برنگ مینائے بہشت بہت مصفا۔ شانے اونچے اونچے اور اپر بال اور دونوں میں کچھ جدائی تھی۔ بغل شریف صاف جس سے بوئے مشک پیدا۔ سینہ مبارک چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا تھا۔ شکم مبارک ہموار اور صاف تھا مگر ایک خط موئے باریک کا سینہ سے ناف تک ہویدا۔ دونوں شانوں میں مُہر نبوت چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے وبین کتفیہ خاتم النبوۃ۔ دست مبارک دراز۔ کلائیاں چوڑی اور پر گوشت۔ انگلیاں دراز موافق اعتدال۔ ناخن شریف غیرت ہلال۔ پنڈلیاں بہت مصفا اور باریک کم گوشت نہ چنداں دراز نہ چنداں عریض بدرجۂ اعتدال۔ قدم مبارک کبھی خاک راہ سے آلودہ نہ ہوا۔ جسم شریف آپکا کمال روشن اور

نورانی تھا۔ اور جو عضو اعضائے بدن مبارک سے تھا خوشنما اور دلکش اور دلربا تھا۔ چنانچہ براء ابن عازب صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو شب ماہ میں حلہ سرخ دھاریدار پہنے ہوئے دیکھا۔ چشم شوق سے بار بار آپ کے جمال پر انوار کو میں دیکھتا تھا اور ماہتاب پر نظر کرتا تھا۔ قسم ہے خدائے بزرگ کی کہ جسم شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چاند سے زیادہ روشن تھا اور اس سے زیادہ پرنور تھا۔

معجزات آنحضرتؐ | ہزار معجزات سے زیادہ ہیں اور بعض کہتے ہیں تین ہزار معجزات آپ سے ظاہر ہوئے۔

تاریخ و یوم و سن وفات شریف | آپ نے بعمر ۶۳ سال ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۱ھ کو انتقال فرمایا۔ وفات کی صورت یوں ہوئی کہ ایک روز آپ کو بلغمی بخار آیا۔ اور بڑھتا گیا۔ حتی کہ آپ مسجد میں نماز کے لئے نہ جاسکے امامت کا حکم حضرت ابوبکر کو فرمایا۔ جب ابوبکر امامت میں مشغول ہوئے تو آنحضرت کی جگہ خالی دیکھکر بے اختیار روئے اور آواز رونے کی بلند ہوئی۔ یہانتک کہ آنحضرت کے کانوں تک پہونچی اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے اور حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی بعد نماز کے آپ نے تسکین کے کلمے فرمائے اور مسلمانوں کو نیکی کی نصیحت کی۔ اسی عرصہ میں ایک لشکر آپ نے شام کیطرف روانگی کے لئے آمادہ کیا اور اسامہ بن زید کو اسکا سردار کیا۔ لیکن یہ لشکر ہنوز روانہ نہ ہوا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عارضہ بڑھ گیا۔ اور لشکر ٹھہر گیا۔ یہانتک کہ ابوبکر رض نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اُسکو روانہ کیا۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ آپ نے اس بیماری میں ایک روز حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ تمہارے باپ کے لئے خلافت نامہ لکھدوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اسکی ضرورت نہیں کیونکہ مومن لوگ انکے سوا دوسرے کو سوار نہ کرینگے۔ اور اللہ تعالے کی مشیت بھی یہی ہے۔

الغرض اسی بخار میں آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے میں دوشنبہ کے روز بارہویں ربیع الاول کو ۱۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ صحابہ کو اس حادثہ سے بڑا صدمہ ہوا۔ اکثروں کے ہوش جاتے رہے۔ حضرت عثمان رض ایک مدت تک سکوت میں رہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے جو ایسا کہیگا اسے قتل کروں گا اور اسی لئے ننگی تلوار لئے پھرتے تھے۔ حضرت ابوبکر اپنے مکان پر اسوقت نہ تھے خبر وفات سنکر دوڑے آئے اور حجرے میں چلے گئے آپ کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے اور فرمایا کہ جیسا آپ زندگی میں خوشبودار تھے ویسے ہی بعد ممات بھی ہیں۔ جب باہر آئے اور حضرت عمر کا حال دیکھا۔ منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا کہ اے مسلمانو مضطر نہ ہو۔ اور آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الآیۃ پڑھ سنائی اور فرمایا کہ اگر تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پوجتے تھے تو انہوں نے انتقال فرمایا۔ اور اگر اللہ کی عبادت کرتے تھے تو وہ زندہ اور قائم ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ جب حضرت عمر نے یہ مضمون سنا تو انکو ہوش آیا اور اپنے قول سے تائب ہوئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے بارے میں لوگوں کو اختلاف ہوا۔ مگر حضرت ابوبکر رض نے فرمایا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پیغمبر وہیں مدفون ہوتا ہے جہاں اُسکی وفات ہو حضرت فاطمہ کو اس حادثہ سے اسقدر صدمہ ہوا کہ چھ مہینے تک زندہ رہیں اور نہ ہنسیں۔

محمدؐ (ل) تعریف کیا گیا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جسمیں یہ لفظ تین دفعہ آیا ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ (س-محمد-ع ۱)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ اور جو محمد پر نازل ہوا ہے اسپر ایمان لائے کہ وہ برحق ہے۔ انکے پروردگار کی طرف سے خدا نے انکے گناہ ان پر سے اتار دئے اور انکی حالت بھی درست کردی۔ اسیطرح اور دو جگہ بھی اسی سورۃ میں لفظ محمد آیا ہے

محمد باقر | امام زین العابدین علیہ السلام کے لڑکے تھے۔ بروز جمعہ غرہ رجب ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت امام حسن تھا۔ آپ کے کمالات اور مناقب بہت ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ صحابی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے جابر شاید تو ایک کو میرے فرزندوں سے کہ اسکا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا اور اللہ تعالے اسکو نور اور رحمت دیگا دیکھے میرا سلام اسکو پہونچانا میں نے سلام آپکا پہونچایا تو انہوں نے فرمایا وعلیہ السلام۔

ابو البصیر سے روایت ہے کہ ایک روز ہم نے حضرت امام سے پوچھا کہ آپ ذریت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ ان کے علم کا میراث پایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کہ آپ کی دعا سے مردہ زندہ اور اندھا آنکھ والا اور کوڑھی شفا پاسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور ایک ہاتھ میری آنکھوں پر کہ نابینا تھیں ملا تو وہ روشن ہوگئیں۔ اور میں نے زمین و آسمان دیکھے۔ پھر آپ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور بدستور نابینا ہوگئیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ جنت میں بے حساب داخل ہو تو قسمت پر قانع رہ۔ میں نے اسکو منظور کیا۔ آپ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی۔ عمر آپ کی اسوقت ۵۷ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں امام حسنؑ کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ جعفر۔ عبداللہ۔ ابراہیم رضا علی زید۔ اور دو بیٹیاں تھیں۔ زینب اور ام سلمہ (تذکرۃ الکرام)۔

محمد بن ابراہیم | آپ مدینہ میں رہتے تھے۔ لقب صندل تھا۔ بڑے ثقہ عالم حدیث تھے ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے (کن)

محمد بن ابراہیم تیمی | ثقات علمائے حدیث سے ہوئے ہیں ۱۲۰ھ میں وفات پائی (کن)

محمد بن اسمٰعیل مغربی | ایک عجیب حال کے بزرگ تھے۔ کئی سال تک صرف گھاس پات پر گذارہ کرتے رہے اور اناج کو مونھ تک نہیں لگایا۔ ۲۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

محمد بن المثنّٰی | محمد بن المثنی غزی بصری۔ بڑے ثقہ محدث تھے۔ (کن)

محمد بن منکدر تیمی | زبردست محدث تھے ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ صرف حضرت ابراہیمؓ ماریہ بنت شمعون سے تھے۔ باقی سب اولاد آپ کی خدیجہ رضؓ کے بطن سے تھی۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے نام حسب ذیل ہیں:-

قاسمؓ۔ طیبؓ۔ طاہرؓ۔ عبداللہؓ زینبؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ فاطمہؓ۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سب فرزندوں کی وفات صغر سنی میں واقع ہوئی ہے۔ مگر بیٹیاں جوان بھی ہوئیں اور بیاہی بھی گئیں۔

محمدی | (ل)، منسوب بمحمد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیروؤں کو محمدی کہتے ہیں۔ دین محمدی سے مراد دین اسلام ہوتا ہے۔

محمل کجاوے۔ جو ہر سال قاہرہ اور دمشق سے بطور شاہی نشان کے حج کے موقعہ پر بہت اعلیٰ اور سجے ہوئے اونٹ پر مکّہ بھیجے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سلطان ظہیر نے جو شاہ مصر تھا پہلے پہل اس رسم کو سنہ ۱۲۷۲ء میں جاری کیا۔

محمودیہ شیعوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جسکا بانی میر شریف اکبر کے زمانے میں ہوا ہے۔

محیض حالت حیض۔ حیض (ع)
حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کو بغیر کسی بیماری کے رحم سے آوے اور وہ عورت سن ایاس یعنے ناامیدی کے سن کو بھی نہ پہنچی ہو۔ سن بلوغ ۹ برس ہے۔ اور سن ایاس ۵۵ برس ہے۔ لیکن حواشی چلپی میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سن ایاس ۵۰ برس ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے۔

قرآن مجید میں حیض کی بابت یوں ارشاد ہوتا ہے۔
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۚ قُلْ هُوَ اَذًى تا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (س۔ البقرہ۔ ع ۲۸)
اور اے پیغمبر! لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو ان کو سمجھا دو کہ وہ گندگی ہے۔ تو (حیض کے دنوں) میں عورتوں سے الگ رہو۔ اور جب تک پاک نہ ہولیں انکے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب نہا دھولیں تو جدھر سے اللہ نے تمکو حکم دیا ہے اُنکے پاس جاؤ۔ بے شک اللہ توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

شرع میں حیض کے لئے کوئی معیّن اور محدود مدّت صاف طور پر بیان نہیں ہوئی۔ لیکن عام طور پر حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس روز اور کم سے کم تین روز ہے۔ حیض کی اصل مدت ہر عورت کے لئے اسکی معمولی عادت ہے۔ اور جب یہ ہے تو ہر ایک عورت کو ہر حالت میں اپنی عادت کے مطابق کام کرنا چاہئے عادت سے زیادہ خون آئے تو اسے حیض نہیں بلکہ بیماری میں شمار کیا جائیگا۔ اور ایسی عورت کو مستحاضہ کہیں گے۔

حیض والی عورت کو قرآن پڑھنا پڑھانا۔ اُسے مس کرنا چھونا۔ مسجد میں جانا۔ بیت اللہ کا طواف کرنا منع ہے۔ مسجد کے باہر سے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے اُٹھالے تو جائز ہے۔ ایسی عورت کے ساتھ باستثناء جماع اُور سب باتیں جائز ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ یعنے ہمبستری کے علاوہ اور سب باتیں حیض والی عورت سے جائز ہیں۔ جیسے بوس وکنار۔ ساتھ سونا۔ ساتھ کھانا۔ ساتھ پینا۔ بدن سے بدن لگانا۔ وغیرہ۔ جو شخص حالت حیض میں حلال جانکر عورت سے ہمبستر ہوگا کافر ہو جائیگا۔ یعنی دائرہٗ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ کیونکہ اس نے قصداً وارادۃً حکم شرعی کے خلاف کیا۔ اور حرام جانکر ایسا کرے گا تو مرتکب کبیرہ کا ہوگا۔ اور اسپر کفّارہ دینا واجب ہوگا۔ پھر اس کفارہ میں تفصیل ہے۔ اگر ایسے وقت ہمبستر ہوا ہے کہ خون سرخ آرہا تھا۔ تو ایک دینار ورنہ آدھا دینار ایک دینار چھ روپے کا ہوتا ہے۔ جبکہ سونے کا بھاؤ ۱۶ روپے کا ہو۔ حالت حیض ونفاس میں جو مرد وعورت کو مقاربت سے منع کیا گیا ہو تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ ان وقتوں میں مقاربت کرنے سے امراض خبیثہ کے پیدا ہو جانیکا احتمال قوی ہے۔ اور اگر اسوقت استقرار حمل ہوگیا تو اولاد ردی پیدا ہوگی۔ حیض و نفاس کی حالت میں نماز روزہ معاف ہے۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ اور نماز کی قضا بھی نہیں۔

مُحْیِی (ع) مخلوق کو زندہ رکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ احیاء کا اسم فاعل ہے۔ اور احیاء کہتے ہیں جسم میں حیات پیدا کرنے کو۔ قرآن مجید کی

سورۂ روم رکوع ۵ میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کچھ شک نہیں کہ یہی (خدا تو قیامت کے دن) مُردوں کا (بھی) جلانیوالا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مخالطت باہم ملنا جلنا۔ (غ) خدا کے نیک بندوں سے میل جول رکھنا اچھا اور بروں سے ملنا جلنا برا ہے۔

مختصر وقایہ فقہ میں نہایت مختصر متن ہے جو باوجود غیر معمولی اختصار کے بہت سے فقہی مسائل پر حاوی ہے۔ اسکے مصنف شیخ عبیداللہ بن مسعود ہیں۔ ان کے جد بزرگوار مولانا محمود بن صدر الشریعۃ ان کے حفظ کرنے کے لئے ایک کتاب وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ تصنیف کی۔ جو نہایت مختصر تھی انہوں نے اسکا خلاصہ کرکے اس کا نام مختصر وقایہ رکھا۔

مُخدّرہ پردہ نشین عورت۔ پاک عورت۔ یہ خدر سے ماخوذ ہے جسکے معنے پردے کے ہیں (غ)

مدارج النبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات وفضائل میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی زبان میں تصنیف ہے۔

مداہنۃ لفظی معنے چرب زبانی وخوشامد (غ) (ص) میں مداہنۃ کے یہ معنے ہیں کہ کسی بری بات کو دیکھکر باوجود اسکے دفع پر قادر ہونے کے پھر اسکو دفع نہ کرنا۔ یا تو اسکے مرتکب کی رعایت کے لئے۔ اور کسی اور کی رعایت کے لئے۔ یا دین میں لاابالی ہونے کی وجہ سے۔ (تتح)

مدبّر اس غلام کو کہتے ہیں جسے آقا کہدے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ ایسا غلام آقا کے مرتے ہی آزاد ہوجائیگا (رحمۃ)

مدبّر کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق اور مقید۔ مدبر مطلق وہ ہے جسکا عتق موت مطلق سے معلق ہو جیسے کہ کہدے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ یا موت کے ساتھ اتنے برس کی قید لگائے جس میں اکثر آدمی مرجاتا ہے جیسے کہدے کہ اگر میں سو برس تک مرگیا تو تو آزاد ہے۔ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق موت مقید سے معلق ہو۔ جیسے یوں کہے کہ اگر میں اس مرض میں مرگیا تو تو آزاد ہے (تتح)۔

مدثّر دثار سے مشتق ہے اور دثار کہتے ہیں اس کپڑے کو جو شعار کے اوپر ہو۔ اور شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا ہو۔ تو مدثر کے معنے ہوئے کپڑا اوڑھے ہوئے (تف)۔

قرآن مجید کی ایک سورہ کا نام ہے جسکے شروع میں یہ لفظ یوں آیا ہے یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ یعنے اے جو چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں غار حراء میں گوشہ نشین تھا۔ جب نیچے اترا تو آواز آئی۔ میں نے داہنیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب اوپر کو سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حراء میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا آسمان وزمین کے درمیان دکھائی دیا۔ اس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی۔ اور گھر میں آکر کہا۔ دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ یعنے مجھے کپڑا اوڑھاؤ۔ تب یہ سورۃ نازل ہوئی۔

عام مفسرین تو مدثر کے ظاہری معنے مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ خدا نے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علیؓ ایکبار مٹی پر سوئے ہوئے تھے کہ آپ نے پیار سے فرمایا۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَاب۔

اب اس کپڑا اوڑھنے کی چند وجوہ علمائے بیان

فرماتے ہیں۔

(۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہونے لگی جس سے آپ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت پُرمحبت پر خطاب کیا گیا۔

(۲) کفار قریش نے جمع ہوکر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لئے لفظ ساحر تجویز کیا۔ اور پکار دیا تو اس سے آپ کو رنج ہوا۔ اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا۔ جس لئے کپڑا اوڑھکر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کر کے فرمایا۔ اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔

ایک گروہ علما کا کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ یا اس سے یہ مراد ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہیگا۔ کھڑا ہو۔ (لف)

مدعا علیہ مدعا علیہ دعوے یا مقدمہ میں فریق ثانی کو کہتے ہیں۔ فقہا نے اس کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ قدوری میں لکھا ہے کہ مدعا علیہ وہ ہے جس کو خصومت (جھگڑے) پر مجبور کیا جائے اور وہ دعوے کو قبول نہ کرے۔ فتاوئے عالمگیری میں لکھا ہے کہ یہ تعریف صحیح ہے۔

مدعی وہ شخص جو دوسرے پر دعوے کرے۔ جسپر دعوے کیا جائے اُسے مدعا علیہ کہتے ہیں۔ فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر مدعی چاہے کہ مدعا علیہ جو اس شہر کا جہاں حاکم ہے مدعی کے مقام میں حاضر ہو تو اسکی بات قبول نہ کیجائے گی۔ اور اگر مدعا علیہ کے شہر میں حاکم نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس شہر میں حاکم نہ ہو وہاں سے مدعا علیہ کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔ لیکن اگر دونوں کے درمیان اسقدر فاصلہ ہو کہ مدعا علیہ لوٹ کر اسی دن اپنے شہر کی طرف آجائے تو حاکم مدعا علیہ کو طلب کر سکتا ہے۔ اور امام شافعی و امام احمد فرماتے ہیں کہ حاکم مدعا علیہ کو ہر صورت میں بلا سکتا ہے (رحمۃ) والتفصیل فی کتب الفقہ۔

مدین بحیرۂ قلزم کے کنارے تبوک کے مقابل چھ منزل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے۔ یہیں وہ کنواں ہے جس سے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ مدین دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جو ملک عرب میں آرہے تھے۔ انکی نسل کے لوگ اس جگہ رہتے تھے اسلئے اس بستی کا نام مدین پڑگیا ان کے قبیلہ کا نام بھی مدین ہی ہے۔ یہیں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام (دیکھو شعیب) کو نبی بناکر ان لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ (س-۸ اعراف-ع ۱۱)۔

اور (ہم ہی نے) مدین (والوں) کی طرف انکے بھائی شعیب کو (پیغمبر بناکر بھیجا) اُنہوں نے (لوگوں کو جاکر) سمجھایا کہ بھائیو! اللہ (ہی) کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی (اور) معبود نہیں۔

مدینہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب دس منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی اور جسکی پختہ فصیل بنی ہوئی ہے۔ اسکی آبادی فصیل سے باہر بھی ہے۔ مگر مکہ کی آبادی سے اسکی آبادی کم ہے۔ مکانات کی وضع قطع مکہ کے مکانات کی سی ہے۔ یہاں گرمی و سردی تقریباً ایسی ہوتی ہے جیسی ہندوستان کے شہر دہلی میں۔ اسکے ارد گرد کھجوروں کے باغ ہیں انکو کنوؤں اور کاریزوں سے پانی دیا جاتا ہے۔ وسط شہر میں مسجد نبوی ہے جس کو

حرم شریف کہتے ہیں یہ نہایت شاندار اور پر تکلف عمارت ہے جو لاکھوں روپوں میں تیار ہوئی ہے۔ جہاں اب مسجد نبوی ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک محلہ تھا۔ آپ کے وقت میں یہ مسجد ایک چھوٹی سی جگہ میں تھی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے فراخ کر دیا۔ پھر خلفاء بنی امیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے اور دیگر لوگوں کے گھروں کو بھی شامل کر لیا۔

مسجد کے کونہ میں ایک بلند عمارت ہے جس کے اوپر سبز گنبد۔ اسکے اندر ایک درجہ چھوڑ کر ایک اور گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے۔ اسکے اندر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ یہ تمام عمارت نہایت پر تکلف اور سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے یعنی سبز مخمل کے بڑے بیش بہا پردے پڑے ہوئے ہیں جن پر نہایت خوشخط سنہری خطوں سے کتبے لکھے ہوئے ہیں۔ اسی شہر کی غربی سمت میں وہ جگہ بھی ہے جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ شہر کے شرقی دروازہ کے باہر ایک احاطہ بنا ہوا ہے جو بقیع الغرقد کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں مہاجرین اور انصار میں سے بڑے بڑے صحابہ اور اہل بیت کی قبریں ہیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ کی سمت دو میل کے فاصلہ پر ایک بستی بنام قبا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو تشریف لائے تو پہلے یہاں ہی نہضت فرما ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ کی جنوبی اور شمالی سمت میں کئی میل کے فاصلہ سے پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں۔ جنوبی سمت کے سلسلۂ کوہستان کا نام جبل عیر اور شمالی کا نام اُحد ہے۔ اسکے دامن میں ان شہدا کے مزارات ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے تھے (رضی اللہ عنہم)

مسجد نبوی کے غرب میں ایک بہت بڑا کتب خانہ ہے اسکے پاس ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا گھر تھا۔ مدینہ کے بازار اگرچہ چنداں وسیع نہیں مگر بارونق ضرور ہیں۔ شہر میں عمدہ پانی اور سبزی اور پھل بکثرت ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ نہایت سرسبز اور شاداب جگہ پر واقع ہے۔ یہاں کے لوگ نہایت نرم دل۔ مہربان۔ مہمان نواز اور بے تکلف ہیں۔ شہر کی شرقی سمت کئی میل کے فاصلہ پر یہودیوں میں سے بنی نضیر اور بنی قریظہ کی گڑھیاں بھی تھیں جنکے اب کچھ نشانات بتلانے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے مدرسے اور شفاخانے اور سرائیں ہیں۔

مدینہ منورہ کے جنوب میں چار یوم کی مسافت کے فاصلہ پر فرع نام ایک مقام ہے۔ جہاں بہت سے کھجوروں کے جھنڈ ہیں۔ مدینہ سے مکہ معظمہ کی سمت چار میل کے فاصلہ پر ایک فرحت افزا وادی بنام عقیق ہے جسکا پانی نہایت عمدہ اور خوشگوار ہے (تفسیر حقانی)۔

حنفیوں کے نزدیک مدینہ منورہ اور اسکے گرد و نواح مکہ کے حرم جیسی نہیں۔ بلکہ یہاں کے درخت کاٹنا اور شکار کرنا جائز ہے (منظ)۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے (مش)۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ نے مجھے وحی کی کہ مدینہ۔ بحرین اور قنسرین میں سے جونسی بستی میں آپ (رہنے کے لئے) اُتریںگے وہی آپ کی ہجرت کا گھر ہوگا۔ (مش)۔

ابوبکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ نے فرمایا۔ مدینہ میں دجال داخل نہ ہوگا۔ اسکے نکلنے کے روز مدینے کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے (حفاظت کے لئے) مقرر کئے جائیں گے (")

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ الٰہی! مدینہ میں مکہ کی برکت سے دوچند برکت دے (")۔

اولاد خطاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے قصد سے میری زیارت کی قیامت کے دن وہ میری پناہ میں ہوگا۔ اور جو مدینہ میں رہا اور اسکی مصیبتوں پر صبر کرتا رہا قیامت کے روز میں اسکا گواہ اور شفیع ہوں گا۔ اور جو مکہ اور مدینہ میں سے کسی ایک میں مریگا خدا اسے امن والے آدمیوں میں سے اُٹھائیگا (")

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حج کر کے میرے فوت ہونیکے بعد میری زیارت کی وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ (")

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے لوگ پہلا پھل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لاتے تھے۔ آپ اُسے لیکر فرماتے الٰہی ہمارے پھلوں اور شہر اور صاع اور مُد میں برکت دے۔ الٰہی ابراہیم تیرے بندے اور دوست اور پیغمبر تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ اُنہوں نے تجھسے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں تجھسے اُنکی دعا کے دوچند مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اہلبیت میں سے کسی لڑکے کو بلا کر اُسے وہ پھل دیدیتے (")

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ابوبکرؓ اور بلالؓ کو تپ چڑھ گیا۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! مدینہ کو مکہ کی طرح ہمیں پسندیدہ بنا دے بلکہ اس سے بھی زیادہ اسکی آب و ہوا کو درست کر۔ اسکے صاع اور مُد میں برکت دے۔ اس میں جو بخار شروع ہو گیا ہے اسے یہاں سے نکالکر جحفہ میں جا چھوڑ (")

سفیان بن ابی زہیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ یمن فتح ہوگا۔ تو لوگ اپنے اہل و عیال۔ اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کریں گے۔ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ انکے لئے بہتر ہوگا۔ شام فتح ہوگا۔ تو لوگ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کرینگے۔ اگر انہیں سمجھ ہو تو مدینہ اُنکے لئے بہتر ہوگا۔ عراق فتح ہوگا تو لوگ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے سمیت نقل و حرکت کرینگے اگر وہ سمجھیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ (")

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی بستی میں ہجرت کرنیکا حکم ہوا ہے جو سب بستیوں پر غالب ہے۔ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے یہ بُرے لوگوں کو اسطرح نکالدیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کر دیتی ہے۔ (")

ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت ہرگز نہ آئیگی یہاں تک کہ مدینہ شریروں کو اسطرح دور پھینکدیگا جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کر دیتی ہے۔ (")

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دروازوں پر فرشتے نگہبان ہیں۔ طاعون اور دجال داخل ہونے نہ پائینگے (")

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے

فرمایا اگر مدینہ والوں سے کوئی شخص مکر و فریب کریگا تو اسطرح گھل جائیگا جیسے نمک پانی میں۔ (〃)

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُحد کا پہاڑ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اسکے دوستدار رکھتے ہیں۔ (〃)

حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں اسلام مدینہ کی طرف سمٹ کر اسطرح آجائیگا جیسا کہ سانپ اپنے بِل کیطرف سمٹ کر آجاتا ہے۔

ذلّ اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ (ل، ذلیل کرنیوالا۔ یہ اذلال سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں۔ خوار و ذلیل کرنے کے۔ یعنے خدا جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ دنیا میں توفیق طاعت سلب کرکے اور آخرت میں اسفل السافلین میں داخل کرکے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

یہ اسم بعینہٖ تو قرآن میں موجود نہیں ہاں اسکا مشتق موجود ہے۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (س۔ آل عمران۔ ع ۳) اور تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

مراقبہ اس کے معنے ہیں آدمی کو ہر وقت اسبات کا علم رہنا کہ خداوند کریم اُسکے ہر ایک کام اور فعل کو دیکھ رہا ہے۔ (تع)

مراقبہ کے معنے اہل سلوک کے نزدیک دل کو برائیوں سے بچا رکھنے کے ہیں۔ بعض کے نزدیک مراقبہ اس بات کا نام ہے کہ آدمی معلوم کرلے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ بعض کے نزدیک مراقبہ یہ ہے کہ آدمی خدا کی اسطرح عبادت کرے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہیں تو اتنا خیال رکھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

عارف کہتے ہیں کہ مراقبہ دو قسم ہے۔ ایک عوام کا مراقبہ اور دوسرا خواص کا۔ عوام کا مراقبہ خدا کے خوف کا نام ہے۔ اور خواص کا مراقبہ اس سے امید کا نام ہے

ابن عطارہ سے کسی نے پوچھا۔ سب عبادتوں سے بہتر عبادت کیا ہے۔ کہا ہر وقت خدا کا دھیان رکھنا بعض نے کہا ہے مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ جس چیز کو خدا نے پسند کیا ہے آدمی اُسکو پسند کرے۔ جس کو عظمت دی ہے اسکی تعظیم کرے اور جسے حقیر کیا ہے اسے حقیر سمجھے۔

اسرار الفاتحہ میں لکھا ہے کہ مراقبہ دل کو خدا کے مشاہدہ کیطرف متوجہ کرنے سے عبارت ہے۔ خاص لوگوں کے نزدیک مراقبہ ظاہر اور باطن کو خدا کے لئے خاص کردینے کا نام ہے۔

بعض نے مراقبہ کے یہ معنے کئے ہیں۔ نفس کا اپنے حول اور قوت سے نکلکر خدا کے لطف اور رضا کے درس میں اسطرح آجانا کہ اسکے غیر سے کچھ سروکار نہ رکھے اور اسکے عشق کے دریا میں مستغرق اور اسکے دیدار کا مشتاق ہو۔ اسکا ابتدائی مرحلہ اعضا و جوارح کا مخالفتوں سے محفوظ رکھنا اور آخری مرحلہ خدا کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہنا ہے۔

حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے بہتر عبادت اوقات کی حفاظت ہے جو اسطرح ہوتی ہے کہ آدمی اپنی حقیقت کے سوا کسی چیز کا مطالعہ نہ کرے اور خدا کے سوا کسی کا خیال نہ کرے۔ اور اپنے وقت کے سوا کسی سے میل جول نہ کرے۔

علم تجوید کی اصطلاح میں اگر ایسے دو کلمے جمع ہوں کہ اگر ان میں سے ایک پر وقف کیا جائے تو دوسرے پر وقف ناجائز ہو تو اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ کبھی دو وقفوں میں مراقبہ علی التضاد ہوتا ہے اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ اگر ایک کلمہ پر وقف کیا جائے تو دوسرے پر وقف ناجائز ہوتا ہے۔ جیسے اگر لَارَيْبَ فِيْهِ میں لَارَيْبَ پر وقف کیا جائے تو فِیْہِ پر ناجائز ہے۔ و بالعکس۔

ایسے ہی وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللہُ اور وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ میں مراقبہ ہے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ پہلے جسے مراقبہ فی الوقف کا پتہ لگا ہے وہ ابوالفضل رازی ہے۔ اس نے اس اصطلاح کو مراقبہ فی العروض کی اصطلاح سے لیا ہے بعض اسے معانقہ بھی کہتے ہیں (ک)

مراہقہ حج کے آخری وقت کے قریب مکہ میں پہنچنا (من)

مراہق وہ لڑکی یا لڑکا جو قریب البلوغ ہو (تع)

مرتد وہ شخص جو دین اسلام سے پھر گیا ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھو۔ ارتداد)

مَرثیہ میم کی فتح اور ثا کی کسرہ اور یا کی فتح سے یا کی تشدید سے پڑھنا غلط ہے مردے کے اوصاف بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ (غ)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ خوانی سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ)

مرجیہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ اس لفظ کا مادہ رجا ہے جسکے معنے امید کے ہیں چونکہ اس فرقہ کو امید ہے کہ اللہ گنہگاروں کو ثواب دیگا۔ اسی وجہ سے یوں کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر نہیں کرتی۔ جسطرح کہ کفر کے ہمراہ کوئی طاعت نفع نہیں دیتی۔

یا یہ لفظ ارجاء بمعنے تاخیر سے ہے۔ اسلئے کہ اُنہوں نے اصحاب کبائر کے حکم کو آخرت تک موٴخر رکھا ہے۔ انکے نزدیک صاحب کبیرہ پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا کہ دوزخی ہے یا جنتی۔ یا اسلئے کہ وہ حضرت علی کی تاخیر درجہ اول سے درجہ چہارم پر کرتے ہیں۔

حقیقت مرجیہ کی یہ ہے کہ انکو وعدہ اور نفی وعید وخوف میں مومنین سے غلو ہے اور سارے مرجیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ اگر کسی گنہگار کا کوئی گناہ معاف کردے تو پھر اسپر لازم ہوگا کہ اس قسم کے گناہ سارے گنہگاروں کو معاف کرے اور جس قسم کے گنہگار کو دوزخ سے نکالے

اور مقاتل بن سلیمان مرجی کا یہ قول ہے کہ قیامت کے دن اللہ دوزخ کے اوپر ایک راستہ بچھائیگا اور مومن گنہگاروں کو اسپر سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ پس انکو دوزخ کی آنچ اور حرارت بمقدار گناہ کے پہونچیگی۔ اور اس الم میں انکا عذاب پورا کرلیا جائیگا۔ پھر بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔

مرجیہ کی کئی قسمیں ہیں۔ مرجیہ خالص۔ مرجیہ قدریہ۔ مرجیہ جبریہ۔ مرجیہ خوارج۔ انکے پھر آگے کئی فرقے ہیں۔ (مذ)

مرزا۔ میرزا امیرزادہ کا مخفف ہے۔ اور عموماً معزز لوگوں کے لئے بطور لقب آیا ہے مگر اب خصوصاً قوم ترک اور مغل لوگوں کے نام کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پنجاب کے قصبہ قادیان میں گذرے ہیں۔ جو مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا دعوے رکھتے تھے۔ ان کا ذکر اس زمانہ کی کتب مباحثہ مذہبی میں مرزا اور مرزا صاحب کے لقب سے بکثرت آتا ہے۔

مِرزبہ ہتوڑا۔ گرز۔ آہن کوب۔ وہ چیز جسکے ذریعہ سے منکر ونکیر کافر میت کو قبر میں عذاب دینگے۔

مُرسَل لفظی معنے بھیجا گیا۔ عرف میں نبی صاحب کتاب کو کہتے ہیں (غ)

مرسلات قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جو انتیسویں پارے میں ہے اور اسکے شروع ہی میں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (س۔ مرسلات رع ۱) یعنی اُن یعنی اُن ہواؤں کی قسم ہے جو ابتدا میں معمولی رفتار

سے جلائی جاتی ہیں۔ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن و عکرمہ و عطا و جابر کا یہی مذہب ہے۔ اور جمہور کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

مُرشِد رہنما۔ پیر۔ وہ شخص جو راہِ راست کی طرف راہ نمائی کرے۔ (غ)

مرغینانی ابوالحسن برہان الدین علی مرغینانی۔ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)

مرنا اس کے لئے دیکھو لفظ (موت)۔

مَروہ مکہ شریف میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو کعبہ سے شمال کی جانب کوہ صفا سے ۷۶۶ گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان دوڑنا اعمال حج میں داخل ہے۔ اب ان پہاڑیوں کے صرف نشان رہ گئے ہیں۔ آس پاس کثرت سے مکان بن گئے ہیں (تاریخ مسجد الحرام)

مریم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے انکی والدہ کا نام حنہ اور والد کا نام عمران تھا (نقر) قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ تا اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۴)
ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے (خدا کی جناب میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو (بچہ) ہے اس کو میں (دنیا کے کام کاج سے) آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں۔ تو میری طرف سے (یہ نذر) قبول فرما کہ تو (سب کی) سنتا (اور سب کی نیتوں کو) جانتا ہے۔ پھر جب اُنہوں نے بیٹی جنی اور اللہ کو خوب معلوم تھا کہ اُنہوں نے کس رتبے کی (بیٹی) جنی ہے (اور وہ اسکی حقیقت سے واقف نہ تھیں) تو لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار (اب کیا کروں) میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے اور لڑکا لڑکی کی طرح (گیا گزرا) نہیں ہوتا اور میں نے اسکا نام مریم رکھا ہے اور میں اسکو اور اسکی نسل کو شیطان مردود (کے اغوا) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں تو ان کے پروردگار نے (انکی نذر یعنی) مریم کو خوشی سے قبول فرمالیا[۱] اور انکو خوب اچھا اُٹھایا[۲]۔ اور زکریا کو ان کا خبر گیراں بنایا۔ جب زکریا مریم (کے دیکھنے کو ان) کے پاس (ان کے رہنے کے) حجرے میں جاتے تو مریم کے پاس (میوہ جات کی قسم میں سے کچھ نہ کچھ) کھانے کی چیز موجود پاتے (بارے ایک دن مریم سے) پوچھا کہ اے مریم یہ (کھانے کی چیز) تمہارے پاس کہاں سے (آتی ہے مریم نے) کہا یہ خدا کے ہاں سے (آتی ہے) اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ تا وَالْاِنْجِیْلَ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۵)
اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ اے مریم (صرف خدا کے حکم سے) ایک لڑکا تمہارے بطن سے پیدا ہوگا سو خدا انکو اپنے (اس) حکم کی خوشخبری دیتا ہے (اور) اسکا نام ہوگا عیسےٰ مسیح ابن مریم دنیا اور آخرت (دونوں) میں رودار اور (خدا کے) مقرب بندوں میں سے

۱؎ مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر کرتے وقت یہ سمجھا تھا کہ بیٹا ہوگا اسکو دنیا کے کاموں سے آزاد کرکے خانۂ خدا کی خدمت کے لئے چھوڑ دونگی۔ بیٹی ہوئی تو انکو تردد ہوا کہ دنیا ہو یا دین عورت تو مرد کی برابری نہیں ہوسکتی میری نذر پوری ہو تو کیونکر ہو لیکن خدا کو منظور تھا کہ انکے بطن پاک سے معجزے کے طور پر بڑے نامی اور نامور پیغمبر عیسےٰ ہوں۔ تو ایسی لڑکی بدرجہا لڑکوں پر شرف رکھتی ہے۔ چنانچہ خدا نے ماں کی نذر میں مریم کو قبول فرمالیا اور انکی منت پوری ہوئی (فائدہ ترجمۂ نذیر احمد)

۲؎ یعنی حضرت زکریا کی نگرانی میں دین اور دنیا کے اعتبار سے انکی پرداخت پرورش خوب اچھی طرح سے ہوئی۔

(ایک مقرب بندہ) اور جھولے میں اور بڑی عمر کا ہو کر لوگوں کے ساتھ (یکساں) کلام کریگا اور (اللہ کے) نیک بندوں میں سے (ایک وہ بھی) ہوگا۔ وہ لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار (میرے ہاں) کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ مجھکو تو کسی مرد نے چھوا تک بھی نہیں (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اسے فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور خدا (تمہارے بیٹے عیسےٰ کو (تمام) کتب آسمانی اور عقل کی باتیں اور (خاصکر) توریت اور انجیل (سب کچھ) سکھا دیگا۔

نیز ارشاد ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا تا وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (س۔ مریم۔ ع ۲) اور (اے پیغمبر) قرآن میں مریم کا مذکور (بھی لوگوں سے بیان) کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب رخ ایک جگہ جا بیٹھیں اور لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا تو ہمنے اپنی روح (یعنے جبریل) کو انکی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بنکر انکے روبرو آکھڑے ہوئے وہ (انکو دیکھکر) لگیں کہنے کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تمکو خدا کا واسطہ دیتی ہوں (کہ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ) (جبریل) کہ میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور) اس لئے (آیا ہوں) کہ تمکو (ایک) پاک طینت لڑکا دوں۔ وہ بولیں میرے ہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ (نہ نکاح کے طور پر) مجھکو کسی مرد نے چھوا اور نہ میں کبھی بدکار رہی (جبریل نے) کہا (جیسا میں کہتا ہوں) ایسا ہی (ہوگا) تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمہارے ہاں بے باپ کے لڑکا پیدا کرنا ہم پر آسان ہے اور (اس شئے پیدا کرنیسے) غرض یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہم اس کو (اپنی قدرت کی (ایک) نشانی قرار دیں اور (دنیا میں ہم اسکو) اپنی رحمت (کا ذریعہ بنائیں) اور یہ بات (ہمارے ہاں سے) فیصل ہو چکی ہے۔ اس پر مریم کو (آپ سے آپ بیٹے کا) حمل رہ گیا۔ اور وہ حمل لے کر کہیں الگ دور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔ پھر دردِ زہ انکو ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں لے پہونچا۔ (اور وضع حمل کے وقت انکو تکلیف ہوئی تو وہ) بول اٹھیں اے کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور (دنیا کے پردے سے ناپید ہو کر کبھی کی) بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ پھر جبریل نے (اس چشمے سے جو مریم کے تلے (خدا کی قدرت) سے (بہ نکلا تھا) انکو آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو (یہ دیکھو) تمہارے پروردگار نے تمہارے تلے ایک چشمہ بہا دیا ہے اور کھجور کی جڑ کو پکڑ کر اپنی طرف کو ہلاؤ تم پر پکی تازہ کھجوریں جھڑ پڑینگی پھر (مزے سے کھجوریں) کھاؤ۔ اور (چشمے کا پانی) پیو۔ اور (بیٹے کو دیکھکر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ (اور اپنے بچے کو لیکر چلو) پھر (رستے میں) تمکو کوئی آدمی نظر پڑے (اور وہ تم سے پوچھے) تو تم اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے (خدائے) رحمٰن کے لیے روزہ کی منت مان رکھی ہے تو میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی[2] پھر مریم لڑکے کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس لائیں۔ وہ (دیکھکر) لگے کہنے کہ مریم! یہ تو تو نے بہت ہی نالائق کام کیا۔ اے ہارون کی بہن[3] نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا۔

۲ے اس وقت شریعت کی رو سے روزے میں بولنا منع تھا۔ اسلئے مریم کو یہ عذر تعلیم کیا گیا (فائدہ ترجمہ نذیر احمد)

۳ے صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ مغیرہ بن شعبہ صحابی کو پیغمبر صاحب نے نصاریٰ نجران کیطرف بھیجا تھا وہ لوگ قرآن تو سنتے سناتے رہا ہی کرتے تھے انہوں نے مغیرہ سے اعتراض کیا کہ تمہارے قرآن میں مریم کو اخت ہارون لکھا ہے حالانکہ ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے اور وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے صدہا سال پہلے ہو گذرے ہیں مریم انکی بہن کیسے ہو سکتی ہیں مغیرہ نے یہ اعتراض پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر نقل کیا۔ فرمایا کہ ہارون سے وہ ہارون موسےٰ کے بھائی مراد نہیں بلکہ لوگ اکثر پیغمبروں کے نام (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷۲)

۱ے مریم کو انکی والدہ نے خدمت بیت المقدس کے لیے خاصکر کے ذکریا کے سپرد کر دیا تھا۔ زکریا نے مریم کے لئے ایکطرف کو جگہ معین کر دی تھی یہ اسی جگہ کا ذکر ہے (فائدہ نذیر احمد)

اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی (تو خلاف خاندان تو یہ کیا حرکت کر بیٹھی) تو مریم نے بچے کیطرف اشارہ کیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھ لو) وہ لگے کہنے ہم گود کے بچے سے کیسے باتیں کریں (اس پر بچہ) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) عنایت فرمائی اور مجھکو پیغمبر بنایا اور کہیں بھی رہوں مجھکو بابرکت کیا اور مجھکو حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں اور (نیز) مجھکو اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ اور مجھکو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا اور مجھ پر خدا کی امان جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن (دوبارہ) زندہ اٹھا کھڑا کیا جاؤں گا۔

مزابنہ ایک خاص بیع کا نام ہے جو اسطرح ہے کہ کھجور کے درخت کا پھل جبکہ ابھی درخت کے اوپر ہو درخت سے اتاری ہوئی کھجوروں سے فروخت کیا جائے۔ (مش)۔

یہ بیع ممنوع ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔ (مش) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی دو روایتیں ہیں (مس)

مُزاح میم کی زبر کے ساتھ مصدر ہے خوش طبعی کرنے کے معنے میں۔ اور میم کی پیش کے ساتھ اسم ہے خوش طبعی کے معنے میں اور مزاح اس خوش طبعی کو کہتے ہیں جو بغیر ایذا وغیرہ کے ہو۔ اور اگر ایذا کے ساتھ ہو تو اسے سخریہ کہتے ہیں۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْهُ یعنے اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کر اور نہ مزاح کر۔ تو مزاح ممنوع وہ ہے کہ جسمیں افراط و مداومت ہو کیونکہ یہ قسوۃ قلب اور غفلت کا باعث ہوتا ہے اور ہیبت و وقار کو ساقط کرتا ہے مگر جو مزاح ان امور سے سالم رہے وہ مباح ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی کرتے تھے۔ اور یہ سنت مستحبہ ہے (مظ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرونگا۔ اس شخص نے کہا میں اونٹنی کے بچے کو کیا کرونگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میں صرف سچ بات کہتا ہوں (مش)۔

مزداریہ ایک فرقہ ہے جو ابو موسیٰ عیسےٰ بن صبیح مزدار کا پیرو ہے۔ اس فرقے کے لوگوں کا مذہب ہے کہ لوگ قرآن کی مثل بنانے پر قادر ہیں۔ بلکہ اس سے بھی اچھا کلام بنا سکتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کو قدیم ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں (تع)۔

مزدلفہ ایک کشادہ میدان کا نام ہے جو منےٰ سے شرقی جانب تین میل کے فاصلے پر دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور سب کا سب حرم مکہ میں داخل ہے۔ بطن محسر اس میدان میں ایک خاص مقام ہے۔ اور جبل قزح نام ایک پہاڑی بھی ہے۔

مزمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ جسکے ساتھ خدا تعالےٰ نے آپ کو قرآن مجید میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٧١) رکھ لیا کرتے تھے تو یہ ہارون دوسرے ہارون ہیں موسیٰ کے بھائی نہیں اور وہ ہارون جو یہاں مراد ہیں اس درجہ نیک پارسا آدمی تھے کہ وہ تو وہ انکے خاندان میں سے بھی کوئی شخص ایسا نالائق کام نہیں کر سکتا تھا۔ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ تم ایسے مقدس خاندان کی لڑکی ہو کر کہ تمکو ہارون پارسا کی بہن کہنا چاہیے یہ حرکت بیجا کیسے کر بیٹھیں۔ (فائدہ ترجمہ حافظ نذیر احمد ع)

پکارا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ اے پیغمبر تم جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو۔

جس سورۃ میں یہ لفظ آیا ہے اسکا نام بھی مزمل ہے

مسافر کی نماز مسافر جب تک سفر میں ہے اسکو ہر چار رکعت نماز فرض میں قصر کی اجازت ہے۔ یعنے چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھے باقی تین رکعت اور دو رکعت فرض اور وتر اور سنت نمازیں بدستور پڑھے۔ ہاں سفر میں سخت جلدی کا موقع ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا باقی سنتوں کو چھوڑ سکتے ہیں ورنہ انکو بھی نہیں۔ شریعت کے قاعدہ سے مسافر وہ ہے جو تین منزل یا اس سے زیادہ دور وطن سے باہر یا وطن کی طرف سفر کرے اور بستی سے نکل جائے (تین منزل سے مراد اتنی مسافت ہے جسکو پیدل متوسط چال سے تین دن یا تین رات میں طے کرے۔ یہ مسافت ہمارے ملک میں تقریباً اڑتالیس میل ہوتی ہے)۔

مسافر جب تک اپنے شہر میں نہ پہونچے مسافر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی دوسرے شہر یا گانوں کو جاتا ہو تو وہاں پہونچکر بھی مسافر ہی رہتا ہے بشرطیکہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔ ورنہ مسافر نہ رہیگا۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ مثلاً دس دن ٹھہرنے کا ارادہ تھا مگر اسکے بعد دس دن اور ٹھہرنے کا ارادہ ہو گیا۔ تو اس طرح خواہ دس سال گزر جائیں قصر ہی پڑھے۔ مسافر کو قصر پڑھنے کی تاکید ہے۔ پوری نماز پڑھنا گناہ ہے۔ بلکہ جو شخص غلطی سے چار رکعت پڑھ لے اسکو چاہئے کہ دوبارہ قصر پڑھے ریلگاڑی یا کشتی اگر چل رہی ہو تو اس میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنی درست ہے۔ کشتی یا ریلگاڑی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کیطرف منہ کر لینا چاہئے پھر خواہ کسی طرف رخ پھر جائے۔ قبلہ کیطرف رخ پھیرنا فرض نہیں (کذافی کتب الفقہ الحنفی)۔

شیعی مذہب میں قصر کے لئے دو بازی سفر کم از کم ۸ فرسنگ شرط ہے۔ اور سفر میں دس روز یا دس سے زیادہ کے قیام کر نیسے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور چار مقامات یعنے مسجد مکہ و مدینہ و کوفہ و حائر امام حسین علیہ السلام میں سے کسی میں جائے تو پوری نماز پڑھنی چاہئے (کذا فی جامع عباسی و رسالہ فقہ علامہ مجلسی)۔

مسامرہ (ل) رات کے وقت افسانے بیان کرنا (ص۔و) میں عالم اسرار و مغیبات میں خداوند کریم کا عارفوں کو خطاب کرنا (ک)

مُسَبِّحات بار کے کسرہ سے اُن سورتوں کو کہتے ہیں جنکے شروع میں لفظ سبحان یا سبح یا یسبح آیا ہے۔ اور وہ سات ہیں۔ (۱) اسرا، پارہ ۱۵ (۲) حدید۔ پارہ ۲۷۔ (۳) حشر، پارہ ۲۸۔ (۴) صف پارہ ۲۸۔ (۵) جمعہ۔ پارہ ۲۸۔ (۶) تغابن، پارہ ۲۸۔ (۷) اعلیٰ۔ پارہ ۳۰۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)۔

مستحاضہ وہ عورت جسکو ایام حیض سے زیادہ دن خون آئے۔ (غ)۔ تفصیل کے لیئے دیکھو (استحاضہ)

مستامن (ل) امن چاہنے والا۔ اور اصطلاح میں یہ اُس مسلمان کو جو دارالحرب میں امان سے داخل ہو اور اُس کافر کو جو دارالاسلام میں امان سے داخل ہو شامل ہے۔ (ش)

اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لیکر داخل ہو تو اُسے وہاں کے باشندوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر انکا بادشاہ اسے قید کرے یا تکلیف دے تو پھر تعرض جائز ہے۔

اگر کوئی کافر امن لیکر دار الاسلام میں داخل ہو تو ایسے شخص کو وہاں ایک برس ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور امام وقت اسے کہدیگا کہ اگر تو ایک سال تک یا زیادہ ٹھہرے گا تو تجھپر جزیہ لگایا جائیگا۔ اگر اس بات کے کہنے پر بھی وہ ایک برس یا زیادہ رہے تو وہ ذمی قرار دیا جائیگا۔ اور دار الحرب کی طرف جانیکی اُسے اجازت نہ ہوگی۔

اگر کافرہ دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہو اور یہاں آکر ذمی سے شادی کرے تو وہ عورت ذمی قرار دی جائے گی۔ (ہد)

مسجد اصل میں تو اسکے معنے محل سجود ہیں۔ مگر شریعت میں اس مکان کو کہتے ہیں جو نماز پڑہنے کے لئے وقف کیا گیا ہو۔ (مرقاۃ)

مسجد کی تعمیر اور آباد رکھنے کا بڑا ثواب ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ ایک شخص مسجد کی خبر گیری کرتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنے اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے (مش)

مسجد چونکہ خانۂ خدا ہے اسلئے اُسکے صاف ستھرا رکھنے میں ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے۔ اور ایسا کرنیوالیکو خدا کے ہاں بڑا اجر ملیگا۔

صاف اور ستھرا رکھنے کے علاوہ خوشبودار بھی کرنا چاہئے۔ کبھی کبھی اگر لوبان اور اور خوشبودار چیزیں سلگاتے رہیں تو اچھا ہے۔ مسجد میں خرید و فروخت اور جھگڑے کی باتیں نہ کریں۔ اونچی آواز سے نہ بولیں گنہگاروں پر حد نہ لگائیں۔ تلوار۔ برچھا ساتھ لیکر نہ جائیں۔ چھوٹے لڑکوں اور دیوانوں کو نہ آنے دیں۔ پانی۔ لوٹا۔ بدھنا اور ضرورۃ کی چیزیں مہیا رکھیں۔ چراغ۔ تیل۔ بتی۔ ڈول۔ رسی کی اگر ضرورت پڑے تو ان سب کو مہیا کریں۔ مسجد کے قریب شور و غل نہ کریں سیٹی نہ بجائیں۔ تالیاں نہ پٹخاریں۔ خدا نے قرآن مجید میں اُن لوگوں کے حق میں عذاب دوزخ کی خبر دی ہے جو مسجد حرام کے متصل کھڑے ہو کر سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پٹخارا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

یعنی اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانیکے سوا ان (مشرکوں) کی نماز ہی کیا تھی تو (اے کافرو!) جیسا تم کفر کرتے رہے اب اسکے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔

مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑہیں اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے"۔

باہر نکلیں تو کہیں اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ یعنی اے اللہ میں تیرے فضل کا خواستگار ہوں"۔

مسجد میں داخل ہو کر سب سے اول دو رکعت نفل پڑہیں۔ اگر باوضو ہوں۔ ورنہ وضو کرکے۔ اور اسی کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ جسکا گھر بار نہ ہو اُسے مسجد میں سونا جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ مسجد میں قبلے کی طرف تھوکنا منع اور سخت گناہ کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تھوکے نہ رہ سکے تو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک کے لیکن بہتر یہ ہے کہ کپڑے پر تھوک کر مل ڈالے۔ اگر مسجد کا فرش پختہ ہو تو مطلق نہ تھوکے۔ کچا اور خام ہو تو تھوک لے۔ اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ کھرچ ڈالے یا اوپر سے مٹی ڈالدے۔ سب سے برا کام مسجد میں تھوکنا اور پھر اُسے دفن نہ کرنا ہے۔ اہل محلہ اپنے محلہ ہی کی مسجد میں

نماز پڑھیں۔ محلے کی مسجد میں ایک وقت کی نماز ۲۵ نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد میں بیٹھکر دنیاوی باتیں نہ کریں۔ بلکہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں۔ جو شخص مسجد میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے وہ بہشتی باغات کا میوہ کھاتا ہے۔ جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے حج اور احرام کا ثواب پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں چراغ جلانے والے۔ جھاڑو بہارو دینے والے بدھنے بورئے کا انتظام رکھنے والے قیامت کے روز بڑے بڑے درجے پائیں گے۔

کچا لہسن و پیاز کھاکر مسجد میں جانا منع ہے۔ مسجد میں خلاف شرع اشعار پڑھنے درست نہیں گم شدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو دوسرے کو یہ کہنا مسنون ہے کہ خدا کرے وہ تجھے نہ ملے۔

قبرستان میں یا کسی قبر کے پاس قبر والے کی تعظیم کی غرض سے مسجد بنانا حرام ہے۔ مسافروں کو مسجد میں رہنا اور سونا درست ہے۔ اذان سُنکر مسجد سے نکل جانا سخت گناہ ہے۔ ایسے شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا نافرمان فرمایا ہے۔ مسجد کا حق ہے کہ عورتیں خاصکر جوان بالخصوص اس فتنہ و فساد کے زمانے میں وہاں نماز نہ پڑھیں۔ بلکہ اپنے گھروں میں پڑھیں۔ کیونکہ آمدورفت میں ان کی بے ستری ہوتی ہے۔ شریر اور بدمعاش اور اوباش لوگ بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اگر کسی شخص نے مسجد تعمیر کی تو جب تک وہ اسکا راستہ اپنے مکان سے علیحدہ نہ کردیگا۔ اور اس میں نماز پڑھنے کا اذن عام نہ دیدے گا تب تک وہ اس کی ملک سے نہ نکلے گی۔ مسجد کے نیچے یا اوپر دکانیں بنانی جائز نہیں۔ (عا)

مسجد اقصےٰ بیت المقدس کا دوسرا نام ہے یہ ایک مسجد ہے جسکی بنا حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی عمارت تکمیل کو پہونچائی۔ یہ مسجد اکثر انبیاء کا قبلہ رہی ہے (غ) دیکھو (بیت المقدس)

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تو آپ براق پر سوار ہوکر جبرئیل کے ساتھ پہلے تو مسجد اقصےٰ پہونچے۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر فرمائی چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کے آغاز میں خدا فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام (یعنے خانہ کعبہ) سے مسجد اقصےٰ (یعنے بیت المقدس) تک لیگیا جس کے گرداگرد ہم نے (دنیا و دین کی) برکتیں دے رکھی ہیں۔ تاکہ انکو ہم اپنی (قدرت کے) چند نمونے دکھائیں۔

مسجد تقوےٰ تقوےٰ کی مسجد۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے:۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی تا وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (س۔ توبہ ع ۱۳)

ہاں وہ مسجد جسکی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پہ رکھی گئی اسکا البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ (ذکر یا عبادت کیا کرو کیونکہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند کرتا ہے بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اسکی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ بہتر یا وہ جو بھسپھسے کھوکھلے کگارے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے۔ پھر وہ (عمارت دھڑام سے) اسکو جہنم کی آگ میں لے گرے

اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (ترجمہ نذیر احمد)
مسجد تقوے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد مسجد قبا ہے اور بعض کے نزدیک مسجد نبوی (دیکھو مسجد قبا مسجد نبوی)

مسجد جامع اس سے مراد وہ مسجد ہے جس میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہو۔ اور یہ وہی مسجد ہوسکتی ہے جس میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں۔

مسجد الخیف یہ مسجد مکہ شریف سے باہر مقام منےٰ میں واقع ہے طول و عرض مسجد الحرام کے نصف کے قریب ہوگی۔ پتھر کی عمارت ہے بڑا قبہ ہے اور یمانی رخ پر ایک منارہ بھی ہے۔ یہ جگہ ہمیشہ غیر آباد رہتی ہے صرف حج کے تین دن تک رونق ہوتی ہے جسکی نظیر دوسرے شہروں میں نہ ملے۔

ترمذی۔ نسائی اور ابن حبان نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں مسجد الخیف میں نماز پڑھی تھی۔ اور صحن میں جہاں آپکا مصلیٰ تھا وہاں ایک بڑا قبہ بنادیا گیا تھا جو اب تک موجود ہے۔

علامہ فاسی نے لکھا ہے کہ اسکی تعمیر چند مرتبہ ہوئی۔ ایکبار ۲۴۰ھ میں ہوئی فضیلت اس مسجد کی بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسجد خیف میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے اور بزازی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا اس مسجد میں ستر نبی مدفون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی یہاں دفن ہیں۔ دوسری روایت میں انکی قبر ابو قبیس میں ہے۔ (تاریخ مسجد الحرام)

مسجد ضرار ضرار بکسر فساد کے معنے ایک دوسرے کو ضرر پہونچانا۔ مسجد ضرار ایک مسجد کا نام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین نے مسلمانوں کو ضرر پہونچانے کی غرض سے تعمیر کی تھی۔ (غ)

اس مسجد کی تاریخ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پیشتر قبیلہ بنی خزرج کے ایک سربرآوردہ شخص نے جسکو لوگ ابو عامر کہتے تھے۔ مسیحی مذہب اختیار کرکے تورات اور انجیل کا علم اعلےٰ درجہ تک حاصل کیا۔ لوگوں میں اسکے علم و فضل کی دھاک بندھ گئی اور راہب کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ شروع شروع میں ابو عامر راہب ہمیشہ پیغمبر آخرالزمان کی تعریف لوگوں کو سناتا اور کہتا کہ میں نے جن و انس سے اس پیغمبر کے اوصاف سنے ہیں لیکن جب آنحضرتؐ ہجرت فرماکر مدینہ تشریف لائے اور لوگوں نے آپکے جمال و کمال کے دلدادہ بنکر اسلام کرنا شروع کیا تو ابو عامر راہب کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور علم و وجاہت کے گھمنڈ نے اسکو معرفت الٰہی کے کوچہ میں پاؤں نہ رکھنے دیا۔ اس نے مفسد و بد لوگوں کو بہکایا اور آنحضرت کی صحبت سے نفرت دلانا شروع کیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا تو وہی نہیں ہے جو ہر وقت پیغمبر آخرالزمان کے گیت گاتا رہتا تھا۔ اس نے کہا وہ پیغمبر جسکا ذکر میں کیا کرتا تھا ابھی نہیں آیا پھر کبھی آئیگا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر کو بلاکر سمجھایا مگر اسکے دل سے کفر کی آلائش دور نہ ہوئی۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کا بول بالا ہوگیا تو وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ اور کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے لگا۔ احد کی لڑائی میں کفار کیطرف سے جس شخص نے سب سے پہلے مسلمانوں پر تیر چلایا تھا وہ یہی ابو عامر راہب تھا۔

اس کے بعد وہ روم میں بھاگ گیا اور ہرقل اعظم کے دربار میں ملازم ہوگیا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے اسے کیا شرارت

سوجھی کہ مدینہ کے منافقوں کو لکھ بھیجا کہ تم مسجد قبا کے برابر اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد تعمیر کرو۔ جب میں مدینہ آؤنگا۔ تو وہاں درس تدریس کا سلسلہ جاری کرونگا۔ یہ مسجد گویا ہمارا کمیٹی گھر ہوگیا جو مناسب تجویز ہوگی وہ اس جگہ تمہارے سامنے پیش کردیا کرونگا۔

سنہ ۹ھ میں منافقوں نے ابو عامر راہب کے کہنے پر یہ مسجد تعمیر کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جنگ تبوک پر تشریف لے جانے سے پیشتر اس عمارت کو مکمل کرکے آپ کے پاس گئے اور منافقانہ چکنی چپڑی باتیں بناکر عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم نے سردی اور بارش میں بیمار اور مسافر لوگوں کے آرام کیلئے ایک مکان بنایا ہے۔ ہماری آپ سے التماس ہے کہ قدم رنجہ فرماکر وہاں تک تشریف لے چلیں اور اپنی نماز سے اس مکان کو شرف بخشیں ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اب تو ہم مہم پر جارہے ہیں۔ اگر ہم واپس آئے اور خدا نے چاہا تو نماز پڑھیں گے اور اسکا کام کردینگے۔ جب آپ غزوہ تبوک سے واپس آتے ہوئے اس منزل میں اُترے تو منافقوں نے حاضر ہوکر آپ کو وعدہ یاد دلایا۔ ابھی وہ اس کلام میں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور وحی کے ذریعہ سے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا تا وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (س۔ توبہ ع ۱۳) اور (ایک قسم کے منافق وہ بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں۔ اور (خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کریں۔ اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں۔ اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اسکے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں۔ اور (اگر ان سے) پوچھا جائیگا تو قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ ضرور جھوٹے ہیں۔

مسجد قبا یہ وہ مسجد ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہونچنے سے پیشتر مقام قبا میں جو مدینے سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے بنایا تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لئے تعمیر کی گئی اس مسجد کی تعمیر کے وقت خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر بن خطاب۔ اور حضرت عثمان بن عفان نے اپنے ہاتھ سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر دئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی مکے سے نہیں آئے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کامل وضو کے ساتھ مسجد قبا میں نماز پڑھے اُسکو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ یہ وہ مسجد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں بڑے فخر کے ساتھ اس میں جھاڑو دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ اگر یہ مسجد دنیا کے کسی کنارے پر ہوتی تو بھی میں اسکی زیارت کئے بغیر نہ بیٹھتا اس مسجد کی تعمیر ہجرت کے پہلے سال کا سب سے پہلا واقعہ ہے مسجد قبا کے مقابلہ میں یہودیوں نے ایک اور مسجد بنائی تھی جو مسجد ضرار کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اسکے لئے دیکھو (مسجد ضرار)۔

بعض علماء کے نزدیک قرآن میں جس مسجد تقوےٰ کا ذکر ہے اس سے مسجد قبا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (س۔ توبہ ع ۱۳) اور (ایک قسم کے منافق وہ بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں اور (خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اسکے

رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور (پوچھا جائیگا تو) قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ ضرور جھوٹے ہیں (سو اے پیغمبر) تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ ہاں وہ مسجد جسکی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی۔ اس کا البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو (کر امامت کیا کرو کیونکہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اسکی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ بہتر یا وہ جو بھسپھسے کھوکھلے کگارے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے پھر وہ (عمارت دھڑام سے) اسکو جہنم کی آگ میں لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

بعض علماء کے نزدیک مسجد تقویٰ سے مراد مسجد نبوی ہے۔ دیکھو (مسجد نبوی)۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہفتے کے روز مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔

مسجد میں آمد و رفت کرنے کی دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں جاتے وقت پہلے درود پڑھتے پھر فرماتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی خداوندا میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے۔

اور جب مسجد سے باہر آتے تو فرماتے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔ یعنی الٰہی میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھولدے۔

مسجد نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جو آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد قدامت کے لحاظ سے اسلام میں دوسری مسجد ہے۔ اس سے پہلے صرف مسجد قبا تعمیر ہوئی تھی۔

مدینے آ کر کچھ مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور رہا کہ جس جگہ وقت آتا وہیں نماز پڑھ لیتے۔ مگر پھر خدا کی درگاہ سے آپ کو ایک مسجد تعمیر کرانے کا حکم ہوا۔ تاکہ سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر آپ کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔ اس مسجد کے لئے وہ جگہ آپ نے پسند فرمائی۔ جہاں مدینے میں داخل ہوتے وقت آپکی اونٹنی بیٹھی تھی۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی جو ایک انصاری کی نگرانی میں پرورش پاتے تھے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اس جگہ کو مسجد کے لئے وقف کرنا چاہا۔ مگر آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ بیچارے یتیم اپنے حق سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اسلئے آپ نے حضرت ابوبکر سے اسکی قیمت دلوا کر وہ جگہ خریدی۔ اور مسجد کی تعمیر شروع کی۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود عمارت بنانے میں مشغول ہوئے۔ اپنے ہاتھوں سے اینٹ گارا اٹھا اٹھا کر لاتے اور دوسرے لوگ بھی ساتھ مدد دیتے تھے۔ کچی دیواروں پر کھجور کی چھال سے چھت پاٹی گئی اور کھجور کی لکڑی کے ستون کھڑے کیئے گئے۔ اس پاک عبادت گاہ کا بظاہر تو یہ حال تھا کہ ذراسی بارش ہوتی تو پانی ٹپکنے لگتا چھت سے مٹی گرنی شروع ہو جاتی اور سجدہ گاہ پر مٹی کے ڈھیر لگ جاتے نہ اس میں فرش وشامیانہ تھا نہ جھاڑ اور قندیل۔ نہ منبر بروے۔ نہ برقی روشنی۔ مگر باایں ہمہ اس پاک جھونپڑی میں ہدایت کا وہ خدائی نور چمک رہا تھا

جس پر ہدایت کے طالب پروانے بن بن کر گرے پڑتے تھے اور جس کے دیدار سے ان کے دلوں سے برسوں کی تاریکی دور ہو جاتی تھی۔

اس مسجد کا ایک گوشہ ان عاشقان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رہنے کے لئے خاص کر دیا گیا جن کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ دیکھو (اصحاب صفہ) پہلوئے مسجد میں چند حجرے کچی اینٹوں کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کے لئے بھی بنوائے۔ ہجرت کے ساتویں مہینے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نو تعمیر مسجد میں قیام فرمایا۔ ایک حجرہ ام المؤمنین سودہؓ اور ایک ام المؤمنین عائشہ کے لئے خاص کر دیا۔

سنہ ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطابؓ نے نمازیوں کی کثرت اور مسجد نبوی کی تنگی دیکھکر اسکی عمارت کو گرایا اور اس میں اور جگہ شامل کر کے از سر نو وسیع تعمیر کیا۔ اور فرش کو سنگریزوں سے پختہ کیا (تاریخ الخلفا)

سنہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں اس میں اور جگہ شامل کر کے پہلے سے زیادہ وسیع کیا اور اسکی عمارت منقش اور قیمتی پتھروں سے بنوائی۔ ستون پتھر کے اور چھت سال کی لکڑی سے بنائی گئی۔ اس تعمیر میں اسکا طول ۱۶۰ ہاتھ اور عرض ۱۵۰ ہاتھ تھا۔ (رر)

آجکل مسجد نبوی شہر مدینہ کے وسط میں ہے۔ اسکو حرم شریف بھی کہتے ہیں۔ نہایت شاندار اور پر تکلف عمارت ہے۔ جو لاکھوں روپوں سے تیار ہوئی ہے اب جو مسجد وہاں موجود ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک محلہ تھا۔ اور مسجد نبوی جو آپ کے عہد میں تھی اس میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وسعت دی۔ پھر خلفائے بنی امیہ نے ازواج مطہرات کے گھروں کو بھی اور دیگر گھروں کو بھی شامل کر لیا۔ مسجد کے گوشہ میں ایک مرتفع عمارت ہے جسکے اوپر سبز گنبد ہے۔ اسکے اندر ایک درجہ چھوڑ کر ایک اور گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے۔ اسکے اندر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزار شریف ہے۔ یہ تمام عمارت نہایت پر تکلف اور پر زر سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے۔ (جغرا)

مسح چھونا۔ ہاتھ پھیرنا۔ اصطلاح فقہ میں کسی عضو پر خاص شرعی حکم کے مطابق ہاتھ پھیرنا جس سے پاکی مقصود ہوتی ہے۔

وضو میں باہیں دہونے کے بعد سر کا مسح کرنا فرائض وضو میں داخل ہے۔ امام اعظم کے نزدیک سر کی چوتھائی کا مسح کافی ہے مگر امام مالک کے نزدیک سارے سر کا مسح واجب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صرف چھو لینا کافی ہے خواہ سر کا ایک ہی بال کیوں نہ چھوا ہو۔ کانوں اور گردن کا مسح بھی کیا جاتا ہے۔ گردن کے مسح کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مسنون ہے۔ بعض ائمہ کہتے ہیں کہ مسنون نہیں

مسح علی الخفین سے مراد موزوں پر مسح۔ شرع میں اجازت ہے کہ وضو میں پاؤں دہونے کے لئے موزوں کو اتارنے کی بجائے موزوں پر سے مسح کر لیا جائے جس سے وضو کامل ہو جاتا ہے بشرطیکہ موزے وضو کی حالت میں پہنے ہوں۔ پھر جب وضو ٹوٹے اور دوبارہ وضو کرنیکی ضرورت ہو تو پاؤں دہونے کی بجائے انپر مسح کافی ہے یہ اجازت ان موزوں کے لئے ہے جو چمڑے سے بنے ہوں۔ اور ان جرابوں کے لئے بھی اجازت ہے جو باندہنے بغیر تھم سکیں۔ یا انکے نیچے چمڑا سلا ہوا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ان میں ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔ یہ اجازت مقیم کو ایک دن رات اور مسافر کو تین دن اور تین رات تک ہے اور حدث یعنے وضو ٹوٹنے

کے وقت سے یہ مدت شمار کرنی چاہئے۔ پھر اس مدت کے بعد چاہئے کہ موزے اُتاریں۔ اور اگر وضو نہ ہو تو وضو کرکے پھر پہنیں ورنہ صرف پاؤں دھو کر پہن لیں۔

موزے پر مسح کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیا پانی لیکر ہاتھ کی تین انگلیاں کشادہ کرکے پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک تین خط موزے پر کھینچیں داہیں ہاتھ سے داہیں پاؤں کا اور باہیں ہاتھ سے باہیں پاؤں کا مسح ہو۔

وضو کے نواقض مسح کے بھی نواقض ہیں۔ انکے سوا موزے کا اُتارنا۔ مسافر یا مقیم کی مدت مسح کا گزر جانا موزے کا تین انگلی بھر یا اس سے زیادہ پھٹ جانا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے۔ اگر غسل واجب ہو تو مسح درست نہیں پگڑی۔ ٹوپی۔ برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں زخم پر بندھی ہوئی پٹی اور وہ کھپچیاں جو ٹوٹی ہوئی ہاڑی پر بندھی ہوں ان پر مسح کرنا درست ہے۔ اگرچہ وہ بلا وضو باندھی ہوں۔ اگر صحت سے پہلے وہ کھل جائیں تو مسح نہیں ٹوٹتا۔ صحت کے بعد کھلیں تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ اگر دین عقل پر موقوف ہوتا تو موزے کا تلا اوپر کے حصے کی نسبت مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔ (مش)

مسکین | فقیر۔ محتاج۔ سکون سے مشتق ہے۔ گویا کہ وہ کوشش سے ساکن ہے مذکر و مؤنث اس میں برابر ہے۔ مگر مؤنث مسکینہ کہہ لیتے ہیں۔ شرع میں فقیر کا مرادف ہے۔ وقایہ میں لکھتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جسکے پاس تھوڑی سی قوت ہو۔ اور مسکین وہ ہے جسکے پاس کچھ بھی نہ ہو (ک) زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف مساکین ہیں

مسلم (نام) | فن حدیث کے ایک بڑے امام کا نام ہے۔ جن کی تالیف صحیح مسلم مشہور ہے۔ انکے باپ کا نام حجاج ہے۔ کنیت ابو الحسین ہے اور لقب عساکر الدین نیشاپور وطن۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم نے جو اجلہ محدثین میں سے ہیں انکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے۔ اور صحیح مسلم ان کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔ تین لاکھ حدیث سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہے۔ اور بعضوں نے اسکو صحیح بخاری پر مقدم رکھا ہے۔ حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے۔ ابو حاتم رازی نے مسلم کو خواب میں دیکھا اور انکا حال پوچھا۔ مسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ مسلم رح نے تمام عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسیکو مارا اور نہ کسیکو برا کہا۔

تاریخ ولادت سنہ ۲۰۲ھ۔ بقول بعض سنہ ۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ ہے۔ وفات یکشنبہ کے دن بوقت شام ۲۵۔ رجب سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ وفات کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ سے ایک حدیث پوچھی۔ انہوں نے اسکو نہ پہچانا اور اپنے گھر آکر کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا لوگوں نے ان کے آگے کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھدیا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ وہ خرمے تمام ہوگئے۔ جو انکی بیماری کا سبب ہوا (نو)

مُسلِم | (ل) فرمانبردار۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ یعنی ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔

وہ شخص جو اسلام لایا ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو (اسلام)

مسلمان | فارسی لفظ ہے جسکے مقابلہ میں عربی زبان میں مسلم کا لفظ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (مش)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان طعن اور لعنت کرنے والا اور بیہودہ گو نہیں ہوتا۔ (مش)

صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ کیا مسلمان بزدل ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا بخیل ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا دروغگو ہو سکتا ہے۔ فرمایا نہیں (مش)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ نے فرمایا۔ خدا کے اچھے بندے ہمیشہ خدا کی یاد میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور برے ادہر ادہر کانا پھوسی کرتے دوستوں میں تفرقہ اندازی کرتے اور فساد کے خواہاں ہوتے ہیں (مش)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زانی زنا کرنے کے وقت، چور چوری کرنے کے وقت، شرابی شراب پینے کے وقت، غاصب غضب کرنیکے وقت مسلمان نہیں رہتا (یعنی پورا مسلمان نہیں رہتا)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اس قرض کے ساتھ جو اسپر ہے معلق (یعنی زیر تجویز) رہتا ہے یہانتک کہ قرض اسکی طرف سے ادا کیا جائے (تر)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان وہ ہے۔ جسکے ہاتھ اور زبان سے کسیکو تکلیف نہ پہونچے۔

مسلم الثبوت اصول فقہ کی نہایت زبردست کتاب ہے مصنفہ مولانا محب اللہ بن عبدالشکور جنہوں نے ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی اسکی شروح میں سے مولانا بحرالعلوم کی شرح علماء کے نزدیک از حد مقبول ہے۔

مسنون وہ کام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کے مطابق ہو۔ اسکے لیئے دیکھو (سنت)۔

مسیح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا لقب ہے دجال جو قیامت کے قریب پیدا ہو کر دنیا میں فتنہ برپا کریگا اسکا لقب بھی مسیح دجال ہے۔ مگر ان دونوں لقبوں کے مرادی معنوں میں فرق ہے جسکی تفصیل کیلیئے دیکھو (مسیح الدجال)۔

مسیح الدجال یہ ایک کافر حکمران کا نام ہے جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے قریب پیدا ہوگا۔ دجل کے معنے ہیں حق باطل کو باہم ملا دینا۔ دجال وہ جھوٹا شخص جو حق و باطل کو ملا کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالتا ہو۔ اس شخص کا لقب مسیح ہونیکے متعلق کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ مسیح اسم مشترک ہے درمیان دجال اور عیسےٰ کے۔ اور اکثر یہ ہے کہ اس کذاب کے نام کو دجال کے ساتھ مقید کرکے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کو مطلق مسیح کہتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ کو مسیح اسلیئے کہتے ہیں کہ جب اندھے اور کوڑھی کو چھوتے وہ اچھے ہو جاتے اور نیز اسلیئے کہ وہ ماں کے پیٹ سے ممسوح یعنے پونچھے پانچھے نکلے تھے یا اس سبب سے کہ انکے پاؤں کا تلا ہموار تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیح کے معنے دوست کے ہیں۔ یا اس سبب سے کہ بہت مسافت کرتے تھے اور یہ وجہ مشترک ہے درمیان ان کے اور دجال کے۔ اور دجال کو مسیح اسلیئے کہتے ہیں کہ اسکی ایک آنکھ ممسوح یعنے ہموار ہے۔ اور ممسوح الوجہ یا مسیح الوجہ اسکو کہتے ہیں جسکے منہ کی ایک طرف ہموار ہو۔ اور آنکھ اور بھوں نہ ہو

یا اس سبب سے کہ مسح کی گئی یا دور کی گئی اس سے خیر و خوبی جیسے کہ مسح کی گئی یعنے پونچھی گئی حضرت عیسٰے سے شر و بدی پس وہ مسیح الضلالت ہے۔ اور عیسٰے مسیح اللہ ہیں۔ اور انکے نام میں مسیح ساتھ زیر میم اور شین مشدد کے بھی آتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ مشدد نام دجال کا ہے اور مخفف نام عیسٰے کا۔ اور یہ جو کہا ہے کہ دجال کا نام مسیخ ساتھ خا معجمہ کے ہے یہ خطا ہے۔

قاموس میں لکھا ہے کہ پچاس وجوہ ہیں جنکی بناء پر دجال کا لقب مسیح ہے۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ مسیح کے معنے زمین کی بہت پیمائش کرنے والا۔ اور دوست۔ اور ان دو معنوں کی مناسبت سے یہ لقب حضرت عیسٰے کا ہے کیونکہ وہ اللہ کے دوست تھے اور تجرد کے باعث اکثر چلتے پھرتے رہتے تھے۔ اس لفظ کا معنے جھوٹ بولنے والا بھی ہے۔ اور اس شخص کے لئے بھی یہ لفظ آتا ہے جسکی ایک آنکھ اور ایک ابرو نہ ہو۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ لقب دجال کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دجال کا لقب مسیح بروزن سکین ہے۔ اور حضرت عیسٰے کا لقب مسیح بروزن صحیح ہے۔

کتب احادیث میں آیا ہے کہ قیامت تک کئی دجال پیدا ہوں گے جو سب کے سب نبوت کا دعوے کریں گے۔ اور مسیح الدجال جو سب سے آخر میں آئیگا وہ ان کے علاوہ ہے۔ وہ خدائی کا مدعی ہوگا۔ اور اسکا پیدا ہونا قیامت کی علامت ہے۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھکر کوئی واقعہ نہیں (مش)

انس رضہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب (دجال) سے ڈرایا ہے یاد رکھو وہ کانا ہے۔ اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اس (دجال) کے ماتھے پر لکھا ہوگا۔ ک۔ ف۔ ر۔ (مم)

نواس بن سمعان رضہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کر کے فرمایا اگر دجال ظاہر ہو اور میں تم میں موجود ہوں۔ تو تم میں سے میں اسکو بحث کے ساتھ مغلوب کروں اور وہ اسوقت نکلے جب میں تم میں نہ ہوں۔ تو ہر شخص اپنی طرف سے دلائل کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور وکیل ہے۔ بے شک دجال جوان ہوگا اسکے بال گھنگریالے ہونگے اسکی آنکھ پھولی ہوگی۔ گویا کہ میں اسکو عبد العزیٰ[1] بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس جو شخص تم میں سے اسکو پائے۔ اسکو چاہیے کہ اسکے سامنے سورہ کہف کی پہلی آیات پڑھے پس وہ تمکو اسکے فتنہ سے بچانے والی ہیں۔ بے شک وہ نکلنے والا ہے ایک راہ سے جو شام اور عراق کے درمیان ہے پس فساد کریگا داہنی طرف اور فساد کریگا بائیں طرف۔ اے اللہ کے بندو تم اسوقت (اپنے دین پر) قائم رہنا۔ ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ۔ وہ زمین میں کتنی مدت ٹھہرے گا۔ فرمایا چالیس روز[2] (جن میں سے) ایک دن برس کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر ہوگا۔ اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہونگے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ پس جو دن برس کے برابر ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک ہی نماز کافی ہوگی۔ فرمایا نہیں بلکہ ادائے نماز کے لئے دن کا اندازہ کرنا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اسکے زمین میں جلد چلنے کی

---

[1] عبد العزیٰ ایک یہودی تھا جو جاہلیت میں مرا (مظاہر حق)۔

[2] ایک اور روایت میں چالیس برس آیا ہے۔

کیا کیفیت ہوگی۔ فرمایا مینہ کی طرح جبکہ اسکے پیچھے ہوا آتی ہے پس گزرے گا وہ ایک قوم پر اور انکو اپنے باطل (دعوے) کیطرف بلائیگا تو وہ اسپر ایمان لائینگے پھر وہ بادل کو حکم دیگا تو وہ مینہ برسانے لگے گا۔ اور زمین کو حکم دیگا تو وہ سبزہ اُگائے گی۔ شام کے وقت انکے چوپائے جو صبح کو باہر گئے گھر آئینگے بحالیکہ پہلے سے زیادہ انکی کوہانیں دراز۔ انکے تھن خوب بھرے ہوئے انکی کوکھیں خوب تنی ہوئی ہونگی۔ دجال پھر ایک اور قوم کے پاس آئیگا پس بلائیگا انکو (اپنے باطل دعوی کی طرف) تو وہ لوگ اسکی بات نہیں مانیں گے پس وہ ان سے پھریگا تو انکی حالت قحط سے خراب ہو جائے گی اور ان کے پاس کچھ باقی نہ رہیگا۔ اور دجال ویرانہ پر گزریگا تو ویرانہ کو کہیگا کہ نکال اپنے خزانوں کو پس اسکے خزانے اسکے پیچھے اسطرح چلیں گے جسطرح شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر دجال ایک پورے جوان آدمی کو بلائیگا پھر اسکو تلوار کے ساتھ قتل کریگا اور تیر کے نشانہ کی طرح اسکے دو ٹکڑے کر ڈالے گا۔ پھر بلائیگا اس مقتول کو۔ پس ہشاش بشاش اور ہنستا ہوا اسکی طرف آئیگا دجال ان کارروائیوں میں معروف ہوگا کہ اللہ تعالے اس اثنار میں حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائیگا چنانچہ وہ دمشق کیطرف مشرق میں سفید منارہ کے پاس نازل ہونگے۔ بحالیکہ وہ زرد رنگ کے دو کپڑوں کے درمیان ہونگے اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہونگے جس وقت وہ اپنا سر جھکائیں گے تو ٹپکے گا پسینہ انکا اور جب سر اُٹھائیں گے تو ان کے بالوں سے موتی کے سے قطرے ٹپکیں گے۔ پس جس کافر تک انکا دم پہنچے گا وہ مر جائیگا۔ اور انکا دم اتنی دور تک پہنچیگا جہانتک انکی نگاہ کام کرے گی پس ڈھونڈینگے عیسٰی علیہ السلام دجال کو یہانتک کہ اسکو لد (ایک گاؤں کا نام ہے) کے دروازہ پر پائیں گے۔ پس قتل کرینگے اسکو۔ الخ۔ (مش)

مُسَیلمہ کذاب ایک شخص کا نام ہے جس نے بحیرہ قلزم اور خلیج فارس کے درمیان یمامہ کے زرخیز صوبہ میں نبوت کا دعوے کیا تھا۔ اور قوم حنیفہ نے جو وہاں آباد تھی اس کی تصدیق کی اور چالیس ہزار آدمی بھی اسکے پاس جمع ہوگئے۔ اور باتوں کے علاوہ کلام اللہ کی چند سورتوں کے معنے اسطرح کئے کہ پناہ بخدا۔ اسکی شہرت سنکر ایک عورت مدعیہ نبوت اس کے پاس آئی۔ جسکا نام سجاح بنت حارث تمیمہ تھا۔ جس نے خلیفہ اول کے عہد میں دعوے نبوت کیا اور چند قبائل نے اسکے دعوے کی تصدیق کی۔ اسکے بعد وہ مسیلمہ کذاب کی ملاقات کے لئے گئی اور علیحدہ دونوں ایک خیمہ میں ہمکلام ہوئے۔ سجاح نے مسیلمہ سے پوچھا کہ آپ پر کیا وحی نازل ہوئی ہے۔ اس نے کہا یہ وحی نازل ہوئی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ فَعَلَ بِالْحُبْلٰی اَخْرَجَ مِنْھَا نَسَمَۃً تَسْعٰی مِنْ بَیْنِ صَفَا وَحَشٰی یعنی کیا تو اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتا کہ حاملہ عورت سے کیا کام کرتا ہے کہ اس میں سے دوڑتی ہوئی روح پردوں اور جھلیوں سے نکالتا ہے۔ غرضکہ ایسی واہی تباہی باتوں کے بعد مسیلمہ اس سے جماع کا خواہاں ہوا۔ وہ عورت تین روز اسکے پاس قیام کرکے اپنی قوم کی طرف چلی گئی۔ اور حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں وہ مسلمان ہوگئی اور بصرہ میں جاکر فوت ہوئی۔

مسیلمہ کذاب نے اپنی نبوت کے غرور میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آؤ ملک کو تقسیم کرلیں۔ اس جملہ کو سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو بڑی حقارت سے جواب دیا۔ لیکن اس

اس کذاب کی جلد ترقی نے آپ کے جانشینوں میں خوف وخطر ڈالدیا۔ چالیس ہزار مسلمان حضرت خالدؓ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور اپنے دین کے معاملہ کو ایک قاطع لڑائی پر چھوڑ دیا۔ پہلے حملہ میں انکو زک ہوئی۔ اور بارہ سو غازی شہید ہوئے۔ لیکن ان کے سپہ سالار خالد بن ولید کی استقلال اور بہادری غالب آئی۔ پہلی شکست کے بدلے میں بارہ ہزار مشرکوں کو قتل کیا۔ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام وحشی نے اسی نیزہ سے مار ڈالا جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ (البدر)۔

مشتہاۃ (ل) جسکی خواہش کی جائے (ص ن) میں اس لڑکی کا نام ہے جو اس حد کو پہونچ جائے کہ مردوں کو اسکی طرف رغبت ہو۔ اور وہ نو سال کی لڑکی ہوتی ہے۔ شیخین سے مروی ہے۔ کہ پانچسال کی لڑکی بھی مشتہاۃ ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس نوعیت کی لڑکیاں مشتہاۃ ہوتی ہوں۔ امام محمد سے ایک روایت ہے کہ اگر لڑکی فربہ ہو تو آٹھ یا نو سال کی مشتہاۃ ہوسکتی ہے۔ (ک)

مشرکین (ص ش) میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنکے پاس کوئی مذہبی کتاب اگرچہ تحریف شدہ نہ ہو۔ ائمہ دین نے ان سے مدد لینے یا ان کو مدد دینے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نا جائز بتاتے ہیں۔ امام مالک کا ایک یہ بھی قول ہے کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے نوکر ہوں تو انکو مدد دینی اور ان سے مدد لینی جائز ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر اسلام کا غلبہ ہو تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ (کن)۔

مشعر الحرام مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے اسی جگہ امام حج کے دنوں میں عشاء اور صبح کی نماز پڑھایا کرتا ہے۔ (جغ)۔

مصافحہ اسکے معنے ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا لیا گیا ہے صفح سے۔ اور صفح اصل میں کہتے ہیں کسی چیز کی چوڑائی کو۔ بولا کرتے ہیں۔ صفح وجہ۔ اور صفح سیف۔ یعنی منہ کی چوڑان۔ تلوار کی چوڑان۔ ہم مسلمانوں کے ہاں ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہئے۔ اس طرح کہ ایک شخص کی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی ہو۔ انگلیوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ اور یہ جو بعض لوگ نماز جمعہ یا کسی اور نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ بھی لا اصل لہٗ ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام اور بڑھیا سے لا باس بہٖ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دو مسلمان باہم ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو قبل اسکے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں انکے گناہ بخشدئے جاتے ہیں (تر)

مصدّق جامع صدقات۔ ممالک اسلامیہ میں اسکا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ شخص اب ہندوستان میں مقرر نہیں کیا جاتا۔

مِصر (ل) شہر اور عرف عام میں ایک خاص سرزمین کا نام ہے جو افریقہ کا شمال ومشرقی حصّہ ہے اسکے دار السلطنت کا نام قاہرہ ہے۔ اور عام طور پر اسی کو مصر کہتے ہیں۔

مصر کی قدامت کو دین الٰہی کی تاریخ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی مقام پر فروخت ہوئے۔ اور آخر اپنی خداداد استعداد کی بدولت قید خانہ سے نکل کر عزیز مصر بن گئے پھر حضرت موسیٰ اسی شہر میں پیدا ہوئے اور اُنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کے پنجہ ظلم سے نجات دلائی۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں ان پیغمبروں کے حالات بیان ہوئے اس شہر کا ذکر بھی آیا ہے۔

مُصطلِق ایک قبیلہ کا نام ہے جسکے سردار حارث

بن ضرار نے مسلمانوں کو ترقی کرتے دیکھکر ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اور گرد و نواح کے بہت سے قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اِدہر سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی لشکر لے کر باہر نکلے اور مُریسیع کے کنوئیں پر ڈیرے ڈال دئے۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اور مخالفوں نے شکست کھائی۔ جن میں سے دس آدمی قتل اور باقی سب گرفتار ہوئے۔ بعد ازاں وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

مُصعب بن عُمیر ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو بدر اور اُحد والے معرکوں میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ جاہلیت کے زمانے میں بڑے خوشحال اور مالدار تھے اچھا کھانا کھانے اور اچھا لباس پہننے میں مشہور تھے۔ لیکن مسلمان ہوئے پیچھے ترفہ و تنعم کو ترک کر کے زہد و فقر کو اختیار کر لیا گیا۔ ایک دفعہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کی کھال ہی پہنے ہوئے حاضر ہوئے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی یہ کیفیت دیکھکر رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا۔ اس شخص کو دیکھو کہ خدا نے اسکے دل کو نور ایمان سے روشن کر رکھا ہے۔ میں نے ہجرت سے پہلے اسے مکے میں دیکھا ہے کہ اسکے ماں باپ اسکی خوشی کے لئے نہایت عمدہ عمدہ کھانے پکواتے تھے۔ اور بارہا اسکے جسم پر ایسے نفیس کپڑے دیکھے گئے ہیں جنکی قیمت بہت کچھ ہو سکتی ہے۔ مگر خدا اور رسول خدا کی محبت نے اسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اب کپڑوں کی جگہ کھال ہی پہنے ہوئے ہے۔

مُصلّا یہ لفظ جائے نماز اور عیدگاہ کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے (غ)

عیدگاہ۔ شہر سے باہر ایسی جگہ کا نام ہے۔ جو عیدین کی نماز ادا کرنے کے لئے بنائی جائے۔ اسکا دوسرا نام جبانۃ ہے۔ اگرچہ گھر سے نکل کر نماز عید ادا کرنے کے لئے جانا واجب ہے۔ لیکن عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنے کے لئے جانا سنت موکدہ ہے اگرچہ جامع مسجد وسیع ہو۔ اگر شہر کی مسجدوں میں نماز عید پڑہی جائے تو جائز ہے۔ اگرچہ خلاف سنت ہے۔ خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام عیدگاہ میں اگر تندرستوں کو نماز عید پڑہائے اور شہر میں ضعیفوں اور اپاہجوں کو نماز عید پڑہانے کے لئے اپنا نائب مقرر کرے۔ کیونکہ دونو جگہ نماز عید درست ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عیدگاہ میں عیدین کی نماز پڑہاتے تھے۔ اور کبھی آپ نے مسجد میں عیدین کی نماز نہیں پڑہائی۔

موجودہ زمانہ کے علماء میں اس امر میں نزاع واقع ہوئی کہ عیدگاہ میں عیدین کی نماز سنت موکدہ ہے یا مستحب ہے۔ اکثر علماء نے اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ بعض نے مستحب کہا ہے۔ لیکن انکا یہ قول لغو ہے۔ بعض جوشیلے علماء نے عیدگاہ میں عیدین کی نماز ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے یہ بھی غلط ہے (عمدۃ الرعایہ)

مصوّر خدا کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا۔ تصویر سے مشتق ہے جسکے معنے صورت بنانے اور ہیئت بخشنے کے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے وہ محتاج ہوتی ہے۔ اولاً اندازہ کرنے کی ثانیاً پیدا کرنے کی۔ ثالثاً صورت بنانے کی۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر اس آیت میں آیا ہے هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ط (س۔ حشر۔ ع ۳ ۲) وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد ہے (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں

بنانے والا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اسکے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

مضاربت یہ فقہ کی اصطلاح کا لفظ ہے۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ ایک شخص کا مال ہو وہ دوسرے کو کہے کہ تم اس کے ذریعہ تجارت کرو جو نفع حاصل ہوگا اسے نصفا نصف یا کم و بیش آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

عقد مضاربت ذیل کی تین چیزوں کا مقتضی ہوتا ہے

مضارب۔ وہ شریک جو محنت کرتا ہے۔ اسے عامل بھی کہتے ہیں۔

رب المال۔ جسکا مال یا روپیہ ہے۔

راس المال۔ وہ مال جو تجارت کو دیا جائے۔ مثلاً روپیہ۔ اشرفی وغیرہ۔

مثلاً زید نے اس شرط پر بکر سے سو روپیہ لیا کہ اس سو روپیہ سے تجارت کرونگا۔ جو نفع ہوگا اسے نصفا نصف یا کم و بیش آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ اس صورت میں زید مضارب سو روپیہ راس المال اور بکر رب المال ہوگا۔

تنبیہ مضاربت میں راس المال مضارب کے پاس عمل سے پیشتر امانت ہوتا ہے۔ یعنی اگر مال ہلاک ہو جائے تو مضارب اسکا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور جب مضارب نے کام شروع کر دیا تو مضارب وکیل ہوگا۔ جب نفع حاصل ہوا تو شریک۔ اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو مزدور۔ اور اگر مالک مال کی مخالفت کی تو غاصب ہوگا۔

اگر رب المال نے مضارب کو سامان دیا اور کہا کہ اس کو بیچ ڈالنا اور اس مال کا جو مول ہے وہ مضاربت ہے اور جو اسکا نفع ہوگا اس میں شراکت ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک یہ مضاربت فاسد ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ ائمہ نے پیسوں میں مضاربت کرنے سے منع کیا ہے۔ مگر اشہب اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ اگر پیسے مروج ہوں تو جائز ہے۔

جب مضارب نے مال مضاربت گواہوں کے روبرو لے لیا تو صرف انکار کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہی نہ ہو۔ مگر عراق کے علماء کہتے ہیں کہ اسکا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائیگا۔ اگر مضارب کو مال دیا جائے اور وہ کسی سے سامان خریدے مگر بائع کو سامان کی قیمت دینے سے پہلے مال ہلاک ہو جائے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک بائع اپنے سامان کی قیمت مضارب سے لینے کا حقدار ہوگا اور امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اُسے رب المال سے قیمت لینی چاہئے کیونکہ مضارب بمنزلہ وکیل کے ہے۔

اگر رب المال مضارب سے یہ شرط کرے کہ فلاں چیز نہ خریدنا یا فلاں شے نہ فروخت کرنا تو امام صاحب اور شاگردوں کے نزدیک اس شرط سے مضاربت فاسد ہو جائے گی۔ اور امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔

جب مضارب نے عقد مضاربت کے فاسد ہونے کے بعد خرید و فروخت کی اور اس میں فائدہ حاصل ہوا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح کے نزدیک مضارب کو اسکے عمل کے موافق اجرت دیجائے گی اور جو فائدہ ہوا ہے وہ رب المال لیگا۔

اگر مضارب مال لیکر سفر کر جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا۔ اور امام احمد کے نزدیک مضارب اپنی گرہ سے کھائیگا۔ بلکہ سواری تک کا خرچ اپنی گرہ سے دے گا۔

اگر مضارب نے رب المال سے تجارت کیلئے اس شرط پر مال لیا کہ کل نفع میں لونگا تو امام مالک کے

نزدیک جائز ہے بقول اہل عراق وہ مال بطور قرض ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مال اور نفع سب اصل مالک کا ہے اور مضارب کو اسکے کام کے موافق اُجرت دیجائے گی۔ (رحمۃ)

مطر بارش۔ یہ بھی خدا کی بہت بڑی رحمت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا تا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (س۔ اعراف۔ ع ۷) اور وہی (قادر مطلق) ہے جو (باران) رحمت سے آگے (آگے) ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو مینہ کی آمد کی) خوشخبری پہونچاویں۔ یہانتک کہ جب (ہوا) بھاری (بوجھل) بادلوں کو لے اڑتی ہے تو ہم کسی بستی کی طرف جو افتادگی کی وجہ سے گویا مری پڑی تھی۔ بادل کو ہانک دیتے ہیں پھر (وہاں) بادل سے پانی برساتے ہیں پھر پانی سے ہر طرح کے پھل (زمین سے) نکالتے ہیں اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو (زمین سے) نکال کھڑا کرینگے (ہم اپنی قدرت کے آثار اس غرض سے بیان کرتے ہیں) تاکہ تم (لوگ ان باتوں میں) غور کرو۔

اگر بارش بند ہوجائے تو اسکے لئے تمام مسلمانوں کو دعا مانگنے کا حکم ہے۔ اسے صلوٰۃ استسقاء کہتے ہیں۔ دیکھو (استسقاء کی نماز)۔

معاذ بن جبل ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جنکی کنیت ابو عبداللہ انصاری خزرجی تھی۔ آپ ان ستر صحابہ میں سے ہیں جو عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ جنگ بدر اور اسکے بعد کی تمام لڑائیوں میں شامل ہوئے یمن میں قاضی بنا کر روانہ کئے گئے۔ عمر بن عباس اور ابن عمر وغیرہ بہت سے صحابہ نے آپ سے روایت کی اٹھارہ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے حضرت عمر بن خطابؓ نے ابو عبیدہ بن جراح کے بعد آپ کو شام کا عامل مقرر کیا۔ اور طاعون عمواس کے موقعہ پر ۳۸ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ (اکمال)

معارج (ل) سیڑھیاں۔ قرآن مجید کی سورت کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ تا خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ اللہ جو (آسمان کی) سیڑھیوں کا مالک ہے (جنکی راہ) فرشتے اور جبرئیل اسکی طرف چڑھتے ہیں۔ اس کے حکم سے قیامت کے دن جسکا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا کافروں کو عذاب ہونا ہے (اور) کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (ایک ناعاقبت اندیش) درخواست کرنے والے نے درخواست کی۔ کہ وہ عذاب ابھی نازل ہو۔

معاشرت معاشرت کے معنے ہیں مل جل کر رہنا یعنے جن لوگوں کے ساتھ آدمی کے خانگی یا شہری تعلقات ہوں انکے ساتھ مناسب سلوک کرے۔ شریعت پاک نے معاشرت کے متعلق انسان کو ایسی اعلیٰ تعلیم دی ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا جسکی سب سے زبردست اور کافی دلیل یہ ہے کہ اسلام نے عرب جیسی جاہل اور بادیہ نشین قوم کو تہذیب وتمدن میں وہ کمال عطا کیا کہ عرب کی اسلامی معاشرت اس زمانہ کی تمام قدیمی مہذب ومتمدن اقوام کے لئے دستور العمل بنگئی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (س۔ انفال۔ ع ۱) یعنی پس اللہ سے ڈرو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو برا کہنا فسق اور اسے قتل کرڈالنا کفر ہے (صح)

فرمایا مسلمان آدمی کو حاکم وقت کی بات سننی اور اسکا کہا ماننا بہرحال واجب ہے جب تک کہ خدا کی بے فرمانی کا حکم نہ کیا جائے۔ ہاں جب خدا کی نافرمانی کا حکم کیا جا

تو نہ حاکم کی بات سنی جائے نہ اُسکا کہا مانا جائے۔

فرمایا۔ سنو اور فرمانبرداری کرو اگرچہ تمپر حبشی غلام ہی حاکم کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ گویا اسکا سر دانہ منقی (یعنے نہایت حقیر اور چھوٹا) ہے۔ (بخ)

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ؕ (س۔ بنی اسرائیل) یعنی اور عہد کو پورا کیا کرو۔ کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس میں امانت نہیں اسکا ایمان نہیں۔ اور جس میں ایفائے عہد نہیں اسکا کچھ دین نہیں۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا (س۔ احقاف) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے"۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا عمل اللہ کے نزدیک بہت پسند ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل۔ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا۔ فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا (صح)

اور فرمایا خدا کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور خدا کی ناخوشی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (تر)۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل) یعنی اور (لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انکو اور تمکو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے (تر)

اور فرمایا جسکے ہاں بیٹی ہو۔ اور وہ نہ تو اسے زندہ در گور کرے (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ فقر و عار کی وجہ سے کیا کرتے تھے) اور نہ اسکی اہانت و تذلیل ہی کرے نہ اپنے فرزند ذکور کو اسپر ترجیح ہی دے۔ خدا اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۸) یعنی اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ویسے ہی دستور کے موافق عورتوں کا (حق مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے"۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلحاظ ایمان سب ایمانداروں میں کامل تر ایماندار وہ شخص ہے جو خلق میں بہت اچھا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہایت نرم ہو (تر)

اور فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت کو دشمن نہ رکھے (کیونکہ) اگر اسکی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو اسکی دوسری عادت سے ضرور ضرور خوش ہو جائیگا۔ (مس)

خدا کا حکم ہے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (س۔ روم۔ ع ۴) اور رشتہ دار کو اسکا حق دیتے رہو۔ اور محتاج اور مسافر کو (ان کا حق)"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اسبات کو دوست رکھتا ہو کہ خدا اسکی روزی میں توسیع اور عمر میں برکت دے۔ تو وہ اپنے قرابتیوں کے ساتھ سلوک کرتا رہے (صح)

اور فرمایا کہ جنت میں رحم کا قطع کرنے والا داخل نہ ہوگا (صح)

اور فرمایا کہ جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا وقر نہ کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں الخ (تر)۔

فرمایا بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ویسا ہی ہے جیسا باپ کا اولاد پر (بیہقی)۔

فرمایا جس جوان نے بوڑھے کی اسکے سن کی وجہ سے عزت کی تو خدا اسکے بڑھاپے کے وقت ضرور ایسا شخص مقرر کرے گا جو اسکی عزت کرے گا۔ (تر)۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اسکا پڑوسی بھوکا رہے وہ کامل مومن نہیں ہے۔ (شعب الایمان)۔

اور فرمایا خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ثابت ہو۔ اور خدا کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بہتر ثابت ہو (تر)

اور فرمایا جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسی کی خبر لو۔ (بخ)

فرمایا کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اسکے ساتھ سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھُری کیوں نہ ہو۔

اور فرمایا ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے (بخ)۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سنت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے) اسکی تعظیم و تکریم کے لئے حویلی کے دروازہ تک پہونچانے جائے۔ (ابن ماجہ)۔

فرمایا جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو شخص خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ بھلائی کی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش ہو رہے (صحیح مسلم)

اور ایک حدیث کے آخری کلمات ہیں کہ مہمانداری تین دن ہے اسکے بعد جو احسان کرے وہ خیرات ہے (مسلم)

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو (کچھ دیکر) پھیر و گو ایک سوختہ کھر ہی کیوں نہ ہو (ابو)

فرمایا مانگنے والیکا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے (ابو)

فرمایا مسلمانوں میں سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو۔ اور گھر والے اسکے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سب سے بُرا اور بدتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اسکے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں۔ (ابن ماجہ)۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ اپنی مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری پوری حفاظت کرو۔ اور لونڈی غلاموں کے حقوق کی رعایت کرتے اور ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آتے رہنا (مسند امام احمد)

غرض اسلام نے اسکے علاوہ دشمن کے حقوق کافر کے حقوق اور اہل کتاب کے حقوق تک صاف طور پر قائم کر دئے ہیں۔ اگر ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو بڑے سے بڑا دفتر بھی کافی نہ ہوگا

معاقل معقلہ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں خون بہا اس کے معنے معلوم کرنے کے لئے دیکھو (دیت)

معانقہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا۔ ملاقات کے وقت بغلگیر ہونا۔ اگر بہ سبیل تملق ہو تو مکروہ و ممنوع ہے۔ اور اگر اسکا وقوع مسافر کے رخصت کرتے یا آتے وقت ہو تو جائز ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم سے کوئی اگر اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا کرے۔ کیا اسکے آگے سر و پشت خم کر دے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ کیا اسکو گلے لگائے اور اسکے ہاتھ چومے فرمایا نہیں، عرض کیا آیا اسکا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ

کرے۔ فرمایا ہاں۔ (تر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ زید بن حارثہ مدینے آئے۔ اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ تو انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم (شدت فرح اور غایت شوق کی وجہ سے) ان سے ملنے کے لئے برہنہ (یعنی بے چادر اوڑھے) کھڑے ہو گئے (آپ چلتے جاتے اور) اپنی چادر سنبھالتے جاتے تھے۔ (حضرت عائشہ کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے) تو اس سے پہلے کبھی آپ کو برہنہ یعنے بغیر چادر اوڑھے ہوئے) دیکھا تھا نہ اسکے بعد ہی دیکھا۔ الغرض پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگایا اور انکے ہاتھ و پیشانی کو بوسہ دیا (تر)

معانی الآثار علم حدیث میں ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی کی تصنیف ہے جو ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ اس کتاب کی متعدد علمانے شرحیں لکھی ہیں (کشف)

معاویہ رض یہ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں۔ ولادت ان کی خیف منیٰ میں ہوئی۔ کنیت ابو عبد الرحمن تھی بعض نے کتاب وحی میں شمار کیا ہے اور بعض نے منشی یا خطوط نویس لکھا ہے۔ ۱۶۳ حدیث کی روایت بھی کتب حدیث میں ان سے پائی جاتی ہے آپ دلیر تیز فہم۔ عالی خیال اور بلند حوصلہ تھے۔ مدت سلطنت ۴۰ برس تھی۔ کیونکہ حضرت عمر کے وقت سے عامل دمشق تھے اور بیس برس وہاں رہے اس مدت میں خلیفہ ثانی و ثالث کا وقت گذر گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انکو معزول فرمایا۔ مگر یہ آپ سے آمادۂ جنگ ہوئے اور امارۂ دمشق پر قابض رہے۔ اور حضرت حسن رض کے بعد ۱۹ برس اور حاکم رہے۔ باب جابیہ اور دروازہ دمشق کے مابین مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ ابن قیس یا ضحاک فہری نے پڑھی تھی۔

علمائے اہلسنت والجماعۃ انکے حال میں مختلف ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ انکے جنگ وجدال جو حضرت علی رض سے واقع ہوئے وہ محمول بر خطائے اجتہادی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جنگ خالی شائبہ نفسانیت سے نہیں تھے۔ تو انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ وہ باغی ٹھہرے لیکن باغی ہونا سب ولعن وشتم کا موجب نہیں ہے۔ خصوصاً وہ صحابی تھے اور کئی حدیثیں انکی فضیلت میں موجود ہیں۔ (تف)

معتدہ عدت نشین عورت۔ دیکھو (عدت)

معتزلہ (ل) کنارہ کش ہونے والا۔ یکسو ہونیوالا۔ اہل اسلام سے ایک فرقے کا نام ہے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حسن بصری کو یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ بالکل مومن ہے اور نہ بالکل کافر بلکہ اسکا درجہ اسکے درمیان ہے تو انہوں نے کہا ہٰؤُلَاءِ اِعْتَزَلُوا یعنے یہ لوگ اجماع اسلام سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ اس دن سے ان کا نام معتزلہ مشہور ہوا۔

اس تمام گروہ کا رئیس اور پیشوا واصل بن عطا ہے اس شخص نے احادیث و اخبار کو حسن بصری سے سیکھا تھا اور قواعد اعتزال کو عبد اللہ بن محمد حنفیہ سے حاصل کیا تھا۔ مبرد نے کامل میں کہا ہے کہ اسکی نشست اکثر اس بازار میں ہوا کرتی تھی جہاں عورتیں سوت بیچنے کو لاتی تھیں تاکہ پارسا عورتوں کو پہچان کر کچھ ان کو صدقہ خیرات دیا کرے اسلئے اسکا لقب غزال ہو گیا اور غزال کے معنے ہیں سوت بیچنے والا۔ اس شخص کی

گردن بہت لمبی تھی۔ یہاں تک کہ عمرو بن عبید نے اسبات کا عیب اس میں نکالا اور کہا مَنْ هٰذِهٖ عُنُقُهٗ لَا خَيْرَ عِنْدَهٗ یعنی جس شخص کی گردن اتنی لمبی ہوگی اس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ لیکن جب واصل لائق فائق نکلا تو عمرو نے کہا میری فراست چوک گئی۔ میرے عقل میں خطا ہوئی۔ واصل کی زبان سے حرف رائے مہملہ صحیح نہ نکلتا تھا۔ معہذا نہایت فصیح و بلیغ تھا۔ اس وجہ سے حرف را کو غین سے بدل دیتا تھا۔ زبان پر نہ آنے دیتا تھا۔ اسکا ایک بڑا رسالہ ہے۔ جس میں اس نے حرف را کو ذکر نہیں کیا۔

معتزلہ نے اپنا لقب اصحاب عدل و توحید مقرر کیا ہے۔ انکا عدل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب پہونچانا واجب ہے۔ اور توحید انکی یہ ہے کہ صفات الوہیت کے نافی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بے شک اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور بصیر بھی مگر صفت علم اور قدرت وغیرہ اسکو حاصل نہیں ہے۔ مطلب انکا یہ ہے کہ صفات الٰہی ذات الٰہی سے جدا نہیں ہیں بلکہ تمام ایک ذات ہے اور ایک ہی مفہوم ہے۔ کیونکہ اگر صفات باریتعالےٰ کو اسکی ذات کا عین نہ مانا جاوے تو بہت سے قدما اور معبود ثابت ہو جائیں گے اور یہ کفر ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا کلام مرکب ہے حروف اور آواز سے اور حادث ہے قدیم نہیں ہے اسی واسطے اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہونا تجویز نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تو اسے کبھی لوح محفوظ میں پیدا کر دیتا ہے اور کبھی جبرئیل اور کبھی نبی میں۔ اور انکے ہاں کلام لفظی اور نفسی میں تفریق نہیں اسلئے قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔ اور رویت الٰہی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رویت کے لئے شرائط درکار ہیں۔

انکے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ ایک ثنویہ۔ یہ نام اسلئے ہوا کہ یہ اسبات کے قائل ہیں کہ خیر اللہ کی طرف سے ہے اور شر بندے کی طرف سے۔ دوسرا نام وارویہ۔ یہ نام اسلئے ہوا کہ انکا قول ہے کہ مومنین دوزخ میں نہ جائیں گے۔ فقط انکا ورود دوزخ پر ہوگا اور جو شخص دوزخ میں گیا وہ پھر اس سے باہر نہ نکلیگا۔ تیسرا حرقیہ۔ کیونکہ انکا قول ہے کہ کفار ایک ہی بار جل جاتے ہیں۔

معتزلہ کے تقریباً بیس فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ فرقوں کے نام یہ ہیں (۱) واصلیہ (۲) عمریہ (۳) ہذیلیہ (۴) نظامیہ (۵) اسواریہ (۶) اسکافیہ (۷) جعفریہ (۸) بشریہ (۹) مزداریہ (۱۰) ہشامیہ (۱۱) حابطیہ (۱۲) حدیثیہ (۱۳) صالحیہ (۱۴) معمریہ (۱۵) ثمامیہ (۱۶) خیاطیہ (۱۷) جاحظیہ (۱۸) کعبیہ (۱۹) جبائیہ (۲۰) بہشمیہ (مذ)۔

مُعتِق آزاد کرنیوالا۔ دیکھو (اعتاق)۔

مُعتَق آزاد شدہ غلام۔ دیکھو (اعتاق)

المعتمد علم تفسیر کی ایک کتاب کا نام ہے جو دس جلدوں میں ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی کی تصنیف ہے جو ۵۳۵ھ میں فوت ہوئے (کش)

المعتمد حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں وہ احادیث بیان کی گئی ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ فقہ کی ترتیب پر ۳۳ بابوں پر مشتمل ہے۔ مصنفہ ابوالثنا محمود بن احمد قونوی جو ۷۷۰ھ میں فوت ہوئے (کش)

مُعتمِر عمرہ بجا لانے والا۔ دیکھو (عمرہ)

معجزہ معجزہ اسے کہتے ہیں کہ خدا کا جو پیارا بندہ نبوت کا دعوے کرتا ہو وہ کوئی ایسا عجیب کام کر دکھائے جو غیر معمولی اور عادت کے خلاف ہو اور منکر لوگ باوجود پوری کوشش کرنے اور ساری طاقت لگا دینے کے ایسا کام کرنے سے عاجز ہیں۔

معجزہ نبی کے دعوے کی دلیل اور اسکی سچائی کا گواہ ہوتا ہے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کوئی زبردست بادشاہ ایک شخص کو لوگوں کی طرف بھیجے تاکہ وہ انکو شاہی احکام سنائے۔ وہ شخص لوگوں سے کہے کہ میں بادشاہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ اسکا امین ہوں۔ اسکے احکام تم کو سنانے آیا ہوں۔ لوگ پوچھیں اسکی کیا دلیل ہے۔ وہ کہے کہ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضور اعلےٰ نے اپنی سلطنت کا جو انتظام کر رکھا ہے اگر عرض کروں تو اس کے برعکس کوئی کام کرا سکتا ہوں۔ لوگ کہیں تو پھر یہ نہر جو دارالخلافہ سے ہو کر آتی ہے بند کرا دو اور شاہی قلعہ پر توپیں چلنی شروع ہو جائیں۔ یہ شخص فوراً ٹیلیفون کے ذریعے سے حضور میں عرض کر دے اور چند ہی منٹ کے بعد نہر کا پانی اترنا شروع ہو جائے اور ساتھ ہی دارالخلافہ کی سمت سے دنادن توپوں کے فیر سنائی دینے لگیں

اسطرح جب کسی پیغمبر سے لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم رسول ہو تو فلاں انہونے کام کر دکھاؤ۔ تو وہ جناب باری میں دعا کرتا ہے اور خدا کے حکم سے ان لوگوں کے کہنے کے مطابق وہ کام ہو جاتا ہے۔ مثلاً پتھر سے اونٹنی پیدا ہو جاتی ہے۔ لکڑی کا اژدہا بن جاتا ہے۔ مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کی انگلی سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وغیرہ۔

معجزے اور جادو میں فرق بظاہر تو معجزہ اور جادو دونوں عجیب و غریب اور خلاف معمول کام کر دکھانے میں برابر ہیں مگر دراصل دونوں میں بہت کچھ فرق ہے۔ جادو محض ایک نظر بندی ہوتی ہے اس سے جو عجائبات نظر آتے ہیں ان کی اصلیت نہیں ہوتی جو چیز جادو سے بنائی جاتی ہے وہ اصلی چیز کا کام نہیں دے سکتی نہ اسکے لئے خواص اس میں ہوتے ہیں۔ بخلاف اسکے معجزے کا کام امر واقع ہوتا ہے اور وہ جو چیز ظاہر کرتا ہے وہ پوری اصلیت اور صحیح خواص رکھتی ہے جادو ہر شخص سیکھ کر اس سے دوسرے جادوگر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر معجزہ خاص خدا کا نشان ہے۔ اس کا مقابلہ انسانی طاقت سے باہر ہے اور جادو اسکے آگے بالکل پست اور ماند ہو جاتا ہے۔

معجزے اور کرامت میں فرق معجزے اور کرامت میں وہی فرق ہے جو سمندر اور اسکے ایک قطرے میں ہے۔ یا سورج اور اسکی شعاع میں۔

ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات بیشمار ہیں۔ منجملہ ان کے قرآن آپکا وہ زندہ معجزہ ہے جس کے معارضہ و مقابلہ سے انسانی طاقت عاجز ہے اسکی پیشگوئیاں قیامت تک پوری ہوتی رہینگی۔ معجزۂ شق القمر بھی آپکا وہ معجزہ ہے جسکی نظیر نہیں ملتی اور جسپر خدا کی آسمانی کتاب (قرآن) گواہ ہے۔

معجم الاوسط حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے مصنفہ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی جو ٣٦٠ھ میں فوت ہوئے۔ (کش)

معجم الصغیر علم حدیث میں امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی کی تصنیف ہے۔ امام موصوف نے ٣٦٠ھ میں وفات پائی۔ (کش)

معجم الکبیر حدیث کی ایک کتاب کا نام ہے جس کو امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ نے تصنیف کیا۔ اس کتاب میں پچیس ہزار احادیث ہیں۔ (کش)

معروف کرخی ابو محفوظ معروف بن فیروز۔ حضرت شیخ سری سقطی کے استاد تھے رسن ۲۰۰ھ اور بقولے ۲۰۱ھ بغداد میں فوت ہوئے۔ (کن)

معزّ عزت دینے والا۔ خدا کے اسمار سے ایک اسم ہے۔ اعزاز کہتے ہیں عزیز کرنے کو۔ یعنے خدا جسے چاہتا ہے توفیق طاعت دے کر اور عقبیٰ میں علو مرتبت اور نعیم جنت عطا فرما کر عزیز کرتا ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ خدا جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ یہ لفظ بعینہ تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے مگر اسکا مشتق موجود ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (س۔ آل عمران ع۳) اور تو ہی جسے چاہے عزت دے اور تو ہی جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔

مُعطی اسمار حسنےٰ میں سے ایک اسم ہے۔ اسکے معنے ہیں عطا کرنے والا۔ یعنے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ یہ ان اسمار سے ہے جنکے مشتقات بعینہ قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ (س۔ کوثر ع۱) بے شک ہمنے تجھے کوثر عطا کیا ہے۔

مُعقّبات (ل) یکے بعد دیگرے آنے والی چیزیں۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کی حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ارشاد ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۝ (س۔ رعد ع۲) اسکے آگے اور اسکے پیچھے باری باری سے (خدا کے) موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

معلّم ماسٹر۔ ٹیچر۔ مدرسہ یا مسجد کا استاد۔ دیکھو (استاد)۔ فلسفہ کی کتابوں میں معلّم اول کا لفظ ارسطو کے لئے آیا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اسی نے علم حکمت کے مسائل کو ضبط کر کے لکھا ہے (غ ص)۔ وہیں معلم اول یا معلم ملائکہ کا لفظ حضرت آدم علیہ السلام پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی ذیل کی آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ تا وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع۴) اور آدم کو (سب چیزوں کے) نام بتا دئے۔ پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ہم کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ بولے تو پاک (ذات) ہے جو تو نے ہمکو بتا دیا ہے۔ اس کے سوا ہمکو کچھ معلوم نہیں تحقیق تو ہی جاننے والا مصلحت کا پہچاننے والا ہے (تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان (چیزوں) کے نام بتا دئے تو (خدا نے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر) فرمایا۔ کیوں ہمنے تمسے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں کی اور زمین کی سب مخفی چیزیں ہم کو معلوم ہیں اور جو کچھ تم (اب) ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے (وہ) ہم کو (سب) معلوم ہے۔

معلّم کے لفظ کا اطلاق ہادی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یعنی میں لوگوں کو احکام دین کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

معمریہ ایک فرقے کا نام ہے جو معمر بن عباد سلمی کی طرف منسوب ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے اجسام کے سوا کوئی چیز پیدا نہیں کی اور اعراض کو اجسام پیدا کرتے ہیں۔ اور خدا قدم سے وصفت سے موصوف نہیں۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا اپنے آپکو بھی

نہیں جانتا (تغ)

مُعَوَّذَتین قرآن مجید کی وہ آخری سورتوں کو کہتے ہیں کیونکہ ان کے آغاز میں قُلْ اَعُوذُ کا کلمہ ہے۔ ان میں سے پہلی سورت کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو کہ تمام مخلوق کی شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات کی شر سے جب (اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر) چھا جائے۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں (یعنی جاگرونیوں) کی شر سے اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

دوسری کا ترجمہ یہ ہے (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو کہ (شیطان) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود) نظر نہیں آتا (اور) جنات اور آدمی (دونوں ہی اس قسم کے) وسوسہ انداز ہوتے ہیں) ان کی شر سے میں لوگوں کے پروردگار لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منزل تو ہیں۔ مگر قرآن مجید میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے نزدیک قرآن قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پر ختم ہو گیا۔ اور یہ دو سورتیں بطور تعویذ و حفاظت کے نازل ہوئی ہیں بلکہ جمہور صحابہ اس کے مخالف ہیں۔ کیونکہ بخاری اور نسائی وغیرہ میں رزبن حبیش سے حدیث آئی ہے کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جیسا جبرئیل نے کہا ویسا ہی میں نے کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو سورتیں قرآن میں سے ہیں۔ نیز مسلم اور ترمذی میں عقبہ بن عامر سے حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جنکی مثل آج تک میں نے نہیں دیکھی۔ وہ یہ دونوں آخری سورتیں ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں کو عبداللہ بن مسعودؓ بھی جزو قرآن سمجھتے تھے۔ مگر چونکہ الحمد کی طرح انکو اکثر پڑھا کرتے تھے اسلئے ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس نہ لکھنے کی وجہ سے لوگوں نے خیال کر لیا کہ آپ انہیں جزو قرآن نہیں سمجھتے تھے (لقنا)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا (مش)۔

مُعِید دوبارہ پیدا کرنیوالا۔ خدا تعالے کے ننانوے اسماء سے ہے۔ اور یہ لیا گیا ہے اعادت سے جسکے معنے ہیں لوٹانے اور عدم کے بعد ایجاد کرنیکے خدا معید ہے۔ اس معنے کر کہ قیامت میں دوبارہ پیدا کریگا۔ یا اس اعتبار سے کہ رات دن کا چکر باندھ رکھا ہے۔ یہ اسم بعینہ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ (س۔ بروج۔ ع۱) وہی اول بار پیدا کرتا اور وہی قیامت میں دوبارہ بھی کریگا۔

مغالق جوے کے تیر۔ دیکھو لفظ (ازلام)

مغنی اللہ تعالے کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں لوگوں کو بے پروا کرنے والا اللہ کا ایک نام غنی ہے جو مشتق ہے غنا سے۔ اور غنا کہتے ہیں بے نیاز ہونے کو یعنی خدائے تعالےٰ سب سے بے نیاز ہے۔ اور مغنی لیا گیا ہے اغنا سے۔ جسکے معنے ہیں بے نیاز کرنا یعنے وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے بے نیاز کرتا ہے کہ وہ

اپنے ہمجنسوں کیطرف حاجت نہیں لے جاتا۔ غنی جو مالدار کے معنے میں مشہور ہے وہ بھی بے نیازی کی ایک شاخ ہے۔

غنی وہ ہے جس کو اپنی ذات وصفات کے وجود یا کمال کسی کی طرف کسی قسم کی حاجت نہ ہو۔ اور یہ بات اللہ کے سوا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ اور اللہ مغنی بھی ہے یعنے وہ اپنے بندوں کو غنی بناتا ہے۔ لیکن بندہ مطلق غنی نہیں بن سکتا جیسے کہ خدا مطلق غنی ہے۔ کیونکہ بندہ کم از کم مغنی کا تو محتاج رہا۔ اور یہ احتیاج غنی مطلق کی شان کے خلاف ہے پس بندہ غنی بالمجاز ہے۔

اور زیادہ سے زیادہ یہی غنا ہے جس سے بندہ متصف ہوسکتا ہے کیونکہ وہ قطعی طور پر حاجت سے بری نہیں ہوسکتا ورنہ اللہ کا یہ فرمان کیونکر صحیح ہوگا۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ ہاں اللہ بندہ کی ہر چیز سے مستغنی ہوسکتا ہے ورنہ خدا کے اسم مغنی کا مفہوم ٹھیک نہیں بیٹھے گا (مقد)

مغنی کا اسم بعینہ قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔ سورہ نور کے رکوع ۴ میں اسکا مشتق یوں آیا ہے يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

مغنی حدیث میں حافظ عمر بن زید موصلی حنفی کی تصنیف ہے جو سنہ ۶۱۰ھ میں تصنیف ہوئی (کش)۔

مغنی اصول فقہ میں شیخ جلال الدین عمر بن محمد بخاری حنفی کی تصنیف ہے جو سنہ ۶۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ ابو محمد منصور بن احمد خوارزمی نے مکہ میں اسکی شرح لکھی۔ اسکے علاوہ اور بھی اسکی متعدد شروح ہیں۔ (کش)

مغیریہ مغیرہ بن سعید عجلی کے متبعین کا ایک فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا ایک نورانی انسان کی شکل میں ہے اور اسکے سر پر نور کا تاج ہے۔ اور

اسکا دل معرفت وحکمت کا سرچشمہ ہے (تع)

مفاخرت فخر کرنا۔ دیکھو (فخر)۔

مفاتیح الغیب شیخ جلال الدین سیوطی کی تفسیر ہے جو سنہ ۹۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ یہ تفسیر سورت سبح سے اخیر تک ہے۔ (کش)

مفتاح الجنۃ جنت کی کنجی۔ نماز کا لقب ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ رواہ احمد۔ یعنی جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت کی کنجی نماز ہے۔ اور نماز کی کنجی وضو ہے۔

مفتاح الغیب تصوف میں شیخ صدرالدین محمد بن اسحٰق قونوی کی تصنیف ہے جو سنہ ۶۷۳ھ میں فوت ہوئے۔

مفرح الاحزان اسکے معنے ہیں غم کے اسباب موجود ہونیکے بعد اپنے آپ کو خوش رکھنے والا یعنی زندہ دل۔

مُفسِد بگاڑنے والا۔ فساد ڈالنے والا فتنہ انگیز قرآن مجید میں ارشاد ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ (س۔ بقرہ ع ۲۷) اور (اے پیغمبر) لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (تو انکو) سمجھا دو کہ (جس میں) ان (یتیموں) کی بہتری (ہو وہی) بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھی ہیں (کوئی غیر نہیں) اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنیوالے سے (الگ) پہچانتا ہے۔

مُفسدات وہ کام جن سے نماز اور روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (مفسدات نماز، مفسدات روزہ)

مُفسدات روزہ وہ کام جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) جان بوجھکر کھانا یا پینا (۲) جان بوجھ کر ہم بستر ہونا (۳) کلی کرتے یا غوطہ لگاتے وقت بلا اختیار حلق میں پانی اُتر جانا (۴) کان یا ناک میں دوائی ڈالنا (۵) سر کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا دماغ تک چلا جانا (۶) پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ کے اندر پہنچ جانا۔ (۷) اپنی خواہش سے مُنہ بھر کے قے کرنا (۸) صبح صادق کے بعد غلطی سے سحری کھالینا (۹) سورج کے چھپنے سے پیشتر غلطی سے روزہ افطار کرلینا (۱۰) روئی۔ کاغذ۔ گھاس۔ کنکر وغیرہ جو چیز کھائی نہیں جاتی نگل جانا۔ اگر کسی شخص کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ بھول کر کھا پی جائے یا ہم بستر ہو یا بلا اختیار حلق میں غبار، دھواں، مکھی چلی جائے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تیل لگانے۔ مسواک کرنے۔ سرمہ لگانے۔ بلا اختیار قے کے آنے اور کان میں پانی ٹپکانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ روزہ یاد ہی ہو۔ (کتب فقہ)۔

مُفسدات صلوٰۃ نماز کے مفسدات یعنی وہ کام جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دیکھو (مفسدات نماز)۔

مُفسدات صوم روزے کے مفسدات۔ یعنے وہ کام جنسے روزہ ٹوٹ جاتاہے۔ دیکھو (مفسدات روزہ)۔

مُفسدات نماز وہ کام جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے وہ یہ ہیں (۱) ارادے سے یا بھولے سے بول اُٹھنا۔ (۲) اُف یا ہائے کہنا۔ یا آواز کے ساتھ ٹھنڈا سانس بھرنا۔ یا کسی دنیوی رنج سے زور سے رونا۔ البتہ اگر خدا کے خوف سے یا بہشت و دوزخ کے خیال سے رونا آگیا تو نماز نہیں ٹوٹتی (۳) بے ضرورت کھنکارنا اور گلا صاف کرنا (۴) کسی چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۵) قرآن سے دیکھ دیکھ کر نماز میں سورت پڑھنا (۶) ایک طرف کو اتنا مُڑنا کہ قبلے کیطرف سے سینہ پھر جائے (۷) کسیکے سلام کا جواب دینا۔ (۸) نماز میں جوڑا باندھنا (۹) کوئی چیز منہ میں ڈال کر کھا پی لینا خواہ ایک تل یا ایک قطرے کے برابر ہو۔ ہاں اگر پہلے ہی سے کوئی چیز منہ میں اٹک رہی ہو تو ایک چنے سے کم مقدار کی چیز کے نگلنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اس سے زیادہ ہو تو ٹوٹ جاتی ہے (۱۰) کوئی خوشخبری سنکر الحمد للہ یا مصیبت کی خبر سنکر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا (۱۱) اللہ اکبر پڑھنے میں اللہ کے الف پر مد پڑھنا۔ یا بے کی زبر کو لمبا پڑھنا۔ اسی طرح اور کلمے میں ایسی غلطی کرنا جس سے معنے بگڑ جائیں (۱۲) امام کے سوا کسی اور کو بتانا (۱۳) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگا کرتے ہیں (۱۴) عمل کثیر کرنا۔ وغیرہ وغیرہ (کتب فقہ)

مُفَوِّضِیّہ ایک فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے پیدائش عالم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا ہے (تع)۔

مُفِیض وہ شخص جسے اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جوا کھیلنے کے وقت تیروں کی تھیلی دیدیتے تھے۔ اور وہ اپنا ہاتھ تھیلی میں ڈالتا اور تیر نکال کر کسی ایک شخص کے ہاتھ میں دے دیتا اور جو کچھ اس تیر پر لکھا ہوتا اس کے موافق اس کو حصہ ملجاتا۔ دیکھو (ازلام)۔

مَقامِ ابراہیم مسجد حرام میں کعبہ کے سامنے مطاف کے کنارے پر ایک پتھر رکھا ہوا ہے جسکا طول دس بالشت اور عرض سات بالشت ہے۔ چونکہ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام

قدم مبارک کا نشان ہے۔ اسواسطے اسکا نام مقام ابراہیمؑ ہے۔

شیخ ابن حجر مکی اپنے تحفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سنگ مقام ابراہیم کو ملائکہ جنت سے لائے تھے۔ تاکہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوکر دیوار کعبہ کو بنائیں۔ چنانچہ وہ اسی پتھر پر کھڑے ہوکر عمارت کعبہ کو بناتے تھے۔ اور اسی پتھر پر کھڑے ہوکر مخلوق خدا کو ترغیب حج کا وعظ بھی فرماتے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک وہ پتھر کعبہ کے نزدیک پڑا رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مطاف کے کنارے جہاں وہ اسوقت ہے اسکی جگہ مقرر فرمائے رکھا (تاریخ مسجد الحرام)

الحقوق والفرائض میں لکھتے ہیں کہ مقام ابراہیم ایک بڑا پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ یہ زمین سے گز کی ایک تہائی اور آٹھواں حصہ اونچا ہے۔ اسکے اوپر کی سطح مربع ہے۔ یعنے چاروں طرف سے پاؤ گز۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ قدموں کی جگہ کے اردگرد چاندی کے پتر لگے ہوئے ہیں۔ یہاں طواف کا دوگانہ پڑھا جاتا ہے۔ مقام ابراہیم سے غلاف کعبہ تک دو گرہ کم اکیس ۲۱ گز کا فاصلہ ہے۔ (الحقوق)۔

قرآن مجید میں دو دفعہ یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ (س۔ البقرہ۔ ع ۱۴) اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر رکھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ (س۔ آل عمران۔ ع ۱۰)۔ مکہ میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں۔ ازانجملہ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ۔

مَقامِ محمود لفظی معنے مقام پسندیدہ۔ جمہور کے نزدیک مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے (بد)

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مقام محمود جسکا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہے وہ مرتبہ شفاعت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مضطر ہوکر تمام انبیاء سابقین سے سفارش کرانی چاہیں گے اور چونکہ تمام انبیاء آدمی ہوگذرے ہیں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لغزش بتقاضائے بشریت ہوگئی ہے۔ انبیاء سابقین اپنی لغزشوں کو یاد کرکے شفاعت کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ آخر یہ مہم ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سر کرینگے اور خدا سے آپ کو تمام لوگوں کی شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اور خدا کی رحمت عام اس پیرائے میں ظاہر ہوگی کہ ہمارے پیغمبر سب کی شفاعت کریں اور خدا کی جناب میں انکی شفاعت قبول ہو۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل ع ۹) اور رات کے ایک حصہ میں نماز تہجد بھی پڑھا کرو اور یہ تمہاری نفلی نماز ہے۔ عجب نہیں کہ اسکی برکت سے تمہارا پروردگار قیامت کے دن تمکو مقام محمود میں پہنچائے۔

مقابضہ اسکے معنے ہیں جنس کو جنس سے بیچنا۔ تفصیل کو دیکھو (بیع)

مقبرہ قبرستان۔ گورستان۔ محمد بن نعمانؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبر دونوں کی یا ایک کی زیارت کرے اسکے گناہ بخشدئے جاتے ہیں۔ اور اسکا نام نیکوکاروں میں لکھا جاتا ہے۔ (بہشتی)

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں نے پہلے تمہیں قبروں پر جانیسے

منع کیا تھا۔ اب جایا کرو۔ کیونکہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کو یاد دلاتی ہیں (مد)

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبرستان میں ایسی جگہ مسجد بنانی منع ہے جہاں سجدہ کرنے سے کوئی قبر سامنے آجائے۔

مُقتدیٰ پیروی کیا گیا۔ یعنے جسکی لوگ پیروی کریں۔ پیشوا۔ سرگروہ۔ لیڈر۔ (غ)

مُقتدر صاحب مقتدرت۔ خدا کا نام ہے اور یہ اقتدار سے مشتق ہے جسکے معنے قدرت کے ہیں۔ اور مقتدر کے معنے ہوئے صاحب قدرت۔ مقتدر میں قادر کی نسبت مبالغہ ہے۔ یہ اسم بعینہٖ قرآن مجید میں آیا ہے کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۔ (س۔ قمر۔ ع ۳) سو انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انکو ایسا سخت پکڑا جیسا زبردست صاحب قدرت پکڑا کرتا ہے۔

مُقتدِی پیروی کرنے والا۔ وہ شخص جو امام کے پیچھے کھڑا ہو۔ امام کے پیچھے جتنے شخص ہوتے ہیں وہ مقتدی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ نماز کے ہر رکن میں وہ امام کی پیروی کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو (نماز)۔

مُقدِّم اپنے دوستوں کو بارگاہ عزت کی طرف بڑھانے والا۔ خداوند تعالےٰ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے تقدیم سے اور تقدیم کہتے ہیں آگے کرنے کو۔ یعنی خدا تعالےٰ فرمانبرداروں کو راہ قرب میں آگے بڑھاتا ہے۔ یہ اسم خدا تعالےٰ کے ان اسماء سے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

مُقسِط عادل۔ منصف۔ خدا کا نام ہے اسکا مادہ ہے قسوط۔ اور قسوط کہتے ہیں جور و ظلم کو۔ لیکن جب اسے باب افعال میں لے گئے تو معنے ہوئے جور و ظلم کا ازالہ کرنے کے۔ اور ازالہ جور و ظلم کا نام ہے انصاف۔ تو مقسط کے معنے ہوئے منصف عادل۔ یہ اسم بعینہٖ تو قرآن مجید میں موجود نہیں مگر اسکا مشتق موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۲) خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی گواہی دیتے ہیں اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ کارخانہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ زبردست اور حکمت والا ہے۔

مقصورہ حجرہ۔ وہ جگہ جو مسجد سے علیحدہ عبادت وغیرہ کے لئے بنائی جائے صوفیوں کا قاعدہ چلا آیا ہے کہ عبادت کے لئے گھر سے علیحدہ کسی گوشہ میں جگہ بناتے ہیں۔ اور وہاں یکسوئی سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

مقوقس مصر کے ایک نامور حاکم کا نام ہے جو عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ اور جس کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نامہ بھیجا۔ جب اس کے پاس آپکا خط پہنچا تو اس نے قاصد کو خلوت میں بلا کر اس کے ساتھ بہت سی باتیں کیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سنکر کہا بے شک یہ اوصاف اُسی پیغمبر کے ہیں جسکے آنے کی خبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دی ہے یہ پیغمبر اپنے تمام مخالفوں پر غالب آئیگا۔ اور اسکے پیرو اس ملک کو فتح کرلیں گے۔

اس کے بعد قاصد کو ایک مخلصانہ جواب اور چند بیش قیمت تحفے دے کر واپس کیا۔

تحفوں کی تفصیل یہ ہے۔ ماریہ قبطی[1] اور اسکی بہن شیریں۔ چار تر کی لونڈیاں۔ ایک خواجہ سرا۔ ایک سفید خچر جسکا نام دلدل تھا۔ ایک گدھا جسکا نام غفیر یا یعفور تھا۔ کچھ کپڑے۔ کچھ شہد۔ ہزار مثقال سونا۔ اسکے علاوہ خاص قاصد کو بھی پانچ جامے اور سو مثقال سونا انعام دیا (کذا فی کتب التاریخ)

مقیت مخلوق کو قوت یعنے روزی پہنچانیوالا۔ خدا کا نام ہے اور یہ قوت سے ماخوذ ہے اور قوت کہتے ہیں اس خورش کو جو بدن انسان کے قیام کا باعث ہو۔ اقاتت کے معنے قوت دینا۔ اور کبھی مقیت توانا اور گواہ اور حاضر اور نگاہ رکھنے والے کے معنے میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں وارد ہوتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ٥ اور اللہ ہر چیز پر ضابط ہے۔

مُکاتَب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک کی رضا سے اپنی قیمت کا متکفل ہو جائے یہ غلام اپنی مزدوری سے مالک کو قیمت ادا کرنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (غ)

مُکاری وہ شخص جو اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کرایہ پر دیتا ہو۔ (غ)

مکان شکستہ اگر شکستہ مکان کے مالک کو کہا جائے کہ اسے گرا دے تو اگر اتنی مدت کے بعد وہ گر گیا جس میں وہ اکھیڑ سکتا تھا تو وہ نقصان کا ذمہ وار ہوگا (قد)۔

مُکاء میم کے ضمہ سے سیٹی بجانا۔ ایک خوش آواز پرندے کا نام ہے جو باغوں میں آواز کیا کرتا ہے بطلیوسی نے کہا ہے کہ مکاء باغوں سے مالوف ہے۔

دوسری جگہ جب جاتا ہے جبکہ خشک سالی ہو اور گھاس نہ اُگے۔

قزوینی نے کہا ہے کہ مکاء جنگل کے پرندوں میں سے ہے جو عجیب گھونسلا بناتا ہے۔ اسکی اور سانپ کی بڑی عداوت ہے۔ سانپ اسکے انڈوں اور بچوں کو کھا جاتا ہے۔

ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ نے مکاء کے انڈے کھا لئے۔ مکاء نے اسکے اوپر اُڑنا شروع کیا۔ اور اسکے قریب ہو ہو کر اُڑتا تھا جب سانپ اسکی طرف منہ کھولکر دوڑتا تو وہ سانپ کے منہ میں کانٹا ڈالدیتا تھا۔ چنانچہ وہ کانٹے سانپ کے حلق میں گر گئے اور وہ مر گیا۔ (حیوٰۃ)۔

قرآن مجید کی سورت انفال رکوع ۴ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۔ اور خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانیکے سوا انکی نماز ہی کیا تھی۔

مکرمیہ ایک اسلامی فرقے کا نام ہے جو مکرم عجلی کا پیرو ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ تارک نماز کافر ہے (رتع)

مکروہ وہ کام جسکا نہ کرنا راجح ہو۔ اگر وہ حرام سے قریب ہو تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں اگر حلال سے قریب ہو تو مکروہ تنزیہی۔ مکروہ تحریمی کے ارتکاب پر عذاب ہوتا ہے۔ اور مکروہ تنزیہی کے کرنے پر نہیں ہوتا۔

نماز میں بعض کام مکروہ ہیں۔ انکے لئے دیکھو (مکروہات نماز)۔

یہ روزے مکروہ ہیں (۱) عید الفطر کے دن (۲) عید اضحٰی کے دن (۳) عید اضحٰی سے بعد تین دن یعنی ذی الحجہ کی گیارھویں سے تیرھویں تاریخ تک (۴) ہمیشہ بھر روزے رکھنا اور کسی دن افطار نہ کرنا (۵) کفار کے

---

[1] ماریہ قبطی کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیز کے طور پر اپنے گھر میں رکھ لیا جنکے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے ۱۲ مدارج النبوۃ۔

تیوہار میں روزہ (۶) چپ کا روزہ (۷) عورت کا اپنے خاوند کی اجازت بغیر نفلی روزہ رکھنا (۸) ایسے سفر میں روزہ کہ سخت تکلیف ہو۔ یا ہمراہی لوگ بے روزہ ہوں جنکے ساتھ کھانا پینا شریک ہو۔

کسی جانور کے سامنے جانور کو ذبح کرنا۔ اور ذبیحہ کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنے میں مصروف ہوجانا جانور کو پاؤں سے پکڑ کر ذبح کرنے کی جگہ تک گھسیٹ کر لیجانا۔ گردن کے پیچھے سے ذبح کرنا۔ ایسی سختی سے ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جائے۔ اور ٹھنڈا ہونے سے پیشتر کھال اُتارنے لگنا مکروہ ہے۔ مگر ایسے ذبیحہ کے کھانے سے کوئی کراہت نہیں۔

حلال جانور کی شرمگاہ۔ کپورے۔ غدود۔ پھکنا پتّا۔ بہتا ہوا لہو کا کھانا مکروہ ہے۔

بلی۔ چوہے۔ مرغی۔ کوّے اور طوطے کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مکروہات خارجی

وہ مکروہ چیزیں جو آدمی کے اپنے بدن سے تعلق نہ رکھتی ہوں۔ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

نمبر شمار	قسم مکروہات	طریقہ ازالہ کراہت
۱	دوسرے کا رینٹ۔ تھوک بلغم۔ پسینا۔	کپڑے یا پانی سے دور کرنا۔
۲	بلی۔ مرغی۔ سانپ چوہے اور پھاڑنے والے پرندوں کا تھوک	پانی بہا دینا

مکروہات داخلی

وہ مکروہ چیزیں جو انسان کے بدن سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوسکتی ہیں

نمبر شمار	قسم نجاست	طریقہ ازالہ نجاست
۱	رینٹ	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پہونچانا
۲	تھوک	پونچھنا یا دھونا یا مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی پہونچانا۔
۳	بلغم	"
۴	پسینا	پونچھنا یا دھونا
۵	دانتوں کا میل منہ کی سڑاند بساند یا کھانیکا کوئی جزو جو دانتوں میں لگا رہ گیا ہو۔	مسواک کرنا یا کوئی منجن یا خلال کرنا یا مبالغے کے ساتھ کلی غرارہ کرنا
۶	موئے زہار	بالوں کو دور کرنا
۷	مونچھوں کے بال	بالوں کو دور کرنا
۸	بغلوں کے بال	"
۹	ناخن کا میل	ناخن کروانے۔
۱۰	ختنہ	زائد کھلڑی کاٹ ڈالنا۔

مکروہات نماز

وہ کام جن سے نماز ٹوٹتی نہیں مگر اسکا ثواب گھٹ جاتا ہے۔

(۱) کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا۔

(۲) کنکریوں کو ہٹانا۔ البتہ اگر کنکریوں کے سبب سے سجدہ مشکل ہو تو ان کو ہٹانے کے لئے صرف ایک دو بار ہاتھ بڑھانا جائز ہے۔

(۳) انگلیاں چٹخانا۔

(۴) دائیں یا بائیں طرف منہ موڑ کر دیکھنا۔

(۵) جلسے یا قعدے میں بلا عذر دونوں پاؤں کھڑے کرکے بیٹھنا۔

(۶) چار زانو بیٹھنا۔

(۷) کتّے کی طرح بیٹھنا۔

(۸) سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا۔

(۹) کپڑے کو سمیٹنا۔

(۱۰) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں کوئی شخص اسکے سامنے منہ کئے بیٹھا ہو۔

(۱۱) ایسے مصلّے پر نماز پڑھنا جسپر تصویر بنی ہوئی ہو۔
(۱۲) تصویر دار کپڑوں سے نماز پڑھنا۔
(۱۳) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبا کرنا۔
(۱۴) کسی نماز میں ہمیشہ پڑھنے کے لئے ایک ہی سورت مقرر کر رکھنا۔
(۱۵) کندھے پر رومال ڈالکر نماز پڑھنا۔
(۱۶) اتنے میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن میں معزز لوگوں سے ملتے ہوئے شرم کی جاتی ہو۔
(۱۷) پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کی حالت میں نماز پڑھنا۔
(۱۸) کھانا تیار ہونے پر سخت بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا۔ لیکن اگر نماز کا وقت جارہا ہو تو پہلے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔
(۱۹) بلاضرورت تھوکنا یا ناک صاف کرنا۔
(۲۰) بلاضرورت کسی چیز کے سہارے کھڑے ہونا۔
(۲۱) سورت ختم ہونے سے پہلے جلدی سے رکوع میں چلے جانا۔ اور رکوع میں جاکر اسکو پورا کرنا۔
(۲۲) پاؤں کی جگہ کی نسبت سجدے کی جگہ کا اونچا ہونا۔ بالشت بھر جگہ اونچی ہو تو معاف ہے۔ اس سے زیادہ مکروہ ہے۔
(۲۳) چادر سر یا کندھوں پر اسطرح ڈالنا کہ اسکے دونوں کنارے نیچے لٹکے رہیں۔ یا چوغہ کوٹ وغیرہ۔ آستینوں میں باہیں ڈالے اور بٹن لگائے بغیر کندھوں پر ڈالے رکھنا۔
(۲۴) امام کا نمازیوں کی نسبت بہت اونچی یا بہت پست جگہ پر کھڑے ہونا۔
(۲۵) مقتدی کا اس صف کے پیچھے کھڑے ہونا جس میں جگہ باقی ہے۔
(۲۶) سستی اور کاہلی کے باعث ننگے سر نماز پڑھنا اگر عاجزی کے لئے ایسا کرے تو مکروہ نہیں۔
(۲۷) آسمان کیطرف نگاہ اٹھانا۔
(۲۸) پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا۔
(۲۹) آیتوں کا گننا۔ (کتب فقہ)

مگرمچھ ایک خونخوار دریائی جانور کا نام ہے جسکو عربی میں تمساح کہتے ہیں۔ شرع میں اسکا گوشت حرام ہے۔

مُلّا صیغہ مبالغہ کا ہے جسکے معنے ہیں بہت پُر یعنے علم سے۔ یہ ملؤ سے مشتق ہے جسکے معنے پُری کے ہیں (غ)
فی زمانناً یہ لفظ حقارت آمیز معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

مِلّت دین۔ مذہب۔ شریعت (غ)
قرآن مجید میں یہ لفظ تقریباً ۱۵ مرتبہ آیا ہے دیکھو سورہ بقرہ۔ آل عمران۔ نساء وغیرہ۔

ملتقی الابحر فقہ میں ابراہیم حلبی کی تصنیف ہے۔ جو حلب میں پیدا ہوئے اور قسطنطنیہ جاکر سلطان محمد خان کی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور ۹۵۶ھ میں فوت ہوئے۔
یہ کتاب پہلے پہل ۱۲۵۱ھ میں قسطنطنیہ اور ۱۲۶۳ھ میں بولاق میں طبع ہوئی۔ ممالک عثمانیہ میں یہ کتاب خاص طور پر معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں مختصر طور پر قدوری۔ مختار۔ کنز الدقائق اور مختصر وقایۃ الروایۃ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ حنفیوں میں یہ کتاب بالاتفاق مقبول ہے۔
عبدالرحمن بن محمد سلیمان نے اسکی شرح لکھ کر اسکا نام مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر رکھا۔ جو ۱۲۸۷ھ میں قسطنطنیہ میں طبع ہوئی۔
انہیں ابراہیم حلبی نے منیۃ المصلی کی شرح لکھی ہے جسکا نام غنیۃ المستملی رکھا جو پہلے پہل مصر میں طبع ہوئی۔ (اکتفا)

مُلحِد راہ حق سے پھرا ہوا۔ بے دین۔ فاسق۔ (غ)

مُلحق (ل) ملایا گیا (ص۔ و) روح کی اس حالت کے لئے آتا ہے جب وہ خدا سے ملجاتی ہے۔

مَلِک (ل) بادشاہ۔ پہلے امیر کو بھی کہا کرتے تھے (غ)۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا (س۔ بقرہ۔ ع ۳۲) اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔

سلطان کے معنے بھی عرف میں بادشاہ کے لئے جاتے ہیں لیکن قرآن میں غلبہ و قابو کے معنے میں مستعمل ہوا ہے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۶) جو ہمارے سچے بندے ہیں ان پر تو تیرا اسیطرح کا قابو چلنا نہیں۔

بادشاہ کا لفظ فارسی میں مَلِک کے لئے موضوع ہے اور یہ باد بمعنے تخت اور شاہ بمعنے مَلِک سے مرکب ہے یعنے تخت کا مالک۔

مَلِک کے لئے اور بھی کئی الفاظ ہیں۔ چنانچہ والی امیر افغانستان کو۔ والی بخارا اور کابل کے حاکم کو۔ سید زنجبار کے حاکم کو کہتے ہیں۔ خلیفہ اور امام کا اطلاق بھی بادشاہ پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ مَلِک اخص اور ابلغ ہے مالک سے۔ یعنے دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مَلِک کو مالک کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر مالک کو مَلِک نہیں کہہ سکتے۔

مُلک (۱) سلطنت، حکومت۔ یوں تو دنیا میں کسی نہ کسی قسم کی سلطنت اور حکومت دنیا کے بادشاہوں کو حاصل ہے۔ کوئی حکومت برطانیہ کا مالک ہے اور کوئی حکومت اٹلی کا۔ کوئی حکومت عثمانیہ کے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ اور کسی کے ہاتھ میں فرانس کی سلطنت کی باگ ہے۔ یہ تو دنیاوی سلطنتوں اور حکومتوں کا ذکر ہے۔ لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں جسے کسی نہ کسی حکومت سے حصہ نہ دیا گیا ہو۔ باپ اپنی اولاد پر حاکم ہے تو خاوند اپنی بیوی پر۔ استاد کو شاگردوں پر حکومت حاصل ہے تو آقا کو اپنے نوکروں پر حکومت کرنیکا حق ہے غرض دنیا کا انتظام ہی اسی طرح چل رہا ہے اور یہ نہ ہو تو دنیا کے انتظام کی کارروائی درہم برہم ہو جاوے۔ یہ سب کچھ ہے مگر اصلی اور حقیقی سلطنت اور حکومت کا مستحق خداوند کریم ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے دنیاوی حکمرانوں کو چندروز کیلئے حکومت عطا کی ہے۔ اگر وہ چاہے تو دنیا کے مغرور سے مغرور۔ جابر سے جابر۔ ظالم سے ظالم اور زبردست سے زبردست بادشاہ کو چشم زدن میں تخت سے اُتار کر کاسہ گدائی پکڑا دے۔ اور ایسے شخص کو جو نان شبینہ کا محتاج ہو تخت پر بٹھا دے۔ چنانچہ دنیا میں کئی ایک ایسے واقعات ہو گذرے ہیں اور ہوتے رہینگے۔

(۲) قرآن مجید کی ۶۷ ویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے تَبٰرَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ترجمہ) بابرکت ہے وہ (خدائے با اختیار) جسکے ہاتھ میں (دنیا جہان کی) سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَلَک فرشتہ۔ اسکی جمع ملائکہ آتی ہے۔ (۱) فرشتے خدا کی ایک پاک مخلوق ہے پیدائش انکی نور سے ہے۔ وہ کھانے پینے اور دیگر تمام حیوانی اوصاف سے پاک ہیں۔ انکی غذا ذکر الٰہی ہے۔ اور وہ خدا کے معزز اور فرمانبردار بندے ہیں۔

(۲) ہوا کی طرح فرشتے بھی نظر نہیں آسکتے۔ بلکہ فرشتوں کی لطافت ہوا کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے

مگر انبیاء علیہم السلام فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جس وقت کوئی فرشتہ انسان کی صورت میں آتا ہے۔ تو عام لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ جبرئیل کبھی کبھی دحیۃ الکلبیؓ کی صورت میں آتے تھے تو ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دیکھ لیتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام کئی مرتبہ انسانی صورت میں آنحضرت کے پاس دینی احکام لیکر آئے ہیں۔

(۳) فرشتے پلک جھپکنے میں ہزارہا میل طے کر سکتے ہیں۔ اور ان میں طاقت اسقدر ہوتی ہے کہ خدا کے حکم سے زمین کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں۔

(۴) فرشتوں کو خدا کے حکم سے مختلف کام سپرد ہیں حضرت جبرئیل کو پیغمبروں کے پاس وحی لانے کی خدمت سپرد تھی۔ عزرائیل روحوں کے قبض کرنے پر مامور ہیں۔ بعض فرشتے بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بعض بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ بعض جنت کے نگہبان ہیں۔ بعض دوزخ کے محافظ ہیں۔ بعض عرش کو اٹھانے کی خدمت پر مامور ہیں۔ بعض کے سپرد دنیوی امور کا انتظام ہے۔ اور بہت سے فرشتے صرف خدا کی تسبیح تہلیل اور تکبیر میں مصروف ہیں۔

(۵) چند خاص فرشتوں کے نام قرآن و احادیث میں ملتے ہیں۔ مثلاً جبرائیل۔ عزرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ رضوان۔ مالک وغیرہ۔ عملیات کی کتابوں میں فرشتوں کے بہت سے نام ہیں۔ چنانچہ جواہر خمسہ میں ان ناموں کی ایک بڑی فہرست درج ہے۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ کلکائیل۔ دردائیل۔ دربائیل۔ شرقائیل۔ تنکافیل۔ افتمائیل۔ خرورائیل تتنائیل۔ ہمواکیل۔ اترائیل۔ عمواکیل۔ برنائیل وغیرہ یہ نام غالباً سریانی کی قدیم کتابوں سے نقل کئے گئے ہوں گے۔ مگر نصوص شرعیہ سے ثابت نہیں ہیں۔

(۶) سورہ رعد کے رکوع ۲ میں ارشاد ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یعنے آدمی کے ساتھ آگے اور پیچھے باری باری فرشتے لگے رہتے ہیں جو خدا کے حکم پر اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

سورۃ مومن کے پہلے رکوع میں آیا ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنے جو فرشتے عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو فرشتے عرش کے گرد ہیں۔ وہ اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور اسپر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔

سورۃ انفطار کے رکوع اول میں وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ یعنے حالانکہ تم پر (ہمارے) چوکیدار تعینات ہیں عزت دار لکھنے والے (فرشتے) جو تم کرتے ہو انکو خبر ہے۔ اور بھی کئی جگہ قرآن میں فرشتوں کا ذکر آیا ہے۔

ملک الموت موت کا فرشتہ۔ مقرب فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا نام ہے جو ارواح کے قبض کرنے پر مامور ہے۔ قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (س السجدہ ع ۱) (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو کہ ملک الموت جو تم پر تعینات ہے (وہی) تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے پھر (تم سب) اپنے پروردگار کیطرف لوٹا کر لائے جاتے ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھو (موت)۔

ملنگ مسلمان فقیروں کی ایک جماعت ہے جو جمن جوتی کے پیرو ہیں جو زندہ شاہ مدار کا پیرو تھا۔ یہ لوگ سر کے بال اکثر بڑھائے رکھتے ہیں

یہ فرقہ اکثر ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

مُمتَحنہ ح کی زبر سے (ل) وہ چیز جس کا امتحان لیا گیا ہو جسکی جانچ کرلی گئی ہو۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ۔ مسلمانو! ہمارے اور اپنے دشمنوں کو (یعنی کافروں کو) دوست نہ بناؤ

اسی سورت کی ذیل کی آیت میں اسی کا ہم اشتقاق لفظ یوں آیا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آیا کریں تو تم ان (کے ایمان) کی جانچ کرلیا کرو۔

مُمسِک کنجوس بخیل۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دن صبح کو دو فرشتے (آسمان سے) اُترتے ہیں۔ ان میں کا ایک کہتا ہے خداوندا! خرچ کرنیوالے کو زیادتی مال عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کو ہلاکت و بربادی نصیب کر۔ (صحیح)

اسماءؓ کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسماء! راہ خدا میں) خرچ کر ڈال اور گن گن (اگر تو گن گن کر دے گی، تو خدا بھی تجھے گن گن کر دے گا۔ (اور تو مال کو سینت سینت کر مت رکھ ورنہ خدا بھی اپنا مال تجھ سے روک لیگا۔ دے جہاں تک تجھ میں گنجائش ہو (〃)۔

شریعت نے حب میں افراط تفریط سے منع کردیا ہے۔ اتنا خرچ بھی جائز نہیں ہے کہ خود فاقہ کشی کرتا پھرے اولاد دربدر بھیک مانگا کرے۔ اور ایسا بھی نہ ہونا چاہئے کہ باوجود مال و دولت کے کتے کو خیر بھی نہ ڈالے۔ اپنے مقدور کے مطابق خرچ کرنا چاہئے آیۃ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ الخ

میں اسی کی صریح ہدایت ہے۔

مُمِیت (ل) مارنے والا۔ اللہ تعالی کا نام ہے اور یہ اماتت سے لیا گیا ہے۔ جسکے معنے ہیں حیات کا دور کرنا۔ سورۃ آل عمران۔ رکوع ۱۷ میں آیا ہے وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ یعنے اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

مَنّ ترنجبین۔ بنی اسرائیل جب میدان تیہ میں سرگرداں بھٹکتے پھرتے تھے۔ توراۃ کے وقت ترنجبین کی طرح کی کوئی چیز میٹھی برف کیطرح گرتی تھی اور صبح کو اسقدر جمع ہوجاتی تھی کہ روزمرہ ہر ایک شخص کے حصہ میں ایک صاع یعنی تین سیر آجاتی۔ مزا اسکا شہد کیطرح ہوتا تھا۔ (ک)

قرآن مجید میں یہ لفظ تین دفعہ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (س۔ بقرہ ع۶) یعنے ہمنے تم پر ابر کا سایہ کیا اور تم پر من و سلوی بھی اتارا۔ علاوہ ازیں سورہ طٰہٰ ع۴۔ اور سورہ اعراف ع۲۰ میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔

مَنَات ایک بت تھا جسکی پرستش اوس اور خزرج کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں یہ نام یوں مذکور ہے۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (س۔ النجم ع۱) (مشرکو!) بھلا تم نے لات اور عزّیٰ اور وہ جو ایک تیسری دیوی اور ہے منات ان پر بھی نظر کی (کہ ان میں کچھ بھی قدرت ہے)۔

مُنَاجَاۃ سرگوشی کرنا۔ خفیہ گفتگو کرنا۔ کانا پھوسی کرنا۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریضہ اور بنی نضیر کے یہود جو آس پاس رہتے تھے مسلمانوں کو پریشان کرنے کیلئے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھکر سرگوشی کرتے

اور آنکھوں بھووں سے مسلمانوں کیطرف اشارہ کرتے جاتے تھے ۔ اس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ اس وقت کفار کا غلبہ تھا جس سے ہر وقت بدامنی پھیلی رہتی تھی ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو منع کر دیا مگر پھر بھی وہ باز نہ آتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی تا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (س ۔ مجادلہ ع۲)

(اے پیغمبر) کیا تم نے اُن لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جن کو کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا ۔ پھر جس سے انکو منع کیا گیا لوٹ کر وہی (بات) کرتے ہیں اور کانا پھوسی بھی کرتے ہیں (تو) گناہ کی اور (لوگوں پر بے جا) زیادتی کرنے کی اور رسول کی نافرمانی کی ۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جن لفظوں سے خدا نے تم پر سلام نہیں بھیجا ایسے لفظوں سے تم کو سلام کرتے ہیں[۱] ۔ اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہے تو) ہمارے اس کہنے پر خدا ہم کو سزا کیوں نہیں دیتا (بس) ان کے لئے جہنم (کی سزا) کافی ہے کہ اس میں (یہ) رہیں گے تو (ان لوگوں کا بھی کیا ہی) برا ٹھکانا ہے ۔

مسلمانوں کو سرگوشی کرنیکا قرآن میں یوں حکم دیا گیا ہے یٰایھا الذین اٰمنوا اذا تناجیتم تا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (س ۲۸ ع ۲)

مسلمانو! جب تم ایک دوسرے کے کان میں بات کرو تو گناہ کی اور (لوگوں پر بے جا) زیادتی کرنیکی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں ایک دوسرے کے کان میں نہ کیا کرو ۔ ہاں (کسی مصلحت سے) نیکی اور پرہیزگاری (کی باتوں) کو ایک دوسرے کے کان میں کہہ لو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ سے ڈرتے رہو جسکے حضور میں (تم سب قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے) جمع کئے جاؤ گے ۔ کانا پھوسی[۱] تو بس ایک شیطانی حرکت ہے تاکہ مسلمان اسکی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں حالانکہ بے اذن خدا (کسیکی کانا پھوسی) انکو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتی ۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا تا غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (س ۲۸ ع ۲) مسلمانو! جب تمکو پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنی ہو تو کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات[۲] لاکر آگے رکھدیا کرو ۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور (دلوں کی) صفائی میں (اسکو) بڑا (دخل ہے) پھر اگر تمکو (خیرات کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

قرآن کریم کی سورت نساء رکوع ۱۶ میں بھی اسکا ذکر آیا ہے ۔

---

[۱] یہود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے السلام علیک کی جگہ السام علیک کہتے تھے ۔ سلام دعا ہے جسکے معنے ہیں موت اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے " ترجمہ حافظ نذیر احمد دہلوی ۔

[۱] کانا پھوسی جسکی ممانعت ان آیتوں میں ہے وہ کانا پھوسی ہے جو بچ اس ہوی میں منافق آپسمیں کیا کرتے تھے مسلمانوں کے ڈر سے کھل کر تو کچھ نہ کہتے مگر کانا پھوسی یا اشاروں سے کام لیتے " فائدہ ترجمہ نذیر احمد ۔

[۲] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بلا ضرورت بھی پیغمبر کے ساتھ تخلیہ کیا کرتے تھے اور ادب رسالت قائم رکھنے کیلئے ضروری تھا کہ جہاں تک ہو سکے اسکا انسداد کیا جائے چنانچہ حکم صادر ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تخلیہ کرو تو کچھ صدقہ بھی ہمراہ خدمت کیا کرو ۔ اول تو اس میں کی مدنی سے بہت سے قومی کام نکلیں گے جو موجب ثواب ہے ۔ دوم تم مسلمانوں کے دل ایک دوسرے کی جانب سے صاف رہینگے ۔ اب جو ہر شخص خلوت کرنے لگتا ہے تو دوسرے مسلمانوں کو بدگمانی نہ بھی ہوتی ہو آخر یہ خیال تو آتا ہو گا کہ فلاں شخص پیغمبر صاحب کا بہت منہ لگا ہے خدا جانے اسکے ساتھ کیا مشورے ہوتے ہیں ۔ صدقہ لیجانا پڑے گا تو آپ ہی کم ہو جاؤ گے اور بضرورت جاؤ گے بھی تو دوسرے مسلمان سمجھ لینگے کہ تم اپنی غرض سے گئے چنانچہ اس تدبیر سے لوگوں کا آنا کم ہو گیا اور حکم صدقہ سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی تو وہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا ۔

منافق جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں پکے اور مخلص مسلمانوں کے علاوہ بعض ایسے بناوٹی مسلمان بھی اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جو کسی دنیوی مصلحت سے ظاہر میں مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر ان کے دل اسلامی لگاؤ اور رسول کی محبت سے خالی تھے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کا نام منافق آیا ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو مسلمانوں سے ملے جلے رہتے تھے۔ اور انکی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے تھے۔ مگر بس چلتا تو مسلمانوں کو ہر طرح نقصان پہونچانے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں سے ساز باز رکھتے تھے۔ منافقوں میں سے عبداللہ بن ابی ایک بڑا با اثر شخص تھا۔ جب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف نہیں لائے تھے۔ اس شخص کا وہاں بڑا زور تھا اسکو پکی امید تھی کہ مجھے مدینے کی سرداری ملجائیگی۔ اور بہت سے لوگ اسکی مدد پر آمادہ تھے۔ لیکن آنحضرت کے تشریف لیجانے پر مدینے کی کایا پلٹ ہوگئی۔ جو لوگ پہلے عبداللہ بن اُبی پر جان دیتے تھے وہ اس کو چھوڑ کر اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے۔ گو ابن اُبی کی ساری امیدوں پر پانی پھر جانے سے اسکو بڑا صدمہ ہوا۔ تاہم اس نے ظاہری مصالح سے مسلمانوں میں شامل ہو جانا مناسب سمجھا۔ مگر در پردہ انکی بیخکنی کے منصوبے گانٹھتا رہا۔ ہمیشہ مسلمانوں کی خبریں قریش کو پہونچاتا اور انکو یقین دلاتا کہ اگر تم مدینے پر چڑھائی کرو گے تو یہود ضرور تمہاری مدد کریں گے۔

۵ھ میں غزوہ مصطلق کے موقع پر اس بدکردار شخص نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پر ایک بیہودہ بہتان باندھا جسکی تکذیب خود خداوند تعالے نے سورہ نور میں کی جسکی تفصیل لفظ افک میں پڑھو گے۔ اس غزوہ میں اس شخص نے آنحضرت کیطرف اشارہ کرکے کہا۔ اب کے ہم مدینہ پہونچ لیں تو ذی عزت ذلیل کو نکال باہر کریگا۔ اس کی تردید میں سورہ منافقون کی چند آیات نازل ہوئیں جن میں ارشاد ہوا وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور مومنوں ہی کے لئے ہے۔

عبداللہ بن اُبی کا بیٹا پکا مسلمان اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخلص صحابی تھا۔ وہ اتفاق سے مدینہ ہی میں رہگیا تھا۔ جب لشکر مدینہ کے قریب آیا تو اس نے یہ واقعہ پہلے ہی سے سن لیا تھا اور لشکر کی راہ پر کھڑا ہوگیا۔ جب اسکا باپ ابن اُبی سامنے آیا تو گھوڑے کی لگام تھام کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا ٹھہر کہاں جاتا ہے۔ بخدا میں تجھکو مدینہ میں قدم بھی نہ رکھنے دونگا جب تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دینگے اور تو اقرار نہ کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے ذی عزت و افضل ہیں اور تو تمام بنی آدم سے رذیل ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھکر فرمایا جانے دو اور درگذر کرو۔

۹ھ میں اس شخص کی عمر کا خاتمہ ہوا۔ اس کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدتمند صحابی تھا۔ آنحضرتؐ محض اسکی خاطرداری کے لئے ابن اُبی کی خبر پوچھنے کے لئے تشریف لیگئے۔ ابن اُبی نے کہا کہ میں مرجاؤں تو آپ اپنے بدن کا کرتہ میرے کفن کے لئے عطا کریں اور مجھ پر نماز جنازہ پڑھیں۔ جب وہ مرگیا تو اسکے بیٹے نے کرتے کے لئے التجا کی۔ آپ نے کرتہ اتار دیا تھوڑی دیر بعد اس نے آکر اطلاع دی کہ جنازہ تیار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ اسپر نماز جنازہ پڑھانے جا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہے اور منافقوں کے بارہ میں اللہ نے فرمایا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ یعنی اے پیغمبر تم ان (منافقوں) کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ اگر ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگو گے تو اللہ انکو ہرگز نہیں بخشیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھکو بخشش کی دعا کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر میں بخشش کی دعا کرنا منظور کرتا ہوں۔ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ وہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کرنے پر بخشا جائیگا تو میں ہزار سے بھی زیادہ مرتبہ دعا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کے جنازہ کی نماز پڑھادی تو یہ آیۃ نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ

اور اے پیغمبر ان (منافقوں) میں سے جو مر جائے اسپر کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہونا۔ ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کو نہیں مانا۔

اس آیت سے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے جانیکی قطعی ممانعت ہو گئی۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبد اللہ بن اُبی کے بعد تمام منافق نفاق سے تائب ہو گئے اور پھر کوئی منافق نہیں رہا۔ اور نہ اب کوئی مسلمان منافق ہو سکتا ہے اسلئے احادیث میں جو علامات نفاق درج ہیں تو انکا تعلق خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے اس زمانہ میں ان علامات کے مطابق کسیکو منافق نہ کہنا چاہئے منافق لوگ بظاہر مسلمان بنکر مسلمانوں کی جماعت میں مل جلکر رہتے اور انکو طرح طرح کے دکھ پہنچاتے تھے اسلئے انکی شناخت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامتیں بتادیں آجکل منافق ہی نہیں ہیں تو علامات کی تلاش بے سود ہے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ دھوپ کے زرد پڑ جانے پر عصر کی نماز پڑھنا منافقوں کی نشانی ہے۔ تو یہ اُسی زمانہ میں منافقوں کی نشانی تھی۔ آجکل عصر کی نمازیں اسقدر دیر کرنا یا اور اسی قسم کی غفلت کی باتیں ہیں تو بے شک برے کام مگر ان کے مرتکب کو غافل کہہ سکتے ہیں منافق نہیں۔

قرآن مجید میں ہے اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقوں کی جگہ قیامت میں سب سے نچلا طبقہ دوزخ کا ہوگا۔

منافقون منافق کی جمع ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس کے شروع میں یہ لفظ آیا ہے اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ الآیۃ یعنے جب تمہارے پاس منافق آتے ہیں تو کہدیتے ہیں کہ ہم توپکار کے کہتے ہیں کہ آپ بے شک رسولخدا ہیں۔ اور اگرچہ اللہ تو جانتا ہی ہے کہ تم بے شک اسکے رسول ہو۔ مگر اللہ تمکو یہ بھی جتائے دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔ (کیونکہ سچے دل سے نہیں کہتے)۔

منبر لکڑی وغیرہ کی وہ سیڑھی دار چوکی جسپر امام کھڑا ہوکر خطبہ پڑھتا ہے۔ اسکی تین سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ لکڑی کے علاوہ اینٹ پتھر کے منبر بھی بنائے جاتے ہیں۔ مگر وہ لکڑی کے منبر کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے پہل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ سنانے کے لئے ایک ستون سے پشت مبارک لگاکر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر آپ نے ضرورت کے موافق ایک منبر بنوالیا اور اسپر بیٹھ کر خطبہ سنانے لگے۔ یہ وہی ستون ہے جو منبر کے بنجانے پر آپ کے فراق کی سوزش میں ہچکیں مار مار کر رونے لگا تھا۔ اور تمام حاضرین نے سنا۔ پھر آپ نے اُسکو دلاسا دیا تو خاموش ہوا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں
تھیں۔ آپ تیسری اوپر کی سیڑہی پر کھڑے ہوتے۔ پھر
جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آنحضرت
کے مقام کا ادب ملحوظ رکھا اور دوسری سیڑھی پر کھڑے
ہونے لگے۔ پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ کی باری آئی تو انہوں
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ رسول اللہ دونوں
کا ادب ملحوظ رکھکر تیسری سیڑہی پر کھڑے ہونا اختیار کیا
اسکے بعد حضرت عثمان کی خلافت کا وقت آیا تو اس سے
نیچے کھڑے ہونے کے لئے منبر کا کوئی درجہ باقی نہ رہا تھا
اسلئے انہوں نے مناسب سمجھکر سب سے اوپر کی سیڑہی پر
کھڑے ہونا اختیار کیا۔ کیونکہ نیچے کی دو سیڑہیوں میں سے
کسی ایک پر کھڑے ہونے سے یہ احتمال ہو سکتا تھا
کہ ان کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک
کے ساتھ مساوات کا دعوےٰ ہے اسلئے انہوں نے
ایسے مقام پر کھڑے ہونا اختیار کیا جہاں صاحب
مقام کے ساتھ دعوےٰ مساوات کا احتمال ہی نہ تھا

منتقم نافرمانوں سے بدلا لینے والا۔ اللہ تعالےٰ
کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے
اور انتقام سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں بدلہ
لینے کے۔ یعنے خدا تعالےٰ کافروں سے اپنی نافرمانی
کا بدلہ لینے والا۔

اس اسم کا مشتق قرآن مجید میں آیا ہے۔ چنانچہ
ارشاد ہے فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ
مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (س۔ زخرف ع ۴) تو اگر ہم تمکو دنیا سے
اٹھا بھی لیں تو بھی ہم کو ان کافروں سے تو ضرور بدلہ
لینا ہے۔

منسک نُسک سے ماخوذ ہے جسکے معنے ہیں
عبادت کرنی۔ قرآن پڑہنا۔ منسک
کے معنے ہیں وہ جگہ جہاں حاجی لوگ قربانی
کرتے ہیں۔

قربانی پر بھی اسکا اطلاق آتا ہے۔ قرآن مجید
میں اسکا ذکر یوں آیا ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا
مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (س۔ حج۔ ع ۵) اور ہر ایک امت
کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے جو ان کو
مویشی چارپائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت)
ان پر خدا کا نام لیں۔

منصف انگوروں کے نچوڑ کی اس شراب کو کہتے
ہیں جو پک کر نصف رہ گئی ہو۔ اگر
یہ نچوڑ جوش مار آئے اور اس پر جھاگ آئے تو وہ
حرام ہے۔ (پ)

منطقۃ البروج ایک دائرہ ہے جسپر بارہ بروج
واقعہ ہیں۔ اور یہ دائرہ بشکل
منطقہ یعنے کمربند کیطرح افلاک سبعہ کے گرد لپٹا ہوا
ہے۔ آفتاب کا سیر ہمیشہ اسی دائرے پر ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں لفظ بروج کئی جگہ آیا ہے چنانچہ فرمایا
ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (س۔ بروج ع ۱)
آسمان کی قسم جو برجوں والا ہے۔

منطق الطیر پرندوں کی بولی۔ اسلام میں یہ بات
تسلیم کی گئی ہے کہ پرندے باہم
گفتگو کرتے اور ایک دوسرے کی بات چیت سمجھتے ہیں
گو اس زمانہ کے اکثر مدعیان علم جنکا غور و فکر صرف امور
ظاہرہ تک محدود ہے اور ان کے دل تحقیقات کی حقیقی
روشنی سے محروم ہیں اس خیال کو غیر و قبیح سمجھتے ہیں
تاہم حال کے بعض رمز شناسان فلسفہ اس خیال کی
واقعیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور واقعات عالم
میں انکو ایسی نظیریں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جو اس
خیال کی واقعیت پر شاہد ہیں۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ
السلام کو منطق الطیر سکھایا گیا تھا۔ چنانچہ سورۂ نمل آیت ۱۶

میں ارشاد ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ اور سلیمان داؤد کے جانشین ہوئے اور کہا۔ لوگو ہم کو (فلاں طرف سے) پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح کے سازوسامان عطا ہوئے ہیں بیشک یہ صریح فضل ہے۔

منفق خرچ کرنیوالا۔ فیاض۔ قرآن مجید میں خدا کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کی مدح یوں آئی ہے اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ (س۔ آل عمران۔ ع ۲) (یہی لوگ ہیں) صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور (خدا کے) فرمانبردار اور (خدا کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور آخر شب کے وقتوں میں (توبہ) واستغفار کرنے والے۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی خدا سے (یعنی اسکی رحمت ورضا سے) قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے (کہ جلد اسمیں داخل ہو جائے) لوگوں سے قریب ہے (وہ اس سے محبت کرتے ہیں) دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل خدا سے دور۔ جنت سے دور۔ لوگوں سے دور۔ دوزخ سے قریب ہے۔ اور سخی جاہل خدا کو بہت پیارا ہے بخیل عالم سے (تر)۔

منکر نکیر دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد اگر اسے دفن کیا گیا ہے اور اگر دفن نہیں کیا گیا تو جس حال میں وہ ہو یہ دونوں فرشتے اسکے پاس آتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔ اگر مردہ ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے اور اُسے ہر طرح سے آرام حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر ایماندار نہیں ہوتا۔ تو ہر سوال کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر اسپر بڑی سختی ہوتی ہے۔ اور بعضوں کو اللہ تعالےٰ اس امتحان سے معاف بھی کر دیتا ہے۔ مگر یہ باتیں مردے کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور جاگتا آدمی اُسکے پاس بیٹھا ہوا بے خبر ہے (تعلیم الدین)۔

ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابوہریرہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسکے پاس دو کالے بھجنگ کرنجی آنکھ کے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے (الحدیث)۔

من لا یستحضرہ الفقیہ اہل تشیع کی حدیث کی ایک کتاب ہے۔ جسکے مصنف سید رازی ہیں۔ ستعہ ھ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔

منیٰ مکہ سے عرفات کی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ جہاں بازار بھی اور مکانات بھی ہیں یہاں حاجی لوگ قربانی دیا کرتے ہیں۔ اسکے وسط میں مسجد خیف ہے۔ اور یہیں وہ چھوٹے چھوٹے تین مینار ہیں جنپر حاجی سات سات کنکریاں مارا کرتے ہیں۔ مکہ کے رخ کے مینار کو جو منیٰ کے آخیر پر ہے جمرة العقبیٰ کہتے ہیں۔

منیحہ وہ اونٹنی یا بکری جو کسیکو محض دودھ پینے کے لئے دی جائے اور جب دودھ کی مدت ختم ہو جائے تو اس سے واپس لے لے۔ اور اگر اس غرض کے لئے کسیکو دی جائے کہ وہ اسکی اون سے نفع اُٹھائے اور پھر مالک کو واپس دیدے تو بھی اسے

منیحہ کہتے ہیں (مرقاۃ)

منیحہ کی قربانی ناجائز ہے ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر میرے پاس منیحہ کے سوا قربانی کرنے کو اور کچھ نہ ہو تو کیا اسکی قربانی کردوں ۔ فرمایا نہ (مش)

منیف ایک شہر کا نام تھا جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو مارا تھا۔ (لغر)

مواشی ماشیہ کی جمع ہے معنے چوپائے ۔ چوپایوں کو انعام بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (س۔ نازعٰت ۔ ع ۱) اور پہاڑونکو اس میں، گاڑ (کر پلا) دیا (یہ سب تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لیے ہیں۔

چوپایوں میں سے گایوں ۔ بکریوں ۔ اونٹوں میں زکوۃ فرض ہے ۔ دیکھو (زکوۃ) گایوں اور اونٹوں کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں ۔ دیکھو (قربانی)۔

مواقف علم کلام میں علامہ عبدالرحمن بن احمد ایجی کی تصنیف ہے جسکو اس نے غیاث الدین وزیر خدابندہ کے لیئے مرتب کیا تھا ۔ نہایت عمدہ کتاب ہے ۔ میر سید شریف نے سمرقند میں اسکی شرح لکھی ۔ علامہ موصوف ۷۵۶ھ میں اور میر سید شریف ۸۱۶ھ میں فوت ہوئے (کش)

موت زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا تو اسپر وَاحَرَبَاهُ کہکر روتے تھے ۔ اسکا اصلی سبب یہ تھا کہ جب حرب (لڑائی) میں امیہ مرا تھا۔ تو کوفہ والوں نے اسپر "واحرباہ" کہکے آہ وزاری کی تھی ۔ اسکے بعد یہی طریقہ ہوگیا کہ جو کوئی مرتا اسپر یہ لفظ کہکے روتے ۔

عرب اپنی میتوں کی تشییع اسطرح کرتے تھے کہ تمام عزیز واقارب جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے پاؤں چلتے تھے ۔ عورتیں اپنے بال کھولے خاک سر پر ڈالے ہوئے ہوتی تھیں ۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں اپنے بال میت کے غم میں منڈا دیتی تھیں ۔

عرب میں ایک یہ بھی رسم تھی کہ جب کوئی مرجاتا تو اسپر رونے کے لیئے نوحہ کرنے والی عورتوں کو اجرت پر مقرر کرتے تھے ۔ وہ میت کے تمام اوصاف کو ایک ایک کرکے بیان کرتیں ۔ اور اسپر زور شور سے نوحہ کرتیں ۔ جب میت کو دفن کرکے واپس آتے تو کھانا منگایا جاتا ۔ اور یہ عورتیں ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھاتیں ۔ اسیطرح چھ مرتبہ دعوتیں کرتے تھے ۔ تیسرے دن ۔ نویں دن ۔ پندرھویں دن ۔ چالیسویں کو ۔ ششماہی پر ۔ سال بھر پر ۔

اصبہانی نے لکھا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے غم میں کھڑی ہوتی تو لوگ سمجھ جاتے کہ اسکو اب دوسرا شوہر کرنا منظور نہیں ۔ آجکل بھی ویسی ہی چند رسوم تھوڑے تھوڑے فرق سے باقی رہگئی ہیں ۔ مثلاً بعض شہر ایسے ہیں جن میں میت پر اس وقت تک روتے ہیں اور عورتیں نوحہ کرتی اور بال کھولتی ہیں جبتک لاش دفن نہ کی جائے ۔ اور جب دفن کردیجائے تو پھر کچھ بھی اثر نہیں رہتا ۔

بعض کے شہروں میں ایک ہفتہ سے لیکر ۸ دن تک عورتیں روتی ہیں اور اپنے ہاتھوں کو سیاہ نیل سے رنگ لیتی ہیں ۔ چہروں پر طمانچہ مارتی ہیں سر کے بال کھولکے اپنے جلوس میں اور اپنے گھر کے صحن میں مونہہ پیٹتی ہوئی روتی پھرتی ہیں اور دف بجائے جاتی ہیں ۔ انکی تال پر باقی عورتیں دردانگیز

آواز سے نوحے پڑھتی ہیں۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کی قبروں سے آوازیں آرہی ہیں۔

مشایعت جنازہ کے متعلق انکی پوری رسمیں یہ ہیں کہ پہلے مردے کو اسکے گھر میں غسل دیتے ہیں اور کئی کئی کفن پہناتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سات سات کفن تک نوبت پہونچتی ہے۔ اسکے بعد ایک تابوت میں لٹاتے ہیں۔ اگر میت کسی عالم آدمی کی ہے تو کئی کئی مسجدوں میں مؤذن اذان کہیگا اور لوگوں کو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلائیگا اور اگر کوئی معمولی آدمی ہے تو بغیر اذان کے جامع مسجد میں لیجاتے ہیں۔ جب جنازہ لے چلتے ہیں تو ساتھ بزرگوں اور حافظوں کی ایک صف ہوتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جھنڈیاں ہوتی ہیں۔ انپر شہادتین یا قرآن کی آیتیں لکھی ہوتی ہیں۔ اور شیخ محمد بوصیری کا قصیدہ بردہ پڑھتے جاتے ہیں۔ جامع مسجد میں جاکر حاضرین مذکورہ بالا بزرگوں اور حافظوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتے ہیں اور جب شیخ میت کے کان میں تلقین پڑھ لیتا ہے تو پھر میت پر خاک ڈالدیتے ہیں۔ اسکے بعد اوپر سے قبر کا نشان سنگ سفید سے بنادیتے ہیں۔ اسوقت جو لوگ حاضر ہوتے ہیں کچھ تو قبر ہی پر اور کچھ مکان پر واپس آنیکے بعد میت کے رشتہ داروں کو کلمات تعزیت کہتے ہیں۔ (صفا)

قرآن میں حکم ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ تا وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (س۔ نحل۔ ۷)۔ یعنے اور اگر خدا بندوں کو انکی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا۔ مگر وہ ایک وقت مقرر (یعنے موت) تک انکو مہلت دیتا ہے۔ پھر جب انکا وقت آپہونچتا ہے تو نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔"

سورہ آل عمران کے رکوع ۱۹ میں آیا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر شخص (ایک نہ ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔"

احادیث۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے یاد کرو لذتوں کو قطع کرنے والی چیز (موت) کو تاکہ تم انکی طرف مائل نہ ہو۔ پس خدا کی طرف دھیان لگاؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یارسول اللہ کیا شہیدوں کے ساتھ کوئی شخص اٹھایا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔ وہ شخص جو دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔

اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ موت کی یاد دنیا کے خیال کو دل سے ہٹاتی ہے اور آخرت کی تیاری پر اکساتی ہے۔ اور موت سے غافل رہنا دنیا کی خواہشات کا باعث ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کا تحفہ موت ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اسلئے کہ اسکو یہاں ریاضت ومجاہدہ اور دفع شر شیطان وغیرہ بہت سی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور موت اس کو اس عذاب سے نجات دلاتی ہے۔ (حیا)

شرع شریف نے موت کی آرزو کرنے سے منع فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی نقصان کے باعث جو اسکو پہونچا ہو موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرنا ہی چاہے تو یوں کہے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ یعنی الٰہی مجکو زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لئے اچھی ہے اور مجکو فوت کر جب وفات میرے حق میں اچھی ہو (مش)

شریعت میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ نزع (جان کنی

کی تکلیف تمام تکالیف سے جو تصور میں آسکتی ہیں بڑھکر ہے روح کا تمام بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک کانٹا چبھنے سے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ دراصل روح کے اس تھوڑے سے حصے کی تکلیف ہے جسکو جسم کے اس لاکھویں بلکہ کروڑویں حصے کے ساتھ تعلق ہے جس سے اس کانٹے نے اس حصہ روح کا تعلق توڑنا چاہا ہے۔ لیکن جب اس درد والم کا پہاڑ ساری روح پر گرپڑتا ہے جسکو سر سے لیکر پاؤں تک اور جلد سے لیکر اعضائے باطن تک سارے جسم کے ساتھ تعلق ہے تو اسکی تکلیف کا کیا ٹھکانا ہے۔ فی الحقیقت تلوار کے ساتھ جسم کا قیمہ کردیا جائے یا نوچ نوچ کر بوٹیاں اڑادی جائیں تو بھی یہ تکلیفیں نزع کی تکلیف کو نہیں پہونچ سکتیں توپ و بندوق کی چوٹ کھانے والا اسلئے چلاتا ہے کہ اسکے دل اور زبان میں طاقت موجود ہوتی ہے لیکن مرنیوالے کے دل وزبان بھی چوٹ کھارہے ہوتے ہیں۔ اور ان میں واویلا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ (احیا)۔

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مُردوں کو لآ الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اور فرمایا اپنے مرنے والوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھو۔ ابوسلمہ کی وفات پر اسکے گھر کے لوگ رونے چلانے لگے تو آپ نے فرمایا اپنے حق میں بری دعا نہ کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں (مش)

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مومن کی موت قریب آتی ہے تو رحمت کے فرشتے ایک سفید ریشمی کپڑا لاتے ہیں۔ پھر روح کو کہتے ہیں کہ نکل اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہے اور اللہ تجھ سے راضی کیا گیا ہے (اور چل) اللہ کی رحمت اور رزق کیطرف۔ اور پروردگار کیطرف جو غضبناک نہیں ہے۔ پس روح کستوری کی سب سے اچھی خوشبو کیطرح نکلتی ہے۔ حتی کہ فرشتے اسکو ایک دوسرے سے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ یہانتک کہ اسکو آسمان کے دروازوں پر لاتے ہیں۔ پس فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ یہ خوشبو جو زمین سے تمہارے پاس آئی ہے۔ کیا خوب ہے۔ پھر اسکو مومنوں کی روحوں کی طرف لاتے ہیں۔ پس وہ روحیں اس روح کے آنے سے اسقدر خوش ہوتی ہیں کہ تم میں سے اس شخص کو بھی اتنی خوشی نہ ہوتی ہوگی جسکا سفر پر جانیوالا (عزیز) سفر سے واپس آتا ہے۔ اسکے بعد روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص کا کیا حال ہے۔ پھر آپس میں کہتی ہیں کہ اسکو (ابھی ان سوالات سے) معاف رکھو کیونکہ (ابھی تک) یہ دنیا کے غم میں مبتلا تھی۔ پھر وہ (روح ذرا سستا کر) کہتی ہے کہ فلاں شخص تو مرچکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا۔ وہ کہتی ہیں اسکو اسکی ماں آگ (یعنے دوزخ) کیطرف لیگئے ہیں اور جس وقت کافر کی موت قریب آتی ہے تو اسکے پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ کا ٹکڑا لاتے ہیں۔ پھر اسکو کہتے ہیں (اے روح!) نکل اللہ تعالےٰ کے عذاب کی طرف اس حال میں کہ تو ناخوش ہو۔ اور تجھ پر ناخوشی کی گئی ہو۔ پس وہ (روح) مردار کی سخت سخت گندی بو کی طرح نکلتی ہے حتی کہ اسکو زمین کے دروازے کیطرف لاتے ہیں۔ پس (فرشتے) کہتے ہیں کہ یہ بو کیسی گندی ہے یہانتک کہ اس کو کافروں کی ارواح کیطرف لاتے ہیں (مش)

براء بن عازب سے مروی ہے۔ کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں (شریک ہوکر) نکلے۔ پس ہم قبر تک پہونچے اور اسکو ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے (ہم اسطرح خاموش اور سر جھکائے ہوئے تھے) کہ گویا ہمارے سروں پر جانور

بیٹھے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا۔ اور دو یا تین بار فرمایا اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ یعنی قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ بندہ جب دنیا سے تعلق توڑنے اور آخرت کیطرف متوجہ ہونے لگتا ہے تو اسکی طرف آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے اترتے ہیں انکے چہرے گویا سورج ہیں۔ انکے ساتھ ایک بہشتی کفن اور بہشتی خوشبو ہوگی۔ حتی کہ وہ اس سے نگاہ کی درازی تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں حتی کہ اسکے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاک روح نکل (اور چل) اللہ تعالے کی بخشش اور خوشنودی کیطرف۔ فرمایا حضرت نے پس وہ (روح) بہتی ہوئی نکلتی ہے۔ جسطرح قطرہ مشک سے بہتا ہے۔ پس ملک الموت اسکو لے لیتے ہیں جب وہ اسکو لیتے ہیں تو (دوسرے فرشتے) لمحہ بھر کے لئے بھی انکے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے حتی کہ (فرط اشتیاق سے دوڑ کر) اسکو لے لیتے ہیں۔ پس اسکو اس کفن اور اس خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے دنیا بھر کی اچھی سے اچھی کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے۔ پس فرشتے اس (روح) کو لیکر اوپر چڑھتے ہیں تو وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں، یعنے اس روح کو ساتھ لئے ہوئے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کون ہے۔ تو وہ اس کے ان ناموں میں سے جنکے ساتھ دنیا میں لوگ اسکو پکارتے تھے اچھا نام لیکر کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہے حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہونچتے ہیں۔ پھر اسکے لئے دروازہ کھلواتے ہیں تو ان کیلئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس ہر آسمان سے (خدا کے) مقرب (فرشتے) متصل آسمان تک اس روح کے ساتھ تعظیماً جاتے ہیں حتی کہ اسکو ساتویں آسمان تک پہونچایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالے فرماتا ہے میرے بندے کا اعمالنامہ علیین میں درج کرو۔ اور اسکو زمین کیطرف لیجاؤ۔ کیونکہ میں نے ان لوگوں کو اس سے پیدا کیا ہے اور ان کو پھر بھیجتا ہوں اور اسی سے انکو دوبارہ نکالونگا فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پس اسکی روح اسکے جسم میں پھر ڈال دی جاتی ہے تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اسکو بٹھا لیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے تو وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا۔ تو وہ جواب دیتا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر فرشتے پوچھتے ہیں یہ تجھکو کیونکر معلوم ہوا۔ تو وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو پڑھا ہے۔ میں اسپر ایمان لایا ہوں اور اسکی تصدیق کی۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے اسکے لئے بہشت کے بچھونے بچھاؤ اور اسکو بہشت کے لباس پہناؤ اور اس کے لئے بہشت کی طرف دروازے کھول دو۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو بہشت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے۔ ساتھ ہی اسکی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ جہانتک اسکی نگاہ جائے اور اسکے پاس ایک خوبصورت خوش پوش اور خوشبو لگائے ہوئے آدمی آتا ہے۔ اور کہتا ہے مبارک ہوں تجھکو وہ چیزیں جن سے تو خوش ہوگا۔ یہ وہ دن ہے جسکا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ پوچھے گا تو کون ہے۔ تیرا چہرہ تو کامل چہرہ ہے جو خیر کو ساتھ لاتا ہے۔ وہ کہیگا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پھر میت کہتا ہے اے پروردگار قیامت برپا کر۔ تاکہ میں اپنے اہل اور مال (یعنی حور وقصور) کی طرف جاؤں۔ آپ نے فرمایا جب کافر بندہ دنیا سے تعلق

توڑنے اور آخرت کو روانہ ہونے لگتا ہے تو اسکی طرف آسمان سے کالے چہروں والے فرشتے اُترتے ہیں جنکے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں۔ پس وہ اسکے سامنے نگاہ کی درازی تک دور بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں۔ حتی کہ اس (مرنے والے) کے سر کے پاس بیٹھکر کہتے ہیں۔ اے پلید روح نکل (اور چل) اللہ کے عذاب کی طرف۔ پس روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے پس ملک الموت اسکو اسطرح کھینچتا ہے جس طرح گرم سیخ بھیگے ہوئے نمدے سے کھینچی جائے پس وہ اسکو لے لیتا ہے اور جب وہ اسکو لیتا ہے۔ تو (دوسرے فرشتے) اسکے ہاتھ میں اسکو لحہ بھر کے لئے بھی نہیں چھوڑتے۔ حتی کہ اسکو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس (روح) سے مردار کی نہایت گندی بو کی سی جو دنیا میں پائی جائے (بدبو) نکلتی ہے پس اسکو لے چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کون ناپاک روح ہے تو وہ اسکے ناموں میں سے جن کے ساتھ اسکو دنیا میں پکارا جاتا تھا برے سے برا نام لیکر جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہے۔ حتی کہ اسکو پہلے آسمان تک لے پہونچتے ہیں تو اسکے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے تو نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ یعنے نہیں کھولے جائے کافروں کے لئے آسمان کے دروازے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو"
پھر اللہ تعالے حکم دیگا کہ اس شخص کا اعمالنامہ ساتویں زمین کے نیچے مقام سجین میں درج کرو۔ پھر اس کی روح کو (وہیں سے) پھینک دیتے ہیں
پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝ یعنی اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک بنائے پس گویا وہ آسمان سے منہ کے بل گرا۔ پس اُچک لیتے ہیں اُس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے اُسکو ہوا دور مقام میں"۔
(فرمایا) پس اسکی روح پھر اسکے جسم میں ڈال دیجاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو وہ اسکو بٹھاکر پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر وہ پوچھتے کہ یہ کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر آسمان سے ندا آتی ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ پس اسکے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ۔ اور دوزخ کیطرف سے دریچہ کھول دو۔ تب اسکی طرف دوزخ کی گرمی اور بھاپ آنے لگتی ہے۔ اور قبر اسکو بھینچتی ہے حتی کہ ادہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر اسکی پسلیاں (ہڈیاں) نکلنے لگتی ہیں اور اسکے پاس بدصورت برے لباس والا اور گندہ بو والا آدمی آکر کہتا ہے مبارک ہو تجکو وہ چیز جو تجھے ناخوش کرے گی۔ یہ ہے وہ دن جسکا تجکو وعدہ دیا جاتا تھا۔ پس وہ پوچھتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ ایک برا چہرہ ہے جو شر کو اپنے ساتھ لاتا ہے۔ پس وہ جواب دیتا ہے میں تیرا برا عمل ہوں۔ پھر مردہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار قیامت قائم نہ کر (اسش

نزع کے وقت سورہ یٰسین پڑھنے سے جان آسانی سے نکلتی ہے۔ کلمہ کی تلقین بھی لازم ہے تاکہ وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے جائے اور بہشت میں جانیکا مستحق ہوجائے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دیکھیں کہ بیمار ہچکیاں لے کر جان توڑنے لگا ہے تو اسکے پاس کے لوگ آواز سے کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کریں تاکہ بیمار بھی
سنکر پڑھنے لگے۔ لیکن اسکو کلمہ پڑھنے پر مجبور نہ کریں
کہ مبادا وہ تکلیف نزع سے کلمہ پڑھ نہ سکے اور انکار
کر دے جو خواہ مخواہ اسکے کفر کا موجب ہو جائے۔
لیکن اگر کوئی بیمار کلمہ نہ پڑھ سکے یا خدانخواستہ پڑھنے
سے انکار کر دے تو اسکے کفر پر مرنے کا یقین نہ کر
بیٹھیں۔ کیا تعجب اس نے دل میں پڑھ ہی لیا ہو اور
خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اس نے اس کو
بخشدیا ہو۔ بلکہ اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں
نزع کے وقت بیمار کے منہ میں پانی بھی ٹپکایا
جاتا ہے۔ یہ بھی جان کے آسانی نکلنے میں مدد
دیتا ہے۔ یہ بڑی پیاس کا وقت ہوتا ہے معمولی
پانی کی بجائے آب زمزم کا ٹپکانا زیادہ برکت
کا موجب ہے۔

جب جان نکل جاتی ہے تو فوراً میت کے جبڑے
باندھ دئے جاتے ہیں۔ دونوں باہیں سیدھی کر دی
جاتی ہیں اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے اکٹھے کر کے
باندھ دئے جاتے ہیں تاکہ منہ کھلا نہ جائے۔ اور نہ
باہیں اور ٹانگیں اکھٹی ہو کر یا پھیل کر اکڑ جائیں۔
جس سے میت کی ہیئت بری معلوم دے۔

شام سے پہلے مرا ہو تو آدھی رات سے پہلے پہلے
اسکی تجہیز وتکفین کا انتظام ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور
شام کے بعد مرا ہو تو پھر صبح کو اسکے ٹھکانے لگانے کی
تیاری کی جاتی ہے۔ رات بھر مردہ چارپائی پر اور
سب لوگ ماتمی فرش پر بیٹھے اور بعض لیٹے ہوئے
گزارتے ہیں۔ بعض لوگ مردہ کو ثواب پہونچانے کیلئے
چند حافظوں کو بلا کر رات بھر اسکی چارپائی کے پاس
قرآن مجید پڑھواتے ہیں اور حافظوں کو حسب مقدور
کچھ نقدی دے کر خوش کرتے ہیں۔ جب اسکی تکفین
کا وقت آتا ہے تو ادھر قبر کھدوانے کے لئے کسیکو
بھیجدیتے ہیں اور ادھر میت کے غسل کی تیاری
کرتے ہیں۔ غسل کی ترکیب کے لئے (دیکھو جنازہ)
غسل کے وقت ایک چھوٹا سا گڑھا کھود لیا جاتا ہے
تاکہ غسل کا پانی اس میں جمع ہو جائے۔ اور پھر مٹی کے ساتھ
اس پانی کو دفن کر دیا جائے۔ کیونکہ اس پانی پر پاؤں
رکھنا اچھا نہیں۔ مرد کی میت کو مرد غسل دیتا ہے
اور عورت کی میت کو عورت۔ اکثر شہروں قصبوں
میں یہ کام خاص اشخاص کرتے ہیں جنکو غسال کہتے
ہیں۔

غسال کو حسب وسعت نقد اُجرت اور میت کے
کپڑے دیدئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات میت کو اسکے
رشتہ دار ہی غسل دے لیتے ہیں۔ باقی مسائل متعلقہ
جنازہ کے لئے دیکھو لفظ جنازہ۔

جنازہ کو متوسط چال سے قبر تک لیجانے کا حکم ہے
"تاہم تکفین وتدفین کی مہم کا جلدی سر سے اُتر جانا
بہتر ہے۔

مشکوٰۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،
کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازہ کو
جلد لے جاؤ۔ اگر وہ نیک ہے تو نیکی ہے تم اُس کو
نیکی کی طرف جلد پہونچاؤ۔ اگر اسکے خلاف (یعنے بد)
ہے تو وہ بدی ہے اُسکو جلد اپنی گردنوں سے اُتارو۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں جنازہ اور سوم
ماتم کے متعلق بہت سی بدعات مروج ہیں جو انہوں نے
غیر مسلم قوموں سے سیکھ لی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے
کہ مرتے وقت اپنی ماں سے دودھ کی بتیس دھاریں
بخشواتے ہیں۔ اسکا شرع میں کوئی ثبوت نہیں۔
ہاں اگر مرتے وقت ماں کو عام طور پر خوش کیا جائے
اور اسکے حقوق میں جو کوتاہی عمل میں آئی ہو وہ معاف
کرائی جائے۔ تو علیحدہ بات ہے جو شرع کے موافق ہے
میت پر نوحہ کرنا۔ یا چھاتی پیٹنا جو آجکل مروج ہو گیا ہے

یہ سب شرعاً ناجائز ہے۔ احادیث سے میت کے غم میں صرف آنسو بہانا تو جائز لکھا ہے۔ لیکن گریبان چاک کرنا منہ پر طمانچے لگانا چھاتی پیٹنا یہ سب کچھ شیطانی افعال اور ناجائز ہیں۔ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جب نوحہ کرنے والی عورتیں میت کی بڑی بڑی اوصاف بیان کرکے پکارتی ہیں تو فرشتے اسکو مخاطب کرکے پوچھتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا۔ وہ شرمندہ ہوتا ہے اور فرشتے اسکو گرزوں سے مارتے ہیں۔

موت ابیض (ل) سفید موت (ص) میں ناگہانی موت کو کہتے ہیں (صنا)

امثال ابو عبیدہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ موت ابیض طبعی موت کو کہتے ہیں (ص۔ و) میں بھوک کا وہ احساس جو انسان کے نفس کو روشن اور پاک کرتا ہے۔ عبدالرزاق کی کتاب اصطلاحات الصوفیہ میں لکھا ہے کہ جو شخص غذا چھوڑ کر ریاضت کے طور پر بھوک برداشت کرے وہ اس موت سے مرتا ہے۔ موت کے لئے دیکھو (موت)۔

موت احمر (ل) سرخ موت (ص) میں موت شدید کو کہتے ہیں (غ)

صناجۃ الطرب میں اس کے معنے قتل کی موت لکھے ہیں۔ امثال ابو عبیدہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ موت احمر تلوار سے مقتول ہونے کو کہتے ہیں۔ موت کے لئے دیکھو لفظ (موت)۔

موت اخضر (ل) سبز موت۔ اپنی غربت دکھانیکو پھٹے پرانے کپڑے پہننے کو کہتے ہیں۔ موت کے لئے دیکھو (موت)

موت اسود (ل) سیاہ موت (ص) میں دیدہ و دانستہ مشقت سہنا۔ کٹھن مصیبت برداشت کرنا۔ امثال ابو عبیدہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ موت اسود گلا گھونٹ کے مار ڈالنے کو کہتے ہیں

موت کے لئے دیکھو (موت)

مؤتفکات ان شہروں کو کہتے ہیں جنہیں خدا تعالےٰ نے قوم لوط پر الٹ دیا تھا۔ (صنا)

موت کی شہادت اگر کوئی ایک ہی آدمی شرعی حاکم کو زبانی یا تحریری رپورٹ کے ذریعہ سے اطلاع دے کہ فلاں آدمی مرگیا۔ تو شرعی قانون کی رو سے وہ حاکم اسکی تصدیق کریگا اس شخص کے متعلق جو احکام ہو سکتے ہیں جاری کریگا۔ ایک ہی شخص کی گواہی کافی ہونے کا باعث یہ ہے کہ موت کے متعلق جھوٹ بہت کم چل سکتا ہے۔ یہ معاملہ چھپا رہ نہیں سکتا۔ لیکن بعض کے نزدیک کم از کم ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت لازم ہے۔ کیونکہ کم از کم دو کو تو اسکی موت کا یقینی علم ہوگا۔

موحّد اللہ کو ایک جاننے والا۔ مشرک کی ضد ہے۔ دیکھو (مسلمان)

مؤخّر اللہ تعالےٰ کے ننانوے ناموں سے ایک نام ہے اسکے معنے ہیں دشمنوں کو اپنے لطف سے پیچھے ہٹانے والا۔ یہ تاخیر سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں پیچھے ہٹانا۔ یعنی خدا تعالےٰ فرمانبرداروں کو راہِ قرب میں آگے بڑھاتا اور نافرمانوں کو درگاہ عزت سے دور کرتا اور پیچھے ہٹاتا ہے۔ یہ ان اسماء سے ہے جن کے مشتقات بھی قرآن میں بعینہ نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

مؤذّن اذان دینے والا۔ دیکھو (اذان)

موسیٰ (ل) استرہ۔ ایک بڑے اولوالعزم پیغمبر کا نام ہے جو چوتھی پشت میں حضرت یعقوبؑ سے ملتے ہیں۔ ولادت انکی زمان فرعون میں ہوئی ہے۔

مواہب علیہ میں لکھا ہے کہ فرعون کا نام قابوس
بن مصعب یا ولید بن مصعب تھا اور فرعون اسکا لقب تھا
(اس زمانہ میں ہر بادشاہ مصر کو فرعون کہتے تھے جیساکہ
آجکل خدیو کہتے ہیں)
تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں۔ کہ جب فرعون کہ نام اسکا
ولید بن مصعب اور بسبب افروختگی چہرہ کے قابوس
لقب ہوا تھا ملک مصر پر قابض ہوا تو اسباب
مکنت وجاہ ہر طرف سے بہم پہنچا کر اس نے اپنے
نزدیک یہ قرار دیا کہ سب ارکان دولت و اعیان مملکت
اور امیر اور وزیر اور ادنی اور فقیر مجھکو سجدہ کیا کریں۔
چنانچہ اول اسکو سجدہ ہامان نے کیا بعدہٗ دیگر امرا نے
سجدہ کیا۔ اور جو لوگ پایہ تخت سے دور تھے انکے واسطے
اپنی تصویر زرین بنوا کر اور تخت ہائے عاج و آبنوس اور
زر و سیم پر نصب کیں اور گرد ان تختوں کے درخت ہائے
زرین تنہ کہ پتے انکے زمرد کے تھے اور ان درختوں کی
ہر شاخ پر چاندی سونے کے جانور بنا کر اور چونچیں انکی
جواہر نفیس سے تراش کر نصب کئے تھے کہ جب ان کو
خادمان تخت حرکت دیویں تو ان جانوروں میں سے
آواز ہوتی تھی کہ اے اہل مصر فرعون تمہارا خدا ہے
تم اسکو سجدہ کرو۔ آواز سنتے ہی تمام مردم قصبات
و قریات بے اختیار سجدہ کرتے تھے اور آواز اَنَا
رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی آویزہ گوش عالم کر رکھا تھا۔ جب
تمام اہل مصر فرعون پرستی کرنے لگے۔ بنی اسرائیل نے
انکے ساتھ موافقت نہ کی اور اسکو سجدہ نہ کیا۔
فرعون نے انکے سرداروں کو بلا کر ڈرایا۔ اور کہا کہ
تم مجھکو سجدہ نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی
سے تم سیر ہوئے ہو۔ اب اگر مجھکو سجدہ نہ کروگے تو میں
تمکو بانواع عذاب معذب کرونگا۔ یہ کہکر جلادوں
کو مع سامان تعذیب اپنے روبرو طلب کیا اور بنی اسرائیل
کو ڈرایا۔ سرداران بنی اسرائیل نے اپنے فرقہ سے کہا
کہ عذاب اس جابر کا ایک ساعت سے زیادہ نہ ہوگا۔
اور عقاب الٰہی دائم و جاودان رہیگا۔ بہتر یہ ہے کہ عذاب
فرعون پر صبر کرو اور ہرگز اسکو سجدہ نہ کرو۔ تمام فرقہ
بنی اسرائیل نے اس عزم بالجزم پر متفق ہو کر فرعون
سے کہا کہ سوائے خدا کے دوسرے کو سجدہ کرنا جائز
نہیں ہے۔ ہم تجھکو ہرگز سجدہ نہیں کرینگے۔ جو تیرا
جی چاہے سو کر۔ فرعون نے دیگ ہائے مسی و آہنی منگوئیں
اور ان میں روغن زیت اور گوگرد ڈالکر آگ پر گرم کرایا جب
وہ دیگیں گرم ہوئیں اور روغن گوگرد جوش کھانے لگا۔ تو
بنی اسرائیل کو اس میں ڈالتا اور جلاتا تھا۔ مگر یہ ہرگز اس
ملعون کو سجدہ نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار
وہی خدا ہے جو ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ و یعقوب کو پیدا کرنیوالا
ہے۔ آخر ہامان نے عرض کی کہ انکو مہلت دیجئے تاکہ
یہ لوگ سوچ سمجھ کر فرمان شاہی قبول کریں۔

بالجملہ جب ظلم فرعون حد سے گذرا تو لطف
خداوندی متوجہ حال مظلومین ہوا۔ اور ارادہ قدیمہ
ازلیہ ایجاد حضرت موسےٰ علیہ السلام سے متعلق ہوا۔
اور مقدمات ظہور انوار نبوت پیدا ہونے لگے ازانجملہ
ایک دن فرعون نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت
المقدس سے آئی اور قلعہ شاہی پر گری اور اسی آگ
نے حوالی مصر اور تمام مملکت قبط کو جلا دیا۔ مگر بنی اسرائیل
بالکل محفوظ رہے۔ بعد اسکے ایک روز دیکھا کہ ایک
اژدہا محلہ بنی اسرائیل سے دوڑا کہ میں بالائے تخت
سے گر پڑا۔ چنانچہ فرعون نے نجومیوں و معبروں سے
تعبیر پوچھی نجومیوں نے کہا ستاروں کی گردش سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہایت جلد اولاد حضرت یعقوب سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ بادشاہ وغیرہ اسکے ہاتھ سے غارت
ہوں گے۔ اور اسبات کو تین برس کا عرصہ باقی ہے۔
معبروں نے کہا کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا
ہوگا کہ جسکے ہاتھ سے سلطنت مصر خراب ہوگی۔

یہ سنکر فرعون نے کوتوال کی معرفت ہزار آدمی محلہ بنی
اسرائیل میں مقرر کر دئے اور انکے ساتھ ہزار دائیاں
کیں کہ گھروں میں جایا کریں جب کہیں بیٹا ہو قتل
کریں - دو برس یا پانچ برس یہ ظلم ہوتا رہا اور بارہ ہزار
لڑکے قتل کیے گئے اور نوے (۹۰) ہزار حمل بخوف
عزت عورتوں نے گرا دئے - بیت -

صد ہزاراں طفل سر ببریدہ شد
تا کلیم اللہ صاحب دیدہ شد

اس عرصہ میں بنی اسرائیل پر وبا پڑی کہ اکثر جوان
بوڑھے اس قوم کے مرنے لگے - قبطیوں کے سرداروں
نے فرعون سے عرض کیا کہ بنی اسرائیل کے مردوں پر
وبا ہے اور جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ مارا جاتا ہے - اگر
یہی حال ہے تو نسل بنی اسرائیل منقطع ہو جائے گی -
پھر ہم کو خدمتگار و مزدور کہاں سے ملیں گے - فرعون
نے حکم دیا کہ ایک سال قتل اور دوسرے سال امان
ملے - سال محفوظ میں حضرت ہارون علیہ السلام
پیدا ہوئے - جب دوسرا سال قتل کا شروع ہوا نجومیوں
نے عرض کیا کہ اس سال میں آج وہ لڑکا پیدا ہوگا -
جسکو تو نے خواب میں دیکھا ہے - فرعون سخت مضطر
ہوا - اور کہا کہ آج کوئی مرد عورت سے نہ ملنے پائے
تو بہتر ہے - پھر شہر میں منادی ہوئی کہ آج بادشاہ
بنی اسرائیل کے قصور معاف کریگا - سب مرد بنی
اسرائیل کے شہر سے موضع اسکندریہ میں حاضر ہوں
اور اپنی عورتوں کو گھروں میں چھوڑیں - چونکہ بنی
اسرائیل از بس ستم رسیدہ تھے خوشی سے اسکندریہ
میں حاضر ہوئے - فرعون بھی آسیہ کو لیگیا کہ شاید
وہ لڑکا میرے گھر میں پیدا ہو جائے - فرعون نے
عمران حضرت موسیٰ کے باپ کو اپنے خاص محل کی ڈیوڑھی
پہ مقرر کیا اور خود سو رہا - جب سب آدمی سو گئے تو بنی اسرائیل
کی عورتیں تماشے کو آئیں اور گشت کرتی ہوئی فرعون
کے خیمہ تک پہونچیں - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
والدہ بھی انکے ساتھ تھیں وہ عمران کے پاس گئیں -
اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صلب پدر سے
رحم مادر میں تشریف لائے - اب نجومیوں نے شور کیا
فرعون شور سنکر باہر نکل آیا پہلے عمران سے سبب
پوچھا - اس نے کہا شاید بنی اسرائیل حضور کی عنایت سے
وجد کرتے ہیں - اگرچہ فرعون یہ بات سنکر فی الجملہ مطمئن
ہوا - پر تمام رات نہیں سویا - صبح کو نجومیوں نے بیان
کیا کہ آج شب کو وہ افسر خجستہ اختر اوج فلک سے نازل
ہوا - فرعون نے کوتوال شہر کو تاکید فرمائی کہ جب کوئی
بیٹا بنی اسرائیل میں پیدا ہو بلا اطلاع میری قتل
کردو - کوتوال شہر میں پھرنے لگا اور جس کسی کے گھر میں
احتمال حمل تھا وہاں دائیاں مقرر کیں - حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی والدہ اگرچہ حاملہ تھیں مگر آثار حمل ظاہر
نہ تھے - فرعون کی دائیاں انکی بھی خبر گیری کرتی تھیں
بلکہ ایک دائی احتیاطاً انکے پاس رہتی - جب نو مہینے
گذرے درد زہ شروع ہوا - وہ دائی خبر پاکر اسی کے
سامنے حضرت موسیٰ پیدا ہوئے - بمجرد ظہور اس نور کے
وہ دائی عاشق ہوئی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے
سے نہایت الفت رکھتی ہوں میرا ہاتھ اسپر نہیں اٹھ
سکتا لیکن اگر یہ خبر فرعون تک پہونچگئی تو میں ماری
جاؤں گی - اب کوئی تدبیر ایسی ہو جس میں یہ لڑکا اور میں
دونوں فرعون کے ظلم سے محفوظ رہیں - حضرت موسیٰ کی
ماں نے کہا کہ پڑوس میں ایک شخص نے آج بکری ذبح
کی ہے اسکا گوشت لا اور ہانڈی میں رکھ - جب فرعون
کے پیادے آئیں تو انکو وہ ہانڈی دکھلا کر کہدے
اس گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا میں نے اسکو مارا اور اب
جنگل میں پھینکنے جاتی ہوں - اس نے ایسا ہی کیا پیادوں
کو دائیوں پر اعتماد کلی تھا - اس باعث سے بلا تحقیقات
پھر کر چلے گئے - صبح کو نجومیوں نے خبر دی کہ وہ لڑکا

پیدا ہوا ہے۔ فرعون نے کوتوال کو بلا کر تاکید بلیغ فرمائی۔ تب کوتوال نے پیادوں پر تشدد کیا اور خود تلاش میں مصروف ہوا۔ چند روز بعد پیادوں نے کہا کہ ہمنے ایک ایک گھر بنی اسرائیل ڈھونڈھا ہے۔ کہیں نشان نہیں ملا۔ صرف ایک گھر البتہ دائی کے اعتماد پر چھوڑا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو پھر دیکھ آئیں۔ کوتوال نے کہا۔ جلدی جاؤ۔ اور بے تامل گھر میں گھس کر دیکھو۔ اگر کوئی لڑکا چھپا ہوگا ظاہر ہو جائیگا۔ چنانچہ کئی پیادے بلا تامل عمران کے گھر میں گھسے۔ اسوقت حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنی بہن مسماۃ کلثم یا مریم کی گود میں تھے انہوں نے پیادوں کو دیکھکر یہ اندیشہ کیا کہ اگر یہ لڑکا ظاہر ہوا تو سب لوگ مارے جائیں گے اسلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر تنور میں کہ آگ سے دھکتا تھا۔ پیادوں نے ہرچند وہاں تلاش کیا کہیں پتہ نہ لگا۔ ناچار اپنا سا منہ لیکر چلے گئے تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے مریم سے دریافت کیا کہ لڑکا کیا ہوا۔ اس نے کہا میں نے گھبرا کر تنور میں پھینکدیا ہے۔ وہ تنور پر دوڑی گئیں۔ دیکھا تو حضرت موسیٰ صحیح و سلامت بیٹھے ہیں۔ متحیر ہوئیں کہ تنور سے کسطرح نکالوں۔ تب آواز آئی کہ ہاتھ ڈالکر نکال لو۔ اُنہوں نے نکال لیا۔ لیکن پھر یہ فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں پیادے پھر نہ آجائیں۔ اس لئے آپ کو ایک صندوقچے میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا جائے تو بہتر ہے۔

علامہ بغوی معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ایک بڑھئی سے تابوت کی فرمائش کی کہ اس میں حضرت موسیٰ کو بند کرکے دریا میں ڈالدے وہ بڑھئی جلادوں کو خبر کرنے چلا جب وہاں پہنچا تو زبان اسکی بند ہوگئی۔ ہاتھ سے اشارہ کرنے لگا۔

جلادوں نے کچھ نہ سمجھا اور دھکے دیکر باہر نکال دیا۔ گھر میں آیا تو پھر بولنے لگا۔ دوسری مرتبہ پھر گیا کہ اب ضرور کہوں گا۔ پھر زبان بند ہوگئی۔ تب کوتوال نے بہت مارا۔ اور نکلوا دیا۔ جب گھر میں گیا پھر بولنے لگا۔ تیسری مرتبہ پھر گیا تو پھر زبان بند ہوئی اور اندھا بھی ہوگیا۔ اسوقت سچے دل سے کہنے لگا۔ اگر میری آنکھیں اور زبان پھر جائے تو پھر اسبات کو کبھی ظاہر نہ کروں اور ایمان بھی لاؤں۔ اللہ تعالےٰ نے آنکھیں دیں اور زبان بھی کھولی اور ایماندار بنایا اسکے بعد اس نے صندوقچہ تیار کرکے حضرت موسیٰ کی ماں کو دیا۔ حضرت موسیٰ کی ماں نے اسدن توقف کیا اور رات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہلا کر اچھے کپڑے پہنائے اور عطر لگایا اور صندوقچے میں رکھا اور روتی ہوئی مریم کے ساتھ رود نیل پر گئیں اور صندوقچے کو دریائے نیل میں ڈال آئیں اور مریم سے کہا اگر میری زندگی چاہتی ہے تو اس صندوقچے کے پیچھے پیچھے جا اور دیکھ کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ اگر مقابلہ شہر سے گذر جائے تو اطمینان سے چلی آنا۔ مریم صندوقچے کے ساتھ دریا کے کنارے بیگانہ وار چلی۔ یکایک وہ صندوقچہ وسط دریائے نیل سے نہر عین الشمس میں پہونچا۔ فرعون اسوقت مع زن و دختر و دیگر اہل محل سیر باغ میں مشغول تھا۔ کسی شخص نے صندوقچے کو نہر سے لیکر فرعون کے پاس پہونچایا مریم نے مضطربانہ یہ خبر اپنی ماں سے کہی۔ وہ نہایت بیتاب ہوئیں اور قریب تھا کہ رودیں۔ اسوقت الہام ہوا کہ غم مت کر اور میری قدرت کا تماشا دیکھ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ تا وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (س۔ قصص۔ ع۱) ہمنے موسیٰ کی والدہ کیطرف وحی بھیجی کہ انکو دودھ پلاؤ۔ پھر جب انکی نسبت تمکو کسیطرح کا خوف ہو تو انکو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف نہ کرنا اور نہ رنج کرنا۔ کیونکہ ہم انکو پھر تمہارے پاس پہونچا دینگے۔ اور انکو پیغمبروں میں سے بنائیں گے"۔

علاّمہ بغوی حضرت ابن عباسؓ سے اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ کہ ان دنوں فرعون کی ایک بیٹی تھی اسکو سفید داغ کی بیماری تھی۔ ہر چند اسکی دوا کی گئی۔ مگر بیماری نہ گئی۔ ایک روز حکیموں اور نجومیوں کو جمع کرکے فرعون نے اسکا حال دریافت کیا۔ نجومیوں نے کہا فلاں روز آفتاب کے نکلتے دریائے نیل میں ایک لڑکا تھوڑی عمر کا ملیگا اُسکے منہ کے لعاب سے صحت ہوگی۔ فرعون بوقت معہود مع آسیہ خاتون کنارہ نیل پر ایک مکان میں بیٹھا اور اپنی بیٹی مریضہ کو بھی لیگیا۔ یکایک آفتاب کے نکلنے دریائے نیل موجیں مارتا تابوت کلیم لایا۔ جب وہ تابوت قلعہ شاہی سے آلگا تو فرعون نے خادموں سے کہا کہ اس تابوت کو جلد لاؤ۔ خادموں نے تابوت لاکر حاضر کیا۔ جب کھولا تو ایک لڑکا حسین وجمیل عنایت ازلیہ سے آراستہ اور لباس جاہ وجلال سے پیراستہ نظر پڑا۔ جب حضرت موسیٰ تابوت سے باہر نکلے تو فرعون کی بیٹی نے لعاب دہن لیکر سفید داغوں پر ملا اسیوقت برص وفع ہوا۔ فرعون نے خوش ہوکر لڑکے سے پیار کیا۔ مگر ہامان کہنے لگا یہ وہی لڑکا ہے جس سے نجومیوں نے تجھے ڈرایا تھا۔ یہ بھی بڑا اقبال ہے۔ ازخود آگیا۔ اب اس کو قتل کر۔ اسوقت حضرت آسیہ کہنے لگیں کہ یہ لڑکا مجکو ایک سال سے زیادہ کا نظر آتا ہے۔ تو نے اس سال کے لڑکوں کے قتل کا حکم دیا ہے۔ پھر ایسے بیگناہ کا خون ناحق اپنی گردن پر مت لے اور اسے مجھکو بخشدے۔ کہ میں اسے اپنا بیٹا بناؤں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (س۔ قصص ع ۱)

پس فرعون کے لوگوں نے انہیں اُٹھالیا کہ انکے دشمن اور پریشانی کے باعث ہوں۔ کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور انکے سپاہیوں نے غلطی کی۔ اور فرعون کی عورت بولی کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسکو مارو نہیں۔ عجب نہیں کہ ہمکو فائدہ پہونچاوے۔ یا اسکو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور اُن لوگوں کو انجام کی خبر نہ تھی فرعون نے اسی وقت آسیہ کو ہبہ کردیا۔ اور کہا کہ اسکا کوئی نام رکھو۔ آسیہ نے کہا میں نے اسکو پانی اور درخت سے پایا ہے۔ اسلئے اسکا نام موشی رکھتی ہوں (لغت قبط میں مو پانی کو اور شی درخت کو کہتے ہیں)۔ پس لفظ موسیٰ اصل لغت میں عبرانی ہے۔ جب عربی میں نقل کیا تو شین کو سین سے بدل دیا۔ غرض آسیہ نے اپنا بیٹا بنایا اور دودھ پلانے والی دائیاں تلاش ہونے لگیں۔ آپ کسیکا دودھ نہ پیتے تھے۔ حتی کہ مریم نے کہا میں ایک دودھ پلانے والی کا پتہ دیتی ہوں کہ آئین پرورش اطفال میں ہوشیار ہے۔ اور آرزو بھی رکھتی ہے کہ اگر کوئی لڑکا چھوٹا ملے تو اُسے دودھ پلاوے۔ کیونکہ اسکا ایک بیٹا دودھ پیتا مرگیا ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ دودھ پلانے کے لئے انکی ماں کے سپرد کئے گئے۔ اور ایک اشرفی روزینہ مقرر ہوا۔ دو برس کامل دودھ پلوایا اور بعد دو برس کے ایک خچر اشرفیوں کی اور کئی اونٹ جواہرات سے بھر کر عنایت کئے۔ اور رخصت فرمایا۔ اور حضرت موسیٰ کی تربیت وتعلیم میں مصروف ہوئیں۔

القصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے گھر گئیں۔ اور آسیہ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے لگیں۔ جب حضرت موسیٰ تین برس کے ہوئے۔ تو ایک روز فرعون حضرت کو اپنی گود میں لیکر کھلانے لگا اور کلام لایعنی زبان پر لایا۔ حضرت نے ایک طمانچہ مارا اور ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی۔ یہ مردود نہایت رنجیدہ ہوکر آسیہ سے کہنے لگا۔ میں نہ کہتا تھا کہ یہی لڑکا میرا دشمن ہے پر تو نے مارنے نہ دیا۔ اب بھی اس سے دست بردار ہو۔

آسیہ نے فرمایا تو کس خیال میں ہے لڑکوں کی بے تمیزی اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی باتوں کو عداوت پر حمل کرنا محض بے عقلی ہے۔ فرعون نے کہا اسکو اور لوگوں پر قیاس نہ کر۔ میں اس کے قیافے سے عقل اور تمیز اس کی جوانوں سے زیادہ پاتا ہوں۔ اور اس نے یہ حرکت سنجیدہ و فہمیدہ کی ہے۔ آسیہ نے کہا اس عمر میں عقل و تمیز کہاں ہوتی ہے۔ دیکھ میں امتحان کرتی ہوں۔ یہ کہکر دو طباق ایک سونے کا آگ سے بھرا ہوا۔ اور دوسرا چاندی کا موتیوں اور یاقوت سے پُر اس مجلس میں منگوائے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگیں جو ان دونوں میں تمکو اچھا معلوم ہو لیلو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موتیوں کے طباق پر ہاتھ چلایا تو حضرت جبرائیل نے بحکم الٰہی انکا ہاتھ طبق آگ میں ڈال دیا۔ اور ایک انگار الیکر منہ میں رکھدیا کہ زبان مبارک جل گئی۔ اُسیوقت سے لکنت پیدا ہوئی اور ہاتھ سفید ہو گیا۔ تب آسیہ نے فرعون سے کہا کہ تو نے اسکی تمیز ملاحظہ کی۔ فرعون سخت شرمندہ ہوا پھر جب عمر شریف حضرت کی آٹھ برس کی ہوئی تو ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس باادب بیٹھے تھے۔ فرعون نے مرغ باز سے کہا کہ جنگی مرغونکو کھولدے۔ اس نے کھولا تو پہلے ایک مرغ نکلا اس نے اپنے بازو جھاڑ کر آواز دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا سچ ہے۔ فرعون نے پوچھا مرغ نے کیا کہا۔ ارشاد کیا کہ اس نے کہا پاک ہے خدا جس نے چرواہے کے لڑکے کو اس مدت دراز تک دولت و حشمت سے سرافراز فرمایا اور طرح طرح کی نعمتوں سے ممتاز کیا باوجود اسکے وہ ہر نعمت کے مقابل میں ناشکری کرتا ہے۔ فرعون نے کہا۔ اے موسیٰ مرغ کو ایسی باتوں سے کیا کام ہے۔ تو نے اپنی طرف سے توطیہ باندھا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس مرغ کو بلایا اور فرمایا کہ اب تو زبان فصیح میں بیان کر جس کو ہر خاص و عام سمجھے۔ پھر اس نے بزبان فصیح اسیطرح کمال توضیح سے کہا۔ فرعون سخت متحیر ہوا اور بہت ڈرا ہامان مردود اُسوقت حاضر تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ مرغ جادو میں آگیا ہے ذبح کیا جائے۔ آخر ذبح ہوا اللہ نے اسکو زندہ کیا اور وہ فوراً اُڑ گیا اور نظر سے غائب ہوا۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نو برس کے ہوئے تو فرعون نے اپنے تخت پر مہربانی سے بٹھلایا۔ اور وزراء و امراء تخت کے گرد کھڑے ہوئے۔ اور فرعون نے کفر و جہالت کی باتیں غرور میں کہنی شروع کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا۔ تخت میں ایک ایسی لات ماری کہ دونوں پائے تخت کے ٹوٹ گئے اور تخت اوندھا ہو گیا۔ فرعون تخت سے زمین پر گر پڑا۔ اور ناک ٹوٹ گیا اور خون چلنے لگا۔ دربار والے گھبرائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بھاگے اور محل میں جاکر آسیہ خاتون سے لپٹ گئے اور سارا حال کہہ سنایا۔ پیچھے پیچھے فرعون بھی محل میں داخل ہوا۔ اور دیکھا کہ حضرت موسیٰ آسیہ کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ دیکھکر آسیہ پر خفا ہوا کہ تو نے اس لڑکے کو مارنے نہ دیا۔ اب یہ لڑکا شوخیاں و پشتیاں کرتا ہے۔ آسیہ نے کہا تھوڑی عمر کے لڑکے جو کچھ شوخی اپنے ماں باپ سے کریں وہ جائے شکایت نہیں ہوتی۔ بلکہ دلیل ہے اس پر کہ سن تمیز میں یہ سب شوخی و شرارت ماں باپ کے دشمن پر کرینگے اور امراء اسکے خوف سے لرزاں رہینگے بعد اسکے کھانا آیا۔ فرعون نے کھانا شروع کیا حضرت موسیٰ بھی کھانے لگے۔ اتفاقاً باورچی نے ایک بکری کا بچہ تنور میں دم پخت کر کے فرعون کے آگے رکھا حضرت موسیٰ نے فرمایا قُم بِاِذْنِ اللّٰہِ وہ بچہ زندہ ہو کر دوڑنے لگا۔ فرعون سخت متعجب ہوا۔ حضرت آسیہ نے فرمایا یہ سب باتیں تیری بقائے سلطنت میں کام آنے کو ہیں اس لڑکے کو بہت غنیمت سمجھ۔ پھر تو فرعون حضرت موسیٰ کا ادب کرنے لگا۔ اور بلا غرض انکو چھوڑا۔ یہانتک کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام تیس برس کے ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰىٓ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (پ۔ قصص۔ ع ۱) یعنی جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہونچے اور پورے توانا ہوئے ہمنے انکو فہم سلیم اور دانش عطا فرمائی۔ روایت ہے کہ رشد اٹھارہ سے تیس برس تک بولتے ہیں اور مجاہد وغیر تینتیس سے تک کو کہتے ہیں۔ اور علاوہ بغوی نے بروایت سعد بن جبیر ابن عباس سے چالیس برس نقل کئے ہیں اور بعضے انتہائے جوانی مراد رکھتے ہیں۔ بہر تقدیر ہوشیار ہوئے تو اللہ نے علم و عقل قبل نبوت کے عطا کیا۔ کہ نماز و عبادت میں مشغول رہتے۔ چنانچہ ایک روز رود نیل کے کنارے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے ایک شخص خواص فرعون سے وہاں گزرا۔ اس نے کہا کہ یہ عبادت کسکے لئے کرتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اپنے خداوند کی۔ اس نے کہا تمکو آقا کی احتیاج نہیں۔ تم اپنے باپ فرعون کی عبادت کیا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ پر اور فرعون پر لعنت خدا کی ہے۔ اس نے کہا میں فرعون سے کہونگا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اے زمین! اسکو پکڑ۔ زمین نے تا زانو اسکو نگل لیا اور نہ چھوڑا۔ ناچار اس نے قسم کھائی کہ میں فرعون سے نہ کہونگا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ خبر فرعون کو پہونچی۔ فرعون نے کہا جب موسیٰ نماز پڑھیں تو مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ ایک خواص فرعون کا منتظر وقت رہا۔ جب حضرت نماز میں مشغول ہوئے تو اس نے فرعون سے کہا۔ فرعون آیا۔ اور کھڑا رہا۔ یہانتک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے۔ فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ یہ پرستش کسکے واسطے تھی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ اس آقا کے لئے جو مجھے پرورش کرتا ہے اور کھلاتا پلاتا ہے۔ فرعون نے کہا سچ ہے۔ کہ میں ہی یہ کام کرتا ہوں۔ بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بوڑھوں کو اپنی صحبت میں رکھا۔ اور انسے انسیت و الفت کرتے۔

اس عرصے میں ایک دن راہ میں چلے جاتے تھے کہ ایک پیادہ فرعون کا (شاید داروغہ مطبخ تھا) پشتارہ لکڑی کا ایک اسرائیلی سے زبردستی چھینے لیتا تھا اور کہتا تھا کہ اس پشتارے کو فرعون کے مطبخ میں پہونچاو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو دیکھکر پکارا۔ حضرت نے فرعونی کو منع کیا اس نے نہ مانا۔ تب آپنے ایک مکا اسکی پیشانی پر مارا۔ اسکی موت تھی مر گیا۔ اسرائیلی اپنے گھر چلا گیا۔ جب یہ خبر فرعون کو پہونچی تو اس نے کہا غلط ہے موسیٰ کبھی قبطی کو نہ ماریگا۔ چنانچہ یہ قصہ سورۂ قصص میں مذکور ہے جسکا ترجمہ یہ ہے " اور اتفاق سے ایک دن موسےٰ ایسے وقت شہر میں آئے کہ لوگ دوپہر کو بے خبر گھروں میں پڑے سوتے تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک تو انکی قوم یعنی بنی اسرائیل میں کا ہے اور ایک انکے دشمنوں (یعنی فرعونیوں) میں کا۔ تو جو موسیٰ کی قوم کا تھا اس نے اس شخص کے مقابلے میں جو اسکے دشمنوں میں کا تھا۔ موسیٰ سے مدد مانگی تو موسیٰ نے اس دشمن کو مکا مارا اور وہیں اسکا کام تمام کر دیا پھر لگے کہنے کہ یہ تو مجھ سے ایک شیطانی حرکت سرزد ہوئی۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان آدمی کا دشمن اور اسکو کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔ اور موسےٰ نے اسوقت دعا کی کہ اے میرے پروردگار یہ تو میں نے اپنے اوپر بڑا ہی ظلم کیا تو میرا گناہ معاف فرما۔ چنانچہ خدا نے انکا گناہ بخشدیا۔ اور وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر موسےٰ نے کہا اے میرے پروردگار جیسا تونے مجھپر یہ احسان کیا ہے۔ میں بھی آئندہ کبھی شریر آدمیوں کا مددگار نہیں بنونگا۔

غرض رات خیر سے گذری۔ اگلے دن صبح کو ڈرتے ڈرتے شہر میں گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی آج پھر انکو پکار رہا ہے (اسکی پکار سنکر) موسیٰ نے اس سے کہا

کہ اس میں شک نہیں کہ تو تو صریح بدراہ آدمی ہے۔ آئے دن لوگوں سے لڑا کرتا ہے۔ پھر جب موسیٰ نے اس قبطی کو جوان کا اور اس فریاد کرنیوالے دونوں کا دشمن تھا پکڑنا چاہا تو اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ مجکو پکڑنا چاہتے ہیں۔ اور وہ چلا اٹھا کہ موسیٰ! جسطرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا۔ کیا اسی طرح آج مجکو بھی مار ڈالنا چاہتا ہے (معلوم ہوتا ہے کہ) بس تو یہ چاہتا ہے کہ ملک میں زور و ظلم کرتا پھرے اور بھلا آدمی بنکر نہیں رہنا چاہتا۔ پس یہ بات اسکی زبان سے مشہور ہوئی۔ اور بازاریوں نے فرعون کے پاس گواہی دی کہ قبطی کو موسےٰ نے مارا ہے سو انہیں ہمارے حوالہ کرو۔ تو ہم قصاص میں ماریں۔ فرعون نے قتل کا حکم دیا۔ لوگ حضرت موسےٰ کی تلاش میں نکلے۔ اتنے میں ایک شخص نے جلدی سے آکر حضرت موسیٰ کو خبر دی کہ بڑے بڑے آدمی تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تاکہ تمہیں قتل کر دیں۔ تم شہر سے نکل جاؤ۔ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ شہر سے نکل بھاگے اور ڈرتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اور موسےٰ نے شہر سے نکلتے وقت دعا بھی کی کہ اے میرے پروردگار مجکو ان ظالم لوگوں سے نجات دے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام محض بے سامان اور پریشان پیادہ پا مصر سے شہر مدین کی جانب کہ آٹھ دس روز کی راہ تھا تشریف لے چلے۔ راہ میں ایک چرواہا ملا۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے پوشاک شاہانہ اپنی اسکو عنایت فرمائی اور اسکا کمل وغیرہ لیکر اوڑھا۔ اور روانہ ہوئے کھانا پینا تو کچھ ساتھ نہ تھا۔ گھاس پات کھاتے رہے جسکے سبب نقاہت بدرجہ کمال ہوگئی۔ اور پیادہ روی سے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ القصہ ساتویں دن مدین کے کنوئیں پر جو شہر کے کنارے تھا پہونچے تو دیکھتے ہیں کہ دو عورتیں کھڑی ہیں اور مرد بکریوں کو پانی پلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ بسبب شفقت نبوت انکے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے تمہارا کیا کام ہے کہ تم اپنے مویشی کو پانی نہیں دیتیں روکے کھڑی ہو۔ وہ کہنے لگیں جب تک اور لوگ پانی نہ پلالیں ہم نہیں پلا سکتیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ تمہارے گھر میں کوئی مرد نہیں وہ بولیں ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں۔ صرف ایک باپ بوڑھا بڑی عمر کا ہے کہ یہانتک آ نہیں سکتا۔ حضرت موسےٰ نے یہ سنکر بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اور پھر وہاں سے ہٹ کر درخت کی چھاؤں تلے آ بیٹھے۔ جب وہ دونوں لڑکیاں جو حضرت شعیب کی بیٹیاں تھیں اپنے گھر پہونچیں تو انہوں نے حضرت موسےٰ کے پانی پلانے کا حال اپنے باپ کو کہہ سنایا۔ حضرت شعیب نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ان میں سے ایک جاکر حضرت موسیٰ کو بلا لائی۔ حضرت شعیب نے انہیں کھانا کھلایا۔ اور رستے کا حال دریافت کیا۔ آپ نے سب حال کہہ سنایا۔ تو حضرت شعیب نے فرمایا کہ اب کچھ فکر نہ کر تو قوم بے انصاف سے بچ آیا۔ پھر آپ کی ایک لڑکی نے کہا کہ اسے نوکر رکھ لیجئے کیونکہ یہ بہت امین ہیں۔ اسپر حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک بیٹی تم سے بیاہ دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تو میری نوکری آٹھ برس تک کرے۔ اگر دس برس تک کرے تو تیری طرف سے احسان ہے غرض کہ آپ نے بڑی لڑکی کا نکاح حضرت موسیٰ سے کر دیا۔ اور آپ دس سال حضرت شعیب کی خدمت میں رہے اور بعد ازاں اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت شعیب نے اجازت دی اور بی بی کو انکے ہمراہ کیا اور دو غلام بھی ساتھ کئے تاکہ مصر تک پہونچا کر چلے آویں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ایک غلام اونٹ کے ساتھ جس پر اثاثۃ البیت تھا کر دیا اور دوسرے غلام کو بکریوں کے ساتھ کرکے آگے آگے روانہ کیا اور خود زمانہ

سواری کے ساتھ ہو کر دریا کے کنارے کنارے تشریف لے چلے۔ اور راہِ شام بالکل چھوڑ دی تا کہ کوئی انکے حال سے متعرض نہ ہو۔ چلتے چلتے آپ ایک روز راستہ بھول گئے۔ اور کوہ طور کے پاس جا نکلے ہر چند راہ تلاش کی مگر راستہ نہ ملا اور شام ہو گئی۔ یہ رات محققین کے نزدیک شب جمعہ اٹھارھویں ذیقعدہ تھی اسوقت برف پڑتی تھی اور رات بشدت اندھیری تھی۔ اسوقت آپ کی بی بی کو دردِ زہ شروع ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اگر کہیں آگ ملتی تو روشنی ہوتی اور سردی سے بچتے۔ حضرت موسیٰ نے لوہے کو پتھر سے مارا مگر آگ نہ نکلی۔ اور ادھر ادھر کہیں آبادی کا نشان بھی نہ ملا۔ تب حضرت موسیٰ بہت مضطرب ہوئے اور اِدھر اُدھر تلاشِ نار میں پھرنے لگے کہ اتنے میں پہاڑ سے آگ کی روشنی نمودار ہوئی۔ آپ وہاں آگ لینے گئے تو آواز آئی کہ برکت رکھتا ہے جو کوئی آگ میں ہے اور جو اسکے آس پاس ہے۔ اور پاک ہے ذات اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا ہے اور اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں۔ پس اپنا جوتا اتار کیونکہ تو ایک پاک جگہ میں ہے۔

القصہ حضرت موسیٰ نے اپنا جوتا اتار دیا اور ارشادِ خداوندی شروع ہوا۔ جو سورہ طٰہٰ میں مذکور ہے اور آپکو دو معجزے عطا ہوئے۔ ایک تو آپکا عصا اژدہا بنجاتا تھا۔ اور دوسرے گریبان میں ہاتھ ڈالکر باہر نکالتے تو وہ روشن ہو جاتا تھا۔ جب یہ دونوں معجزے عطا ہو چکے تو ارشاد ہوا کہ فرعون کے پاس جاکر اسے راہ راست کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ آپ مصر میں تشریف لیگئے۔ اور فرعون کو سمجھایا۔ اور معجزے بھی دکھائے مگر وہ شقی ایمان نہ لایا۔ بلکہ مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ اور جادوگروں کو بلا کر ایک دن مقابلے کے مقرر کیا۔ جب وہ دن آیا تو جادوگروں نے سانپ بنا کر چھوڑے تو حضرت نے اپنا عصا پھینک دیا جس نے تمام سانپ نگل لئے۔ تب وہ ساحر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

بعدازاں حضرت موسیٰ مصر میں رہنے لگے۔ مگر فرعون کا ظلم بنی اسرائیل پر بڑھتا گیا۔ اور انہوں نے تنگ آکر حضرت موسیٰ سے بہت دفعہ شکایت کی اور حضرت موسیٰ کی بددعا سے کئی بلائیں قبطیوں پر نازل ہوئیں لیکن فرعون اپنے ظلم سے باز نہ آیا۔ تب حضرت موسیٰ نے التجا کی۔ اے اللہ اس مصیبت سے ہمیں خلاصی عطا فرما۔ ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتوں رات چل دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر نویں محرم بروز یکشنبہ مصر سے نکلے۔ جب دریائے قلزم کے کنارے پہونچے تو فرعون بھی آپہونچا۔ بنی اسرائیل گھبرائے کہ اب کیا کریں "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ ارشاد ہوا کہ اپنا عصا پانی پر مارو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ اور بنی اسرائیل پار اتر گئے۔ فرعون جب کنارے پر آیا اور پانی میں اسطرح راستے بنے ہوئے دیکھے تو گذرنے سے تامل کیا۔ مگر حضرت جبرئیل گھوڑی پر سوار ہو کر اسکے گھوڑے کے پاس سے گذرے گھوڑا مست تھا وہ بھی اسکے پیچھے دریا میں دوڑا۔ یہ دیکھکر سب لشکر دریا میں داخل جب سب لشکر دریا میں داخل ہو چکا تو حکم خداوندی سے پانی مل گیا اور سب کے سب غرق ہوئے۔ پھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لئے کوئی کتاب خدا کے پاس سے لاؤ تا کہ موافق اسکے راہ مستقیم پر چلیں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا تو حکم ہوا کہ کوہ طور پر حاضر ہو۔ آپنے اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا اور آپ ستر (۷۰) آدمی لیکر کوہ طور پر پہونچے اور وہاں چالیس دن چلہ میں بیٹھے۔ اور چلہ پورا ہونے پر توریت کی لوحیں عطا ہوئیں۔

آپ کے پیچھے سامری نے ایک گوسالہ بنا کر بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سکھادی۔ حضرت موسیٰ کو خدا نے خبر دی۔ یہ احوال سنتے ہی حضرت موسیٰ گھبرائے اور مضطرب ہوئے اور غصہ میں بھرے ہوئے الواح توریت لے کر قوم کی طرف آئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون کو بہت خفا ہوئے کہ کیوں تم نے ان لوگوں کو منع نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے۔

القصہ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اب تمہاری توبہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ ستر یا اسی ہزار آدمی صبح سے تیسرے پہر تک مارا گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گوسالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا کر دریا میں پھینک دیا۔ اور سب لوگوں کو توریت پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا جسکی وجہ سے ذبح گائے کا قصہ پیش آیا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے لڑنے کا حکم ہوا۔ جس سے انہوں نے انکار کیا۔ اور آخر اس نافرمانی کی سزا میں حیران و سرگرداں پھرتے رہے اور اسی عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ڈیڑھ سو برس کی ہوئی۔ اور قبر آپ کی بیت المقدس میں سرخ ٹیلے پر واقع ہے۔ اخبار الاول میں حافظ ضیاء الدین مقدسی سے منقول ہے کہ وہ قبر جسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشہور کرتے ہیں شرقی بیت المقدس متصل اریحا سرخ ٹیلے کے پاس واقع ہے اور اس کی زیارت ہوتی ہے۔ ابتک ایک قبہ اسپر بنا ہوا ہے اور وہاں دوام عجیب ہیں۔ ایک تو اس مزار پر کچھ لوگ از قسم شیوخ برنگ مختلف نظر آتے ہیں۔ بعضے بصورت سوار اور بعضے پیادے اور بعضے نیزے کندھوں پر رکھے ہوئے۔ لوگ انکی مختلف حقیقت بیان کرتے ہیں بعض کہتے ہیں ملائکہ ہیں اور بعض کہتے ہیں صالحین ہیں لیکن انکو خواص و عوام سب دیکھتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی عورت حائضہ مسجد میں داخل ہوتی ہے یا کوئی احاطہ مسجد میں کچھ گناہ کرتا ہے تو ایک ہوا جنگل میں چلنے لگتی ہے۔ اسی خوارق سے استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ قبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ حضرت مولانا رفیع الدین محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت حضرت موسیٰ شہر مصر میں ہوئی اور تین ہزار بیات سواڑتالیس ہبوط آدم علیہ السلام سے گذرے تھے اور وفات کے وقت تین ہزار آٹھ سو اڑسٹھ منقضی ہوئے تھے۔ اس حساب سے عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے۔ اور ذکر جناب کلیم اللہ علیہ السلام کا سورہ بقر۔ و اعراف و آل عمران و نساء و طٰہٰ و قصص و مریم و نمل و انبیاء و مؤمنون و زخرف و دخان و ابراہیم و ہود و شعراء و بنی اسرائیل و یونس و مائدہ و نازعات میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا حال مفسرین نے یوں لکھا ہے۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ملک الموت کو موسیٰ علیہ السلام کیطرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ السلام اسکو دیکھکر غضبناک ہوئے اور ملک الموت کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا جسکی وجہ سے فرشتے کی آنکھ نکل پڑی۔ پھر ملک الموت نے خدا کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کیطرف بھیجا ہے جو موت کو نہیں چاہتا۔ خدا نے فرشتے کی آنکھ درست کر دی۔ اور فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہو کہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھے۔ جتنے بال اسکے ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال اسکی عمر بڑھا دی جائے۔ فرشتے نے ایسا ہی کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا۔ فرشتے نے کہا پھر موت ہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی جان دینا بہتر ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی حاجت کو باہر نکلے تو ایک فرشتوں کی جماعت کو قبر کھودتے دیکھا

جونہایت عمدہ تھی اسکو موسیٰ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا یہ قبر کسکی ہے ۔ فرشتوں نے کہا ایک ایسے بندے کی جو اسکو بہت پیارا ہے ۔ پھر فرشتوں نے کہا کیا آپ یہ قبر چاہتے ہیں موسے نے کہا ہاں ۔ فرشتوں نے کہا اُتر کر لیٹ جایئے ۔ آپ لیٹ گئے اور آپ کی روح قبض ہوگئی ۔ اُسوقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی ۔ (خازن) ۔

موسیٰ بن علی لخمی بصری ۔ علمائے حدیث میں سے تھے ۔ سنہ ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے (کن) ۔

موسیقی گانے بجانے کا فن ۔ راگ ۔ دیکھو (غنا) اور (سماع) ۔

مولد مقام پیدائش ۔ تاریخ پیدائش کسی پیغمبر یا بزرگ کی ولادت کا دن ۔ عموماً اس سے مراد ربیع الاول کی بارھویں تاریخ ہوتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے اور اُسے مولد النبوی کہتے ہیں ۔ ہندوستان اور مصر میں اسکا بہت چرچا ہے ۔ مگر وسط ایشیا میں اس تہوار کی چنداں شہرت نہیں ۔ ہندوستان میں اس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات مجالس میں سنائے جاتے ہیں ۔ آپ کی تعریف میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں ۔ اور درود شریف کا ورد کیا جاتا ہے ۔ دیکھو لفظ (بارہ وفات) ۔

وہابی لوگ جنکا دوسرا نام اہل حدیث مشہور ہے ۔ اس قسم کی مجالس کو بدعت اور خلاف سنت قرار دیتے ہیں ۔

مولوی یہ اسم منسوب ہے مولا کی طرف جسکے معنے ہیں خداوند ۔ یائے نسبت کے الحاق کے بعد الف مقصورہ جو حرف چہارم تھا صرفی قاعدہ سے واو سے بدلا گیا (غیاث اللغات)

یہ لقب غالباً سب سے پہلے مولانا روم کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔ آپ کو مولوی رومی اور مولوی معنوی کہا جاتا تھا ۔ اور ان کے نام سے ابتک ایک فرقہ مولویہ روم میں موجود ہے ان کے بعد یہ ایک عام علمی لقب قرار پا گیا جو آجتک ان لوگوں کے لئے بطور اعزازی لقب کے استعمال کیا جاتا ہے جو دینی علوم سے تعلق رکھتے ہوں ۔

دینی علم و عمل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کئی جماعتیں ہیں ۔ فقیہہ ۔ محدث ۔ معلم ۔ متعلم ۔ عالم ۔ فاضل علامہ ۔ مفتی ۔ ملا ۔ امام ۔ قاضی ۔ ان سب کو عموماً مولوی کہا جاتا ہے ۔

فقیہہ ۔ وہ ہے جو علم فقہ میں درک رکھتا ہو ۔ یعنی قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے جو مسائل مرتب ہو کر درج کتب ہو چکے ان کو سمجھنے اور مناسب موقع اور مقام میں چسپاں کرنے کی اسکو مہارت ہو ۔

محدث وہ ہے جو حافظ احادیث ہو ۔ راویوں کے حالات جانتا ہو ۔ صحیح اور ضعیف اور موضوع احادیث میں تمیز کرسکتا ہو ۔ متعارض احادیث کو تطبیق دینے والے اسرار سے واقف ہو ۔

معلم ۔ وہ ہے جو طلبہ کو دینی علم پڑھاتا ہو ۔

متعلم ۔ وہ ہے جو دینی علوم کی تحصیل کرے ۔

عالم ۔ کے معنے علوم دینیہ کے رکھنے والا ۔

فاضل کے معنے علوم دینیہ میں فارغ التحصیل ۔ یہ لقب عالم سے کسیقدر زوردار ہے ۔

علامہ ۔ وہ فاضل شخص جو محقق اور صاحب تصنیف بھی ہو ۔ یہ لفظ خاص بڑے پایہ کے عالم کے لئے بولا جاتا ہے ۔

مفتی وہ ہے جو شرعی سوالات کا تحریری جواب (فتوے) مع سند کتب دے ۔

قاضی وہ شرعی حاکم ہے جو مفتی کے جواب کے مطابق حکم نافذ کرے ۔ مگر آجکل یہاں چونکہ نہ اسلامی حکومت ہے نہ اسلامی حاکم ۔ اسلئے قاضی کا لقب دیہات کے اُن ملا لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صرف مدت کے موقعوں پر

شرعی مراسم بجا لانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔

مُلّا۔ کے اصلی اور اصطلاحی معنے ہیں بڑا عالم۔ اور افغانستان کی طرف یہ لفظ اسی معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر ہندوستان میں یہ لقب گھٹیا درجے کے عالموں کے لئے بولا جاتا ہے جو مسجد کی روٹیوں پر گذر اوقات رکھتے ہیں۔

امام۔ مسلمانوں کے اُس حاکم اعلےٰ کو کہتے ہیں جو تمام ملکی مہمات شریعت کے مطابق انجام دے۔ اسلامی جنرل کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ اس مشہور عالم کو بھی جو علم شریعت کا رکن رکین تسلیم کیا گیا ہو۔ امام کہا جاتا ہے۔ جیسے فقہ کے چار امام اور امام ابویوسف اور امام فخرالدین رازی اور امام غزالی وغیرہم۔ مگر آجکل چونکہ یہ ساری باتیں مفقود ہو چکیں۔ اسلئے امام کا لقب صرف اُن لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو مساجد میں نماز کی امامت کراتے ہیں۔ تاہم یہ لفظ اُن لوگوں کے نام کے ساتھ بطور لقب کے استعمال نہیں ہوتا جسطرح ائمہ سابقین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں امام کا اطلاق رسولوں پر ہوا ہے اور قرآن کو بھی امام کہا گیا ہے۔

غرض یہ تمام علمی جماعتیں گو ایک دوسری سے علیحدہ فرائض رکھتی ہیں۔ مگر مولوی کا لقب سب کے لئے علی السویہ بولا جاتا ہے۔

مذکورہ تشریحات سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مولوی کے لقب میں کس درجہ کی عزت اور تقدس ہے۔ مگر آجکل خصوصاً ہندوستان میں جہاں یہ لقب استعمال ہوتا ہے بہت بے جا مواقع میں استعمال کیا جانے لگا ہے۔ اول تو چونکہ کچھ زمانہ سے علما کی حالت سرکاری سرپرستی نہ ہونے کے باعث کچھ روبہ تنزل ہے اور مولوی لوگوں میں افلاس و حاجتمندی کے باعث کچھ ترقی علم اور حق گوئی کیطرف سے بے پروائی عمل میں آنے لگی ہے اور کچھ طلب رزق کے لئے اُن کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اسلئے لوگوں کے دل میں مولوی کے لقب کی وہ عظمت اور وقار نہیں رہا جو ہونا چاہئے۔ اور مولوی لوگ اور مولوی آدمی کا اطلاق عموماً ایسے موقع میں کیا جاتا ہے جہاں بے ہمتی اور غیر مستعدی کے معنے مراد ہوتے ہیں۔

دوسرے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو علوم عربیہ سے کوئی بہرہ نہیں رکھتے مگر صرف دنیوی علوم میں دخل رکھنے یا لیکچرار و مصنف کتب ہونے کی بدولت ہی مولوی بن بیٹھتے ہیں تاکہ وہ عوام میں مذہبی تقدس کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔ اور انکے اقوال مذہبی فتوے سمجھے جائیں۔

تیسرے یہ لقب موروثی سمجھا جانے لگا ہے اور اسلئے ایک مولوی کے بیٹے اور پوتے بھی خواہ جاہل محض ہوں مولوی کہلاتے ہیں۔

قاضی اور مفتی کے لقبوں کا بھی یہی حال ہے۔ کہ ایک شخص اگر کسی زمانہ میں قاضی یا مفتی ہو گذرا ہے تو اسکی نسل ہمیشہ کے لئے قاضی اور مفتی کا خطاب حاصل کر لیتی ہے۔ خواہ وہ اس لفظ کے معنوں سے بھی ناواقف ہوں۔

مؤمن ایمان لانے والا۔ مسلمان۔ خدا اور اسکے رسول کو برحق جاننے والا۔ دیکھو لفظ (ایمان)۔

اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے جو سورہ حشر کے رکوع ۳ میں آیا ہے۔ اسکے معنے ہیں اپنے وعدہ میں سچا۔ یا اپنے عذاب سے امن دینے والا۔ اس لفظ کا ماخذ امن و امان ہے یا ایمان۔ اگر امن و امان ہے تو مؤمن کے معنے ہوے امن دینے والا۔ یعنے دنیا میں اسباب امن کا مہیا کرنے والا۔ یا عقبےٰ میں نیکوکاروں کو عذاب سے امان میں رکھنے والا۔ اگر ماخذ ایمان ہے تو مؤمن کے معنے ہوے مصدق۔ یعنے ایمانداروں کے ایمان کو باور کرنے والا۔

مؤمن مطلق وہ ہے جسکی طرف امن و امان کا سر رشتہ جاکر ختم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ ہے۔ بندہ فطرۃً ضعیف واقع ہوا ہے۔ اسکی ہستی بھوک پیاس۔ مرض وغیرہ اندرونی عوارض۔ اور قتل۔ قطع۔ حرقت وغیرہ بیرونی آفات کی طرف سے ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ان خطروں کا دور کرنے والا وہی ہے۔ بھوک پیاس دور کرنے کے لئے غذا اور پانی پیدا کیا۔ مرض کے ازالہ کیلئے دوائیں بنائیں۔ آفات کو دور کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں اور طاقت بخشی۔ حواس دئے تاکہ آنیوالی آفات کی خبر دیتے رہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک ہلاکت آخرت کی ہے اس سے امن میں رہنے کے لئے بھی اسکی عنایت سے کلمہ توحید کا قلعہ موجود ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے لآ الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو کوئی میرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے عذاب سے امن میں رہیگا۔ انتہیٰ۔

مؤمنون مؤمن کی جمع ہے جسکے معنے ایماندار کے ہیں۔ قرآن شریف کی تیئسویں سورت کا نام ہے جسمیں یہ لفظ آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (س۔ المؤمنون ع۱) یعنی ایمان والے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔

مومنین مومن کی جمع ہے جسکے معنے ہیں مسلمان۔ مومن و مسلم کے فرق کیلئے دیکھو (ایمان۔ اسلام)۔ قرآن مجید میں جابجا مومنوں کی تعریف آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ تا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (س۔ بقرہ۔ ع۲۰)۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا (اوروں کو بھی) شریک (خدا) ٹھیراتے (اور) جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی محبت ان سے رکھنی چاہیئے اور جو ایمان والے ہیں انکو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے۔

(۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ تا وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (س۔ انعام ع۹) جو لوگ (خدا پر) ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی (شرک) کی آمیزش نہیں کی۔ یہی لوگ ہیں جو امن (و اطمینان خاطر) کے مستحق ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر (بھی) ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تا يُحَافِظُوْنَ ۝ (س۔ انعام۔ ع۱۱) اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو (بے تامل) اسپر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی (بھی) خبر رکھتے ہیں کہ (قضا نہیں ہونے پاتی)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (س۔ ہود ع۲) جو لوگ ایمان لائے اور (ایمان کے علاوہ انہوں نے) نیک عمل (بھی) کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کرتے رہے۔ یہی جنتی لوگ ہیں کہ یہ بہشت میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔

مَوؤدہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی۔ عرب کی بری رسموں میں سے ایک رسم لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی بھی تھی۔ اس کے سبب بیان کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ قحط کے زمانے میں عرب ایسا کرتے تھے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ قید کی بے حرمتی کے خوف سے ایسا کرتے تو کوئی کہتا ہے کہ شادی کرنے کی شرم سے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ پہلے پہل جس نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی نام ایک شخص تھا۔ اسکے بعد اوروں نے بھی یہ طریقہ سیکھ لیا۔

اصبہانی کہتا ہے کہ اس قیس نے زمانہ اسلام میں اسلام قبول کیا تھا۔ میدانی نے اپنی امثال میں حمزہ بن ہیثم بن عدی سے نقل کیا ہے کہ یہ رسم تمام عرب کے قبیلوں میں مروج تھی۔ مگر اسطور سے کہ ایک

کہ ایک کرتا تھا اور وہ بس چھوڑتے تھے۔ جب اسلام آیا تو یہ رسم کم ہوگئی۔ مگر بنی تمیم میں اسلام سے قبل بہت زیادتی تھی۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ نعمان کے بھائی ریان نے بنی تمیم پر بڑے ظلم کئے تھے۔ ان کے مال ومتاع لوٹ لئے گئے تھے۔ انکی عورتوں کو قید کرلیا۔ جب بنی تمیم کے قبیلے کے لوگ بطور مہمان کے نعمان .... کے پاس آئے اور اپنی قیدی عورتوں کی بابت گفتگو کی تو نعمان نے کہا کہ اچھا ان عورتوں کو اختیار ہے چاہے یہاں رہیں چاہے تمہارے ساتھ جائیں غرض ان عورتوں میں ایک لڑکی قیس بن عاصم مذکور کی تھی۔ اس نے کہا میں اسی شخص کے پاس رہوں گی جو مجھے لایا ہے اور اصلی شوہر کے پاس نہ جاؤں گی۔ جب یہ سنا تو قیس نے قسم کھائی کہ اسکے گھر جتنی لڑکیاں پیدا ہوں گی انکو زمین میں زندہ دفن کرونگا۔ اسی قسم کے باعث تقریباً دس لڑکیاں اس نے زندہ دفن کردیں ایک شخص نے یوں لکھا ہے کہ قریش بھی اپنی لڑکیوں کو کوہ ابو دلامہ پر جو مکہ میں واقع ہے دفن کردیتے تھے۔

آخر میں یہی بنی تمیم ایک شخص پر بہت فخر کرنے لگے تھے جس نے انکی لڑکیوں کو خرید خرید کے پرورش کی تھی۔ اور اسکے سبب سے بہت سی لڑکیاں زندہ بچ گئیں۔ اس شخص کو محی الموئیدات (لڑکیوں کو زندہ کرنے والا) کہتے تھے۔ نام اسکا صعصعہ بن ناجیہ تمیمی تھا۔ اور مشہور شاعر فرزدق کا دادا تھا۔ یہ شخص اس بارہ میں ضرب المثل بھی ہوگیا تھا۔ (صناجۃ الطرب)

شریعت نے اس بری رسم کا قلع قمع کردیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝ (س۔ تکویر۔ ع ۱) اور جب وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے ماری گئی۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۝ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ۝ (س۔ بنی اسرائیل۔ ع ۴) اور (لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ انکو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ تا أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (س۔ نحل۔ ع ۷) اور یہ منکر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں ٹھیراتے ہیں۔ سبحان اللہ (خدا کے لئے بیٹیاں) اور ان کے لئے من مانے (بیٹے) اور جب ان میں سے کسیکو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیجائے تو مارے رنج کے) اسکا منہ کالا پڑ جائے اور (زہر سے گھونٹ) پی کر رہ جائے۔ لوگوں سے بیٹی کی عار کے مارے جس کے (پیدا ہونے کی) اسکو خوشخبری دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں منصوبے سوچے کہ) آیا (اس) ذلت پر بیٹی کو لئے رہے یا اسکو مٹی میں گاڑ دے۔ دیکھو تو (خدا کے بارے میں) ان لوگوں کی (کیا) بری رائے ہے۔

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ تا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ (س۔ انعام ع ۱۶) اور اسیطرح بہتیرے مشرکین کو ان (بنائے ہوئے) شریکوں نے ان کے اپنے بچے مار ڈالنے کو (انکی نظروں میں) عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ (آخر کار) ان کو (ابدی) ہلاکت میں ڈالدیں اور تاکہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ کردیں۔ (کہ سیدھا رستہ سجھائی نہ دے) اور خدا چاہتا تو یہ لوگ یہ (بے رحمی کا کام) نہ کرتے تو (اے پیغمبر) ان کو اور انکی افتراپردازیوں کو (اللہ پر) چھوڑ دو بیشک وہ لوگ (بڑے ہی) گھاٹے میں ہیں جنہوں نے بدعقلی (اور) جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا اور اللہ نے جو روزی انکو دی تھی خدا پر جھوٹے بہتان باندھکر اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ بلاشبہ یہ لوگ (راہ راست سے) بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنے والے تھے ہی نہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا تیرا خدا کے لئے کسیکو شریک ٹھیرانا حالانکہ اس نے تجکو پیدا کیا۔ عرض کیا پھر کونسا گناہ۔ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں گے۔ (صح)

مغیرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے تمپر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور سوال کرنا حرام کر دیا ہے۔ اور خدا کو لوگوں کے بارے میں گفت و شنود کرنا اور کثرت سے سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا ناپسند ہے (صح)۔

مہاجر جو کافروں سے بیزار ہو کر اپنے وطن کو چھوڑ کہیں چلا جائے۔ دیکھو لفظ (مہاجرین) ایسے شخص کو بھی مہاجر کہا جاتا ہے جو ممنوعات شرعیہ سے پرہیز کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجر وہ شخص ہے جسنے ان چیزوں کو ترک کر دیا جن سے خدا نے منع کیا ہے۔ (مش)

مہاجرین مہاجر کی جمع ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے محض اسلام کی خاطر اپنے عزیز وطن کو خیرباد کہکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ یا آپ کی ہجرت سے پہلے ملک حبشہ کو چلے گئے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے کاموں کی دار و مدار نیت پر ہے۔ سو جس نے خاص خدا اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی۔ — — — — — یا جس نے دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی یا کسی عورت سے نکاح کرنیکے لئے ہجرت کی اسکی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جسکی خاطر اس نے ہجرت کی (مش)

سب سے پہلے بہت سے مسلمان ملک حبشہ کیطرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے جن میں جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے کفار مکہ کو جب خبر لگی تو انہوں نے اپنے کئی سردار شاہ حبشہ کیطرف (جسکا نام نجاشی تھا) روانہ کئے۔ اور کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائی بند جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور دین عیسوی کو بھی برا بھلا کہتے ہیں اب بھاگ کر تمہارے ملک میں آبسے ہیں انکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کی طرف سے شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفرؓ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کی گمراہی کا ذکر سنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک ہدایت اور آپ کی سچائی اور دیانت داری کا حال بیان کیا۔ نجاشی نے حضرت جعفر سے قرآن کی چند آیتیں سنیں اور قریش کے سرداروں کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمان مہاجرین کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد مسلمان کافروں سے تنگ آکر مدینہ منورہ کیطرف ہجرت کرنے لگے حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا کوئی مسلمان مکہ میں نہ رہا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو لے کر ہجرت کر گئے۔ چند دنوں کے بعد حضرت علی بھی مدینہ پہونچگئے۔

مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کے مخالف پڑی۔ جس سے وہ بیمار ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھکر بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ کہ خداوندا جسطرح ہمکو مکہ پیارا تھا اسی طرح مدینہ بھی ہمکو محبوب بنا دے۔ اسکی ہوا کو ہمارے جسموں کے موافق کر دے اور ہم کو برکت دے اور بیماری کو یہاں سے دور فرما۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور سارے شہر کی ہوا صحت بخش ہو گئی۔

مجاہدین نے چونکہ افلاس کی حالت میں مکہ سے ہجرت کی تھی۔ اسلئے اپنے ساتھ کوئی نقدی نہ بچاسکے مدینہ میں درویشانہ زندگی بسر کرنے لگے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے مہاجرین اور انصار میں عقد مواخات قائم کر دیا جسکا مطلب یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کریں اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں اور مرنیکے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں۔ اس عقد سے مہاجرین کی حالت سدھر گئی۔ قرآن مجید میں کئی جگہ مہاجرین کا ذکر آیا ہے

وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تا وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ٥ (س۔ نساء۔ ع ۱۴) اور جو شخص خدا کی راہ میں (یعنی خدا کے لئے) اپنا وطن چھوڑ دیگا تو (وہ) زمین میں اسکو (رہنے سہنے کے لئے) وافر جگہ اور (ہر طرح کی کشائش ملیگی۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اسکے رسول کیطرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسکو موت آلے تو اللہ کے ذمے اسکا اجر ثابت ہو چکا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ تا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ٥ (س۔ توبہ۔ ع ۱۳)۔ اور مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے (اسلام کے قبول کرنے میں) سبقت کی (اور) سب سے پہلے (ایمان لائے) اور (نیز) وہ لوگ جو انکے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا اُن سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے انکے لئے (بہشت کے ایسے) باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی (اور) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ تا اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ٥ (س۔ برارۃ۔ ع ۱۴) البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا۔ اور (نیز) مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تنگدستی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا جبکہ ان میں سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے پھر اس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ انکو سنبھال لیا) اس میں شک نہیں کہ خدا ان سب پر نہایت درجے مہربان (اور ان کے حال پر اپنی) مہر رکھتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا تا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۷) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں بھی کیں اور جہاد بھی کئے۔ یہی ہیں جو خدا کی رحمت کی آس لگائے (بیٹھے) ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا تا مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ (س۔ آل عمران۔ ع ۲۰) تو جن لوگوں نے ہمارے لئے (اپنے) دیس چھوڑے اور (ہماری ہی وجہ سے) اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے۔ اور لڑے اور مارے گئے ہم انکی خطاؤں کو ان (کے نامہ اعمال) سے ضرور محو کر دیں گے اور انکو ایسے باغوں میں (لیجا) داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی۔

مَھر سے مُراد وہ نقد یا غیر نقد مال ہے جو مرد عورت کو نکاح کے عوض ادا کرتا ہے یا ادا کرنیکا اقرار کرتا ہے فارسی میں اسکو کابین کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر متعدد جگہ آیا ہے منجملہ ان کے ایک اس آیت میں ہے وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ فَرِیْضَۃً ط (س۔ نساء۔ ع ۴) یعنی اور (لوگو! جو عورتیں تمہر آیت حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ الخ میں حرام کی گئی ہیں) انکے علاوہ (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لئے نہیں بلکہ قید (نکاح) میں لانے کی غرض سے مال (یعنے مہر) کے بدلے (نکاح کرنا) چاہو پھر جن عورتوں

تم نے لطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو ان سے جو مہر ٹھیرا تھا اُنکے حوالہ کرو۔

مہر ہر قسم کے مال سے مقرر ہو سکتا ہے بشرطیکہ شراب و خنزیر وغیرہ اس قسم کی چیزوں سے نہ ہو۔ جن پر کوئی شرعی عقد قائم نہیں ہو سکتا۔ نقدی کی صورت میں اس کی مقدار کم از کم دس درم یعنے دو روپے دس آنے ہے۔ اس قدر یا اس سے کم مہر مقرر کیا جائے تو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد یا شوہر اور بیوی میں سے ایک کے مرجانے سے بہر حال دس درم عورت کا حق ہو جاتا ہے اگر زیادہ مقرر کیا گیا ہو تو اُسیقدر دینا پڑتا ہے جتنا کہ مقرر کیا جائے۔ اگر وطی اور خلوت صحیحہ سے پیشتر طلاق دے تو نصف مہر دینا پڑتا ہے۔ یعنی دس درم سے زیادہ ہو تو اسکا نصف۔ اگر دس یا دس سے کم ہو تو دس درم کا نصف یعنی پانچ درم یا عہ ۵ر عورت کا حق ہو جاتا ہے۔ اگر مہر صاف طور پر مقرر نہیں کیا۔ یا اسکا ذکر ہی نہیں کیا۔ یا اس سے انکار کر دیا۔ یا مہر نہ دئے جانے کی شرط پر نکاح کیا۔ یا مہر میں شراب یا سوئر دینے کا اقرار کیا۔ یا کسیکی بیٹی یا بہن سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اسکے عوض میں اپنی بیٹی یا بہن کو اسکے نکاح میں دیدے گا اور مہر مقرر نہ کیا۔ تو ان سب صورتوں میں نکاح درست ہو جائیگا۔ مگر وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد یا دونوں میں سے ایک کے مرجانے پر مہر مثل عورت کا حق ہو جائیگا اگر ان صورتوں میں وطی اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دے دیا تو صرف تین کپڑے یعنے کورتہ۔ اوڑھنی اور چادر دینے لازم آتے ہیں جن کی قیمت نصف مہر مثل سے زائد نہ ہو۔

عورت اگر چاہے تو سارا مہر یا اسکا کوئی حصہ مرد کو بخش سکتی ہے وہ مرد کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا جب تک مرد مہر معجل ادا نہ کرے عورت کو اختیار ہے کہ اسکی صحبت سے اور اُسکے ساتھ سفر پر جانے سے انکار کر دے نفقہ بہر حال مرد کے ذمہ واجب ہوگا۔ اگر سارا مہر مؤجل ہے اسکا کوئی حصہ معجل نہیں ہے تو عورت ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتی۔ عورت کو اختیار ہے کہ اپنا مہر ولی سے طلب کرے یا خاوند سے (ش۔ وغیرہ)

مہر مثل۔ وہ ہوتا ہے جو کسی عورت کے لئے اسکے خاندان کی دوسری ہم اوصاف عورتوں کے مہروں کی اوسط مقدار کے لحاظ سے مقرر کیا جاتا ہے۔

مہر معجل۔ اس مہر کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت لیا جائے۔

مہر مؤجل۔ وہ جو نکاح کے بعد لیا جائے (نور)

مہمانوں کے حقوق

دیکھو (ضیف)

مُہَیْمِن

نگہبان۔ یا گواہ۔ خداوند تعالے کے ننانویں ناموں میں سے ایک نام ہے المؤمن بھی خدا کا نام ہے اور المہیمن کا لفظ وہی المؤمن ہے۔ المؤمن باب افعال سے ہے اور المہیمن باب مفاعلہ سے۔ تو المہیمن اصل میں المؤامن تھا دوسرے ہمزے میں قاعدہ تلیین جاری کر کے اسے یے سے بدل لیا۔ اور پہلے ہمزے کو ہ سے۔ معنًا المؤمن اور المہیمن ایک ہی ہیں

اللہ تعالے کے حق میں اس اسم کے معنے یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال۔ ارزاق اور آجال پر قائم ہے۔ اور اسکا قیام ان چیزوں کے متعلق اس کے علم اور غلبہ اور حفظ کے لحاظ سے ہے اور یہ باتیں علی الاطلاق اور علی وجہ الکمال اللہ ہی میں جمع ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ کا یہ نام کتب قدیمہ میں درج ہے۔ (منق)

میت کے غسل و تکفین کے آداب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) کفن

ہیں غلو نہ کرو۔ (یعنے مُردوں کو گرانبہا کپڑوں میں نہ کفناؤ) کیونکہ وہ بہت جلد سلب کر لیا جاتا ہے یعنی پُرانا ہو جاتا ہے۔ (ابو)۔

عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بہترین کفن جوڑا[1] ہے اور بہترین قربانی سینگ دار دُنبہ (ابو)

مَیتہ مردار۔ مردہ جانور۔ وہ جانور جو بغیر ذبح یا شکار کئے مر گیا ہو۔ جسکا کھانا شرع میں حرام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ مائدہ کے رکوع ۱ میں حکم ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الآیۃ یعنی تمپر مردار حرام کیا گیا۔

زمین کے لئے بھی میتہ کا لفظ آیا ہے جس سے مراد افتادہ اور غیر مزروعہ زمین ہے۔ سورہ یٰسین میں آیا ہے وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ اور اُن لوگوں کے لئے (ہماری قدرت کی نشانی) مری ہوئی (یعنی افتادہ) زمین ہے کہ ہم نے اسکو (پانی برسا کر) جلا اُٹھایا۔ اور اس سے اناج نکالا۔ کہ اسی سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔

میثاق عہد و پیمان۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ اس عہد و پیمان کے معنے میں بھی استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالےٰ اور اسکے بندوں کے مابین قائم ہے۔ فرمایا وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا۔ (س۔ اعراف۔ ع ۲۲) یعنی اور جب تیرے پروردگار نے بنی آدم سے یعنے اُنکی پیٹھوں سے اُنکی نسلوں کو باہر نکالا۔ اور ان کے مقابلہ میں خود انہیں کو گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب بولے۔ ہاں۔ ہم گواہ ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے باب الایمان میں ابی ابن کعبؓ سے آیۃ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ الآیۃ کے متعلق مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکو جمع کیا پس انکو جوڑا جوڑا بنایا۔ پھر انکی صورتیں بنائیں اور بولنے کی طاقت دی۔ پس وہ بولنے لگے۔ پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انکے مقابلہ میں خود انہیں کو گواہ بنایا۔ کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب بولے ہاں۔ فرمایا میں تمپر ساتوں آسمانوں کو اور ساتوں زمینوں کو اور تمہارے باپ آدم کو گواہ کرتا ہوں تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم کو یہ معلوم نہ تھا۔ یاد رکھو کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور نہ کوئی میرے سوا پروردگار ہے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا۔ میں عنقریب تمہاری طرف اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے۔ اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ اُنہوں نے کہا ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی اور پروردگار نہیں اور تیرے سوا کوئی ہمارا معبود نہیں۔ پس انہوں نے اسکا اقرار کیا۔ اور آدم علیہ السلام کو موقع دیا گیا کہ سر اُٹھا کر سب پر نظر ڈالیں۔ پس انہوں نے بعض کو غنی اور بعض کو محتاج بعض کو خوبصورت اور بعض کو اسکے برعکس پایا۔ عرض کیا یا رب تو نے اپنے بندوں کو برابر کیوں نہ بنایا فرمایا مجھے منظور ہوا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اور حضرت آدمؑ نے انبیاء کو دیکھا جو اس مجمع میں چراغوں کی طرح چمکتے تھے وہ ایک اور عہد و میثاق سے خاص کئے گئے جو رسالت و نبوت کے متعلق لیا گیا تھا جسکا ذکر خدا کے اس قول میں ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ

---

[1] عربی میں حلہ کہتے ہیں چادر اور تہمد کو اور اسی لئے ہم نے اسکا ترجمہ جوڑا کیا۔ حدیث کے ظاہر لفظوں سے جو مفہوم متبادر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگرچہ مُردے کے کفن کے لئے ایک کپڑا بھی کفایت کرتا ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وہ دو ہوں اور تین کپڑے ہونا تمام و کمال کا مرتبہ ہے۔ ۱۲۔

الیٰ قولہٖ عیسیٰ ابن مریم وہ بھی ان ارواح میں موجود تھے پس انکو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا۔ پس ابن ابی روایت ہے کہ انکی روح مریمؑ کے منہ سے داخل ہوئی۔

انبیاء و مرسلین کے میثاق کے متعلق خدا فرماتا ہے وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ (س۔ احزاب) یعنے جب ہمنے پیغمبروں سے (تبلیغ رسالت کا) عہد لیا اور تمسے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسےٰ سے اور ان سے عہد (بھی) لیا (تو) پکّا۔

میسر جُوا۔ دیکھو (ازلام)۔

میر امیر کا مخفف ہے۔ معزز لوگوں کے لئے بطور لقب استعمال ہوتا ہے۔ اور عموماً سیدوں کے نام کے ساتھ آتا ہے۔

میقات اصل میں تو اسکے معنے وقت یا وعدہ گاہ کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شرع میں ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں سے آفاقی (باہر سے آنیوالے) لوگ احرام باندھتے ہیں اصل میں کعبے کے چاروں طرف اُن حاجیوں کے احرام باندھنے کے لئے جو خارج از مکہ دوسرے شہروں سے حج کو آتے ہیں۔ چار مقام مقرر ہیں۔ ایک ذوالحلیفہ۔ یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ ہے جو مدینہ اور اطراف مدینہ سے آتے ہیں۔ یہ مقام مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور یہاں سے مکہ تک دس پڑاو کرنے پڑتے ہیں۔

دوسرے جحفہ۔ یہ ایک غیر آباد بستی ہے۔ یہاں سے مکہ تین منزل پر رہ جاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے جو شام مصر اور ان کے مضافات سے آتے ہیں۔

تیسرے یلملم۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں۔ اور یہی مقام ہندوستان اور مضافات ہندوستان سے جانے والوں کے لئے مقرر ہے۔ یہاں سے مکہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے۔

چوتھے قرن منازل۔ یہ طائف کے قریب ایک مختصر سا گاؤں ہے جہاں سے اہل نجد احرام باندھتے ہیں۔ یہاں سے مکہ دو منزل رہ جاتا ہے۔ اِن کے علاوہ ایک اَور مقام ہے جو ذاتِ عرق کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اُن لوگوں کے احرام باندھنے کے لئے مقرر ہے جو عراق اور اطراف عراق سے آتے ہیں۔ رہے مکّی۔ انکے احرام باندھنے کے لئے حِل متعین ہے جو حدِ حرم سے باہر ہے۔ حَرم کی حدیں ہر طرف میں مختلف ہیں۔

شمال و غرب میں ساڑھے تین کوس کے فاصلے پر تنعیم ہے اور جدہ کی راہ میں حدیبیہ۔ یہ مکہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور جنوب کی طرف حنینیہ یہ مکہ سے ساڑھے دس کوس پر ہے۔ شرق کی جانب عرفات کے متصل مسجد نمرہ۔ یہ بھی مکہ سے ساڑھے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔

میکائیل ایک فرشتے ہیں جو بندوں کے رزق پر مسلط ہیں۔ یعنی جہاں حکم ہوتا ہے۔ وہاں پانی برسلاتے ہیں جس سے بندوں کی روزی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں انکا ذکر یوں آیا ہے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (س۔ البقرہ۔ ع۱۲) جو شخص اللہ کا دشمن ہو۔ اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور خاصکر جبرئیل فرشتے کا اور میکائیل فرشتے کا تو اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

میلین اخضرین مکہ شریف کے کوہ صفا اور

کوہ مروہ کے مابین پتھر سے بنے ہوئے - - - -
- - ہیں جن میں سے ایک میل سرخ اور دوسرا سبز ہے۔ مگر علی سبیل التغلیب ان دونوں کو میلین اخضرین کہا جاتا ہے۔ ان میں ایک سو بارہ گز کا فاصلہ ہے۔ ان میں سے ایک میل مسجد حرام کے کونے پر واقع ہے۔

میمونہؓ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں جنکے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج سے آخر میں نکاح کیا تھا۔ ہجرت کے ساتویں سال جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا بجالانے کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد آپنے جعفر ابن ابی طالب سے فرمایا کہ میمونہ سے آنحضرت کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کریں۔ میمونہ نے اس شرف کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور نکاح کا اہتمام اپنے بہنوئی عباس بن عبد المطلب کے سپرد کیا جنہوں نے اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ میمونہؓ کی بہن جو حضرت عباس کے گھر میں تھیں انکا نام ام الفضل تھا۔ اسلام کے نامور سپہ سالار حضرت خالد بن ولید میمونہ کے بھانجے تھے۔ اس نکاح سے پیشتر تک وہ مسلمانوں کے مخالف تھے۔ مگر اسکے بعد خدا کے حکم سے وہ مسلمان ہوگئے اور آنحضرت کی خدمت میں مدینہ چلے گئے۔

نکاح کے وقت میمونہؓ کی عمر ۵۱ سال کی تھی۔ وہ آنحضرت کی رحلت کے بعد زندہ رہیں اور ۸۱ سال کی عمر میں وفات پائی (کذا فی کتب السیر) پہلے آپکا نام برہ تھا۔ پھر آنحضرت نے آپکا نام میمونہ رکھا۔

باب النون

ن قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس کے شروع ہی میں ن آیا ہے۔

نابالغ و نابالغہ نابالغ وہ لڑکا جو سن بلوغ کو نہ پہونچا ہو نابالغہ وہ لڑکی جو سن بلوغ کو نہ پہونچی ہو۔ بلوغ کی شرائط لفظ بالغ کے تحت میں بیان ہوچکی ہیں۔

نابالغ کے احکام بالغ سے بہت مختلف ہیں۔ نابالغ شرعًا مکلف نہیں ہوتا۔ یعنی فرائض کی پابندی اسکو لازم نہیں ہوتی۔ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض نہیں اور اگر وہ ان عبادات کو بجالائیں تو ثواب ملجاتا ہے

نماز میں نابالغ کی امامت جائز نہیں اور جماعت کی صف میں بالغ کے ساتھ کھڑا ہونا بھی منع ہے۔ نابالغ لڑکوں کی صف بالغوں کی صف سے پیچھے ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید کو بے وضو ہاتھ لگانا نابالغ کے لئے منع ہے مگر نابالغ بچہ کے لئے جائز ہے نابالغ بچہ اذان کہہ سکتا ہے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نماز جنازہ کے لئے خاص دعا مقرر ہے۔ دیکھو لفظ (جنازہ) نابالغ حج کا احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے اور اسی حالت پر احکام جاری رکھے تو اسکا فرض حج ادا نہ ہوگا صدقہ فطر کم سن بچوں کی طرف سے بھی دینا واجب ہے رمضان میں اگر لڑکا بالغ ہو جائے تو اس دن کے باقی حصے تک اسکو رمضان کی تعظیم کے لئے کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے۔ اور باقی روزے اسپر فرض ہوں گے۔

بچے کی خرید و فروخت بھی نافذ ہوسکتی ہے جس کو اسکے ولی نے اجازت دے رکھی ہو لیکن اگر ولی نے

اجازت نہ دی ہو تو نافذ نہ ہو گی۔ نابالغ اگر کسیکی کوئی چیز تلف کریگا تو اسکا نقصان پورا کرنیکا ذمہ وار ہو گا اگر وہ کسیکے لئے اپنے ذمہ کسی حق کا اقرار کریگا جس کی ادائگی لازم آتی ہو تو اسکو قبول نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ اسکے لئے بلوغ شرط ہے۔ شرکت مفاوضہ بالغ اور نابالغ کے مابین قائم نہیں ہو سکتی۔ دونوں کا بالغ ہونا شرط ہے۔ نابالغ پر زنا کی حد نہیں لگائی جاتی۔ اور نہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے۔ نابالغ کے ذبح کئے ہوئے اور شکار کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا جائز ہے۔

نابالغ لڑکا لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتے۔ انکے ولیوں کو اسکا اختیار ہے۔ اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی خود اپنا نکاح کرلے تو وہ ولی کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہو گا۔ ولی اجازت دے دیگا تو نافذ ہو جائیگا۔ نابالغ اور نابالغہ کے ولی انکی اجازت کے بغیر انکا نکاح کر سکتے ہیں۔ نکاح کے متعلق نابالغ کی شہادت کافی نہیں۔ نکاح کے لئے جن دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے انکا بالغ ہونا لازم ہے۔ نابالغ اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ وقوع طلاق کے لئے بلوغ شرط ہے۔ (فقہ۔عا)۔

حد بلوغ کی نسبت کتب فقہ میں یوں لکھا ہے۔ کہ لڑکا احتلام اور انزال اور حاملہ کرنے سے بالغ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر ان علامتوں سے کوئی پائی نہ جائے تو اٹھارہ سال کا بالغ متصور ہو گا۔ اور لڑکی حیض آنے اور احتلام اور حمل ہونے سے بالغ ہو جاتی ہے اگر یہ علامات نہ پائی جاویں تو سترہ سال کی بالغ سمجھی جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ لیکن صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک جب لڑکا یا لڑکی پندرہ سال کے ہوں تو بالغ ہیں۔ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت میں یوں ہے اور اسی پر فتوے بھی ہے۔ (ہدایہ)

ناجیہ فرقہ جو نجات پانے والا ہے۔ اہلسنت و جماعت کے نزدیک یہ فرقہ اہلسنت و جماعت ہے۔ گو ہر فرقہ اپنے آپ کو اس لقب کا واحد حقدار جانتا ہے۔

نادِ علی ایک دعا ہے جو حصول مطالب اور دفع بلیات کے لئے پڑھی جاتی ہے اور لکھکر بطور تعویذ بھی استعمال کی جاتی ہے اور وہ یہ دعا ہے نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ غَمٍّ وَّهَمٍّ سَيَنْجَلِي بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ وَبِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ ۔ حضرت علی کو جو مظہر عجائبات ہیں پکارو۔ تم انہیں تکالیف میں مددگار پاؤ گے۔ اے محمدؐ آپ کی نبوت کی طفیل اور اے حضرت علیؓ آپ کی برکت سے ہر غم و اندوہ دور ہو جائیگا۔

یہ دعا اہل تشیع کا خاصہ وظیفہ ہے۔ اہلسنت والجماعت سے حضرات صوفیائے کرام بھی اسکو مفید سمجھتے ہیں۔ مگر اہل حدیث اسے شرک سمجھتے ہیں۔ اس دعا کی کوئی اصل نہیں۔

نار عربی لفظ ہے جسکے معنے ہیں آگ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اکثر جگہ دوزخ کے معنے میں آیا ہے۔ مثلاً فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ۝ (س۔ ہود۔ ع ۹) تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے (اور) وہاں انکو چلانا اور دھاڑنا (لگا) ہو گا۔

حدیث شریف میں بھی نار کا لفظ دوزخ کے معنے میں آیا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک شخص کی بابت جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعوےٰ کرتا تھا

فرمایا هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ ۔ یہ دوزخی ہے
چنانچہ جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ شخص بڑی جانبازی سے سخت لڑائی لڑا اور بہت سے زخم کھائے ۔ ایک اور شخص آکر عرض کرنے لگا ۔ یارسول اللہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس شخص کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو راہِ خدا میں بڑی سختی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا اور اسکے جسم پر بہت سے زخم لگے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ ۔ بے شک وہ دوزخی ہے ۔ آپ کے اس ارشاد سے قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑ جائیں ۔ لیکن ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ادھر اس شخص نے زخموں کی تکلیف پاکر اپنے ترکش کیطرف ہاتھ بڑھایا ۔ اور ایک تیر نکال کر اس سے اپنا گلا کاٹ لیا ۔ (ل) (بخ)

شرع میں کسی جاندار کو آگ کی سزا دینا ۔ یا آگ کے ذریعہ مار ڈالنا جائز نہیں ۔ کیونکہ آگ سے سزا دینا صرف خدا کا کام ہے ۔

قابیل اور ہابیل میں جب عورت کے متعلق جھگڑا ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے یوں فیصلہ کیا کہ تم دونوں کوہ منا پر جاکر قربانیاں رکھدو ۔ جسکی قربانی قبول ہوگی اسکو عورت دیجائے گی ۔ دونوں نے کوہ منا پر قربانیاں رکھیں تو آسمان سے آگ آکر ہابیل کی قربانی کو لے گئی اور قابیل کی قربانی پڑی رہی ۔ پس اسی سے قابیل کے دل میں ہابیل کیطرف سے دشمنی بیٹھ گئی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا (قصص الانبیاء)

کافر جیسے پتھر کے بتوں اور درختوں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں ویسے آگ کی بھی پرستش کرتے ہیں ۔ بتوں کی پوجا کرنے والوں کو بت پرست اور آگ کی پوجا کرنے والوں کو آتش پرست کہا جاتا ہے ۔

نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محض اس جرم میں کہ وہ بت پرستی کی تردید کرتے اور توحید سکھاتے تھے آگ میں ڈالا تھا ۔ مگر خدا کے حکم سے اس آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ضرر نہ پہونچایا چنانچہ ارشاد ہے قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ ۔ یعنی ہمنے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور آرام ہو جا ۔

ناروا فارسی لفظ ہے جسکے معنے ہیں ناجائز ہے ممنوع ۔ حرام ۔ جن عورتوں سے نکاح ناجائز ہے انکے لئے دیکھو لفظ (نکاح) ۔
جن چیزوں کو کھانا ناجائز ہے انکے لئے دیکھو لفظ (حرام)
جن چیزوں سے وضو کرنا ممنوع ہے انکے لئے دیکھو (وضو)
نماز میں جو امور ممنوع ہیں اور جن وقتوں میں نماز ناجائز ہے انکے لئے دیکھو (نماز) ۔ حج میں جو کام ناروا ہیں انکے لئے دیکھو (حج) ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے مردوں اور عورتوں کو قبروں پر جانے ۔ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع رکھنے اور مشکیزہ کے بغیر دوسرے برتنوں میں نبیذ رکھنے سے منع کر دیا تھا ۔ مگر پھر اجازت دیدی جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے ۔ بریدہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمکو قبروں پر جانے سے منع کیا تھا ۔ اب جایا کرو ۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانیوں کے گوشت جمع رکھنے سے منع کیا تھا ۔ اب جبتک چاہو جمع رکھا کرو ۔ اور میں نے تمہیں مشکیزہ کے بغیر دوسرے برتنوں میں نبیذ رکھنے سے منع کیا تھا ۔ اب تمام برتنوں میں (نبیذ) پیا کرو ۔ مگر نشہ والی چیز نہ پینا (مش) ۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کا کوئی شخص اپنے مملوک کو یا عَبْدِیْ نہ کہے اے میرے بندے ۔ اور یا اَمَتِیْ اے میری کنیزک کہکر نہ پکارے ۔ در حقیقت تم سب کے سب بندگان خدا ہو ۔ اور تمہاری سب عورتیں خدا کی کنیزیں

یا غلامی اور یا جاریتی اور یا فتای اور یا فتاتی کہکر پکارے۔ اور مملوک اپنے مالک کو ربی نہ کہے بلکہ سیدی کہے (تو مضائقہ نہیں) (مس)۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو) تم انگور کا نام کرم نہ رکھو (کیونکہ کرم مومن کا دل ہے) اور کسیکو اے بدنصیب زمانہ نہ کہو کیونکہ (زمانہ کچھ اختیار نہیں رکھتا بلکہ) خدا زمانے (میں تصرف کرتا) ہے (تو فاعل حقیقی خدا ہے نہ زمانہ اور اس صورت میں زمانے کو برا کہنا معاذ اللہ خدا کو برا کہنا ہے)۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو جب تم میرے نام پر نام رکھو تو میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو (تر)

ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب تم قضائے حاجت کے لئے آؤ تو نہ قبلے کیطرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ اسکی طرف پشت کرو۔ ہاں پورب کیطرف کرلو یا پچھم کیطرف کرلو۔ (صح)

سرجس کے بیٹے عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم میں کا کوئی شخص جانوروں کے بلوں میں پیشاب نہ کرے (ابو)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (شروع شروع) میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں دونوں کو حمام میں جانیسے منع فرمایا تھا۔ مگر بعد میں مردوں کو اجازت دی کہ تہمد باندھکر حمام میں جایا کریں۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے علم (دینی ضروری) کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اسے چھپالے تو قیامت کے روز ایسے شخص کے منھ میں آگ کی لگام ڈالی جائیگی (بح)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن کو ساتھ لے جانے سے منع فرمایا

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لوگو!) قرآن عرب کی آوازوں اور لہجہ میں پڑہو۔ اور اہل عشق کے لہجوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے لہجوں سے اپنے تئیں دور رکھو میرے بعد عنقریب ایک قوم آتی ہے جو قرآن کے پڑہنے میں اسیطرح گٹ کڑی کی آوازیں نکالیں گے جیسے لوگ راگ اور نوحوں میں گٹ کڑی کی آوازیں نکالتے ہیں قرآن ان کے گلوں سے بھی تو تجاوز نہیں کریگا۔ (چہ جائیکہ دل میں بیٹھے) ان کے دل اور (انکے ساتھ) ان لوگوں کے دل جن کو انکا حال بھلا لگتا ہوگا مبتلائے فتنہ ہوں گے (مش)

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے سنا تو فرمایا (لوگو!) خدا تعالے نے تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ تو جو شخص قسم کھانے والا ہو اسے خدا تعالے کی قسم کھانی چاہئے یا خاموش رہنا چاہئے (جو)

عمر بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑہنے اور خرید و فروخت کرنیسے منع فرمایا۔ اور اس سے بھی کہ جمعہ کے روز نماز سے پہلے لوگ مسجد میں حلقہ باندھکر بیٹھیں (ابو)

نازعات

قرآن مجید کی ۷۹ ویں سورت کا نام ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۔ ان (فرشتوں) کی قسم جو (کافروں کے بدن میں کودنے کو گھس) گھسکر (انکی جان سختی سے) نکالتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی جو (ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند) کھول دیتے ہیں۔ (یہ ۴۶ آیتوں

اور دور کو عوں کی نکی سورت ہے۔

نازونعم شریعت کی عام تعلیم آدمی کو سادگی اور جفاکشی سکھاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق زندگی بالکل سادہ تھا۔ آپ نے پوری ثروت اور دولت میں بھی وہی موٹا چھوٹا لباس سیدھی سادی خوراک۔ اینٹ اور گارے کا مکان اور مختصر اثاثہ رکھا۔ مال و دولت ملا تو بیٹھے بیٹھے مساکین و فقرا کو اٹھا دیا۔ اپنے سامان نازونعم بڑھانے کی طرف توجہ نہ کی۔ خلفائے راشدین بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ حضرت ابوبکر اپنے جبہ میں بٹن کی بجائے تنکے سے کام لیا کرتے۔ حضرت عمرؓ جیسا باعظمت فرمانروا اسی سادہ حالت میں عمر بسر کر گیا جنہیں اپنے وطن تک سے بے سروسامانی کے ساتھ نکلنا ہوا تھا بلکہ ایک موقع پر امیر معاویہ جن دنوں وہ گورنر شام تھے حاکمانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زرق و برق لباس پہنے اور مسلح اور وردی پوش خادموں اور مصاحبوں کی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے دارالخلافہ میں وارد ہوئے تو حضرت عمر نے برہم ہو کر فرمایا اَکِسْرَوِیَّۃٌ یَا مُعَاوِیَۃُ یعنی اے معاویہ کیا کسرائے ایران کی ریس کرتے ہو مطلب اس سے یہ تھا کہ مسلمان حاکم کا مدعا اقامت عدل اور اعلاء کلمۃ اللہ ہونا چاہئے۔ نازونعم اور اظہار شوکت جو کسرائے و فغفور اور قیصر کے شعار ہیں آداب اسلام کے خلاف ہے۔ اسلامی علم اخلاق میں بھی اس بات کا بڑا زور دیا گیا کہ بچوں کو ابتدائے تربیت سے سادہ کھانے سادہ پہننے اور سادہ پن کے ساتھ بسر کرنے کی عادت سکھانی چاہئے۔

ناس لوگ۔ بنی نوع۔ بنی آدم۔ آدمیوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ حضرت آدم سے پہلے جن اور فرشتے وغیرہ تھے جب حضرت آدم کی نسل پھولی پھلی ہے تب سے خداوند کریم نے آدم کی بہتری کے لئے خود انہی میں سے پیغمبر بھیجتا رہا جو انہیں توحید کی ہدایت کرتے رہے اور انکی حالت سلجھاتے ہیں اپنی طرف سے کوئی وقیقہ اٹھا نہ رکھا ابتدا ہی سے لوگوں کے دو فریق ہوگئے۔ ایک نے تو انبیاء کی بات مان لی اور انکے ارشاد کے مطابق چلتا رہا اور دوسرے فریق نے نہ صرف مخالفت کی بلکہ انبیاء کے قتل کرنے کے منصوبے باندھے اور کئی ایک انبیاء کو قتل کر دیا دوسرے فریق نے فسق و فجور کے عجیب و غریب طریقے گھڑے کہیں آگ کی پوجا شروع کر دی۔ کہیں بتوں کے آگے سجدہ کیا کہیں درخت پرستی اور سورج پرستی کا بازار گرم ہے۔ غرض اپنی سمجھ کے مطابق شرک کے تمام پہلو اختیار کئے۔

ابتدائے زمانہ کے لوگوں کی معاشرت اور تمدن سیدھی سادی طرز کا تھا۔ ہر بات میں سادگی کو مدنظر رکھتے تھے۔ مگر جوں جوں زمانہ کا رنگ بدلتا گیا لوگوں کے تمدن اور معاشرت میں تبدیلی واقع ہوتی گئی اور آج یہ نوبت ہے کہ بات بات میں تکلف پایا جاتا ہے۔

خداوند کریم نے قرآن مجید میں کئی جگہ لوگوں کو خطاب کیا ہے۔ منجملہ انکے یہ آیت ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳) (لوگو) اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمکو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا۔ عجب نہیں تم (آخر کار) پرہیزگار (بھی) بنجاؤ۔

(۲) قرآن مجید کی آخری سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِکِ النَّاسِ ۝ (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں دعا مانگا کرو کہ (شیطان جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا (اور خود) نظر نہیں آتا (اور) جنات اور

آدمی) دونوں ہی اس قسم کے) وسوسہ انداز (ہوتے ہیں) انکی شر سے میں لوگوں کے پروردگار۔ لوگوں کے (حقیقی) بادشاہ لوگوں کے معبود (برحق یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔

ناسخ وہ آیت یا حدیث جو دوسری آیت یا حدیث کو منسوخ کردے جس آیت یا حدیث کو منسوخ کیا جائے اُسے منسوخ کہتے ہیں۔ نسخ کے لغوی معنے ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے مٹا دینا۔ صحابہ تابعین اور علماء متقدمین نسخ کے اس لغوی معنے کے اعتبار سے قرآن کے بہت سے احکام پر نسخ کا اطلاق کرتے تھے۔ جسکی صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ ایک آیت کے حکم کی مدت دوسری آیت کے نازل ہونے سے ختم ہو جائے۔

۲۔ معنی متبادر چھوڑ کر دوسری آیت کے قرینہ سے معنے غیر متبادر مراد لئے جائیں۔

۳۔ کسی قید کو اتفاقی بیان کر دیا جائے۔

۴۔ حکم منصوص میں اور اس حکم میں جو اسپر قیاس کیا گیا ہے فرق بیان کیا جائے۔

۵۔ عام کی تخصیص کر دی جائے۔

۶۔ جاہلیت کی رسم کو مٹا دیا جائے۔

۔ پہلی شریعت کے کسی حکم کو اُٹھا دیا جائے۔

پس نسخ کے اس لغوی معنے کے لحاظ سے بہت سی آیتوں پر نسخ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی لئے علمائے متقدمین نے پانچسو آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے۔ مگر متاخرین نے مذکورہ بالا چھ صورتوں میں سے صرف پہلی صورت کو رکھا اور باقی پانچ صورتوں کو نسخ سے علیحدہ کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ متقدمین کی پانچسو منسوخ آیتوں میں سے صرف پانچ آیتیں منسوخ رہ گئیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الآیۃ

(س۔ بقرہ۔ ع ۲۱) مسلمانو! تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسیکے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے واجبی طور پر وصیت (کرمرے) جو (خدا سے) ڈرتے ہیں ان پر (انکے اپنوں کا یہ ایک) حق ہے۔ (ترجمہ ح) اسکی ناسخ یہ آیت ہے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ تا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ (س۔ نساء ع ۲)

(مسلمانو!) تمہاری اولاد (کے حصوں کے بارے) میں اللہ تمسے کہے رکھتا ہے کہ لڑکوں کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے بڑھکر ہوں تو ترکے میں انکا حصہ دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اسکو آدھا اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو۔ اور اگر اسکی اولاد نہ ہو اور اسکے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اسکی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا) پھر اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی یا بہنیں ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (مگر یہ حصے) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دئے جائیں) تم اپنے باپ (دادوں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں کونسا تم سے زیادہ قریب ہے (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار داد اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اللہ بلا شبہ (سب کچھ) جانتا (اور سب مصلحتوں سے) واقف ہے۔

(۲) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا تا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۱)

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ دیں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک (یعنے نان و نفقے اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر دیں پھر اگر عورتیں (از خود گھر سے) نکل کھڑی ہوں تو جائز

باتوں میں سے جو کچھ اپنے حق میں کریں اسکا تمپر کچھ گناہ نہیں۔ اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے اسکی ناسخ یہ آیت ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۝ (س۔ بقرہ ع ۳۰) اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ دیں تو (عورتوں کو چاہئیے کہ) چار مہینے اور دس دن اپنے تئیں روکے رکھیں۔

(۳) اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ تا قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ (س۔ انفال۔ ع ۹) اگر تم (مسلمانوں) میں سے ثابت قدم رہنے والے بیس بھی ہوں گے (تو وہ) دو سو (کافروں) پر غالب رہینگے۔ اور اگر تم (مسلمانوں) میں سے (ایسے) سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب رہینگے۔ کیونکہ یہ (کافر) ایسے لوگ ہیں جو (اجر عاقبت کو) سمجھتے ہی نہیں (کہ اسکے لئے جان دینے میں مضائقہ نہ کریں)۔ اسکی ناسخ اسکے ساتھ کی پچھلی آیت ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ تا وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (مسلمانو!) اب خدا نے تمپر سے (اپنے حکم کا بوجھ) ہلکا کر دیا اور اس نے دیکھا کہ تم میں (ابھی) کمزوری ہے تو اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سو ہوں گے (تو وہ) دو سو (کافروں) پر غالب رہینگے اور اگر تم میں سے (ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر غالب رہینگے اور اگر تم میں سے (ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر غالب رہیں گے اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی جو (لڑائی کی تکلیفوں پر) صبر کرتے ہیں۔

(۴) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ الآیة (س۔ احزاب۔ ع ۶) اے پیغمبر اس وقت کے بعد سے (دوسری) عورتیں تمکو درست نہیں اور نہ یہ (درست ہے) کہ انکو بدل کر دوسری بیبیاں کرو گو انکا حسن (صورت) تمکو (کتنا ہی) اچھا (کیوں) نہ لگے مگر اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں کا مضائقہ نہیں) اور اللہ ہر چیز کا نگراں (حال) ہے اسکی ناسخ اس سے پہلی آیت ہے۔ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ تا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ (پھر دوسری رعایت یہ ہے کہ) اپنی بیبیوں میں سے جسکو چاہو (اور جتنے دن چاہو اپنے سے) الگ رکھو اور جسکو چاہو (اور جب تک چاہو) اپنے پاس رکھو۔ اور جن کو تم نے (ایک وقت خاص تک) الگ کر دیا تھا۔ ان میں سے کسیکو پھر (اپنے پاس) بلوا لو تو (اس میں بھی) تمپر کچھ گناہ نہیں یہ (اختیار تمکو) اسلئے (دیا گیا ہے) کہ غالبا تمہاری بیبیوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہینگی۔ اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی۔ اور جو (کچھ بھی) تم انکو دیدوگے اسے لیکر سب کی سب راضی رہینگی۔ اور جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے اللہ اسکو جانتا ہے اور اللہ جاننے والا تحمل والا ہے۔

(۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (س۔ مجادلہ ع ۲) مسلمانو! جب تمکو پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنی ہو تو کان میں عرض مطلب کرنے سے پہلے کچھ خیرات لا کر آگے رکھدیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور (دلوں کی) صفائی میں (اسکو) بڑا دخل ہے۔ پھر اگر تمکو (خیرات کا) مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اسکی ناسخ اس سے بعد کی یہ آیت ہے:۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا تا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (مسلمانو!) کیا تم (یہ حکم سنکر) ڈر گئے کہ (رسول کے) کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات لا کر آگے رکھدیا کرو۔ تو جس صورت میں تم (اس حکم کی) تعمیل نہ کر سکے اور خدا نے تمہارا یہ قصور معاف بھی کر دیا۔ تو (اب اسلام کے ضروری احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہ ہونے پائے

یعنی) نماز پڑہو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اسکے رسول کا
حکم مانو۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی (سب) خبر ہے۔
نسخ کے یہ معنے نہیں کہ خدا تعالے کو پہلے حکم کے
جاری کرتے ہوئے یہ معلوم نہ تھا کہ ایک وقت میں
مجھے اس حکم میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ بلکہ اس حکم کو
ہمیشہ کے لئے جاری کیا اور بعد میں اسے پھر نقص
معلوم ہوا تو اسکو منسوخ کر دیا۔ اس قسم کا نسخ بے شک
قرآن و حدیث میں نہیں اور نہ اسکا کوئی مسلمان
قائل ہے۔ نسخ کے یہ معنے ہیں کہ خدا کو ایک معنے
جاری کرتے ہوئے معلوم ہے کہ فلاں وقت تک
یہ حکم جاری رہیگا۔ پھر اسکی جگہ دوسرا حکم نافذ کیا جائیگا
اور یہ دونوں حکم اپنے اپنے وقت میں ٹھیک تھے۔
اس قسم کا نسخ قرآن و حدیث میں ہی نہیں۔ بلکہ پہلی
آسمانی کتابوں میں بھی نسخ ہوتا رہا ہے۔ اسکی چند
مثالیں یہ ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی
کا نکاح بہن سے درست تھا۔ (سفر تکوین باب ۲)
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت یہ حکم منسوخ ہو گیا۔
(سفر احبار ۱۸)۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے لئے
زمین پر تمام جانور چلنے والے حلال تھے (سفر تکوین باب ۹)
مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سے جانور
حرام ہو گئے جن میں سے خنزیر بھی ہے (سفر احبار باب ۱۱)

(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں
دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح کرنا درست تھا (سفر
تکوین باب ۲۹) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
شریعت میں یہ نکاح حرام ہو گیا (سفر احبار باب ۱۸)
نسخ قرآن کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ حکم
منسوخ اور تلاوت باقی ہو۔ جیسی وہ پانچ آیتیں جنکا
ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ دوم یہ کہ تلاوت منسوخ اور حکم
باقی ہو۔ سوم یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں
(مقدمہ تف)۔

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ قرآن میں جو
قصے اور حکایتیں مذکور ہیں ان میں نسخ نہیں نسخ صرف
احکام میں ہے اور بس۔

قرآن مجید میں نسخ کا ذکر یوں آیا ہے مَا نَنْسَخْ
مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (س۔ بقرہ ع ۱۳)
(اے پیغمبر) ہم کوئی آیت منسوخ کریں یا (تمہارے) ذہن
سے اتار دیں یا تو اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل (بھی)
کر دیتے ہیں (اے پیغمبر) کیا تمکو معلوم نہیں کہ اللہ
ہر چیز پر قادر ہے۔

ناسوت عالم اجسام جس سے مراد یہ جہان ہے
اسکا اطلاق مجازاً شریعت اور عبادت
پر بھی آتا ہے (غ)

نافع نفع و خیر کا پیدا کرنیوالا۔ اللہ کے نود و نہ نام سے
ہے۔ یہ اسم ان اسماء سے ہے جنکے مشتقات
بھی بعینہٖ قرآن مجید میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے
جاتے ہیں۔

نافع ابن عمرؓ کے غلام کا نام ہے۔ ابن عمرؓ کو
آپ ایک لڑائی میں بطور غنیمت کے
ملے تھے۔ جلیل القدر تابعیوں میں سے تھے۔ اپنے
آقا ابن عمرؓ اور ابو سعید خدری رضؓ سے حدیث کا سماع
کیا۔ اور آپ سے کئی ایک نامور علماء نے روایت
کی۔ سنہ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے (کن)

نافع بن سرجس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے
غلام تھے۔ قبیلہ دیلم سے
تھے۔ تابعین میں سے بڑے پایہ کے شخص ہوئے ہیں۔
ابن عمر اور ابو سعید سے آپ روایت کرتے ہیں۔ ان سے
بہت لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن سے زہری

اور مالک ابن انس بھی ہیں۔ مالک کہتے ہیں کہ جب میں نافع کی حدیث جو ابن عمرؓ سے روایت کرتے تھے سن لیتا تھا تو پھر اور کسی سے سننے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے (اکما)۔

ناقوس چھوٹی لکڑی جسپر بڑی لکڑی مار کر نصاری ایک دوسرے کو گرجا کی طرف عبادت کے لئے بلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لاکر مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو آپ کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ہر نماز کے وقت مسلمانوں کو کسی ذریعہ سے اطلاع دی جایا کرے تاکہ وہ سب کے سب ایک وقت میں جمع ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں آپ نے صحابہ سے اسبارہ میں مشورہ لیا۔ بعض نے کہا کہ ہر نماز کے وقت آگ جلادی جایا کرے۔ جسے دیکھکر مسلمان مسجد میں آجایا کرینگے۔ اور بعض نے ناقوس بجانے کی رائے دی مگر دیگر صحابہ نے کہا کہ آگ جلانے اور ناقوس بجانے سے یہود اور نصاری سے مشابہت لازم آئیگی۔ غرض دیر تک گفتگو ہونے کے بعد بلا کسی قسم کے فیصلہ کے مجلس برخاست ہو گئی۔

عبداللہ بن زید کو اسبات سے بڑا رنج ہوا۔ رات کو خواب میں ایک شخص کو اذان دیتا ہوا دیکھا اور صبح کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رات کا خواب عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ خواب سچا ہے۔ اُٹھو اور بلال کے ساتھ اذان کہو۔ کیونکہ تمہاری آواز کی نسبت اسکی آواز بلند ہے۔ جب انہوں نے اذان دی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو عبداللہ نے دیکھا آپ نے فرمایا للہ الحمد۔

منقول ہے کہ اس رات گیارہ صحابہ نے آذان کو خواب میں سنا۔ (منظ)

ناک اگر کوئی ظلماً کسیکی ناک کاٹ ڈالے تو اسکے قصاص میں اسکی ناک کاٹ ڈالنے کا حکم ہے قرآن مجید میں حکم ہے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۝ (س۔ مائدہ ع۷) یعنے ہمنے توریت میں انپر یہ فرض کیا کہ جان کے بدلے جان (لی جائے) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (پھوڑی جائے) اور ناک کے بدلے ناک (کاٹی جائے) اور کان کے بدلے کان (تراشا جائے) اور دانت کے بدلے دانت (اکھاڑا جائے) اور زخموں کے بدلے (اگر ممکن ہو) ویسے ہی زخم لگائے جائیں)۔

ناکح نکاح کرنے والا۔ شادی شدہ مرد۔ تفصیل کیلئے دیکھو (النکاح و زوج)۔

نام دھرنا برا نام رکھنا منع ہے۔ برے نام سے پکارنا ناجائز ہے۔ مثلاً کوئی یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے تو اسے یہودی یا نصرانی کہنا لنگڑا۔ بھینگا۔ اندھا۔ کانا۔ . . . وغیرہ بری صفتوں سے یاد کرنا۔ خواہ در اصل اس میں وہ اوصاف موجود ہوں۔ جاہلیت کے نام سے یاد کرنا۔ کسیکا پہلا نام برا تھا اس نے اسکو بدل دیا ہو۔ پھر اسے اس پہلے نام سے پکارنا منع ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ تا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (س۔ حجرات ع۲) مسلمانو! مرد مردوں پر نہ ہنسیں۔ عجب نہیں کہ (جنپر ہنستے ہیں) وہ (خدا کے نزدیک) ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں) عجب نہیں کہ

(جن پر منہتی ہیں) وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو۔ ایمان لائے پیچھے بد تہذیبی کا نام ہی بُرا ہے اور جو ان حرکات سے) باز نہ آئیں تو وہی (خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔

سب سے عمدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں چنانچہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (لوگو!) تمہارے سب ناموں میں بہت پیارا نام خدا کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمن ہے (مسلم)

ایسے نام رکھنے منع ہیں جو بدفالی کا باعث ہوں چنانچہ جندب کے بیٹے سمرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (سمرہ!) تو اپنے غلام کا نام یسار[1] نہ رکھ اور نہ رباح اور نہ نجیح اور نہ افلح کیونکہ تو (اپنے اہل خانہ سے مثلاً) پوچھیگا کہ کیا وہ (یعنی مثلاً یسار یا افلح) یہاں ہے اور فرض کر کہ نہیں ہے تو (اہل خانہ مثلاً تیرے جواب میں کہیں گے) کہ (یہاں یسار یا افلح نہیں (مس)

کبر و نخوت پر دلالت کرتے نام بھی نہ رکھنے چاہئیں چنانچہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز خدا کے نزدیک تمام ناموں میں بدترین نام اس شخص کا نام ہے جو شاہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے (بخ)

اور مسلم کی روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ خدا کو غصے میں لانے والا وہ شخص ہوگا جو (دنیا میں) شاہنشاہ کے نام سے پکارا جاتا تھا (کیونکہ) خدا کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

ابو سلمہؓ کی بیٹی زینب کہتی ہیں کہ ابتدا میں میرا نام برّہ (نیکوکار) رکھا گیا تھا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم اپنی تعریف نہ کرو۔ تم میں جو نیکوکار ہیں خدا انہیں خوب جانتا ہے (برّہ نام رکھنے میں تزکیہ نفس اور اپنی تعریف پائی جاتی ہے۔ تم برّہ کا نام زینب رکھو۔ (مس)۔

اچھے اور عمدہ نام رکھنے چاہئیں۔ چنانچہ ابو الدرداءؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لوگو!) تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ تو تم اپنے اچھے نام رکھو۔

غرض ایسے نام بھی نہ رکھنے چاہئیں جو دینداری اور نیکوکاری پر دلالت کریں۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔ یہ بھی ایک شان غرور و نخوت کی ہے۔

ایک طریقہ نمود کا یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ نام کے شروع میں بے جوڑ لفظ محمد اور آخر میں احمد یا حسن یا حسین بڑھا کر نام کو شاندار بنا لیتے ہیں۔ علماء اور مشائخ کی ایک طرز خاص ہے کہ وطن یا نسب یا خانوادے کی نسبتوں سے نام کا لمبا کر لینا انکی اختیاری بات ہے ہمنے انکے ناموں کی بعض مُہریں دیکھی ہیں جنکا دور شاہی مُہروں کے دور سے ہرگز کم نہ تھا۔ الحنفی القادری الچشتی النقشبندی الفلانی البہانی وہلم جراً الے ما شئت من عرض و طول۔

غرض بہت ہی تھوڑے نام ایسے ملیں گے جن میں مقصود شارع کا لحاظ کیا گیا ہو۔ ہم قرون اولیٰ کے نام

[1] یسار مشتق ہے یسر سے اور یسر کہتے ہیں آسانی و توفیق و فراخی اور رباح ماخوذ ہے ربح بمعنے سود و منفعت سے نجیح لیا ہے نجح سے اور نجح کہتے ہیں مبارکی اور پیروزی کو۔ افلح مشتق ہے فلاح سے اور فلاح کے معنے ہیں رستگاری تو اگرچہ ان اسمائے کے ساتھ نام رکھنا بلحاظ معنے درست بلکہ اولیٰ ہے مگر چونکہ بعض مواقع پر فال بد اور مکروہ معلوم ہوتے ہیں اسلئے ادب کا تقاضا ہے کہ ایسے نام نہ رکھے جائیں ۔ مزن فال بد کآورد حال بد ۔ مبادا کسی کو زند فال بد ۔

دیکھتے ہیں تو بشمول جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مفرد الفاظ پاتے ہیں مثلاً محمد۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان علی۔ حسن۔ حسین وغیرہ۔ اور ہماری عقیدتمندی ان بزرگوں کے ساتھ تقلید کے درجے سے نکلکر اجتہاد کے درجے تک پہونچ جاتی ہے۔

نامرد دیکھو۔ (عنین)۔

ناموس فرشتہ۔ روح۔ شریعت الٰہیہ۔ نیز حضرت جبرائیل علیہ السلام کا لقب ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کوہ حرا میں وحی نازل ہونے کے بعد اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ تو حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ شخص توریت و انجیل کا ایک بڑا عالم تھا۔ اور ان دونوں آسمانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتا تھا۔ یہ بڑے بڑے یہودی اور عیسائی عالموں سے آخری پیغمبر کی خبر سن چکا تھا۔ اور اسکو آخری پیغمبر کی سب نشانیاں معلوم تھیں۔

ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کا حال سنکر کہا۔ اے محمدؐ! تمہیں مبارک ہو۔ ناموس اکبر (جبرائیل) جو موسےٰ علیہ السلام اور اور پیغمبروں کے پاس وحی لاتا تھا۔ اب تمہارے پاس وحی لایا ہے۔ اب تم آخری پیغمبر ہو (مد)۔

ناموس اکبر دیکھو (ناموس)۔

نبّاش وہ شخص جو قبریں کھود کر مُردوں کے کفن چُرا لیتا ہو۔ ایسے شخص کا ہاتھ بمذہب امام مالک رح و شافعی رح و احمد رح کاٹا جاویگا۔ فقط امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اسکا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ (رحمۃ)

نباء (ل)، خبر۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ اسے سورہ تساءل بھی کہتے ہیں۔ یہ بالاتفاق مکّے میں نازل ہوئی ہے۔

نبوّت نبی کا منصب۔ دیکھو (نبی)

نبہرجہ ان درموں کو کہتے ہیں جو اتنے کھوٹے ہوں کہ انکو تاجر نہ لیں۔ اس قسم کے درموں میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

نبیذ ایک قسم کا شیرہ ہے جو پانی میں کھجوریں یا خشک انگور یعنی منقی وغیرہ ڈالکر بنایا جاتا۔ اور اتنی دیر تک چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس میں ایک قسم کی تیزی اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہانتک تو اسکا پینا درست ہے۔ مگر جب حد نشہ کو پہنچے تو حرام و نجس ہے۔

نبی فعیل بمعنے فاعل ہے۔ اگر اسے نبا سے مشتق مانا جائے جسکے معنے خبر دینے کے ہیں تو نبی کے معنے ہوں گے خبر دینے والا۔ اور اگر نبو سے مشتق مانا جائے جسکے معنے علو و ارتفاع کے ہیں تو اسکے معنے ہوں گے بلند مرتبہ شخص۔ نبی بھی چونکہ اور لوگوں سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے اسلئے اُسے نبی کہتے ہیں اور نبی عام ہے خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو۔ اور رسول اس سے خاص ہے (رغ)۔

میر صاحب کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں کہ نبی وہ شخص ہے جسکی طرف فرشتے کے ذریعے سے وحی کی جائے یا الہام کے ذریعے سے یا رؤیائے صالحہ سے اسے آگاہ کیا جائے۔ پس رسول افضل ہوا۔ کیونکہ اسکی طرف وحی خاص ہوتی ہے جس کا رتبہ وحی نبوۃ سے بڑھکر ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول اسے کہتے ہیں جسکی طرف خصوصاً جبرائیل کوئی نئی کتاب اللہ کیطرف سے لائے۔ (تع)

نبوّت کا دروازہ ہمارے نبی آخرالزمان محمد صلعم

کے بعد ہمیشہ کے لیئے بند ہوچکا ہے۔ قرآن میں آپکو خاتم النبیین کہکر پکارا گیا ہے۔ اور آپ کی حدیث ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کئی مدعیان نبوت پیدا ہوئے جنکا انجام ہلاکت ہوا۔

نجات اگرچہ دنیا کا ہر ایک مذہب یہی کہتا ہے کہ جو لوگ میرے پیرو ہوں گے وُہی حقیقی نجات پائیں گے مگر جب سے دنیا میں اسلام آیا ہے تب سے نجات اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیگئی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (خدا کے نزدیک تو اسلام ہی سچا دین ہے)۔

اہل سنت وجماعت کے عقائد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ہر کلمہ گو نجات پائیگا۔ لیکن جو گنہگار ہوں گے اگر انکو خداوند تعالےٰ بلا کسیکی سفارش یا کسیکی سفارش سے بخشدیگا تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ بعض کو معافی نہ دیگئی تو وہ بقدر اپنے گناہوں کے سزا پاکر آخر جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے۔ غرض گنہگار مومن بغرض تزکیہ وتصفیہ دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ چاندی اور سونے کو نکھارنے کی غرض سے کھٹالی میں رکھکر چرخ دیتے ہیں۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ دنیا میں اپنے آپ کو آتش ریاضت ومجاہدہ سے نکھارے تاکہ وہاں نکھارنے کی نوبت نہ آئے۔ غرض اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے سوا تمام مسلمان آخر جنت میں جائیں گے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے وہاں رہیں گے۔ معتزلہ کے نزدیک جو لوگ کبائر گناہ کے مرتکب ہوکر بلا توبہ مرے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے۔

نجاریہ یہ فرقہ حسین بن محمد بن عبداللہ نجار کیطرف منسوب ہے۔ عبداللہ کا باپ جولاہا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ترازو بناتا تھا۔ قم کار ہنے والا تھا اسکے مناظرات نظام کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار مناظرہ میں جب کوئی جواب نہ دے سکا تو نظام نے اسکو ڈانٹکا کر کہا کہ اُٹھ چلا جا خدا تجھے رسوا کرے۔ تجھے کون عالم اور ذی فہم جانتا ہے۔ وہ وہاں سے بخار میں مبتلا ہو کر اُٹھا۔ اور بیمار پڑ کر مر گیا۔

اس کے متبع اس اعتقاد میں کہ خالق افعال اللہ ہے اور بندہ کاسب ہے اور استطاعت فعل کے ہمراہ ہوتی ہے اور مسئلہ قضا وقدر اور وعد ووعید اور امامت حضرت ابوبکرؓ میں موافق اہلسنت کے ہیں اور نفی صفات الٰہی اور خلق قرآن یعنی حدوث کلام الٰہی اور انکار رؤیت حق تعالےٰ میں۔ نظر کے ساتھ معتزلہ کے موافق ہیں۔ نجار کہتا تھا کہ اللہ آخرت میں بندوں کے دلوں میں ایک قوت پیدا کردیگا جس سے اسکو پہچان لیں گے۔ پھر وہ قدرت دونوں آنکھوں کی طرف منتقل ہو جائے گی جسکی وجہ سے آنکھوں کو بھی شناسائی اللہ کی حاصل ہوگی اسی شناسائی کا نام رویت ہے۔ اور اسکا عقیدہ تھا کہ ذات اللہ ہر مکان میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اسکا علم یا قدرت ہر مکان میں موجود ہے۔ اور کہتا تھا کہ اللہ پہچاننا عقلاً واجب ہے۔ کچھ شرع پر موقوف نہیں۔ نیز کہتا تھا کہ مرتکب کبیرہ بقدر اپنے گناہ کے دوزخ میں عذاب پاکر اس سے نکلیگا۔ ہمیشہ دوزخ میں رہنا عدل کے خلاف ہے۔ فرقہ نجاریہ کے متبع قبر کے عذاب وثواب اور سوال منکر ونکیر کے منکر ہیں۔ انکے پھر تین فرقے ہیں (۱) برغوثیہ (۲) زعفرانیہ (۳) مستدرکہ (مذ)

نجاست پلیدی۔ نجاست کے کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کے ازالہ کے لئے طریق ازالہ بھی علیحدہ ہے۔ چنانچہ اگر بدن یا کپڑے پر کسی قسم کی نجاست لگ جائے تو اسے پانی سے یا اس چیز سے پاک کر لینا چاہیئے جس سے پاک کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ یعنی

وہ سیال اور پاک چیزیں جو نچوڑنے سے نچڑ سکتی ہیں۔ اور ان سے نجاست دور ہو سکتی ہے جیسے سرکہ گلاب کیوڑہ وغیرہ۔

اگر نجاست ایسی ہو کہ سوکھ جانے کے بعد نظر نہ آتی ہو۔ جیسے پیشاب، شراب۔ کتے کا لعاب وغیرہ۔ تو نجس چیز کو تین بار دھونا اور نچوڑنا چاہیئے۔ اور تیسری مرتبہ خوب زور سے نچوڑی جائے، ورنہ پاک نہ ہوگی۔ اگر نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آنے والی ہو۔ جیسے خون، پیپ، پاخانہ۔ گوبر، بیٹ وغیرہ۔ تو نجس چیز کو اتنی مرتبہ دھونا اور نچوڑنا چاہیئے کہ اسکے پاک ہونے کا یقین ہو جائے۔ اگر بخوبی دھو چکنے کے بعد نجاست کا داغ رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعض شکی طبیعتوں کا اطمینان ہونا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ انکو لازم ہے کہ زیادہ سے زیادہ سات بار دھو کر نچوڑ ڈالیں۔ اس سے زیادہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

جو چیز کپڑے کی طرح نچوڑی نہ جا سکے۔ جیسے تختہ چٹائی وغیرہ۔ تو اسے دھو کر پانی پونچھ ڈالنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ قطرے ٹپکنے بند ہو جائیں۔ اسیطرح تین مرتبہ دھونا چاہیئے۔

تلوار، چھری، شیشہ اور ایسی ہی اور چیزیں زمین یا کسی اور چیز پر ملنے سے پاک ہو سکتی ہیں۔ جوتے یا موزے پر گوبر یا پاخانہ کی قسم سے نجاست لگی ہو۔ تو اسے زمین سے مل کر پاک کر سکتے ہیں۔ اگر پیشاب وغیرہ کی قسم سے ہو تو اسے دھونا چاہیئے۔

زمین اور اینٹوں کا فرش اور ایسی ہی اور چیزیں خشک ہو جائیں۔ اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ تو انپر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حکم ہری گھاس کا ہے جو زمین پر کھڑی ہو۔

نجاشی | شاہ حبشہ اصحمہ نامی کا لقب تھا مکہ معظمہ میں جب مشرکین کے ہاتھ سے مسلمانوں کو سختی پہونچنی شروع ہوئی۔ چنانچہ کوئی دھوپ میں ڈال کر کوڑوں سے پیٹا جاتا کسیکو قتل کیا جاتا۔ کسکو زخم لگائے جاتے کسی کا گوشت کاٹا جاتا۔ حتیٰ کہ عمار بن یاسر اور اسکے والدین کو سخت تکلیف دی جا رہی تھی۔ اتنے میں ابوجہل بھی آ نکلا۔ اس بدبخت نے عمار کی والدہ سمیہ کی پیشاب گاہ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ شہید ہو گئیں۔ ایسی حالت میں بیاسی (۸۲) مسلمان جن میں تیرہ عورتیں تھیں دریائے قلزم سے پار اتر کر ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت جعفر صادق بھی اس گروہ میں شامل تھے۔

نجاشی نے چونکہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پڑھی تھی اسلئے وہ عرصہ سے آپ کے مبعوث ہونے کا منتظر تھا۔ اور صحابہ کی یہ جماعت اسکے ملک میں جا پہونچی۔ کفار مکہ نے بھی کئی ایک سردار بادشاہ کیطرف روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے بھائی بند جو اپنا دین چھوڑ چکے ہیں اور دین عیسوی کو بھی برا بھلا کہتے ہیں۔ اب بھاگ کر تمہارے ملک میں آ بسے ہیں انکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا اور جواب طلب کیا۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دربار میں کھڑے ہو کر اپنی قوم کی گمراہی۔ ظلم اور برائیوں کا ذکر سنایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک ہدایت اور آپ کی پاک عادات۔ سچائی اور دیانتداری کا حال بیان کیا۔ نجاشی نے کہا تمہارے رسول پر جو خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اس میں سے کچھ سناؤ۔ آپ نے سورۂ مریم خوش الحانی سے پڑھکر سنائی۔ اہل دربار زار زار رونے لگے۔ نجاشی نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے ایک ہی طرح کے

ہیں۔ میں دل سے مانتا ہوں کہ جس رسول کی حضرت مسیح نے بشارت دی تھی وہ یہی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ کہکر اس نے قریش کے سرداروں کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمان مہاجروں کو اپنے ملک میں رہنے کی جگہ دی۔ اسکے بعد آنحضرت کی چٹھی بھی اسکے پاس پہونچگئی۔ چٹھی کو اس نے غور سے پڑھا۔ اور اس کے دل نے گواہی دی کہ واقع میں حضرت مسیح بھی توحید ہی کی تعلیم دیتے تھے۔ نجاشی نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور آپ کی سفارت کو بہت سے بیش قیمت تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ ذیل کی آیتیں نجاشی اور اسکے پیروؤں کے حق میں نازل ہوئی ہیں:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ تا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(پ۷۔ مائدہ۔ ع ۱۱) (اے پیغمبر!) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکوں کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کی طرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمد) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو انکی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سنکر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دین حق کی) تصدیق کرنیوالوں کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ اور ہم کو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اسپر تو ایمان لائیں نہیں اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لے جا) داخل کریگا تو انکے اس کہنے کے صلے میں خدا نے انکو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جنکے تلے نہریں (بڑی) بہ رہی ہیں (اور یہ) ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور خلوص دل سے نیکی کرنیوالوں کا یہی بدلہ ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز خیبر کی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اسی روز مہاجرین مکہ کی وہ جماعت جو ہجرت کرکے حبشہ میں چلی گئی تھی نجاشی سے عزت کے ساتھ رخصت ہو کر سیدھی خیبر میں آپہونچی اور نجاشی نے ان لوگوں کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے بیش قیمت تحفے بھیجے۔

مہاجرین حبشہ میں سے ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھیں جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور اپنے شوہر کے انتقال کے بعد حبشہ ہی میں مقیم رہیں۔ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے نام خط لکھا کہ ام حبیبہ سے درخواست کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرلے۔ نجاشی نے اس ارشاد کے موافق اپنی ایک خادمہ کی معرفت ام حبیبہ کیطرف کہلا بھیجا جس کو سنکر ام حبیبہ نے نہ صرف قبول ہی کیا۔ بلکہ اس غیر متوقع اعزاز کی خوشی میں اپنے زیورات خادمہ کو بطور انعام دے دئیے۔ نجاشی نے وہ تمام زیورات اور بہت سے تحائف اور لونڈی کے ساتھ شامل کرکے انکے پاس واپس بھیجدئے اور کہلا بھیجا کہ ان چیزوں کی زیادہ حقدار آپ ہی ہیں اور میری آپ سے یہ التجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہونچادیں اور عرض کریں کہ میں آپ کے دین پر قائم ہوں اور آپ پر ہمیشہ درود بھیجتا ہوں۔

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ نجاشی نے ایک مجلس منعقد کرکے ام حبیبہ کا عقد نکاح چارسو مثقال طلا کے عوض آنحضرت کے ساتھ باندھ دیا اور زائد اپنے خزانہ سے ادا کر دیا۔

نجباء جمع ہے نجیب کی۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کا نام ہے جو تعداد میں چالیس ہیں بندگان خدا کی مشکلات کو حل کرنا انکا کام جن کا مقابلہ انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اور یہ اسلئے کہ ان کو شفقت ورحمت بشریہ کی کثرت کے ساتھ مختصر کیا گیا ہے (تع)

نجد نجد اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ اور ملک عرب کے ایک خطہ کا نام ہے جو وسط عرب میں مائل بمشرق واقع ہوا ہے۔ مدینہ منورہ سے چند میل تک بجانب مشرق جانے سے نجد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں پہاڑ اور ریتیلے میدان بکثرت ہیں۔ اور آباد و شاداب اضلاع بھی ہیں جہاں کھجوریں اور ہر قسم کے میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔

اسلام کی مذہبی تاریخ میں نجد کا نام خاص امتیاز اور اہمیت رکھتا ہے۔ ہجرت سے پیشتر جب مکہ کے دار الندوہ میں مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں سوچنے کے لئے جمع ہوئے تھے تو ابلیس بھی نجد کے ایک مدبر و باوقار شیخ کی صورت میں انکے ساتھ شریک ہوا اور اس نے تمام تدابیر و تجاویز کو جو اس معاملہ کے متعلق پیش کیگئیں رد کرکے صرف ابوجہل کی رائے کو پسند کیا اور اسی پر عمل کرنیکا فیصلہ ٹھیرا۔

سنہ ۴ھ میں نجد کے حکمران خاندان میں سے ابوبرار عامر بن مالک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ اپنے چند صحابہ ہمارے وطن میں بھیجئے۔ تاکہ لوگوں کو اس دین پاک کی ہدایت کریں۔ آپ نے فرمایا اہل نجد کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے۔ ابوبرار نے جو غالباً دل سے اسلام کا معتقد ہو چکا تھا صحابہ کے لئے امن کا ذمہ اٹھایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس عابد وزاہد صحابی اسکے ساتھ کردئے جب یہ لوگ ملک نجد میں بیر معونہ کے مقام پر پہونچے تو ابوبرار کے بھتیجے عامر بن طفیل نے جو نجد کا حاکم تھا خبر پاکر بیر معونہ کے مقام پر ایک فوج کو ساتھ لیکر حملہ کیا۔ بہادر مسلمانوں نے پیٹھ دکھانا خلاف جوانمردی سمجھا اور مقابلہ میں ایک ایک نے شربت شہادت نوش کیا۔ صرف دو آدمی باقی رہے۔ جو مدینہ کو بھاگ آئے۔ ابوبرار کو اس واقعہ سے ایسا صدمہ ہوا کہ وہ چند دنوں بعد جان بحق تسلیم ہو گیا (اسلام کی چوتھی کتاب)۔

سنہ ۹ھ میں عامر ابن طفیل حاکم نجد چند اشخاص کو ساتھ لیکر آنحضرت کے پاس آیا اور اسکی یہ ناپاک نیت تھی کہ میں آنحضرت کو باتوں میں لگا رکھوں گا اور ایک شخص پس پشت کیطرف ہو کر آپ کا کام تمام کردیگا غرض عامر آپ کے حضور میں ادہر ادہر کی باتیں گستاخانہ لہجہ میں ہانکتا رہا۔ اور آپ اسکو متانت وحلم کے ساتھ جواب دیتے رہے۔ آخر وہ یہ الفاظ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ بخدا میں تجھپر ایک جرار لشکر کے ساتھ چڑھائی کرونگا باہر آکر اس نے اپنے رفیق سے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہ کھڑا منہ تکتا رہا اور اپنا کام نہ کیا۔ وہ بولا خدا کی قسم میں جب تلوار اٹھاتا تھا۔ تو تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور میرے درمیان آڑ ہو جاتا تھا اور مجھکو اندیشہ ہوتا تھا کہ تلوار کا ہاتھ تجھپر پڑیگا۔ اسلئے میں رک جاتا تھا۔ ان دونوں نابکاروں کے چلے جانے کے بعد آنحضرت نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا یعنی الٰہی مجھ کو بنی عامر کی شر سے بچا۔ اتنے میں آسمان سے بجلی گری جس سے عامر کا رفیق جل گیا۔ ادہر عامر مرض طاعون میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔

ہجرت نبویہ کی تیرہویں صدی کے آغاز میں ایک شخص احمد بن عبد الوہاب نامی نجد میں پیدا ہوا جس نے

فرقہ وہابیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس نے قرآن وحدیث کی خالص تعلیم کے سوا باقی تمام فقہی و اجتہادی مسائل کو بدعت قرار دیا اور وہ بزور شمشیر لوگوں کو اپنے خیالات کے تابع بنانے پر آمادہ ہو گیا۔ اسکے نام پر فرقہ وہابیہ مشہور ہے اور ابتک عرب اور ہندوستان میں اسکے ہمخیال موجود ہیں (مذاہب اسلام) جنکو مخالفین لوگ نجدی بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ دیکھو (وہابیہ)۔

ایام جاہلیت میں عرب کے مشہور بادیہ پیما عاشق قیس مجنوں کی معشوقہ لیلیٰ اسی ملک نجد کے حکمران قبیلہ بنی عامر سے تھی۔ اسلئے نجد کا نام عشقیہ مضامین سے بھی خاص تعلق رکھتا ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

باد گو از نجد و از یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

نجران یمن میں ایک عیسائیوں کی بستی تھی جسکے عیسائی باشندوں کے نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدیں مضمون خط لکھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس خط کی بنا پر چودہ عیسائی بغرض مباہلہ مدینہ میں پہونچے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی حیرت انگیز کیفیت دیکھکر مباہلہ کے ارادے سے باز آئے اور جزیہ قبول کرکے واپس ہوئے (جا)۔

نجش نون کا کسرہ اور جیم کی سکون۔ بائع کے ساتھ ملکر مال کی تعریف کرنے لگنا تا یا خود خریداری کی نیت نہ ہو مگر خریداروں کو آمادہ کرنے کے لئے بڑی قیمت پر خرید نے لگنا۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے (من)۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے
وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوا
یعنے تم میں سے کوئی کسیکی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ قیمت بڑھانے کے لئے بناوٹی خریدار ہو۔ (مش)

نجف کوفہ سے غربی رخ پانچ میل پر ایک شہر ہے کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا۔ اسی جگہ حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کا مزار مقدس ہے۔ حضرت کی قبر ہارون رشید کے زمانہ تک مخفی تھی۔ پھر تحقیق کرکے ہارون رشید نے اس جگہ ایک گنبد اور مسجد بنا دی ہے اس قصبہ کو لٹیرے بدوؤں کے ہاتھ سے مصیبت پہونچا کرتی تھی مگر حاجی محمد حسین خان اصفہانی نے جو فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا وزیر اعظم تھا بہت سا روپیہ صرف کرکے اسکی پختہ شہر پناہ بنوا دی جب سے امن ہو گیا اور آبادی بھی بڑھ گئی۔ اس سے پہلے نادر شاہ نے گنبد سنہری بنوا دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جواہر و اسباب طلائی و نقرئی جس قدر اس درسگاہ میں ہے جو شیعوں نے نذر و نیاز میں بھیجا ہے اتنا کسی سلطنت کے خزانہ میں بھی نہ ہوگا۔ اور کوفہ کے نزدیک ایک اور جگہ ہے جسکو ذی الکفل کہتے ہیں۔ یہاں حضرت حزقیل علیہ السلام کی قبر ہے جسکے پہلے متولی یہود تھے۔ اب مسلمان ہیں۔ ہر سال دور دراز سے یہود زیارت کو آیا کرتے ہیں۔ (جغ)

نجم ستارہ۔ قرآن مجید کی ترپنویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ (لوگو! ہمکو شہاب) ستارے کی قسم ہے جب وہ (آسمان سے) ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد) نہ تو (راہ راست سے) بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔

یہ سورت مکے میں اتری۔ اسکی باسٹھ آئتیں ہیں اور تین رکوع۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر یہ قول صحیح نہیں۔

بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت جن میں سجدہ ہے سورت نجم ہے جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا

اور دیگر صحابہ نے بھی سجدہ کیا۔ مگر امیہ بن خلف نے مٹھی میں مٹی لے کر اسپر سجدہ کیا۔

میں نے اسکے بعد اسکو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سورہ نجم میں مکہ میں سجدہ کیا کرتے تھے اور جب ہجرت کرکے مدینہ پہونچے تو ترک کردیا۔ اسی لئے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سورت کے اخیر میں۔ فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا ہ یعنی خدا کے آگے سجدہ کرو۔ اور (اسکی) عبادت کرو۔ آیا ہے وہاں سجدہ کرنا واجب نہیں۔ مگر پہلی روایت کے لحاظ سے امام اعظمؒ اور سفیان ثوری سجدہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔

اس سورت کے شروع میں جو نجم کا لفظ آیا ہے اسکے مفہوم میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مطلق ستارہ ہے۔ بعض ثریا کہتے ہیں کوئی شعری کوئی زہرہ مراد لیتا ہے۔ بعض قرآن مراد لیتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ بعض صوفیوں کے نزدیک نجم سے دل مراد ہے۔

ہے
بو ظلمات ہیولانیہ میں خدا تعالی کا چمکتا ستارہ، اور جب وہ اللہ کیطرف جھکتا ہے تو اس میں اور بھی روشنی آجاتی ہے۔ جسکے باعث وہ حق و باطل میں بخوبی تمیز کرسکتا ہے۔ (الف)۔

نجوم نجم کی جمع ہے۔ نجم بالفتح ستارہ اور ہر وہ سبزہ روئیدہ جو بے ساق ہو جسکو ہندی میں بیل کہتے ہیں۔ جیسے کدو اور حنا عشق پیچاں وغیرہ کے پیڑ۔ اور نام پروین جسکو ثریا کہتے ہیں اور اس معنے میں الف و لام اسکے ساتھ لازم ہوجاتا ہے۔ (غ)

قرآن میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِہٖ۔ یعنے اور ستارے اسکے حکم کے تابع ہیں۔

اور دوسری جگہ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ ہ (س۔ رحمٰن ع ۱) یعنی بوٹیاں اور درخت خدا کی درگاہ میں سربسجود ہیں۔

پھر وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی (س۔ نجم ع ۱) یعنی قسم ہے ستارے کی جب وہ لوٹتا ہے۔

اور مشکوۃ شریف میں نجوم کے متعلق یوں آیا ہے۔ روایت ہے قتادہ سے کہ کہا یہ ستارے اللہ تعالے نے تین باتوں کے لئے پیدا کئے۔ ایک آسمان کی زینت کے لئے۔ اور دوسرے شیطانوں کے مار نیکے لئے۔ تیسرے وہ نشانات ہیں جنسے راہ چلنے والوں کیلئے رہنمائی ہوتی ہے پس جس شخص نے ان تین چیزوں کے سوا بیان کیا اس نے خطا کی۔ اور تکلف کیا اس چیز میں کہ نہیں جانتا (بخ)

اور رزین کی روایت میں یوں ہے کہ تکلف اس چیز میں کیا جو اسکو فائدہ نہیں دیتی اور اس چیز کے جاننے میں تکلف کیا جسکے علم سے انبیاؑ اور فرشتے عاجز ہے۔ اور ربیع کی روایت اسکی کی مانند ہے اور ربیع نے یہ بات زیادہ کردی ہے کہ قسم ہے اللہ کی کہ اللہ تعالے نے ستاروں کو کسیکی زندگی نہیں مقرر کی اور نہ روزی کسیکی یعنے مال وجاہ اور نہ مرنا کسی کا۔ اور سوا اسکے نہیں کہ کاہن اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں۔ اور ایک چیز کے لئے ستاروں کے طلوع کو علت ٹھہراتے ہیں۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سیکھے کوئی قسم علم نجوم سے واسطے غیر اس چیز کے جسکا ذکر اللہ تعالے نے کیا ہے تو سیکھا اس نے ایک شعبہ سحر سے (یعنے وہ برا علم ہے کہ بعض اسکا فسق ہے اور بعض اس کا کفر ہے۔ اور فرمایا منجم حکم کاہن کا رکھتا ہے کہ علانیہ

کے ساتھ غیب کی خبریں بتاتا ہے۔ اور کاہن حکم ساحر کا رکھتا ہے کہ ارتکاب اعمال بد کا کرتا ہے اور اسکی وجہ سے خلق کو ضرر پہونچاتا ہے اور جو کوئی سحر کرے اور اسکا اعتقاد رکھے کافر ہے یقینی پس اسیطرح کاہن اور منجم کافر ہیں۔ حاصل یہ کہ نجوم اور کہانت اور سحر سب ایک جنس سے ہیں (مظ)

نحر اونٹ کے حلال کرنیکا خاص طریقہ جو اس طرح ہے کہ اسکے حلقوم کی جڑ پر جو سینے سے ملی ہوئی ہوتی ہے نیزہ مارا جاتا ہے۔

گائے اور بکری کو ذبح کرنا مستحب ہے اور نحر کرنا بھی جائز ہے اور اونٹ کو نحر کرنا مستحب ہے اور ذبح کرنا جائز ہے۔ (قد)

قربانی کرنے کو بھی نحر کہتے ہیں۔ اسی لئے ذی الحج کی دسویں تاریخ کا نام یوم النحر ہے۔ کیونکہ اس روز مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ دیکھو (یوم النحر)

نحل شہد کی مکھی۔ قرآن مجید کی سولھویں سورت کا نام ہے جو اسطرح شروع ہوتی ہے :۔

اَتٰىٓ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ (اے کفار مکہ) خدا کا حکم (یعنی روز قیامت) آیا (کا آیا)، تو (بے فائدہ) اسکے لئے جلدی نہ مچاؤ (اے پیغمبر) انکے شرک سے خدا کی ذات پاک اور بالاتر ہے۔

یہ سورت مکے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اسکی ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

اس سورت میں شہد کی مکھی کا ذکر یوں آیا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا تا لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥ (س نحل ع ۹)

اور (اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بنا لیتے ہیں ان میں چھتے بنا پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے (انکا عرق) چوستی پھر پھر (مزے سے) اپنے پروردگار کے (تعلیم کئے ہوئے) آسان طریقوں پر چلی جا۔

مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جسکی رنگتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں (اور) اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے بے شک غور کرنیوالوں کے لئے اسمیں (بھی قدرت خدا کی ایک بڑی) نشانی ہے۔

نخع بنو نخع یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیر کیا تھا۔ سنہ ۹ھ میں اس قبیلہ کے بیس آدمی بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پیشتر وہ معاذ بن جبلؓ کے ہاتھ پر اسلام لاچکے تھے۔ ان میں سے ایک شخص زرارہ بن عمرو نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک گدھی سے سرخی مائل سیاہ رنگ کا ایک بکرا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر آئے ہو گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو اسکے ہاں ایک بچہ اسی رنگ کا پیدا ہوا ہے جو تمہارا فرزند ہے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ یہ سیاہی اور سرخی کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا قریب آجاؤ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ بھی ہیں جنکو تم لوگوں سے چھپائے رکھتے ہو۔ عرض کیا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ آج تک یہ حال میرے سوا کسیکو معلوم نہ تھا اور آپ کے سوا کسکو اسکی اطلاع نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا یہ وہی ہے۔ اسکے بعد اس نے اپنے ایک دو خواب اور بھی بیان کئے جنکی تعبیر آنحضرت نے بتائی۔ اور وہ اپنے وقت بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

نخعی ابو عمران ابراہیم بن یزید نخعی تابعی تھے کوفہ میں رہتے تھے۔ فقہ میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے۔ مشاہیر ائمہ سے تھے۔ (کن)

نخلہ مکّہ اور طائف کے مابین ایک مقام ہے سنہ ۲ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالہ زاد بھائی عبد اللہ بن جحش کو چند آدمیوں کا سردار بنا کر اس مقام کیطرف بھیجا۔ اور ایک ہدایت نامہ بدیں مضمون لکھوا دیا۔ کہ جب نخلہ پہونچو تو دشمن کے حالات مخفی طور پر معلوم کرو۔ اور اُنکے ارادوں کی خبر دو۔ مکّہ کے قافلہ سے اگر کوئی آدمی خوشی سے تمہارے پاس آئے تو اسکو ساتھ لے لو ورنہ جبر نہ کرنا۔

جب یہ لوگ نخلہ پہونچے تو دو ہی دن کے بعد مکّے کا ایک قافلہ طائف سے تجارت کا مال لئے ہوئے وہاں آ پہونچا۔ عبد اللہ بن جحش نے غلطی سے ان پر حملہ کر دیا۔ انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کا خیال نہ رہا۔ ایک آدمی کو قتل اور باقی کو گرفتار کر لیا اور انکا مال قبضہ میں کرکے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیفیت دیکھکر خفا ہوئے۔ اور فرمایا کہیں نے تمکو لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ انکا مال انکو واپس دے دیا۔ اور انکے مقتول کا خونبہا ادا کر دیا۔ یہ واقعہ آنحضرت کی امن پسندی اور رحمدلی کی ایک دلیل ہے۔

نذر و نیاز امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ النذر ما الزمہ الانسان علیٰ نفسہ یعنے نذر وہ ہے جسے انسان اپنے اوپر لازم کرلے۔ اور نیاز لفظ فارسی ہے جسکے کئنے ہی معنے آتے ہیں۔ ازانجملہ ایک معنے اسکے تحفہ درویشاں کے ہیں (برہان قاطع)۔

نذر غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر کوئی نذر غیر خدا کے لئے مانے تو جائز نہیں ہوتی۔ اور لینا اور کھانا اسکا بموجب روایات فقہ ناروا ہے۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اسبات پر اجماع ہے کہ اگر نذر قسم طاعت سے ہو تو اسکا ماننا صحیح اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

نذر یعنے مَنّت اللہ کے سوا کسی اَور نبی۔ فرشتے۔ ولی کی ماننی جائز نہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے کہ اسطرح نذر کرنی کہ اگر میری حاجت خدا تعالےٰ پوری کرے تو فلانے ولی کے مزار پر اسقدر نقد اور جنس طعام پکے ہوئے سے پہونچاؤں گا درست نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے لئے نذر کرنے میں کئی ایک شرطیں ہیں اگر سب متحقق ہوں تو نذر صحیح ہوتی ہے وگرنہ صحیح نہیں ہوتی۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ جو چیز وہ اپنے ذمے نذر کرتا ہے شرعاً اسکی جنس سے نذر واجب ہو۔ پس اگر کوئی مریض کی عیادت کی نذر کرے تو وہ صحیح نہ ہوگی دوسرے یہ کہ جو چیز نذر کرے عبادت مقصودہ کی قسم سے ہو۔ نہ وسیلہ عبادت دوسری کا جیسے وضو وغیرہ کہ نذر اسکی بھی صحیح نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ فی الحال یا ثانی الحال وہ چیز اسپر واجب نہ ہو۔ جیسے نماز پنجگانہ۔ چوتھے یہ کہ جو چیز نذر کرے وہ گناہ نہ ہو۔ چنانچہ یہ شرطیں فتاویٰ عالمگیری میں لکھی ہیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اسطرح نذر ماننی کہ فلانے ولی کی مزار پر اسقدر نقد یا کھانا پکا کر پہنچاؤنگا صحیح نہیں۔ اسلئے کہ پہونچانا نقد و طعام کا کسی جگہ عبادت نہیں لیکن ہاں اگر اسطرح کہیگا کہ اگر حاجت میری خدا تعالےٰ بر لاویگا تو فلانے ولی کے مزار کے خدام فقراء کو کھلاؤں گا تو نذر صحیح ہوگی اور پورا کرنا اسکا لازم ہوگا۔ لیکن مزار ولی کے خدام فقراء کی تخصیص کرنی وفا نذر کے لئے لازم نہیں۔ جس فقیر کو دیگا نذر ادا ہو جائے گی۔ اور اگر اسطرح کہے کہ اگر حاجت میری بر آوے گی تو فلاں ولی کے واسطے یا فلاں ولی کے نام اسقدر طعام یا اسقدر نقد دونگا تو ایسی نذر بالاجماع باطل ہے۔ اور اس طعام کا کھانا حرام ہے۔

چنانچہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ اکثر عوام جو اسطرح

نذر مانتے ہیں کہ مزارات صلحا پر آکر اسکا پردہ اپنے سر پر رکھکر کہتے ہیں کہ اے میرے سید فلاں اگر میرا غائب آجائے یا میرا بیمار تندرست ہوجائے یا میری فلاں حاجت پوری ہوجائے تو تیرے لیئے اسقدر سونا یا چاندی یا کھانا یا پانی یا اسقدر شمعیں یا اتنا تیل لاؤنگا۔ تو ایسی نذر بالاجماع باطل ہے۔ اور اس کے باطل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

ایک تو یہ کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور نذر مخلوق کی جائز نہیں۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت ہوتی نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جسکی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت مالک نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ یہ گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا اللہ تعالےٰ کے تو اسکا یہ اعتقاد کفر ہے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ اے اللہ میں نے تیری نذر مانی ہے اگر تو میرے بیمار کو شفا دیگا یا میرے غائب کو واپس لائیگا۔ یا میری حاجت پوری کریگا۔ تو میں ان فقیروں کو جو فلانے ولی کی خانقاہ پر ہیں کھانا کھلاؤں گا۔ یا وہاں کی روشنی کے لئے تیل دونگا۔ یا وہاں کی مسجد کے لیئے بورئے خرید دونگا تو پھر جائز ہے۔ غنی اور شریف النسب کو نذر کا لینا جائز نہیں۔ اسی طرح - - - نہ صاحب اور عالم کو جائز ہے۔ ہاں اگر محتاج ہوں تو خیر

پس مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ جو کچھ روپیہ پیسہ شمعوں اور تیل وغیرہ سے لیکر اولیا کی قبروں پر نزدیکی حاصل کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے وہ حرام ہے۔ اور اسپر اہل اسلام کا اجماع ہوچکا ہے۔ (بحر الرائق و در مختار)

نساء امراۃ کی جمع من غیر اللفظ ہے جسکے معنے ہیں عورتیں۔ قرآن مجید کی چوتھی سورۃ کا نام ہے اس صورت میں عورتوں کے مختصہ مسائل اور عورت مرد کے مشترکہ احکام خصوصیت سے تفصیل کے ساتھ نازل ہوئے ہیں

نسائی ائمہ محدثین میں سے ایک امام کا لقب ہے جنکا پورا نام ابو عبد الرحمٰن احمد بن اشعیب نسائی ہے اور یہ نسبت ہے نساء کی طرف جو خراسان کا ایک شہر ہے۔ سنہ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے علماء و محدثین سے علم حاصل کیا۔ شافعی مذہب کے پیرو تھے فن حدیث میں ایک کتاب لکھی جسکا نام سنن کبرےٰ رکھا پھر ایک امیر کی فرمائیش سے اسکا خلاصہ کیا جس میں خالص صحیح احادیث درج کیں۔ اسکا نام سنن صغرےٰ رکھا موجودہ سنن نسائی جو حدیث کی ایک متداول کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے۔ یہی سنن صغریٰ ہے۔ انکی وفات کا واقعہ یوں ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی اور چاہا کہ اسکو جامع دمشق میں سنائیں۔ دمشق کے لوگ خوارج کیطرف میلان رکھتے تھے جو حضرت علی رضؓ کے دشمن ہیں۔ ابھی انہوں نے کتاب سنانی شروع ہی کی تھی کہ ایک شخص نے پوچھا آپ نے امیر المؤمنین معاویہ کے مناقب میں بھی کچھ لکھا ہے۔ فرمایا معاویہ کو یہی کافی ہے کہ وہ نجات پا جائیں ان کے مناقب کہاں ہیں۔ یہ کلمات سنکر عام لوگوں نے انکو رافضی سمجھا اور لاتیں مار مار کر انکو قریب المرگ کر دیا۔ خادم انکو اٹھا کر گھر لائے۔ انہوں نے کہا مجھ کو اسی وقت مکہ معظمہ کیطرف لے چلو تاکہ وہاں مروں یا اسکی راہ میں مروں۔ غرض مکہ شریف پہونچ گئے اور ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو وفات پائی۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ (نور)

نسب مرد اور عورت کے جائز تعلق سے جو بچہ پیدا ہو وہ ولد الحلال کہلاتا ہے۔ اور جو بچہ غیر شرعی تعلق سے پیدا ہو وہ ولد الزنا ہے۔ مذہب حنفیہ میں حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور

زیادہ سے زیادہ دو برس ہے اس عرصے کے درمیان جس مرد کے نکاح میں عورت کو حمل ظاہر ہو وہ بچہ اسی سے منسوب ہوگا۔

جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو۔ تو طلاق کے وقت سے دو برس سے کم عرصہ تک جو بچہ جنے گی اسکی نسب اس شوہر سے نہ ثابت ہوگی۔ مگر اس صورت میں کہ شوہر اس بچہ کی نسبت اپنا فرزند ہونے کا دعوے کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ایام عدت میں شبہ سے وطی کر لی ہو۔ اگر عورت بلوغ کی عمر کو پہونچ چکی ہے لیکن علامات بلوغ اس سے ظاہر نہیں ہوئیں وہ اگر طلاق کے بعد نو مہینے سے کم عرصہ میں بچہ جنے تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نسب اس سے ثابت ہو جائیگا۔ اور اگر نو مہینے میں جنے تو نسب ثابت نہ ہوگا۔ نو مہینے اسواسطے معتبر ہوئے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں۔ اور عدت کے تین مہینے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اگر طلاق رجعی ہے تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہوگا۔ اسواسطے کہ تین مہینے اسکی عدت کی مدت ہیں اور دو برس اکثر مدت حمل ہیں۔ اگر طلاق بائن ہے تو دو برس تک اور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہوگئی۔ اور پھر چھ مہینے سے کم میں وقت اقرار سے بچہ جنا تو نسب بچہ کا ثابت ہو جائیگا۔ لیکن اقرار کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کے بعد جننے سے ثابت نہوگا۔ اگر معتدہ عورت نے دعوے کیا کہ میں نے بچہ جنا اور خاوند نے اسکی ولادت سے انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا۔ یا خاوند نے اسکا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا۔ اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نہ تھا اور خاوند نے بھی اسکا اقرار نہیں کیا تھا تو دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ثبوت نسب کے لئے ضروری ہے

انکی گواہی یہ ہوگی کہ زوجہ تنہا گھر میں گئی اسکے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اور گھر میں بھی کوئی بچہ نہ تھا۔ اور ہم گھر کے دروازہ پر تھے جبکہ ہمنے بچہ کی آواز سنی یا بچے کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے (نور)۔

انساب پر فخر کرنا دنیاداروں کا کام ہے۔ خدا کے ہاں عزت متقی اور پرہیزگار شخص کی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ۔ قرآن میں ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ یعنی جب کرنا پھونکی جائے گی تو اس روز انساب کی کوئی وقعت نہ ہوگی نہ انساب کے بارہ میں کچھ پوچھا جائیگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا باوجود فرزند رسول ہونے کے ہلاکت سے نہ بچ سکا۔ اور اصحاب کہف کا کتا ایک لایعقل حیوان ہونیکے باوجود سراہا گیا۔ بس وہی باتیں بزرگی کا باعث ہیں۔ اعمال نیک اور صحبت صلحاء۔

نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ایک بت تھا۔ جسکو انہوں نے خداتعالے کی صفت سرمدیت کے لحاظ سے گدھ کی شکل میں بنا رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ گدھ کی بڑی عمر ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

نسطورا ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو ملک شام کے شہر بصرٰی میں رہتا تھا بحیرا راہب کا جانشین تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رض کا مال لیکر تجارت کے لئے شام کو اس کے غلام میسرہ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو نسطورا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ میں پیغمبری کی نشانیاں دیکھکر آپکو مشورہ دیا کہ شام کے یہودی آپ کے دشمن ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کچھ نقصان پہونچائیں۔ آپ کو مناسب ہے کہ یہیں تجارت کا مال فروخت کرکے مکہ کو واپس چلے جائیں

بیسرہ کو بھی کہا کہ آپ سے کسی وقت جدا نہ ہو۔ آپ تجارت کا مال وہیں فروخت کرکے واپس چلے گئے۔ (نظر)

نسئ (ل) ہٹا دینا۔ سرکا دینا۔ قمری مہینوں میں موسم کے لحاظ سے تو کمی بیشی ہوتی ہی رہتی ہے۔ وہی مہینے جو کبھی جاڑے میں پڑتے ہیں دلوں کا تفاوت ہوتے ہوتے گرمیوں میں آپڑتے ہیں تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امن و ادب کے چار مہینے لڑائی کے موسم میں آ پڑتے تو ایسے موقعہ پر مشرکین مہینوں کو اپنی مرضی کے مطابق ہٹا سرکا دیتے تھے۔ (ترجمہ س ح۔ ن)۔

بعض کہتے ہیں کہ سردی گرمی کے موسم کا لحاظ کرکے قمری مہینوں کو شمسیوں کے مطابق کرتے تھے تاکہ حج موسم خاص میں آیا کرے۔ چنانچہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو ہر مہینہ قمری اپنے اصلی موقعہ پر تھا۔

قرآن مجید نے اس برے طریقہ کی یوں تردید کردی إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ تا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ (س۔ توبہ۔ ع ۵) مہینوں کا سرکا دینا بھی ایک کفر مزید ہے جسکی وجہ سے کافر (دین کے رستے سے) گمراہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک برس ایک مہینے کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور اسی کو دوسرے برس حرام (اور اس سے انکی یہ غرض ہوتی ہے) کہ اللہ نے جو (چار مہینے) حرام کئے ہیں (اپنی گنتی سے) اس گنتی کو مطابق کرکے اللہ کے حرام کئے ہوئے (مہینوں) کو حلال کریں انکی بدکرداریاں انکو بھلی کرکے دکھائی گئی ہیں۔ اور اللہ ان لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (توفیق) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

نص (ص۔ و) میں اس کلام کا نام ہے جو ظاہر سے (دیکھو ظاہر) زیادہ واضح الدلالۃ ہو۔ اسلئے کہ اسکا مفہوم خود اس سے بھی سمجھا جاتا ہے اور متکلم کے کلام کرنے سے ہی اسی مفہوم کا اظہار مقصود ہے۔

متاخرین میں مشہور ہے کہ نص میں اس مفہوم کے لئے کلام کا چلایا جانا شرط ہے۔ اور ظاہر میں نہ چلایا جانا شرط ہے مثلاً کسی نے کہا میرے پاس قوم آئی۔ تو اسکا یہ کہنا قوم کے آنے میں نص ہوگا۔ اور جب کہا کہ جب میرے پاس قوم آئی تو میں نے زید کو دیکھا تو اسکا یہ قول قوم کے آنے میں ظاہر اور زید کے دیکھنے میں نص ہوگا۔ مگر متقدمین کی کتابوں میں یہ فرق نہیں ہے۔ ان میں لکھا ہے کہ نص میں مفہوم کے لئے کلام کا چلایا جانا شرط ہے اور ظاہر میں نہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ مفہوم کے لئے کلام چلایا جائے تو بھی وہ کلام ظاہر ہے اور اگر نہ چلایا جائے تو بھی ظاہر ہے۔

نص کے حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی تاویل کا بھی احتمال ہوتا ہے جو کبھی تو تخصیص اور کبھی مجاز کی صورت میں ہوتی ہے۔ کبھی قرآن کی ہر ایک آیت اور حدیث کو بھی نص کہدیتے ہیں۔

نصاب (ص۔ ف) میں مال کی اس کم از کم مقدار کو نصاب کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ ہر قسم کے مال کے نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار اس نقشہ سے ہوگی۔

نمبر شمار	نام شے		نصاب	جو زکوٰۃ میں دینا چاہئے	ایک نصاب کی زکوٰۃ
۱	چاندی		۵۲ ½	چالیسواں حصہ	ایک تولہ ۳ ماشہ ۵ رتی
۲	سونا		۷ ½	"	۲ ماشہ ۲ رتی
۳	مال تجارت مویشی کے سوا		چاندی یا سونے میں سے کسی ایک نصاب کے برابر قیمت	"	۱/۴۰ کی قیمت
۴		گھوڑے گھوڑی تجارتی	تعداد مقرر نہیں	فی راس ایک دینار یا قیمت کا تخمینہ لگا کر روپے کے حساب سے زکوٰۃ دیجائے۔	
۵		خچر گدھے تجارتی	"	قیمت کا تخمینہ کرکے روپے کے حساب سے زکوٰۃ دیجائے۔	
۶	مویشی	اونٹ	۵ راس	۵ اونٹوں پر ایک بکری زیادہ کیلئے دیکھو کتب فقہ	
۷		گائے بھینس	۳۰ راس	تفصیل کیلئے دیکھو کتب فقہ	
۸		بھیڑ بکری	۴۰ راس	ایضاً	

نصاریٰ

یہ لفظ قرآن وحدیث میں عیسائیوں کے لئے آیا ہے موجودہ تصانیف میں جو عیسوی اور موسوی وغیرہ الفاظ آئے ہیں، یہ قدیمی اسلامی لٹریچر کے لفظ نہیں بلکہ پادریوں کے مخترعات میں سے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ تا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۱۱) اے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں انکو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمدؐ) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ ان سے آنسو جاری ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سنکر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دین حق کی) تصدیق کرنیوالوں کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ اور ہمکو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اسپر تو ایمان نہیں لاتے اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لیجا) داخل کریگا تو انکے کہنے کے صلے میں خدا نے انکو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے۔ جنکے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہیں (اور) یہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ اور خلوص دل سے نیکی کرنیوالوں کا یہی بدلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے (دین حق یعنے اسلام کو) نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی دوزخی ہیں۔

خدا تعالےٰ نے یہود کو مسلمانوں کا سخت ترین دشمن اور عیسائیوں کو قریبی دوست اسلئے فرمایا کہ یہود کے نزدیک مخالف مذہب کو ہر طرح سے اذیت پہونچانا انکو قتل کر دینا۔ مال لوٹ لینا داخل ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن نصاریٰ کے مذہب میں کسی انسان کو گو مخالف مذہب ہی کیوں نہ ہو اذیت دینا یا اسکا مال لوٹنا جائز نہیں ہے۔ فی زمانہ بھی یہ وصف انگریزوں میں پائی جاتی ہے کہ انسانی ہمدردی میں وہ اول نمبر پر ہیں۔ اور انکو کسی شخص یا کسی قوم سے مذہبی پرخاش نہیں ہے ہر شخص اپنے مذہبی امور کو سرانجام دینے میں پورا آزاد ہے اسی لئے ان کے اقبال میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو ایسے زمانہ امن و آشتی کی قدر کرنی چاہیئے اور اسباب کو ایک رحمت الٰہی سمجھنا چاہیئے بقول سیکہ

نیکی پسندد خدا
ویدحاکم عادل و نیک رائے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی تا اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۸) مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ (لوگ تمہاری مخالفت میں باہم) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائیگا تو بے شک وہ (بھی) انہی میں کا (ایک) ہے (کیونکہ) خدا (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ راست پر نہیں دکھایا کرتا۔

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ تا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (س۔ ممتحنہ۔ ع ۲) (مسلمانو!) جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تمکو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ انکے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو خدا تمکو منع کرتا نہیں (کیونکہ) اللہ منصفانہ برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تو تمکو انہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے جو تمسے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے

تمکو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں
(تمہارے مخالفوں کی) مدد کی۔ اور جو شخص ایسے لوگوں سے
دوستی رکھیگا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانوں پر)
ظلم کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ تا وَ
كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥ (ایس۔ حدید ع ۴)

اور تحقیق ہم ہی نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا
اور انکی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب (یعنی وحی آسمانی)
کو (جاری) رکھا (با ایں ہمہ بعض) تو ان میں سے
نافرمان ہیں پھر (ان کے) پیچھے انہی کے قدم بقدم ہمنے
اپنے (اور) رسول بھیجے اور (ان کے) پیچھے مریم کے
بیٹے عیسےٰ کو بھیجا اور انکو انجیل عنایت فرمائی۔ اور جو
لوگ انکے پیرو ہوئے ان کے دل میں نرمی اور رحم
ڈال دیا اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جسکو انہوں نے از خود
ایجاد کیا تھا ہمنے وہ (طریق) ان پر فرض نہیں کیا تھا
(مگر ہاں انہوں نے اسکو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا اسکو نباہنا تھا
نہ نباہ سکے تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے انکو ہمنے
ان کے اجر عنایت فرمائے اور ان میں سے بہتیرے تو
نافرمان ہیں۔

ابن اسحٰق اور ابن حاتم اور ابن جریر نے ابن عباس
سے روایت کی ہے کہ نجران کے نصارےٰ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینہ کے یہودی
بھی ان سے ملنے آئے۔ دونوں میں مذہبی بحث شروع
ہوگئی۔ رافع بن حمد یہودی نے کہا کہ نصاریٰ گمراہ
ہیں۔ نصاریٰ میں سے ایک نے کہا کہ یہودی گمراہ
ہیں (الخ)۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
تا فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ٥ (س۔ بقرہ ع ۱۴)

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ
کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ (دونوں فریق)
کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں اسی طرح انہی کی سی
باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کہا کرتے ہیں جو (خدا کے
حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے۔ تو جس بات میں یہ لوگ
جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان میں اس کا
فیصلہ کر دیگا۔

انگریزوں میں ہزار خوبیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ
ملکداری میں "عیسےٰ بدین خود موسیٰ بدین خود" کے
اصول کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور جسطرح خدا کا
دنیاوی برتاؤ کل مذاہب کے ساتھ یکساں ہے۔
انکا بھی یہی حال ہے۔ جو قانون ہندوؤں کے لئے
وہی مسلمانوں کے لئے وہی عیسائیوں کے لئے وہی
یہودیوں کے لئے وہی رعایا کے ہر کہ و مہ کے لئے۔
انصاف اور اسلام اور مصلحت وقت۔ یہ تین چیزیں
متقاضی ہیں کہ ہم اپنے اور انگریزوں کے درمیان
کسیطرح کی کشیدگی واقع نہ ہونے دیں۔ خدا کا فرمودہ
اور آنحضرت صلعم کا تعامل ہم کو صاف طور پر باہمی تعلقات
باقی رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ کھان پین اور شادی
بیاہ تک اجازت دیدی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَطَعَامُ
الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ
حِلٌّ لَّهُمْ اور اہل کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے
ہاں بھی روا ہو) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا
ان کے لئے حلال ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اور جن لوگوں
کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے ان میں کی بیاہتا
بیبیاں (تمہارے لئے حلال ہیں)۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی عیسائیوں
پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونے لگے۔ انہیں حوادث
میں انجیل ان کے ہاتھ سے جاتی رہی محض سلطنت کے

طور پر تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا۔ کسی معتبر ذریعہ سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ حواریوں کے پاس جبکہ وہ بلاد روم میں منادی کرتے پھرتے تھے۔ کوئی حضرت مسیح کی تصنیف یا خود ان کی تصنیف کردہ کتاب ان کے پاس تھی لیکن انہوں نے دین حق کی اشاعت میں بڑی جانفشانی اور جگر کاوی سے کام لیا ان کے بعد تخمیناً دوسری صدی میں صدہا ایسے جھوٹے مسیحی پیدا ہوئے جنہوں نے ان پر روح القدس نازل اور الہام ہونیکا دعوے کیا۔ اور بہت سے غلط عقائد گھڑ کے انکا رواج دینا شروع کیا گئی ایک جھوٹی انجیلیں اور نامہ جات مشہور ہو گئے۔ چنانچہ سر ولیم اپنی اردو تاریخ کلیسا میں لکھتے ہیں کہ دوسری صدی کے عیسائی حکما کا طریقہ اختیار کرنے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دماغوں میں تیزی اور برجستگی پیدا ہو گئی مگر کئی ایک فرضی تصنیفات پیدا ہو گئیں۔ اس معاملہ میں پولوس نے بہت کچھ حصہ لیا۔ سادہ عیسائیوں کے دلوں کو خیالات باطلہ سے بھر دیا۔ یہ چاروں انجیلیں جو آجکل عیسائیوں کا مایہ ناز ہیں اسی زمانہ کی تصنیف ہیں۔ تثلیث اور الوہیت جسم پولوس جیسے دغابازوں کی من گھڑت ہیں۔ اگرچہ عیسائیوں کے بعض فرقے مثلاً فرقہ یونی ٹیرین وغیرہ ان بیہودہ اور ردی عقائد کے سخت مخالف تھے مگر گمراہی زور پکڑتے پکڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک حد سے متجاوز ہو گئی۔ اس وقت ہر ایک مسیحی کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ عیسے (معاذ اللہ) خدا ہے۔ حضرت مریم کے پیٹ میں رہکر دنیا میں آیا اور تمام بنی آدم کے گناہ اپنے اوپر اٹھا کر لے گیا۔ آخر پھانسی چڑھا۔ ملعون ہوا۔ تین دن دوزخ میں رہا پھر جی اٹھا۔ اور حواریوں کی بے وفائی اور بے ایمانی پر خفا ہوتا ہوا آسمان پر چڑھ گیا۔ اور پھر دوبارہ آنیکا وعدہ کر گیا۔ دیکھو مفتاح الاسرار مصنفہ پادری فنڈر)

خداوند کریم نے اس بیہودہ عقیدہ کی قرآن مجید میں نہایت عمدگی کے ساتھ تردید کر دی۔ دیکھو (تثلیث)

عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ آدمیوں کے گناہ معاف کرنے پر قادر نہیں۔ اسلئے حضرت آدم سے لیکر تمام انبیاء گنہگار چلے آتے تھے۔ ادہر خدا کو اپنے بندوں کی مغفرت منظور تھی جسکی تدبیر سوائے اسکے اور کوئی نہ تھی کہ دنیا میں عیسے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور سب لوگوں کے گناہ اپنے اوپر رکھکر ان کے عوض تین دن دوزخ میں رہا اور ملعون ہوا (دیکھو نامہ پولوس)

عیسائیوں کے پولوس مقدس نے فتوے دیا تھا کہ انسان کی نجات روحانی عبادت سے ہوتی ہے نہ جسمانی سے۔ وہ تو انسان کی ابتدائی حالت میں تھی اب اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ اس نے اس لغو خیال کو یہانتک ترقی دی کہ توریت کے جملہ احکام کو منسوخ کر دیا۔ عیسائیوں کے ان بیہودہ خیالات کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں معمولی سے معمولی آدمی بھی ان کی اصلیت معلوم کر سکتا ہے۔ (مقدمہ تف)

نصر اسکے معنے ہیں مدد۔ قرآن مجید کی ایک سو دسویں سورۃ کا نام ہے۔ جسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ یوں آیا ہے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا یعنے جب اللہ کی مدد اور فتح آئی اور تمنے لوگوں کو دیکھا کہ اللہ کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہو رہے ہیں یہ سورت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی جبکہ تمام عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔

نص کریم قرآن مجید کا لقب ہے۔

نصوح خالص توبہ۔ یا خالص نیت سے توبہ کرنے والا۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھو (توبہ نصوح)۔

نصیریہ غالی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جس کا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں حلول کیا ہے (کن)۔

نضیر بنو نضیر یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے جس سے ایک اسلامی تاریخی واقعہ تعلق رکھتا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ بیر معونہ کے حادثے کے بعد دو صحابیوں نے رستہ میں آتے ہوئے بنی عامر کے دو آدمیوں کو جو بے خبر سوئے تھے قتل کر ڈالا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بیان کیا تو آپ نے بڑا افسوس کیا۔ کیونکہ وہ دونوں آدمی مسلمانوں کے مخالف نہ تھے اسلئے آپ نے ارادہ کیا کہ ان دونوں مقتولوں کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا جائے جسکے لئے چندہ کرنے کی تجویز ہوئی۔ چونکہ مسلمانوں کا قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ پہلے یہ عہد ہو چکا تھا کہ ایسے موقعوں پر ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔ اس لئے ان سے بھی چندہ طلب کیا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کیا۔ اور عہد و معاہدے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود ان کے محلے میں تشریف لے گئے اور ان ناانصاف اور بدعہد لوگوں کو سمجھانے لگے۔ اس وقت ان بدسرشت اور نابکاروں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ پاس کی دیوار پر سے ایک پتھر دھکیل کر آپکا کام تمام کر دیا جائے۔ مگر حافظ حقیقی نے آپ کو عین موقعہ پر مطلع کر دیا اور آپ فوراً وہاں سے چلے آئے۔ اس لئے آپ نے صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے کر ان کے محلے کا محاصرہ کر لیا۔

دونوں فریقوں میں چھ روز تک لڑائی ہوتی رہی آخر بنی نضیر نے تنگ آ کر صلح کا پیغام بھیجا جو منظور کیا گیا۔ مگر صلحنامے کی شرطیں طے بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ عبد اللہ بن اُبی منافق نے انکو بھڑکایا اور قلعہبندی کر کے لڑنے کی ترغیب دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر انکا محاصرہ کیا۔ آخر پندرہ روز کے بعد جب ان لوگوں نے دیکھا اب مسلمانوں کے ہاتھ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو یہ درخواست کی کہ ہمیں اپنے مال و اسباب سمیت مدینے سے نکل جانے دیا جائے۔ آخر یہ قرار پایا کہ یہ لوگ ہتھیاروں کے بغیر جسقدر مال اونٹوں پر لاد سکیں ساتھ لیجائیں۔ بنی نضیر نے چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و اسباب لاد کر گھروں کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگا دی اور مدینے کو چھوڑ کر خیبر میں آباد ہو گئے۔

نظامیہ ایک فرقہ ہے جو ابراہیم نظام کیطرف منسوب ہے۔ نظام موصوف فرقہ قدریہ کا یقظان ہوا ہے۔ اس نے فلسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کر کے معتزلہ کے مسائل ان میں گھسیڑ دئے۔ اسکا اور اسکے متبعین کا مذہب ہے کہ خدا تعالےٰ ایسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں جس میں بندوں کی بھلائی نہیں۔ نیز اہل جنت و دوزخ کے ثواب و عقاب میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ (قخ)۔

نظر لگنا جس کو فارسی میں چشم زخم کہتے ہیں۔ شریعت نے اسکی تاثیر کو تسلیم کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العین حق فلو کان شئ سابق القدر سبقتہ العین واذا استغسلتم فاغسلوا (مش)۔ نظر لگنا حق ہے اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ تقدیر سے سبقت لیجائے تو نظر بد سبقت لے جاتی۔ اور جب تم سے ہاتھ پاؤں دھونے کی درخواست کیجائے تاکہ دھون کا پانی اس شخص پر چھڑکا جائے جسکو نظر لگی ہے تو (بلا تامل) دھو دو (عار نہ کرو)۔

نعمان ابن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے جو ائمہ اربعہ میں سے پہلے امام ہیں اور تابعین میں

شامل ہیں۔ آپ تیرہ سال کی عمر میں حضرت انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ وغیرہ اصحاب سے ملے ہیں اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً (۱) اَلْعِلْمُ فَرِیْضَۃٌ (۲) حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ وغیرہ۔ علم فقہ میں حماد و حماد بن ثابت اور امام جعفر صادق کے شاگرد ہیں۔ آپ کے والد جناب علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد تھے۔ تحصیل علوم کے بعد اپنی خداداد استعداد کی بدولت اجتہاد کا درجہ حاصل کیا۔ ایک وسیع حلقہ درس میں جس میں آپ کے شاگرد محدثوں اور فقیہوں کی ایک بڑی جماعت شامل تھی۔ قرآن وحدیث پر غور کر کے اپنے اجتہاد کے موافق فقہی مسائل کا ذخیرہ مرتب کیا جو فقہ حنفی کہلاتا ہے اور آج مسلمانان عالم کا سب سے بڑا حصہ اس پر عمل پیرا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن اور امام زفر امام ممدوح کے بڑے بڑے اور صاحب اجتہاد شاگرد ہیں۔ مقدم الذکر دو ناموں کو صاحبین کہا جاتا ہے۔ امام ابو یوسف نے اپنی سند میں اور امام محمد نے اپنی موطا میں امام اعظم کی روایت سے بہت سی حدیثیں درج کی ہیں۔

پیدائش کی تاریخ سنہ ۸۰ھ ہے وفات سنہ ۱۵۰ھ کو ہوئی۔ اس حساب سے عمر آپ کی ستر برس کی ہوئی جس رات آپ نے انتقال کیا۔ اسی رات امام شافعی رح متولد ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے آپکو زہر دلوا دیا تھا۔ اس گمان پر کہ ابراہیم ابن عبداللہ بن حسن حسنی نے خلافت کے دعوے کیسے جو خروج کیا تھا وہ اسکے مؤید تھے۔

امام اعظم رح کا اتقا ضرب المثل ہے۔ خلیفہ وقت نے انکا علم وفضل دیکھکر انکو قاضی القضاۃ بنانیکا ارادہ کیا۔ مگر امام صاحب محض بایں خیال کہ فرض قضا کی ادائگی میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو گنہگار ہونگا اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے انکو جبراً و قہراً ابھی اس عہدہ پر مامور کرنا چاہا مگر جب انکو انکار پر قائم پایا تو غصہ میں آکر انکے تازیانے لگوائے اور انکو قید کر لیا۔ حضرت امام اعظم رح نے یہ تمام ذلتیں برداشت کیں مگر آخرت کی بازپرس کو اپنے سر لینا گوارا نہ کیا۔ قبر شریف بغداد کے متصل ہے۔ (رحمۃ)

نعمان ابن منذر عرب کے ایک بادشاہ کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں گذرا ہے۔

نعلین جوتی۔ جوتی کے متعلق ذیل کے آداب ہیں۔

(۱) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کا کوئی آدمی جوتی پہننے لگے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور اتارنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے تاکہ جوتی پہنتے وقت داہنا پاؤں دونوں میں اول اور اتارتے وقت دونوں میں آخر رہے۔ (صحیح)

(۲) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جوتی پہنکر نہ چلے (بلکہ) یا تو دونوں جوتیاں اُتار ڈالے اور ننگے پاؤں چلے یا دونوں جوتیاں پہنکر چلے (صحیح)

(۳) جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے جوتی پہننے سے منع فرمایا ہے۔

(یہ اس صورت میں ہے کہ جوتی بہت تنگ ہو اور کھڑے کھڑے پہننے میں مشقت و تکلیف ہوتی ہو۔ یا جوتی ہی اس قسم کی ہو کہ پہنے اور تسمے باندھنے کے لئے ہاتھ کی اعانت کی احتیاج پڑتی ہو۔ ورنہ جوتی کھڑے ہوکر پہننا مطلق منع نہیں ہے۔

(۴) انس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھانا آگے رکھا جائے (اور تم کھانا چاہو) تو جوتیاں اُتار ڈالو کیونکہ اس سے پاؤں کو بہت راحت پہنچتی

ہے (اور علاوہ بریں کھانے کا ادب بھی ہے) (منتہی)
ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آدمی کہیں بیٹھنا چاہے تو جوتیوں کو اتار کر اپنے پہلو میں رکھ لینا مسنون طریقہ ہے جوتیاں اگر ستھری ہوں تو انہیں پہنکر نماز پڑھنا درست ہے۔

لیکن یہ ضرورت کے وقت ہے۔ بلا ضرورت جوتیوں سمیت نماز پڑھنا اچھا نہیں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى یعنی جوتیوں کو اتار دو تم ایک پاک وادی طوی میں کھڑے ہو۔ اسپر صریح دلیل ہے۔ مسجد میں جوتی سمیت داخل ہونا مسجد کی بے تعظیمی میں داخل ہے۔

نفاس یہ اس خون کا نام ہے۔ جو بچہ پیدا ہونیکے بعد عورت کو آگے کی راہ سے آتا ہے۔

اس کی مدت اہلسنت وجماعت کے نزدیک زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ لمحہ بھر کے لئے آئے یا بالکل نہ آئے بچہ کا آدھا جسم نکلنے کے بعد اگر خون آئے وہ بھی نفاس سمجھا جائیگا۔ اس سے کم جسم نکلنے پر جو خون آئے وہ نفاس نہیں۔ اگر عورت کا حمل گر جائے۔ تو بچے کا ایک آدھ عضو جو بن گیا ہو تو وہ خون نفاس شمار ہوگا۔ اگر ابھی گوشت ہی گوشت ہے تو نفاس نہیں حیض یا استحاضہ ہے۔ مگر حیض ہونے کے لئے لازم ہے کہ اس میں حیض کی شرائط پائی جائیں جو اپنے مقام میں درج ہیں۔ اگر خون چالیس دن سے بڑھ جائے تو اگر اس سے پہلے بھی بچے پیدا ہو چکے ہیں اور مدت نفاس کی عادت مقرر ہے تو عادت کے دن نفاس ہیں باقی استحاضہ ہے۔ اگر پہلی مرتبہ پیدا ہوا ہو۔ تو چالیس دن نفاس کے باقی استحاضہ ہے۔ نفاس کے احکام وہی ہیں جو حیض کے۔ دیکھو (حیض)
شیعوں کے نزدیک نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ دس روز ہیں۔

نفاق نون کے کسرہ سے۔ دو رخی۔ دل میں کچھ ہونا اور منہ سے کچھ کہنا۔

قرآن مجید میں نفاق کا اطلاق اُن نام کے مسلمانوں کے لئے آیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بظاہر مسلمان بنگئے تھے مگر دل سے کافر تھے۔ سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں انہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

آگے چلکر ارشاد ہے وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور جب اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لاچکے ہیں تو کہتے ہیں ہم (بھی تو) ایمان لاچکے ہیں۔ اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف (مسلمانوں کو) بناتے ہیں۔ سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں اور سورہ منافقون میں بھی منافقوں کا ذکر آیا ہے۔ منافقوں کے حالات کے لئے دیکھو لفظ (منافق)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی جب تک کہ اسکو ترک کرے (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو اسکو توڑ دے۔ اور جب جھگڑے تو

برے کاموں پر اتر آئے (مش)

یہ صفات جو منافقوں کی علامات قرار دیگئی ہیں نہ صرف منافقوں کے لئے بلکہ سب لوگوں کے لئے بری ہیں۔ مگر آجکل چونکہ منافق نہیں ہیں۔ اسلئے جس شخص میں ایسی صفات پائی جائیں وہ گنہگار تو ضرور ہے۔ مگر منافق اسکو نہیں کہا جاسکتا۔ دیکھو (منافق)

نفخ دل، پھونک مارنا۔ دیکھو (صور)

نفث کلام پڑھکر پھونک مارنا۔ افسون پڑھکر پھونک مارنا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والی عورتوں یعنی جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دیگئی ہے چنانچہ ارشاد ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ تا اِذَا حَسَدَ ۝ (س۔ فلق) (اے پیغمبر اپنی حفاظت کے لئے یوں) دعا مانگا کرو۔ کہ میں تمام مخلوقات کے شر سے صبح کے مالک (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات کے شر سے جب (اسکا اندھیرا تمام چیزوں پر) چھا جائے اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں (یعنی جادوگرنیوں) کے شر سے اور ہونسنے والے کے شر سے جب وہ ہونسنے لگے۔

گرہوں پر پھونک مارنے والی عورتوں کا شر عام ہے کہ تاگے کی گرہوں پر جادو منتر پڑھ کر پھونک مارنا ہو جیسا کہ ڈائنیں اور جادوگرنیاں کیا کرتی ہیں۔ یا انسانی مدارک و مشاعروں و دماغ کو اپنے حسن و جمال کے منتر سے بیکار کرنیوالی عورتیں ہوں یا عورتوں کے سوا وہ شہوات و لذات ہوں جو انسان کے دل و دماغ کی گرہوں کو منتر سے ڈھیلا کردیتی اور مضبوط بنا دیتی ہیں۔

نفس نون کے فتح اور ف کی سکون سے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں آیا ہے

(۱) شخص کے معنے ہیں یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (س۔ ہود ع ۸) یعنے جب وہ دن آپہونچیگا تو بے حکم خدا کوئی شخص بات بھی نہیں کر سکیگا

(۲) اپنا آپ مثلاً قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ (س۔ یونس۔ ع ۵) یعنی اے پیغمبر کہو کہ میرا اپنا نقصان و نفع بھی میرے اختیار میں نہیں ہے مگر جو خدا چاہتا ہے۔

(۳) جان۔ روح۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ (س۔ احزاب ع) یعنی پیغمبر مسلمانوں پر خود انکی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اسکی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

(۴) لوگ۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (س۔ نور۔ ع ۹) یعنے جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو۔

(۵) دل، جی۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ (س۔ اعراف۔ ع ۲۴) یعنی اے پیغمبر اپنے پروردگار کی یاد کرو دل ہی دل میں۔

(۶) وہ روحانی طاقت جو انسان کو بدی پر اکساتی ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ (س۔ یوسف۔ ع) یعنی نفس انسانی بدی کے لئے ہمیشہ ابھارنے والا ہے۔

نفس کا لفظ فارسی اور اردو کے اسلامی لٹریچر میں اس آخری معنے میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے یعنے نفس سے وہ روحانی طاقت مراد لی جاتی ہے۔ جو آدمی کو فتنہ و فساد اور فسق و فجور پر آمادہ کرتی ہے اسی لئے ریاضت کے ذریعہ سے بری طاقتوں کے فرو کرنے کو نفس کشی اور کبر و نخوت کی فضیلت کو دبانے کو کسر نفسی کہتے ہیں۔

حکمائے اسلام نے نفس انسانی کے خیر و شر کے

لحاظ سے اسکی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) نفس مطمئنہ۔ وہ نفس جو بدی کیطرف مطلق رجوع نہیں کرتا اور وہ انبیاء اور دیگر خاصان خدا کا نفس ہے۔

(۲) نفس لوامہ جو بدی کا ارتکاب تو کرتا ہے مگر ارتکاب کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور خدا سے بخشش مانگتا ہے۔ یہ عامہ مومنین کا نفس ہے۔

(۳) نفس امارہ۔ وہ نفس جو ہمیشہ بدی ہی کی طرف جاتا ہے اور کبھی اس سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہ کافروں فاسقوں اور فاجروں کا نفس ہے۔ قرآن مجید میں ان تینوں نفسوں کا ذکر آیا ہے۔

انگریزی میں ایک لفظ آیا ہے کانشنس جس سے مراد انسان کی وہ روحانی طاقت یا قلبی جذبہ ہے جو آدمی کے بھلے یا برے افعال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اچھے افعال پر انسان کے دل میں سرور و اطمینان کا مینہہ برسا دیتا ہے اور برے افعال پر افسوس و ندامت کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔ عربی لٹریچر میں کوئی خاص ایسا لفظ نہیں ہے جو کانشنس کے معنے کو پوری کیفیت کے ساتھ ادا کرے۔ اردو میں اسکے لئے ضمیر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ مناسب لفظ جو کسی حد تک کانشنس کے معنے کو ادا کر سکتا ہے عربی کے اسلامی لٹریچر میں نفس لوامہ ہے۔

نفساء نفاس والی عورت۔ مسائل کے لئے دیکھو (نفاس)۔

نفقہ اہل و عیال کا خرچ پات۔ والدین یا دیگر اہل قرابت کے گذارے کا خرچ۔

بیوی مسلمان یا غیر مسلم جب شوہر کے گھر میں رہتی ہو تو اسکا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اور اگر وہ نافرمانی کے ساتھ گھر سے چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ اگر وہ اتنی چھوٹی عمر کی ہو کہ اس سے وطی نہیں کیجاتی تو خواہ وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ کی حقدار نہ ہوگی۔ بڑی عورت نفقہ کی حقدار ہوگی اگرچہ اسکا شوہر کم عمر ہی ہو اور اسکا نفقہ شوہر کے مال میں سے دیا جائیگا۔

اگر شوہر بیوی کو طلاق بائن یا رجعی دیدے تو عدت تک اسکا نفقہ اور رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ ہے ہاں شوہر کی وفات کے بعد عدت بیٹھنے میں شوہر کے مال سے اسکو نفقہ نہیں ملیگا اور نہ طلاق کی ایسی صورتوں میں وہ نفقہ کی مستحق ہوتی ہے جن میں خود زوجہ کا قصور ہو۔ (قد)

بیوی جب تک نکاح میں ہے یا طلاق کی عدت کے اندر ہے اسکا خرچ پات شوہر کے ذمہ ہے خواہ بیوی مالدار اور شوہر غریب ہی ہو۔ ہاں ان صورتوں میں اسکا خرچ مرد کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ نکاح کے بعد شوہر اس کی رخصتی چاہے اور وہ نہ آئے یا اسکے ماں باپ رخصت نہ کریں یا بیوی کم عمر ہو اور شوہر اسکو اپنے گھر نہ لائے (اگر وہ اس کو کسی غرض سے اپنے گھر لائے تو اسکے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا) یا اسکے ماں باپ نہ بھیجیں یا بیوی ناراض ہو کر میکے چلی جائے۔ اور آنے سے انکار کرے یا میکے میں بیمار ہو جائے اور شوہر کے بلانے سے بعذر بیماری آنے سے انکار کر دے عورت حج میں اگر شوہر کے ساتھ ہو تو اسکے کھانے پہننے کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے ورنہ نہیں اور کرایہ آمد و رفت کسی صورت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے۔ عورت کے نان و نفقہ میں دونوں کی رعایت رکھی جائیگی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے موافق۔ اور اگر دونوں میں سے ایک مالدار ہو تو اوسط درجہ کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ ہے۔ تیل۔ کنگھی۔ کھلی۔ صابون۔ وضو اور نہانے دھونے کا پانی مرد کے ذمہ ہے۔ سرمہ مسی پان تمباکو اور دھوبی کی تنخواہ اسکے ذمہ نہیں۔

عورت کے اکیلے رہنے سہنے کے لئے کوئی گھر یا کسی

بڑے گھر کا کوئی خاص حصہ مہیا کر دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے جہاں دونوں بیوی میاں بے تکلفی سے رہ سکیں ہاں اگر عورت اپنی خوشی سے کسی گھر میں مشترک طور پر رہنا منظور کرے تو درست ہے تاہم اسکا حق ہے کہ اسکے لئے کوئی علیحدہ جگہ اپنا مال اسباب رکھنے کے لئے مخصوص کر دی جائے جسکا قفل چابی اسی کے ہاتھ میں ہوں۔

چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔ اگر بچہ شیر خوار ہو تو اسکی ماں اسے دودھ پلانے کی ذمہ دار نہیں باپ کا فرض ہے کہ کوئی دودھ پلانے والی عورت نوکر رکھے۔ نابالغ لڑکی کا نفقہ باپ یا دادے کے ذمہ ہے اگرچہ اسکا دین اس کے خلاف ہو جسطرح بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اگرچہ دونوں کے دین مختلف ہوں (قد)
اگر باپ بچے کی پرورش کے لئے خرچ نہ دے تو قاضی اسے مجبور کرے اور قید کرے اور باپ کمانے سے عاجز ہو تو اسکی بیوی کو حکم دیا جائے کہ قرض لے کر بچے پر خرچ کرے اور وہ قرض اسکے باپ کے ذمہ سمجھا جائے۔ اور یہ قرض اس سے دلایا جائیگا۔ اور بچے کا گذارہ بھیک مانگ کر ہوتا رہا تو اس صورت میں باپ سے خرچ مجرا نہیں لیا جائیگا۔ شیر خواری کے بعد اگر بچے کے پاس مال ہو تو اسکے مال سے نفقہ پورا کیا جائیگا۔ اور مال غائب ہو تو باپ علی الحساب نفقہ دیتا جائے۔ اور پھر اسکے مال سے مجرا کرلے صحیح مذہب یہ ہے کہ مفلس باپ اپنے بچے کے حق میں متوفی کا حکم رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں بچہ کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے (عا)
فرزند ذی مقدور ہو تو اسکو مجبور کیا جائیگا کہ اپنے والدین کے نفقہ کا متکفل ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہوں۔ یا ذمی ہوں۔ اگر کئی بیٹے بیٹیاں ہوں تو والدین کے نفقہ میں سب کو برابر مدد دینا لازم ہے۔ سوتیلی ماں کے نفقہ کے لئے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ ہاں اگر باپ کسی خاص معذوری میں ایک خادم کا محتاج اور ایک بیوی جو اسکے بیٹے کی سوتیلی ماں ہے اسکی خدمتگذاری کرتی ہے تو بیٹے پر اس سوتیلی ماں کا نفقہ لازم ہے بڑا بھائی اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی بہنوں کے اخراجات کا ذمہ وار ہوتا ہے جو مفلس ہوں۔ اگر فرزند باپ اور ماں میں سے صرف ایک کے خرچ کا ذمہ اٹھا سکتا ہے تو ماں کا حق مقدم ہے۔ دادا اگر نادار ہو تو اسکا نفقہ پوتے کے ذمہ ہے۔ اگر ایک مفلس شخص کی ایک بیٹی اور ایک حقیقی بہن ہو تو اس شخص کا نفقہ بیٹی کے ذمہ ہوگا۔ (ایضًا)

نفیسہ ابو محمد حسن بن زید بن حسن بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیٹی کا نام ہے جو اپنے خاوند اسحٰق بن جعفر صادق کے ساتھ مصر میں آئی تھیں۔ آپ بڑی پرہیزگار اور عبادت گذار عورت تھیں۔ امام شافعی رح آپ سے حدیث سنا کرتے تھے۔ ۲۰۸ھ میں مصر میں فوت ہوئیں۔ (کن)

نقب نقب زنی۔ اس کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (سرقہ)

نقباء جمع نقیب کی جسکے معنے ہیں چوکیدار۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ان اولیاء اللہ کی جماعت ہے جو اسم باطن کی حقیقت کو پہونچ چکے ہیں۔ پس لوگوں کے باطنی حالات سے واقف ہو کر ان کے دل کی مخفی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ انکی تین قسمیں ہیں۔ اول نفوس علویہ جو حقائق الامریہ ہیں۔ دوم نفوس سفلیہ جو خلقیہ ہیں۔ سوم نفوس وسطیہ جو حقائق انسانیہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک نفس میں اللہ تعالیٰ کی امانت مذکور ہے جو اسرار الٰہیہ وکونیہ پر مشتمل ہے۔ ان اولیاء کی تعداد تین سو ہے (تع)

نقدی قرآن مجید میں صرف تین سکے مذکور ہیں۔ قنطار۔ دینار۔ درہم (تفصیل کیلئے دیکھو ہر ایک کا بیان)

نقل صحیح اصل اصل بات نقل کر دینا (ص۔م) میں صحیح طور پر حدیث نقل کرنا جو اسطرح حدیث نقل کی جائے اسے حدیث صحیح کہتے ہیں۔ دیکھو (حدیث صحیح)۔

نقوع الزبیب عرق کشمش۔ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کشمش بھگو دیجائے جس حد تک اس پانی میں نشہ پیدا نہ ہو اسکا پینا جائز ہے۔ مگر جب اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔

نقیر اصل میں نقیر کہتے ہیں اس ننھے سے گڑھے کو جو چھوہاروں کی گٹھلی میں ہوتا ہے۔ عرب میں چھوہاروں کی کثرت ہے اس لئے ان کی بولی میں حد درجے کی کمی کے لئے چھوہارے کے اس ننھے سے گڑھے کی تمثیل دی جاتی ہے جیسے ہمارے ہاں رتی۔ تل۔ رائی۔ ذرہ وغیرہ۔

قرآن مجید میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (پ۵۔ نساء۔ ع ۱۸)۔ یعنی اور تل برابر بھی انکی حق تلفی نہ ہوگی۔

نکاح (ل) ملانا۔ جمع کرنا۔ (ق غ) (ص۔ ش) میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جو ایک مرد کسی عورت کے ساتھ اس مطلب کے لئے قائم کرتا ہے کہ اس سے معاشرتی فوائد حاصل کرے۔ یا یوں کہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جو تعلق اس غرض سے قائم کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں آپسمیں خوشی اور اطمینان سے رہیں سہیں۔ اولاد کے ماں باپ بنیں اور زندگی کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ اس کو نکاح کہتے ہیں۔

حالت اعتدال میں تو نکاح سنت ہے۔ مگر غلبہ شہوت کے وقت واجب ہے (کنز الدقائق)

نکاح ایجاب اور قبول کے دو لفظوں سے منعقد ہوتا ہے۔ جن میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا جائے اگر ایک لفظ ماضی اور دوسرا استقبال ہو تو بھی درست ہے۔ مثلاً ایک فریق کہے مجھے نکاح کر دے اور دوسرا جواب دے کہ میں نے نکاح کر دیا (قد)

ماضی کے صیغے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً عورت کا وکیل ایجاب کے طور پر مرد سے کہے۔ میں نے اسقدر مہر کے بدلے فلاں عورت کا نکاح تجھ سے کیا۔ اور مرد اسکو یوں جواب دے کہ میں نے قبول کیا۔

مسلمان مرد اور عورت کے نکاح کا عقد قائم ہونے کی یہ چند شرطیں ہیں۔

(۱) مرد کا عاقل ہونا۔ اسلئے مجنون اور بے شعور لڑکے کا نکاح نہیں ہوتا۔

(۲) عورت کا شرعاً قابل نکاح ہونا۔

(۳) فریقین میں سے دونوں کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا۔ یعنے عورت اور مرد سنتے ہوں یا عورت کی جگہ اسکا وکیل یا ولی سنتا ہو۔

(۴) اسے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے نکاح ہونا جو آزاد مسلمان عاقل اور بالغ ہوں۔

(۵) دونوں شاہدوں کا ایجاب و قبول کے لفظوں کو سننا۔

(۶) بالغہ عورت کا اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہونا۔

(۷) ایجاب و قبول کے لفظوں کا ایک ہی مجلس میں ادا ہونا۔

(۸) ایجاب اور قبول کا ایک دوسرے کے مخالف نہ ہونا۔ مثلاً ایجاب کے لفظ یہ ہوں "میں تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح ایک ہزار درم مہر پر کرتا ہوں" اور اسکو قبول ان لفظوں سے کیا جائے کہ میں نے

نکاح قبول کیا مگر مہر منظور نہیں"۔ ایسی صورت میں نکاح جائز نہیں۔

(۹) مرد اور عورت کا معین ہونا۔ مثلاً اگر ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں ہوں تو ایجاب اور قبول میں صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ میں اپنی لڑکی نکاح میں دیتا ہوں بلکہ نام وغیرہ کی تعیین لازم ہے۔ ہاں اگر دوسری لڑکی منکوحہ ہو تو ویسے بھی نکاح ہو جائیگا۔

یہ عورتیں مرد پر حرام ہیں یعنے ان سے نکاح جائز نہیں۔

(۱) اس کی اصل یعنے ماں۔ دادی۔ پڑدادی نانی۔ پڑنانی اور اس سے اوپر جہانتک سلسلہ نسب چلا جائے۔ (۲) اسکی فرع یعنی بیٹی پوتی نواسی اور انکی اولاد جہانتک چلی جائے۔ (۳) بہن (۴) بھانجی اور اسکی اولاد۔ (۵) بھتیجی اور اسکی اولاد (۶) پھوپھی (۷) خالہ (۸) اپنی اس بیوی کی بیٹی جس سے وہ صحبت کر چکا ہو (۹) اپنی بیوی کی ماں اور اسکی اصل۔ (۱۰) اپنی اصل کی بیوی یعنی باپ دادا اور نانا کی بیوی (۱۱) اپنی فرع کی بیوی یعنے بیٹے پوتے کی بیوی۔ جہانتک سلسلہ چلے۔ (۱۲) وہ سب عورتیں جنپر دودھ کے رشتے سے اوپر کے نام صادق آتے ہوں۔ (۱۳) بیوی کی زندگی میں اسکی بہن یا کوئی اور اسکی ایسی رشتہ دار کہ ان دو میں سے جسکو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری عورت اس فرضی مرد پر حرام ہو۔ خواہ یہ حرمت نسب سے ہو یا دودھ سے (۱۴) مشرک اور مجوسی عورت۔ جو شخص کسی عورت سے زنا کرے یا برے خیال سے ہاتھ لگائے یا نظر کرے اسپر اس عورت کی اصل اور فرع اور عورت پر اس مرد کی اصل اور فرع حرام ہو جاتی ہے۔ جو عورت پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور اسکو طلاق نہ دی گئی ہو اس کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ طلاق پا چکنے یا شوہر کے گذر جانے کے بعد عورت جبتک عدت میں ہو اسوقت تک بھی یہی حکم ہے۔ عورت کو طلاق دینے کے بعد جب تک وہ عدت میں ہے، اسکی بہن سے نکاح کرنا درست نہیں۔ نکاح میں ایک سے چار عورتوں کو جمع کرنا جائز ہے زیادہ کو نہیں۔ اگر کسی شخص کی چار بیویاں موجود ہوں تو انکی موجودگی میں اسکو اور کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ مالک کو لونڈی سے اور غلام کو مالکہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔ معین وقت مثلاً ہفتہ یا مہینہ یا سال یا ذرہ عرصہ کے لئے نکاح کرنا جسے نکاح موقت کہتے ہیں اور محض نفسانی فائدوں کے لئے چند دنوں تک نکاح کرنا جسے متعہ کہتے ہیں درست نہیں۔ کوئی شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدے اور عورت کسی اور شخص کے ساتھ اس غرض سے نکاح کرلے کہ پھر اس سے طلاق لیکر پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے حلال ہو تو ایسے نکاح کو حلالہ کہتے ہیں۔ جسکے کرنیوالے کی برائی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

آزاد۔ بالغ اور عاقل عورت کا نکاح اسکی اپنی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ خواہ اسکا ولی (سرپرست) اجازت دے یا نہ دے لیکن اگر نکاح کرنے پر وہ راضی نہ ہو تو ولی کے لئے جائز نہیں کہ اسکو نکاح پر مجبور کرے خواہ وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شوہر دیدہ) ہو۔

نکاح کے وقت کفو کا لحاظ بھی مناسب ہے۔ یعنی مرد اور بیوی دونوں نسب میں۔ حریت میں۔ اسلام میں۔ دینداری میں۔ مال میں۔ حرفہ میں ایک دوسرے کے لگ بھگ ہوں۔

مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ اور اسکی تعداد کم سے کم دس درم (یعنی دو روپے دس آنے) ہے۔

ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کو رات رہنے ہیں اور مکان اور خرچ پات اور کھانے پینے میں برابر حصہ دینا واجب ہے۔ مگر مباشرت میں حصہ واجب نہیں۔ باکرہ اور ثیبہ۔ نئی اور پہلی مسلمہ اور کتابیہ اس میں برابر ہیں۔ اگر شوہر کو سفر پر جانے کا اتفاق ہو۔ تو جس بیوی کو چاہے ساتھ جا سکتا ہے۔ ہمیں ایسی باری اور بانٹ نہیں ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ قرعہ ڈالے اور جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لیجائے (کتب فقہ)۔

نکاح ثانی اگر عورت کو ایک یا دو طلاقیں دیجائیں تو عدت کے گذرنے کے بعد اُسے اپنے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے اور اگر تین طلاقیں دی جائیں تو جبتک دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے بعد ہمبستری کر کے طلاق حاصل نہ کر لے اور عدت گذار نہ لے تب تک اپنے پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ تا اِنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (س۔ بقرہ۔ ۲۹) اب اگر عورت کو (تیسری بار) طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اسکے لئے حلال نہیں ہو سکتی ہاں اگر (دوسرا شوہر ہمبستر ہوکر) اسکو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ (پھر) ایک دوسرے کیطرف رجوع کرلیں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم رہ سکیں۔

ل

ہندوؤں میں یہ رسم تھی اور اب بھی ہے کہ بیوہ عورتوں کو دوسری جگہ شادی نہیں کرنے دیتے اور بیچاری عورتیں یوں ہی بیٹھی اندر ہی اندر کڑھتی رہتی اور زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتی ہیں۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی بعض قوموں نے جو اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کی مہذب اور شریف کہلاتی ہیں ہندوؤں کی اس بری رسم کی پوری پوری تقلید کی اور اسباب کی مطلق پرواہ نہ کی کہ اسلام نے بیواؤں کی نسبت کیا کچھ حکم دیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیواؤں کا نکاح بہت جلد ہی کر دیا کرو۔

نکاح السِّر (ل) پوشیدگی کا نکاح۔ (ص۔ ش) میں اس نکاح کا نام ہے جسکی تشہیر نہ کی جائے (تغ)

نکیر ان دو فرشتوں سے ایک کا نام ہے جو مردے کو قبر میں سوال کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو لفظ۔ منکر نکیر)۔

نماز نماز فرض عبادتوں میں سے اول درجہ کی عبادت ہے اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے قرآن مجید میں اسکی بجاآوری کی جابجا تاکید آئی ہے۔ سورہ بقرہ رکوع ۵ میں ارشاد ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو لوگ (ہمارے حضور میں بوقت ادائے نماز) جھکتے انکے ساتھ تم بھی جھکا کرو۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اور نماز جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں جبکہ کبائر سے پرہیز کیا گیا ہو (مش)۔

اور انہی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر دریا ہو۔ اس میں وہ ہر روز پانچ بار نہاتا ہو۔ کیا اسکا کچھ میل باقی رہیگا؟ حاضرین نے عرض کیا کچھ میل باقی نہ رہیگا۔ فرمایا بس یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے جنکی بدولت اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (م)

جابر کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ اور کفر کے مابین ترک نماز کی حد ہے۔ (؎)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی اولاد کو ساتویں سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں انکو نماز (ترک کرنے) کی وجہ سے مارو اور انکو علیحدہ علیحدہ بستروں پر سلاؤ (؎)

پانچ نمازیں جو فرض ہیں اور ہر روز پڑھی جاتی ہیں انکے نام یہ ہیں۔

	اردو	فارسی	عربی
۱	فجر کی نماز۔	نماز صبح۔	صلوٰۃ الفجر
۲	ظہر کی نماز۔	نماز پیشین۔	صلوٰۃ الظہر
۳	عصر کی نماز۔	نماز دیگر۔	صلوٰۃ العصر
۴	مغرب کی نماز۔	نماز شام۔	صلوٰۃ المغرب
۵	عشا کی نماز۔	نماز شب۔	صلوٰۃ العشاء

فجر کی نماز کا وقت پو پھٹنے سے سورج کے نکلنے سے پہلے تک ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت دوپہر ڈھلنے کے بعد سے چوتھائی دن رہے سے پہلے تک ہے۔ عصر کی نماز کا وقت چوتھائی دن رہنے کے بعد سے سورج کے ڈوبنے سے پہلے تک ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوب جانے کے بعد سے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تک ہے۔ اسکے عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور فجر سے پہلے تک رہتا ہے

نماز سے پہلے فرض ہے کہ مرد ناف سے گھٹنوں تک اور عورت قدموں کے سوا باقی سارا بدن ڈھانپے۔ اور بدن، کپڑا اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔

حدیث شریف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید آئی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے پہلے اذان کہی جاتی ہے۔ اسکے بعد جب امام جماعت کرانے کو تیار ہو تو اسکے پیچھے پہلی صف میں موذن یا اسکی اجازت سے کوئی دوسرا شخص قبلہ کیطرف منہ کرکے کھڑا ہوتا اور اقامت کہتا ہے۔ اقامت کے وہی لفظ ہیں جو اذان کے ہیں۔ مگر اس میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار زائد کہنا ہوتا ہے۔ جب اقامت کہنے والا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پر پہنچتا ہے تو امام کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی صفیں درست کر لیتے ہیں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہنے کے موقع پر امام قبلہ کیطرف منہ کر لیتا ہے۔ پھر نماز جماعت کی نیت کرکے اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے۔ اور ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتا ہے۔ مقتدی بھی اسیطرح کرتے ہیں۔ پھر امام اور مقتدی سب کے سب آہستہ دل میں ثنا پڑھتے ہیں۔ پھر امام اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد وہ سورۃ فاتحہ اور پھر قرآن شریف کی کوئی سورت یا ایک بڑی آیت پڑھتا ہے۔ ظہر و عصر کی جماعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ کی قرأت آہستہ اور فجر و مغرب اور عشا کی جماعتوں میں آواز سے پڑھتا ہے۔ مگر مقتدی کسی نماز کی جماعت میں سورہ فاتحہ وغیرہ قرأت نہیں پڑھتے۔ چپکے سجدہ کی جگہ پر نگہ جمائے کھڑے رہتے ہیں۔ فجر مغرب اور عشا کی نمازوں میں جب امام سورت فاتحہ پڑھ چکے تو امام اور مقتدی آہستہ دل میں کہیں۔ آمین۔ اس کھڑے ہونے کا نام قیام ہے اور جو کچھ اس میں پڑھا جاتا ہے اسے قرأت کہتے ہیں۔ قیام کے بعد امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے کہتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور پہلے امام پھر مقتدی رکوع کرتے ہیں۔ اور سب کے سب آہستہ سے دل میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کہتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پھر امام آواز سے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے اور اسکے بعد مقتدی بھی کھڑے ہوتے ہیں مگر یہ لفظ نہیں کہتے اور جب امام یہ لفظ کہہ چکتا، تو مقتدی آہستہ سے کہتے ہیں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ امام یہ لفظ نہیں کہتا۔ اسکے بعد امام آواز سے اور

مقتدی آہستہ سے تکبیر کہکر پہلے امام اور پھر مقتدی سجدہ میں جاتے ہیں۔ اور سب کے سب آہستہ سے دل میں تین یا پانچ یا سات بار کہتے ہیں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پھر امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے تکبیر کہکر اُٹھتے ہیں اور جلسہ میں بیٹھتے ہیں اور پھر تکبیر کہکر اسی طرح سجدہ کرتے ہیں۔ یہانتک ایک رکعت پوری ہوئی۔ اسکے بعد امام آواز سے اور مقتدی آہستہ سے تکبیر کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری رکعت شروع کرتے ہیں۔

یہ بھی پہلی رکعت کیطرح پڑہی جاتی ہے مگر ثنار اور اعوذ نہیں پڑہی جاتی۔ جب دوسری رکعت پوری ہوجاتی ہے تو تکبیر کہکر اسیطرح بیٹھ جاتے ہیں جسطرح جلسے میں بیٹھے تھے۔ یہ قعدہ ہے۔ اب اگر تین یا چار رکعتیں پڑہنی ہوں تو تشہد پڑھکر اسیطرح تکبیر کہتے ہوئے سب اُٹھتے ہیں اور باقی رکعتیں بھی اسی طرح پڑہتے ہیں۔ مگر ان میں امام سورہ فاتحہ آہستگی سے پڑہتا ہے اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیۃ نہیں پڑہتا۔ سب سے آخری رکعت کے بعد قعدہ میں تشہد پڑہا جاتا ہے اور اسکے ساتھ درود اور دعا سب کے سب آہستہ پڑہتے ہیں۔ پھر امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستگی سے پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف منہ کرکے کہتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔

جماعت ہورہی ہو تو اسکے ساتھ ملجانے کا حکم ہے علیحدہ نماز پڑہنی ممنوع ہے۔ امام رکوع۔ سجدہ۔ تشہد یا جس حالت میں ہو اسی حالت میں ملجاتے ہیں۔ اور جتنی نماز وہ پڑھ رہے اسکے ساتھ پڑہتے ہیں۔ جب وہ دائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو بعد میں شامل ہونیوالے چپکے بیٹھے رہتے ہیں۔ جب دوسری طرف سلام پھیرتا ہے تو تکبیر کہکر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور باقی نماز پوری کرلیتے ہیں۔

اگر فرض اکیلے پڑہنے ہوں تو اللہ اکبر کہکر جو کچھ امام پڑہتا ہے سب آہستگی سے پڑہتے ہیں۔ سنتوں میں بھی اسیطرح کیا جاتا ہے۔ مگر چار سنتیں ہوں تو آخر کی دو رکعتوں میں بھی سورۃ یا آیت پڑہنی واجب ہے۔

لڑکیاں اور عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑہتی ہیں۔ مگر نیت باندھتے وقت ہاتھ صرف کندھوں تک اُٹھاتی اور سینہ پر باندھتی ہیں۔ رکوع میں گھٹنوں پر انگلیاں کھلی رکھنا اور سمٹ کر سجدہ کرنا اور قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکالکر بائیں چوتڑ پر بیٹھنا بھی عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔

اوپر عام طور پہ نماز پڑہنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور نماز کی کئی قسمیں ہیں۔ فرض۔ سنت۔ نفل۔ وتر اور یہ سب نمازیں اسی طریقہ سے پڑہی جاتی ہیں۔ جو مذکور ہوا۔ فرق اگر ہے تو بہت تھوڑا ہے۔ پانچوں وقت فرض نمازوں کے علاوہ باقی قسم کی نمازیں بھی پڑہی جاتی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فجر۔ دو سنتیں۔ دو فرض۔

ظہر۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل۔

عصر۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔

مغرب۔ تین فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل۔

عشاء۔ چار سنتیں۔ چار فرض۔ دو سنتیں۔ دو نفل
تین وتر۔ دو نفل۔

فرض نماز مسلمان عاقل بالغ آدمی کو کسی حالت میں معاف نہیں ہوتی۔ اسکو چھوڑنے والا بڑا گنہگار اور اس سے انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے۔ وتر کی نماز واجب ہے۔ یہ بھی فرض نماز کے قریب قریب حکم رکھتی ہے۔ فجر کی فرض نماز سے پہلے اور ظہر مغرب و عشا کی فرض نماز کے پیچھے دو دو رکعتیں اور ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں جنکے پڑہنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور انکا چھوڑ دینا گناہ ہے بعض

اور عشا کے فرضوں سے پہلے چار سنتیں پڑھنی مستحب ہیں۔ انکا پڑھنا ثواب ہے اور نہ پڑھنا کوئی گناہ نہیں۔ اور نفلوں کا یہی حکم ہے۔

اور جن نمازوں کا ذکر گزر چکا ہے وہ یا تو فرض یا واجب ہیں یا سنت موکدہ ہونے کے سبب عموماً روزانہ پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی ایسی نمازیں بھی ہیں جو یا تو نفل ہیں اور محض ثواب کی خاطر روزانہ یا کبھی کبھی پڑھی جاتی ہیں۔ یا سنت ہیں مگر انکا وقت مقرر نہیں بلکہ کسی خاص وقت پر موقوف ہوتی ہیں یا وہ انسانی حاجتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جب ضرورت ہو تو دعا کے طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے اصطلاحی نام اور وہ مشہور نام جن کے ذیل میں ان کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے دونوں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ صلوٰۃ التہجد۔ دیکھو تہجد کی نماز۔
۲۔ صلوٰۃ الاشراق۔ " اشراق کی نماز۔
۳۔ صلوٰۃ الضحیٰ۔ " چاشت کی نماز۔
۴۔ صلوٰۃ التسبیح۔ " صلوٰۃ التسبیح۔
۵۔ صلوٰۃ الاوابین۔ " اوابین کی نماز۔
۶۔ تحیۃ الوضو۔ " تحیۃ الوضو۔
۷۔ صلوٰۃ الاستخارہ۔ " استخارہ کی نماز۔
۸۔ صلوٰۃ الحاجۃ۔ " حاجت کی نماز۔
۹۔ صلوٰۃ الاستسقاء۔ " استسقاء کی نماز۔
۱۰۔ صلوٰۃ الکسوف والخسوف " کسوف و خسوف کی نمازیں۔

علاوہ ازیں فرض نمازوں کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں انسانی حالت کے تغیر سے مسائل متغیر ہو گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ صلوٰۃ الخوف۔ دیکھو خوف کی نماز۔
۲۔ صلوٰۃ المسافر۔ " مسافر کی نماز۔

نماز کی جزئی اصطلاحات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آئیگا۔

نماز تراویح

رمضان میں عشا کی نماز کے بعد اور وتر سے پہلے تراویح کی بیس رکعت باجماعت یا اکیلے پڑھنی سنت ہیں۔ دو دو رکعت یا چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں۔ ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ ہر ترویحہ کے بعد اتنی دیر بیٹھنا چاہئے جتنے میں چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تراویح اگر قضا ہو جائیں تو انکا پھر پڑھنا ضروری نہیں سارے ماہ رمضان کی نماز تراویح میں قرآن مجید کا ایک ختم سنت ہے۔ اگر ہو سکے تو دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ ختم کئے جاتے ہیں مگر ایک ختم نہیں چھوڑنا چاہئے اگر امام حافظ قرآن نہ ہو تو چھوٹی سورتیں ہی تراویح کی جماعت میں پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کے بعد وتر بھی جماعت سے پڑھے جاتے ہیں امام وتروں کی تینوں رکعتوں میں قرائت آواز سے اور امام و مقتدی دونوں دعائے قنوت آہستہ پڑھتے ہیں۔ رمضان کے سوا باقی ایام میں وتر الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ (کذا فی کتب الفقہ)

شیعی مذہب میں بھی رمضان کی راتوں کو نوافل کا پڑھنا مشروع ہے۔ مگر ان نوافل کو تراویح نہیں بلکہ نافلہ رمضان کہتے ہیں۔ اور انکی تعداد ایک ہزار رکعت ہے جن میں سے بیس رکعت ہر شب پڑھی جاتی ہیں آٹھ رکعت مغرب کے بعد اور بارہ عشا کے بعد اور عشرہ آخرہ کی بعض راتوں کو سو سے زیادہ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں (مختصر النافع رسالہ فقہ علامہ مجلسی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتداء نماز تراویح ایک دو مرتبہ جماعت سے پڑھائی۔ مگر پھر اس خیال سے کہ یہ نماز مسلمانوں پر واجب ہو گئی تو ان کو بار ہو جائے گی اپنے گھر تنہا پڑھنی شروع کی اور صحابہ کو تاکید فرماتے رہے کہ مسجد میں جسقدر رکعتیں پڑھ سکیں پڑھیں۔ چنانچہ کوئی پچاس کوئی سو کوئی اس سے بھی زیادہ رکعتیں

پڑھتا۔ مگر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ان رکعتوں میں قرآن مجید کثرت سے پڑھتے تھے۔ فجر سے پہلے تک صرف آٹھ رکعتیں پڑھنی پاتے تھے کہ سحر کا وقت گزر جانے کے قریب ہو جاتا اور بڑی عجلت سے سحری کھاتے ان آٹھ رکعتوں میں آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا آنحضرت کی وفات کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور تراویح باجماعت کے وجوب کا احتمال نہ رہا اسلئے حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے عہد خلافت میں مسجدوں میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور ان کی تعداد بھی جو اب تک آٹھ سے لیکر سو سے زیادہ تک غیر متعین چلی آتی تھی ایک معتدل و متوسط مقدار یعنے بیس میں متعین کر دی۔ جس پر تمام امت کا اجماع ہو گیا اور چاروں ائمہ اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے۔ مگر اہلحدیث (غیر مقلدین) آٹھ رکعت تراویح پڑھنا ہی مسنون سمجھتے ہیں۔ اور بیس رکعت کی تعیین انکے نزدیک بدعت ہے اور نماز تراویح ان کے نزدیک کوئی جداگانہ نماز نہیں بلکہ وہی نماز تہجد ہے جسکو ماہ رمضان میں اول شب میں پڑھا جاتا ہے۔

نماز کی دعائیں نماز شروع کرتے وقت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد اور قراءت سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (تر) خداوندا مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی ہی دوری ڈالدے جتنی مشرق اور مغرب میں دوری ڈالی ہے۔ خداوندا مجھے گناہوں سے ویسا ہی پاک و صاف کر دے جیسا سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ خداوندا مجھے گناہوں سے پانی اور برف اور اولے کے ساتھ دھو دے۔ اور کبھی پڑھتے اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْاَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ۔

یعنی۔ بے شک میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے کوئی اسکا شریک نہیں اور مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اسکے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔ خداوندا مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی راہ دکھا۔ تیرے سوا کوئی بہترین اعمال و اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا اور مجھے بدترین اخلاق سے بچالے۔ تیرے سوا کوئی بدترین اعمال و اخلاق سے بچا نہیں سکتا۔

نماز وتر ایک خاص نماز ہے جو عشا کی فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر کہیں۔ اور دعائے قنوت پڑھتے ہیں اگر دعائے قنوت نہ آتی ہو تو اسکی جگہ یہ دعا پڑھنے کی اجازت ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ کہیں حنفیوں کے نزدیک وتر کے سوا اور کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی جاتی مگر اہلحدیث (غیر مقلدین) فجر کی نماز میں بھی دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ نیز وہ اس امر میں بھی اختلاف رکھتے ہیں کہ اس دعا کو رکوع سے پہلے نہیں پڑھتے۔ بلکہ رکوع کے بعد قومہ میں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں۔

نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں گزرا ہے اور خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ جو شخص اسکے دربار میں جاتا تھا اسکو

سجدہ کرتا تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم کو اپنے سامنے بلایا۔ مگر انہوں نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور بحث میں نمرود کو لاجواب بھی کر دیا۔ نمرود انکا دشمن ہو گیا۔ اور انکو آگ میں ڈال دیا۔ مگر خدا نے انکو صحیح وسالم رکھا۔ (جامع التواریخ)

مفصل حالات ابراہیم کے ذکر میں درج ہیں۔
قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسکا ذکر آیا ہے۔

نمل نملۃ کی جمع ہے جسکے معنے چیونٹی کے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں ان چیونٹیوں کا قصہ مذکور ہے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھکر کہا تھا کہ اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر تمہیں کچل ڈالے۔ اسلئے اسکا نام نمل ہوا۔ یہ سورۃ مکیہ ہے۔ اسکی ترانوے آیات اور سات رکوع ہیں۔

نمیمہ چغلی لگانا۔ بجھانا۔ یہ خصلت کبائر گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

اگر کسی شخص کی نسبت ایسی بات اڑائی جائے جو سچی ہو۔ لیکن اگر اسکے روبرو بیان کی جائے تو وہ غصہ ہو اسے غیبت کہا جاتا ہے۔ دیکھو (غیبت)۔
اگر جھوٹی بات اڑائی جائے تو یہ افترا اور بہتان ہے دیکھو (بہتان)۔

نوافل نوافل جمع ہے نافلہ کی۔ اسکے معنے ہیں نماز نفل۔ اور اس میں نماز سنت اور نفل نمازیں شامل ہیں۔ نماز کے لفظ میں فرض نماز پڑھنے کا طریقہ بیان ہو چکا۔ سنت اور نفل نمازیں بھی اسیطرح پڑھی جاتی ہیں جس طرح فرض نماز۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک تو سنت و نفل کی ساری رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد قرات واجب ہے۔ دوسرے نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھکر پڑھی جاتی ہیں مگر کھڑے ہو کر شروع کرنیکے بعد بیچ میں بلا عذر بیٹھ جانا مکروہ ہے۔ جس نفل کو قصداً شروع کیا جائے اسکا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

بہت سی قسم کی سنت اور نفل نمازیں ہیں جنکا ذکر اپنے اپنے موقع پر مندرج ہے اور ان سب کے نام نماز کے بیان میں مذکور ہیں۔

نواقض علی الروافض شریف مرزا مخدوم بن میر عبد القادر کی تصنیف ہے جس میں روافض کی تردید کی گئی ہے۔ سید محمد بن عبد الرسول نے اسکو مختصر کیا۔ شریف مرزا ۹۹۵ھ اور سید محمد ۱۱۰۳ھ میں فوت ہوئے (کش)۔

نوح ایک اولو العزم پیغمبر کا نام ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف رکوع ۸ میں ارشاد ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ تا فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝
یعنی قسم اللہ کی ہم نے نوح کو اسکی قوم کیطرف بھیجا۔ اس نے کہا بھائیو اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا سچا معبود نہیں مجھکو تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اسکی قوم کے سردار کہنے لگے ہم تو بے شک سمجھتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں ہے۔ نوح نے کہا۔ بھائیو! میں تو گمراہ نہیں ہوں۔ البتہ اسکا بھیجا ہوا ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ میں تم کو اپنے مالک کا پیغام پہونچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی

چاہتا ہوں اور اللہ کیطرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمکو اسبات سے تعجب ہوا کہ تمہارے مالک کا ارشاد تمہیں میں سے ایک مرد کی زبان پر تم کو پہنچا۔ اسلئے کہ وہ تمکو (اسکے عذاب سے) ڈرائے۔ اور اسلئے کہ تم (گناہوں سے) بچو۔ اور اسلئے کہ تمپر رحم ہو۔ آخر ان لوگوں نے انکو جھٹلایا۔ تو ہم نے انکو اور ان کے ساتھیوں کو جو انکے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ڈبو دیا (کیونکہ وہ عقل کے) اندھے لوگ تھے۔

اسکے علاوہ سورہ اعراف رکوع ۸۔ سورہ ہود رکوع ۳ تا ۴۔ سورہ انبیار رکوع ۶۔ سورہ مومنوں رکوع ۲ سورہ فرقان رکوع ۴۔ سورہ شعرار رکوع ۶۔ سورہ عنکبوت رکوع ۲۔ سورہ الصّٰفّٰت رکوع ۳۔ سورہ ص رکوع ۱ سورہ مومن رکوع ۱۔ سورہ شوریٰ رکوع ۲۔ سورہ ذاریات رکوع ۲۔ سورہ نجم رکوع ۳۔ سورہ قمر رکوع ۱۔ سورہ حاقہ ع ۱۔ سورہ نوح ع ۱۔ ۲۔ میں بھی نوح علیہ السلام کا حال آیا ہے۔

نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کی وفات سے ایک سو چھبیس سال بعد متولد ہوئے۔ جوان ہوتے ہی منصب رسالت پر فائز ہوئے۔ مدت کی تبلیغ کے بعد صرف چند آدمی ان پر ایمان لائے۔ اور اس اثنار میں منکرین نے انکو بہت ایذائیں پہنچائیں۔ ساڑھے نو سو سال کے بعد خدا کی درگاہ میں شکایت کی۔ خطاب ہوا۔ کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اب انپر طوفان کا عذاب آنیوالا ہے۔ تم اپنے لئے کشتی بناؤ۔ جبرئیل علیہ السلام نے سال کی لکڑی لادی اور اسکو زمین میں لگانے کا اشارہ کیا۔ بیس یا چالیس سال کے بعد وہ بڑا درخت بنگیا تو نوح علیہ السلام نے جبرئیل کی تعلیم کے مطابق اپنے تین بیٹوں اور ایک اور شخص کی مدد سے کشتی تیار کی اندر باہر روغن قار لگایا۔ ایک ہزار گز سے زیادہ طول اور چھ سو گز عرض اور تیس گز بلند تھی۔ شمشاد کی لکڑی سے ایک تابوت بنا کر آدم علیہ السلام کا جسم بھی اس میں رکھ لیا گیا اور حفاظت نسل کے لئے ہر جانور اور چوپائے کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیا۔ آخر طوفان کی آمد کا وقت آگیا۔ اور ایک نانبائی کے تنور سے پانی پھوٹ نکلا۔ چشموں اور دریاؤں کے پانیوں میں بھی طغیانی آگئی۔ اوپر سے مینہ نے زور و شور کی جھڑی لگا دی۔ چالیس روز تک یہ کیفیت جاری رہی۔ جل تھل ایک ہو گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی پانی چڑھ گیا۔ اس قوم کا بادشاہ صغروش نام خوف کا مارا بھاگا بھاگا پھرتا رہا۔ آخر ہلاک ہوا۔ حضرت نوحؑ کی بیوی واعلہ اور انکے بیٹے کنعان نے جو مذہب میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ کشتی میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ آخر ایک موج نے انکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ کشتی کوفہ سے چلی اور سات مرتبہ حرم مکہ کا طواف کیا۔ ملکوں اور سرزمینوں کو طے کرتی پھرتی رہی آخر پانچ ماہ بعد کوہ جودی کی چوٹی پر جا ٹھہری اور ایک مہینہ اسی جگہ لنگر انداز رہی۔ کہتے ہیں کہ چونکہ شدت طوفان میں سورج کے طلوع و غروب کا پتہ نہیں ملتا تھا اسلئے نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں کسی حکمت سے دو ایسے نورانی مہرے لگا لئے تھے جن سے رات دن کی گھڑیوں کا حساب معلوم ہوتا رہتا تھا اور ان کے حساب سے نماز و روزہ پر عمل کرتے تھے۔ بعض اور بھی عجیب عجیب روایات مشہور ہیں۔ مثلاً کشتی میں سے نجاست کی صفائی کرنے کے لئے حضرت نوحؑ نے خدا کے حکم سے ہاتھی کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو اس سے خنزیر پیدا ہو گیا۔ جو کشتی کی نجاست کھا کر اسکو صاف کر دیتا تھا۔ پھر اہل کشتی کو چوہے ستانے لگے تو نوحؑ نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ شیر نے چھینک لی تو اسکی ناک سے بلی نکل پڑی اور اس نے چوہوں کی صفائی شروع کر دی

وغیرہ۔ ایسی ہی ایک روایت یہ مشہور ہے کہ جب مینہ تھم گیا تو انہوں نے طوفان کی خبر لانے کے لئے کوے کو بھیجا۔ مگر وہ راستے میں کسی مردار کو دیکھکر اسی میں مشغول ہوگیا۔ پھر کبوتر کو بھیجا تو وہ زیتون کے چند پتے توڑ لایا جس سے معلوم ہوا کہ پانی درختوں سے اُتر چکا ہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ کچھ مٹی چونچ میں اُٹھا لایا۔ جو اس بات کی علامت تھی کہ اب زمین نمودار ہوگئی۔ آخر تمام اہل کشتی عاشورا کے دن کشتی سے اُترے اور کوہ جودی کے آس پاس ہی بستی بنائی۔ چونکہ انکی تعداد اسّی تھی اسلئے اس بستی کا نام سوق الثمانین یعنے اسّی آدمیوں کا بازار قرار پایا۔ پھر وبا آگئی اور وہ سب کے سب اشخاص وفات پاگئے صرف نوحؑ اور انکے تین فرزند اپنی بیویوں سمیت باقی بچے جنکے نام سام۔ حام اور یافث ہیں۔ حضرت نوحؑ نے تمام ربع مسکون کو تینوں فرزندوں میں تقسیم کردیا۔ ملک شام۔ فارس۔ خراسان۔ عراق سام کے حوالہ کئے۔ دیار مغرب۔ حبشہ سندھ۔ ہند اور سوڈان حام کو دئے اور چین و ترکستان یافث کو عطا کئے۔

طوفان کا واقعہ آدم علیہ السلام کے نزول سے دو ہزار دوسو بیاسی (۲۲۸۲) سال بعد وقوع میں آیا۔ اسکے بعد حضرت نوحؑ تین سو پچاس سال زندہ رہے۔ رحلت کے وقت جبرئیل اور عزرائیل کے سوال پر انہوں نے کہا۔ زندگی کو میں نے ایک ایسا گھر پایا ہے جسکے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے داخل ہوا۔ لحظہ بھر اندر ٹھہرا پھر دوسرے دروازہ سے باہر نکل گیا۔ حضرت نوحؑ کی عمر ایک ہزار چار سو چھیاسٹھ (۱۴۶۶) سال ہوئی۔ بعضے کچھ اور تعداد بتاتے ہیں۔ حضرت نوحؑ کا لقب شیخ الانبیاء اور نجی اللہ ہے۔ انکو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔ دس صحیفہ ان پر نازل ہوئے۔ قبر مبارک بیت المقدس میں ہے۔ (جا)

نوحہ مُردوں پر رونا چلّانا۔ میت پر رونا چلّانا۔ منہ پیٹنا۔ کپڑے پھاڑنا۔ اور چیخیں مارنا ناجائز ہے اور اس سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کسی بیماری میں مبتلا ہوئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور عبدالرحمٰن ابن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود کو ساتھ لے کر انکی عیادت (بیمار پرسی) کو انکے پاس تشریف لے گئے اور جب ان (کے بستر) کے پاس پہونچے تو انہیں ایک نہایت دشوار اور سخت مرض میں مبتلا پایا اور فرمایا سعد کا تو کام تمام ہوگیا۔ حاضرین نے عرض کیا یارسول اللہ سعد مرے نہیں ہیں۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور جب لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو سب رونے لگے۔ اسپر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے کہ خدائے تعالےٰ نہ تو آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرتا ہے اور نہ دل کے غم واندوہ پر۔ اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ لیکن اسکے فعل پر عذاب کرتا یا رحم فرماتا ہے (یعنی ثواب و عذاب فعل زبان پر مترتب ہوتے ہیں) اور وہ (مردہ) اپنے لوگوں کے رونے کی وجہ سے (اگر لوگوں کو رونے کی وصیت کر مرا ہو یا رونے سے خوش ہوتا ہو) عذاب دیا جاتا ہے (صح)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص منہ پیٹے اور کپڑے پھاڑے اور جاہلیت جیسا نوحہ کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں (صح)

مشکوٰۃ شریف کے باب البکاء علی المیت میں ابوبردہ۔ ابومالک اشعری اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے اسی مضمون کی روایتیں مندرج ہیں۔

نور اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے جسکے معنے ہیں روشن کرنے والا۔ قرآن مجید

کی ایک سورہ کا نام بھی ہے۔ جسکے پانچویں رکوع میں یہ اسم یوں آیا ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

نور در اصل وہ چیز ہے جو ظاہر فی نفسہ اور دوسری چیزوں کی مظہر ہو۔ اور جب وجود کا مقابلہ عدم سے کیا جائے تو وجود ہی کے لئے ظہور ہوگا۔ اور عدم سے بڑھ کر کوئی تاریکی نہیں۔ پس جو موجود برحق عدم کی ظلمت بلکہ اسکے امکان تک سے پاک و منزہ ہے اور تمام اشیاء کو عدم کی تاریکی سے نکالنے والا ہے وہ نور کہلانے کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اور نور وجود تمام اشیاء پر اسکی ذات کے نور سے فائض ہوتا ہے۔ پس وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور جسطرح ہر ذرہ جو سورج کے نور سے چمک رہا ہے سورج کے وجود پر شاہد ہے۔ اسی طرح تمام موجودات ارض و سماوات میں سے ہر موجود اپنے موجد کے وجود کا شاہد ناطق ہے (مق)

نور الانوار (۱) روشنیوں کی روشنی۔ اعلیٰ درجہ کا نور (۲) خدا کے لئے بطور اسم بولا جاتا ہے (۳) علم اصول کی مستند اور جامع کتاب کا نام ہے۔ جو شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے اُستاد ملا جیون نے تصنیف کی تھی۔ اہل سنت والجماعت کی درسی کتابوں میں داخل ہے۔

نور محمدی یہ کلمہ دو عربی کلموں سے مرکب ہے مگر اردو میں فارسی ترکیب سے استعمال ہوتا ہے۔ جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہوتی ہے

نور النور (ل) نور کا نور (ص) میں خدا تعالےٰ کو کہتے ہیں۔

نور الیقین مصنفہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد عجیسی تلمسانی متوفی ۶۶۲ھ اس کتاب میں اولو العزم اور صاحب مقامات اولیاء

کے حالات پر بحث کی گئی ہے۔ (کش)

نَوم نیند۔ دیکھو (نیند)

نون حروف تہجی میں سے چھبیسویں حروف کا نام ہے۔ یہ حرف قرآن مجید کی سورہ (۶۸) کے شروع میں حروف مقطعات کے طور پر آیا ہے۔ اور اسی پر اسکا نام سورہ ن مقرر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت یہ ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ نون (اے پیغمبر) قلم کی قسم اور لوگوں کے لکھنے کی قسم تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ بظاہر یہاں نون سے مراد حرف ہے اور حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد دوات ہے۔ اور ابن عباس کا قول ہے کہ یہ وہ مچھلی ہے جس پر زمین ہے اور اسکا نام یہموت ہے۔ لیکن ان دونوں قولوں میں اشکال ہے۔ کیونکہ ان صورتوں میں خواہ وہ اسم جنس ہو یا اسم علم ہو بہر حال اسپر اعراب ہونا چاہئے مگر سکون ہے جو اس کے حروف معجم میں سے ایک حرف ہونے کی دلیل ہے۔

نہایۃ الارب فی فنون الادب تئیس جلدوں میں علم تاریخ میں شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب نویری کندی کی تصنیف ہے، جو ۷۳۳ھ میں فوت ہوئے یہ کتاب شاہ ناصر الدین محمد بن قلاون کے زمانہ میں تالیف ہوئی۔ (کش)

نہایۃ الاقدام علم کلام میں ابو الفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی کی تصنیف ہے۔ جو ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے (کش)۔

نہایۃ التاویل فی اسرار التنزیل علم تفسیر میں کمال الدین عبدالواحد بن عبدالکریم معروف بہ ابن زملکانی کی تصنیف ہے جو ۶۵۱ھ میں فوت ہوئے (کش)

نہایہ فی بدء الخیر والغایہ صحیح بخاری کا اختصار ہے۔ مصنفہ شیخ عبداللہ بن سعد ازدی متوفی سنہ ۶۷۵ھ مصنف موصوف نے خود ہی اسکی شرح لکھی جسکا نام بہجۃ النفوس رکھا (کش)

نہایہ فی غریب الحدیث کئی جلدوں میں شیخ ابو السعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری متوفی سنہ ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مطالب علامہ ہروی اور ابو موسئے اصفہانی کی غریبوں سے لئے گئے ہیں عیسیٰ بن محمد صفوی متوفی سنہ ۹۵۳ھ نے اسکا اختصار کیا۔ (کش)

نہج البلاغہ ابن خلکان لکھتا ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ کتاب ابو القاسم علی بن طاہر مرتضیٰ کی تصنیف ہے۔ یا اسکے بھائی شریف رضی بغدادی کی۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ جو شخص نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تصنیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں جابجا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو سست کہا گیا ہے۔ بہرحال عز الدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ نے بیس جلدوں میں اسکی شرح لکھی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی ایک علماء نے اسکی شروح لکھی ہیں جن میں سے یوسف بن حسن متوفی سنہ ۹۲۲ھ اور ہیثم بن علی بن ہیثم بجرانی کی شرحیں قابل ذکر ہیں (کش)

نیّت اس کے معنے ہیں کسی کام کا ارادہ کرنا قصد کرنا۔ نیت کو بہت سے شرعی احکام سے تعلق ہے۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں نیت سنت ہے۔ اور باقی ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے۔

نماز میں نیت شرط ہے مگر نیت کا دل سے ہونا شرط ہے اگر زبان سے بھی نیت کے لفظ ادا کرے تو مستحب ہے اس سے نیت اور بھی پکی ہو جاتی ہے مگر جب نیت میں کچھ ہو اور زبان سے کچھ اور نکل جائے تو صرف دل کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ زبان کے لفظوں کا نہیں۔ مثلاً مغرب کی فرض نماز پڑھتے وقت کسیکو خیال ہوا کہ میں مغرب کی نماز کے تین فرض پڑھتا ہوں۔ مگر نیت کرتے وقت منہ سے نکل جائے کہ عشاء کے چار فرض پڑھتا ہوں تو اسکی نماز درست ہے۔

فرضی اور نفلی روزے کی نیت رات سے لگا کر دن میں زوال تک جب چاہیں کر سکتے ہیں واجب روزے اگر خاص وقت سے تعلق رکھتے ہیں جیسے نذر معین کے روزے انکا بھی یہی حکم ہے مگر جو واجب روزے کسی خاص وقت سے تعلق نہیں رکھتے جیسے غیر نذر کے روزے۔ اور قضا روزے اور کفار کے روزے۔ انکی نیت رات ہی سے ہونی چاہیئے۔ (اسلام کی تیسری)۔

طلاق رجعی میں اگرچہ طلاق دینے کی نیت نہ ہو تو بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور طلاق بالکنایہ میں طلاق دینے کی نیت شرط ہے۔ یا قرینے اور موقعہ کے لحاظ سے ثابت ہو جائے کہ کہنے والے کی نیت طلاق کی تھی (اسلام کی پانچویں)

حدیث میں آیا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال نیتوں پر موقوف ہیں)

نیند نیند کے آداب ذیل کی احادیث سے واضح ہو سکتے ہیں:۔

(۱) تمیم کے بیٹے عباد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے دیکھا۔ (صح)

(۲) سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے بائیں کروٹ کا ایک تکئے پر سہارا دئے بیٹھے ہیں (تر)۔

(۳) ابو قتادہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ حالت سفر میں آخر شب کو کسی جگہ اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے اور صبح کے نزول فرماتے تو اپنی بانہہ مبارک کھڑی کرتے اور ہتھیلی پہ سر مبارک رکھ لیتے۔ (مش)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لیٹنے کی ہیئت ایسی ہیئت ہے جسے خدا دوست نہیں رکھتا (تر)۔

(۵) شیبان کے بیٹے علی رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مکان کی چھت پر اس حال میں سوئے کہ چھت پر کوئی پردہ اور آڑ (جو اسکو نیچے گرنے نہ دے) نہ ہو اس سے (وہ حفاظت کی) ذمہ داری اٹھ گئی (جو خدا نے اپنی مہربانی سے فرشتوں کے متعلق کی ہے کہ وہ آدمی کو مہالک سے بچاتے رہتے ہیں) (ابو)

نیند اور بیداری کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم جب خوابگاہ میں تشریف لاتے اور سونے کو ہوتے تو معوذات[1] اور قل ہو اللہ احد پڑھتے اور دونوں ہاتھوں پر پھونک کر انہیں اپنے چہرے اور جسد مبارک پر ملتے۔ تین دفعہ اسی طرح کرتے۔ جب آپ کو مرض موت پیش آیا تو مجھے حکم دیا کہ میں اسیطرح کروں۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بچھونے پر آکر یہ دعا پڑھتے تھے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيٰى وَاَمُوْتُ خداوندا میں تیرے ہی نام پر جیتا اور مرتا ہوں۔

اور نیند سے بیدار ہوتے وقت فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ خدا کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر اٹھایا اور اسی کیطرف انجام کار جی اٹھنا ہے۔

حضرت ابراہیمؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تو بچھونے پر آکر لیٹے تو یہ دعا پڑھ لے اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ۔ خداوندا میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اور اپنا منہ تیرے آگے جھکا دیا اور اپنا کام تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت کو تیری طرف لگا دیا۔ تیری طرف رغبت کرکے اور تجھ سے خوف کرکے تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور جائے امن نہیں۔ تونے جو کتاب نازل فرمائی ہے میں اسپر اور جس نبی کو تونے بھیجا ہے اسپر ایمان لایا ہوں۔

براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بعد کو حضرت نے فرمایا کہ براء اگر تو اس رات میں مرے گا تو اسلامی فطرت پر مریگا اور اگر صبح کو زندہ اٹھیگا تو بھلائی کو پہنچیگا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم شب کو بیدار ہوتے تو فرماتے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

[1] معوذات سے وہ دعائیں مراد ہیں جنکے ذریعہ خدا سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ اور معوذتین اخیر کی دو سورتیں۔ قل اعوذ برب الفلق۔ اور قل اعوذ برب الناس کو بھی کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر معوذات سے یہی مراد ہیں ۱۲

اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُکَ رَحْمَتَکَ
اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ
اِذْ ھَدَیْتَنِیْ وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ
رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۔

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے خداوندا اور تیری تعریف کے ساتھ ہیں۔ اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری رحمت مانگتا ہوں۔ الٰہی! مجھے علم زیادہ دے اور میرے دل کو اسکے بعد کج مت کر کہ تو مجھے اپنا رستہ دکھا چکا ہے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عنایت کر۔ بے شک تو بہت عنایت کرنے والا ہے۔

نینوٰی یا نینوہ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جسکے اب آثار پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں صاف نام نہیں آیا۔ مگر مذہبی روایات سے اس شہر کو گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کو اسی شہر میں جاکر لوگوں کو ہدایت کرنے کا حکم ہوا تھا۔ مگر انہوں نے اس خیال سے کہ لوگ انکا کہنا نہیں مانیں گے۔ اس شہر سے کوچ کیا اسلئے انپر عتاب الٰہی نازل ہوا۔ (کذا فی التفاسیر)۔

باب الواو

واجب دل، اگرنے والی چیز (ص۔ف) میں اس حکم کو کہتے ہیں جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں جانب مخالف کا شبہ ہو جیسے خبر واحد اگر واجب کو کیا جائے تو ثواب ملتا ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ترک کردیا جائے تو عذاب (تح)

واجب اور فرض میں یہ فرق ہے کہ واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا اور فرض کا منکر کافر ہوتا ہے۔ یعنی اعتقاد کے اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ مگر عمل میں برابر ہیں۔

واجب فی العمل وہ چیز جو ایسی دلیل کے ذریعہ لازم ہو جس میں شبہ کا شائبہ مثلاً خبر واحد۔ قیاس۔ عام مخصوص البعض۔ آیت جسکی تاویل کی گئی ہو۔ (تح)

واجد غنی۔ خدا کا نام ہے جو مشتق ہے وجود سے اور وجود کہتے ہیں ہستی اور مقصد پر کامیاب ہونے کو۔ یا مشتق ہے وجد اور جدۃ سے جن کے معنے ہیں تونگر ہونے کے۔ یہ اسم منجملہ ان اسماء کے ہے جنکے مشتقات بھی بعینہٖ قرآن میں نہیں ملتے۔ ہاں مادے پائے جاتے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ واجد اسے کہتے ہیں جسکے پاس اسکی ضروریات کی تمام اشیاء موجود ہوں۔ کوئی چیز کم نہ ہو۔ اور جتنی صفات الٰہیہ اور کمالات الٰہیہ ہونے ضروری ہیں وہ سب اللہ تعالٰے کے لئے موجود ہیں تو اس اعتبار سے وہ واجد ہوا۔ بلکہ واجد مطلق (مق)

واحد تنہا۔ یگانہ۔ خداوند کریم کا نام ہے۔ وحدت سے لیا گیا ہے۔ جسکے معنے ہیں ایک اور یگانہ ہونا۔ عرف میں واحد کا استعمال دو معنے میں ہوتا ہے ایک یہ متجزّی اور متبعض نہ ہو۔ یعنی اسکے اجزا اور حصص نہ ہوں۔ جیسے جوہر فرد۔ دوسرے یہ کہ بے مثل وبے مانند ہو۔ واحد اور احد میں وہ فرق ہے جو ہماری زبان میں اکیلا اور ایک میں۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ہ (س۔ص۔ع۵) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں (تو تمکو) صرف (عذاب خدا سے) ڈرانیوالا ہوں (اور بس) اور ایک خدا کے سوا کہ (وہ سب پر

غالب ہے (اور) کوئی معبود نہیں۔
اس جگہ دو باتیں ہیں۔ ایک خدا کی ہستی اور دوسری خدا کا ایک ہونا۔ ان دونوں باتوں کے لئے ہم مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کی کتاب الحقوق والفرائض کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔
"دنیا کے اس عظیم الشان کارخانے کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ۔ درختوں کا پتا پتا خدا کی ہستی کا گواہ ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اس لئے کہ کوئی چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ خشکی میں ہو یا تری میں۔ جاندار ہو یا بے جان۔ اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں آپ سے آپ نہیں بنگئی۔ ضرور کسی کے بنانے سے بنی ہے۔ ہم نے اس بنانے والے کی جستجو کی۔ اور زمین سے لیکر آسمان تک چھان مارا تو کسیکو اس لائق نہ پایا۔ جسکو دیکھا عاجز جسکو ٹٹولا درماندہ۔ روئے زمین پر ہم ہی سب میں پیش پیش تھے کہ عقل رکھتے تھے۔ "سوایاز قدر خود بشناس" سنکر اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ ناچار آسمان پر نظر دوڑانی چاہی تو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد کرکے خاموش بیٹھ گئے۔ اور سمجھے کہ جسکی جستجو ہے وہ چشم سر سے دیکھنے کی چیز نہیں۔ بنی اسرائیل نے شوخ چشمی کی تو فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ کی سزا پائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ شوق میں آکر حوصلہ کیا تو خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا سے شرمندگی اٹھائی۔ یعنے خدا ہمارے حواس ظاہری کی گرفت سے بالاتر ہے اور یہ ہمارے حواس کا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہاں چشم دل سے دیکھا جائے تو دنیا آئینہ خانہ ہے اور در و دیوار خدا کے نور سے پڑے جگمگا رہے ہیں ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

قطعہ

دوست نزدیک تراز من بمن است
ویں عجب تر کہ من از وے دورم۔
چہ کنم باکہ توان گفت کہ او۔
درکنار من و من مہجورم

حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہے تو کیا
آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو شروع ہی سے خدا کے بارہ میں یہ غلطی واقع ہوئی ہے اور ابتک بھی اکثر خدا کے بندے اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے خدا کو اپنے حواس ظاہری کے ذریعہ سے معلوم کرنا چاہا اور جب انکو اس ارادہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ تو من مانا خدا فرض کیا۔ اِتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ اور اسکو اپنے اوہام باطلہ کا تختۂ مشق بنایا یعنی ذلیل سے ذلیل اور رذیل سے رذیل مخلوقات کو بھی پورا پورا خدا بنانے یا ماننے میں تامل نہیں کیا۔ پورا تو پورا ادھورے کے یہ معنے کہ اپنے زعم میں خدائی کے اختیار خدا سے چھین کر نالہلوں کے حوالے کئے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ خدا کو منصب خدائی سے معزول کر دیا۔ جس جس طرح پر خدا کے بندوں نے خدا کی جناب میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اور کر رہے ہیں ناگفتہ بہ ہیں۔ کوئی تو اسکی ذات پر حملہ کرتا ہے کہ ایک نہیں دو خدا ہیں۔ ایک پیدا کرتا اور دوسرا مارتا ہے ایک خالق خیر ہے اور دوسرا خالق شر۔ کوئی کہتا ہے کہ تین خدا ہیں اور پھر وہ ایک بھی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ ہر چیز بجائے خود خدا ہے۔ کسیکا خیال ہے کہ خدا تو ہے مگر وہ اسباب کا سلسلہ قائم کرکے آپ انتظام دنیا سے

دستکش ہو بیٹھا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا ایک طرح کی گھڑی ہے اور خدا گھڑی ساز جس نے اسکو بنا کر کوک دیا ہے اور گھڑی پڑی چل رہی ہے۔ ذات تو ذات خدا کی صفات میں اس سے بڑھکر بیہودگی کی جاتی ہے۔ غرض بندوں نے اتنے خدا بنا ڈالے کہ ایک خدا کے حصہ میں پورا ایک بندہ بھی نہیں آتا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو دو برتن ایک جگہ رکھے ہوئے کھٹکھٹا اٹھتے ہیں ایسا تو کیا ہے کہ دو یا زیادہ خداؤں میں اختلاف نہ ہو۔ اور اختلاف ہو تو دنیا ایک لمحہ نہیں ٹھہر سکتی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا دو بادشاہ آپس میں لڑتے ہیں تو ملک کے ملک خاک سیاہ ہوتے ہیں اور خداؤں کی لڑائی تو خدا کی پناہ۔ پس دنیا کا ایک اسلوب پر چلا جانا صاف اسبات کی دلیل ہے کہ تمام عالم میں ایک خدا کی حکومت ہے۔ اقوام روزگار میں دوسری قومیں خدا کے بارے میں جیسے کچھ خیالات رکھتی ہوں وہ جانیں اور انکی عقلیں۔ ہمکو تو بڑا خیال مسلمانوں کا ہے کہ انکے ہاں بڑا زور توحید پر ہے مگر عملاً انہوں نے مشرکوں کی کوئی ادا نہیں چھوڑی جسکی نقل نہ کی ہو إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ اسکو ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لے۔ معاملہ خدا کے ساتھ ہے يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝

عذاب ار بیش مے رود بابا
باخداوند عیب داں نہ رود

خدا کے بارے میں اسلامی عقیدہ ایسا سیدھا اور صاف ہے کہ اس سے زیادہ سیدھا اور صاف عقیدہ ہو نہیں سکتا۔ اسلام مخلوقات سے خدا کی ذات و صفات کا پتہ چلاتا ہے۔ اور یہی وہ رستہ ہے جسے موصل الی المطلوب کہہ سکتے ہیں۔ مخلوقات سے ہمکو اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ کارخانہ عالم کا بنانیوالا اور سنبھالنے والا کوئی ہے۔ اور وہ کوئی ان چیزوں میں سے نہیں جنکو ہم معلوم کر سکتے ہیں۔ بس سوائے اسکے ہم خدا کی ذات کے بارہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور عقل انسانی کی رسائی یہیں تک ہے۔

وأد البنات بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا۔ دیکھو (موؤدۃ)

وارث وہ ذات جو مالکوں کے فنا ہو چکنے کے بعد تمام چیزوں کی مالک ہو۔ اور یہ بات خدا ہی میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ساری مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہیگا۔ اور وہی ہر چیز کا مرجع ہے۔ اس نے قیامت کے روز کہنا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کون مالک ہے) اور خود ہی یوں جواب دیگا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (خدا ہی مالک ہے) یہ بات ان لوگوں کے گمان کے مطابق ہے جو اپنے آپ مالک خیال کرتے ہیں۔ انکو قیامت کے دن اصل حال کا پتہ لگ جائیگا۔ خدا کی اس ندا سے وہ چیز مراد ہے جسکی حقیقت اس روز انکو معلوم ہو جائے گی۔

رہے ارباب بصیرت۔ سو وہ اس ندا کی حقیقت کا ہر وقت مشاہدہ کرتے اور اسکو آواز اور حروف کے سوا سنتے رہتے ہیں۔ انکو یقین ہے کہ ہر دن اور ہر ساعت اور ہر لحظہ میں خدا ہی ہر چیز کا مالک ہے۔ (المقصد اسنیٰ)۔

وارث خدا کا نام ہے۔ اور اگرچہ یہ بعینہٖ قرآن مجید میں موجود نہیں۔ مگر اسکی جمع قرآن کی آیت ذیل میں موجود ہے وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝ (س۔ حجر ع ۲) اور ہم ہی (لوگوں کو) جلاتے اور ہم ہی (انکو) مارتے ہیں اور (سب کے مرے پیچھے)

ہم ہی ان کے مال و متاع کے وارث ہوں گے۔

جب کوئی شخص مرجائے تو اسکے ترکہ کو میراث اور اسکے حصہ داروں کو وارث کہتے ہیں۔ علم میراث ایک فن ہے جس میں مسئلہ وراثت کا مفصل ذکر ہے سراجی ایک مختصر اور جامع اس علم میں درسی کتاب ہے۔ جسکی کئی شرحیں ہیں۔

واردات تصوف میں شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل معروف بہ ابن قاضی سماونہ متوفی ۸۲۳ھ کی تصنیف ہے۔ شیخ عبد اللہ الہی نے اسکی شرح لکھی جسکا نام کشف الواردات لطالب الکمالات رکھا اسکے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھیں (کش)۔

واسطہ وہ چیز یا شخص جو دو چیزوں میں ذریعہ ہو تاکہ ایک کا اثر دوسرے تک پہنچا دے۔ دلال کو بھی کہتے ہیں۔

واسع وسیع المعلومات۔ وسیع الغنا۔ سعۃ سے ماخوذ ہے۔ اور سعۃ کہتے ہیں فراخی اور فراخ کرنے اور گھیر لینے کو۔ پھر اسکی اضافت کبھی تو علم کیطرف ہوتی ہے اور کہتے ہیں خدا کا علم وسیع اور محیط ہے معلومات کو۔ اور کبھی احسان کیطرف بولا کرتے ہیں۔ اسکا احسان وسیع ہے۔

اسکی اضافت علم کی طرف کی جائے یا احسان کی طرف۔ واسع مطلق خدا ہی ہے۔ کیونکہ اگر اسکے علم کا خیال کیا جائے تو اسکی معلومات کا سمندر بے کنار ہے اور اگر اسکے احسان کو دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی چیز اسکے احسان کے دائرہ سے باہر نہیں۔ خدا کے سوا ہر چیز کی فراخی اور وسعت کو دیکھا جائے تو کسی حد پر منتہی ہوگی۔ تو جو ذات اپنی وسعت معلومات اور مقدورات میں کسی حد پر منتہی نہ ہو وہ واسع کہلانے کی زیادہ مستحق ہوگی (مق)

قرآن مجید کی سورہ نجم رکوع ۲ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط (اے پیغمبر) بے شک تمہارے پروردگار کی مغفرت (بڑی) وسیع ہے (ترجمہ ح-ن)

واصلیہ ایک فرقے کا نام ہے جو واصل بن عطا کا پیرو ہے۔ یہ خدا کی صفات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر قسم کی قدرت خود بندوں کو حاصل ہے۔ (لغ)

واضح اصول فقہ میں امام ابوالوفا علی بن عقیل کی تصنیف ہے تین جلدوں میں تمام ہوئی۔ اصول فقہ کے تمام مسائل کو جامع ہے۔ (کش)

واعظ نصیحت کرنے والا۔ دیکھو (وعظ)

واقدی انکا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمر الواقدی ہے بڑے اسلامی مورخ گذرے ہیں۔ مدینہ میں ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ ان کے کتب خانہ میں ۶۰۰ الماریاں کتابوں کی تھیں۔

واقعہ (ل) ہونے والی چیز (ص-ش) میں قیامت کے معنوں میں اسکا استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ جب (قیامت جو ضرور) ہونے والی (ہے) واقع ہوگی۔ اور اسکے واقع ہونے میں کچھ بھی خلاف نہیں۔

والد باپ۔ دیکھو لفظ (ماں باپ)۔

والدہ ماں۔ دیکھو (ماں باپ)۔

والی دوست۔ حاکم۔ مالک۔ خویش و قریب کے

معنے میں بھی آیا ہے (غ)۔

امیر افغانستان کو بھی والی کہدیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو بھی والی کہہ لیتے ہیں۔

وبا طاعون۔ ہیضہ۔ بخار وغیرہ۔ اڑتا ہوا مرض۔ جو یکبارگی کسی علاقہ یا بستی میں پھیل جائے۔

خاص طاعون کو بھی وبا کہتے ہیں۔ شریعت نے بتایا ہے کہ وبا عذاب الٰہی ہے جو کسی ملک یا بستی پر اسکے باشندوں کی بداعمالیوں کی پاداش میں نازل کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس سزائے عام میں نیک اور مومن لوگ بھی آجائیں تو ان کے لئے شہادت اور موجب اجر ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا یہ عذاب ہے اللہ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ اور اللہ نے اسکو مومنوں کے لئے رحمت بنایا ہے۔ جب طاعون شروع ہوجائے تو جو شخص اپنے شہر میں صبر کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرکے بیٹھا رہے اور سمجھے کہ اللہ نے جو لکھدیا ہے اسکے سوا اسکو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا اُس کو شہید کے برابر اجر ملیگا۔ (مش)۔

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ۔ یعنی طاعون ہر مسلمان کی شہادۃ ہے (//)۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر یا تم سے پہلے لوگوں پر نازل ہوا تھا۔ پس جب تم کسی زمین میں اسکا پھوٹنا سنو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب کسی زمین میں پھوٹ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو (//)

جانا وہاں اسلئے منع ہے کہ نفس کو ہلاکت ڈالنا لازم آتا ہے۔ اور بھاگے نہیں اس لئے کہ یہ تقدیر سے بھاگنا ہے۔ (مظ)

وتر (ل) طاق۔ جو جفت کے مقابل ہے (ص ش) میں نماز مخصوص کا نام ہے۔

امام اعظم رح کے نزدیک تو وتر واجب ہے۔ مگر صاحبین اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے (اشر) بہرصورت کچھ بھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فعل ہے جس پر عہد نبوت سے لیکر اسوقت تک برابر تعامل چلا آیا ہے۔ اس نماز کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔ افضل تو یہی ہے کہ آخر شب میں پڑھے۔ لیکن جسے خوف ہو کہ پچھلی رات کو اُٹھ نہ سکیگا وہ سونے سے پیشتر پڑھ لے۔ اگر کوئی وتر پڑھنا بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھ لے۔

وتر کی تعداد رکعت میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رح کے نزدیک تو تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو سلام سے اور مذہب امام مالک میں وتر کی اصل ایک رکعت ہے۔

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاقنوت پڑھنی واجب ہے۔ چنانچہ اسکے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں اور دعاقنوت یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِىْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّىْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ یعنی۔ خداوندا ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور

تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان رکھتے اور تجھ پر ہی بھروسا کرتے ہیں اور ہم تیری بہترین تعریف کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر کرتے اور ناشکری سے بچتے ہیں ہم اسکو چھوڑ دینگے جو تیرا گناہ کرتا ہے خداوندا ہم تجھی کو بندگی کرتے ہیں اور صرف تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ ہم تیری خدمت کیطرف دوڑتے ہیں۔ اور تیری رحمت کی امید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کفار کو پہونچنے والا ہے۔

وثن بت۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کی مختلف عبادتیں تھیں۔ بعض عرب تو ایسے تھے جو خالق کو مانتے ہی نہ تھے اور نہ قیامت کو کچھ سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ طبیعت عناصر خالق ہے اور دہر فنا کرنے والا ہے۔ بعضے خالق کو تو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔ تیسرا فرقہ بت پرستوں کا تھا۔ اگرچہ اس گروہ کی قدامت بہت واضح ہے مگر یہ بتانا کہ یہ طریقہ عرب میں کب سے اور کیونکر پھیلا بہت مشکل ہے مگر میں اکثر مورخین کے بیان کو نقل کئے دیتا ہوں۔

مورخ عبدالکریم شہرستانی اور ابن خلدون وغیرہ لکھتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے کعبہ میں بت بنا کے انکی رسم ڈالی (اور اسی کے ساتھ عرب نے بھی اسکی موافقت کی اور اسی طریقہ پر اسلام کے آنے تک باقی رہے) وہ عمر بن لحی بن حارثہ بن امرء القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد بن کہلان بن سبا کی اولاد میں سے ہے (جو کہ حجاز کا بادشاہ تھا اور خزاعہ کی قوم اسی سے منسوب ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ خزاعہ کعب بن عمرو مذکور الصدر کی اولاد میں سے ہیں۔) عمرو کے بت پرست ہو جانیکا یہ سبب تھا کہ جب یہ بلقا میں (یہ ملک شام میں ہے) گیا تو ایک قوم کو دیکھا کہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ان سے اسکا سبب دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہی ہمارے پروردگار ہیں ہمنے انکی صورت علویہ کو جسم بشریہ میں بنا لیا ہے۔ جب ان سے کسی قسم کی مدد مانگتے ہیں تو یہ مدد دیتے ہیں جب پانی مانگتے ہیں تو یہ ہم کو سیراب کر دیتے ہیں۔ اس نے یہ بات جو سنی تو بہت بھلی معلوم ہوئی اور ایک بت کی ان سے درخواست کی۔ اُنہوں نے ہبل نامی ایک بت اسکو دے دیا۔ یہ اُسے لئے ہوئے مکہ میں آیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر لیکر رکھدیا اور اسکے ساتھ دو اور بت اساف اور نائلہ نامی لایا تھا انکو مقام زمزم پر رکھدیا۔ اور عام جاہلوں کو ان پتھروں کی بیجان مورتوں کی تعظیم و تکریم کرنے کے واسطے بلایا۔ سب نے قبول کیا۔ یہ واقعہ چار سو برس قبل اسلام سے سابور بادشاہ فارس کے زمانہ میں ہوا ہے۔

عمرو کی حکایات میں لکھا ہے کہ اسی نے بحیرہ کا نام بحیرہ رکھا اور سائبہ کا سائبہ اور حامی کا حامی اور قیامت کا منکر تھا۔

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ اساف بن عمرو مذکور اور نائلہ بنت سہل یہ دونوں کسی بدفعل کے مرتکب ہوئے۔ انکو خدا تعالےٰ نے دو پتھروں کی صورت میں مسخ کر دیا۔ جنکی عبادت قریش کرنے لگے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یغوث اور یعوق اور نسر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام تھے یہ لوگ بڑے پرہیزگار اور عابد و زاہد تھے۔ جب یہ مر گئے تو حضرت شیطان تشریف لائے۔ اور لوگوں سے کہا کیا اچھا ہوتا اگر انکی مورت بنالی جاتی جس سے انکی یادگار قائم رہتی۔

جب اُنہوں نے مورتیں بنالیں تو انکو رائے دی کہ مسجد کے آگے انکو رکھو تاکہ جب انکو دیکھو تو وہ لوگ بھی یاد آجائیں۔ اسکے بعد انکو ان مورتوں کی عبادت کرنے کی رائے دی۔ جاہلوں نے یہ بھی کرنا شروع کیا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ودّ مرد کی صورت پر بنایا گیا تھا۔ اور سواع عورت کی صورت پر تھا۔ اور یغوث شیر کی صورت پر۔ یعوق گھوڑے کی صورت پر۔ نسر گدھ کی شکل پر۔

یہ تمام بت اور انکی مثل دس بیس اور بھی عرب کے معبود تھے۔ مگر قبیلے قبیلے میں بٹے ہوئے تھے۔ بعض کسی بت کی پرستش کرتے تھے اور بعض کسی کی۔

طسم اور جدیس تو کٹری کی عبادت کرتے۔ اور کلب ودّ کی۔ بنی تمیم تیم کی۔ ہذیل سواع کی۔ مدحج اور یمن کے قبائل یغوث کی۔ ذی الکلاع نسر کی۔ ہمدان یعوق کی۔ بنی ثقیف لات کی۔ قریش اور بنی کنانہ عزیٰ کی۔ اوس اور خزرج منات اور ذو الشری کی۔ ازد باجر کی۔ بنی ہوازن جہار کی۔ بکر و تغلب اوال کی بنی بکر بن وائل محرق کی۔ بنی ملکان بنی کنانہ سعد کی۔ بنی عنز سعیر کی۔ خولان عمیانس کی۔ بنی طی رضا کی۔ دوس ذوالکفین کی۔

باقی رہے۔ بجہ۔ جدلیش۔ شارق۔ عائم۔ اقیصر کسعتہ۔ مدان۔ عوف۔ مناف۔ یالیل۔ جبہہ۔ ہنم صرف انکے نام ہی سنے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ کہ کن کن کے معبود تھے۔

اساف اور نائلہ جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے کوہ صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے تھے۔ اور سب میں جو بڑا بت ہبل تھا وہ خانہ کعبہ کی چھت پر رکھا ہوا تھا۔

ملطبرون نے لکھا ہے کہ لات زہرہ ستارے کے مشابہ بنایا گیا تھا۔ اور جیسے حجر اسود کی عبادت کی جاتی تھی اسی طرح اسکی بھی۔

عرب کے بعض کاتبوں نے لکھا ہے کہ یہ حجر اسود (جس کو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جنت کے جواہرات میں سے ہے۔ پہلے سفید تھا۔ مگر حاجیوں کے چھونے اور بوسہ دینے کی وجہ سے سیاہ پڑ گیا۔ یا جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت کا ٹکڑہ ہے۔ قیامت کے روز اسے زبان اور آنکھیں دیجائیں گی اور یہ گواہی دیگا کہ فلاں فلاں حاجی نے مجھے بوسہ دیا ہے) بظاہر جاہلیت کے زمانہ میں بھی بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ عرب کے قبائل جب خانہ کعبہ میں جمع ہوتے تو اسکو بوسہ دیتے اور سات مرتبہ اسکے گرد پھرتے تھے۔

ملطبرون نے ایک اور بت ابراطلاہ نامی کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ عرب کے معبودوں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ وہ لوگ اسکو آگ کا خدا سمجھتے تھے۔ السیبی نے لکھا ہے کہ عرب کے ہر گھر میں ایک بت رکھا ہوتا تھا۔ جسکی وہ عبادت کیا کرتے تھے جب مالک مکان کہیں جانے لگتا تو سوار ہونے کے وقت اپنا جسم اس سے مس کر لیتا۔ اور جب سفر سے واپس آتا تو اپنے اہل و عیال کے پاس جانے سے پہلے اسکے پاس حاضر ہوتا۔ اور رسم تعظیم ادا کرتا۔

اسلام نے جسطرح اور ناجائز رسموں کا قلع قمع کر دیا اسی طرح بتوں کی عبادت کی بنیاد بھی توڑ دی۔ اور اپنے مذہب کی بنیاد ذیل کی پانچ چیزوں پر قائم کی (۱) اقرار شہادتین یعنی خدا کو ایک ماننا اور اس کو زبان سے بھی ادا کرنا۔ دوسرے صاحب شریعت کے رسول ہونے کا اقرار کرنا (۲) صلوٰۃ (۳) زکوٰۃ (۴) صوم (۵) حج۔ (ضا)

قرآن مجید نے اس صفائی اور عمدگی سے بت پرستی کا رد کیا ہے کہ دوسری کتاب میں اسکی نظیر نہیں ملسکتی قرآن نے اس تباہ کن اور مردود رسم کو ایسے پرزور اور عجیب انگیز کلمات سے اکھیڑا ہے کہ معمولی سے معمولی آدمی بھی قرآن کی صداقت اور معجز بیانی میں شک نہیں کرسکتا۔ چنانچہ قرآن کی چند آیتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا تا وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥
(س۔ بقرہ۔ ع ۲۲) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالےٰ کا شریک دوسروں کو بھی بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برابر ان سے محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی محبت سب سے زیادہ رکھتے ہیں اگر ان ظالموں کو وہ بات معلوم ہوتی جو (قیامت کے دن) اللہ تعالےٰ کا عذاب دیکھتے وقت معلوم ہوگی کہ سب کچھ قدرت (اور اختیار) اللہ تعالےٰ ہی کو ہے اور اللہ تعالےٰ کا عذاب بے شک سخت ہے۔

(۲) قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۚ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥
(س۔ مائدہ۔ ع ۱۰) (اے پیغمبر) کہدے کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے برے کا مالک نہیں نہ بھلے کا۔ اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

(۳) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ تا عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ اور یہ (مشرک) اللہ تعالےٰ کے سوا انکو پوجتے ہیں جو نہ انکا نقصان کر سکتے ہیں نہ فائدہ (یعنے بت) اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہوں گے (اے پیغمبر) کہدے کیا تم اللہ تعالےٰ کو وہ بات بتلاتے ہو جسکو نہ وہ آسمانوں میں پہچانتا ہے نہ زمین میں۔ وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

(۴) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ٥ (س ابراہیم ع ۵)
اور ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے ساجھی ٹھہرائے اسلئے کہ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے (سچے) رستے (توحید) سے بھٹکا دیں۔ کہدے (چند روز دنیا کے) مزے اڑالو۔ پھر تو تمکو دوزخ ہی میں جانا ہے۔

(۵) فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ٥ (س۔ الحج۔ ع ۴) تو بتوں کی بندگی سے بچے رہو (انکی پرستش نہ کرو) اور جھوٹ بولنے سے بچے رہو

(۶) وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً تا وَلَا نُشُوْرًا ٥
(س۔ فرقان۔ ع ۱) اور کافروں نے اللہ تعالےٰ کے سوا ایسے خدا بنائے ہیں جو نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں وہ خود (دوسروں کے) پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور نہ اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی کا مرنا جینا اور مرے پیچھے جی اٹھنا انکے اختیار میں ہے۔

وثنی وثن کی طرف منسوب ہے۔ معنی ہیں بت پرست بت پرستی۔ بتوں اور بت پرستوں کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لئے۔ دیکھو (وثن)۔

وجد (ل) عاشق ہونا۔ غمگین ہونا۔ اس حالت کو بھی کہتے ہیں جو عاشق پر طاری ہوتی ہے (لطائف اللغات)

سید شریف جرجانی فرماتے ہیں کہ وجد اس حالت کا نام ہے جو دل پر بلا تکلف و تصنع طاری ہو۔ اور بعض کے نزدیک اُن درخشید گیوں کو کہتے ہیں جو چمکتی ہیں اور پھر جلدی بجھ جاتی ہیں۔

وجود (ل) پانا۔ ہستی۔ فلسفیوں کی اصطلاح میں وجود کی تین قسمیں ہیں۔ واجب الوجود ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔

واجب الوجود تو وہ ہے جسکا وجود ضروری ہو۔ اور ممکن الوجود اسے کہتے ہیں جسکا وجود و عدم برابر ہو یعنے نہ وجود ضروری ہو اور نہ عدم ضروری ہو۔ ممتنع الوجود وہ ہے جسکا عدم ضروری ہو۔ (غ)

وحدانیت خدا کو ایک سمجھنا۔ قرآن مجید کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور منفرد فی الایجاد ہونے کی تصریح کرتی ہیں۔ بلکہ اس میں اسکی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی اور اقناعی یعنی اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں

مذکور ہیں۔
عقلی دلیل خدا کی وحدانیت پر تو یہ ہے کہ اگر متعدد خدا مانے جائیں۔ مثلاً دو مانے جائیں یا زیادہ تو عالم میں کسی شے کا وجود نہیں ہو سکتا۔ لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا تو باطل ہے۔ پس خدا کا متعدد ماننا بھی جس سے یہ خرابی لازم آتی ہے باطل اور غلط ہوگا۔ اور وحدانیت ثابت ہو گئی۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا۔ اب سنئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا بھی وجود کس لئے نہیں ہو سکتا۔ اس کا بیان اسطرح ہے کہ مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہیں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہینگے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے۔ ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ اس سے لازم ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور اگر عالم کا فقط ایک وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بانفرادہ اسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا۔ جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر لڑکانے کا باعث ہوں تو ہر ایک انمیں سے لڑکانے کے لئے کافی نہ ہوگی بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے گی تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھہرے گی۔ اور اسکے ساتھ ملکر مرکب ہوگی۔ اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔ تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑکانے کی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہئے کسی ایک کیطرف علی الاستقلال نسبت کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اسی بنا پر دونوں خدا ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے۔ اور دونوں سے کسی ایک کیطرف علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکے گی کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہوگا۔ نہ مستقل موجد حالانکہ خدائے عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اس میں اور سادہ اور اسکی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ مختص ہیں مخالف ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اور انہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لئے حدوث لازم ہے۔ تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئیگا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اسطرح پر ایجاد کریں کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئیگا اور یہ محال ہے۔ اور نہ یہ ہی ممکن ہے کہ بعض چیزوں کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا۔ کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا۔ اسلئے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لامحالہ اس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونے کا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اسکی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سکیگا اور عاجز رہیگا۔ اور اگر دوسرا اسکے خلاف کر سکا اور اس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑیگا۔ بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا۔ اور خدا کا عجز محال ہے۔ اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں۔ اسطرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنیکا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے معدوم کرنیکا۔ پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور

دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جسکا ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا وہی عاجز ٹھہرے گا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا۔ کیونکہ دونوں میں مماثلت منعقد ہوچکی ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہ ہوگا تو جسکا ارادہ نافذ ہوگا وہی خدا ٹھہریگا۔ دوسرا نہیں ہوسکتا۔

اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہوگئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور عقلی وجہ الاختصار مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا۔ یعنی اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے برباد ہوگئے ہوتے۔

لیکن ان دونوں کا موجود نہ ہونا تو باطل ہے کیونکہ مشاہدہ سے انکا وجود ثابت ہے۔ پس اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا بھی جس سے یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھہرا۔ تو اب ثابت ہوگیا کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔

وحدۃ الوجودیہ صوفیوں کا ایک گروہ ہے جو تمام موجودات کو خدا تعالےٰ کا وجود ہی شمار کرتے ہیں اور خدا کے وہ جتنے وجود ہیں انہیں اعتباری شمار کرتے ہیں۔ جیسے کہ موج۔ بلبلہ۔ گرداب۔ قطرہ وغیرہ کو پانی شمار کرتے ہیں۔ (غ)

وحی لفظی تحقیق الہام اور وحی کے لفظ باعتبار معنی لغوی کے قریب المعنے ہیں۔ گو بعض مواقع استعمال میں کسیقدر ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ مگر اکثر جگہ دونوں لفظوں کے ایک ہی معنے مراد ہوتے ہیں۔ یعنے دل میں القا کرنا۔

وحی کا اطلاق کتابت اور اشارت اور رسالت اور کلام خفی پر بھی ہوتا ہے۔ اور عرف شرع میں وحی کے ساتھ انبیاء مخصوص ہیں۔ الہام میں سب شریک ہیں شرعی معنے کے لحاظ سے غیر انبیاء کو صاحب وحی نہیں کہتے۔ ہاں لغوی معنے کے لحاظ سے غیر انبیاء پر بھی اسکا اطلاق ہوا ہے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں ڈالا وغیرہ۔

حقیقت وحی وحی یا الہام خداوند تعالےٰ اور اُسکی مخلوقات کے درمیان ایک پیغام یا ایسی تار برقی ہے کہ جسکے ذریعہ سے وہ اپنے خالق سے ہمراز اور ہمکلام ہوتی ہے۔ ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را باجان ناس

اس امر میں انسان و حیوان۔ حجر و شجر۔ زمین و آسمان سب شریک ہیں۔

ہر چیز کو الہام ہوتا ہے ہر نوع کیطرف اسکی وحی ہوتی ہے اسی لئے ہر نوع کی ایک شریعت جدا ہے کہ اسپر اسکی مخالفت حرام کردی گئی ہے۔ معدنیات کی طرف یہ الہام ہو رہا ہے کہ اپنی صلابت اور رخوت اور حرارت یا برودت کو محفوظ رکھے انکی صورت نوعیہ ہمیشہ ان اوامر الٰہی کے بجالانے میں کمربستہ اور دست بستہ رہتی ہے کہ کبھی آگ سے حرارت اور پانی سے برودت نہ جانے پائے اور نباتات کیطرف ہر دم یہی پیغام پہونچتے ہیں کہ وہ خاک کو پانی کے ساتھ چوس کر برگ و گل بنائے۔ اور اتنی مدت میں پھول پھر اتنے عرصے میں پھل آئیں اور پتوں کی یہ رنگت اور یہ وضع و قطع ہو۔ ان کی صورت نوعیہ بھی ہر وقت ان فرائض کو ادا کر رہی ہے۔ بیری کے پتے پر حرام ہے کہ وہ پیپل کے پتے کی صورت میں آئے۔ اور آم کو حرام ہے کہ وہ بیر بنجائے۔ حیوانات پر یہ وحی ہوتی ہے کہ ہر نوع ہمیشہ اپنی اپنی صورت نوعیہ پر

قائم رہے۔ الغرض اس وحی میں ہر ایک چیز شریک ہے اور ہر نوع کی شریعت جداگانہ ہے۔ اور ہر نوع اسکا مجبوراً پابند ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور اللہ ہی کو سجدہ (یعنی فرمانبرداری) کرتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است
دلے داند دریں معنے کہ گوش است
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست
کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

خاص انسانی الہام ایک دوسری قسم وحی والہام اور بھی ہے کہ جس کے ساتھ حضرت انسان یا اور کوئی مخلوق ذی عقل مخصوص ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کی روح جسکو حکما نفس ناطقہ کہتے ہیں اگرچہ حادث ذاتی بلکہ حادث زمانی ہے۔ لیکن اس جسم کے مرکب ہونے سے ہزارہا سال پہلے پیدا ہو چکی ہے اور اور حظیرہ قدس میں کہ جسکو اسکا اصلی وطن کہتے ہیں رہی ہے پھر اس جسم کے پتلے سے اسکو وابستہ کر دیا۔ اور اسباب کا بار گراں کہ جسمانی آپ سے اپنے لئے اور کمالات زائدہ حاصل کرے نہ کہ اپنی اصلی استعداد و نورانیت کو اسکی صحبت میں زائل کرے اس ناعاقبت اندیش کے سر پر دھر دیا۔ پس اس جوہر نورانی کا مقتضا قوۃ ملکوتیہ ہے اور اس جسم طلسمانی اور صورت ہیولانی کا اثر قوت بہیمیہ اور کبھی یہ دونوں قوتیں باہمی مصالحت کرکے رہتی ہیں اور کبھی ہمیشہ کشاکشی اور تخالف کے صدمے سہتی ہیں۔ پھر کبھی یہ غالب اور وہ مغلوب اور کبھی برعکس۔ ان دونوں قوتوں کے کم و زیادہ ہونے کے اعتبار سے بیشمار مراتب ہیں جن میں دو درجے سب سے اعلے ہیں۔

انسان کے روحانی مدارج اول یہ کہ قوۃ ملکیہ نہایت علو میں ہو۔ اور بہیمیہ بھی شدید ہو مگر ملکیہ کے تابع ہو یہ وہ لوگ ہیں کہ امور ریاست دین و دنیا پر حاوی ہیں اور انتظام ملت و مذہب و تہذیب نفس اور اصلاح اخلاق میں ممتاز ہیں۔ دین و دنیا بھر کے کمالات انکو حاصل ہوتے ہیں۔ پس جسطرح عالم ملکوت کے اسرار ان کے دل پر منکشف ہوتے ہیں اور وہاں کی چیزیں انکو عیاناً دکھائی دیتی ہیں۔ ملائکہ اپنی اصلی حالت میں بھی ان سے کلام کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی اصلاحات اور انتظامات اور تدابیر جزئیہ میں بھی یہ لوگ کامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکو انبیاء اولوالعزم کہتے ہیں۔ دوم وہ کہ قوائے ملکوتیہ ان کے علو پر اور قوائے بہیمیہ ضعف پر ہوں۔ یہ لوگ انتظام و مصالح دنیویہ میں ان سے کم ہیں۔ لیکن وہ بھی انبیاء ہیں۔ پس انسان کی سعادت و شقاوت کی باتیں جن کو شریعت کہتے ہیں اور جنکا الہام ہونا رحمت الٰہی کے نزدیک نہایت ضروری تھا اس قابل نہ تھیں کہ ہر کس و ناکس کے الہام و وحی پر چھوڑ دی جائیں بلکہ ان کے لئے ایسے شخصوں کا الہام ضروری ہے جو قوت بہیمیہ کی تشویشات اور شوائب بشریہ سے معصوم ہوں

انبیاء اور انکا الہام بھی نہایت اعلیٰ طور پر ہو جسکو وحی بواسطہ جبرئیل کہتے ہیں۔ پس یہ لوگ انبیاء ہیں۔

یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ الہام میں سب شریک ہیں۔ ہر مصنف کو۔ ہر شاعر کو۔ ہر واعظ کو۔ بلکہ ہر کام کے کاریگر کو بھی الہام ہوتا ہے۔ پھر ان میں بھی متفاوت درجے ہیں۔ جو لوگ کہ ہمہ تن اس میں مستغرق رہتے ہیں انکی قوت متخیلہ یہانتک غلبہ کرتی ہے کہ وہ خیالات انکو مجسم دکھائی دیتے ہیں اور کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن یہ آوازیں ہاتف غیب کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ بلکہ درحقیقت وہاں سوائے انکے خیالات کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سب حالات اُن لوگوں کے ہیں کہ جنکے قوائے بہیمیہ اور صفات بشریہ غالب ہیں

اور جو عوام الناس کہلاتے ہیں۔

انبیاء کا الہام یا وحی اور انبیاء علیہم السلام جنکے قوائے ملکیہ غالب ہوتے ہیں وہ ان خیالات سے بالکل پاک ہیں۔ انکو مختلف طور پر الہام ہوتا ہے کبھی تو خواب میں ملائکہ کے ذریعہ سے جبکہ اس جسم سے توجہ کم ہوتی ہے اور اس عالم کا پردہ ان سے اٹھ جاتا ہے اور کبھی وہ بدو خدائے پاک سے ہمکلام ہو کر مستفید ہوتے ہیں۔ اور کبھی مغیبات عالم مثالی سے متشکل ہو کر دکھائی دے جاتی ہیں۔ اور کبھی حالت بیداری میں جبکہ قوت ملکیہ کا نہایت غلبہ ہوتا ہے تین صورتوں میں سے ایک صورت پیش آتی ہے۔

اول یہ کہ وہ فرشتہ جسکو ناموس اکبر یا جبرئیل کہتے ہیں پیغام الٰہی پہونچاتا ہے۔ پھر اسکے بھی کئی طور ہیں اول یہ کہ جبرئیل کسی شکل میں ظاہر ہو کر مطلع کر جائے چنانچہ جنگ احزاب کے بعد وہ آدمی کی شکل میں غبار آلودہ ظاہر ہوئے۔ چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ اور اکثر وحیہ کلبی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے اور کبھی اجنبی شکل میں اسطرح ظاہر ہوتے جسکو حضار مجلس بھی دیکھ لیتے۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہما محدثین نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت جبرئیل مسافرانہ صورت میں نہایت سفید لباس کے ساتھ ظاہر ہو کر آنحضرتؐ کے زانو سے زانو ملا کر ایمان و اسلام کے معنے پوچھنے لگے۔ اور آپ کے جواب کے بعد خود ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہمکو اس سوال و تصدیق سے بڑا تعجب ہوا۔ پس جب وہ چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمکو ایمان و اسلام کے معنے سکھلانے آئے تھے۔

دوم یہ کہ جبرئیل ملکوتی صورت خاص آپ ہی کو دکھائی دیں اور کلام الٰہی یا احکام الٰہی کبھی مع الفاظ اور کبھی محض مطلب دل میں القا کر جائیں اور کسیکو نہ انکی صورت نظر آئے اور نہ آواز سنائی دے۔ چنانچہ اکثر وحی قرآن میں یہی بات پیش آتی تھی۔ بیداری میں وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ تجلی ذاتی ہو کر خود بخود خدائے تعالےٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو۔ اور شب معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ صورت پیش آئی تھی تیسری یہ صورت کہ حالت بیداری میں عالم ملکوت کا مشاہدہ و تجلی ہو کر اسرار غیب پر مطلع ہو جائیں۔ چنانچہ نماز کسوف میں یہ بات آپ کو پیش آئی تھی۔ چوتھی ایک اور صورت بھی ہے کہ فرشتہ غائبانہ آواز سنا کر ہٹا دے کہ جسکو ہاتف غیب کہتے ہیں۔

وحی جبرئیل کا ثبوت جبرئیل کے ذریعہ سے الہام ہونا آیات ذیل سے ثابت ہے:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ یعنی کہدے جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو سو ہوا کرے مگر اس نے تو یہ قرآن تیرے دلپر خدا کے اذن سے اتارا ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ۔ خدا جبرئیل کو جسکے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ۔ کہو اس قرآن کو تیرے رب کیطرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس نے اتارا ہے۔

وحی قرآن غرض تمام نوع انسان میں سے علوم الٰہیہ کے لئے انبیاء مخصوص ہونے ضرور تھے۔ اور ان اعلیٰ علوم کے لئے الہام بھی وہ ہونا چاہئے تھا۔ جو سب صورتوں میں اعلیٰ اور بعید عن الخطا ہو۔ لیکن الہام کی چھ صورتوں میں سے تین جو خواب میں پیش آتی ہیں اس قابل نہیں کہ نبی کے علوم کا ذریعہ بن سکے۔ بیداری کی تین صورتوں میں سے دو صورتیں یعنے

عالم ملکوت کا منکشف ہو جانا یا فرشتے کا پیغام لانا قابل اطمینان ہیں۔ اور قرآن مجید انہی دونوں صورتوں میں نازل ہوا ہے۔ لیکن حالت ہمکلامی قلیل الوقوع ہے۔ اسلئے اس صورت میں بہت ہی کم قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ زیادہ کاربراری کی یہی صورت رہی کہ ناموس اکبر یعنے جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی صورت میں نظر آئیں اور بالالفاظ کلام پہونچائیں۔

وحی متلو وغیر متلو جسکو وحی متلو اور قرآن بھی کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور جسقدر صورتیں ہیں انکو وحی غیر متلو اور سنت اور کبھی حدیث قدسی بھی کہتے ہیں۔

(مقدمہ۔ نف)۔

پوشیدہ نہ رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کئی طرح پر ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سچی خوابیں دیکھتے تھے۔ مکہ میں یہ بات ابتداء میں تھی یعنی جو خواب دیکھی اسکا ظہور فی الفور ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قلب آنجناب پر حکم الہی القا کرتے اور خود ظاہر نہ ہوتے تھے اور نہ آنجناب کوئی آواز سنتے۔

تیسرے حضرت جبرئیل بصورت مرد متمثل ہو کر آتے اور حکم خدا پڑھ کر سناتے اور بیشتر بصورت دحیہ کلبی آتے۔ بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ رؤیت جبرئیل بحالت نزول وحی موجب زوال بصارت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس کو یہ معاملہ واقع ہوا۔

چوتھی صورت یہ تھی کہ ایک آواز مانند آواز جرس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی دیتی تھی جسکے الفاظ و معانی آنجناب کے سوا کسیکو مفہوم نہ ہوتے تھے اس حالت میں پیشانی مبارک پر پسینا آجاتا۔ اگر آپ سواری پر ہوتے۔ سواری مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ سرد ترین ایام زمستان میں وحی آتی تو تب بھی آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپک پڑتے۔ اور نزول وحی کے وقت اگر آنجناب گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا۔ مگر آنحضرت کی خاص اونٹنی عضباء نام گرنے سے بچ جاتی۔ تاہم اسکے پاؤں شدت بار گراں سے بھر جاتے۔ اگر آپ اس حالت میں کسیکے زانو پر سر رکھے ہوتے تو اسکے زانو کے ٹوٹ جانیکا خوف ہوتا تھا چہرہ مبارک سرخ ہوتا اور دم چڑھ جاتا۔ جسکی آواز دور سے سنائی دیتی تھی۔

پانچویں صورت یہ تھی کہ جبرئیل بصورت اصلیہ آتے اور حکم خدا بیان کرتے۔

چھٹی صورت وحی کی وہ تھی جسطرح شب معراج میں ہوئی

ساتویں اللہ نے فرشتہ کے وسطہ کے سوا کلام کیا ورائے حجاب سے۔

آٹھویں بے واسطہ و بے حجاب شب معراج میں کلام ہوا۔

نویں حضرت نے جناب حق کو خواب میں دیکھا اور کلام کیا۔

دسویں وحی القائی کہ وقت فیصل خصومات حکم حق جانب خدا سے القا ہوتا تھا۔

گیارہویں طرح یہ تھی کہ ایک آواز مانند آواز زنبور عسل سنائی دیتی تھی۔

بارہویں استنشاق نفحات الٰہیہ تھا کہ انی اجد نفس الرحمن من جانب الیمن اسطرف اشارہ ہے

تیرہویں طرح وحی کی بطریق ملامست ہوتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے وضع اللہ کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض۔

چودھویں وحی بواسطہ حضرت اسرافیل کے تھی۔ چنانچہ صحاح میں عامر شعبی سے روایت ہے کہ اول معین ہوئے حضرت اسرافیل اور تین برس تک دکھائی دیتے اور وحی لایا کئے پھر موکل ہوئے حضرت جبرئیل اور لائے قرآن شریف (نف)

وَدّ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ایک بت کا نام ہے۔ وَدّ کے لغوی معنے ہیں محبت۔ یہ بھی محبت اور خواہش کا بت تھا۔ اس معنے کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مرد کی شکل میں ڈھالا گیا تھا۔ قوم نوحؑ اسکو تمام کائنات کا باعث ایجاد جانتے تھے۔ انکا اعتقاد تھا کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کو خواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں تو اس نے دُنیا پیدا کی۔ اور اپنے آپ کو مرد کی شکل میں ظاہر کیا۔ اسلئے مرد کے دل میں عورت کی محبت و رغبت ہوتی ہے۔ ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ نوح کے رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

وَدّان جحفہ سے ایک منزل پر ہے اور اسکے چھ میل کے قریب ابواء ہے۔ یہاں جعفری اور حسنی قبائل رہتے ہیں جن باہم لڑائیاں ہوا کرتی ہیں (معجم)

وَدود خدا کا نام ہے۔ (ل) جو تمام مخلوقات کیلئے بھلائی کو دوست رکھے اور انپر احسان کرے یہ رحیم کے معنے کے قریب قریب ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ رحمت کے مقابلہ میں مرحوم (جسپر رحم کیا جائے) کا ہونا اور مرحوم کا محتاج اور مجبور ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لئے رحیم کے افعال ضعیف مرحوم کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ودود کے افعال میں یہ بات نہیں۔ بلکہ ودّ (محبت) از سرِ نو انعام کو چاہتی ہے۔

خدا کے بندوں میں سے ودود وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ودود وہ شخص ہے جو اپنے آپ کے مقابلہ میں لوگوں کو ترجیح دے (حق) اسکا ذکر قرآن مجید کی سورت بروج رکوع اول میں یوں آیا ہے۔ اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ہ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ یعنی وہی اول بار (پیدا) کرتا اور (وہی قیامت میں) دوبارہ بھی کریگا۔ اور وہ بخشنے والا (اور) محبت کرنے والا ہے۔

اسکے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت جگہ اسکا ذکر آیا ہے۔

ودیعت امانت یا وہ چیز جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ مودع وہ شخص جسکے پاس امانت رکھی جائے۔

ودیعت مودع کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے۔ اگر تلف ہو جائے تو مودع ذمہ وار نہیں ہوتا۔ مگر مودع کو لازم ہے کہ اسکی حفاظت رکھے۔ اگر اس نے کسی دوسرے شخص کو دے دی اور اسکے پاس وہ تلف ہوگئی تو مودع ذمہ وار ہوگا۔ لیکن اس صورت میں کہ مودع کے گھر میں آگ لگ جائے۔ اور وہ ودیعت کو بچانیکے لئے اپنے پڑوس کے گھر رکھدے۔ یا مثلاً اسکی کشتی ڈوبنے لگے اور وہ اسکو کسی دوسری کشتی میں ڈال دے تو ذمہ وار نہ ہو اگر مودع نے اسکو اپنے مال میں ملا دیا۔ حتیٰ کہ اسکی تمیز نہ ہو سکے تو ذمہ وار ہوگا۔ اگر مالک نے ودیعت واپس مانگی اور مودع نے اُسے روک رکھا تو ودیعت کے تلف ہو جانے پر وہ ذمہ وار ہوگا۔ اگر مودع نے ودیعت میں تعدی کی مثلاً گھوڑا ہو تو اسپر سواری کی۔ یا کپڑا ہو تو اسے پہن لیا۔ یا غلام ہو تو اس سے خدمت لینے لگا یا اسکو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھدیا۔ پھر وہ چیز صحیح سلامت مالک کے حوالہ کر دی۔ تو ذمہ واری جاتی رہی مودع کو اختیار ہے کہ ودیعت کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے۔ اگر دو شخصوں نے کسیکے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان میں سے صرف ایک شخص کو اسکا حصہ واپس نہیں دیا جائیگا تاوقتیکہ دوسرا حصہ دار حاضر نہ ہو۔ صاحبین کے نزدیک اسکا حصہ دیا جا سکتا ہے (قد)

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ پہلے تو قریش کی طرح بت پرستی اور جاہلیت کی رسوم میں

مبتلا تھے۔ مگر بعد میں بت پرستی کو خیرباد کہکر عیسائیت کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ انجیل سے پورے واقف تھے بلکہ انجیل کا کچھ حصہ عربی میں بھی ترجمہ کیا تھا۔ عبرانی زبان بھی جانتے تھے بوڑھے اور نابینے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوہ حرا میں جب پہلے پہل وحی نازل ہوئی تو سخت گھبرائے اور کانپتے کانپتے گھر آئے۔ اور حضرت خدیجہ کو سارا حال بتایا۔ آپ نے تسلی دی اور آپکو ورقہ نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ کو کہا کہ اپنے چچازاد بھائی (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) سے جو یہ کہتے ہیں سنو۔ ورقہ کے پوچھنے پر آپ نے جبرئیل کے نزول کی ساری کیفیت بیان کردی۔ ورقہ نے کہا یہ ناموس ہے جو حضرت موسٰی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اے محمدؐ تمکو خوشخبری ہو کہ تم خدا کے رسول ہو۔ میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے جس رسول کے آنے کی خوشخبری دی ہے اور کہا ہے کہ میرے پیچھے ایک رسول مبعوث ہوگا جسکا نام احمد ہوگا وہ تم ہی ہو۔ عنقریب تمہیں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوگا۔ کاش! میں اس دن زندہ اور جوان ہوتا جب تمہیں کافر مکہ سے نکالدیں گے ورقہ نے کہا ہاں تمہاری ہی کیا خصوصیت ہے۔ ہر ایک پیغمبر کے کافر دشمن ہوتے اور اُسے ایذا دیتے چلے آئے ہیں خدا کی اسیطرح سنت ہے کہ کافر ہمیشہ پیغمبروں کے دشمن ہوتے ہیں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو تمہیں غیر معمولی امداد دونگا۔ مگر آنحضرت کی نبوت کے ظہور کے زمانہ سے پہلے ہی ورقہ بن نوفل فوت ہوگئے اور یہ مبارک زمانہ اُنہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ورقہ بن نوفل اُن لوگوں میں سے ہیں جو آنحضرت کے زمانہ نبوت دیکھنے سے پہلے آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ صحابی کی جو یہ تعریف کی گئی ہے۔ مَنْ رَاَیَ النَّبِیَّ مُؤْمِنًا صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو) اسکی رو سے ورقہ بن نوفل صحابی تھے۔ کیونکہ اس تعریف میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت بھی دیکھا ہو۔ مگر مشکوٰۃ میں اس مضمون کی حدیث آئی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کی وفات کے بعد اسکا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اسے سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر ورقہ بن نوفل کا مومن ہونا یقینی ہوتا تو آپ کو ان کے ایمان کی نشانی بتانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہاں یہ جواب ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکے ایمان کی نشانی بتانا محض تاکید کے لئے ہے چنانچہ روضتہ الاحباب میں یہ حدیث اسطرح آئی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے قس کو جنت میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ وہ مجھپر ایمان لایا اور میری تصدیق کی (اس حدیث میں جو قس کا لفظ آیا ہے اس سے ورقہ بن نوفل مراد ہیں)۔

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ بقول بعض سب سے پہلے ایمان لانے والے ورقہ ہیں۔ ابن مندہ نے آپ کو صحابہ میں شمار کیا ہے (مد)

وزیر (ل) باربرداری کا شریک۔ چونکہ سلطنت کے کام کا بوجھ اُٹھانے میں وزیر بھی بادشاہ کا شریک ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس عہدے کا نام وزیر رکھا گیا قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ہٰرُوْنَ اَخِیْ (طٰہٰ ع ۲) یعنی اور میرے کنبے والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا۔

وسائل البیان مسائل القرآن	تفسیر کبیر کا انتخاب ہے۔ (رگش)

وسوسہ مراد اس سے وہ شیطانی خیالات ہیں جو کفر و گناہ کا باعث ہوں۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں۔ ضروری اور اختیاری۔ ضروری تو وہ ہے جو بے اختیار اور آچانک دل میں آجائے۔ اسکو ہاجس کہتے ہیں۔ اور یہ اس امت مرحومہ سے معاف ہے۔ اور پہلی سب امتوں سے بھی معاف تھا۔ پھر جب وہ ہاجس ٹھہر جائے اور خلجان پیدا ہو تو اسے خاطر کہتے ہیں اور وہ بھی معاف ہے۔ اور اختیاری وہ ہے۔ کہ وسوسہ دل میں آئے اور باقی رہے۔ اور اسپر دوام و اصرار ہو اور ہمیشہ دل میں خلجان کرے اور اسکی لذت و محبت پیدا ہو جائے۔ اسکو ہم کہتے ہیں یہ بھی خاص اسی امت مرحومہ سے معاف ہے اور اسپر مواخذہ نہیں اور بدوں عمل کے نامۂ اعمال میں ثبت نہیں ہوتا بلکہ قصد کے بعد اگر اپنے آپ کو روکے تو اسکے مقابلہ میں نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک قسم اور ہے جسکو عزم کہتے ہیں اور وہ نفس کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور دل کا اسپر عزم بالجزم ہو۔ اور سوائے خارجی اسباب کے معدوم ہونے کے اور کوئی اسکا مانع بھی نہ ہو۔ اور نفس کو اس سے کچھ کراہت و نفرت نہ ہو۔ اس قسم پر مواخذہ ہے لیکن مواخذہ فعل سے کم ہے۔ یعنی جب تک دل میں ہے کم گنہگار ہے۔ اور جب اسکا مرتکب ہوگا تو زیادہ گنہگار ہوگا۔ (منظ)

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت سے وہ چیز جو بطور وسوسہ آتی ہے معاف کی ہے جب تک کہ اسکو عمل میں نہ لائیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارے دلوں میں بعض وقت ایسے خیالات آتے ہیں جنکو ہم زبان پر لانا پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسے خیالات آتے ہیں اور تم انہیں برا جانتے ہو تو یہ ظاہر ایمان ہے۔ (مش)

وسیط تفسیر کی کتاب ہے مصنفہ امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی جو ۴۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کش)

وسیلہ وہ چیز جسکے ذریعے سے غیر کی طرف تقرب حاصل کیا جائے۔ (تع)

جنت کا ایک درجہ ہے جو سب درجوں سے اعلیٰ ہے اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جسطرح وہ کہتا جائے تم بھی کہتے جاؤ۔ پھر مجھپر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھپر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ مانگو۔ کیونکہ وسیلہ جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک ہی بندے کے لائق ہے اور امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔ (مش)

وشم گودنا یہ ایک وحشیانہ رسم ہے جو ابھی تک ذلیل اقوام کی عورتوں میں برابر جاری ہے جیسے شرفا میں ناک کان کا چھدوانا۔ حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے بالوں میں دوسرے بال ملاتی ہے (کہ بال بڑے معلوم ہوں) اور جو دوسرے کو اسبات کا حکم کرتی ہے (کہ میرے بالوں میں دوسرے بال ملادے) اور جو جسم کا کوئی حصہ خود گودتی اور جو دوسرے سے گودواتی ہے ان سب پر خدا کی لعنت کرے (صح)

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیحین میں ایک حدیث آئی ہے جسکا پہلا جملہ یہ ہے "خدا ان عورتوں پر کہ جو

اپنے جسم کے کسی حصہ کو خود گودنی یا دوسرے کو گودنے کا حکم کرتی ہیں خدا لعنت کرے۔"

وصایا وصیت کی جمع ہے۔ اور وصیت اس نصیحت کو کہتے ہیں جو عازم سفر یا قریب الموت شخص اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کو کرتا ہے۔

وصل (ل، ملانا۔ اص۔و) میں روحانی سفر کے ساتویں درجے کو کہتے ہیں جس میں مجذوب کو خدا کا دیدار ہوتا ہے۔ یہ درجہ فنافی اللہ کے درجہ سے پہلے ہوتا ہے۔ (مصطلحات الصوفیہ) رسالہ مصطلحات الصوفیہ میں اسکے معنے غائب چیز کو پالینے کے لکھے ہیں۔

وضو ۔آبدست، شرعی طریقہ سے اعضا دھونا۔ تاکہ عبادت میں مصروف ہونے سے پیشتر ظاہری پاکی حاصل کی جائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ۔ یعنی پاکی ایمان کا حصہ ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاہُ مِنْ جَسَدِہٖ حَتّٰی مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِہٖ۔ یعنی جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے اسکے گناہ جسم سے نکل جاتے ہیں حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ وغیرہ (مش)

(۱) وضو نماز کی شرائط میں سے ہے یعنے اسکے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر کوئی ایسا سبب پیدا نہ ہوا ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو کئی نمازوں کے لئے ایک ہی وضو کافی ہوسکتا ہے۔ ان اسباب کا ذکر قدوری اور کنز الدقائق کے باب نواقض وضو میں مفصل درج ہے۔

(۲) وضو کا طریقہ یہ ہے کہ قبلے کیطرف منہ کرکے بیٹھیں پہلے بسم اللہ پڑھیں (حنفی مذہب کے موافق) پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئیں۔ اسکے بعد دائیں ہاتھ سے تین دفعہ منہ میں پانی ڈالکر کلی کریں۔ کلی سے پہلے مسواک بھی ضرور کریں۔ مسواک نہ ہو تو انگشت شہادت سے ہی دانتوں کو مل لیں۔ کلی کے بعد تین ہی مرتبہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی دیں اور اسے صاف کریں۔ پھر تین ہی دفعہ منہ پر پانی ڈالکر اسے دھوئیں۔ تین دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک اسطرح دھوئیں کہ پہلے دایاں پھر بایاں۔ اسکے بعد پانی لیکر سر۔ کانوں۔ اور گردن کا مسح ایک ایک مرتبہ کریں۔ اخیر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک۔ تین تین دفعہ اسطرح دھوئیں کہ پہلے دایاں پھر بایاں۔ وضو کے آخر میں یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(۳) شیعہ لوگ وضو میں پہلے پاؤں دھوتے ہیں۔ اور اخیر میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر صرف مسح کرتے ہیں۔ اور یہ اختلاف متفرع ہے آیت وضو کے اختلاف قرأت پر۔ وہ آیت یہ ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ اہل سنت والجماعت لام اَرْجُلَكُمْ پر فتح پڑھتے ہیں۔ جیسے اسکا عطف وُجُوْهَكُمْ پر ہے۔ اور شیعہ لوگ لام کو مکسور پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انکے نزدیک اسکا عطف رُءُوْسِكُمْ پر ہے اہلسنت والجماعت کے مذہب پر آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اے ایمان والو جب نماز پڑھنے کی تیاری کرو تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھوؤ۔ اور سر کا مسح کرو۔ اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔

شیعوں کے مذہب پر باقی ترجمہ تو یہی ہے مگر وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ کا ترجمہ یوں ہے۔ اور اپنے سر اور پاؤں کا مسح کرو۔"

(۴) اگر پانی میسر نہ ہو تو عبادت کے لئے وضو کی بجائے ایک اور آسان طریقہ سے کام لیا جاتا ہے جس کو تیمم کہتے ہیں۔ دیکھو لفظ (تیمم)۔

(۵) حکمی نجاست سے سارا بدن نجس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں صرف وضو سے کام نہیں چلتا اسکے لئے سارا جسم دھونا پڑتا ہے۔ جسکو شرعی اصطلاح میں غسل کہتے ہیں۔ دیکھو (غسل)۔

وظیفہ

وہ چیز جو ہر روز کے واسطے مقرر ہو۔ روزینہ۔ راتبہ۔ روزمرہ پڑھنے کی دعا۔ قرآن کا وہ حصہ جو ہر روز پڑھتے ہیں۔

وعظ

ایسی باتوں سے نصیحت کرنی جو دل کو نرم کردیں (من)

جمعے کی نماز سے پہلے جو وعظ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے اسے خطبہ کہتے ہیں۔ دیکھو (خطبہ)۔

وقت

حال۔ اور حال عبارت ہے اس چیز سے جسے استعداد غیر مجعول چاہیے (تع)

اور اصطلاحات صوفیہ میں لکھا ہے کہ وقت کہتے ہیں تیرے اس حال کو جو زمانہ حال میں ہو۔ اور جسے ماضی اور مستقبل سے کوئی تعلق نہ ہو۔

وقت الدائم

(ل) ہمیشہ رہنے والا وقت۔ (ص۔و) میں خداوند تعالیٰ کی ہمیشگی کے لئے آتا ہے۔

وقص

(ل) گردن توڑنا۔ (ص۔ش) میں اس مقدار کو کہتے ہیں جو دو نصابوں کے مابین ہو۔ مثلاً پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے اور دس کی دو۔ تو پانچ اور دس کے مابین جو اونٹوں کی تعداد ہے اُسے وقص کہینگے۔ بعض کے نزدیک اونٹوں کی اس تعداد کا نام ہے جن میں بکریاں دینی آتی ہیں یعنے پانچ سے بیس تک اونٹ۔ دیکھو (زکوٰۃ)۔

وقوف

(ل) ٹھہرنا۔ (ص) میں حج کے اُن احکام کا نام ہے جو ذی الحج کی نویں تاریخ جبل عرفات میں ادا کئے جاتے ہیں۔ دیکھو (عرفات)۔

وکالت

وکیل ہونا۔ تفصیل کے لئے دیکھو (وکیل)

وکیل

اگر کوئی شخص اپنا کاروباری تصرف جسے وہ خود کر سکتا ہو کسی دوسرے کے سپرد کردے تو پہلے شخص کو موکل اور دوسرے کو وکیل کہتے ہیں مثلاً خرید۔ فروخت اجارہ۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ امور میں کوئی شخص کسی کو اپنا قائم مقام کرے۔ موکل اور وکیل دونوں کا عاقل ہونا شرط ہے۔ اگر وکیل کسی بات کا اقرار اپنے موکل کیطرف سے غیر مجلس حکومت میں کرے تو کسی حالت میں وہ اقرار قبول نہ کیا جائیگا اور اگر مجلس حکومت میں اقرار کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکا اقرار شرعاً صحیح ہوگا۔ مگر اس بات کے بارہ میں صحیح نہ ہوگا جسکے لئے موکل نے وکیل کو اقرار کرنے سے منع کر دیا ہو۔ اگر وکیل حدود یا قصاص کے متعلق اپنے موکل کیطرف سے اقرار کرے تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح قابل تسلیم نہ ہوگا۔

اگر موکل خود موجود ہو اور پھر اپنی طرف سے کسیکو وکیل کرے تو یہ وکالت صحیح ہوگی بشرطیکہ وکیل اور فریق ثانی میں کسی قسم کی پرخاش نہ ہو۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اسکے مخالف ہیں۔ انکے نزدیک اگر موکل موجود ہو تو وکالت اس شرط پر صحیح ہوتی ہے کہ فریق مخالف اسبات پر راضی ہو۔ اگر کوئی شخص حاکم کے روبرو اپنے حقوق طلبی کے بارے میں کسیکو وکیل کرے تو یہ وکالت درست ہوگی۔ اور اسکی صحت کے لئے گواہوں یا جس سے حقوق کا مطالبہ ہے اسکا موجود ہونا شرط نہیں۔ اور اگر عدالت کے بغیر کسی اور جگہ میں وکیل کیا جائے تو وکیل کی وکالت کی صحت کے لئے شہادت کی ضرورت ہوگی

لیکن امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہر صورت میں وکالت کے وقت فریق مخالف کا موجود ہونا شرط ہے۔

موکل جب چاہے وکیل کو معزول کر سکتا ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالےٰ کے نزدیک موکل کے معزول کرنے کے ساتھ ہی وکیل کی معزولی سمجھی جائے گی خواہ وکیل کو اپنی معزولی کی اطلاع بعد میں ہو۔ اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جس وقت وکیل کو اسبات کا علم ہو تو اسوقت سے اسکے معزول ہونے کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد بن حنبل رح سے دونوں طرح کی روایتیں آئی ہیں۔

اگر کسیکو ایک چیز کے بیچنے پر وکیل کیا جائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ جسطرح چاہے اسے بیچ سکتا ہے یعنے نقدی لے یا اُدھار پر بیچے یا اسکی مثل کوئی چیز لے۔ دیگر ائمہ اسکے مخالف ہیں (شمس الفقہ) زیادہ مسئلے معلوم کرنیکے لئے۔ دیکھو (ہد۔ ردالمختار۔ عا۔ قذ)۔

(۲) خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (س۔ آل عمران رع ۱۸) اور بول اُٹھے کہ ہم کو اللہ بس ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

وقف اس مال کو کہتے ہیں جسے مالک اپنے ملک سے نکالکر خدا تعالےٰ کو اس کا مالک کردیوے اور اُسکے نفع کو عام بندگان خدا کے لئے قائم کردے یا جسکے لئے چاہے۔ غرضیکہ شے موقوفہ کسیکی ملک نہ ہوگی۔ وقف سے رجوع جائز نہیں۔ اور نہ وارثوں کو مال وقف سے کچھ ملسکتا ہے

واقف وہ شخص ہے کہ جس نے اپنا مال وقف کردیا۔

موقوف وہ شے جو وقف کی گئی ہو۔

موقوف علیہ وہ کام یا وہ شخص کہ جسپر وقف کیا جائے

(مثال)۔ زید نے ایک مکان اپنا وقف کردیا کہ اسکا کرایہ مسجد کی ڈول رسّی میں خرچ کیا جائے۔ اس مثال میں زید واقف اور مکان موقوف اور اپنے ملک سے نکالدینا وقف اور مسجد کی ڈول رسّی کا خرچ موقوف علیہ ہے۔

باتفاق ائمہ وقف جائز ہے۔ اور شے موقوف واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے۔ اگرچہ واقف نے اپنے ہاتھ سے موقوف کو نہ نکالا ہو۔ اور امام محمد کے نزدیک وقف جب صحیح ہوگا کہ اپنے ہاتھ سے اُسکو نکالدیوے۔ اسطور پر کہ وقف کے واسطے کوئی ولی مقرر کرے اور اُسے شے موقوفہ سپرد کرے۔ جن اشیاء سے انتفاع صحیح نہیں مگر اسکو تلف کرکے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جیسے سونا۔ چاندی۔ ماکولات تو ایسی اشیاء کا وقف بالاتفاق صحیح نہیں ہے۔ اپنی اولاد پر بھی وقف کرنا صحیح ہے۔

جب شے موقوف ویران ہو جائے تو اسکو فروخت کرکے اسکی مثل میں خرچ کرنا امام احمد کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ مسجد کے بارے میں بھی ایسا ہی قول ہے بشرطیکہ کوئی امید درستی کی نہ ہو (شمس الفقہ)

وَلاء اُس میراث کو کہتے ہیں جسکا کوئی شخص کسی غلام آزاد کرنے کے باعث یا عقد موالاۃ کے سبب مستحق ہو۔ (تع)

جو میراث آزاد کرنیکے باعث حاصل ہوگی اسے ولاء العتاقہ کہیں گے۔ اور جو عقد موالاۃ کے سبب ملیگی اسے ولاء الموالاۃ۔

ولد الزنا جو شخص ایسے مرد و عورت کی قربت سے پیدا ہو جن میں نکاح یا ملک یمین کا تعلق قائم نہ ہو اُسکو ولد الزنا کہتے ہیں۔

شرع میں ولد الزنا بعض خاص حقوق سے محروم ہے مگر نہ اسلئے کہ ولد الزنا ہونا کوئی خود اسکا جرم ہے کیونکہ زنا کا ارتکاب تو اسکے ماں باپ نے کیا ہے اور یہ گناہ انہیں کے سر ہے۔ بلکہ اسلئے کہ نسب کے عدم ثبوت کا بعض معاملات پر خاص اثر پڑتا ہے اس لئے ان معاملات میں جو احکام صحیح النسب لوگوں کے متعلق ہیں ولد الزنا کے متعلق ایسے نہیں ہوسکتے۔ مثلاً ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے وجہ یہ کہ مقتدیوں کو اس سے ایک قدرتی تنفر ہوگا۔ اور امام کا قابل تعظیم اور محبوب عند الناس ہونا ضروری ہے۔

ولد الزنا کی شہادت جائز ہے مگر امام مالکؒ کے نزدیک زنا کے مقدمہ میں اسکی شہادت مسموع نہیں ہوسکتی۔

ولید بن عقبہ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے۔ آپ کی کنیت ابو وہب قرشی۔ فتح مکہ کے روز آپ مشرف باسلام ہوئے۔ آپ ابھی حد بلوغ کو پہونچے ہی تھے کہ حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ آپ اچھے خاصے شاعر تھے۔ ابو موسیٰ ہمدانی وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ رقہ میں آپ نے وفات پائی (الکمال)

ولیمہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے۔ اور التیام کے معنے ہیں اجتماع۔ چونکہ یہ اجتماع زوجین کے وقت کھلایا جاتا ہے اس لئے اسکو ولیمہ کہتے ہیں پس ولیمہ وہ طعام ہے جو نکاح میں کھلایا جائے اکثر اس پر ہیں کہ ولیمہ سنت ہے۔ اور بعضوں نے مستحب کہا ہے اور بعضوں نے واجب۔ اور بعض کے نزدیک ولیمہ کا وقت بعد دخول ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وقت عقد کے ہے اور بعض دونوں وقتوں کے قائل ہوئے ہیں۔ یعنے عقد کے وقت بھی کرنا چاہئے اور بعد دخول بھی۔ مختار یہ ہے کہ ولیمہ بقدر حال خاوند کے ہو۔

اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت آٹھ قسم ہے (۱) ولیمہ بنا بر نکاح (۲) خرس۔ لڑکے کے پیدا ہونے پر۔ (۳) اعذار۔ ختنہ پر (۴) تعمیر مکان پر (۵) نقیعہ۔ مسافر کے آنے پر خواہ مسافر تیار کرائے یا اس کے لئے کوئی اور تیار کرے۔ (۶) وضیمہ مصیبت کے وقت (۷) عقیقہ تسمیہ ولد کے واسطے۔ ماد بہ۔ وہ کھانا جو ضیافت کیلئے بے سبب تیار کیا جائے۔ اور یہ سب اقسام مستحب ہیں۔ مگر ولیمہ بعضوں کے نزدیک واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا کرتے تھے بعض علمار کے نزدیک ولیمہ میں جانا واجب ہے۔ جو نہ جائے وہ گنہگار ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک جانا مستحب ہے۔ کھانا ضرور نہیں۔ اگر کچھ عذر ہو نہ کھائے (لغز)

ولی فعیل بمعنے فاعل ہے اسکے لغوی معنے ہیں دوست۔ مقرب۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکی طاعت پے در پے ہو۔ اور درمیان کوئی گناہ اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔ یا یہ مفعول کے معنے میں ہے۔ اور پھر اس سے مراد وہ شخص ہے جسپر خدا کے احسان پے در پے ہوتے رہے ہوں۔ اور ولی اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اللہ کی ذات و صفات کو بقدر امکان جانتا ہو۔ اور طاعات پر ہمیشگی کرنے والا ہو۔ اور گناہ سے پرہیز کرنیوالا ہو۔ اور لذات و شہوات سے اعراض کرتا ہو۔ (تع)

جمع اسکی اولیاء آتی ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (س۔ یونس ع ۷) یعنی یاد رکھو کہ خاصان خدا ایسے امن میں ہیں کہ قیامت

کے دن ان پر کسی کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح
پر آزردہ خاطر ہوں گے۔ (ترجمہ ح۔ن)

الولی۔ خدا تعالےٰ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ
پرہیزگار ایمانداروں کا محب ہے اور انہیں مدد و نصرت
دیتا ہے اسلئے اسے ولی کہتے ہیں۔ ولی متولی کے
معنے میں بھی آیا ہے۔ اور حق تعالےٰ نیکوکاروں کے
امور کا متولی ہے۔ اور قریب کے معنے بھی اس کے
آئے ہیں۔ یعنی اسکی رحمت نیکوکاروں سے
قریب ہے۔ (الحقوق)

وہّاب بخشش عطا کرنے والا۔ وہب اور ہبہ
کہتے ہیں بخشنے اور عطا کرنے کو۔ موہبت
بخشش۔ وہاب مبالغہ ہے۔ یعنی کثیر الہبہ واتم العطا۔
اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔ یہ اسم بعینہٖ قرآن مجید میں آیا ہے
(رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ
لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ
(س۔ آل عمران۔ ع۱) (اور علم والے یہ دعا مانگتے رہتے
ہیں) اے ہمارے پروردگار ہم کو راہ راست پر لائے
پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے
ہم کو رحمت کا خلعت عطا فرما کچھ شک نہیں کہ تو بڑا
دینے والا ہے۔

وہابی ایک فرقہ کا نام ہے جسکا موجد مسمی احمد
ابن عبد الوہاب بمقام آئینہ واقع نجد ۱۶۹۱ء
میں پیدا ہوا۔ اسکے باپ نے بڑی کوشش سے
اسکو شریعت اسلام کی تعلیم دی۔ بعدہٗ اس نے مکہ
معظمہ اور بصرہ میں علم دین تحصیل کیا۔ اور کتب احادیث
صحاح ستہ کا عالم ہوا۔ پھر اپنے والد کے ساتھ مکہ
معظمہ کا حج کیا اور مدینہ طیبہ میں زیارت کرکے شیخ
عبداللہ ابن ابراہیم کا مرید ہوا۔ برسوں اس نے
فقر میں تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ یہ اپنے وطن کو گیا
اور وہاں کا مجتہد ہوا۔ اس نے ظاہرا شریعت
اسلام کی پابندی اور اسکے اصول میں فرق نہ کیا۔
یعنے جو لوگ فال دیکھتے یا شگون مانتے یا مزارات
کی تعظیم کرتے یا مزار کو آراستہ کرتے یا مسکرات کو
استعمال کرتے یا ریشمی کپڑا پہنتے انکو برا کہتا کہ یہ باتیں
شریعت رسول کے خلاف ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث
کو پڑھکر اس نے خیال کیا کہ اصول شریعت اسلام
میں حال کی امیزشات کی وجہ سے بڑا تفاوت پیدا
ہوگیا ہے۔ تب یہ آمادہ ہوا کہ لوگوں کو خاص اور
شریعت اسلام اس قاعدے پر سکھاوے اور رواج
دیوے کہ جیسا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اور عمل کیا ہے۔ اور خیال کیا کہ دنیا کے مسلمان بھٹک
گئے ہیں جو پیر اور اولیاء کے قول کی پیروی کرتے ہیں
اور یہ رواج انہوں نے اپنے فائدہ کی غرض سے دئے
ہیں۔ اس نے چاروں اماموں کے قاعدے پر چلنے
سے انکار کیا۔ اور صرف قرآن مجید اور احادیث
نبوی کو اپنا ہادی اور رہنما قرار دیا۔ لوگوں نے اسکا کہنا
مانا اور اس کے طریقے کو تسلیم کیا۔ جب اسکے یہاں اور
جماعت کا مجمع ہوا تو شہر کے حاکم سے مخالفت ہوئی
بباعث اس کیفیت کے اس نے محمد بن مسعود زبردست
رئیس دیریہ کے پاس پہنچکر پناہ لی۔ اس نے حمایت
کی بوجہ حمایت اس رئیس کے وہابی سلسلہ قائم ہوا۔
اور رئیس دیریہ نے اس جدید مذہب والے سے
خاندانی رشتہ و قرابت قائم کرکے اسکو تقویت دی
اس رئیس دیریہ کا فرزند عبدالعزیز مشہور وہابی ہوا۔
جب ۱۷۶۵ء میں ابن عبدالوہاب اور رئیس دیریہ کا
انتقال ہوا تو عبدالعزیز اسکا قائم مقام ہوا۔ اس نے
فوج وہابی کو آگے بڑھایا اور گوشہائے قریب کو فتح کیا
عبدالعزیز بڑا بہادر جنگ آور نہ تھا بلکہ نماز گذار تھا۔
۱۸۰۳ء میں ایک ایرانی نے اسکو قتل کیا۔ عبدالعزیز
کے فرزند کلاں مسعود نے جو اسکا قائم مقام ہوا خوب

معرکہ آرائیاں کیں اور فتح حاصل ہوئی۔ اس نے تمام ترکی سلطنت فتح کر لینے کا ارادہ کیا تھا۔ کہتے ہیں یہ نہایت خوش رو۔ عقیل ہونہار اور تدبیر جنگ میں یگانہ تھا۔ اس نے لڑکپن سے ہی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ تمام مقامات عرب سے جوق جوق لوگ آکر اسکے گرد جمع ہوئے اس نے بیس ہزار فوج لیکر کربلائے معلّے پر چڑہائی کی۔ جب یہ وہاں پہونچا تو حکم دیا کہ کافروں اور مشرکوں کو مارو اور قتل کرو۔ اور روضۂ اقدس امام ہمام سیدالشہدا علیہ السلام کا کچھ ادب نہ کیا۔ جو کچھ نقد و جنس خزانہ درگاہ میں جمع تھا وہ اس وہابی نے لیا۔ دوسرے سال اس نے نواح مکہ میں دخل کیا۔ اور بوجہ پاس حرم شریف کے کچھ ظلم و تعدی نہ کی مگر وہابی طریقے کا برتاؤ ہوا۔ حقے اور تسبیح و تعویذ اور پارچہ ریشم سب سے زبردستی چھین لئے اور انکو سب کے روبرو آگ میں جلا دیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو شرعی لوگ درّے لے کر نکلتے تھے۔

اور نمازیوں کی کثرت سے مسجدیں بھر جاتی تھیں۔ اور تمام آدمی پنجگانہ نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں یہ اپنی کارروائی کامل کر چکا اور پورا پورا تسلّط ہو گیا تو اس نے سلطان روم کو اپنی کامیابی کا خط اس عبارت میں لکھا

"از جانب مسعود۔ سلطان قسطنطنیہ کو ظاہر ہو کہ میں تاریخ ۴ محرم ۱۲۱۸ھ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ باشندوں میں امن رکھا۔ میں نے تمام وہ چیزیں اس متبرک مقام سے دور کیں جنکی پرستش لوگ بتوں کی مانند کرتے تھے۔ میں نے تمام محصولات جو خلاف شرع تھے دور کئے۔ میں نے اس قاعدے کو حسب احکام نبوی مقرر کیا۔ جسکو تم نے منتزر کیا۔ جسکو تم نے مقرر کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم حکام و منتق دقاہرہ کو حکم دو کہ شہر میں وہاں کے لوگ ڈہول و قرنا بجاتے نہ آویں کہ ان چیزوں سے مذہب کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ خداوند ہمیشہ تمپر اپنا فضل و کرم رکھے"۔

دوسرے سال مدینہ منورہ میں فتوحات حاصل کیں اور ایسی کامل کارروائی کہ کسی چیز پر اپنا تسلّط کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اس نے چاہا کہ مرقد منوّر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر اٹھالے۔ مگر خواب میں بشارت ہوئی اور حضور رحمت گنجور نے فرمایا کہ خبردار! اس حرکت سے باز رہنا۔ تب یہ باز رہا۔ ان مقامات میں نو برس کامل ابن مسعود کی حکومت رہی۔ فوج وہابی بقدر کثیر و زبردست ہو گئی کہ سلطان ترکی کو اپنی سلطنت جاتے رہنے کا خوف پیدا ہوا۔ تب علی پاشا کو سلطان نے حکم دیا کہ وہابی لغویات کو مقامات مقدسہ سے دور کرنے کے واسطے زبردست فوج سے چڑہائی کیجائے بموجب حکم سلطانی پاشائے مذکور نے فوج جمع کی اور ان وہابیوں کو حرمین شریفین سے نکال دیا۔ جب ۱۸۱۴ء میں مسعود مرا تو اسکا بیٹا عبداللہ اسکا جانشین ہوا یہ اگرچہ جری تھا۔ مگر جنگی داؤ گھات سے محض بے خبر تھا۔ متواتر شکست پاتا رہا۔ بالآخر ابراہیم پاشا نے قید کر کے قسطنطنیہ بھیجدیا اور وہاں قتل ہوا۔ اسکے بیٹے ترکی عبداللہ کو خیال حکومت ہوا۔ مگر بدیں سیاست سلطان محمد خان والئے قسطنطنیہ سے زیاد کو بھاگا۔ اور مارا گیا۔ بعدہٗ اسکے بیٹے فیصل نے زیاد میں اپنی حکومت قائم کی۔ ۱۸۶۳ء میں پالگر سیاح اور ۱۸۶۵ء میں لورنٹس بیلی صاحب کی اس سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸۶۶ء میں فیصل نے انتقال کیا تو اسکا بیٹا عبداللہ قائممقام ہوا۔ ہر چند وہابیوں کی فوجی قوت نابود ہو گئی تھی۔ تاہم محمد بن عبدالوہاب نے جو اصول قائم کئے تھے بعض مذہبی راہنما اسکی تقلید کرتے تھے

وہابی اپنے آپ کو اہلحدیث و اہلسنت و محدث و عامل بالحدیث و موحد کہتے ہیں، اور اپنے مخالفوں و مقابلوں کو بدعتی کہتے ہیں اور اب وہابی غیر مقلدین

اور حنفی مقلدین کے نام سے مشہور ہیں۔
آجکل اس فرقہ میں بہت سے اختلافات ہو گئے ہیں۔ بعض ان میں سے خود ساختہ پنجابی نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہو گئے ہیں۔ اور بعض غلام نبی چکڑالوی کے مذہب پر ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو اہل القرآن کہتے ہیں۔ انکے ہاں احادیث کی چنداں عزت نہیں ہے وہ ہر ایک مسئلہ میں قرآن سے استدلال کرنا چاہتے ہیں۔ ان سب خرابیوں کا باعث ترکِ تقلید ہے۔

بابُ الہاء

ہابیل عبرانی زبان میں حضرت آدمؑ کے بیٹے کا نام ہے۔ ہابیل اور قابیل دونوں بھائی تھے قابیل کھیتی کرتے اور ہابیل بکریاں پالتے۔ دونوں نے خدا کی نیاز کی۔ قابیل نے ردی مال نیاز میں رکھا۔ اور ہابیل نے بہتر سے بہتر ...... بکری جو اسکے ریوڑ میں تھی قابیل کی نیاز نامنظور ہوئی اور وہ نامنظور ہونے کے قابل بھی تھی۔ اور ہابیل کی نیاز قبول ہوئی۔ قابیل کو سخت حسد ہوا۔ اور اسکی آگ اپنے دل ہی میں رکھی۔ یہانتک کہ حضرت آدمؑ حج کو گئے اور قابیل نے موقعہ پاکر اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ اور اسکی لاش کو لادے لادے پھرا۔ کیونکہ وہ پہلی موت تھی جو زمین پر واقع ہوئی۔ آخر اس نے کوے سے دفن کرنا سیکھا۔ اور اس کو اپنی حالت پر سخت رنج ہوا۔ قرآن مجید کی پانچویں سورت کی آیات ذیل میں انکا ذکر ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ تا فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۝ (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو آدمؑ کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے واقعی حالات پڑھکر سناؤ۔ کہ جب دونوں نے (خدا کی جناب میں) نیازیں چڑھائیں تو ان میں سے ایک (یعنی ہابیل) کی قبول ہوئی۔ اور دوسرے یعنی قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تو (قابیل مارے حسد کے) لگا کہنے کہ میں تجھکو ضرور قتل کر کے رہوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ صرف پرہیزگاروں کی نیازیں قبول کرتا ہے۔ اگر میرے قتل کرنے کے ارادے سے تو مجھ پر ہاتھ چلائیگا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تجھ پر اپنا ہاتھ چلانے والا نہیں (کیونکہ) میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا (دونوں کا) گناہ سمیٹے اور دوزخیوں میں (جا شامل) ہو۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اسپر بھی اس کے نفس نے اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا۔ (چنانچہ آخر کار) اسکو مار ڈالا (اور) آپ ہی گھاٹے میں آگیا۔ اسکے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اس قاتل کو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی فضیحت (یعنی اسکی بوسیدہ لاش) کو کیونکر چھپانا چاہیئے۔ (کوے کو زمین کریدتے ہوئے دیکھکر) بول اٹھا۔ ہائے میری شامت کیا میں اس سے بھی گیا گذرا ہوا کہ (ہلاسے) میں اس کوے (ہی) جیسا ہوشیار ہوتا۔ تو اپنے بھائی کی فضیحت یعنے لاش کو چھپا دیتا۔ (الغرض) وہ (اپنے کیے سے) بہت ہی پشیماں ہوا۔

ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا نام ہے جنکے بطن سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ انکا ذکر کوثر۔ سعی وغیرہ الفاظ کے بیان میں آئیگا۔

ہادی (ل) ہدایت کرنے والا۔ خداوند تعالے کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بعینہ تو موجود نہیں۔ ہاں اسکا مشتق موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ٥ (س۔ الانعام۔ ع ۵) یعنی اللہ ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

ہار

ہار خواہ چاندی کا ہو یا سونے کا عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ (ن)

ہار چونکہ زیور کے قبیل سے ہے اسلئے اس میں زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ تک پہونچ جائے۔

ہاروت و ماروت

دو فرشتوں کا نام ہے جنکا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا ... إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ٥ (س ۲۔ ع ۱۲)

اور سلیمان علیہ السلام سے کفر کی یہ حرکت سرزد نہیں ہوئی بلکہ کفر کیا تھا تو شیاطین نے کیا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور اسکے علاوہ ان باتوں میں مشغول ہوگئے جو بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں کو پہونچائی گئی تھیں اور وہ فرشتے بھی جو انکو پہونچا تھا کسی کو نہ بتاتے جب تک کہ اس سے یہ نہ کہدیتے کہ ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں۔ تو اس علم کو بری طرح استعمال کرکے کہیں کافر نہ ہو جائیو۔

مفصل قصہ انکا یوں ہے کہ ملائکہ نے جب بنی آدم کو گناہوں میں مبتلا پایا تو عرض کی کہ اے اللہ۔ یہ کیسے جاہل ہیں کہ تیری معرفت انکو بالکل حاصل نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اگر انکی مشکلات میں تم بھی مبتلا ہو تو تمہارا بھی یہی حال ہو جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ امتحان کے واسطے دو فرشتے منتخب کرو۔ چنانچہ ہاروت و ماروت دو فرشتے اس کام کیلئے منتخب ہوئے۔ ان میں اللہ نے وہ سب خواہشیں پیدا کردیں جو انسان میں ہوتی ہیں اور زمین میں انکو بھیجا اور ایک عورت بھی انکے واسطے بنائی گئی۔ تو وہ اس عورت سے نہ بچ سکے اور دونوں گناہ میں مبتلا ہوگئے تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم عذاب دنیا میں اختیار کرتے ہو یا آخرت میں۔ انہوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کیا تو بحکم الٰہی سر سے پاؤں تک تمام بدن انکا لوہے کی زنجیروں میں جکڑا گیا اور انہیں ایک کنوئیں میں اُلٹا لٹکا دیا گیا۔ اس کنوئیں میں آگ بھری ہوئی ہے اور ہر وقت شعلے بھڑکتے ہیں۔ اور ہر وقت ایک فرشتہ آگ کے کوڑے انکے بدن پر مارتا ہے۔ جب اسکی نوبت ہو چکتی ہے تو دوسرا فرشتہ کوڑے مارنے کیلئے آتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ نیا فرشتہ آتا رہتا ہے تشنگی انپر ایسی غالب ہے کہ ہر وقت انکی زبانیں باہر نکلی رہتی ہیں۔ اور منہ سے ایک بالشت کے فاصلے پر ہر وقت سرد اور شیریں پانی موجود رہتا ہے۔ مگر انہیں نصیب نہیں ہوتا۔

بعض محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ۔ اور وہ مفسرین جو علم کلام کا مذاق رکھتے ہیں۔ جیسے امام رازی اور بیضاوی وغیرہ۔ اس قصہ کے منکر ہیں اور اس کو بے اصل سمجھتے ہیں۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ قصہ یہودیوں سے منقول ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی بھی اسی زمرہ میں ہیں (اک)

ہارون

یہ لفظ معرب ہے بطور علم کے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے جنکو حضرت موسےٰ کی دعا سے منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ اور انکی نبوت حضرت موسےٰ کی رسالت کے تابع تھی۔ جب موسےٰ علیہ السلام نے فرعون اور اُس کے جادوگروں کو لاجواب کرنیکے لئے مصر کا سفر کیا تھا تو ہارون

ان کے رفیق اور معاون تھے۔ اور جب حضرت موسیٰ خدا کے حکم سے کوہ طور پر چلہ کاٹنے تشریف لیگئے تھے تو انہوں نے بنی اسرائیل کی دینی و اخلاقی حالت کی نگرانی کے لئے ہارون کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ مگر حضرت موسےٰ کے چلے جانے پر سامری نے بعض لوگوں کو جادو کا دلدادہ اور موسوی شریعت سے گمراہ بنا دیا جس پر موسےٰ سخت غضبناک ہوئے اور ہارونؑ کو اس غفلت پر سخت سرزنش کی۔ تفصیل کے لئے دیکھو (موسےٰ)۔

(۲) حضرت عیسےٰ کی والدہ مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون ہے۔

ہاشم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پردادا تھے اصل میں انکا نام عمرو تھا۔ اور ہاشم اسلئے مشہور ہوگئے کہ ایک دفعہ قحط میں انہوں نے لوگوں کو روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر کھلائے تھے۔ کہ جسکو عربی میں ثرید کہتے ہیں۔ اور ہاشم کے لغوی معنے ہیں روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا۔ ان کے چار لڑکے تھے۔ ایک اسد جو حضرت علیؓ کی والدہ کے باپ تھے۔ دوسرے نضلہ تیسرے صیفی اور چوتھے عبدالمطلب جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ (مد)

ہامان فرعون کے وزیر کا نام ہے جسکو فرعون نے خدا کو دیکھنے کے لئے بلند مکان بنانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ خداوند کریم کا ارشاد ہے وَقَالَ فِرْعَوْنُ یَا اَیُّھَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ تا وَاِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ۔ (س۔ قص۔ ع ۴) اور فرعون نے کہا اے اہل دربار مجھکو تو اپنے سوا تمہارا کوئی خدا معلوم نہیں (اور موسےٰ نے ایک خدا کا نشان دیا ہے۔ اور اپنے وزیر کیطرف خطاب کر کے کہا) اے ہامان اچھا تو ہمارے لئے مٹی (کی اینٹوں) کو آگ لگا . . . . اور (ان سے) ہمارے لئے ایک (پکا) محل چنوا تاکہ ہم (اس پر چڑھکر) موسےٰ کے خدا کو جھانکیں اور ہم تو (اس دعوےٰ میں) موسےٰ کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

اسی سورت کے رکوع اول۔ اور سورت عنکبوت کے رکوع ۴۔ اور سورت مومن رکوع ۲ میں بھی اسکا ذکر آیا ہے۔

ہاویہ (ل) آسمان و زمین کا درمیان۔ اور دوزخ میں ایک گڑھے کا نام اور گم شدہ بچے کی ماں (من)۔

دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو ریاکاروں کے واسطے مقرر ہے۔ اسکا نام قرآن مجید میں حسب ذیل آیا ہے۔ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ (س۔ قارعہ۔ ع ۱) (یعنی) اور جسکی تول ہلکی ہوگئی تو اُس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔

ہاویہ گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور یہ جہنم کا نام ہے اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے وَ مَا اَدْرٰکَ مَا ھِیَہْ کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے ہاویہ دنیا کا کوئی عمیق گڑھا یا کسی بلند پہاڑ کی کھو نہیں ہے۔ کس لئے کہ اسکی اصل حقیقت بھی بغیر الہام غیب کے سمجھائے سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر آپ ہی بتاتا ہے نَارٌ حَامِیَۃٌ کہ وہ دہکتی آگ ہے۔ یہ آگ محبت شہوات ولذات اور غضب وحسد کی بغض و عداوت کی اور تعصب و کفر و بدراہی کی آگ دنیا میں دل میں تھی آج وہ جہنم کی آگ بنکر سامنے آئی اور آگ بھی کیسی آگ حَامِیَۃٌ بہت ہی گرم کہ جسکی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی آگ گرم نہیں۔ یہ آگ اس آگ کی بہ نسبت کچھ بھی نہیں اسلئے یہ لفظ استعمال ہوا۔ ورنہ آگ کے لئے تو ہر وقت حرارت لازم ہے۔ (تف)

ہباء دھول یعنی مٹی کے وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جو سورج کی روشنی میں اڑتے نظر آیا کرتے ہیں

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (س فرقان ۔ ع ۱) اور دنیا میں جو یہ لوگ کوئی نیک عمل کر گئے ہیں اب ہم ان اعمال کیطرف متوجہ ہوں گے اور انکو اسطرح رائگاں کر دینگے جیسے بکھری ہوئی دھول۔

متکلمین یعنے اسلامی فلاسفروں کی اصطلاح میں مادے کے ان چھوٹے چھوٹے ذرات کو بھی ہباء کہتے ہیں جو تجزیہ وانقسام قبول نہیں کرتے۔

ہُبل کفار مکہ کے ایک بہت بڑے بت کا نام ہے جو بیت الحرام میں رکھا ہوا تھا۔

ابو جہل نے اسی بت کے آگے جا کر قسم کھائی تھی کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کریگا میں اسکو سو اونٹ انعام کے طور پر دونگا۔

جنگ احد میں کفار مکہ اس بت کو عماری میں رکھ کر لائے تھے تاکہ وہ فتح ونصرت کا باعث بنے ۸ھ میں فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت الحرام میں بتوں کے سامنے چھڑی سے اشارہ کرتے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ اور بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے تو ہبل کی بھی باری آئی۔ مگر یہ بت بہت اونچا نصب تھا جہاں چھڑی نہ پہنچ سکتی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ اپنے پائے مبارک میرے کندھے پر رکھ کر اس بت کو توڑ دیں۔ آپ نے فرمایا تم نبوت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکو گے۔ تم خود میرے کندھے پر پاؤں رکھ کر یہ کام کرو۔ حضرت علی نے اس ارشاد کی تعمیل کی جب ہبل توڑا گیا تو حضرت زبیر ابن عوام نے ابو سفیان سے کہا۔ مجھے طعنہ کیوں دیتے ہو۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور ہماری مدد کرتا۔ (د م)۔

ہبہ ہبہ کے معنے ہیں کسیکو ایک چیز کا بلا عوض کے مالک بنا دینا۔ شرعاً ہبہ درست ہے اور وہ ایجاب وقبول سے صحیح ہوتا ہے۔ اور شے موہوب پر قبضہ کرنے سے کامل ہو جاتا ہے۔ مشترک چیز میں اسوقت ہبہ درست ہوتا ہے کہ حصہ موہوب الگ تھلگ کر کے حوالہ کیا جائے۔ اگر کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے تو اسکا واپس لے لینا جائز ہے ہاں اگر وہ اسکا کچھ عوض دے چکا ہو۔ یا دونوں میں سے ایک مرجائے یا وہ چیز موہوب لہٗ کے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر اسکو واپس لینا درست نہیں۔ اگر ذی رحم محرم کو ہبہ کیا ہو تو اسکو واپس لینا بھی درست نہیں اسیطرح اگر شوہر بیوی میں سے کوئی دوسرے کو ہبہ کرے تو اس میں بھی رجوع جائز نہیں (قد)

بہرحال ہبہ کر کے واپس لینا غیر مستحسن ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ ہبہ کر کے واپس لینا تھوک کر چاٹنا ہے۔

ہجرۃ (ل) چھوڑ دینا۔ خانماں سے جدا ہو جانا۔ اور اہل اسلام کی اصطلاح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے چلے جانے کو کہتے ہیں۔ مسلمان شخص کا دارالحرب کو چھوڑ کر دارالاسلام میں چلا جانا بھی ہجرت کہلاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے صفر کی ستائیسویں تاریخ کو نکلے تھے۔ اور تین روز غار میں توقف فرما کر ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوئے تھے۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ طیبہ میں پہونچ گئے تھے۔ تاریخ ہجری ہجرت سے ۱۷ سال بعد مقرر ہوئی تھی۔ اور اسکے مقرر کرنیکا یہ سبب ہوا کہ ابو موسےٰ اشعری نے جو حضرت عمر رضؓ کے زمانہ خلافت میں یمن کے حاکم تھے۔ خط تحریر کیا کہ آپ کیطرف سے جو خطوط صادر ہوتے ہیں۔ انکی تاریخ معلوم نہیں ہوتی۔

که کب لکھے گئے۔ آیندہ جب کبھی آپ خط تحریر فرمایا کریں۔ تو تاریخ اوپر لکھدیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے تعیین تاریخ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہاکہ تاریخ آنحضرت کی وفات سے شروع ہونی چاہیے کہ یہ بھی ایک بڑا واقعہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اور کہنے لگے کہ مجھے اسکے باعث تازہ غم ہوا کریگا۔ بعضوں نے یہ مشورہ دیاکہ آنحضرت کی بعثت سے یہ کام شروع کیا جائے لیکن یہ بات بھی تسلیم نہ کیگئی آخر اس عقدہ لاینحل کو حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کیطرف اشارہ کیا۔ پس تاریخ ہجری محرم سے مقرر کی گئی۔

ہدایہ (۱) رہنمائی۔ راستہ دکھانا۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب کا نام ہے جسے شیخ برہان الدین علی مرغینانی نے تصنیف کیا جو سنہ ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ختم ہوئی ہے علماء نے اسکے متعدد شروح و حواشی لکھے ہیں۔ جن میں سے عنایہ۔ کفایہ اور فتح القدیر نہایت عمدہ حاشیے سمجھے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں کے ناموں کی ابتدا میں یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے ہدایۃ النحو۔ ہدایۃ الحکمۃ۔ ہدایۃ الصرف وغیرہ۔

(۲) علم کلام میں شیخ نورالدین احمد بن محمد صابونی حنفی کی تصنیف ہے جو سنہ ۵۸۰ھ میں فوت ہوئے مصنف موصوف نے اس کتاب کا خود ہی اختصار کیا جسکا نام بدایہ رکھا۔ ابو تراب ابراہیم بن عبد اللہ نے سلطان سلیم خان اول کے زمانہ میں اسکی شرح لکھی۔ (کش)۔

ہُدہُد ایک پرندے کا نام ہے جس نے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی خبر سلیمان علیہ السلام کو لاکر دی تھی۔ چنانچہ قرآن میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ تا مَاذَا يَرْجِعُونَ ۝ (س۔ نمل ع ۲)

(یعنی) اور سلیمان نے پرندوں کی موجودات لی تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہُدہُد کو نہیں دیکھتے (کیا پروں کی کثرت کی وجہ سے ہم کو نہیں دکھائی دیتا) یا (واقعہ میں) غیر حاضر ہے (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم ضرور اسکو سخت سزا دینگے یا اُسے حلال ہی کر ڈالیں گے یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) کوئی وجہ پیش کرے (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بے قصور ہے) پھر تھوڑی دیر کے بعد ہُدہُد آ حاضر ہوا اور لگا کہنے کہ مجکو ایک ایسا حال معلوم ہوا جو (ابتک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں حضور میں (شہر) سبا کی ایک تحقیق خبر لیکر حاضر ہوا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے (اور وہ انپر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامان (سلطنت) اسکو میسر ہیں اور اُسکے یہاں (ایک بہت) بڑا تخت (بھی) ہے میں نے ملکہ اور اُس کے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے اور انکو راہِ راست سے روک دیا ہے تو انکو (اتنی بات بھی) نہیں سوجھ پڑتی کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو اور جو علانیہ کرو سب سے واقف ہے۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (اور) وہی عرش بریں (کے تخت)

لہ یہ تعلیمی کتاب ہے جو ہدایۃ النحو کے مقابلہ میں تصنیف کیگئی ہے۔ جو نہایت عمدہ کتاب ہے۔ منہ

کا مالک ہے۔[۱] (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ ہماری تحریر لیکر جا۔ اور اس کو انکی طرف ڈالدے۔ پھر ان سے الگ ہٹ جا۔ پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔

ہَدْی اُن جانوروں کو کہتے ہیں جو حج کے دنوں میں قربانی کے لئے اپنے ساتھ لیجائے جاتے ہیں۔ اگر وہ اونٹ یا گائے ہو تو امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک انکا اشعار کرنا یعنی کوہان کو داہیں طرف سے چیر کے نشان کر دینا مستحب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک بائیں طرف چیرا دینا چاہئے۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ اور بکری میں تقلید نہیں (یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں جوتیاں ڈالدینی) مستحب ہے لیکن امام احمد کے مذہب میں بکری میں تقلید نخلین مستحب نہیں۔ اور معتمر کے لئے قربانی ذبح کرنے کی افضل جگہ مروہ ہے۔ اور حاجی کے لئے منیٰ۔ (رحمۃ)

ہدیہ وہ تحفہ یا پیشکش جو کسی بڑے آدمی یا قابل عزت دوست کو دیا جائے۔ (ص) ہیں قرآن مجید کی قیمت کو کہتے ہیں (غ)

ہذلیہ ایک فرقہ ہے جو ابو الہذیل معتزلی کیطرف منسوب ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ خدا کی مقدورات ایک درجہ پر ختم ہو جاتی ہیں (تع)

ہُذَیْل قبیلہ بنو ہذیل کے مورث اعلیٰ کا نام ہے یہ قوم فنون جنگ اور شاعری میں شہرۂ آفاق تھی۔ اب بھی مکہ کے آس پاس اسکی نسل کے لوگ آباد ہیں۔

ہِرّۃ بلی۔ ہریرہ اسکی تصغیر آتی ہے۔ ابوہریرہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ بلی کے ساتھ بھلائی کیا کرو۔ اور فرمایا کہ ایک عورت بلی کے بارے میں عذاب دیگئی۔

بلی کا پس خوردہ پاک ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بلی گذرتی تو آپ اسکے واسطے برتن جھکا دیتے تھے۔ وہ اس سے پانی پی لیتی تھی۔ پھر آپ اس پانی سے وضو کر لیتے تھے۔

بلی کا کھانا حرام ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔ کہ پالتو بلی کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اگر بلی نقصان پہنچاتی ہو تو اسکا مارنا جائز ہے (حیٰوۃ)

ہِرَقْل روم کے بادشاہ کا نام جسکی طرف ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول اسلام کے لئے خط بھیجا تھا اور اس نامے کا مضمون یہ تھا "اے ہرقل! اسلام قبول کر تاکہ سلامت رہے اور خدا تجھے اسکا اجر دے۔ اور اگر تو منہ پھیر لیگا اور دین اسلام کو قبول نہیں کریگا۔ تو ایک تو تیرے اپنے انکار کا وبال تجھپر پڑیگا۔ دوسرے تیری رعایا کے اسلام کو نہ قبول کرنیکا عذاب بھی تجھ کو ہوگا۔"

یہ نامہ آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ اس وقت ہرقل ایران پر فتح حاصل کرنیکی خوشی میں بیت المقدس آیا ہوا تھا اسواسطے دحیہ کلبیؓ

---

[۱] سیاق کلام چاہتا ہے کہ یہ تمام مقولہ ہُدہُد کا ہو اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا نے جانوروں کو بلکہ جمادات کو بھی اسکا ادراک دیا ہو کہ وہ خدا کو اور اسکی بعض صفات کو جانتے پہچانتے ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اس سے بھی تمام مخلوقات عالم میں اس ادراک کا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

حاکم بصرہ کی وساطت سے بیت المقدس میں اس کے پاس جا پہونچے۔ اس نے نامہ پڑھ کر حکم دیا کہ اگر اس نبوت کے دعوے کرنیوالے کی قوم کا کوئی شخص ہمارے ملک میں موجود ہو تو اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ اتفاقاً ان دنوں ابوسفیان اپنے چند اور ہموطنوں سمیت شام میں تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ ہرقل کے آدمیوں نے ان لوگوں کو دربار میں لا حاضر کیا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت کئی باتیں دریافت کیں اور بعد ازاں دحیہ کلبیؓ کو خلوت میں بلا کر کہا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جنکے ہم منتظر تھے مگر افسوس کہ میں انکی متابعت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے میں لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ پھر اس نے دحیہ کلبی کو ایک پادری کے پاس بھیجا۔ جس نے حالات سنکر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور گرجا میں آکر لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی مگر انہوں نے اسے وہیں شہید کر دیا۔ دحیہ کلبیؓ نے یہ حال ہرقل کو سنایا تو اس نے کہا عیسائیوں میں یہ شخص مجھ سے زیادہ ہر دلعزیز اور ذی وقار صاحب فضل وکمال تھا۔ جب اسکا یہ حال ہوا تو میرے ساتھ اگر ایمان لاؤں تو اس سے بھی برا سلوک کرینگے۔

پھر ہرقل بیت المقدس سے حمص میں چلا گیا۔ اور وہاں ایک بڑا بھاری دربار کر کے لوگوں کو کہا کہ اگر تم نجات چاہتے ہو تو اس پیغمبر کی پیروی کرو جو عرب میں ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس بات پر سخت نفرت ظاہر کی۔ تب ہرقل نے اپنے بچاؤ کے لئے تقریر کا پیرایہ بدل کر یوں کہنا شروع کیا کہ میں نے جو کچھ تمہیں کہا ہے محض بدیں خیال کہ دیکھوں تم اپنے دین میں کیسے پکے ہو

ہشامیہ ایک فرقے کا نام ہے جو ہشام بن عمر غوطی کا پیرو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ پیدا نہیں کئے گئے۔ اور قرآن مجید میں حلال وحرام کا کوئی ثبوت نہیں اور اختلاف کے وقت کسی کا خلیفہ بننا درست نہیں۔ (نع،)

ہفت لغت ان سات گروہوں کی زبانیں جو عرب میں فصاحت کے سبب مشہور ہیں۔ اور وہ سات گروہ یہ ہیں۔ قریش۔ علی ہوازن۔ اہل یمن۔ ثقیف۔ ہذیل۔ بنی تمیم۔ (ک)

ہلال پہلی تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ ہلال کی شکل گورنمنٹ عثمانیہ کا سرکاری نشان سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ عثمانی سکوں۔ عثمانی تمغوں عثمانی ٹکٹوں اور دیگر سرکاری چیزوں پر یہ نشان بنایا جاتا ہے۔ اور عثمانی رعایا کے لوگ یا وہ لوگ جو گورنمنٹ عثمانیہ کے ساتھ اخلاص وعقیدت ظاہر کرنی چاہتے ہوں اپنی خود ساختہ اشیاء پر یہ نشان بناتے ہیں۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو (معاذ اللہ) صلیب پر چڑھا کر سزائے موت دیگئی تھی اور انکی یہ سزا تمام امت عیسویہ کے گناہوں کا کفارہ بنگئی۔ اسلئے انکے نزدیک صلیب جو امت بھر کے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنگئی بڑی متبرک اور مقدس چیز ہے۔ اور انہوں نے صلیب کی شکل کو ایک دینی ومذہبی عظمت دے رکھی ہے۔ یورپین سلطنتیں جو سب کی سب عیسائی ہیں صلیب کی شکل کو سرکاری طور پر استعمال کرتی ہیں۔ تاج پر۔ عصائے سلطنت کے دستہ پر۔ سرکاری عمارتوں کی چوٹیوں پر یہ نشان بنایا جاتا ہے۔ ہر سلطنت کا اپنا سرکاری نشان علیحدہ ہے۔ مگر صلیب کا نشان دینی تقدس کے لحاظ سے سب میں مشترک ہے۔ چنانچہ صلیبی جنگ سے مراد وہ جنگ ہوتی ہے جس میں عیسائی سلطنتوں میں سے کوئی خاص سلطنت نہیں بلکہ تمام عیسائی سلطنتیں ایک طرف ہوں اور مسلمان یا کوئی دوسری

غیر مسیحی قوم دوسری طرف۔ یورپ میں عیسوی نشان صلیب کے مقابلہ میں اسلامی نشان ہلال سمجھا جاتا ہے اسلئے کہ یورپ میں اسلامی سلطنت صرف ٹرکی ہے یا چونکہ ٹرکی حامی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً ہونے اور مرکز خلافت ہونے کی حیثیت سے تمام عالم اسلام کے نزدیک واجب التعظیم ہے اسلئے اسکا ملکی نشان گویا عام اسلامی نشان ہے۔ ہندوستان وغیرہ بلاد مشرق کے مسلمان گو ٹرکی کے ساتھ روحانی ارادت رکھنے کی وجہ سے ہلال کے نشان سے خاص الفت رکھتے ہیں۔ مگر جس طرح یورپ میں ہلال و صلیب کے مقابلہ کو بالبداہت اسلام و مسیحیت کا مقابلہ سمجھا جاتا ہے ہندوستان و فارس وغیرہ دیگر بلاد اسلام میں نہیں سمجھا جاتا۔

ہمّت ارادۂ بلند۔ قصد دل (ص۔و) میں خدا کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔

ہُمَزَہ لوگوں کی عیب چینی کرنے والا۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے جو تیسویں پارہ میں ہے۔ اسکی پہلی آیت میں یہ کلمہ یوں آیا ہے وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨالَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب جوئی کرتا اور (انپر) آوازے کستا ہے اسکی (بھی بڑی) تباہی ہے۔

ہمسایہ دیکھو (جار)۔

ہُوَ ضمیر واحد غائب مذکر ہے جسکے معنے ہیں وہ۔ سورۃ آل عمران کی پہلی آیت میں یہ کلمہ آیا ہے۔ الٓمّٓ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی نہیں کوئی معبود (برحق) مگر وہی جو زندہ ہے۔ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا ہے۔

صوفیوں کے نزدیک ھُوَ اللہ کا خاص اسم ہے اور ان کے اکثر ذکر و اذکار کا مدار اسپر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسی کا نام اسم اعظم ہے۔

ہَوَا خواہش۔ حرص۔ شوق۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں نفسانی خواہش مراد ہوتی ہے۔ اسکو ہوائے نفسانی بھی کہتے ہیں۔ اہل ہوا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے افعال و اقوال ان کے نفسانی خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ انکو خدا اور رسول خدا کے احکام کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔

ہواجس خیالات۔ (ص۔و) میں دنیوی خیالات مراد ہوتے ہیں۔

ہواجم جمع ہاجمہ۔ حملے۔ ضربات۔ صوفی لوگ اس سے وہ مفسد خیالات مراد لیتے ہیں جو بلا ارادہ آدمی کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

ہوازن بنو ہوازن عرب کی ایک متمول اور جنگ جو قوم کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے مابین آباد تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں مکہ فتح کیا تو بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے گھمنڈ میں آکر کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اگر مکہ کے لوگوں پر فتح پائی ہے تو کونسا بڑا کام کیا۔ وہ لوگ فنون جنگ سے بے بہرہ ہیں۔ اب ہم اس سے جنگ آزمائی کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے چار ہزار مسلح جوانوں کی فوج مرتب کرکے کوچ کردیا۔ ادہر سے لشکر اسلام بھی روانہ ہوا۔ حُنَین کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ اس معرکہ میں مشرکان مکہ بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے جن کی بیوقوفی سے لشکر اسلام پہلے حملہ میں پسپا ہوگیا۔ آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بذات خود آگے بڑھکر مسلمانوں کو پکارا اور اپنے جان نثار صحابہ کی خاص جماعت کو لیکر اس تندی سے حملہ کیا کہ دشمن بھاگ نکلے اور انکا تمام مال و اسباب جسکو اپنے ساتھ لائے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اس واقعہ کا نام غزوہ حنین ہے۔ قرآن مجید میں اس کا
ذکر یوں آیا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ تا
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ (پ ۱۰ س توبہ ع ۴) یعنی اللہ بہت
سے لوگوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن
(بھی) جب تم اپنے بہت ہونے پر اترانے لگے تھے پھر
تمہارا بہت ہونا تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اور زمین اتنی
بڑی ہوتے ساتے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے"

ہُودؑ ۲ ایک پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالٰے نے قوم عادؑ
کی طرف بھیجا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ
(پ ۱۲ س ہود ع ۵) یعنی اور عاد کی طرف ہم نے انہی کے ہم قوم
بھائی ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے قوم کے لوگوں کو
سمجھایا۔ کہ بھائیو خدا کی ہی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا
کوئی معبود نہیں تم نری بہتان بندیاں کرتے ہو
حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بہتیرا سمجھایا اور ہر طرح
سے وعظ و نصیحت کی۔ مگر ان میں سے صرف ستر شخص
ایمان لائے۔ باقی سب کافر رہے جب حضرت ہود
علیہ السلام ان سے بہت تنگ آ گئے۔ تو درگاہ ایزدی
میں تضرع اور زاری کی اور عرض کی خدایا مجھے ان کے
ظلم سے بچا۔ کیونکہ مجھے ان سے لڑنے کی طاقت نہیں۔

یہ لوگ اس قدر زور آور تھے۔ کہ اگر پتھر پر پاؤں
مارتے۔ تو زانو تک اس میں گھس جاتا۔ ان کے سردار کا نام
عاد تھا۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً یعنی روئے
زمین پر ہم سے زیادہ کون قوی ہے۔ الغرض ہود علیہ السلام
کی دعا قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ اے ہود وہ ستر آدمی جو تجھ
پر ایمان لائے ہیں۔ ان کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر جا رہو۔ تب
ہود علیہ السلام ان کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ اور

کہا کہ اے قوم غضب الٰہی سے ایک ہوا آ کر تم کو ہلاک کر دیگی
انہوں نے کہا وہ کونسی ہوا ہے کہ ہم کو ہلاک کرے گی۔ حق
تعالٰے نے تین سال تک ان پر پانی نہیں برسایا۔ اور قحط
عظیم ان پر نازل فرمایا ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ مکہ میں جا کر
پانی طلب کریں۔ وہاں دعا مقبول ہو گی۔ لہذا چھ آدمی پانی
طلب کرنے کے واسطے مکہ کو روانہ کئے۔ منجملہ ان کے دو آدمی
مسلمان تھے۔ لیکن اپنا دین چھپائے ہوئے تھے ان کا
نام مزید اور لقیم تھا نیز ایک سردار جس کا نام قیل تھا مع
ستر ہزار آدمیوں کے مکہ کو گیا۔ مزید نے سردار قیل سے کہا
کہ جب تک تم ہودؑ پر ایمان نہ لاؤ گے۔ تب تک باران رحمت
تم پر نہیں برسے گا۔ ان سبھوں نے اس بات کو جھٹلایا تب
مزید اور لقیم نے کہا۔ یہ لوگ تیری رحمت کے قائل نہیں
تو ہماری حاجتیں روا کر بارگاہ الٰہی سے ندا آئی تو کیا مانگتا
ہے۔ مزید نے کہا الٰہی میں قیامت تک دنیا میں بھوکا نہ رہوں
حکم ہوا میں نے قبول کیا۔ لقیم نے کہا الٰہی سات مرتبہ کی عمر
مجھ کو ملے اور جس قدر عمر چاہوں مجھ کو ملے حکم ہوا کہ میں نے
قبول کیا۔ قیل نے کہا الٰہی ہماری قوم میں کوئی بیمار نہیں ہوا
کہ تجھ سے شفا چاہوں اور میں کسی مشکل میں نہیں پڑا ہوں
کہ تجھ سے مدد مانگوں مگر قوم عاد کے واسطے پانی مانگتا ہوں
یہ کہتے ہی تین ساعت کے اندر تین ابر ایک سیاہ
ایک سفید ایک سرخ پیدا ہوئے اور آواز آئی کہ اے
قیل ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر۔ تب
قیل نے دل میں سوچا۔ کہ ابر سفید و سرخ میں پانی نہیں
ہوتا۔ مگر ابر سیاہ پانی سے خالی نہیں ہوتا۔ لہذا اس
کو اختیار کیا۔ وہ ابر بحکم خدا اس کے ساتھ ساتھ اس کے
گاؤں میں پہنچا اور وہاں پہنچ کر ٹھہرا۔

روایت ہے کہ ساتویں زمین پر ایک ہوا ہے
جس کا نام ریح العقیم ہے۔ حکم الٰہی ہوا کہ وہ ہوا ان پر

چھوڑی جائے۔ جب بادل آیا تو لوگ بہت خوش ہوئے۔ کہ یہ بادل ہم پر برسے گا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو ہوا ہے۔ جس میں سخت عذاب ہے جب ہوا چلنے لگی۔ تو انہوں نے خیال کیا۔ کہ یہ وہی ہوا نہ ہو جس سے ہود علیہ السلام ڈراتے تھے۔ یہ خیال کرکے ساٹھ لاکھ آدمی زور آور تین پہاڑوں کے درمیان گئے اور باہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑکر اور اپنے پاؤں زانوں تک گڑا کر بیٹھے۔ اور زن و فرزند اور چوپایوں کو اپنے درمیان لے لیا۔ اور کہنے لگے کہ تین جانب ہمارے پہاڑ ہیں۔ اور ایک جانب ہم سب ہیں۔ وہ کونسی ہوا ہے جو ہمارے درمیان سے گذرے گی۔ اور زور کرے گی جب متکبروں نے اپنی قوت کا غرور کیا۔ تب ایک آواز رعد کی اس ابر سے آئی۔ اور ہوا چلنی شروع ہوئی اور اس قدر زور کیا کہ پہلے مکان و محل جس قدر تھے سب گرا دیئے۔ بعدہٗ ان متکبروں کو سرنگوں زمین پر ڈال دیا۔ جیسے کھجور کے کھوکھلے درخت زمین پر گر جاتے ہیں

حضرت ہود علیہ السلام نے زمین پر ایک خط کھینچکر حلقہ کیا تھا۔ اور مومنوں کو اس کے اندر کرلیا تھا۔ ہوا جب وہاں پہنچتی تو نہایت آہستہ چلنے لگتی۔

معارج النبوت میں مذکور ہے۔ کہ بعد ہلاک ہونے اس قوم مردود کے حضرت ہود نے مومنوں کے ساتھ حضرموت میں عمارتیں اور منزلیں بنائیں اور بامن و امان ان مکانوں میں رہنے لگے۔ آخر بقضائے الٰہی حضرت ہود نے اس عالم سے رحلت کی۔

صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں کہ حضرت کی قبر مع اور ننانوے پیغمبروں کے رکن اور مقام زمزم کے درمیان ہے۔ عمر شریف آپ کی چونسٹھ سال کی ہوئی (قصص الانبیاء)

قرآن مجید میں حضرت ہودؑ کا حال سورہ ۷، ۱۱، ۲۶ میں مذکور ہے۔

ہیولیٰ ہر چیز کا مادہ یا ماہیت یا اصل حکماء ہیولیٰ کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ کہ وہ جوہر ہے جو صورت جسمیہ کا محل ہوتا ہے۔ اس کو جوہر اول بھی کہتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک ہیولیٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک روحانی جس کو روح اعظم کہتے ہیں۔ دوسری جسمانی جس کو طبیعت کل کہتے ہیں۔ متکلمین کے نزدیک حقائق اشیاء کا نام ہیولیٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہیولیٰ ہیئت اولیٰ کا مخفف ہے۔ جس کے معنے ہیں اصل شے (غ) ہیولیٰ کے قائل حکما قدیم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہے۔ مگر متکلمین جن کو حکمائے اسلام کہنا چاہیئے۔ ہیولیٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسم اجزا لاتتجزی سے مرکب ہے۔ ہیولیٰ کے تسلیم کرنے میں یہ خرابی ہے کہ اس سے قدم عالم لازم ہے۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ کے موافق عالم حادث ہے۔

یاجوج ماجوج اس مفسد قوم کا نام ہے جس کے انسداد فساد کے لئے سکندر اعظم ذوالقرنین نے ان کے درے ایک نہایت محکم اور عظیم الشان آہنی دیوار کھنچوا دی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر حسب ذیل موجود ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ تا فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (س کہف ع ۱۱) یہاں تک کہ جب (سکندر چلتے چلتے ایک پہاڑ کی گھاٹی کے) دو کنگاروں کے بیچ میں

پہنچا تو دیکھا کہ کگاروں کے ادھر ایک قوم (آباد) ہے اور وہ ایسے وحشی ہیں) کہ بات کے سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ ان لوگوں نے (اپنی بولی میں) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے اُدھر) یاجوج اور ماجوج (کی قوم ہے اور وہ لوگ ہمارے) ملک میں (آکر) فساد کرتے ہیں (آپ کی مرضی ہو) تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کردیں۔ بشرطیکہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی روک بنادیں۔ (ذوالقرنین نے) کہا کہ وہ مال جس میں میرے پروردگار نے مجھے (پورا) اختیار دے رکھا ہے کافی ووافی ہے (چندے کی ضرورت نہیں مگر ہاں تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہے) تو (ہاتھ پاؤں کے) زور سے میری مدد کرو میں تم (لوگوں) میں اور اُن (لوگوں) میں ایک دیوار کھینچ دوں گا۔ (اچھا تو کہیں سے لوہے کی سلیں ہم کو لادو (چنانچہ وہ سلیں لائے اور ضروری کارروائی ہوتی رہی) یہاں تک کہ جب ذوالقرنین نے دونوں کگاروں کے بیچ (کی کشادگی) کو (پاٹ کر) برابر کردیا۔ تو حکم دیا کہ (اب اس کو) دھونکو۔ یہاں تک کہ جب دیوار کو (لال) انگارا کر دیا۔ تو کہا کہ اب ہم کو تانبا لادو۔ کہ اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں غرض (اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہوگئی کہ یاجوج ماجوج) نہ تو اوپر چڑھ سکتے تھے۔ اور نہ اس میں سوراخ کرسکتے تھے۔ (ذوالقرنین نے اس دیوار آہنی کو دیکھ کر) کہا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ (قیامت) آموجود ہوگا۔ تو اس (دیوار) کو ڈھا کر برابر کردے گا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔ اور (اے پیغمبر) ہم اس دن یہ حال کردینگے کہ (دریا کی) لہروں کی طرح ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت سد سکندر (ذوالقرنین) جو ادھر کے رہنے والوں میں اور قوم یاجوج و ماجوج میں حائل ہے۔ قیامت کے دن یاجوج و ماجوج اس دیوار کو توڑ کر ادھر کے رہنے والوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اور سب گڈمڈ ہو جائیں گے۔

یہ قوم سہر بن یافث بن نوح کی اولاد ہے اس کی نسل بہت چلی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ تمام بنی آدم دس جز ہیں۔ ازانجملہ نو جز یاجوج ماجوج اور ایک جز باقی تمام عالم ہے۔ ان کے قد چالیس گز ایک بالشت تک ہیں۔ کان اتنے بڑے کہ ایک کو بچھاتے ہیں۔ اور ایک کو اوڑھتے ہیں۔ ان کے چار بادشاہ ہیں بطولان۔ اشجع طارون۔ طاقر۔ بلاد شمال کے کنارے ہفت اقلیم سے باہر ان کا ملک ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے دیوار آہنی قلعہ کوہ کی مقدار ساٹھ گز کی موٹی ان کے اردگرد بنائی۔ وہ اس میں محصور ہیں۔ قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹے گی۔ اور یاجوج ماجوج دنیا میں پھیل کر فتنہ و فساد برپا کریں گے۔ (تفسیر)

یاقوت حمراء (ل) سرخ یاقوت (ص) میں نفس کلی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکی نورانیت جسمانی علائق کی ظلمت سے متمیز ہوتی ہے (تع)

یاہو لفظی معنے اے خدا تعالیٰ۔ خدا تعالےٰ کا اسم ذات صوفی لوگ اکثر اس کا ورد کیا کرتے ہیں۔

یتیم اس سے مراد وہ بچہ ہے۔ جس کا باپ مرگیا ہو جمع یتامیٰ اور ایتام آتی ہے یتیم کی پرورش کا متکفل جو رشتہ دار بنتا ہے۔ اس کی ہدایت کے لئے شریعت نے بہت سی ہدایات کی ہیں۔ چنانچہ حکم ہے

کہ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (س بقرہ ع ۱۰) یعنے اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگوں سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مسلمانوں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو۔ اور گھر والے اس کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سب سے بدتر اور برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اس کے ساتھ برائی سے پیش آتے ہوں (مش) ابوامامہ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو شخص اس یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ سلوک کرے گا جو اس کے پاس (اسکی نگرانی میں) ہے تو میں اور وہ دونو جنت میں ان دو انگلیوں جیسے پاس پاس ہونگے۔ اور آپؐ نے (وسطی اور سبابہ) دونو انگلیوں کو ملا کر لوگوں کو دکھایا (د)

اکثر لوگوں کا قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ خویش واقارب میں سے کسی یتیم بچے کے کفیل و سرپرست بنتے ہیں۔ تو اس کا مال خورد برد کر لیتے ہیں۔ اسکے متعلق قرآن مجید میں حکم آیا اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (س نساء ع ۱) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں بس انگارے بھر رہے ہیں۔ اس پر بعض محتاط لوگوں نے یتیموں کا کھانا پینا سب الگ کر دیا۔ کہ مبادا ان کی کوئی کوڑی ہمارے خرچ میں آجائے پھر سورہ بقر رکوع ۲۷ میں حکم آیا۔ کہ جسمیں ان یتیموں کی بہتری ہو وہ کرو اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں (جس سے مطلب یہ ہے کہ نہ ان کا مال غبن کرو۔ اور نہ ان کو تکلیف دو) ابوامامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص (ازراہ شفقت) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اور بجز خدا کی رضامندی کے اور کسی غرض سے ہاتھ نہیں پھیرتا۔ تو اسے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ گذرتا ہے۔ نیکیاں ملتی ہیں۔ (مش)

لوگوں کی عادت تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اسکے مال یا جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا تو نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہ کرتا کیونکہ اس بیچاری کا کوئی وارث نہ تھا جو اس کے حقوق کی حفاظت کرتا۔ اسکے متعلق خدا نے حکم دیا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج یعنے اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارہ) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ یعنے تم یتیم لڑکیوں سے نکاح ہی نہ کرو۔ اور عورتوں سے کر لو عورتوں کا۔ دنیا میں کال نہیں۔

یثرب

ابو عبیدہؓ کہتے ہیں۔ یثرب زمین کے ایک قطعہ کا نام ہے۔ اور مدینہ اس کے ایک گوشہ میں آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ خاص مدینے کا بھی پہلا نام یثرب ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم ہوا جو اور شہروں کو کھا جاوے۔ اسکو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔ الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ یثرب مدینہ کا نام ہے۔ اور آپؐ نے جو پھر یثرب نام لینے سے منع کیا۔ جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے۔ تو اس لئے کہ یثرب کے نام میں سرزنش کے معنے پائے جاتے ہیں اس لئے مدینہ نام لینا بہتر ٹھیرایا (تفسیر حقانی)

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰاَهْلَ یَثْرِبَ تا اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (س احزاب ع ۱) اور جب کہ ان سے ایک جماعت

نے کہا۔ اے مدینے والو تمہارا ٹھکانا نہیں سو ہٹ آؤ اور ان میں سے کچھ لوگ رخصت مانگنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے نہ تھے۔ وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

یحییٰؑ حضرت ذکریا علیہ السلام کے فرزند کا نام ہے جوان کی طرح پیغمبر تھے۔ آپ کی پیدائش حضرت ذکریاؑ کی دعا کی وجہ سے ہوئی ہے اور عین اس وقت آپ پیدا ہوئے جب حضرت ذکریاؑ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ذکریاؑ کی دعا قرآن مجید میں یوں مذکور ہوئی ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا تا وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ہ (س مریم ع ۱) اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور سر (ہے کہ) بڑھاپے (کی آگ) سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے پروردگار تیری جناب میں دعا کرکے میں (کبھی) محروم نہیں رہا اور اپنے (مرے) پیچھے مجھ کو (اپنے) بھائی بندوں سے خوف ہے (کہ کہیں میرے دین میں کچھ خرابی نہ ڈالیں) اور میری بی بی بانجھ ہے۔ پس اپنی طرف سے مجھ کو ایک جانشین (یعنی فرزند) عطا فرما۔ جو میرا (بھی) وارث اور نسل یعقوب کا (بھی) وارث ہو (یعنی دین کو سنبھالے) اور اے میرے پروردگار اس کو مقبول (خاص و عام بھی) کر۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کی چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ہ (س مریم رکوع ۱) ذکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہوگا یحییٰ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس نام کا کوئی (آدمی پیدا) نہیں کیا۔

چار مہینے تک حضرت یحییٰ گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ لڑکوں سے کھیلے۔ آپ کی والدہ کہا کرتیں۔ بیٹا باہر جاکر لڑکوں سے کھیلا کرو۔ اور دل بہلایا کرو۔ آپ ان لفظوں میں جواب دیتے کہ خدا نے مجھے کھیلنے کودنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ آپ رات دن روتے رہتے تھے ایک دن حضرت ذکریا علیہ السلام نے خدا سے عرض کیا کہ اے اللہ میں نے تجھ سے اس لئے بیٹا مانگا تھا۔ کہ میں اسے دیکھ کر خوش ہوں اور وہ میرا جانشین ہو۔ بیٹا تو تو نے دیا مگر اس کے رات دن روتے رہنے سے میں سخت غمگین ہوں۔ خدا نے فرمایا۔ ذکریاؑ تم نے مجھ سے فرزند صالح کی درخواست کی تھی۔ تو میں نے تجھے فرزند صالح دیا ہے۔ وہی آدمی صالح ہوتا ہے۔ جو شب و روز میری محبت میں روتا رہا کرے۔ حضرت ذکریاؑ نے یہ سنکر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کرتے رہے جس محفل میں حضرت یحییٰؑ ہوتے۔ اس محفل میں جنت و دوزخ کا ذکر اس لئے نہ کرتے کہ حضرت یحییٰؑ زیادہ روئیں گے ایک دفعہ حضرت ذکریاؑ نے وعظ کیا۔ ایک کونہ میں یحییٰؑ بھی بیٹھے آواز سن رہے تھے۔ ان کے موجود ہونے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ وعظ میں حضرت ذکریاؑ نے جنت و دوزخ کا ذکر کیا۔ حضرت یحییٰؑ نے سن کر زور سے چیخ ماری اور اٹھ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ سات روز تک پہاڑوں میں خوف الٰہی سے روتے رہے۔

حضرت یحییٰؑ علیہ السلام اپنے والد کی وفات کے بعد بھی بہت دنوں تک اپنے حجرہ میں عبادت کرتے رہے آخر حضرت ذکریاؑ کی طرح آپ کی شہادت کا وقت بھی آپہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شہزادی کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی تھی۔ وہ اس کا نکاح اپنے دوسرے شوہر سے کرانا چاہتی تھی۔ بنی اسرائیل نے

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کہا۔ کہ آپ اس لڑکی کا نکاح پڑھ دیں۔ آپ نے فرمایا یہ نکاح درست نہیں شہزادی نے اپنے خاوند کو کہا۔ کہ یحییٰ میری لڑکی کا نکاح تم سے نہیں ہونے دیتا۔ اس کمبخت نے آپ کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد اس ملعون عورت نے اپنی لڑکی کا نکاح تو اپنے خاوند سے کر دیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد وہ عورت چھت سے گر کر مر گئی۔ لعنہا اللہ تعالیٰ (قصص الانبیاء)

یحییٰ ابن کثیر ثقہ محدث سے تھے۔ ۱۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (کن)

یحییٰ ابن اکثم یحییٰ بن اکثم تمیمی مروزی فقیہ اور محدث تھے۔ مامون کے عہد خلافت میں قاضی رہے۔ ۲۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

یحییٰ بن حسّان یحییٰ بن حسان تنیسی بصری ثقات محدثین میں سے تھے۔ ۲۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

یحییٰ بن معاذ رازی وعظ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ بلخ میں مقیم رہے۔ پھر نیشاپور میں چلے آئے۔ (کن)

یحییٰ بن معین غطفانی بغدادی حفاظ اور ثقات محدثین سے ہوئے ہیں۔ ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ (کن)

یحییٰ بن یمان عجلی کوفی۔ محدث اور عبادت گذار شخص تھے ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ (کن)

ید حقیقی معنے ہاتھ۔ مجازاً۔ قوت، قدرت اور عنایت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا قاعدہ ہے کہ دایاں ہاتھ تو کھانے پینے وغیرہ اچھی باتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور بائیں ہاتھ کو استنجا وغیرہ مکروہ باتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور صبح اٹھ کر بغیر دھونے کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالتے وضو میں پہلے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔ (دیکھو وضو)

قرآن مجید میں لفظ ید اللہ سورہ مائدہ رکوع ۹ میں یوں واقع ہوا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ اور یہودی کہتے کہ خدا کا ہاتھ ان دنوں تنگ ہے۔ ان ہی کے ہاتھ تنگ ہو جائیں۔ اور ان کے اس کہنے پر ان کو خدا کی پھٹکار۔ خدا کا ہاتھ تنگ نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

سورۃ الفتح رکوع ۱ میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ اے پیغمبر جو لوگ صلح حدیبیہ کے وقت تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔ وہ تم سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں کہ تمہارا نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

جمہور اہل اسلام اس بات پر تو متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیت اور ان کے لوازمات حدوث و امکان سب سے پاک اور منزہ ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ پھر ید وغیرہ سے کیا مراد ہے۔ متقدمین فرماتے ہیں کہ چونکہ ایسے الفاظ قرآن اور احادیث صحیحہ میں اسکی نسبت وارد ہیں اور ان کے معنے متبادر جو ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ اسکی ذات پاک کے لائق نہیں۔ اس لئے ہم ان الفاظ کے معانی کو اس کے سپرد کرتے ہیں۔ اور الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق مجازاً ہوا ہے چنانچہ اس جگہ پہلی آیت میں خدا کے ہاتھ کشادہ ہونے

سے محاورہ عرب کے موجب اس کا جواد و کریم ہونا مراد
ہے اور دوسری جگہ اس کی حمایت و عنایت مراد ہے۔

یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لڑکا تھا۔ ان کی
وفات کے بعد ماہ رجب سنہ ٦٠ھ مطابق
۷ اپریل سنہ ٦٨٠ء میں جبکہ اس کی عمر چونتیس برس کی
تھی تخت نشین ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دراز قد و دبلا
تھا۔ چہرے پر چیچک کا داغ تھا۔ آنکھیں سیاہ اور بال
گھنگرالے تھے۔ داڑھی سیدھی تھی۔ سمجھدار اور شاعر بھی
تھا۔ ریشمی کپڑے اور باجے کا اسے بہت شوق بھی تھا
تخت نشین ہوتے ہی اس نے ارادہ کیا۔ کہ جن لوگوں
سے خدشہ ہے۔ ان پر ہاتھ صاف کرنا چاہئے۔ تاکہ بے کھٹکے
سلطنت کرسکوں۔ چونکہ وہ لوگ جن کا اس کو خدشہ تھا
حضرت امام حسین رضؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضؓ تھے
اور یہ دونوں شہر مدینہ میں تھے۔ اس لئے اس نے ولید
بن عتبہ حاکم شہر کے پاس حکم بھیجا۔ کہ ان سے بیعت طلب
کرے۔ ولید نے مروان بن حکم سے مشورہ لیا۔ مروان بڑا
چالاک آدمی تھا۔ اس نے حاکم شہر کو مشورہ دیا کہ قبل اس
کے حضرت امام حسین رضؓ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ کو معاویہ رضؓ
کے انتقال کا حال معلوم ہو۔ انکو اپنے پاس طلب کرو جب
وہ آویں تو ان سے یزید کے لئے بیعت طلب کرو۔ اگر
انکار کریں تو قتل کرڈالو۔ ان دونوں کو بھی خبر ملی۔ اس لئے
وہ فوراً مع اہل و عیال مکہ کو آئے۔ اور صاف طور سے یزید
کی مخالفت ظاہر کی۔ اسی عرصہ میں حضرت امام حسین رضؓ کے
پاس کوفہ سے آدمی آئے کہ وہاں آویں اور اپنے والد کی خلافت
پر جانشین ہوں چنانچہ آپ نے وہاں جانے کا مصمم ارادہ
کرلیا۔ ہر چند لوگوں نے روکا۔ مگر آپ چلے گئے۔ راستے
میں مخالفین سے آپ کی جنگ ہوئی جس میں آپ شہید ہوئے
امام حسین رضؓ کی شہادت سے یزید کے ایک مخالف
تو برطرف ہوئے۔ لیکن دوسرے مخالف کے حق میں تقویت
ہو گئی۔ جو امام حسینؓ سے کم ہر دلعزیز نہ تھے۔ اور یہ شخص
عبداللہ بن زبیرؓ تھے جن کی منزلت بہ سبب عبادت
اور پرہیزگاری کے اہل اسلام میں بہت تھی۔ اور اس علم
اور اخلاق کے آدمی تھے۔ کہ بنی ہاشم نے فوراً ہی ان کو خلیفہ
وقت مان لیا۔ یزید نے اس نئے خلیفہ کی خبر سن کر بہت
خوف کیا۔ اور چاندی کا ایک حلقہ مروان بن حکم کے پاس
بدیں غرض بھیجا۔ کہ خلیفہ وقت کو پابہ زنجیر کرکے بھیجدے
مروان نے جو ایک چالاک آدمی اور ابن زبیرؓ کی شجاعت
اور ان کے ترقی پذیر اعزاز سے واقف تھا۔ حکم کی بجاآوری
سے احتیاط کی۔ یزید کی کوشش حضرت ابو عبداللہ
ابن زبیرؓ کے اختیارات فرو کرنے میں مکہ میں کچھ نہ چلی۔ اس
نے اکثر مکہ کے حکام کو بدلا۔ لیکن عبداللہ ابن زبیرؓ کی علو
عقل کے آگے کچھ بن نہ پڑی اور خلائق کی ناراضگی سے
یزید ڈرا۔

ان شہروں کے لوگوں سے یزید نے اکثر شرائط پیش
کیں اور قاصد بھی روانہ کئے اور یہاں سے قاصد گئے۔ لیکن
اس سے یزید کو اور بھی خوف پیدا ہوا۔ کیونکہ قاصدوں نے
آکر بیان کیا۔ کہ وہ بدچلن نماز سے غافل عیاش شرابخور
رقص باز اور گانے بجانے میں اوقات بسر کرنے والا ہے
ان باتوں سے اہل شہر کو یزید سے نفرت ہوئی۔ جو ابن زبیرؓ
کی ترقی کا باعث ہوئی۔ آخرکار یزید نے مسلم ابن عقبہ کو
سردار لشکر بناکر مدینہ میں روانہ کیا۔ اور نصیحت کی کہ شہر پر
حملہ کرنے سے تین دن ان سے اطاعت چاہنا۔ اگر انکار
کریں۔ تو پھر جنگ کرنا۔ اور فتحیابی پر تین روز تک لوٹنا
اور امام زین العابدین کو کچھ نہ کہنا۔ انہوں نے اس بغاوت
میں کنارہ کشی کی ہے۔
مسلم شہر کے اندر ہاتھ میں تلوار لئے داخل ہوا۔

اور امام زین العابدین کو بلا بھیجا۔ اور ان کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر اور ہزار آدمیوں کو جو وہاں محاصرہ میں تھے۔ رہا کر کے شہر کے باہر گیا۔ اور تین روز تک شہر مدینہ کو غارت کرایا اور اس قدر زیادتی کی۔ کہ اہل اسلام نے اس کا لقب مسرف رکھا۔ یہ واقعہ ۶۳ھ مطابق ۶۸۲ء کے پیش آیا۔

اس ظالم نے شہر مکہ کا بھی یہی حال کرنا چاہا تھا مگر راستے میں ہی مر گیا۔ اور اس کی جگہ ایک شخص حصین نامی مقرر ہوا۔ جو باشندہ شام تھا۔ اس نے اپنا لشکر مکہ کی شہر پناہ تک پہنچایا۔ جہاں ابن زبیرؓ خود سالار لشکر تھے۔ چالیس روز تک شہر کا محاصرہ رہا۔ اور انجن وغیرہ سے کہ شام سے لایا تھا۔ گرانا چاہا۔ اور کسی قدر کعبہ کی دیوار بھی گر گئی اور اس میں آگ بھی لگ گئی۔ جس سے تمام مکان جل گیا۔

شہر مکہ کے لوگ نہایت تنگ آ گئے تھے۔ اور خوف تھا کہ مدینہ کا سا حال یہاں بھی ہو۔ کہ دفعتاً یزید کے مرنے کی خبر پہنچی۔ جب یہ خبر شائع ہوئی تو محاصرین کے جی چھوٹ گئے۔ حصین نے عبد اللہ ابن زبیرؓ سے صلح کی گفتگو کی اور کہا کہ آئندہ خونریزی موقوف رہے۔ ابن زبیرؓ نہایت ہوشیار آدمی تھے۔ اس کی باتوں کو یقین نہ کیا لیکن کعبہ کے گرد بغیر ہتھیار اجازت دی۔ اس کے بعد حصین شام کو واپس گیا۔ اور بنی امیہ کے محصورین بھی اس کے ساتھ گئے۔

یزید کی موت ۶۴ھ مطابق ۶۸۳ء انچاس ۴۹ برس کی عمر میں ہوئی۔ اس کی مدت سلطنت تین سال چھ مہینے تھی۔ اہل اسلام کہتے ہیں کہ یزید کا عین شباب میں مرنا اس کی بے ادبی کے باعث سے تھا۔ جو اس نے مدینہ کے ساتھ کی۔ کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کو ضرر دے گا۔ وہ ایسا گھل جائے گا جیسے کہ پانی میں نمک گھلتا ہے۔ (تذکرۃ الکرام مع اختصار)

یزیدیہ ایک فرقے کا نام ہے۔ جو یزید بن انیہ کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کا اعتقاد ہے۔ کہ ایک عجمی نبی بھیجا جائے گا۔ اسے ایک الہامی کتاب بھی دیجائیگی۔ شریعت محمدیہ کو منسوخ کر کے صابی ملت کا رواج دے گا۔ نیز ان کے نزدیک ہر چھوٹا بڑا گناہ شرک ہے۔ (تع)

یٰسٓ دو حرفوں ی اور س سے مرکب ہے۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام ہے۔ جس کے شروع میں ہی یہ لفظ آیا ہے۔

صاحب مدارک فرماتے ہیں۔ کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ لغت بنی طے میں اس کے معنے یا انسان کے ہیں۔ ابن حنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنے ہیں یا محمد حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میرے سات نام رکھے ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ مزملؐ۔ مدثرؐ۔ عبد اللہ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنے ہیں یا سید۔

اس سورہ میں بیاسی ۸۲ یا تراسی ۸۳ آیتیں ہیں قرطبی کہتے ہیں بالاتفاق یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ دارمی و ترمذی و محمد بن نصرہ بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شے کا دل ہوتا ہے۔ قرآن کا دل یٰسٓ ہے جو کوئی ایکبار اسکو پڑھے گا۔ دس بار قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ترمذی نے اسکے اسناد میں کلام کیا ہے مگر اس حدیث کو ابو بکر صدیقؓ سے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابو ہریرہؓ سے ابو بکر بزاز نے اور دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

اور حافظ ابویعلیٰ نے ابوہریرہؓ کے واسطہ سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جُندب بن عبداللہ کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شب کے وقت اللہ کے لئے اس سورۃ کو پڑھیگا۔ صبح کو گناہوں سے پاک ہوکر اٹھیگا۔ امام احمدؒ نے بھی اس بارہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اسکو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ اور اسی طرح نسائیؒ نے فی الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے۔ اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے بھی۔ اسی لئے بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت لیس پڑھنا چاہئے اسکی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے۔ اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور بہت سے مہمات کے لئے اس سورہ مبارکہ کا پڑھنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جب کلمات سحر میں اثر ہو تو اس میں اثر ہونا کیا تعجب کی بات ہے۔ خصوصًا اس کے مطالب عالیہ نفس کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور دنیا اور اس کے مزخرفات سے بیزار کرنے اور خدا تعالےٰ کی عجیب قدرت یاد دلانے میں عجیب اثر پیدا کرتے ہیں۔

یُسر آسانی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ (س۔ بقرہ۔ ع ۲۳) (مسلمانو!) اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا۔

مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ تا لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ (س۔ مائدہ۔ ع ۲) (مسلمانو!) اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا۔ بلکہ تمکو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہے اور (نیز) یہ (چاہتا ہے) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا (س۔ اعراف ع ۵) خدا کسی نفس پر اسکی سمائی سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتا۔

وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا تا وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۝ (س۔ نور۔ ع ۸) اور بڑی بوڑھی عورتیں جنکو نکاح کی امید (باقی) نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اتار رکھا کریں تو اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو (اپنا بناؤ سنگار دکھانا منظور نہ ہو اور اگر (اس سے بھی) احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔

لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ تا لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (س۔ نور۔ ع ۹) نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ (عمومًا) تم مسلمانوں کے لئے (اس میں کچھ مضائقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں۔ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب ملکر کھاؤ یا الگ الگ۔ تو جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کر لیا کرو (سلام ایک) دعائے خیر (ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے برکت والی عمدہ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانو! تم آسانیاں بڑھانے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ دشواریاں بڑھانے کے لئے نہیں۔ (بخ)

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ (تر)

جن باتوں کی خدا نے تمہیں تکلیف دی انہیں بجالاؤ۔ (اور اپنی طرف سے تشدد و سختی نہ کرو) کیونکہ خدا ثواب دینے سے نہیں تھکتا۔ اور تم عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے (بخ)۔

یَعْسُوْب بروزن یعقوب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام ہے۔ اور نیز زبیرؓ کے گھوڑے کا نام ہے جو مسلمانوں کے پاس جنگ بدر میں تھے۔ اور یعسوب شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو بھی کہتے ہیں جسکی سب مکھیاں محکوم ہوتی ہیں۔

یعسوب المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب بھی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَنْتَ یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الْکُفَّارِ۔ یعنی اے علی تم مؤمنین کے سردار ہو اور مال کفار کا یعسوب ہے (حیوۃ)

یعقوب حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور یوسف علیہ السلام کے والد کا نام تھا جو نہایت جلیل القدر نبی ہو گذرے ہیں۔ انکا ذکر قرآن مجید میں اسطرح آیا ہوا ہے وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ تا اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (س۔ بقرہ ع ۱۶) اور اسی (طریقے) کی (نسبت) ابراہیم اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے۔ اور یعقوب (بھی) (کہ بیٹا اللہ نے (تمہارے) اس دین (اسلام) کو تمہارے لئے پسند فرمایا ہے پس تم مسلمان ہی مرنا

(اے یہود) بھلا کیا تم (اسوقت) موجود تھے جب یعقوب کے سامنے موت آکھڑی ہوئی۔

وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰی اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ ط (س۔ یوسف۔ ع ۱) (یعنی) اور جسطرح خدا نے اپنی نعمت پہلے تیرے دادا پردادا اسحق اور ابراہیم پر پوری کی تھی۔ اسیطرح تجھ پر اور یعقوب کی (یعنی میری) نسل پر پوری کریگا۔

یعقوب علیہ السلام کا ذکر سورۂ یوسف کے کئی رکوعوں میں اپنے بیٹوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔

یعوق عوق سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں روکنا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا بت تھا انہوں نے مصیبتوں اور دشمنوں کے دفع کرنے کی صفت کے لحاظ سے شیر کی شکل میں اس بت کو ڈھالا تھا اس خیال سے کہ شیر تمام جانوروں سے بہادر اور دلیر ہے اور اپنے دشمن پر بےخوف حملہ کرتا ہے۔ ہندو اسکا مظہر شنو بتاتے ہیں۔ قرآن کریم کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

یغوث حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ایک بت کا نام ہے۔ یہ لفظ غوث سے لیا گیا ہے جسکے معنے ہیں مدد اور حاجت روائی۔ انہوں نے یہ بت بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی صفت میں گھوڑے کی شکل بنا رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ جسطرح گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس طرح یہ بت بھی اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد ہی آتا ہے۔ اہل ہند اسکا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورت نوح رکوع ۲ میں اسکا ذکر آیا ہے۔

یقطین کدو کا درخت۔ اس درخت کے نیچے حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے

پیٹ سے نکلکر پناہ لی تھی۔ اسکا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو شہر نینوا میں جاکر لوگوں کو پند و نصیحت کرنیکا حکم ہوا انہوں نے خیال کیا کہ خداوند کریم حلیم و غفار ہے جس عذاب کا میں اُن سے وعدہ کرونگا اس کے موافق شاید ان پر بلا نہ پہنچے۔ میں جھوٹا پڑوں۔ اس لیئے وہاں سے بھاگ کر شہر ترسیس کو چلے اور یافہ سے جو جہاز ترسیس جانے کو تھا اس میں سوار ہو گئے۔ راستہ میں سخت طوفان آیا۔ قرعہ ڈالا گیا کہ کس کے سبب سے یہ بلا آئی ہے۔ انہی کا نام نکلا۔ ملاحوں نے انکو سمندر میں ڈالدیا۔ مچھلی نے لقمہ کر لیا اسکے پیٹ میں جاکر خدا تعالےٰ سے دعا کی اور تسبیح و تقدیس کی۔ جسکے سبب انکو مچھلی نے کنارہ پر اگلدیا۔ اگر یہ دعا و تسبیح نہ کرتے وہیں مرکر رہ جاتے۔ قیامت تک سمندر ہی میں رہتے۔ مچھلی کے اندر تین رات رہنے سے وہ بیمار ہو گئے تھے بدن کی کھال گل گئی تھی۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسپر چھاؤں کرنے کے لیئے کدو کی قسم سے ایک پیڑ اُگا دیا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یوں آیا ہے وَ اَنۢبَتۡنَا عَلَیۡہِ شَجَرَۃً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ ۝ (س۔ صٰفّٰت۔ ع ۵) اور (پھر) ہم نے انپر کدو کا) ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا۔

یقین (۱) وہ علم جس میں کسی قسم کا شک نہ ہو اہل حقیقت کے نزدیک اسکے معنے ہیں خدا کو دلیل اور برہان کے بغیر قوت ایمانی سے دیکھنا۔ بعض کے نزدیک کسی چیز کی حقیقت پر دل کو اطمینان ہو جانے کا نام یقین ہے۔ بعض کے نزدیک دل کی صفائی سے مغیبات کا مشاہدہ کرنے اور افکار کی محافظت سے اسرار الٰہی پر مطلع ہونے کا نام یقین ہے۔ کوئی کہتا ہے یقین اس تصدیق بالغیب کا نام ہے جس میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔ بعض کے نزدیک یقین شک کی ضد ہے۔ یقین کے ساتھ یہ تین الفاظ تعلق رکھتے ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ ان کے لیئے دیکھو (علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین) (ت ح)

قرآن مجید میں اس لفظ کا ذکر یوں آیا ہے:۔
وَ کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ ۝ (س۔ قیمۃ۔ ع ۲) اور (اسکے علاوہ) ہم (اس سے) روز جزا (ہی) کو نہیں مانتے تھے۔ یہانتک کہ (مرے پیچھے آنکھ سے دیکھا تو) ہمکو یقین آیا۔

نیز ارشاد ہے وَ اعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ۝ (س۔ حجر۔ ع ۶) اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو۔ یہانتک کہ تمکو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئے۔

یلملم یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے باشندے احرام باندھتے ہیں اور یہی مقام ہندوستان اور مضافات ہندوستان سے جانے والوں کے لیئے مقرر ہے۔ یہاں سے مکہ دو منزل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے۔

یمامہ یہ ملک عرب کے مشرق میں بحر فارس سے ملا ہوا ہے۔ اسکی ابتدا، طولانی بحرین کے نواح سے شروع ہوتی ہے۔ اور شمال میں بڑھتے بڑھتے علاقہ کوفہ سے گذر کر بصرہ کے میدانوں تک جاملا ہے۔ اور عرض میں سمندر کے کنارہ سے لے کر تخمیناً دو سو میل تک عرب میں چلا گیا ہے۔ اس کے بعض علاقوں کو الحصار بھی کہتے ہیں۔

یمامہ قبیلہ طلسم میں سے مرہ کی بیٹی تھی جس کے نام سے یہ ملک نامزد ہے۔ اس ملک میں بہت سے چشمے اور متعدد چھوٹی چھوٹی نہریں یا نالیاں رواں ہیں جن سے ملک نہایت سرسبز اور آباد ہے۔ یمامہ کے لوگ کہتے ہیں یہ ملک پانچ چیزوں میں بڑھکر ہے۔ (۱) یہاں کی عورتیں نہایت خوشنما ہوتی ہیں

سنہری رنگت ایسی خوشنما ہوتی ہے کہ سونے کا زیور پہنے ہوئے دور سے معلوم نہیں ہوتا۔ (۲) یہاں کے گیہوں (۳) یہاں کی کھجور نہایت عمدہ ہے کہ ایسی اور کہیں نہیں ہوتی (۴) یہاں گوشت ایسا خوش ذائقہ اور عمدہ ہوتا ہے کہ ایسا اور جگہ نہیں ملتا۔ (۵) یہاں پانی بھی ایسا شیریں ہوتا ہے کہ پھر اور پانی کیسا ہی شیریں ہو منہ نہیں لگتا۔

اس ملک کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ سیناؑ اور دوسرا حوریب ہے۔ جہاں پر حضرت موسےٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے شریعت عطا فرمائی ہے۔ اور جبل فاران ہے۔ اور جبل ہارون ہے۔ اسی مقام پر ہارون حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بھائی دفن ہیں۔ (صنا)

یمن ملک عرب کا ایک حصہ ہے جو حد سرین سے لیکر کوہ یلملم کے بیابانوں تک اور پھر طائف سے لیکر سیدھا نجد یمن تک اور مشرق میں بحر فارس تک پھیلا ہوا ہے۔ اور پیداوار اور آبادی کے لحاظ سے اور حصوں سے اچھا ہے۔ قدیم زمانہ میں اسی سرزمین میں سے بڑے بڑے نامور بادشاہ اٹھے ہیں۔ قوم حمیر اور شاہان تبع اور قوم عاد کا یہی ملک ہے۔ ان شاہان سابقہ نے تمام عرب ہی پر حکومت نہیں کی ہے۔ بلکہ مصر اور عمران اور وہاں سے گذر کر احمد ہمالیک پر بھی فتوحات حاصل کی تھیں۔ بلقیس شاہزادی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک شام میں حاضر ہوئی تھی اسی ملک کی فرمانروا تھی۔

یمن کے بعض علاقوں میں سے عقیق سرخ اور یاقوت خالص اور لعل برآمد ہوتا ہے جس کے آگے لعل بدخشانی کی اصل نہیں۔ یمن کے پہاڑوں میں ہر قسم کی کانیں موجود ہیں۔ لوہا۔ جست۔ تانبا۔ وغیرہ خصوصاً پھٹکڑی کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہیں جسکو شب یمانی کہتے ہیں۔

یمن کے ریگستانوں میں شترمرغ بھی پایا جاتا ہے اور ایک عجیب جانور ملتا ہے جسکے پاؤں بیل جیسے منہ ہرن جیسا گردن صراحی دار کئی گز کی اونٹ سے بھی بڑی پتلی دُبلی۔ یہ جانور اگر گردن بلند کرے تو چھ سات گز بلندی تک پہونچ جائے۔

ایک اور جانور بھی یہاں ملتا ہے جسکو عُدار کہتے ہیں۔ وہ ایک چارپایہ ہے اس کی صورت انسان سے بہت مشابہ ہے۔ جہاں کہیں انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے اور نیچے ڈال کر اس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت جسکے صدمہ سے انسان کمتر زندہ رہتے ہیں۔

اس ملک میں قدیم یادگار شاہان سلف کی ایسی ہیں کہ جنکی مثل اور دوسری جگہ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔

منجملہ انکے ایک غمدان ہے جو شہر صنعاء میں ایک چورخانہ ایوان تھا جسکا ایک رخ زرد عقیق کا۔ دوسرا سرخ پتھر کا تیسرا سبز کا بنایا گیا تھا۔ یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم تھا۔ اور سات منزل بلند تھا۔ ہر ایک منزل دوسری منزل سے چالیس ہاتھ بلند تھی۔ اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے پٹی تھی اس ایوان کے چاروں طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے جو رنگ برنگ کے عقیق اور بیش بہا پتھروں سے بنے تھے۔ اور اس ایوان کے فرش اور چھت اور دیواروں پر وہ گلکاری کی ہوئی تھی کہ دیکھکر عقل دنگ رہجاتی تھی۔ کسی جگہ کسی بادشاہ کی بزم کا نقشہ کھنچا تھا۔ کہیں امراء صف بستہ کھڑے تھے۔ اس ایوان کے کسی ستون پر خط حمیری میں لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس ایوان کو گرائیگا قتل کیا جائیگا۔ یہ ایوان کسی مصلحت سے بحکم امیر المومنین عثمان رضؓ

گرایا گیا۔ آخر وہ شہید ہوئے۔ اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے، اور کسیقدر زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے (لف)

اس حصے کو یمین اس سبب سے کہنے لگے کہ جس وقت مشرق کیطرف منہ کرکے دیکھو تو یمین کو خانہ کعبہ کی دائیں جانب دیکھوگے۔ (صنا)

یمین قسم حلف سوگند۔ قرآن مجید میں حکم ہے قَدْ فرض الله لکم تحلۃ ایمانکم ج (س تحریم ع۱) یعنے اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے قسم کا اتار ڈالنا ٹھیرادیا ہے۔

دوسری جگہ حکم ہے وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ (س نحل ع۱۳) یعنے اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو جس حال میں تم اللہ کو اپنا ضامن کر چکے ہو۔

اور جگہ حکم ہے وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ (س۔ نحل۔ ع۱۳) یعنی اور اپنی قسموں کو آپسمیں مکر کا ذریعہ نہ بناؤ۔

اور جگہ حکم ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج (س۔ مائدہ۔ ع۱۲) یعنی اللہ تمکو لغو قسموں پر نہیں پکڑیگا البتہ ان قسموں پر پکڑیگا جو قصداً تمنے کھائی ہوں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تمکو باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھانی ہی چاہے اسکو چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش ہو رہے (مش)۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم کھانے والے کی نیت پر ہے (〃)

ابن عمر کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے شرک کیا (〃)

بلا ضرورت بات بات میں قسم کھانا (خواہ سچی ہی ہو) بری بات ہے اور اللہ تعالےٰ کے نام کی بے ادبی ہے

اگر کوئی یوں قسم کھائے کہ اللہ کی قسم یا خدا کی قسم یا خدا کی عزت و جلال کی قسم تو قسم ہوگئی۔ صرف اتنا کہنے سے بھی قسم ہوجاتی ہے کہ قسم ہے یا قسم کھاتا ہوں اگر کہے خدا گواہ ہے یا خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں یا خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں تو بھی قسم ہوجاتی ہے۔ قرآن مجید کی بھی قسم ہوجاتی ہے۔ مگر قرآن کو صرف ہاتھ میں لیکر یا سر پر اٹھا کر کوئی بات کہنے سے قسم نہیں ہوتی۔

قسم تین طرح کی ہوتی ہے۔ غموس۔ لغو۔ منعقد۔ قسم غموس یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق دانستہ جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ ویسا نہ ہوا ہو۔ جس سے جھوٹ لازم آتا ہو یا ساتھ ہی کسی پر تہمت لگتی ہو۔ یا کسیکا حق ناجائز طور پر حاصل کیا جاتا ہو۔ یہ قسم بڑے گناہ کی موجب ہے، اسکا کوئی کفارہ نہیں توبہ و استغفار کرنی چاہیے

لغو قسم یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ کے متعلق غلطی سے قسم کھا کر کہہ بیٹھیں کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ ویسا نہ ہوا ہو۔ مثلاً کہے خدا کی قسم عبداللہ مسجد میں آیا تھا اور اسکو یقین بھی ہو کہ وہ مسجد میں آیا تھا۔ مگر فی الحقیقت مسجد میں نہ آیا ہو۔ اس قسم سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا اور نہ کفارہ ہے۔

قسم منعقد یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی کام کرنے کے لئے قسم کھائی جائے۔ خواہ وہ قسم بھولکر کھائی ہو۔ یا زبردستی سے کھلائی گئی ہو۔ بہر حال اسکے خلاف کرنے یا جبراً کرائے جانے سے کفارہ لازم آئیگا۔ اگر آئندہ ہونے والے کسی واقعہ کے متعلق قسم کھائیں۔ مثلاً قسم ہے آج مینہ برسیگا۔ یہ بھی قسم منعقد میں داخل ہے۔ اس کے خلاف ہوا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

خدا کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی

مثلاً رسول کی قسم۔ پیر کی قسم۔ کعبہ کی قسم۔ باپ کی قسم۔ بچہ کی قسم۔ ایسی قسم کھانا بڑا گناہ اور شرک ہے یوں کہنے سے کہ تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ یا فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کرلی ہے۔ کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ البتہ قسم ہو جاتی ہے جس کو توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ قسم کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ کہنے سے قسم نہیں ہوتی۔

قسم کو توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقت کھانا کھلایا جائے۔ یا ہر فقیر کو کچا اناج نصف صاع کی مقدار سے دیا جائے۔ یا ہر فقیر کو پہننے کے لئے لباس دیا جائے۔ جس میں اس کا بدن چھپ سکے۔ اگر ان تینوں طرح کے کفارہ دینے کی وسعت نہ ہو تو قسم توڑنے والا تین روزے متواتر رکھے جنکے درمیان وقفہ نہ ہو۔ (کذافی کتب الفقہ)

ینابیع تفسیر ہے۔ مصنفہ امام یوسف بن عبد اللہ لؤلؤئی زندخوی (کش)

ینبع بحر قلزم کے کنارہ پر مدینہ سے چار منزل پر ایک بندرگاہ ہے۔ اور اسی کے نزدیک عیص اور مروہ ہے۔

ینبع کے پاس جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے۔ فرقہ کیسانیہ کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ اب تک زندہ اسی پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (جغرا)

یوحنا حضرت یحییٰؑ کا نام ہے۔ دیکھو (یحییٰ) حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری کا نام بھی ہے۔

یوسفؑ بعض کہتے ہیں کہ عبرانی لفظ ہے۔ اور اسی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عربی لفظ ہے۔ اَسِف یا اَسَف سے ماخوذ ہے۔

حضرت یوسفؑ کے قصے کو خدا نے احسن القصص فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سی عبرتناک باتیں ہیں۔ یعقوبؑ کا مصیبت کے بعد راحت کا منہ دیکھنا۔ بھائیوں کے حسد کی وجہ سے یوسف کا محکوم ہونا۔ عصمت وعفت کی بدولت یوسف کو مرتبہ صدیقیت حاصل ہونا۔

قصہ حضرت یوسف کا یوں ہے کہ جب حضرت یعقوب کنعان میں تشریف لائے تو بی بی راحیل حضرت یوسف کی والدہ بنیامین کے تولد کے بعد فوت ہوگئی حضرت یوسف کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ وہ اپنے تمام بھائیوں سے خوبصورت تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں ۹ حصے حسن انکو ملا تھا اور ایک حصہ دنیا کو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انکو سب بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ بنیامین شیرخوار تھے۔ انکو انکی خالہ لیّا نے پرورش کیا۔ یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھی۔ ایک دن انہوں نے حضرت یعقوب کے گھر جاکر سب بیٹوں کو دیکھا اور حضرت یوسف پر فریفتہ ہوگئیں اور حضرت یعقوب سے کہا کہ تم کثیر الاولاد ہو اور تمہاری ایک بی بی ہے۔ سب بیٹوں کی اس سے خدمت نہیں ہو سکتی۔ یوسف مجھے دیدو میں اس کی خدمت کروں گی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بموجب فرمانے بہن کے یوسف کو انکے سپرد کیا۔ پس وہ یوسف کو اپنے گھر لے گئیں اور بہ ناز ونعمت پرورش کرنے لگیں۔

حضرت یعقوب گاہ گاہ اپنی بہن کے گھر جاتے اور یوسف کو دیکھکر چلے آتے۔ غرض اسی طرح ایک رات رہے۔ حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہمشیرہ فوت ہوگئیں تو حضرت یعقوب یوسف کو اپنے پاس لے آئے۔ حضرت یعقوب ان سے سب لڑکوں سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف بارہ برس کے ہوئے تو ایک دن اپنے باپ کی گود میں سوئے ہوئے تھے کہ دفعۃً خواب سے بیدار ہوئے حضرت

یعقوب یہ حال دیکھکر نہایت متردد ہوئے اور کہا کہ
کیا ہوا کہ تو اسطرح گھبرا کر چونک پڑا ہے۔ حضرت یوسف
نے کہا کہ ابّا جان! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ
ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔
باپ سمجھ گئے کہ اسکو ایک روز یہ دن نصیب ہوگا کہ اسکے
گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدہ کرینگے۔ ستاروں سے
بھائی اور چاند اور سورج سے ماں باپ کیطرف اشارہ
تھا۔ یہ سمجھکر آپ نے فرمایا کہ بھائیوں کے آگے اپنی یہ
خواب بیان نہ کرنا۔ کیونکہ سوتیلے بھائی ہیں حسد میں آکر
کہیں تیرے ساتھ کچھ برائی نہ کریں۔ مگر یوسف علیہ
السلام نے باوجود منع کرنے کے بھائیوں کے دریافت
کرنے سے وہ خواب ان سے بیان کردیا۔ اس سے
انکی آتش رشک اور بھی بھڑک اٹھی۔ ایک دن انہیں
نابلس کی وادی میں جہاں کہ وہ بھیڑ بکریاں چرانے
لیجاتے تھے لے گئے اور وہاں جاکر قتل کرنے کا ارادہ
کیا۔ مگر سب میں سے بڑے بھائی روبن نے منع کیا۔
اور کہا کہ خونریزی نہ کرو۔ بلکہ اسکو کنوئیں میں ڈالدو
جو بیابان میں ہے۔ حضرت یوسف کی وہ بوقلمون
قبا اتارلی جو باپ نے پہنائی تھی اور انہیں اندھے
کنوئیں میں ڈالدیا۔ کہ جس میں ایک بوند پانی بھی نہ تھا
یہ کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ اسماعیلیوں کا ایک قافلہ
آتے دکھائی دیا جو جلعاد سے گرم مصالح اور روغن بلسان
اور مر اونٹوں پر لادے ہوئے مصر جاتا تھا۔ قافلہ
نے آکر ڈیرا کیا اور اسی کنوئیں پر پانی کے لئے کسیکو
بھیجا۔ یوسف نے ڈول تھام لیا۔ ڈول نکالنے والے
نے دیکھا تو ایک لڑکا معلوم ہوا۔ اس نے قافلہ میں
آکر خبر کی۔ انہوں نے یوسف کو نکالا اور اپنے اسباب
میں چھپالیا۔ روبن نے کنوئیں پر جاکر دیکھا تو یوسف
کو نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اسماعیلی قافلے والوں نے نکال لیا
پھر یہوداہ کی صلاح سے سب متفق ہوکر یوسف کو

قافلے والوں کے ہاتھ بیس روپے (عہ۲۰) کو بیچدیا۔
اور اسکے قبا پر بکری کے بچے کا خون لگا کر یعقوب علیہ
السلام کے پاس لے گئے اور کہنے لگے کہ بھیڑئیے نے
پھاڑ کھایا۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ یہ تو تم نے
بناوٹی بات بنائی ہے۔ پس اب صبر ہی اچھا ہے
غرض قافلے والوں نے مصر میں جاکر پوطیفار یا
پوتیفار کے ہاتھ فروخت کردیا۔ جو فرعون کا ایک امیر اور
لشکر کا سردار تھا۔ جسکو عزیز کہتے تھے۔ عزیز نے یوسف کو
اپنے گھر اور تمام کارخانوں کا مختار کردیا۔ اور اپنی بیوی کو
اسکی عزت و توقیر کرنے کی تاکید کی۔

یوسف خوبصورت اور نور پیکر تھا۔ عزیز کی بیوی
(زلیخا) انپر فریفتہ ہوگئی اور اپنے ساتھ ہمبستر ہونے
کی خواستگار ہوئی۔ آخر جب یوسف نے نہ مانا تو ایک
روز تخلیہ پاکر یوسف کا پیراہن پکڑ کر کہنے لگی کہ میرے
ساتھ ہمبستر ہو۔ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر
بھاگے۔ پیچھے یہ بھی بھاگی۔ اور باہر سے آتے ہوئے
دونوں کو عزیز دروازہ پر ملگیا۔ زلیخا نے الٹا یوسف
پر دعوے کیا کہ یہ مجھ سے برا ارادہ رکھتا تھا میں چلائی
تو پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یوسف
نے انکار کیا تب زلیخا کے خاندان میں سے ایک
لڑکے نے کہا کہ اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ
سچی۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ سچا۔ جب کرتہ
دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ عزیز سمجھ گیا کہ اسی کی
چالاکی ہے۔ مگر اسبات کا شہر کی عورتوں میں چرچا ہوگیا
زلیخا کو بھی خبر ملی۔ اس نے دعوت کرکے ان عورتوں کو
بلایا اور ترنج کاٹنے کے لئے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری
دی۔ اور یوسف کو بنا سنوار کر چھپا رکھا تھا کہا کہ میں اسکو
بلاتی ہوں اسوقت تم کھانا شروع کرنا جب یوسف علیہ
السلام برآمد ہوئے تو سب دیکھکر حیرت میں آگئیں اور
بجائے ترنج کے اپنے ہاتھ چھری سے کاٹ لئے (یعنی زخمی کر لئے

تب زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جسکی نسبت تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ تو بشر نہیں ہے ہو نہ ہو یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ تب زلیخا نے پھر کہا کہ اگر میرا کہا نہ مانے گا تو یہ ذلیل ہوگا اور قید میں جائیگا۔ یوسف نے کہا مجھے قید بہتر ہے۔

باوجودیکہ یوسف کی صداقت اور عصمت بہت نشانیوں سے دیکھ چکے تھے۔ مگر دفع طعن کے لئے یوسف کو ناحق قید خانہ میں بھیجدیا۔ انکے ساتھ دو شخص اور بھی اتفاقاً قید خانے میں بھیجے گئے۔ ایک فرعون کا ساقی اور دوسرا نان پزوں کا داروغہ۔ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا۔ اور آکر یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا کہ میں نے ایک انگور کا درخت دیکھا۔ اسکی تین شاخیں نکلیں اور اسکے پھل پھول آئے اور اسکے گچھوں میں انگور پکے اور فرعون کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس میں انگورونکو نچوڑا اور فرعون کے ہاتھ میں دیا۔

دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر تین ٹوکرے روٹیوں کے ہیں۔ اوپر کے ٹوکرے سے پرندے کھا رہے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے پہلے تو انکو دین حق کی تعلیم کی اور پھر تعبیر اسطرح بیان کرنی شروع کی کہ تین خوشوں سے مراد تین روز ہیں۔ سو تین روز کے بعد تو فرعون کو شراب پلانے کے عہدہ پر مقرر ہوگا۔

اور دوسرے سے کہا تین ٹوکروں سے مراد تین دن ہیں۔ تین روز کے بعد تو سولی دیا جائیگا پرندے تیرے سر کا مغز کھائیں گے۔ چنانچہ تین روز کے بعد فرعون نے جشن سالگرہ کیا اور ان دونوں کی روبکاری ہوئی۔ ساقی کو پھر اسی عہدے پر مقرر کیا اور نان پز کو اسکے جرم پر پھانسی دیگئی۔

ساقی سے یوسف علیہ السلام نے کہدیا تھا کہ فرعون سے میرا حال کہنا کہ ایک غریب پردیسی کہ جسکو بھائیوں نے غلام بناکر بیچڈالا اور وہ مصر میں تیرے عزیز کے ہاتھ آکر بکا۔ عزیز کی جورو نے اسپر تہمت لگاکے قید میں ڈلوا رکھا ہے۔ مگر ساقی جاکر ایسے مست ہوئے کہ کہنا ہی بھول گئے۔ پھر فرعون نے دوسرے سال کے آخر دنوں میں ایک خواب دیکھا کہ وہ لب دریا پر کھڑا ہے کہ دریا سے سات موٹی اور خوبصورت گائیں نکلیں اور نیستان میں چرنے لگیں۔ اور پھر ان کے بعد اور سات گائیں بدشکل اور دبلی دریا سے نکلیں اور گھاٹ پر آکر کھڑی ہوئیں اور ان موٹی اور خوبصورت گایوں کو کھا گئیں فرعون یہ خواب دیکھکر ڈر کر جاگا۔ جب پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ سبز اور اناج کی بھری ہوئی سات بالیں ایک ٹہنی میں ظاہر ہوئیں اور انکے بعد سات بالیں پتلی اور خشک نکلیں اور ان بالوں کو کھا گئیں۔ صبح کو فرعون جو جاگا تو اسکا دل گھبرایا۔ مصر کے تمام دانشمندوں کو بلایا کسی سے تعبیر نہ بوجھی۔ تب اس ساقی کو یاد آیا تو اس نے فرعون سے بیان کیا کہ جب میں اور خانساماں قید میں ڈالے گئے تھے تو وہاں ایک ہی رات ہم دونوں نے خواب دیکھا تھا اور ایک عبری جوان بھی وہاں قید تھا اس نے ہمارے خوابوں کی تعبیر دی اور جیسی تعبیر دی تھی ویسا ہی ہوا۔ مجھے حکم ہو تو اس سے پوچھ آؤں۔

ساقی یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور فرعون کا خواب بیان کیا۔ یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی کہ یہ ایک ہی خواب ہے خدا تعالے نے اسکو دوبارہ اسلئے دکھایا ہے کہ یہ بات ہونے والی ہے خدا کے ہاں سے مقرر ہو چکی ہے۔ وہ اچھی سات گائیں اور سات ہری بالیں سات سال ارزانی اور سستے سمے کے ہیں۔ اور وہ سات دبلی و بدشکل گائیں اور سات خشک بالیں قحط کے سال ہیں۔ مصر میں سات برس تک نہایت ارزانی اور پیداواری ہوگی۔ پھر اسکے بعد سات برس

سخت قحط پڑیگا۔ فرعون کو چاہئے کہ ایک ہوشیار آدمی مصر کی زمین پر مختار مقرر کرے کہ وہ تحصیلدار مقرر کرے اور ارزانی کے سالوں میں ضروری خوراک چھوڑ کر ایک ذخیرہ جمع کریں اور پھر قحط کے سالوں میں اس سب ذخیرہ کو کھا لیا جاویگا۔ مگر قدرے قلیل جو باحتیاط رکھا ہوگا بچ رہیگا۔ پھر اس کے بعد بارش ہوگی اور کسان لوگ شیرہ نچوڑ ینگے۔

ساقی نے آکر فرعون سے بیان کیا۔ اس نے سنکر بہت پسند کیا۔ اور تمام ارکان دولت نے تحسین کی۔ فرعون مشتاق ملاقات ہوا۔ چوبدار شاہی حضرت کو لینے آئے۔ آپ نے فرمایا پیشتر میرے اس جرم کی تحقیق کر لو کہ جس میں مجکو قید کیا گیا ہے۔ ان عورتوں سے تحقیق فرما لیا جائے کہ جن کے روبرو عزیز کی بیوی نے مجھے بلایا تھا۔ اور انکے ہاتھ چھری سے کٹ گئے تھے فرعون نے ان سے دریافت کیا۔ سب نے اور خود عزیز کی بیوی نے انکی پاکدامنی کا اقرار کیا۔ حضرت نے کسر نفسی کے طور پر فرمایا کہ میں اسبات سے کچھ اپنا تفاخر نہیں چاہتا۔ بندہ بشر ہے نفس ساتھ لگا ہوا ہے۔ اللہ ہی جسکو چاہتا ہے اس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب آپ فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے حسن صورت اور خداداد لیاقت باتوں سے دریافت کی تو شیفتہ ہو گیا اور کہا کہ خدا نے تجکو از بس بینائی دی ہے۔ تجھسا کوئی عاقل اور دانشور نہیں ہے میں نے تجھکو اپنی تمام رعیت پر اختیار دیا۔ اور بجز تخت نشینی کے اور کوئی مرتبہ میں نے تجھ سے باقی نہیں رکھا۔ اور اپنی انگشتری انکے ہاتھ میں پہنا دی اس وقت آپ کی عمر تیس برس کی تھی۔ حضرت نے وہ کام جو محاصل ملک سے متعلق تھا۔ اپنے ہاتھ میں لیکر قحط آئندہ کا تعبیر کے موافق انتظام کیا اور

مصر کی سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے۔ یہ ان کی ایمانداری کا دنیاوی نتیجہ تھا اور اجر آخرت اس سے بھی بڑھکر ہے۔ جب قحط کے سال شروع ہوئے اور تمام ملکوں میں لوگ بھوکے مرنے لگے مصریوں نے فرعون سے کہا۔ اس نے کہا یوسف کے پاس جاؤ جو وہ کہے کرو۔ یوسف نے لوگوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا شروع کردیا۔ جب حضرت یعقوبؑ نے سنا کہ مصر میں غلہ ہے تو بیٹوں سے کہا تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو مصر سے غلہ خرید کر لاؤ کہ ہم کھا کر جئیں۔ یوسفؑ کے دس بھائی غلہ مول لینے مصر میں آئے۔ پر حضرت یعقوب نے بنیامین کو انکے ساتھ نہ بھیجا کہ مبادا یہ تلف ہو جائے۔ یوسفؑ کے بھائی آئے تو آپ نے انہیں دیکھکر پہچان لیا لیکن اپنے آپ کو ناواقف بنا کر پوچھا۔ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اے خداوند تیرے غلام کنعان کے رہنے والے ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔ بارہ تھے۔ ایک وہیں ہے اور ایک کھو یا گیا۔ ہم دس غلہ مول لینے آئے ہیں۔ پھر یوسف نے کہا تم اپنے میں سے ایک کو یہیں رہنے دو۔ اور باقی غلہ لیکر جاؤ۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کو مجھ پاس لاؤ۔ اگر سچے ہو۔ ورنہ جاسوس ہو۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ سچ ہے۔ ہم اپنے بھائی کی بابت مجرم ہیں اس نے ہم سے منت وزاری کی مگر اسکی ایک نہ سنی اس لئے یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ تب روبن نے کہا کہ کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو۔ مگر تم نے نہ سنا۔ آج اسکے خون کی بازپرس تم سے ہوئی۔ اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ یوسف انکی باتیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انکے درمیان ایک ترجمان تھا۔ یہ باتیں سنکر یوسف کا دل بھر آیا اور کنارے جاکر پھوٹ پھوٹ کر رویا اور پھر انکے پاس آکر باتیں کرنے لگا اور حکم دیا کہ انکے بورے غلہ سے بھر دیں۔ اور ہر شخص کی نقدی اسکے بورے میں رکھکر

پھیر دیں اور اُنہیں سفر کی خورش بھی دیویں۔ انکے ساتھ بہت سا سلوک کر کے انکو کنعان کیطرف روانہ کیا اور بنیامین کے لانے کی بہت تاکید کی۔ جب وہ کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سنکر مغموم ہوئے اور کہا میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جائیگا اسکا بھائی مرگیا۔ وہ اکیلا رہ گیا۔ اگر اسپر کچھ رستے میں آفت ہو تو تم میرے بڑہاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اُتاروگے۔ جب غلّہ ختم ہوگیا تو پھر باپ نے کہا کہ غلّہ لاؤ۔ یہودا نے کہا اس شخص نے بتاکید ہم کو کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا مُنہ نہ دیکھنا۔ اسکو ہمارے ساتھ کر دیجئے تاکہ ہم جاکر غلّہ لائیں۔ میں اسکا ضامن ہوتا ہوں۔ میرے ہاتھ سے اسکو طلب کیجیو۔ اگر آپ کے پاس نہ لا بٹھاؤں تو اسکا گناہ مجھپر ابد تک ہے۔ آخر یعقوب علیہ السلام نے قسم واقرار دے کر بنیامین کو ساتھ کر دیا۔ اور وہ نقدی جو واپس آئی بوروں میں سے واپس ملی تھی اسکو بھی لیجانیکا حکم دیا۔ اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالح ہدیہ کے طور پر ساتھ کئے اور کہا مصر کے ایک دروازے سے نہ گھسنا۔ اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جائے مگر ساتھ اسکے یہ بھی کہدیا کہ اللہ کی قضا و قدر کو کوئی تدبیر ٹال بھی نہیں سکتی۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ بات صرف یعقوب علیہ السلام کی شفقت پدری کے طور سے ایک خواہش تھی ورنہ وہ خدا پر متوکل اور ذو علم تھا۔ جب وہ مصر پہنچے اور متفرق دروازوں سے یوسف کے پاس گئے اور جو ہدیہ لائے تھے پیش کیا۔ اور قیمت جو بوروں میں چلی گئی تھی وہ بھی پیش کی۔ یوسف نے خیر و عافیت پوچھی۔ اور کہا تمہارا باپ اچھی طرح ہے۔ وہ بوڑھا جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے؟ اور بنیامین کو دیکھکر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے؟ پھر کہا کہ اے میرے فرزند! تجھپر خدا مہربان ہے

یوسف کا دل باپ کا حال سنکر بھائی کو دیکھکر وطن یاد کر کے قابو میں نہ رہا۔ وہاں سے اُٹھکر ایک خلوت خانہ میں جاکر بہت روئے۔ اور پھر مُنہ دہو کر انکے پاس آئے اور کھانا کھلایا اور بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ بنیامین کو جدا بٹھایا تھا۔ وہاں اسکے دل پر جو کچھ بھائی کا خیال آگیا یاد کر کے رونے لگا۔ یوسف علیہ السلام نے گلے سے لپٹا لیا اور مُنہ سے برقع اُٹھا دیا اور کہدیا کہ میں ہی یوسف ہوں۔ پھر تو گلے لگ کر دونوں بھائی بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی یہ تدبیر کی۔ کہ اپنا چاندی کا پیالہ اسکے بورے میں رکھوا دیا۔ جب وہ سب غلّہ لیکر روانہ ہوگئے تو پیچھے سے آدمی دوڑا آیا کہ تم ہمارا پیالہ چرا کر لے گئے ہو۔ اُنہوں نے انکار کیا اسباب کی تلاشی ہوئی۔ بڑے بھائی سے شروع ہوکر بنیامین کی نوبت آئی۔ اس میں سے وہ پیالہ نکل آیا۔ وہ اقرار کر چکے تھے کہ جسکے اسباب میں سے نکلے اسکی سزا میں اسکو غلام بنا لیا جائے۔

یہ مصر کا قانون نہ تھا صرف الٰہی کی منظور کی ہوئی بات تھی اسلئے بنیامین کے رکھنے کی تدبیر خدا تعالےٰ نے یوسف علیہ السلام کے دل میں القا کی۔ اس میں عقلاً بھی کوئی قبح نہیں۔ یہودا چونکہ ضامنی دے کر بنیامین کو لائے تھے وہ اور باقی بھائی بھی یوسف علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے وہ یہ سنکر مرجائیگا۔ اسکی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجئے۔ اور اسکی چوری سے تعجب نہ کیجئے کیونکہ اس سے پہلے اسکا بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے (یہ یا تو یونہی حسد سے اتہام لگایا۔ یا اس سے وہ بات مراد ہو کہ راحیل اپنے باپ کے بُت چرا لائے تھے جو یوسف علیہ السلام کی معرفت منگائے ہوں گے۔ کیونکہ لڑکے ایسی ایسی چیزیں اُٹھا لیا کرتے ہیں۔ یا اس قصہ کیطرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ انکی پھوپھی اُنہیں چاہتی تھی۔

حضرت اسحاق کا پٹکا جو نبوت کا چلا آتا تھا یوسف کی کمر میں
باندھ دیا تاکہ چوری کی علت میں انکے دستور کے موافق
ان کے پاس رہے) یوسف نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا
پھر باہم انہوں نے کہا۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ بڑے
بھائی روبن نے کہا۔ میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا
تم اپنے باپ سے جا کر یہ سب ماجرا بیان کردو۔ بھائیوں
نے آکر سب حال بیان کیا۔ یعقوب علیہ السلام نے
فرمایا۔ یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے۔
پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔ پھر ان سے
الگ اپنے خیمہ میں بیٹھکر زار زار رونے لگے۔ کہ
ہائے یوسف تجکو کہاں ڈھونڈھوں؟ آپ یہاں تک
روئے کہ غم کے مارے آنکھیں سفید ہو گئیں بینائی
جاتی رہی۔ مگر اسکے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسف کے
خواب سے کہ اسکو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ
کرینگے۔ یا الہام سے یہ امید تھی کہ ایک روز اللہ مجھے
ان سے ملائیگا اس امید پر حضرت یعقوب نے بیٹوں
سے کہا کہ جاؤ یوسف اور اسکے بھائی کو تلاش کرو۔
اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ کیونکہ ناامیدی
کافروں کی شان ہے۔

پھر وہ مصر میں آئے اور آکر یوسف سے اپنے باپ کا
سلام اور دردآمیز پیام بیان کیا۔ اور نہایت عجز سے
کہنے لگے کہ ہم مصیبت زدہ ہیں۔ اور کھوٹے دام لیکر
تیرے پاس آئے ہیں (کیونکہ کنعان کا سکہ مصر میں
نہیں چلتا تھا) ہمیں غلہ عنایت کر اور صدقہ دے
یہ سنکر یوسف علیہ السلام ضبط نہ کر سکے اور لوگوں کو اپنے
پاس سے دور کر کے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں
یاد ہے تمنے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا بھائیوں
نے کہا۔ کیا آپ یوسف ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔
تب ہر ایک دوسرے کے گلے لگ لگ کر خوب رویا
پھر شرمندگی کے مارے بھائیوں نے سر نیچا کر لیا۔
اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسف نے انکو معاف
کر دیا۔ اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس
بھی پہونچی کہ یوسف کے بھائی آئے ہیں۔ فرعون نے
کہا اے یوسف اپنے گھرانے کو یہیں بلالے۔ میں انکی
عزت کرونگا۔ یوسف نے بھائیوں کو بڑے سامان کے
ساتھ اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے
منہ پر ڈالدو۔ وہ بینا ہو جائیگا (یہ یا تو ایک معجزہ
تھا۔ یا یہ کہو کہ آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں غم کے
مارے ضعیف البصر ہو گئے تھے۔ جب پیراہن
ڈالا تو خوشی ہوئی اور ضعف دور ہو گیا) اور یہ بھی کہا کہ
اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب
مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی کوس سے حضرت یعقوب
کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو معلوم
ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا حضرت یعقوب نے اپنے
لوگوں سے کہا کہ آج تو مجھے یوسف کی بو آتی ہے۔
مگر تم مجھے دیوانہ کہوگے۔ وہ کہنے لگے۔ بخدا ہنوز
آپ اپنی اسی پرانی دھن اور بلا محبت میں گرفتار ہیں
ابھی یوسف آپ کے دل سے نہیں بھولا۔

کہتے ہیں کہ ایک بیٹا یہودا وہ پیراہن لایا تھا کیونکہ
خون آلودہ وہ پیراہن تھی۔ اسی کو دے کر غم سنانے کے لئے
یعقوب کے پاس بھیجا تھا اور اس نے آکر پیراہن
یعقوب کے منہ پر ڈالدیا۔ اور یوسف اور بنیامین کی
خیر و عافیت اور یوسف کا مصر میں جاہ و جلال بیان کیا
اسکے ڈالتے ہی آنکھوں میں نور دل میں سرور آگیا۔
اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ
مجھے اللہ کیطرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمہیں نہیں
تب بیٹے باپ کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے اللہ
سے ہماری خطا معاف کرادیجئے۔ ہم خطاکار ہیں۔ یعقوب
نے کہا معاف کراتا ہوں (شاید وقت سحر جو نہایت مقبول
وقت ہوتا ہے۔ اس وقت پر معافی و استغفار کو محول رکھا ہو

یادیر کرنے میں کچھ اور مصلحت ہو۔)

غرضکہ یعقوب علیہ السلام مع اپنے بیٹوں پوتو صلبی اولاد کے ستر شخص تھے۔ بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ یہ سب فرعون کی سواریوں پر سوار ہوئے جو اس نے مصر سے ان کے لینے کو بھیجی تھیں۔ جب قریب پہنچے تو یہوداہ کو پیشتر یوسف کے پاس بھیجا۔ تب یوسف اپنی سواری لیکر استقبال کو نکلے۔ اور باپ کے گلے لگ کر دیر تک روئے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے محل میں لیجا کر انہیں بڑی عزت کے ساتھ اتارا۔ اور اپنے تخت پر یعقوب اور اپنی سوتیلی ماں کو بٹھایا۔ اور پھر یوسف کے آگے اسکے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدہ میں گرے (یا اسوقت غیر اللہ کو سجدہ حرام نہ ہوگا۔ یا سجدے میں گرنے سے مراد تعظیماً جھکنا ہے) تب یوسف علیہ السلام نے کہا میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے جو میں نے دیکھا تھا۔ کہ مجھے گیارہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں تو یہیں تک قصہ مذکور ہے۔ اور قحط کی باقی کیفیت اور حضرت یعقوب کی موت کا بیان جو اس محل پر مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ کام اہل تاریخ کا ہے۔ اور قرآن میں جو کسی کا حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت اور نصیحت کے لئے نہ کہ مورخانہ طور پر۔

قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال مصریوں نے مال و اسباب یوسف کے ہاتھ بیچکر غلہ لیا۔ پھر اگلے سال زمین اور جائداد کی نوبت آئی۔ پھر جان تک بیچی ہوئیں پر فروخت ہوئی۔ فرعون کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے ملوایا۔ بڑی عزت کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ حضرت نے اسکو دعا خیر دی۔ پھر بنی اسرائیل کے لئے اطراف شہر میں ایک جداگانہ قطع عمدہ زمین کا عطا ہوا۔ حضرت یعقوب جب مصر میں تشریف لائے تو انکی عمر ایک سو تیس برس کی تھی۔ ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں بقول اہل کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پیشتر یوسف علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجکو مصر میں مت گاڑیو۔ کیونکہ اپنے باپ دادوں کے پاس سوؤنگا۔ پھر اپنی اولاد کو بلوا کر خدا پرستی اور ملت ابراہیمیہ پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور جان بحق ہوئے۔

یوسف علیہ السلام باپ کے مرنے پر بہت روئے۔ اور مصری حکیموں کو بلوا کر انکو خوشبو ملوائی اور تمام اہل مصر نے انپر سخت ماتم کیا۔ پھر فرعون کے معزز اہلکار اور یوسف علیہ السلام اور انکے خاندان کا ایک انبوہ کثیر کنعان میں حضرت کی لاش لائے۔ اور دفن کرکے واپس گئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس برس کی ہوئی۔ اور اپنے بیٹوں افرائیم اور منسّے کے بیٹے بھی دیکھ لئے۔ تو بقول بعض اہل سیر ایک رات خواب دیکھا کہ ایک نہایت پر فضا جگہ ہے۔ وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں۔ ایک پر ابراہیم ایک پر اسحاق۔ اور ایک پر یعقوب علیہ السلام اور ایک پر راحیل حضرت یوسف کی والدہ ماجدہ تشریف رکھتی ہیں۔ اور ایک کرسی خالی ہے۔ گویا حضرت یوسفؑ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ اور حضرت یعقوب اور راحیل دوڑ کر حضرت یوسف سے لپٹ گئے۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے فرزند اب کب تک اپنی راہ دکھائیگا۔ آ تیرے ہم مشتاق بیٹھے ہیں۔ حضرت کی آنکھ کھلی تو روح پر عالم قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک سخت بیقراری تھی جسطرح قفس میں مرغان چمن کی آواز سنکر طائر تڑپتا ہے۔ اسطرح آپ تڑپنے لگے۔ اور تمام دنیا کے لذائذ فانیہ سے یک لخت دل سرد ہو گیا۔ بیدار ہوتے ہی حضرت نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے مسلمان مار اور صالحین سے ملا دے چنانچہ انکی دعا قبول ہوئی اور وہ جان بحق ہوئے۔

اور بھائیوں سے وصیت کر گئے کہ ایک بار پھر تمکو خدا
شام میں لیجائیگا۔ تم میری لاش کو ساتھ لیجانا۔
مصر میں حضرت کی وفات پر سخت ماتم ہوا۔ انکی
لاش میں خوشبو بھر کے سنگ مرمر کے صندوق میں
رکھکر دفن کردیا۔ پھر کئی سو برس کے بعد جب اور فرعون
بادشاہ جابر ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر
مصر سے شام کو چلے تو انکے تابوت کو بھی ساتھ لیگئے۔
اور کنعان میں بمقام نابلس دفن کیا۔
زلیخا جو عزیز کی بیوی حضرت پر عاشق تھی اسکا
باقی قصہ نہ تو قرآن نے بیان کیا ہے اور نہ توراۃ
موجودہ نے۔ مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سے
شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی (لف)

یوشع بن نون ایک نبی تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔
قرآن مجید میں انکا نام مذکور نہیں ہے مگر اس میں انکا
ذکر ضرور ہے وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ
حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝
(س۔ کہف۔ ع ۹) اور (اے پیغمبر اس واقعے کو یاد کرو کہ)
جب موسیٰ خضر کی ملاقات کے ارادے سے چلے تو انہوں
نے اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ جب تک دونوں دریاؤں
کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ لوں (اپنے ارادے سے)
باز نہیں آؤں گا۔ یا (اسیطرح) سالہا سال چلتا رہونگا۔
منتہی الارب میں لکھا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام
کے خلیفہ تھے۔ اور آپ کی حیات میں ہی انہیں
نبوت ملگئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ کے بعد
نبی ہوئے تھے۔ اور انکی دعا سے سورج غروب ہوئیسے
واپس آگیا تھا اور آدھ گھنٹہ دن بڑھ گیا تھا۔

یونس علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ایک پیغمبر کا نام ہے جنکا ذکر
قرآن مجید میں یوں آیا ہے وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِينَ ۝ تا إِلَىٰ حِينٍ ۝ (س۔ صافات ع ۵)
اور بے شک یونس (بھی) البتہ پیغمبروں میں سے
ہیں کہ جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے
اور (وہاں اہل کشتی کے ساتھ) قرعہ ڈالا (چونکہ قرعہ
میں انکا نام نکلا) اسلئے (دریا میں گرے پیچھے)
انکو مچھلی نے نگل لیا اور وہ (اسوقت اپنے تئیں
بہت ہی) ملامت کرتے تھے۔ تو اگر یونس (اسوقت
خدا کی) تسبیح (و تقدیس) کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے
تو اسدن تک جبکہ لوگ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے
(یعنے قیامت تک) مچھلی ہی کے پیٹ میں رہتے (لیکن
انہوں نے تقدیس و تسبیح کی) تو ہمنے انکو (مچھلی کے
پیٹ سے نکالکر) کھلے میدان میں ڈال دیا۔ اور وہ
(تھوڑی ہی دیر مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے بہت ہی
نڈھال (ہوگئے) تھے۔ اور (پھر) ہمنے انپر (کدو کا)
ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا اور انکو (اچھا چنگا کرکے)
لاکھ آدمی کیطرف (پیغمبر بناکر) بھیجا بلکہ (ایک حساب
سے وہ لاکھ سے بھی) زیادہ تھے۔ تو وہ لوگ انپر ایمان
لائے تو ہمنے انکو ایک وقت (خاص) تک (دنیا میں
امن چین سے) رہنے بسنے دیا۔
فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ تا وَمَتَّعْنَاهُمْ
إِلَىٰ حِينٍ ۝ (س۔ یونس۔ ع ۱۰) پھر کوئی گاؤں بھی تو ایسا
ہوتا کہ اسکا ایمان لانا اسکو نفع دیتا۔ مگر یونس کی قوم
جبکہ ایمان لائی تو زندگی دنیا میں ہمنے ان سے
رسوائی کا عذاب ہٹا لیا اور ایک مدت تک ہم نے
انکو رسا بسا یا۔
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ
الْحُوتِ ۝ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ (س۔ ن۔ ع ۲)
(یعنی) تو (اے پیغمبر) اپنے پروردگار کے حکم کے
انتظار میں صبر کئے (بیٹھے) رہو۔ اور ذوالنون (یعنی
یونس) کیطرح (تھڑ دلے) نہ ہو کہ انہوں نے تنگ دل

ہو کر خدا کو پکارا۔

(صاحب الحوت اور ذوالنون دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ مچھلی والا۔ مگر وہ لفظ اچھا نہیں اور اس سے مچھلی کا بیچنے والا بھی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ذوالنون حضرت یونس کا نام پڑ گیا ہے اسلئے کہ مچھلی نے اُنکو نگل لیا تھا۔

یونسیہ ایک فرقے کا نام ہے جو یونس بن عبدالرحمن کا پیرو ہے جنکا اعتقاد ہے کہ خدا تعالےٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اُسے فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ (تع)

یوم روز۔ دن۔ اسلامی حساب سے دن کا آغاز غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً جس شام کو عموماً لوگ جمعرات کی شام کہتے ہیں وہ اسلامی حساب میں جمعہ کا آغاز ہے۔ نہار کے معنے بھی دن کے ہیں مگر یہ لفظ لیل (رات) کے مقابلے میں ہے جس سے مراد طلوع سے غروب تک کا وقت ہے۔ عربی زبان میں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ یکشنبہ۔ اتوار۔ یوم الاحد	۲۔ دوشنبہ۔ پیر۔ یوم الاثنین
۳۔ سہ شنبہ۔ منگل۔ یوم الثلثا	۴۔ چہارشنبہ۔ بدھ۔ یوم الاربعا
۵۔ پنجشنبہ۔ جمعرات۔ یوم الخمیس	۶۔ جمعہ۔ شکروار۔ یوم الجمعہ
۷۔ شنبہ۔ ہفتہ۔ یوم السبت	

ہفتہ کے دنوں میں سے پیر۔ بدھ۔ جمعرات اور جمعہ مبارک دن ہیں۔ اور باقی دن نامبارک ہیں۔

مورخین لکھتے ہیں۔ کہ ہفتہ کے دن جیسے کہ اب مستعمل ہیں۔ فرس۔ صغد۔ قبط کے زمانہ میں نہ تھے۔ بلکہ پہلے پہل اسکا استعمال بر شام کے رہنے والوں نے کیا جبکہ حضرت موسیٰ کو توریت میں یہ بتایا گیا کہ خدا تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا ہے۔ اور ساتویں دن راحت لی۔ اس کے بعد پھر تمام گروہوں میں اسکا استعمال شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ عربوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہو گیا۔ کیونکہ انکو بلاد شام سے ایک گونہ قرب اور ہمسائگی حاصل ہے۔

وہ لوگ احد (اتوار) کو اوحد کہتے تھے اور اثنین (پیر) کو اہون ثلاثا (منگل) کو جبار۔ اربعا (بدھ) کو دبار۔ خمیس (جمعرات) کو مونس۔ جمعہ کو عروبہ۔ سبت (ہفتہ) کو شیار (صنا)۔

یوم الآخر لفظی معنے آخری دن۔ قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اسطرح وارد ہوا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (س۔ بقرہ ع۲) اور لوگوں سے بعض ایسے بھی ہیں جو مُنہ سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

یوم الانقطاع تعلق کے منقطع ہونیکا دن۔ وہ دن جسدن سب تعلقات اور جھگڑے منقطع ہو جائیں گے۔ یہ قیامت کا دن ہے، جس میں دنیاوی جھمیلوں کا خاتمہ ہو جائیگا اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہو گی۔ نہ نسبوں کے فخر کام آئیں گے نہ دنیاوی وجاہت اور ہماہمی سے نجات ملیگی۔ یہ لن ترانیاں۔ یہ ہماہمیاں۔ یہ اکڑ بازیاں یہیں کی یہیں رہ جائیں گی۔ اور ان ساری خود سریوں اور لاف زنیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ یہ بن ٹھن اور آن بان۔ یہ تو تو۔ میں میں۔ یہ گرما گرمیاں اور دھینگا دھانگیاں۔ ساری کی ساری مٹ جائیں گی۔ اور انسان ان سب سے علیحدہ ہو کر اپنے اعمال کی پونجی لئے احکم الحاکمین کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوگا۔ دیکھو (یوم القیامۃ)۔

یوم بدر بدر کا دن۔ یہ لفظ ایک مشہور جنگ سے تعلق رکھتا ہے جو ۲ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان مقام بدر میں

ہوئی تھی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ رجب کے مہینے میں قریش کا ایک قافلہ جسکا سردار ابوسفیان تھا طائف کی طرف سے مکہ جارہا تھا۔ چونکہ مدینہ راستے میں پڑتا تھا اسلئے قافلے والوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان طائف کے قافلے کی طرح ہم کو لوٹنے پر بھی آمادہ نہ ہوجائیں ابوسفیان نے مکے میں کہلا بھیجا کہ قریش جلد ہماری مدد کو آئیں۔ مکے کے مشرکوں کو مدینے پر حملہ کرنیکا بہانہ ہاتھ آگیا۔ اور قافلے کی حفاظت کے حیلے سے لوگوں کو خوب بھڑکایا اور مشہور یہ کیا کہ مسلمان قافلے کو لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خبر کے اڑتے ہی لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ اور ایک ہزار جنگ آزمودہ جوان مسلمانوں کے مقابلے میں مارنے مرنے کو آمادہ ہوگیا۔

جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے صرف تین سو تیرہ اصحاب کو ساتھ لے کر مکے کیطرف کوچ کیا۔ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام سے روانہ ہوئیں۔ مشرکوں کی فوج کا سپہ سالار ابوجہل تھا۔ مکے کے تمام بڑے بڑے سردار اس فوج میں شامل تھے۔ سوار اور پیادے اکثر زرہ پوش تھے سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے انکے ساتھ تھے اودھر اس بھاری فوج کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک تھوڑی سی تعداد تھی جس کے پاس ستر اونٹ اور تین گھوڑوں اور چھ زرہوں کے سوا اور کوئی سامان جنگ نہ تھا۔ ابوجہل مارا مار اپنی فوج سمیت چلا آرہا تھا۔ راستے میں ابوسفیان کا قاصد ملا۔ جس نے اطلاع دی کہ قافلہ سمندر کے کنارے کنارے صحیح وسالم مکے پہونچگیا۔ اب مسلمانوں کے مقابلے کی کوئی ضرورت نہیں قریش کا لشکر واپس آجائے۔ مگر ابوجہل نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ابوسفیان یہ سنکر خود بھی جھٹ پٹ مکہ سے روانہ ہوا اور لشکر میں آشامل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کو ساتھ لئے منزلیں طے کرتے آرہے تھے۔ ذفران کے مقام پر معلوم ہوا کہ قریش برابر بڑھے چلے آرہے ہیں آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ اب کیا ارادہ ہے۔ سب نے کہا ہم راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر خوش ہوئے اور فرمایا چلے چلو برکت الٰہی شامل حال ہے اور تمہاری ہی فتح ہے۔ بخدا میں گویا دشمن کی تباہی دیکھ رہا ہوں۔

رمضان المبارک کی سترہویں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر پہونچے۔ جب معلوم ہوا کہ قریش کی فوج قریب ہی پڑی ہوئی ہے تو آپ وہیں ٹھہر گئے۔ آپ اپنے اصحاب سمیت میدان جنگ میں پھرتے رہے اور خاص خاص مقاما پر جاکر بتاتے رہے کہ قریش میں سے فلاں فلاں شخص اس اس جگہ قتل ہوگا۔ چنانچہ لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ کی پیشینگوئی کی پوری تصدیق ہوگئی۔ صبح کو دونوں فوجوں میں تیاری ہونے لگی۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو ترتیب دیکر فرمایا کہ جب تک دشمن پیش دستی نہ کرے اپنی جگہ پر خاموش کھڑے رہنا اور اودھر قریش کا لشکر نہایت آن بان کے ساتھ لڑائی کے لئے مستعد ہوگیا۔

مشرکوں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لیکر آگے بڑھا۔ ان کے مقابلے میں تین انصار میدان میں گئے۔ مگر عتبہ نے تکبرانہ انداز سے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان مدینے کے کسانوں پر ہم کیا ہاتھ اٹھائیں۔ اگر بھیجنا ہے تو ہمارے برابر کے قریشی جوانوں کو بھیج۔

یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ۔ حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالے عنہم کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی۔ مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے

پہلے ہی حملے میں ولید کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ اسیطرح حضرت حمزہ نے عتبہ کو واصل جہنم کیا۔ شیبہ کو حضرت عبیدہ نے قتل کیا۔

قریش اپنے ان تین بہادروں کے یکبارگی قتل ہوجانے سے حیران رہ گئے۔ اور سب کے سب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت علی۔ حضرت حمزہ۔ زبیر بن العوام اور ابودجانہ انصاری کے سخت حملوں سے کفار کے دل چھوٹ رہے تھے۔ اتنے میں ابوجہل نے اپنے قبیلے کے چیدہ چیدہ بہادروں کے ساتھ ایک سخت حملہ کیا جس سے مسلمان پسپا ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو خدا تعالےٰ کی جناب میں دعا کی۔ کہ الٰہی اپنی مدد کا وعدہ پورا فرما۔ خدایا اگر مسلمانوں کی یہ تھوڑی سی جماعت فنا ہوگئی تو پھر دنیا میں تیری خالص عبادت کرنیوالا کون رہیگا۔ دیر تک آپ دعا میں مصروف رہے آخر جناب باری سے قبولیت کی بشارت آئی۔ اور آپ خوش ہوکر اٹھ بیٹھے اور سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ پڑھتے ہوئے نکلے۔ اور کنکروں کی ایک مٹھی مکے والوں کیطرف پھینکی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کنکروں کی تعداد اتنی بڑھادی کہ اہل مکہ کے ہر ایک سپاہی کی آنکھوں اور کانوں کے سوراخوں میں ایک ایک کنکری جاپڑی جسکی تکلیف کے مارے ان کے حواس ٹھکانے نہ رہے۔ اور جم کر نہ لڑسکے۔ اہل مکہ میں سے ان لوگوں کا جو بعد میں اسلام لائے یہ بھی بیان ہے کہ عین جنگ میں معلوم ہوتا تھا کہ ابلق گھوڑوں پر سفید لباس کے سوار ہم سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سوار فرشتے تھے جو خداوند تعالےٰ نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کی مدد کے واسطے بھیجے تھے۔

آخر اس غیبی امداد سے مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور کافروں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔

انصار کے گروہ سے دو بھائی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے کہ وہ عین جنگ کے ہنگامے میں جان پر کھیل کر ابوجہل پر لپکے۔ نہایت سخت مقابلہ ہونے لگا۔ معاذ نے کمال دلیری سے ابوجہل پر ایسا وار کیا کہ اسکی پنڈلی کٹ گئی۔ یہ دیکھکر عکرمہ بن ابی جہل نے معاذ کے شانے پر ایسی تلوار ماری کہ ہاتھ بیکار ہوکر لٹک پڑا۔ انہوں نے زخمی ہاتھ کو اپنے پاؤں سے دبا کر توڑ پھینکا۔ اور برابر استقلال سے لڑتے رہے یہانتک کہ انکے دوسرے بھائی معوذ نے ابوجہل کا کام تمام کردیا۔

ابوجہل کے سوا مشرکوں کے اور بہت سے چیدہ چیدہ سردار قتل ہوگئے۔ جن کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ ستر کفار قید ہوئے اور بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمانوں میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے۔

یوم الترویہ (ل) سیراب کرنیکا دن۔ ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کا نام ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس روز عرب کے لوگ منیٰ میں جاکر اپنے اونٹوں کو سیراب کرتے تھے۔ اس روز صبح ہی کو منیٰ کیطرف حاجی لوگ روانہ ہوتے ہیں اور دوسرے روز یعنے نویں تاریخ کی فجر تک وہاں ٹھہرے رہتے ہیں اور فجر کی نماز پڑھ کر عرفات کو چلے جاتے ہیں۔

یوم التغابن (ل) ہار جیت کا دن۔ قیامت کا دن مراد ہے قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ۔ (س تغابن ع ۲)

جبکہ حشر کے دن تم (سب) کو جمع کریگا۔ یہی ہار جیت کا دن ہوگا۔ قرآن مجید کی چونسٹھویں سورت کا نام ہے۔ قیامت کے حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)۔

یوم التلاق لفظی معنے باہم ملاقات کرنیکا دن مراد روز قیامت ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ۔ (س۔ المومن ع ۲) خدا بڑا عالی مرتبہ اور عرش بریں کا مالک ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اختیار سے وحی بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ پیغمبر لوگوں کو روز قیامت سے ڈرائے۔

یوم التناد لفظی معنے ایک دوسرے کو آواز دینے کا دن روز قیامت مراد ہے کیونکہ اس دن ایک دوسرے کو آواز دیگا کہ میری فریاد کو پہنچ۔ (غ)

یہ لفظ قرآن مجید میں یوں واقع ہوا ہے۔ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ (س المومن ع ۴) اور بھائیو! مجھکو تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو (یوم التناد)

یوم الجمع جمع کرنیکا دن۔ حشر کا دن۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ۰ (س۔ تغابن ع ۲) جبکہ حشر کے دن تم (سب) کو جمع کریگا یہی ہار جیت کا دن ہوگا (ترجمہ ح۔ ن) قیامت کے حالات معلوم کرنے کے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)۔

یوم الحرۃ (ل) پتھریلی زمین کا دن۔ یہ دن اس ہولناک اور جگر سوز تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اسطرح کہ یزید کو کسی نے بتایا کہ اہل مدینہ باغی ہوگئے ہیں اس خبر کے سنتے ہی یزید نے ۶۳ھ میں بسر کردگی مسلم بن عقبہ شامی جرار فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی فوج کو حکم دیا کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنیکے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرے باب طیبہ کے پاس ایک پتھریلی زمین پر اہل مدینہ اور یزید کی شامی فوج کے مابین معرکہ آرائی ہوئی۔ اس محشر خیز لڑائی میں بیشمار صحابہ شہید ہوئے۔ مدینہ منورہ لٹ گیا ایک ہزار باکرہ عورتوں کے بکر توڑے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (خل۔ نج)۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جیسے اور کئی ایک آئندہ واقعات کی خبر دی ہے ویسے اس دلخراش واقعہ سے بھی اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ جب ہم مدینہ کے گھروں سے گذر چکے تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو ذر تو اس وقت کیا کریگا جب مدینہ میں ایسی قحط سالی ہوگی کہ تو اپنے بستر سے اُٹھ نہ سکیگا اور مسجد تک نہ پہنچ سکیگا۔ یہانتک کہ بھوک تجھے سخت تکلیف دے گی۔ میں نے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ ابو ذر! صبر کرنا۔ فرمایا اے ابو ذر! اسوقت تو کیا کریگا جب مدینہ میں اس کثرت سے وبا پھیلے گی کہ ایک ایک قبر غلام کی قیمت جتنی قیمت سے بِکی جائے گی۔ میں نے عرض کیا خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ابو ذر! صبر کرنا۔ فرمایا اے ابو ذر! اس وقت کیا کریگا جب مدینہ میں اسقدر خونریزی واقع ہوگی کہ احجار الزیت (مدینہ سے مغربی جانب ایک پتھریلی زمین ہے جس کے پتھر ایسے سیاہ ہیں گویا ان پر زیتون کا تیل ملا گیا ہے) پر خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ میں نے عرض کیا۔ خدا اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اپنے امام کی طرف رجوع کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ہتھیار لے کر فتنہ انگیز جماعت سے نہ لڑوں۔ فرمایا اگر ایسا کریگا تو تو بھی گناہ میں قوم کا شریک ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ اے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اگر یہ نہ کروں تو اور کیا کروں۔ فرمایا اگر کوئی تجھپر تلوار چلائے تو اپنے کپڑے کے کونہ کو منہ پر ڈال دینا (یعنے اسے کچھ نہ کہنا) تاکہ (تیرا قاتل) تیرے

اور اپنے گناہ کے ساتھ (اگلے جہان کی طرف) رجوع کرے (ابو)

یوم الحساب (۱) حساب کا دن۔ قیامت کا روز۔ قیامت کے روز کو یوم الحساب اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس روز بندوں کے اچھے اور بُرے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔ دنیا میں خدا کی جسقدر نعمتوں سے نفع اُٹھایا ہوگا اس روز ان کے بارہ میں بازپرس ہوگی خداوند کریم فرمائیگا کہ میں نے تمہیں دنیا میں کیسی کیسی نعمتیں عطا کی تھیں۔ تمنے انکے مقابلہ میں کونسے اچھے عمل کئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ (س۔ بقرہ۔ ع ۳۹) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (وہ سب) اللہ ہی کا ہے اور (لوگو) جو تمہارے دل میں ہے اگر اسکو ظاہر کرو یا اسکو چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب لیگا (ترجمہ۔ ح۔ ن)۔

نیز ارشاد ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (س تکاثر۔ ع ۱) پھر اسدن (دنیا کی نعمتوں کے بارے میں تمسے بازپرس (بھی) ضرور ہوگی (کہ کہاں تک ان نعمتوں کا تمنے شکر کیا)۔

(۲) قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ (س۔ مومن ع ۳) اور موسیٰ نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنے خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں (اور وہ مجھکو) ہر ایک مغرور (کی شر) سے (محفوظ رکھیگا) جو روز حساب (یعنی قیامت) کو نہیں مانتا (ن)۔ قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامہ)

یوم الحشر یوم کا معنے دن اور حشر کا معنے اُٹھانے کے یعنے وہ دن جس میں مردے قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو یوم القیامۃ

یوم الخروج (ل) نکلنے کا دن۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ (س۔ ق۔ ع ۲) جس دن (اس فرشتے کی) چیخنے کو (سب لوگ) بخوبی سن لیں گے وہ دن (لوگوں کے قبروں سے) نکلنے کا ہوگا۔ (قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الخلود ہمیشہ رہنے کا دن۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر یوں آیا ہے اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ (س۔ ق۔ ع ۳) ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے) کہ سلامتی کے ساتھ اس (بہشت) میں جا داخل ہو کہ یہی تو ہمیشہ رہنے کا دن ہے (جو جہاں رہا سو رہا)

(قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو (یوم القیامۃ)

یوم الدین یوم کا معنے دن اور دین کا معنے جزا۔ معنے ہوا جزا کا دن۔ جو قیامت کا دن ہے، قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں اسکا ذکر یوں آیا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ مالک ہے روز جزا کا۔

نیز سورۃ تطفیف رکوع ۱ میں یوں ارشاد ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اسدن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے جو روز جزا کو جھوٹ جانتے ہیں۔ (دیکھو یوم القیامۃ)۔

یوم السبع یوم کا معنے دن۔ سبع وہ جگہ جس پر قیامت قائم ہوگی۔ دونوں لفظوں کا معنے ہوا۔ اس جگہ کا دن جس پر قیامت قائم ہوگی۔ حدیث میں ہے مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ (ش) یعنی قیامت کے دن اسکو کون فریادرس ہوگا (ق)۔ دیکھو یوم القیامۃ)۔

یوم عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ کا دن۔ اسی تاریخ کو امام حسین علیہ السلام کو شہادت

نصیب ہوئی تھی۔ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے بقول بعض عاشورا۔ کے دن کا روزہ فرض تھا (مظ)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے روزوں کے بعد خدا کے مہینے محرم (عاشورا کا) روزہ سب روزوں سے بہتر ہے۔ اور فرضی نماز کے بعد رات کی نماز (مس)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عاشورا کے دن کے روزے اور رمضان کے روزہ کے سوا کسی اور روزے کو کسی پر فضیلت دیتے نہیں دیکھا (مش)۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دن کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو محرم کی نویں کو روزہ رکھوں گا۔ (مس)۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے پایا۔ ان سے پوچھا اس دن کو کونسی فضیلت حاصل ہے۔ کہ تم اس میں روزے رکھتے ہو۔ اُنہوں نے کہا یہ بڑا (مبارک) دن ہے۔ اس دن خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو نجات دی۔ اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ نے اس دن شکرانہ کا روزہ رکھا۔ اسلئے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم موسیٰ کی پیروی کرنیکے بارہ میں تمسے زیادہ مستحق ہیں۔ پس آپ نے روزہ رکھا اور (صحابہ کو بھی روزے کا امر فرمایا۔ (صح)

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم (پہلے) ہمیں عاشورا کے روزے کا امر فرماتے اور اسکی ترغیب دیتے تھے۔ تو جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو نہ اسکا امر فرمایا اور نہ اس سے منع فرمایا۔ (مش)۔

عاشورا کا دن اس لحاظ سے بھی مذہبی تاریخ میں خاص وقعت رکھتا ہے کہ نوح علیہ السلام اور انکے ساتھی اس روز طوفان کی میعاد ختم ہونے کے بعد کشتی سے اُترے۔ اور انہوں نے کوہ جودی کے آس پاس اپنی بستیاں آباد کیں۔ (جا)۔

یوم الفصل فیصلے کا دن۔ قیامت کا نام ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسطرح مذکور ہے لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ (س۔ المرسلٰت۔ ع۱) (یہ باتیں) کس دن کے لئے ملتوی ہیں۔ فیصلے کے دن کے لئے۔ اور اے پیغمبر تم کیا سمجھے کہ فیصلے کا دن ہے کیا (دیکھو یوم القیامۃ)

یوم الفطر شوال کی پہلی تاریخ کا نام ہے جس میں رمضان کے روزوں کی تکلیفوں کے بدلے میں خوشی منائی جاتی ہے۔

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کرکے مدینے میں تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کے لیئے خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں۔ عرض کیا گیا یہ وہ دن ہیں جن میں زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالےٰ نے تمہارے لیئے ان سے بہتر دو دن ٹھہرائے ہیں۔ ان میں کھیلو کودو۔ خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرا عید اضحیٰ کا۔ (ابو)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد یہ دن مسلمانوں کا بہت بڑا مذہبی تیوہار بنگیا ہے۔ اس دن پنجگانہ نماز کے علاوہ ایک اور نماز پڑھی جاتی ہے جو صلوٰۃ الفطر کے نام سے موسوم ہے (دیکھو صلوٰۃ الفطر)

اسی طرح تونگروں کو شرعی طور پر کچھ خیرات کرنیکا بھی حکم ہے جو صدقۃ الفطر کہلاتا ہے۔ (دیکھو صدقۃ الفطر)

یوم القر یوم کا معنے دن اور قر کا معنے آرام لینا دونوں لفظوں کا معنے آرام لینے کا دن۔ ذی الحج کی گیارہویں تاریخ کا نام ہے۔ کیونکہ اس دن حاجی منے میں آرام کرتے ہیں (ق)

یوم القیامۃ قیامت کا دن۔ قیامت کے روز کے بہت سے نام ہیں جنکو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم کی جلد چہارم میں بیان کیا ہے۔ ہم ان کو نقل کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ یوم القیامۃ۔ یوم الحسرۃ۔ یوم الندامۃ۔ یوم المحاسبۃ۔ یوم المسألۃ۔ یوم المسابقۃ۔ یوم المناقشۃ۔ یوم المنافسۃ۔ یوم الزلزلۃ۔ یوم الدمدمۃ۔ یوم الصاعقۃ۔ یوم الواقعۃ۔ یوم القارعۃ۔ یوم الراجفۃ یوم الرادفۃ۔ یوم الغاشیۃ۔ یوم الداھیۃ۔ یوم الآزفۃ۔ یوم الحاقۃ۔ یوم الطامۃ۔ یوم الصاخۃ یوم التلاق۔ یوم الفراق۔ یوم المساق۔ یوم القصاص یوم التناد۔ یوم الحساب۔ یوم المآب۔ یوم العذاب یوم الفرار۔ یوم القرار۔ یوم اللقاء۔ یوم البقاء۔ یوم القضاء۔ یوم الجزاء۔ یوم البلاء۔ یوم البکاء۔ یوم الحشر۔ یوم الوعید۔ یوم العرض۔ یوم الوزن۔ یوم الحق۔ یوم الحکم۔ یوم الفصل۔ یوم الجمع۔ یوم البعث۔ یوم الفتح۔ یوم الخزی۔ یوم عظیم۔ یوم عقیم۔ یوم عسیر۔ یوم الدین۔ یوم الیقین۔ یوم النشور۔ یوم المصیر۔ یوم النفخۃ۔ یوم الصیحۃ یوم الرجفۃ۔ یوم الرجۃ۔ یوم الزجرۃ۔ یوم السکرۃ یوم الفزع۔ یوم الجزع۔ یوم المنتہی۔ یوم الماوی۔ یوم المیقات۔ یوم المیعاد۔ یوم المرصاد۔ یوم القلق یوم العرق۔ یوم الافتقار۔ یوم الانکدار۔ یوم الانتشار۔ یوم الانشقاق۔ یوم الوقوف۔ یوم الخروج۔ یوم الخلود۔ یوم الوعید۔ یوم التغابن۔ یوم عبوس۔ یوم معلوم۔ یوم موعود۔ یوم مشہود۔ یوم لاریب فیہ۔ یوم تبلی السرائر۔ یوم لاتجزی نفس عن نفس شیئاً۔ یوم تشخص فیہ الابصار۔ یوم لایغنی مولی عن مولی شیئاً۔ یوم لاتملک نفس لنفس شیئاً۔ یوم یدعون الی نار جہنم دعّاً۔ یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم۔ یوم تقلب وجوھھم فی النار۔ یوم لایجزی والد عن ولدہٖ شیئاً۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ۔ یوم لا ینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون۔ یوم لامرد لہٗ من اللہ۔ یوم ھم بارزون۔ یوم ھم علی النار یفتنون۔ یوم لاینفع مال ولابنون۔ یوم لاینفع الظالمین معذرتھم ولھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔ یوم تردّ فیہ المعاذیر وتبلی السرائر وتظھر الضمائر وتکشف الاستار۔ یوم تخشع فیہ الابصار۔ وتسکن الاصوات ویقل فیہ الالتفات وتبرز الخفیات وتظھر الخطیئات۔

علامہ توربشتی نے لکھا ہے کہ قیامت تین قسم پر ہے قیامت کبرے۔ قیامت وسطے۔ قیامت صغرٰی۔ قیامت کبرٰے اُسوقت ہوگی جب لوگ اپنے اپنے اعمال کی جزا کے لئے قبروں سے اُٹھاکر خداوند تعالے کی بارگاہ میں پیش کئے جائینگے۔ وسطٰی ہم سن لوگوں کے مرنے سے عبارت ہے۔ صغرٰی آدمی کے مرنیکا نام ہے۔ (مظ)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ کہتے سنا ہے کہ تم مجھ سے قیامت کے برپا ہونیکا وقت پوچھتے ہو اسکا علم خدا ہی کو ہے۔ خدا کی قسم زمین میں کوئی ایسا متنفس نہیں کہ اُسے سو سال گذر گئے ہوں اور وہ اسدن زندہ ہو (مس)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ اہل عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قیامت کے بارہ میں

سوال کیا کرتے تھے تو آپ ان میں سے چھوٹے کیطرف
دیکھکر فرماتے۔ اگر یہ لڑکا جیتا رہا تو ابھی اسے بڑھاپا نہ آئیگا
کہ تمہاری قیامت آجائیگی۔ (صح)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ اللہ کہا جائیگا قیامت
نہ آئے گی۔ (مس)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت شریر لوگوں کے
ہی زمانہ میں برپا ہوگی۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ یہ لیل و نہار
کا سلسلہ اسیطرح جاری رہیگا یہانتک کہ لات و عزیٰ
کی پرستش شروع ہو جائے گی۔ میں نے عرض کیا۔ یا
رسول اللہ جب خدا نے یہ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۔ وہی (ذات پاک) ہے جسنے اپنے
رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو عام
دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔
نازل کی تو مجھے خیال تھا کہ اب بت پرستی کا صفایا ہونیوالا
ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ مدت تک ایسا ہی ہوگا۔ پھر خدا
تعالےٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجیگا جس سے ہر ایک ایسا
شخص جس کے دل میں ادنےٰ سے ادنےٰ ایمان بھی ہوگا
مرجائیگا اور بے دین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے آبائی
مذہب کیطرف رجوع کرینگے۔ (مس)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا دجال نکلیگا اور چالیس (مجھے یہ علم نہیں کہ آپکی
مراد چالیس دن تھے یا مہینے یا سال) رہیگا۔ پھر عیسےٰ بن مریم
آئینگے جو شکل و شباہت میں عروہ بن مسعود کی طرح ہونگے
وہ اسے ڈھونڈھ کر قتل کرینگے۔ آپ سات سال تک اسیطرح
رہینگے کہ (آپ کی برکت سے) دو شخصوں میں عداوت نہ ہوگی

پھر شام کیطرف سے خداوند کریم ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیگا۔
تو روئے زمین پر جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا
وہ ہوا اسکی روح نکال لیگی۔ یہانتک کہ اگر تم میں سے کوئی
پہاڑ کے اندر گیا ہوگا تو وہ ہوا اس پہاڑ میں داخل ہوکر اسکی
روح قبض کرلیگی۔ بدترین لوگ (فسق و فجور اور شہوت نفسانی
کے پورا نے میں) پرندوں جیسے ہلکے اور پھرتیلے ہوں گے۔
اور (ظلم اور خونریزی میں) درندوں جیسے بوجھل ہوں گے۔ نہ
اچھی بات سے واقف ہوں گے نہ بری بات سے انکار کرینگے
شیطان انکے لئے صورت بدلکے آئیگا۔ اور کہیگا کہ کیا تمہیں
شرم نہیں آتی۔ کہینگے۔ تو کیا کہتا ہے۔ تو وہ انہیں بت
پرستی کا امر کریگا۔ اس بری حالت میں انہیں رزق میں
فراخی ہوگی اور عیش و تنعم میں ہوں گے۔ پھر صور پھونکا
جائیگا اسکی آواز جو سنیگا اپنی گردن ایک طرف جھکا دیگا۔
اور دوسری بلند کریگا۔ سب سے پہلے جو شخص صور کی آواز
سنیگا وہ اپنے اونٹوں کا حوض لیپتا اور درست کرتا ہوگا۔
وہ مرجائیگا اور لوگ بھی (اپنے کاروبار میں) مرجائیں گے۔
پھر اللہ تعالےٰ مینہہ کو بھیجیگا جو شبنم کی طرح ہوگا۔ اس سے
لوگوں کے بدن (اپنی قبروں سے) اگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ
صور پھونکا جائیگا تو لوگ اپنی قبروں سے اٹھکر ادھر ادھر
دیکھیں گے۔ انہیں کہا جائیگا کہ لوگو! اپنے پروردگار کی
بارگاہ میں حاضر ہو۔ فرشتوں کو کہا جائیگا انکو ٹھہراؤ
کیونکہ ان سے حساب و کتاب ہونا ہے۔ پھر انہیں کہا جائیگا
کہ ان میں سے آتش دوزخ کا لشکر الگ کرلو۔ فرشتے کہیں گے
(خداوندا) کتنوں میں سے کتنے (الگ کئے جائیں) خدا فرمائیگا
ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ یہی وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا
کردیگا۔ اور یہی وہ دن ہے کہ بڑے بڑے ہولناک امور سے
پردہ اٹھایا جائیگا (مس)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ قیامت کے روز آسمانوں کو سمیٹ کر
اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیگا۔ پھر کہیگا میں ہی بادشاہ ہوں

کہاں ہیں جابر اور متکبر (دنیاوی) بادشاہ۔ پھر زمین کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لیگا اور کہیگا میں ہی بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر اور متکبر (دنیاوی) بادشاہ (مس)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اور چاند لپیٹے جائیں گے۔ (مخ)

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کی سی سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں (کسی مکان اور عمارت) کا نشان نہ ہوگا (مش)

حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم۔ کیا مرد اور عورتیں سب (اگر ایسا ہوگیا) تو ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ فرمایا۔ عائشہ! ایک دوسرے کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی (صح)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کافر کو منہ کے بل کیسے اٹھایا جائیگا۔ فرمایا جس ذات پاک نے دنیا میں اسے دو پاؤں پر چلایا ہے کیا قیامت کے روز اسے منہ پر چلانیکی قدرت نہیں۔ (صح)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئیگا۔ یہانتک کہ انکا پسینہ زمین میں ستر (۷۰) گز تک جائیگا۔ ان کو پسینہ لگام چڑھائیگا یہانتک کہ انکے کانوں تک جائیگا۔ (صح)

مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوقات سے قریب کیا جائیگا یہانتک کہ ایک میل کے فاصلہ پر آجائیگا۔ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق پسینہ آئیگا کسیکو ٹخنوں تک اور کسیکو گھٹنوں تک اور کسیکو کمر تک اور کسیکو منہ تک پسینہ ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے منہ کیطرف اشارہ کیا (مس)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بڑے جاہ و جلال والا شخص آئیگا جو خدا کے نزدیک پر پشہ کی بھی حقیقت نہ رکھتا ہوگا۔ پھر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آیت فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ یعنی ہم قیامت کے دن کافروں کی کوئی قدر نہ کرینگے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ پڑھ کر فرمایا۔ کیا تم زمین کی خبریں جانتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا خدا اور اسکا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ فرمایا زمین کی خبریں یہ ہیں کہ ہر ایک مرد و زن نے اسپر جو کچھ کیا اسکی گواہی دے گی۔ یعنی کہے گی (اس شخص نے) مجھپر یہ یہ کام کئے ہیں۔ یہ ہیں زمین کی خبریں (ترمذی)۔

قیامت کا روز جزا کا روز ہے۔ اس دن سب شبہے اور خدشے رفع ہوجائیں گے۔ مظلوموں کو داد ملیگی۔ اور ظالموں کو سزا دیجائیگی۔ بادشاہ گردن جھکائے کھڑے ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکاریں گے ہر ایک کو اپنی جان کے بچانے کی فکر دامنگیر ہوگی۔ کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو۔ ماں بچے کو بچہ ماں کو بہن بھائی کو بھائی بہن کو بچا نہ سکیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کرینگے۔ قیامت کی تاریخ نہیں بتلائی گئی۔ نہ خدا کے سوا اسکا کسیکو علم ہے۔ ہاں اتنی بات کا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ اپنے دنیاوی جھمیلوں میں مصروف ہوں گے کہ قیامت آجائے گی۔ قیامت کی چند علامتیں احادیث میں آئی ہیں جن میں سے کچھ وقوع میں آئی ہیں اور کچھ ابھی نہیں ہوئیں (دیکھو اشراط الساعۃ (نقد)

قیامت کی ہولناک مصیبتوں سے نجات پانیکے لئے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے اور کہینگے آپ کو خدا نے پیدا کرکے فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنیکا حکم دیا۔ بہشت میں جگہ دی۔ ہرطرح آپ کی عزت کی۔ خدا کے حضور ہم گنہگاروں کی شفاعت کیجئے آپ فرمائیں گے خدا آج غضب میں ہے۔ میں خود اپنے گناہ سے ڈرتا ہوں۔ میں نے اسکا کہنا نہ مان کر گیہوں کا دانہ کھایا تھا جسکی پاداش میں مجھے بہشت سے نکالا گیا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اہل محشر انکی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں آپ کو خدا نے بندہ شکرگذار کے لفظ سے یاد فرمایا ہے آپ ہمارے سردار ہیں ہم پر رحم فرماکر بارگاہ ایزدی میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے جس وقت طوفان میں میرا لڑکا ڈوب رہا تھا تو میں نے خدا سے اسکے بچانے کی دعا کی تھی جو نامنظور ہوئی۔ میں اس سے شرمندہ ہوں۔ اور اپنے آپ کو شفاعت کے قابل نہیں سمجھتا۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اہل محشر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے کہ خدا نے آپ کو خلیل اللہ کا لقب عطا کیا ہے آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ بھی انکار کرینگے۔

غرض اسیطرح اہل محشر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائینگے۔ مگر یہاں سے بھی جواب ملیگا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرینگے۔ آپ خدا کے عرش کے آگے سجدہ کرکے دعا کرینگے۔ اور آپ کی شفاعت سے اہل محشر کو رہائی نصیب ہوگی۔

یوم معلوم وہ دن جسکے آنیکا وقت خدا کو ہی معلوم ہے اور وہ قیامت کا دن ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ہ (اے پیغمبر تم اپنے زمانہ کے منکرین قیامت سے) کہو کہ بے شک اگلے اور پچھلے (سب) روز مقرر کے وقت پر ضرور اکٹھے کئے جائینگے (ترجمہ [illegible])

قیامت کے حالات معلوم کرنیکے لئے دیکھو یوم القیامۃ

یوم النحر ذی الحج کی دسویں تاریخ کا نام ہے۔ عید الفطر کی طرح یہ دن بھی مسلمانوں کا مذہبی تیوہار ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کرکے مدینے تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کے ہاں خوشی کے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یہ وہ دن ہیں جن میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلتے اور خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا خدا تعالٰی نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن ٹھہرائے ہیں۔ ان میں کھیلو۔ کودو خوشیاں مناؤ۔ ایک عید الفطر کا دن دوسرا عید الضحیٰ کا (ابو داؤد)

اس دن نماز پنجگانہ کے علاوہ ایک اور نماز بھی پڑھی جاتی ہے (دیکھو عید الاضحیٰ) اس دن قربانی کرنیکا شرعاً حکم ہے۔ (قربانی کے احکام معلوم کرنیکے لئے دیکھو (قربانی)

اس دن کے ساتھ حج کے بعض احکام کو بھی تعلق ہے۔ اس دن فجر کی نماز اول وقت پڑھکر مشعر الحرام میں آنا چاہئے۔ یہ مزدلفہ کی ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام ہے یہاں تکبیریں بہت کہنی چاہئیں۔ اور تکبیروں کے ساتھ یہ الفاظ بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ جب خوب اُجالا ہوجائے تو سورج نکلنے سے پہلے کوچ کرنا چاہئے میدان محشر سے نکلکر منا کے بازار سے ہوتے ہوئے اس آخری منارے کے پاس آنا چاہئے جو مکہ سے آتے وقت شروع میں ملتا ہے اور جسے جمرہ کبرا یا جمرہ عقبہ بھی کہتے ہیں سات کنکریاں جو رستے سے اٹھا رکھی ہیں اس منارے پر پھینکنی چاہئیں۔ اب لبیک کہنا موقوف کرنا چاہئے۔ کنکریاں پھینکتے وقت منا کو داہنی اور کعبے کو بائیں جانب کرنا چاہئے اور ہر کنکری پھینکتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

یعنی اللہ بہت بڑا ہے۔ خداوندا تو اسکو مقبول حج کر اور گناہ بخشدے۔
اب ہر نماز کے بعد اور یوں بھی اکثر اوقات تکبیر کہتے رہنا چاہیے اسکے بعد قربانی شروع کردیں۔ یہ قربانی اس قربانی کے علاوہ ہے جو ارکان حج میں کسی خرابی اور فساد کی وجہ سے حاجی پر لازم ہو جاتی ہے اور جسے دم اور کفارہ کہتے ہیں۔ کفارے کے جانور متعین ہیں اور قربانی کے نہیں۔ قربانی میں آدمی کو اختیار ہے چاہے اونٹ ذبح کرے یا گائے یا بھیڑ بکری ایک یا دو یا زیادہ مگر کفارے میں وہی جانور ذبح کرنا ہوگا جسکی شارع نے تعیین کردی ہے۔ قربانی کے بعد مرد سر منڈائیں یا بال کتردیں اور عورتیں بھی بالوں کی ایک دو لڑی کتردیں۔ اس وقت حاجی کو عورت کے پاس جانا تو نہیں لیکن وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی حالت میں حرام تھیں اسوقت احرام کے کپڑے اتار دیں اور بیت اللہ میں جاکر طواف فرض ادا کریں اسکو طواف زیارت اور طواف افاضہ اور طواف صدر بھی کہتے ہیں۔ اس طواف کے بعد حج کے تمام ارکان پورے ہوگئے اور ارکان پورے ہوگئے تو سب چیزیں حلال ہوگئیں یہانتک کہ عورت کے پاس جانا بھی۔ اب چاہ زمزم سے تھوڑا پانی پئیں اور منا میں جاکر ظہر کی نماز پڑھیں۔

اس دن روزہ رکھنا منع ہے چنانچہ ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فطر اور نحر کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ (صح)

ابو سعید خدری رضؓ سے ایک اور روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دن روزہ نہ رکھنا چاہیئے فطر کے دن اور بقر عید کے دن (صح)۔

یوم الوعید قیامت کا روز۔ قرآنمجید میں یوں اسکا ذکر آیا ہے
ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید ۰ (س-ق-۴)
اور (قیامت کے روز) صور پھونکا جائیگا۔ یہی وہ دن ہوگا جس سے (لوگوں کو) ڈرایا جاتا ہے (ترجمہ حج بیان) حالات قیامت کے لئے دیکھو یوم القیامۃ۔

یہود ایک قوم ہے جو بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ انکا اصل شامیوں سے ہے جو ابراہیم ؑ کی سیادت میں سنہ عیسوی سے پہلے بیسویں صدی میں ارض کنعان میں اترے تھے۔ حضرت اسماعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام انہی سے ہوئے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام عزیز مصر ہوئے تو انہوں نے بنی اسرائیل کو مصر میں بلا لیا۔ اور وہ وہاں چارسو سال تک رہے لیکن بعد میں ملوک مصر ان پر ظلم کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو انکیطرف بھیجا جنہوں نے انکو فرعون کے پنجے سے رہا کیا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے تھے۔ اور فرعون کے گھر میں پلے تھے۔ اسکے بعد بنی اسرائیل موسیٰؑ کے ساتھ طور کیطرف چلے گئے اور وہاں تقریباً چالیس برس ٹھہرے۔ اسی مدت میں حضرت موسیٰؑ پر کتاب نازل ہوئی۔ جب حضرت موسیٰؑ فوت ہوئے تو انکے بعد حضرت یوشع علیہ السلام نبی ہوئے اور کنعان کو فتح کرکے وہاں رہنے لگے۔ پھر بنی اسرائیل میں قاضی مقرر ہوئے جو احکام کا فیصلہ کرتے تھے۔ بعد ازاں ان میں فتنے و فساد پیدا ہونے لگے جنکی وجہ سے ان میں بادشاہ مقرر ہوئے۔ پہلے بادشاہ طالوت پھر داؤد اور سلیمان علیہم السلام ہوئے۔ اسکے بعد یہود کی دو سلطنتیں ہوگئیں۔ ایک مملکت یہودا اور دوسری مملکت بنی اسرائیل پہلی (۳۸۹) برس رہی اور دوسری (۲۵۵) برس۔ بابلیوں اور آشوریوں نے ان دونوں سلطنتوں کا نشان مٹایا۔

یہود کے من حیث الدین چار فرقے ہیں۔ ربانیوں قراؤن۔ عنانیہ اور سمرہ۔ سمرہ اصل میں بنی اسرائیل سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بعد میں یہودی ہوئے ہیں۔

یہوداہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام ہے (رغ) تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ انکے سب سے بڑے بھائی کا نام روبن تھا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام قتل سے بھائیوں کو روکا تھا۔
(تفصیل کے لئے دیکھو یوسف)۔

یہودا اسقر یوطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کا نام تھا۔ جس نے چند دراہم کی لالچ پر انکو یہود کے ہاتھ گرفتار کرادیا تھا۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا

شریعت پاک نے انسان کے منہ کو پاک قرار دیا ہے۔ جس طرح کتے اور خنزیر کا جھوٹا نجس اور بلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔ آدمی کے جھوٹے میں کسی قسم کی نجاست یا کراہت شرعی نہیں ہے خواہ وہ کافر و مشرک ہی ہو۔ قرآن مجید میں جو آیا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ یعنے مشرک لوگ نجس ہیں۔ تو اس سے نجاست شرک مراد ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں منہ اور جسم کی نجاست مراد نہیں ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں جو غیر مسلم اقوام سے کھان پان میں سخت پرہیز کرنیکا رواج ہے۔ یہ انہوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی سیکھ لیا ہے جن میں پہلے سے چھوت چھات کے متعلق سخت مذہبی پابندیاں موجود ہیں بخلاف ان کے غیر ممالک کے مسلمان جہاں ہندوؤں کی مراسم موجود نہیں ہیں۔ غیر مسلم خصوصاً اہل کتاب کے ساتھ آزادی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔

خدا نے فرمایا ہے اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (س۔ مائدہ ۵۔ ع ۱)۔

آج تمام چیزیں پاکیزہ تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا انکے لئے حلال ہے۔

اہل کتاب یعنے یہودی یا عیسائی کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھانا جائز ہے بشرطیکہ وہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرے یا اگر اس نے اللہ کا نام نہ لیا ہو تو اس کا باعث سہو و نسیان ہو۔ انکار نہ ہو۔ اسی طرح اہل کتاب کا شکار بھی مسلمان کے لئے حلال ہے جو مشروع طریقے پر کیا گیا ہو۔ (کذا فی کتب الفقہ)۔

مگر چونکہ آجکل بالعموم عیسائیوں اور یہودیوں میں شرابخواری کی کثرت ہوگئی ہے۔ نیز لحم خنزیر سے بھی ان کو خاص اُنس ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ کھانا کھانا ناجائز قرار دیا گیا ہے ✣

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لاجواب اسلامی انسائیکلوپیڈیا بقلم شکستہ رقم افقر العباد حبیب اللہ منشی فاضل متوطن ضلع راولپنڈی تمام ہوئی

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا امید

تمت

اس کتاب کے بعد آپ ہماری مشہور کتاب تجرید الحادیث جسمیں دس ہزار احادیث مع ترجمہ کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور جو ۲۷۸ مختلف کتابوں سے جمع کی گئی ہیں منگا کر پڑھیں ہدیہ چار روپے۔

اسلامی بے تعصبی تاریخ اسلامی بے تعصبی ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے جسکو مولوی محبوب عالم صاحب نے بڑی محنت سے لکھا ہے منگا کر پڑھیں اس آٹھ سو صفحہ کی کتاب میں ہزارہا مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ وہ اپنی بے تعصبی اور عالمگیر رواداری کیوجہ سے پھیلا ہے۔ قیمت عہ

قیمی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام عبدالمجید پرنٹر پبلشر نجیبی اور دفتر پیسہ اخبار۔ پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور سے شائع ہوئی

فہرست کتب کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

تاریخی کتابیں

تاریخ انگورہ۔ جس میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا بانی حکومت اناطولیہ (انگورہ) باقر سمیع بے وزیر خارجہ یوسف کمال بے سابق وزیر خارجہ۔ حضرت شیخ سنوسی جنرل فیوضی پاشا وزیر جنگ۔ کاظم پاشا سپہ سالار قفقاز علی بے وزیر داخلہ۔ قاضی محمد رفعت بے۔ شیخ الاسلام انگورہ۔ ادیبہ خالدہ خانم وزیر تعلیمات۔ جنرل علی احسان پاشا جنرل عصمت پاشا فاطمہ خانم وغیرہ مجاہدین و احرار انگورہ کے جذبات ملیہ سوانحات عمر اور سربکف جنگی کارناموں کے علاوہ۔ انگورہ۔ طرابزون۔ سینوب بروصہ قفقاز۔ سموں۔ ازمیر۔ سمرنا وغیرہ اناطولیہ کے مشہور شہروں اور بندرگاہوں کے قدیم و جدید تاریخی جغرافیائی حالات درج ہیں۔ قیمت۔ عہ

نامۂ خسروان۔ شاہ ایران کی فارسی تاریخ از ابتدائے آبادیان تا انجام ساسانیان ایرانی چھاپے کی نئی تاریخ۔ ۱۰۰ روپے میں ملتی ہے۔ بالتصویر اردو ہیں۔ عہ

ہندوستان پر مغرب سے حملے افغانستان کی جانب سے ہمیشہ ہندوستان پر حملے ہوتے رہے۔ انکی کیفیت۔ عہ

قوانین عثمانی۔ دولت عثمانیہ کے اساسی و انتظامی قانون ترکی سے اردو ہیں۔ قیمت عہ

اقوام ٹرکی۔ یورپین ٹرکی کی کثیر التعداد مختلف نسلوں اور قوموں کی تاریخ موجود ہے۔ قیمت عہ

حالات ایران۔ حصہ اول و دوم۔ سر جان ملکم برطانوی سفیر متعینہ دربار ایران نے ملک ایران کے حالات لکھے ہیں۔ عہ

چہار مقالہ۔ تاریخ کی بہترین کتاب ہے جو فارسی زبان میں عروسی نظامی و سمرقندی ادب کی حاوی ہے۔ قیمت عہ

ترکوں کے ساتھ طرابلس میں جنگ۔ طرابلس کے صحیح چشمدید حالات۔ جس میں ترکوں اور عربوں کی بہادری اطالویوں اور دول یورپ کی بے پروائی۔ قیمت عہ

تاریخ دربار امرتسر دربار صاحب امرتسر کے مفصل حالات۔ عہ

سفرنامہ بغداد۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے دوران جنگ عظیم میں خلفائے عباسیہ کے قدیم پایہ تخت کے حالات۔ عہ

راہنمائے مسافران ہند۔ سہولیت مسافران و سیاحان و تاجران ہندوستان۔ عہ

رہنمائے کشمیر۔ کشمیر جنت نظیر کے شائقین کے لئے بہترین راہنما۔ عہ

کارونیشن دربار دہلی۔ اس میں کارونیشن دربار دہلی میں شامل ہونے والے کل راجوں۔ نوابوں۔ رؤسا۔ جاگیرداروں اور صوبجاتی حکومتوں کے تمام بڑے افسروں وائسرائے اور کنگ جارج کی عکسی تصویریں اور مفصل سوانح حیات وغیرہ درج ہیں۔ کتاب اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہے۔ قیمت ہر دو جلد۔ عہ

تاریخ مراکش۔ سلطنت مراکش کی ابتدا سے لیکر آج تک کی مفصل تاریخ ہے۔ قیمت۔ عہ

تاریخ سیالکوٹ۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی زندگی اور ہمعصر علما کے کارنامے۔ قیمت عہ

سفرنامہ اسیر مالٹا۔ مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا کے خود نوشتہ حالات درج ہیں۔ قیمت عہ

تذکرات اور سوانح عمری

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شاندار زندگی کے حالات۔ رفیق بک کی کتاب اشہر مشاہیر الاسلام کا ترجمہ۔ عہ

حضرت علیؓ ابن ابی طالب۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کے حالات۔ ۱۲

خالدبن ولید۔ حضرت خالد سیف اللہ سپہ سالار اسلام کی سوانحعمری۔ قیمت ۴ر عہ
حالات سعدی۔ شیخ مصلح الدین شیرازی کی زندگی کے مفصل حالات۔ قیمت عہ ر
شہنشاہ جارج پنجم کی مفصل سوانحعمری باتصویر عہ ر
مسٹر اینڈریو کارنیگی امریکہ و انگلستان کا مشہور مخیر عہ ر
سلطان علاء الدین خلجی۔ ہندوستان کے عظیم الشان دانشمند اور طاقتور بادشاہ کے عہد کی ترقیاں وغیرہ۔ قیمت۔ عہ ۸ر
سوانح خواجہ غریب نواز۔ عہ ر
حیات یتیم فی ذکر نبی کریم۔ ۸ر

تذکرہ صابر۔	۱۲ر	پیغمبر اسلام	۸ر
سلطان فاتح	۵ر	سلطان شہدائے ہند	۴ر
حیات مشتاق	۶ر	حیات زیب النساء	۶ر
اکابر اسلام	۴ر	مصنفان اسلام	۳ر
سلطان صاحبقران	۴ر	غازی محمد قاسم	۳ر
جمال الدین افغانی۔	۴ر		

اسلامی کتابیں

تجرید الاحادیث۔ حدیث شریف کی ۷۴ مختلف کتابوں کا خلاصہ۔ دس ہزار حدیث عربی کا اردو ترجمہ۔ للعہ ر
شرح عقائد نسفی مشہور عربی کی درسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ قیمت ۴ر عہ
آئینہ اسلام۔ ابتدائے اسلام سے آجتک تاریخ و معاملات اسلام پر بیان۔ قیمت عہ ر
زیور ایمان۔ تمام ضروری مسائل فقہ کی کتابوں سے عہ
دلیل الحیران۔ تمام آیات قرآن شریف بحروف ابجد ۴ر عہ
علم الکلام۔ امام غزالی کی مشہور کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد کا اردو ترجمہ۔ قیمت ۴ر عہ
فیض الرحمٰن فی تسہیل القرآن۔ قرآن مجید کے مطلب کو سلجھانیکے لئے مختلف معانی کی شرح۔ قیمت ۴ر عہ

پنج بنائے اسلام۔ کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ ۸ر

نصائح فاروق	۸ر	مطالعات صحیحہ	۸ر
تجارت عرب قبل اسلام	۴ر	مسلمانوں کے لئے حکمت کے سبق	۴ر
دیوان حافظ کی تاریخی فالیں	۲ر	شریعت اسلامیہ حفظان صحت	۸ر
ہفت سورہ جلی	۸ر	بہشتی زیور دس حصہ فی حصہ	۸ر
ثبوت ذات باریتعالی	۶ر	مامحبان	۲ر
الکافیہ	عہ ر	خلافت اسلامیہ	۳ر

اسلام کی پہلی۔ عقائد طریقہ وضو نماز روزہ وغیرہ ۴ر
〃 دوسری 〃 〃 〃 〃 ۶ر
〃 تیسری 〃 〃 〃 〃 ۸ر
〃 چوتھی 〃 〃 〃 〃 ۱۰ر

بہشتی جوہر	۱۲ر	رسول عربی	۱۲ر
علاج الغربا	۱۲ر		

زنانہ کتابیں

مرتبہ النسوان۔ اسلام میں عورتوں کا مہر اور انکی نگہبانی صفات۔ کثرت ازدواج طلاق وغیرہ پر بحث۔ عہ
زنانہ نظمیں۔ مختلف شعرائے عورتوں کے متعلق آجتک جسقدر دلچسپ نظمیں لکھی ہیں انکو ایک جگہ جمع کیا ہے۔ ۴ر عہ
زنانہ خط و کتابت۔ اس میں ہر قسم کے خطوط جو لڑکیوں کو لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے بطور نمونہ بتائے گئے ہیں۔ ۸ر
گھر اور گھر والی۔ شریف مستورات کو فرائض شوہر۔ تربیت اطفال اور انتظام خانہ داری کی تعلیم دی گئی ہے۔ ۴ر
زبیدہ خاتون۔ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ خاتون کے حالات ۴ر
بنت رسولؐ۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کے حالات ۸ر
لیڈی ڈاکٹر۔ حلیمہ خانم ایک غریب خاندان کی لڑکی کا علم سے فیضیاب ہو کر عیسائی ہونا اور پھر اسلام لانا۔ ۱۲ر

ملنے کا پتہ منیجر پیسہ اخبار لاہور

خزائن الادویہ

بیسویں صدی کی سب سے بڑی بیش بہا طبی تصنیف آٹھ جلدوں میں

یونانی ویدک طب اور ڈاکٹری وغیرہ طریقہائے علاج کی تمام ادویہ مفردہ کے مفصل حالات

یہ نایاب کتاب ہر قسم کی مفرد ادویہ کا ایک مکمل سائیکلوپیڈیا ہے

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ علم طب کس طرح پیدا ہوا۔ اور کہاں کہاں کس کس قوم کی ظل حمایت و سرپرستی میں اس نے پرورش پائی اور کن کن قوموں کی گودوں میں اس نے منازل ترقی طے کی ہیں۔ حکیم محمد نجم الغنی خاں مرحوم خزائن الادویہ کی وجہ تالیف یوں بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کتب خانہ رامپور میں ہزاروں طبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ تو خیال ہوا کہ ہند کے بہت کم حکیموں کو یہ کتابیں میسر آسکتی ہیں۔ اور اگر میسر آجائیں تو وہ انکی دقیق عبارات کو بمشکل سمجھ سکیں گے چنانچہ انہوں نے ان کی مدد سے یہ کتاب خزائن الادویہ اردو میں مرتب کردی۔ جو صاحب حکیم صاحب کی اس کتاب کو پڑھیں گے انہیں معلوم ہو جائیگا کہ حکیم صاحب نے اسکی تدوین میں کسقدر کوشش اور جانکاہی سے کام کیا اور عمر عزیز کا ایک بہت بڑا حصہ صرف اسکے مرتب کرنے پر صرف کیا ہے اور انکا طبی دنیا پر کسقدر عظیم الشان احسان ہے۔

انگریزی ادویات کی شمولیت

چنانچہ پہلی دفعہ یہ تصنیف صرف دو جلدوں میں کارخانہ پیسہ اخبار نے چھاپی۔ پھر چار جلدوں میں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی علامہ حکیم نجم الغنی صاحب نے پھر اسی کتاب کو اور بڑھا کر کے اس میں انگریزی مفرد ادویات کا بھی ذکر جسکی فی زمانہ اردو دان پبلک کو بڑی ضرورت تھی شامل کر دیا۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ خاص ہندوستانی دواؤں اور بوٹیوں کے بیان میں جو کتابیں آجتک لکھی گئی ہیں۔ جیسے تحفہ کا حاشیہ۔ دستور الاطباء۔ طب فرشتہ۔ تکملہ ہندی۔ طب مصطفوی۔ مفردات احاجی۔ بدیع النوادر مفردات ہندی۔ طب الشیعہ۔ ذخیرہ اکبر شاہی تالیف شریف اور نسخہ سعیدی۔ تذکرۃ الہند وغیرہ۔ ان سب کتابوں کو ایک ایک کرکے چھان لیا ہے۔ اس کتاب میں ترکی ناموں کی صحت کنز اللغات ترکی اور رفیق العثمانی سے کیگئی ہے۔ فارسی نام فرہنگ انجمن آرائے ناصری کی مدد سے درست کئے ہیں۔ طب الشیعہ۔ طب شفاخانی۔ ذخیرہ اکبر شاہی۔ ذخیرہ خوارزم۔ گنج بادآورد۔ خلاصۃ الشرح۔ جواہر الادویہ۔ مجربات فرنگی۔ طب غربا۔ طب سکندری۔ ریاض الفوائد۔ خیر التجارت۔ معدن شفا۔ منقولات اسحاقیہ۔ بازنامہ۔ صید المراد۔ لذت النساء۔ مؤلفہ خواجہ ضیاء الدین۔

ان کتابوں میں صدہا ایسی ادویہ کا ذکر ہے جو نہ عطاروں کی دوکانوں سے ملسکتی ہیں نہ جنگل میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ہر روز ہمارے گھروں میں استعمال ہوتی ہیں اور عطاروں کے ہاتھ میں ہیں۔ انکا ذکر مخزن وغیرہ سے تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتا۔ مخزن یونانی طبیبوں میں زیادہ رائج کتاب ہے۔ اسلئے ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ جو ہندوستانی اور یونانی ویدک اور انگریزی دواؤں کی جامع ہو۔ اور جس میں ان تمام کتابوں کی نادر و عجیب و غریب تحقیقات کا خلاصہ بھی درج ہو۔ گو یہ کام بڑا مشکل تھا۔ مگر آہستہ آہستہ پورے چالیس سال کے عرصہ میں میں نے اس عزم کو پورا کیا۔ اب یہ کتاب جس میں تمام طبی کتابوں کا لب لباب درج ہے پبلک کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

قیمت فی جلد پانچ روپے (صہ)
قیمت مکمل کتاب نسخی چالیس روپے (للعہ)
(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

ملنے کا پتہ:-

مینجر کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

یکمشت آٹھ جلدوں کے خریدار کو خاص رعایت دی جائے گی۔